شرح ترمذی شریف

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ ترمذی

ترجمہ

ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر

ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ

شارح

حضرت علامہ محمد یٰسین قصوری نقشبندی دامت برکاتہم



شرح جامع ترمذی شریف

5

تصنیف

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ ترمذی

ترجمہ

ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر

ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ

شرح

محمد یٰسین قصوری نقشبندی دامت برکاتہم

شبیر برادرز®
زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042 37246006

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ



شرح جامع ترمذی شریف

مترجم ———— ابو العلاء محمد محی الدین جہانگیر

شرح ———— محمد یٰسین قصوری نقشبندی

کمپوزنگ ———— ورڈز میکر

باہتمام ———— ملک شبیر حسین

سن اشاعت ———— اگست 2017ء

سرورق ———— اے ایف ایس ایڈورٹائزر، لاہور

طباعت ———— اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

ہدیہ ———— روپے فی جلد

شبیر برادرز

زبیدہ سنٹر، ۴۰۔ اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006



ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

ترتیب

کِتَابُ الْاَمْثَالِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

امثال کے بارے میں نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ ۲۳
لفظ ''مثل'' کا لغوی واصطلاحی معنی ۲۳
امثال الحدیث کی اہمیت ۲۳
امثال القرآن اور امثال الحدیث میں تعلق ۲۴
اول: دونوں کا بذریعہ وحی ہونا ۲۴
دوم: دونوں کا ایک ہی ذات کے ذریعے ہم تک پہنچنا ۲۵
سوم: امثال الحدیث سے امثال القرآن کی وضاحت ہونا ۲۵
چہارم: مقصدیت کے اعتبار سے دونوں میں تعلق ۲۶
باب 1: (فرمان نبوی ہے:) اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں کے لئے مثال ۲۷
مفہوم احادیث ۳۱
باب 2: نبی اکرم ﷺ اور دیگر انبیاء کی مثال ۳۲
مثال کے ذریعے مسئلہ ختم نبوت کی وضاحت ۳۲
باب 3: نماز، روزے اور صدقے کی مثال ۳۳
بنی اسرائیل کو پانچ امور کا حکم ۳۶
امت محمدیہ کو پانچ امور کا حکم ۳۶
باب 4: قرآن پاک پڑھنے والے اور قرآن پاک نہ پڑھنے والے مؤمن کی مثال ۳۹
احادیث باب کی مثالوں کا خلاصہ ۴۱
آخری حدیث باب سے حاصل ہونے والے مسائل ۴۲
باب 5: پانچ نمازوں کی مثال ۴۲
پانچ نمازوں کی مثال اور برکات نماز ۴۳
امت محمدیہ کی بارش کے ساتھ مثال بیان کرنے کی وجہ ۴۴
باب 6: آدمی، اس کی موت اور اس کی امید کی مثال ۴۵
ابن آدم، موت اور امید کی مثال ۴۵
ہمہ وقت موت یاد رکھنے کے فوائد ۴۵
یہود ونصاریٰ اور امت محمدیہ کی مثال ۴۷
مخلص فی الدین لوگوں کی کمی ہونا ۴۸
نبی کریم ﷺ کا اپنی امت کو جہنم سے بچانا ۴۹

کِتَابُ فَضَائِلِ الْقُرْاٰنِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

فضائلِ قرآن کے بارے میں نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ ۵۰
کتاب فضائل القرآن عن رسول اللہ ﷺ
﴿قرآن کریم ایک نظر میں﴾ ۵۰
آسمانی کتب کا تعارف ۵۰
قران کا معنی ومفہوم ۵۱
قرآن کی تقسیم ۵۱
قرآن پر حرکات لگانے کی تاریخ ۵۱
قرآن پر علامات لگانے کی تاریخ ۵۱
حرکات قرآن کی تعداد ۵۲
قرآن کے سجدوں اور منازل کی تفصیل ۵۲
پہلی وحی کا زمانہ اور اقسام وحی ۵۳

پہلی وحی اور جبرائیل کی حاضری کی تعداد ۵۳
نزول قرآن کے مراحل اور بتدریج نزول کی وجوہات ۵۳
مکی اور مدنی دور کا تعین ۵۴
مضامین قرآن ۵۵
کاتبین کی تعداد اور ان کے نام ۵۵
قرآن کی بڑی اور چھوٹی سورت ۵۶
قرآن کریم کے اور اس میں مذکور انبیاء کرام کے اسماء ۵۶
قرآن میں مذکور فرشتوں اور صحابہ کے نام ۵۷
قرآن میں مذکور قبائل، اقوام اور بتوں کے نام ۵۷
قرآن میں مذکور آپ ﷺ کے اسماء گرامی ۵۸
جن لوگوں میں قرآن نازل ہوا ۵۸
قرآن میں مذکور لفظ صلوٰۃ، صوم، زکوٰۃ اور حج کی تعداد ۵۸
قرآن میں مذکور لفظ جنت وجہنم کی تعداد ۵۸
قرآن میں مذکور غیر عربی زبانوں کے الفاظ ۵۸
صحابہ کرام میں سے حفاظ اور قراء کے اسماء گرامی ۶۰
اقسام قرأت اور آئمہ قراء صحابہ کے اسماء گرامی ۶۰
قرآن میں مذکور علوم کی تعداد ۶۰
دور صحابہ اور دور تابعین کے مفسرین قرآن ۶۲
قدیم وجدید تفاسیر قرآن ۶۳
تراجم قرآن جن زبانوں میں ہوئے ۶۵
فضیلت تلاوت کے اعتبار سے سورتوں کے برابر ہونے کا مسئلہ ۶۶
(۱) فضیلت کے اعتبار سے سورۃ فاتحہ کا سب سے بڑی سورۃ ہونا ۶۶
(۲) سورۃ فاتحہ کے ساتھ ہر دعا قبول ہونا ۶۷
(۳) سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقرہ کا دو نور ہونا اور صرف آپ کو دیے جانا ۶۷
(۴) سورۃ بقرہ کی تلاوت کے عوض جنت کا تاج عطا ہونا ۶۸
(۵) سورۃ بقرہ کی تلاوت کے سبب گھر سے شیطان کا بھاگ جانا ۶۸
(۶) آیت الکرسی کا تمام آیات کی سردار ہونا ۶۸
(۷) فرض نماز کے بعد آیت الکرسی کا وظیفہ دخول جنت کا سبب ہونا ۶۹
(۸) سورۃ بقرہ کی آخری دو آیات کے ذریعے حفاظت کا حصول ۶۹
(۹) بروز جمعہ سورۃ آل عمران کی تلاوت پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فرشتوں کی دعا رحمت کا نزول ہونا ۶۹
(۱۰) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاں محبوب ترین آیت ۷۰
(۱۱) جمعۃ المبارک کے دن تلاوت سورۃ کہف سے نور کی روشنی میسر آنا ۷۰
(۱۲) سورۃ کہف کی پہلی تین آیات تلاوت کرنے سے فتنہ دجال سے حفاظت کا حصول ۷۰
(۱۳) سورۃ کہف کی آخرت دس آیات کی تلاوت سے فتنہ دجال سے حفاظت کا حصول ۷۱
(۱۴) ہر رات سورۃ یٰسین تلاوت کرنے سے بخشش کا پروانہ حاصل ہونا ۷۱
(۱۵) صبح کے وقت تلاوت سورۃ یٰسین کرنے سے بخشش کا حصول ۷۱
(۱۶) ایک مرتبہ سورۃ یٰسین کی تلاوت کا ثواب دس قرآن کے برابر ہونا ۷۱
(۱۷) سورۃ یٰسین کی تلاوت سے مغفرت کا پروانہ میسر آنا ۷۱
(۱۸) سورۃ دخان کی تلاوت سے جنت میں محل تعمیر ہونا ۷۲

(۱۹) سورۃ واقعہ کی تلاوت سے فقر و محتاجی سے نجات ملنا ہونا ۷۲
(۲۰) سورۃ حشر کی تلاوت سے ستر ہزار ملائکہ کا استغفار کرنا ۷۲
(۲۱) سورۃ حشر کی آخری آیات تلاوت کرنے کے عوض جنت عطا ہونا ۷۳
(۲۲) رات کے وقت سورۃ ملک کی تلاوت معمولات نبوی ﷺ میں شامل ہونا ۷۳
(۲۳) تلاوت کرنے والے کے حق میں سورۃ ملک کا مغفرت کی شفاعت کرنا ۷۳
(۲۴) سورۃ ملک کے تلاوت کرنے والے کو عذاب قبر سے بچانا ۷۳
(۲۵) سورۃ اخلاص کی تلاوت سے تہائی قرآن کے ثواب کا حصول ۷۴
(۲۶) تین بار سورۃ اخلاص تلاوت کرنے سے مکمل قرآن کی تلاوت کا ثواب حاصل ہونا ۷۴
(۲۷) سورۃ اخلاص کی تلاوت سے محبت خداوندی کا حصول ۷۴
(۲۸) سورۃ اخلاص تلاوت کرنے سے پندرہ ہزار نیکیوں کا حصول ۷۵
(۲۹) عرفہ کی رات ہزار بار سورۃ اخلاص کی تلاوت سے ہر چیز کا حصول ۷۵
(۳۰) سورۃ اخلاص سے محبت دخول جنت کا ذریعہ ہونا ۷۵
(۳۱) دس بار سورۃ اخلاص تلاوت کرنے سے جنت میں گھر تعمیر ہونا ۷۶
(۳۲) بیس بار سورۃ اخلاص تلاوت کرنے سے جنت میں گھر تعمیر ہونا ۷۶
(۳۳) پچاس بار سورۃ اخلاص تلاوت کرنے سے پچاس سال کے گناہ معاف ہونا ۷۶
(۳۴) سو بار سورۃ اخلاص تلاوت کرنے سے جہنم سے آزادی حاصل ہونا ۷۶
(۳۵) نماز جمعہ کے بعد قرآن کی آخری تین سورتوں کی تلاوت کرنے سے آئندہ جمعہ تک گناہوں سے محفوظ ہونا ۷۷
(۳۶) آخری تین سورتوں کی تلاوت سے ہر کام میں کامیابی حاصل ہونا ۷۷
(۳۷) نماز جمعہ کے بعد قرآن کریم کی آخری تین سورتوں کے تلاوت کرنے کے فوائد ۷۷
(۳۸) قرآن کی آخری دو سورتوں کا بے مثل ہونا ۷۸
ناظرہ و حفظ قرآن کی فضیلت اور بھلا دینے کی وعید ۷۸
(۱) محض تلاوت قرآن عبادت ہونا ۷۸
(۲) ناظرہ تلاوت قرآن سے آنکھوں کی بینائی محفوظ رہنا ۷۹
(۳) قرآن کو دیکھنا بھی عبادت ہونا ۷۹
(۴) ہزار آیات تلاوت کرنے سے بروز قیامت صدیقین کے طبقہ میں شمار ہونا ۷۹
(۵) تلاوت قرآن کی برکت سے گھر میں ملائکہ کی آمد اور شیطان کا دور جانا ۸۰
(۶) خوبصورت آواز سے تلاوت کرنا ۸۰
(۷) دل کا علاج تدبر و تلاوت قرآن سے کرنا ۸۰
(۸) قرآن کی تلاوت گانے کی طرز پر کرنے کی ممانعت ۸۱
(۹) حافظ قرآن کی سفارش سے دس افراد کی بخشش ہونا ۸۱
(۱۰) قرآن کریم کے ہر حرف کے عوض دس نیکیاں عطا ہونا ۸۲
(۱۱) تلاوت قرآن کے ہر حرف پر ستر نیکیاں عطا ہونا ۸۲
(۱۲) نماز میں تلاوت قرآن کا افضل ہونا ۸۲
(۱۳) نماز میں تلاوت کرنے سے ہر حرف کے عوض سو نیکیاں

عطا ہونا ۸۳
(۱۴) مسلمانوں پر قرآن کے حقوق ۸۳
(۱۵) حفاظ کرام کے لیے حضور اقدس ﷺ کی نصیحتیں ۸۳
(۱۶) حفظ قرآن کے بعد اسے بھلا دینے کی وعید و مذمت ۸۴
قرآن کریم کے رموز و اوقاف ۸۵
چند اصطلاحات کی تعریفات ۸۵
آداب و فضائل ختم قرآن ۸۷
(۱) آداب ختم قرآن ۸۷
(۲) ایک نشست یا ایک رکعت میں ختم قرآن کرنا ۸۷
(۳) ختم قرآن کی محفل میں شامل ہونا ۸۸
(۴) محفل ختم قرآن کی دعا ۸۸
(۵) ختم قرآن کے وقت اجابت دعا اور اعطاء انعام ۸۹
(۶) ختم کا مسنون طریقہ ۸۹
(۷) ختم قرآن کے وقت دعا مصطفیٰ ﷺ ۹۰
(۸) محفل ختم قرآن میں انعامات خداوندی کی تقسیم ۹۰
(۹) ختم قرآن کی محفل کے موقع پر ستر ہزار فرشتوں کا استغفار کرنا ۹۱
(۱۰) ختم قرآن کے موقع پر پورا دن یا پوری رات فرشتوں کا استغفار کرنا ۹۱
(۱۱) ختم قرآن کی برکت سے جنت میں محلات کی تعمیر ہونا ۹۱
(۱۲) ختم قرآن کی برکت سے جنت میں طویل و عریض درخت لگ جانا ۹۲
اسلاف کا قرآن سے شغف ۹۲
(۱) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ۹۳
(۲) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ۹۳
(۳) وہ مشہور شخصیات جنہوں نے ایک رات میں پورا قرآن ختم کیا ۹۳
(۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ۹۳
(۵) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ۹۴
(۶) حضرت اسود بن یزید نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ ۹۴
(۷) حضرت ابو العالیہ رفیع بن مہران رحمہ اللہ تعالیٰ ۹۴
(۸) حضرت حمزہ بن حبیب الزیات رحمہ اللہ تعالیٰ ۹۵
(۹) حضرت ابو جعفر القاری رحمہ اللہ تعالیٰ ۹۵
(۱۰) حضرت ابو بکر بن عیاش رحمہ اللہ تعالیٰ ۹۵
(۱۱) حضرت وکیع بن جراح رحمہ اللہ تعالیٰ ۹۵
(۱۲) حضرت امام یحییٰ بن سعید قطان رحمہ اللہ تعالیٰ ۹۶
(۱۳) حضرت ثابت البنانی رحمہ اللہ تعالیٰ ۹۶
(۱۴) حضرت مسعر بن کدام رحمہ اللہ تعالیٰ ۹۶
(۱۵) حضرت بشر بن حارث الحافی رحمہ اللہ تعالیٰ ۹۶
(۱۶) سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ ۹۶
(۱۷) حضرت ابو بکر محمد بن علی بن جعفر رحمہ اللہ تعالیٰ ۹۷
(۱۸) حضرت محمد بن ابی محمد البغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ ۹۷
(۱۹) حضرت امام ابو بکر محمد ابن نابلسی شہید رحمہ اللہ تعالیٰ ۹۷
باب 1: سورہ فاتحہ کی فضیلت ۹۸
سورۃ فاتحہ کے نام ۹۹
سورۃ فاتحہ کی فضیلت ۹۹
سبع مثانی کہنے کی وجہ تسمیہ ۹۹
حالت نماز میں بارگاہ رسالت میں حاضری کا مسئلہ ۹۹
باب 2: سورہ بقرہ اور آیت الکرسی کے بارے میں جو کچھ منقول ہے ۱۰۱
سورۃ بقرہ کی فضیلت ۱۰۴
آیت الکرسی کی فضیلت ۱۰۵

باب 3: سورہ بقرہ کی آخری آیات ۱۰۶
سورۂ بقرہ کی آخری دوآیات کی فضیلت ۱۰۷
باب 4: سورۂ آل عمران کا بیان ۱۰۸
مفہوم ومطلب ۱۰۹
باب 5: سورہ کہف کا بیان ۱۱۰
"مثل الغمامة والسحابة" کا مطلب ۱۱۱
باب 6: سورۂ یٰسین کی فضیلت ۱۱۲
سورۂ یٰسین کو قرآن کا دل قرار دینے کی وجوہات ۱۱۳
باب 7: سورہ حم دخان کی فضیلت ۱۱۴
مفہوم احادیث ۱۱۵
باب 8: سورۃ الملک کی فضیلت ۱۱۵
خلاصہ احادیث باب ۱۱۷
باب 9: سورہ زلزال کا بیان ۱۱۸
سورۃ زلزال کا ثواب نصف قرآن کے برابر قرار دینے کی وجہ ۱۲۰
باب 10: سورہ اخلاص کا بیان ۱۲۱
خلاصہ احادیث باب ۱۲۵
الا ان يكون عليه دين: کا مفہوم ۱۲۶
من اراد ان ينام على فراشه فنام على يمينه کا مفہوم: ۱۲۶
باب 11: معوذتین کا بیان ۱۲۷
معوذتین کی فضیلت ۱۲۷
باب 12: قرآن پاک پڑھنے والے کی فضیلت ۱۲۸
قاریٔ قرآن کی فضیلت ۱۲۹
باب 13: قرآن پاک کی فضیلت ۱۳۰
فضیلت قرآن پر جامع روایت ۱۳۱
باب 14: قرآن پاک کی تعلیم دینا ۱۳۳
خلاصہ احادیث باب ۱۳۶
باب 15: جو شخص قرآن پاک کا ایک حرف پڑھے اسے کتنا اجر ملے گا؟ ۱۳۷
قرآن کا ایک حرف پڑھنے کا ثواب ۱۳۹
قرآن کی دولت سے خالی دل کی مثال ۱۴۱
قرآن کی سفارش سے صاحب قرآن کی جنت میں ترقی ہونا ۱۴۱
قرآن بھلا دینا گناہ کبیرہ ۱۴۳
تلاوت قرآن کا اجر اللہ تعالیٰ سے مانگنا ۱۴۴
محارم قرآن کا انکار اس پر ایمان نہ لانے کی علامت ہونا ۱۴۵
تلاوت قرآن کی بہتر کیفیت ۱۴۶
وہ سورتیں جن کی تلاوت سونے سے قبل کرنا آپ ﷺ کا معمول تھا ۱۴۸
سورۃ حشر کی آخری تین آیات تلاوت کرنے کی فضیلت ۱۴۹
باب 16: نبی اکرم ﷺ کی قرأت کیسی تھی؟ ۱۵۰
حضور اقدس ﷺ کی قرأت کی کیفیت ۱۵۱
آپ ﷺ کا اپنی امت کی سہولت پیش نظر رکھنا ۱۵۲
تبلیغ کلام الٰہی کے بارے میں آپ ﷺ کا کسی رکاوٹ کو حائل نہ ہونے دینا ۱۵۳
قرآن کریم اور اس کی تلاوت کرنے والے کی فضیلت ۱۵۴

كِتَابُ الْقِرَاَتِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

(مختلف طرح کی) قرأت کے بارے میں' نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ ۱۵۵
باب 1: سورۂ فاتحہ ۱۵۵
سورہ فاتحہ کی تلاوت اور مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنَ کی قرأت ۱۵۶
اَلْعَيْنَ بِالْعَيْنِ میں قرأت کی وضاحت ۱۵۸

هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ کی قرأت ۱۵۹
وَمِنْ سورۃ ھود ۱۵۹
باب 2: سورہ ہود سے متعلق روایات ۱۵۹
اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ کی قرأت ۱۶۰
وَمِنْ سُوْرَةِ الْكَهْفِ ۱۶۰
باب 3: سورۂ کہف سے متعلق روایات ۱۶۱
مِنْ لَّدُنِّیْ عُذْرًا کی قرأت ۱۶۱
فِیْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ کی قرأت ۱۶۲
وَمِنْ سُوْرَةِ الرُّوْمِ ۱۶۲
باب 4: سورہ روم سے متعلق روایات ۱۶۳
"غُلِبَتِ الرُّوْمُ" کی قرأت ۱۶۴
"مِنْ ضُعْفٍ" کی قرأت ۱۶۵
"فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ" کی قرأت ۱۶۶
وَمِنْ سُوْرَةِ الْوَاقِعَةِ ۱۶۶
باب 5: سورہ واقعہ سے متعلق روایات ۱۶۷
"فَرُوْحٌ" کی قرأت ۱۶۷
وَمِنْ سُوْرَةِ اللَّيْلِ ۱۶۷
باب 6: سورۂ لیل سے متعلق روایات ۱۶۷
"وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى" کی قرأت ۱۶۸
وَمِنْ سُوْرَةِ الذّٰرِيٰتِ ۱۶۸
باب 7: سورہ ذاریات سے متعلق روایات ۱۶۹
"اِنِّیْ اَنَا الرَّزَّاقُ" کی قرأت ۱۶۹
وَمِنْ سُوْرَةِ الْحَجِّ ۱۶۹
باب 8: سورہ حج سے متعلق روایات ۱۶۹
"سُكَارٰی" کی قرأت ۱۷۰
"نَسِيَتْ اٰيَةَ كَيْتَ وَكَيْتَ" کا مفہوم ۱۷۱

باب 9: (فرمان نبوی ہے:) "قرآن سات حروف پر نازل ہوا" ۱۷۲
"اِنَّ الْقُرْآنَ اُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ" کا مفہوم ۱۷۴
مضامین حدیث کی وضاحت ۱۷۹
(۱) مسلمان بھائی کی مصیبت دور کرنے کا صلہ ۱۷۹
(۲) پردہ پوشی کرنے کا صلہ ۱۷۹
(۳) کسی کی تنگدستی دور کرنے کا صلہ ۱۸۰
(۴) بندے کی معاونت کا صلہ ۱۸۰
(۵) حصول علم کے لیے گھر سے نکلنے کا صلہ ۱۸۰
(۶) مسجد میں تلاوت قرآن کرنے کا صلہ ۱۸۰
(۷) بے عملی سے وقار نسب حاصل نہ ہونا ۱۸۱
ختم قرآن کی مدت میں اقوال فقہاء ۱۸۳
قرآن ختم کرنے کا افضل وقت ۱۸۴
بہترین عمل ۱۸۵

كِتَابُ تَفْسِيْرِ الْقُرْآنِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

تفسیر قرآن کے بارے میں نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ ۱۸۶
تفسیر کی تعریف اور اس کے مآخذ ۱۸۶
باب 1: جو شخص اپنی رائے کے ذریعے قرآن کی تفسیر کرے (اس کا حکم) ۱۸۷
تفسیر بالرائے کی مذمت و وعید ۱۸۹
باب 2: سورت فاتحہ سے متعلق روایات ۱۹۰
سورۃ فاتحہ کی وجہ تسمیہ اور اس کے نام ۱۹۴
نماز میں سورۃ فاتحہ تلاوت کرنے میں مذاہب آئمہ ۱۹۴
اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان سورۃ فاتحہ کی تقسیم ۱۹۵
باب 3: سورہ بقرہ سے متعلق روایات ۱۹۶

لوگوں کے رنگ اور اخلاق مختلف ہونے کی وجہ	۱۹۶	اللہ تعالیٰ کی راہ میں عمدہ چیز پیش کرنا	۲۳۵
نافرمانی کے سبب بنی اسرائیل کی ہلاکت	۱۹۷	شیطان کا درس شر دینا اور فرشتے کا درس حق دینا	۲۳۷
جہت قبلہ معلوم نہ ہونے کی صورت میں جہت تحری قبلہ ہونا	۱۹۷	مسلمانوں کو حلال وطیب رزق کھانے کا درس	۲۳۸
"وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى" کا شان نزول	۲۰۱	خیالات فاسدہ کا مؤاخذہ ہونا	۲۴۰
اُمت محمدی ﷺ کی فضیلت	۲۰۳	بعض گناہوں کا دنیا میں نمٹائے جانا	۲۴۱
تحویل قبلہ	۲۰۵	تکلیف شرعی دیے جانے والے امور	۲۴۳
مسجد اقصیٰ کی طرف پڑھی گئی نمازوں کا ثواب برقرار رہنا	۲۰۶	باب 4: سورۃ آل عمران سے متعلق روایات	۲۴۵
وجوب سعی، لَاجُنَاحَ کے منافی نہ ہونا	۲۰۹	آیات متشابہات میں غور وخوض کرنے کی ممانعت ہونا	۲۴۷
صفا ومروہ کی سعی میں ترتیب واجب ہونا	۲۱۰	نبی کریم ﷺ کا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے خاص تعلق ہونا	۲۴۹
رمضان المبارک کی راتوں میں جماع اور خورد ونوش جائز ہونا	۲۱۱	احکام شریعت کی خلاف ورزی اور جھوٹی قسم کی سزا	۲۵۱
دعا کا عبادت ہونا	۲۱۲	ارشاد خداوندی "لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ" کا نزول اور اس پر صحابہ کرام کا عمل	۲۵۳
خیط اسود اور خیط اسود کا مفہوم	۲۱۴	فرضیت حج کی آیت اور اس کی وضاحت	۲۵۴
اپنے ہاتھوں کو ہلاکت کی طرف نہ بڑھانے کا مفہوم	۲۱۶	آیت مباہلہ اور اس پر عمل	۲۵۵
عذر کے سبب ممنوعات احرام کا ارتکاب کرنے کا کفارہ	۲۱۸	قیامت کے دن چہروں کا سفید اور سیاہ ہونا	۲۵۷
مناسک حج کی جامع روایت	۲۱۹	امت محمدی کو خیر الامم کا اعزاز حاصل ہونا	۲۵۹
سخت جھگڑالو کا اللہ کے ہاں ناپسند ہونا	۲۲۱	ہدایت وگمراہی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہونا	۲۶۲
حائضہ سے جماع کی ممانعت ہونا	۲۲۲	نماز ذکر الٰہی کی بہترین صورت ہونا	۲۶۵
بیوی کی صرف قُبُل میں جماع جائز ہونا	۲۲۵	حالت جنگ میں اونگھ آنا، نزول رحمت کی علامت ہونا	۲۶۷
مطلقہ عورتوں کو اپنی پسند کا نکاح کرنے کی اجازت ہونا	۲۲۷	نبی کریم ﷺ کا مال غنیمت میں خیانت نہ کرنا	۲۶۸
عاقلہ بالغہ عورت کا ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرنے میں مذاہب آئمہ	۲۲۸	شہداء کی عظمت وفضیلت اور ان کی طرف سے اظہار خواہش کرنا	۲۷۱
صلوٰۃ وسطیٰ سے نماز عصر مراد ہونا	۲۳۱	زکوٰۃ نہ نکالے ہوئے مال کا قیامت کے دن سانپ کی شکل اختیار کرنا	۲۷۳
صلوٰۃ وسطیٰ کے بارے میں اقوال اسلاف	۲۳۲	جو شخص جہنم سے بچ کر جنت میں پہنچ جائے، اس کی چاندی ہونا	۲۷۴
حالت نماز میں گفتگو ممنوع ہونا:	۲۳۴		

نیکی کرنے پر خوش ہونا اور نہ کرنے پر تعریف کیے جانے
کی خواہش کرنا اہل کتاب کا شیوہ ہے ۲۷۶
باب 5: سورۃ النساء سے متعلق روایات ۲۷۷
اللہ کی طرف سے اصول وراثت بیان کرنے میں حکمت ۲۷۸
شوہر والی عورتیں حرام لیکن باندیاں بنائے جانے کی صورت
میں حلال ہونا ۲۸۰
چند بڑے کبیرہ گناہ ۲۸۳
دنیا کے شرعی احکام میں عورتوں کا مردوں سے کم اور آخرت
میں مساوی ہونا ۲۸۵
دوسرے سے تلاوت سننے کا فائدہ ۲۸۸
حالت نشہ میں نماز جائز نہ ہونا ۲۸۹
مسلمانوں کے باہمی اختلافات کا شرعی طریقہ کے مطابق
فیصلہ کرنا ۲۹۱
نبی کریم ﷺ کا مصلحت کی بنا پر منافقین کو قتل نہ کرنا ۲۹۳
مومن کو عمداً قتل کرنے والے کی توبہ قبول ہونا ۲۹۵
ایمان کے معاملہ میں احتیاط برتنا ۲۹۶
جہاد میں شرکت والوں اور نہ کرنے والوں کا موازنہ اور
معذوروں کا شرعی حکم ۳۰۰
دوران سفر نماز میں قصر انعام خداوندی ہونا ۳۰۳
نماز خوف کا جواز ۳۰۵
سورۃ نساء کی گیارہ آیات کا نزول ایک واقعہ کی مناسبت سے
ہونا ۳۱۰
مسلمانوں کو پرامید رکھنے اور ڈھارس بندھانے والی آیت ۳۱۲
شرک نا قابل معافی گناہ ہونے کی وجہ ۳۱۲
مصائب و مشکلات کا مسلمان کے لیے کفارہ بننا ۳۱۳
مسلمان کو گناہوں سے پاک کر کے دنیا سے اٹھایا جانا ۳۱۵
نزاع سے صلح بہتر ہونا ۳۱۶
کلالہ کی تعریف ۳۱۸
بعض سورتوں کے مختلف نام ۳۱۹
(۱) سورۃ فاتحہ ۳۱۹
(۲) سورۃ بقرہ ۳۱۹
(۳) سورۃ آل عمران ۳۲۰
(۴) سورۃ مائدہ ۳۲۰
(۵) سورۃ الانفال ۳۲۰
(۶) سورۃ برأت ۳۲۰
(۷) سورۃ النحل ۳۲۰
(۸) سورۃ الاسراء ۳۲۰
(۹) سورۃ الکہف ۳۲۰
(۱۰) سورۃ طٰہٰ ۳۲۱
(۱۱) سورۃ الشعراء ۳۲۱
(۱۲) سورۃ السجدہ ۳۲۱
(۱۳) سورۃ فاطر ۳۲۱
(۱۴) سورۃ یٰسین ۳۲۱
(۱۵) سورۃ زمر ۳۲۱
(۱۶) سورۃ فصلت ۳۲۱
(۱۷) سورۃ الجاثیہ ۳۲۱
(۱۸) سورۃ محمد ۳۲۲
(۱۹) سورۃ ق ۳۲۲
(۲۰) سورۃ قمر ۳۲۲
(۲۱) سورۃ رحمٰن ۳۲۲
(۲۲) سورۃ مجادلہ ۳۲۲
(۲۳) سورۃ الحشر ۳۲۲

(۲۴) سورۃ الممتحنہ ــــــ ۳۲۲
(۲۵) سورۃ الصف ــــــ ۳۲۲
(۲۶) سورۃ الطلاق ــــــ ۳۲۳
(۲۷) سورۃ التحریم ــــــ ۳۲۳
(۲۸) سورۃ ملک ــــــ ۳۲۳
(۲۹) سورۃ المعارج ــــــ ۳۲۳
(۳۰) سورۃ نباء ــــــ ۳۲۳
(۳۱) سورۃ لم یکن ــــــ ۳۲۳
(۳۲) سورۃ ارأیت الذی ــــــ ۳۲۳
(۳۴) سورۃ النصر ــــــ ۳۲۳
(۳۵) سورۃ تبت ــــــ ۳۲۴
(۳۶) سورۃ الاخلاص ــــــ ۳۲۴
(۲۷) سورۃ فلق اور سورۃ الناس ــــــ ۳۲۴
قرآن میں استعمال ہونے والے حروف تہجی کی تفصیل ــــــ ۳۲۴
باب 6: سورۃ مائدہ سے متعلق روایات ــــــ ۳۲۴
ایک ممتاز آیت مبارکہ ــــــ ۳۲۵
تفسیر و مفہوم ــــــ ۳۲۶
نزول آیت کا زمانہ اور وقت ــــــ ۳۲۶
اللہ تعالیٰ کا فیاض وکریم ہونا ــــــ ۳۲۷
مصطفیٰ کریم ﷺ حفاظت الٰہی میں ــــــ ۳۲۹
تبلیغ دین کے لیے خوب محنت کرنا ــــــ ۳۳۲
آیات واحادیث کا مفہوم ــــــ ۳۳۲
حرمت شراب کا حکم تدریجاً نازل ہونا ــــــ ۳۳۴
حرمت شراب سے قبل شراب نوشی گناہ نہ ہونا ــــــ ۳۳۸
اللہ کی حلال اشیاء کو حرام کرنے کی ممانعت ہونا ــــــ ۳۴۰
حلال اشیاء کو حرام قرار دینے کی صورتیں ــــــ ۳۴۰
فضول گفتگو سے احتراز کرنا ــــــ ۳۴۲
اصلاح احوال کی کوشش کے بعد آدمی کا معذور ہونا ــــــ ۳۴۵
غیر مسلم وصی کی قسم کے مطابق کیے ہوئے فیصلہ کے خلاف
خیانت نمایاں ہونے پر فیصلہ ورثاء کی قسموں سے تبدیل ہو
جائے گا ــــــ ۳۴۸
حواریوں پر مائدہ کا نزول ہونا ــــــ ۳۵۱
اللہ کی طرف سے قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام
سے سوال اور اس کا جواب ــــــ ۳۵۳
نزول کے اعتبار سے قرآن کریم کی آخری سورۃ ــــــ ۳۵۵
باب 7: سورۃ انعام سے متعلق روایات ــــــ ۳۵۵
اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول کریم ﷺ کو تسلی وتشفی دیئے
جانا ــــــ ۳۵۶
کفار کے حق میں نازل شدہ آیت کا حکم عام ہونا ــــــ ۳۵۸
ظلم سے ظلم عظیم مراد ہونا ــــــ ۳۵۹
اللہ تعالیٰ کا سب نگاہوں کو پانا جبکہ نگاہوں کا اللہ تعالیٰ کو نہ
پانا ــــــ ۳۶۱
مردار کی حرمت پر سوال اور اس کا جواب ــــــ ۳۶۳
احکام عشرہ پر مشتمل آیات مبارکہ ــــــ ۳۶۴
قیامت کی ایک نشانی مغرب سے آفتاب کا طلوع ہونا ــــــ ۳۶۶
عمل صالح کا کریمانہ اور گناہ کا انصاف پر مبنی قانون ــــــ ۳۶۸
باب 8: سورۃ اعراف سے متعلق روایات ــــــ ۳۶۸
کوہ طور پر تجلی باری تعالیٰ کا ظہور ــــــ ۳۶۹
عالم ارواح میں الست کی وضاحت ــــــ ۳۷۲
تمام امور میں اللہ تعالیٰ کا مؤثر حقیقی ہونا ــــــ ۳۷۵
باب 9: سورۃ الانفال سے متعلق روایات ــــــ ۳۷۶
مال غنیمت اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے لیے ہونا ــــــ ۳۷۷

انفال کا معنی ومفہوم ۳۷۷
غزوہ بدر کے وقوع کی وجہ اور واقعہ ۳۷۸
غزوۂ بدر کا نتیجہ ۳۷۸
غزوۂ بدر کے قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک ۳۷۹
مسئلہ مال غنیمت کا خلاصہ ۳۷۹
دعا نبوی ﷺ کی برکت سے غزوہ بدر کے موقع پر فرشتوں کی آمد ۳۸۱
حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا آیت سے تعجب انگیز استنباط کرنا ۳۸۲
حضور اقدس ﷺ کے وجود مسعود کی برکت سے عذاب سے محفوظ ہونا ۳۸۳
دشمن کے مقابلہ کے لیے حسب طاقت تیاری کرنا ۳۸۵
اللہ کی طرف سے پیشگی آنے والا نوشتہ ۳۸۸
باب 10: سورہ توبہ سے متعلق روایات ۳۹۰
سورۃ انفال اور سورۃ توبہ کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ لکھنے کی وجہ ۳۹۱
سورۃ انفال اور سورۃ توبہ کے مابین مناسبت ۳۹۱
حج اکبر اور حج اصغر ۳۹۵
حج اکبر اور حج اصغر کے بارے میں اقوال اسلاف ۳۹۶
خطبہ حجۃ الوداع کے نکات ۳۹۷
انسان کی عزت وناموس اور جان ومال کا تحفظ ۳۹۷
زیادتی کا ذمہ دار ظالم ۳۹۸
اخوت اسلامی کا رشتہ ۳۹۸
سود کا خاتمہ ۳۹۸
خونی مطالبہ کا خاتمہ ۳۹۸
عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا ۳۹۹
حقوق زوجین ۳۹۹
بڑے حج کے دن کا اعلان ۴۰۲
مساجد کی تعمیر مسلمان ہی کر سکتے ہیں ۴۰۳
تعمیر کا معنی ومفہوم ۴۰۳
مسجد کے لیے غیر مسلموں سے چندہ لینے کے بارے میں مذاہب آئمہ ۴۰۴
تعمیر مسجد کے امور جواز ۴۰۵
ایمان باللہ ۴۰۵
ایمان بالآخرت ۴۰۵
قیام صلوٰۃ ۴۰۵
ادائیگی زکوٰۃ ۴۰۵
اللہ کے علاوہ کسی سے خوف نہ کرنا ۴۰۵
ایمان بالرسول ذکر نہ کرنے کی وجہ ۴۰۶
تعمیر مساجد میں حصہ لینے کی فضیلت ۴۰۶
مسجد کے احکام وآداب ۴۰۷
لسان ذاکر، قلب شاکر اور مومن بیوی بہترین متاع حیات ہونا ۴۰۹
لسان ذکر ۴۰۹
قلب شاکر ۴۱۰
مومن بیوی ۴۱۰
زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد مال کا باعث عذاب نہ ہونا ۴۱۰
زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد مال جمع کرنے میں اختلاف صحابہ ۴۱۱
آئمہ واولیاء کی ذاتی تحلیل وتحریم کو تسلیم کرنے کی مذمت ۴۱۳
قرآن وسنت کے مقابل مذہبی پیشواؤں کو ترجیح دینے کی مذمت ۴۱۴
نبی کے سوا کسی بشر کا معصوم نہ ہونا ۴۱۵
نبی وصدیق حفاظت خداوندی میں ۴۱۶

بوقت ہجرت آپ ﷺ کا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
کی رفاقت کا انتخاب ____ ۴۱۸
افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وجوہات ____ ۴۱۹
منافق کی نماز جنازہ پڑھنے، دعائے مغفرت کرنے اور کفن
دفن میں حصہ لینے کی ممانعت ____ ۴۲۲
سورۃ توبہ کی آیت ۸۴ کا شان نزول ____ ۴۲۳
عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے کی وجوہات ____ ۴۲۳
مشرکین کے لیے دعائے استغفار کی ممانعت کے باوجود
عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے کی وجوہات ____ ۴۲۴
عبداللہ بن ابی کے حق میں استغفار کرنا آپ ﷺ کی
شان محبوبیت کے منافی نہ ہونا ____ ۴۲۵
میت کی تدفین کے بعد قبر پر ذکر الٰہی کرنے سے اذان بر قبر
پر استدلال ہونا ____ ۴۲۵
سیدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے ایمان پر استدلال ____ ۴۲۶
حضور اقدس ﷺ کی طرف سے عبداللہ بن ابی کے کفن
کے لیے قمیص عطا کرنے کی وجوہات ____ ۴۲۶
أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى کا مصداق ____ ۴۲۹
مسجد نبوی اور روضۂ رسول ﷺ کی زیارت کی فضیلت ____ ۴۲۹
مسجد قبا کی فضیلت ____ ۴۳۰
مسجد ضرار کی مذمت ____ ۴۳۱
پانی سے استنجاء کرنے کی اہمیت ____ ۴۳۱
کفار و مشرکین کے لیے دعائے مغفرت کرنے کی ممانعت
ہونا ____ ۴۳۲
ابوطالب کے ایمان کا مسئلہ ____ ۴۳۳
ایمان ابی طالب کے حوالے سے ایک اعتراض اور اس کا
جواب ____ ۴۳۴
سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے ایمان کے حوالے سے ایک
اعتراض اور اس کا جواب ____ ۴۳۴
مشرکین کے حق میں دعا مغفرت کرنے کی وجوہات ____ ۴۳۶
زندہ کفار و مشرکین کے حق میں استغفار و دعا کرنے کا جواز ۴۳۷
آذر کے حق میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے استغفار کرنے
کی وجہ ____ ۴۳۷
بروز قیامت آذر کی شفاعت کرنے کی وجہ ____ ۴۳۷
غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ جانے والے تین صحابہ کا واقعہ ____ ۴۴۰
نبی کریم ﷺ کے توبہ کرنے اور اللہ تعالیٰ کے توبہ قبول کرنے
کی وجوہات ____ ۴۴۱
مہاجرین اور انصار کی توبہ قبول کرنے کی وجوہات ____ ۴۴۲
غزوہ تبوک کی تنگی کی کیفیت ____ ۴۴۳
اللہ تعالیٰ کی طرف سے بار بار توبہ قبول کرنے کی وجہ ____ ۴۴۴
مخلفین تبوک کا تعارف اور ان کی توبہ کا واقعہ ____ ۴۴۴
دور صدیقی میں تدوین قرآن کی خدمت ____ ۴۴۹
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا امت کو ایک قرأت پر جمع کرنا ____ ۴۵۲
باب 11: سورہ یونس سے متعلق روایات ____ ۴۵۲
جنت میں سب سے بڑی نعمت دیدار خداوندی کا حصول ۴۵۳
دیدار خداوندی میں مذاہب ____ ۴۵۴
جنت کی وجہ تسمیہ اور اس کے نام ____ ۴۵۴
قیامت کے دن مسلمانوں کی عزت افزائی ____ ۴۵۴
دنیا میں مومن کو خواب کے ذریعے خوشخبری ملنا ____ ۴۵۶
حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرف سے فرعون کے منہ میں
کیچ ٹھونسنا ____ ۴۵۷
فرعون کے ایمان کو قبول نہ کرنے کی وجوہات ____ ۴۵۸
فرعون کے منہ میں مٹی ڈالنے کے حوالے سے ایک اشکال اور

اس کا جواب ___ ۴۵۸
صداقت قرآن کی تاریخی شہادت ___ ۴۵۸
باب 12: سورۂ ہود سے متعلق روایات ___ ۴۵۹
آغاز کائنات کی تفصیل ___ ۴۶۰
سات آسمانوں اور سات زمینوں کو چھ دنوں میں پیدا کرنا ___ ۴۶۱
عرش کے پانی کے اوپر ہونے کے حوالے سے احادیث مبارکہ ___ ۴۶۲
عرش کے پانی کے اوپر ہونے کے حوالے سے علماء کے مختلف اقوال ___ ۴۶۲
اللہ تعالیٰ کا ظالم کو مہلت دینا ___ ۴۶۵
کفار کو سزا دینا عدل کا تقاضا ہونا ___ ۴۶۵
انسان کی نیک بختی اور بدبختی کا طے شدہ ہونا ___ ۴۶۶
وقوع قیامت پر دلیل ___ ۴۶۷
قیامت کے دن لوگوں کا سعید و شقی ہونے میں منحصر ہونا ___ ۴۶۷
سعید اور شقی لوگوں کی وضاحت احادیث مبارکہ سے ___ ۴۶۸
ایک شبہ کا ازالہ ___ ۴۶۹
تقدیر کی تعریف اور اس کی اقسام ___ ۴۶۹
تقدیر پر ایمان رکھنا ___ ۴۷۰
تقدیر میں بحث کرنے کی ممانعت ___ ۴۷۱
سعادت و شقاوت کا مفہوم ___ ۴۷۲
ایک سوال اور اس کا جواب ___ ۴۷۲
ایک شبہ کا ازالہ ___ ۴۷۳
غیر مسلموں کو دائمی عذاب دینے کے دلائل ___ ۴۷۳
اہل جنت کے جنت میں اور اہل جہنم کے جہنم میں ہمیشہ رہنے کے بارے میں احادیث مبارکہ ___ ۴۷۴
نیکیوں کے سبب گناہوں کا مٹنا ___ ۴۷۹
نماز کی اہمیت و فضیلت ___ ۴۸۰
دن کی دونوں طرفوں کے بارے میں اقوال صحابہ و تابعین ۴۸۰
وجوب وتر کے بارے میں امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی تائید ۴۸۰
نماز پنجگانہ کی برکت سے گناہ معاف ہونے کے حوالہ سے احادیث مبارکہ ___ ۴۸۱
نفلی نماز سے گناہ معاف ہونا ___ ۴۸۲
اعمال صالحہ سے گناہ صغیرہ یا کبیرہ مٹنے میں مذاہب ___ ۴۸۳
باب 13: سورۂ یوسف سے متعلق روایات ___ ۴۸۴
ا-حضرت یوسف علیہ السلام کی خاندانی عظمت و شان ___ ۴۸۵
علم دین کی برکت سے قیامت کے دن علماء کی بخشش ہونا ___ ۴۸۶
امام الانبیاء ﷺ کا حضرت یوسف علیہ السلام کی تحسین فرمانا ___ ۴۸۷
جیل سے رہائی میں حضرت یوسف علیہ السلام کے توقف کرنے کی وجوہات ___ ۴۸۷
حضرت یوسف علیہ السلام کی تحسین اور جیل بھرو تحریک کی ممانعت ___ ۴۸۸
حضرت یوسف علیہ السلام کا تہمت لگانے والی عورتوں کے ناموں کا تعین نہ کرنا ___ ۴۸۸
زنانِ مصر کی طرف سے حضرت یوسف علیہ السلام کے خلاف سازش کرنے کی وجوہات ___ ۴۸۸
عزیز مصر کی بیوی کا اقرار اور حصحص الحق کا مفہوم ۴۸۹
حضرت یوسف علیہ السلام کے پارسا و پاک دامن ہونے کے دلائل ___ ۴۸۹
باب 14: سورہ رعد سے متعلق روایات ___ ۴۹۰
گرج کی حقیقت ___ ۴۹۱
(الف) گرج کی حقیقت ___ ۴۹۱
(ب) حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف سے حرام کردہ

اشیاء ۴۹۲
بعض پھلوں کا بعض سے افضل ہونا ۴۹۳
مشکل الفاظ کے معانی ۴۹۳
زمینوں، درختوں اور پھلوں سے توحید باری تعالیٰ پر دلائل ۴۹۴
زمین کے مختلف حصوں سے توحید باری تعالیٰ پر دلیل ۴۹۴
پھلوں کے ذائقوں سے توحید باری تعالیٰ پر دلیل ۴۹۵
باب 15: سورہ ابراہیم سے متعلق روایات ۴۹۵
کارآمد اور بے کار درخت کی مثالیں ۴۹۶
شجرہ طیبہ سے مراد کھجور کا درخت ہونا ۴۹۷
کھجور کے درخت اور مومن میں مشابہت کی وجوہات ۴۹۸
شجر طیبہ سے مراد شجر معرفت ہونا ۴۹۹
ناپاک کلمہ اور ناپاک درخت کے مصداق میں مشابہت کی وجوہات ۴۹۹
اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل ایمان کو دارین میں ثابت قدم رکھنا ۵۰۰
فرشتوں کی طرف سے قبر میں سوالات اور ان کے جوابات ۵۰۰
قبر میں سوالات وجوابات اس امت کی خصوصیات سے ہونا ۵۰۳
جن مسلمانوں کو عذاب قبر اور آزمائش سے محفوظ رکھا جاتا ہے ۵۰۴
اعمال صالحہ کا آخرت میں مفید ہونا ۵۰۵
ایک زمین دوسری زمین سے تبدیل کے وقت لوگوں کے منتقل ہونے کی جگہ ۵۰۶
زمین کی تبدیلی کے حوالے سے صحابہ اور تابعین کے اقوال ۵۰۷
زمین کی تبدیلی سے متعلق احادیث مبارکہ ۵۰۷
زمین کو تبدیل کرنے کی وجہ ۵۰۸
آسمان کی تبدیلی سے متعلق آیات قرآنی ۵۰۸
زمین کو دوبارہ تبدیل کیے جانے کی تفصیل ۵۰۹
آسمان کے تبدیل ہونے سے متعلق اقوال ۵۰۹
باب 16: سورہ حجر سے متعلق روایات ۵۱۰
آگے ہونے والوں اور پیچھے ہونے والوں کی مثال ۵۱۱
مستقدمین اور مستاخرین کی تفسیر میں اقوال اسلاف ۵۱۱
پہلی صف میں نماز پڑھنے کے فضائل ۵۱۲
جہنم کے سات دروازوں کی تفصیل ۵۱۳
سورہ فاتحہ کا نام اور اس کی فضیلت ۵۱۶
سورہ فاتحہ کا شان نزول ۵۱۶
السبع المثانی کے مفہوم میں اقوال ۵۱۷
آیت پر ایک اعتراض اور اس کا جواب ۵۱۸
متاع دنیا کی رغبت کو حضور ﷺ کی طرف منسوب کرنا اور اس کا جواب ۵۱۸
حضور اقدس ﷺ کی متاع دنیا سے عدم رغبت ۵۱۹
امت کو سامان عیش وعشرت ترک کرنے کا درس ۵۲۰
دین ودنیا کا امتزاج، اسلام کا امتیاز ۵۲۱
لوگوں سے اعمال کی باز پرس ہونا ۵۲۲
عِضِينَ کا معنی ومفہوم ۵۲۳
قیامت کے دن گناہگار مسلمانوں سے سوال کی نوعیت ۵۲۴
قیامت کے دن کفار سے سوال کی کیفیت ۵۲۴
مومن کی فراست سے ڈرنا ۵۲۵
فراست کا مفہوم اور اس کے مصادیق ۵۲۶
فراست مومن کے بارے میں احادیث مبارکہ ۵۲۷
باب 17: سورہ نحل سے متعلق روایات ۵۲۸
زوال کے بعد تمام مخلوق کا اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنا ۵۲۹
ہر چیز کے سایہ کے سجدہ کرنے کی وضاحت ۵۳۰
بدلہ لینے کی صورت میں ظلم سے تجاوز نہ کرنا ۵۳۱

ظالم سے انتقام کے بجائے صبر اختیار کرنے کی فضیلت	۵۳۲
انتقام نہ لینے اور صبر کرنے کی اہمیت اسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں	۵۳۲
باب 18: سورۂ بنی اسرائیل سے متعلق روایات	۵۳۵
معراجِ مصطفےٰ ﷺ کے حوالے سے چند روایات	۵۳۷
اسراء، معراج اور اعراج کی تفصیل	۵۳۸
آیت کو لفظ "سبحان" سے شروع کرنے کی وجوہات	۵۳۸
لفظ "عبد" کے معانی ومفاہیم	۵۳۹
آیت میں لفظ "عبد" استعمال کرنے کے بارے میں چند اعتراضات کے جوابات	۵۴۰
سبحان اللہ کہنے کے فضائل	۵۴۱
مسجد اقصیٰ سے ہوکر آسمانوں کی طرف سفر کرنے میں حکمتیں	۵۴۲
رات کے قلیل ترین حصہ میں معراج ہونا	۵۴۴
اللہ تعالیٰ کا حضور اقدس ﷺ کو بعض نشانیاں دکھانا	۵۴۵
معجزۂ معراج کی تاریخ	۵۴۷
واقعہ معراج کا مقام آغاز	۵۴۸
روایات میں تطبیق	۵۴۸
واقعہ معراج کی تفصیل احادیث کی روشنی میں	۵۴۸
شق صدر ہونا	۵۴۸
براق پر سوار ہونا اور سفر معراج کا آغاز	۵۴۹
حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حالت نماز میں ملاحظہ کرنا	۵۵۰
دائیں اور بائیں جانب سے پکارنے والے دو مردوں اور عورت کی طرف توجہ نہ کرنے کا نتیجہ	۵۵۰
آپ ﷺ کا انبیاء علیہم السلام کو نماز پڑھانا اور ان کے خطبات	۵۵۰
دودھ کو پسند کرنا اور شراب سے اجتناب کرنا	۵۵۱
آسمانوں کا سفر اور وہاں مختلف انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہونا	۵۵۱
سدرۃ المنتہیٰ کی طرف سفر اور وہاں نہروں کو ملاحظہ کرنا	۵۵۲
سدرۃ المنتہیٰ سے مقام استواء کی طرف سفر	۵۵۲
لامکان میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری، زیارت کا اعزاز اور نمازوں کا تحفہ عطا ہونا	۵۵۳
واقعہ معراج پر کفار کے اعتراضات اور آپ ﷺ کی طرف سے ان کے جوابات	۵۵۵
واقعہ معراج بیداری میں پیش آیا یا خواب میں؟	۵۵۵
فرمائشی معجزات عطا نہ کرنے کی وجوہات	۵۵۵
شجرۃ الزقوم کا مفہوم	۵۵۷
شجرۃ زقوم کو ملعون کہنے کی وجوہات	۵۵۷
دلوک کا معنی ومفہوم	۵۵۸
پانچ نمازوں کی فرضیت	۵۵۹
اوقات نماز کا ثبوت احادیث مبارکہ سے اور مذاہب آئمہ	۵۵۹
نماز ظہر کا وقت	۵۶۰
حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے	۵۶۰
نماز عصر کا وقت	۵۶۱
نماز مغرب کا وقت	۵۶۲
نماز عشاء کا وقت	۵۶۲
نماز فجر کا وقت	۵۶۲
قیامت کے دن لوگوں کو اپنے پیشواؤں کے ساتھ بلائے جانا	۵۶۳
امام کے معنی ومفہوم میں اقوال	۵۶۴
کفار کا دنیا اور آخرت میں اندھا ہونے کا مفہوم	۵۶۵

مقام محمود سے مراد شفاعت کبریٰ ہونا ۵۶۶
تہجد کا معنی ومفہوم ۵۶۶
نماز تہجد کی تعداد رکعات ۵۶۷
نماز تہجد آپ ﷺ پر فرض نہ ہونا ۵۶۷
شفاعت کبریٰ احادیث کی روشنی میں ۵۶۷
اقسام شفاعت ۵۶۹
حق کا غالب آنا اور باطل کا مٹ جانا ۵۷۱
بوقت ہجرت مژدہ جانفزاء ۵۷۲
آپ ﷺ کی ہجرت کا اللہ تعالیٰ کے دستور کے تابع ہونا ۵۷۲
مشرکین اور یہود کا روح کی حقیقت معلوم کرنے سے قاصر ہونا ۵۷۴
روح کا معنی ومفہوم ۵۷۵
روح کی موت کا مسئلہ ۵۷۶
روح کے حادث ومعدوم ہونے کا مسئلہ ۵۷۶
جسم سے جدا ہونے کے بعد روح کا مسکن ۵۷۷
نفس اور روح میں فرق ۵۷۸
اقسام نفس اور ان کی تعریفات ۵۷۸
عالم خلق اور عالم امر ۵۷۹
آپ ﷺ کو روح کا علم ہونا ۵۷۹
اللہ تعالیٰ کے علوم ومعارف کا اندازہ لگانا ناممکن اور محاسن و صفات بیان کرنا محال ہونا ۵۸۰
قیامت کے دن کفار کا منہ کے بل چلنا ۵۸۱
حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نو مشہور معجزات ۵۸۴
حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قرآنی معجزات ۵۸۴
آیت: وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا کا شان نزول ۵۸۸
آیت کا شان نزول ۵۸۸
نماز میں بلند آواز اور پست آواز سے قرأت کرنے کے محامل ومصادیق ۵۸۹
معراج کے حوالے سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا دو باتوں کا انکار کرنا ۵۹۰
شفاعت کبریٰ کے حوالے سے ایک روایت ۵۹۳
باب 19: باب سورہ کہف سے متعلق روایات ۵۹۴
تعارف سورہ ۵۹۹
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حضرت خضر سے ملاقات ۵۹۹
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تعارف ۵۹۹
حضرت یوشع بن نون کا تعارف ۶۰۰
نبی آخر الزمان اور معجزہ رد شمس ۶۰۱
حضرت یوشع بن نون کو فتی کہنے کی وجوہات ۶۰۱
حضرت خضر علیہ السلام کا تعارف ۶۰۲
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ۶۰۲
حیات خضر کا مسئلہ ۶۰۳
حضرت خضر علیہ السلام کے ہاتھوں ہلاک ہونے والے لڑکے کا کافر ہونا ۶۰۴
خضر کی وجہ تسمیہ ۶۰۶
دیوار کے نیچے یتیم بچوں کا خزانہ مدفون ہونا ۶۰۷
کھانے کے بارے میں سوال کا ضابطہ ۶۰۷
حسب ضرورت دولت جمع کرنے کا جواز ہونا ۶۰۸
زیادہ نقصان کے تحفظ کے لیے کم نقصان برداشت کرنا ۶۰۸
یتیم کا معنی ومفہوم اور اس کے احکام ۶۰۹
یتیم سے نیکی کرنے کا اجر وثواب ۶۰۹
یتیم بچوں کے نام اور بستی کا نام ۶۱۱

مدفون خزانہ کا مصداق ۶۱۱
یتیم بچوں کے باپ کا تعارف ۶۱۲
قوم یاجوج و ماجوج کا روزانہ سد سکندری کھودنا ۶۱۳
ذوالقرنین کا تعارف اور اس کی وجہ تسمیہ ۶۱۴
یاجوج و ماجوج احادیث نبوی کی روشنی میں ۶۱۵
یاجوج و ماجوج کے بارے میں علماء کی آراء ۶۱۶
اللہ تعالیٰ کا بھاگی داری والی عبادت سے بے نیاز ہونا ۶۱۷
بشر کا معنی و مفہوم ۶۱۸
انبیاء علیہم السلام کو محض بشر قرار دینے پر کفار کا رد ۶۱۹
انبیاء علیہم السلام کا نوع بشر سے ہونا اللہ کا احسان عظیم ہے ۶۲۰
حضور اقدس ﷺ کا اپنے آپ کو بشر قرار دینے کی وجہ ۶۲۱
نبی اور رسول دونوں کا بشر ہونا ۶۲۱
حضور اقدس ﷺ کے بشر ہونے سے متعلق امام احمد رضا
بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ ۶۲۲
خصائص نبوت بیان کیے بغیر محض آپ ﷺ کو بشر کہنا درست
نہ ہونا ۶۲۳
حضور اقدس ﷺ کی زبان سے بشر کہلانے کی وجہ ۶۲۴
ریاکاری سے عبادت کرنے کی ممانعت ہونا ۶۲۵
اخلاص کا لغوی و شرعی معنی ۶۲۷
صوفیاء کے نزدیک اخلاص کی حقیقت ۶۲۸
اخلاص کی فضیلت اور ریاکاری کی مذمت احادیث کی روشنی
میں ۶۲۹
باب 20: سورہ مریم سے متعلق روایات ۶۳۰
حضرت مریم رضی اللہ عنہا حضرت ہارون رضی اللہ عنہ کی
بہن کیسے ہو سکتی ہیں؟ ۶۳۱
کفار کے لیے قیامت کا دن پچھتاوے کا دن ہونا ۶۳۲
فیصلہ شدہ دن کے مصادیق و محامل ۶۳۳
اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ادریس علیہ السلام کو بلند
مرتبہ حاصل ہونا ۶۳۴
حضرت ادریس علیہ السلام کا تعارف ۶۳۵
حضرت ادریس علیہ السلام کا آسمان چہارم یا آسمان ششم
میں وفات پانا ۶۳۶
حضرت ادریس علیہ السلام کا جنت میں زندہ ہونا ۶۳۷
حضرت ادریس علیہ السلام کے اٹھائے جانے کے مفہوم اور ان
کی زندگی کے بارے میں اقوال مفسرین ۶۳۸
حضرت ادریس علیہ السلام کی حیات ۶۳۸
آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کیلئے حضرت جبرئیل
علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کے حکم کا مامور ہونا ۶۳۹
ہر شخص کا جہنم کے اوپر سے گزرنا ۶۴۱
مسلمانوں کے دخول جہنم سے مراد بخار میں مبتلا ہونا ہے ۶۴۲
صالح مومن سے تمام مخلوق کا محبت کرنا ۶۴۴
خوشحال متکبر کفار کی مذمت و وعید ۶۴۵
باب 21: سورہ طٰہٰ سے متعلق روایات ۶۴۶
جب نماز بھول کر یا نیند غالب آنے پر رہ جائے تو یاد آنے پر
یا بیدار ہونے پر ادا کرنا ۶۴۷
کلمہ طیبہ پڑھنے کے فضائل ۶۴۸
عمداً ترک نماز سے اس کی قضا واجب ہونا ۶۴۹
باب 22: سورہ انبیاء سے متعلق روایات ۶۴۹
جہنم کی وادی ویل کی گہرائی ۶۴۹
قیامت کے دن میزن عدل قائم کیے جانا ۶۵۱
میزان میں اعمال وزن کرنا احادیث کی روشنی میں ۶۵۳
میزان میں اعمال وزن کرنے کی وجوہات ۶۵۳

میزان عدل میں کامیابی کے لیے حقوق العباد کی ادائیگی
کی ضرورت واہمیت ___ ۶۵۳
اللہ تعالیٰ کے فضل سے حقوق العباد معاف ہونا ___ ۶۵۴
وزن کیے جانے والوں کی اقسام ___ ۶۵۵
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تین خلاف واقعہ باتوں کا تذکرہ ۶۵۷
حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نبوت ورسالت عطا ہونا ___ ۶۵۷
رشد کے مفہوم میں تین اقوال ہیں ___ ۶۵۷
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم کو توحید باری تعالیٰ کی
تبلیغ کرنا ___ ۶۵۸
بتوں کو توڑنے کے بعد بڑے بت کی طرف نسبت کرنے
کی وجوہات ___ ۶۵۸
قرآن وسنت میں استعمال تعریض کا جواز ___ ۶۵۹
حیات ثانیہ کا حیات اولیٰ کی مثل ہونا ___ ۶۶۱
باب 23: سورہ حج سے متعلق روایات ___ ۶۶۲
قیامت کے دن دشوار گزار پہلو ___ ۶۶۵
تقویٰ کا معنی ومفہوم ___ ۶۶۵
کفار اور مسلمانوں کے درمیان عددی نسبت ___ ۶۶۵
بیت اللہ کی صفت عتیق کا معنی ومفہوم ___ ۶۶۶
جانوروں کی قربانی کرنے کا طریقہ کار ___ ۶۶۷
حجاج کرام اور مسافروں پر قربانی واجب نہ ہونا ___ ۶۶۸
قربانی کے اوقات میں مذاہب آئمہ ___ ۶۶۸
جواز جہاد کی وجہ ___ ۶۷۰
باب 24: سورہ مومنون سے متعلق روایات ___ ۶۷۱
سات احکام پر عمل جنت کی ضمانت ہونا ___ ۶۷۲
۱-خشوع کا معنی ومفہوم ___ ۶۷۳
مدارج خشوع ___ ۶۷۳
قرآن کریم میں خشوع کا اطلاق مختلف معانی پر ہونا ___ ۶۷۳
خشوع کی فضیلت واہمیت احادیث کی روشنی میں ___ ۶۷۴
خشوع کے بارے میں آثار واقوال صحابہ وتابعین ___ ۶۷۵
حالت نماز میں وجوب خشوع وخضوع پر قرآنی دلائل ___ ۶۷۶
نماز میں وجوب خشوع وخضوع احادیث کی روشنی میں ___ ۶۷۷
خشوع کے فوائد وثمرات ___ ۶۷۸
۲-لغو کا لغوی واصطلاحی مفہوم ___ ۶۷۸
۳-زکوٰۃ کا معنی ومفہوم ___ ۶۷۹
۴-بغیر نکاح کے کنیزوں سے جماع کے جواز کی وجہ ___ ۶۷۹
۵،۶-امانت داری اور ایفاء عہد کا حکم ___ ۶۸۰
۷-نماز کی ادائیگی میں سستی اور غفلت برتنے کی ممانعت و
وعید ___ ۶۸۱
فردوس جنت کا بلند ترین درجہ ___ ۶۸۲
بھلائیوں کی طرف ترقی کرنے والے مؤمنین ___ ۶۸۴
بگڑے ہوئے چہروں والے لوگ ___ ۶۸۵
باب 25: سورہ نور سے متعلق روایات ___ ۶۸۶
زنا کے حرام ہونے کی وجہ ___ ۶۸۷
زنا کا معنی ومفہوم ___ ۶۸۸
زنا کی تعریف میں مذاہب آئمہ اربعہ ___ ۶۸۹
زنا کی متفقہ شرائط ___ ۶۹۰
احصان کا معنی ومفہوم ___ ۶۹۰
زنا کے حرام ہونے اور دنیا وآخرت میں اس کی سزا قرآن
کی روشنی میں ___ ۶۹۱
زنا کی حرمت، مذمت اور دارین میں اس کی سزا احادیث کی
روشنی میں ___ ۶۹۱
حد زنا میں عورت کا ذکر مقدم اور مرد کا ذکر مؤخر کرنے کی

وجہ ۶۹۴
آیات لعان کا شانِ نزول ۶۹۷
جس پر حد قذف نافذ ہو چکی ہو اس کی شہادت کے بارے میں مذاہب آئمہ ۶۹۸
لعان کا معنیٰ ومفہوم ۶۹۹
لعان کی وجہ تسمیہ ۷۰۰
لعان کے شرعی مفہوم میں مذاہب آئمہ ۷۰۰
زانی کو ازخود قتل کرنے میں مذاہب آئمہ ۷۰۰
لعان کے بعد زوجین میں تفریق کے مسئلہ میں اقوال فقہاء ۷۰۱
لعان کے بعد بچہ لاحق کرنے اور اس کی نفی کے بارے میں اقوال آئمہ ۷۰۱
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کا واقعہ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ رضی اللہ عنہا کی برأت کا اعلان ۷۰۸
سفر کے لیے بیوی کے انتخاب میں مذاہب آئمہ ۷۱۰
نزول وحی سے قبل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں آپ ﷺ کے علم کے بارے میں چند ۷۱۰
شبہات کا ازالہ ۷۱۰
ہر نبی کی بیوی کا بدکاری سے پاک ہونا ۷۱۲
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت و پاک دامنی پر کتب اہل سنت سے دلائل ۷۱۲
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضائل وکمالات ۷۱۳
حدیث افک سے ثابت ہونے والے احکام ومسائل ۷۱۶
باب 26: سورہ فرقان سے متعلق روایات ۷۱۷
بالترتیب تین بڑے گناہوں کا تذکرہ ۷۱۹
باب 27: سورۃ شعراء سے متعلق روایات ۷۲۰
اپنے قریبی لوگوں سے تبلیغ کا آغاز کرنا ۷۲۳
عشیرہ کا معنیٰ ومفہوم اور الاقرب فالاقرب کو ترجیح حاصل ہونا ۷۲۳
ایک خطبہ میں آپ ﷺ کا خواص وعوام کو عذاب جہنم سے بچانا ۷۲۴
آپ ﷺ کا اپنے اقارب کو دعوت دینا اور انہیں عذاب سے ڈرانا ۷۲۵
آپ ﷺ کا اپنے قرابت داروں کو آخرت سے نفع پہنچانا ۷۲۵
نفع رسانی کی نفی پر مشتمل روایات کے محامل ۷۲۶
باب 28: سورہ نمل سے متعلق روایات ۷۲۷
قیامت کے قریب زمین سے ایک سیاہ جانور کا نکلنا ۷۲۸
دابۃ الارض کے جاء خروج میں اقوال ۷۲۹
اللہ تعالیٰ کے قول واقع ہونے کا معنیٰ ومفہوم ۷۲۹
باب 29: سورہ قصص سے متعلق روایات ۷۳۰
اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے راہِ ہدایت عطا کرتا ہے ۷۳۱
ایمان ابوطالب کے حوالے سے آیات اواحادیث مبارکہ ۷۳۱
ابوطالب سے متعلق تفسیر آیت کے ضمن میں مفسرین اہل سنت کی تصریحات ۷۳۲
ایمان ابی طالب کے بارے میں مفسرین کی رائے ۷۳۳
نبی کریم ﷺ کے ہدایت دینے اور ہدایت نہ دینے کے بارے میں آیات کے محامل ۷۳۳
باب 30: سورہ عنکبوت سے متعلق روایات ۷۳۴
نافرمانی کے کاموں میں کسی کی اطاعت نہ کرنا ۷۳۵
اطاعت والدین کی فضیلت واہمیت احادیث کی روشنی میں ۷۳۵
قوم لوط کا اپنی محافل میں قابل اعتراض حرکتیں کرنا ۷۳۵
باب 31: سورہ روم سے متعلق روایات ۷۳۹
غلبت کی قرأت درست نہ ہونا ۷۴۳

ایرانیوں پر رومیوں کے غالب آنے سے متعلق احادیث
مبارکہ ۷۴۳
باب 32: سورہ لقمان سے متعلق روایات ۷۴۵
اللہ تعالیٰ سے غافل کرنے والے امور کا تذکرہ ۷۴۵
غناء کی تحریم وممانعت قرآن کی روشنی میں ۷۴۶
غناء کی تحریم وممانعت احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں ۷۴۶
وہ اشعار جن کا مطلقاً سماع جائز ہے ۷۴۷
موسیقی کے ساتھ سماع میں مذاہب آئمہ ۷۴۸
غناء اور سماع کے بارے میں حضرت امام احمد رضا خان
بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ ۷۴۹
باب 33: سورہ سجدہ سے متعلق روایات ۷۵۱
نیک لوگوں کی علامات ۷۵۲
تتجافی اور مضاجع کا معنی ومفہوم ۷۵۳
نمازِ تہجد کی تعداد رکعات ۷۵۳
نمازِ تہجد اور رات کے دیگر نوافل کی فضیلت ۷۵۴
اعلیٰ درجہ کے جنتیوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ۷۵۶
باب 34: سورہ احزاب سے متعلق روایات ۷۵۷
زمانہ جاہلیت کی تین غلط باتیں ۷۵۸
کسی شخص کے سینہ میں دو دل نہ بنانے کے محامل ۷۵۸
قلب کے مصداق کے بارے میں مفسرین کے اقوال ۷۵۹
ظہار کی تعریف، اس کا حکم اور کفارہ ۷۵۹
شوہر کا طلاق کی نیت کے بغیر اپنی بیوی کو ماں بہن کہنے کا شرعی
مسئلہ ۷۶۰
منہ بولے بیٹے کو اصل باپ کے نام سے پکارنا ۷۶۱
حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا تعارف ۷۶۱
صحابہ کرام کا اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے وعدہ کو پورا کرنا ۷۶۶
غزوۂ احزاب کے حوالے سے اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ سے
کیے گئے وعدوں کے محامل ۷۶۷
مجاہدین کو مردوں سے تعبیر کرنے کی وجہ ۷۶۸
نذر ماننا مکروہ ہونے کے باوجود نذر ماننے کی تحسین کرنے کی وجہ
جہاد کی نذر پوری کرنے والے صحابہ کے مصادیق ومحامل ۷۶۹
زبان نبوی سے ازواج مطہرات کو طلاق کا اختیار دینا اور ازواج
کا آپ کو اختیار کرنا ۷۷۱
ازواج مطہرات کو طلاق کا اختیار دینے کی کیفیت اور وجہ ۷۷۲
نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی
تفصیل ۷۷۳
دعا نبوی ﷺ سے چارتن کا اہل بیت میں شامل ہونا ۷۷۵
آیت تطہیر سے امہات المومنین مراد ہونا ۷۷۶
آیت تطہیر سے مراد اہل بیت اطہار ہونا ۷۷۶
آیت تطہیر سے مراد ازواج مطہرات اور اولاد رسول ہونے پر
احادیث مبارکہ ۷۷۶
حضرت فاطمہ اور ازواج مطہرات کی افضلیت کے بارے میں
محاکمہ ۷۷۷
متبنّٰی کی بیوی سے نکاح کرنے کے بارے میں آیات کا شانِ
نزول ۷۸۰
قرآن کریم میں مردوں کے ساتھ خواتین کا ذکر دوش بدوش
ہونا ۷۸۲
حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا تعارف ۷۸۴
بکثرت ذکر الٰہی کرنے کی فضیلت واہمیت احادیث کی روشنی
میں ۷۸۵
نبی کریم ﷺ کا کسی مرد کے باپ نہ ہونے کا مفہوم ۷۸۶
حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ کے نکاح

کرنے کی تفصیل ____ ۷۸۷
مسئلہ ختم نبوت قرآن کی روشنی میں ____ ۷۸۷
مسئلہ ختم نبوت احادیث کی روشنی میں ____ ۷۸۸
ارشادِ ربانی: لایحل لك النساء من بعد کے منسوخ ہونے
یا نہ ہونے کی تفصیل ____ ۷۹۱
حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ولیمہ کی تقریب اور آیت
حجاب کا نزول ____ ۷۹۵
حضرت زینب بنت جحش کا ولیمہ، ولیمہ کی شرعی حیثیت اور تاریخ
وجوب حجاب ____ ۷۹۷
ازواجِ مطہرات کا حسب ضرورت گھروں سے خروج جائز ہونا
پردہ کی اوٹ میں ازواجِ مطہرات سے سوال کا جواز دیگر عورتوں
کو بھی شامل ہونا ____ ۷۹۸
وہ چیز جو آپ ﷺ کو ایذاء پہنچنے کا سبب بنی ____ ۷۹۸
امہات المؤمنین کو آخرت میں بھی آپ ﷺ کی ازواج ہونے
کا اعزاز حاصل ہونا ____ ۷۹۸
عورتوں پر محارم اور باندیوں سے پردہ واجب نہ ہونا ____ ۷۹۹
رسول کریم ﷺ پر اللہ تعالیٰ کے درود بھیجنے اور فرشتوں کے درود
پیش کرنے کا مفہوم ____ ۸۰۰
آپ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کے فضائل ____ ۸۰۰
دعا کے اول وآخر میں درود شریف پڑھنے کی فضیلت ____ ۸۰۳
بعض مواقع اور مقامات پر درود شریف پڑھنے کی فضیلت ۸۰۳
درود شریف پڑھنے کے مستحب مواقع اور مقامات ____ ۸۰۴
اذان سے قبل اور اذان کے بعد درود شریف پڑھنے کا مسئلہ ۸۰۵
نبی کریم ﷺ پر درود پیش کرنے کے حکم میں مذاہب فقہاء ۸۰۵
درود ابراہیمی کی فضیلت اور اس میں تشبیہ کی وضاحت ____ ۸۰۶
حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایذا رسانی کے اسباب ____ ۸۰۸
منافقوں کی طرف سے آپ ﷺ کو اذیت پہنچنا اور آپ کا
ان سے بدلہ نہ لینا ____ ۸۰۹
حضرات انبیاء علیہم السلام کے اجسام کا ظاہری وباطنی عیوب
سے پاک ہونا ____ ۸۱۰
وجیھا کا معنی ومفہوم ____ ۸۱۱
باب 35: سورہ سبا سے متعلق روایات ____ ۸۱۱
''سبا'' کا تعارف ____ ۸۱۲
حکم الٰہی کے نزول کے وقت فرشتوں کی کیفیت ____ ۸۱۴
باب 36: سورہ ملائکہ سے متعلق روایات ____ ۸۱۵
امت محمدیہ کی اقسام ثلاثہ اور ان کا جنتی ہونا ____ ۸۱۶

کِتَابُ الْاَمْثَالِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

امثال کے بارے میں، نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ

لفظ ''مثل'' کا لغوی واصطلاحی معنی

لفظ ''مثل'' عربی زبان کا ہے، جس کی جمع ''امثال'' ہے۔ اس کا لغوی معنی ہے: نظیر، مانند، عبرت، کہاوت، کہانی، معیار، دلیل، ہم مثل، مطابقت، شکل، جیسا، تشبیہ، نمونہ، داستان اور افسانہ۔

اس کا اصطلاحی معنی ہے:

☆ کسی غیر واضح یا غیر محسوس کو واضح اور محسوس چیز کے ساتھ تشبیہ دینا۔

☆ کوئی ایسا مشہور قول جس سے لوگوں کو نصیحت یا عبرت حاصل ہو۔

☆ نمونہ یا سانچہ جس کے ذریعے کوئی چیز تیار کی جائے۔

☆ نظروں سے پوشیدہ چیز کو استعارہ کی شکل میں نمایاں کرنا۔

☆ کسی حقیقی یا فرضی واقعہ کو بطور سبق یا عبرت پیش کرنا۔

امثال الحدیث کی اہمیت:

انسان فطری طور پر لہو پسند اور لہوت کا خوگر واقع ہوا ہے، یہ لعب کی طرح قصے کہانیوں کو زیادہ پسند کرتا ہے لیکن قابل اصلاح گفتگو سے جلدی اکتا کر عدم توجہ کا شکار ہو جاتا ہے۔ اللہ نے بھی فطرت انسانی کے مطابق انسان کو اپنے احکام سمجھانے کے لیے قرآن کریم میں جا بجا مثالیں بیان فرمائی ہیں۔ اس سلسلہ میں چند ایک شواہد درج ذیل ہیں:

(۱) کفار کی مثال یوں بیان کی گئی ہے:

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ؕ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ○ (البقرہ:۱۷۱)

''کفار کی مثال اس شخص کی ہے جو ایسے آدمی کو پکارے جو چیخ و پکار کے علاوہ کچھ نہیں سنتا۔ وہ بہرے، گونگے، اندھے اور بے شعور لوگ ہیں''۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی راہ میں اہل ایمان کے خرچ کرنے کی مثال بایں الفاظ بیان کی گئی ہے:

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ

وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ (البقرہ:۲۶۱)

''ان لوگوں کی مثال جو اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، اس دانے کی ہے' جس نے سات بالیاں اگائیں جبکہ ہر بالی میں ایک سو دانے ہوں۔ اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے زیادہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ وسعت والا علم والا ہے''۔

(۳) ایمان نہ لانے والوں کی مثال یوں بیان کی گئی ہے:

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِىْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ۝ صُمٌّ ۢ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۝ (البقرہ:۱۷،۱۸)

ان کی مثال اس شخص کی ہے' جس نے آگ جلائی، جب آگ نے اس کے اردگرد کو روشن کر دیا تو اللہ نے ان کی روشنی کو ختم کر دیا اور انہیں تاریکی میں چھوڑ دیا کہ وہ دیکھ نہیں سکتے۔ وہ بہرے، گونگے اور اندھے ہیں۔ پس وہ لوٹنے والے نہیں ہیں''۔

علی ہذا القیاس امثال الحدیث بھی بیان کی گئی ہیں۔ چنانچہ مومن اور کافر کی مثال بیان کرتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مثل المومن كمثل الخامة من الزرع لفيئها الريح تصرعها مرة وتعدلها اخرى حتى تهيج ومثل الكافر الارزة المجذبة على اصلها لا يفيئها شيء حتّٰى يكون انجعافها مرة واحدة ۔

(الصحیح للبخاری، رقم الحدیث ۵۶۴۳)

''مومن کی مثال کھیتی کے اس خوشے کی ہے جسے ہوا جھونکے دیتی ہے، کبھی اسے گراتی ہے پھر اسے سیدھا کھڑا کر دیتی ہے حتیٰ کہ وہ (پک کر) خشک ہو جاتا ہے۔ کافر کی مثال صنوبر (چلغوزہ) کے درخت کی ہے جو اپنے تنے پر (مضبوطی سے) کھڑا رہتا ہے اور اسے ہوا نہیں گراتی حتیٰ کہ اسے ایک ہی بار جڑ سے اکھاڑ پھینکتی ہے''۔

امثال القرآن اور امثال الحدیث میں تعلق:

امثال القرآن اور امثال الحدیث کا باہم چولی دامن کا تعلق۔ اس سلسلہ میں چند اہم امور ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

اول: دونوں کا بذریعہ وحی ہونا:

امثال القرآن اور امثال الحدیث دونوں کا تعلق وحی کے ساتھ ہے، وحی من جانب اللہ ہوتی ہے گویا قرآن کی طرح حدیث بھی وحی الٰہی ہے۔ تاہم دونوں میں اتنا امتیاز ضرور ہے کہ قرآن وحی متلو ہے اور حدیث وحی غیر متلو ہے یا قرآن وحی جلی اور حدیث وحی خفی ہے۔

قرآن کا وحی ہونا اظہر من الشمس ہے لیکن حدیث کے وحی ہونے پر قرآن یوں شاہد ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْىٌ يُّوْحٰى ۝ (النجم:۳،۴)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش سے نطق نہیں فرماتے مگر جو آپ کی طرف وحی کی جاتی ہے''۔

اس ارشاد خداوندی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلنے والے الفاظ (احادیث مبارکہ) کو وحی اور من جانب اللہ قرار

دیا گیا ہے۔اس سلسلے میں دوسرا ارشاد خداوندی ہے:

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ ۝ (الحجر:۹)

''بیشک ہم نے ذکر اتارا اور بیشک ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں''۔

اس آیت میں لفظ''ذکر'' سے مراد قرآن ہوسکتا ہے اور حدیث بھی' کیونکہ اس کا اطلاق دونوں پر ہوسکتا ہے۔علاوہ ازیں اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ''حدیث'' وحی الٰہی ہے۔

دوم: دونوں کا ایک ہی ذات کے ذریعے ہم تک پہنچنا:

جس طرح قرآن وحدیث دونوں وحی اور من جانب اللہ ہیں، اسی طرح یہ دونوں ایک ذات کے ذریعے ہم تک پہنچی ہیں۔ یہ وحی اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی، آپ سے یہ ورثہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حاصل کیا پھر تابعین اور تبع تابعین کے بعد نسل درنسل منتقل ہوتا ہوا ہم تک پہنچا۔گویا قرآن وسنت دونوں بطور وحی بذریعہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم تک پہنچے ہیں۔

قرآن کریم کی طرح احادث مبارکہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہتمام سے اپنے صحابہ کو لکھوا دیا کرتے تھے۔قرآن کی طرح احادیث مبارکہ بھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تحریری صورت میں محفوظ کرلیا کرتے تھے۔پھر وقت آنے پر یہ سرمایہ اپنے تلامذہ (تابعین) کی طرف منتقل کردیا تھا۔فتح مکہ کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مختصر مگر جامع خطبہ ارشاد فرمایا۔ابوشاہ نامی ایک صحابی نے متاثر ہوکر آپ کی خدمت میں عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے یہ خطبہ تحریر فرما دیجیے؟ آپ نے اپنے ایک صحابی کو حکم دیا کہ وہ اسے خط تحریر کردے۔چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

سوم: امثال الحدیث سے امثال القرآن کی وضاحت ہونا:

قرآن کریم آخری آسمانی کتاب ہے، جو اس قدر جامع ہے کہ اس میں روزمرہ زندگی کے تمام احکام ومسائل بیان کردیے گئے ہیں۔تاہم بعض احکام اختصار سے بیان کیے گئے ہیں جو تفصیل طلب ہیں اور ان کی تفصیل احادیث میں بیان کی گئی ہے۔گویا قرآن اگر متن ہے' تو حدیث اس کی تفسیر ہے۔اس سلسلے میں مثال یوں بیان کی جاسکتی ہے کہ ارشاد خداوندی ہے:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ۝ (ابراہیم:۲۴)

''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ بات کی مثال اس طرح بیان کی ہے' جس طرح ایک پاکیزہ درخت ہو کہ اس کی جڑ زمین میں قائم ہو اور اس کی شاخیں آسمان تک پہنچی ہوں''۔

اس مثال کی وضاحت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے درخت کی مثال سے بیان فرمائی ہے۔چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اخبرونی بشجرة کالرجل المسلم تؤتی اکلها کل حين باذن ربها لايتحاث ورقها؟ ثم قال: هی

النخلة" (الصحیح للبخاری، رقم الحدیث ۶۱)

"مجھے ایسے درخت کے بارے میں بتاؤ جو مسلمان آدمی کی مثل ہوتا ہے' وہ اپنے پروردگار کے حکم سے پھل آور رہتا ہے اور اس کے پتے نہیں گرتے؟ پھر آپ نے فرمایا: یہ کھجور کا درخت ہے"۔

اس مثال سے واضح ہوا کہ قرآن فہمی کے لیے ہمیں حدیث کی ضرورت ہے، کیونکہ جس طرح قرآن کی تفسیر قرآن سے کی جاسکتی ہے، اسی طرح قرآن کی تفسیر احادیث سے بھی کی جاسکتی ہے۔ اس مثال سے قرآن وحدیث کے عمیق تعلق وعلاقہ کا پتہ چلتا ہے۔

چہارم: مقصدیت کے اعتبار سے دونوں میں تعلق:

اگر کسی عمل خیر کی نیت اچھی ہو تو اس کا ثمرہ بھی اچھا ہوگا ورنہ نتیجہ قابل مؤاخذہ اور باعث مذمت ہوگا۔ اس سلسلے میں مسجد ضرار کی تعمیر کا واقعہ ہے جو قرآن کریم میں یوں بیان ہوا ہے:

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا ۢ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ○ (التوبۃ: ۱۰۷)

"وہ لوگ جنہوں نے مسجد ضرار (نقصان پہنچانے کے لیے) بنائی کفر کے لیے، مسلمانوں میں تفرقہ بازی کے لیے اور اس انتظار میں کہ وہ پہلے ہی سے اللہ اور اس کے رسول کے مخالف ہیں، وہ اس بات کی ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے بھلائی کا ارادہ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس بات کا گواہ ہے کہ بیشک وہ لوگ جھوٹے ہیں"۔

معیار ومدار کے حوالے سے مشہور حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انما الاعمال بالنیات وانما لامرئ مانوی فمن کانت هجرته الی دنیا لیصیبها او امراة ینکحها فهجرته الی ماهاجر الیه (الصحیح للبخاری رقم الحدیث:۱)

"اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور آدمی کے لیے وہی ہے' جس کی اس نے نیت کی۔ جس شخص نے حصول دنیا کے لیے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لیے ہجرت کی تو اس کی ہجرت اس کے لیے ہے' جس کی طرف اس نے ہجرت کی"۔

فضیلت تعمیر مسجد کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من بنی مسجد الله بنی الله له بیتا فی الجنة (الصحیح للمسلم، رقم الحدیث ۷۲۰۰)

"جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مسجد بنائی اللہ جنت میں اس کا گھر بنائے گا"۔

خواہ مسجد بنانا عمل خیر اور نیکی ہے لیکن نیت تخریب کاری یا تفریق بین الناس کی ہو تو یہ عمل خیر نہیں رہے گا بلکہ عمل سیئہ بن جائے گا۔ اس سے ثابت ہوا کہ قرآن وحدیث کے درمیان مقصدیت کا بھی تعلق ہے۔

فائدہ نافعہ: قرآن وحدیث اور حکماء کے کلام میں امثال کا ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اہل علم اور وارثان محراب ومنبر احکام الٰہی مثالوں کے ذریعے لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کریں تاکہ ان کے سمجھنے اور سمجھانے میں دشواری پیش نہ آئے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ مَثَلِ اللّٰہِ لِعِبَادِہٖ

باب 1: (فرمان نبوی ہے:) اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں کے لیے مثال

2786 سندِحدیث: حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِیُّ حَدَّثَنَا بَقِیَّةُ بْنُ الْوَلِیْدِ عَنْ بَحِیْرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ جُبَیْرِ بْنِ نُفَیْرٍ عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ الْکِلَابِیِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِنَّ اللّٰہَ ضَرَبَ مَثَلًا صِرَاطًا مُسْتَقِیْمًا عَلٰی کَنَفَیِ الصِّرَاطِ زُوْرَانِ لَہُمَا اَبْوَابٌ مُفَتَّحَةٌ عَلَی الْاَبْوَابِ سُتُوْرٌ وَّدَاعٍ یَدْعُوْ عَلٰی رَاْسِ الصِّرَاطِ وَدَاعٍ یَّدْعُوْ فَوْقَہٗ (وَاللّٰہُ یَدْعُوْا اِلٰی دَارِ السَّلَامِ وَیَہْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ) وَالْاَبْوَابُ الَّتِیْ عَلٰی کَنَفَیِ الصِّرَاطِ حُدُوْدُ اللّٰہِ فَلَا یَقَعُ اَحَدٌ فِیْ حُدُوْدِ اللّٰہِ حَتّٰی یُکْشَفَ السِّتْرُ وَالَّذِیْ یَدْعُوْ مِنْ فَوْقِہٖ وَاعِظُ رَبِّہٖ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: ہٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ

قولِ امام دارمی: قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ یَقُوْلُ سَمِعْتُ زَکَرِیَّا بْنَ عَدِیٍّ یَقُوْلُ قَالَ اَبُوْ اِسْحٰقَ الْفَزَارِیُّ خُذُوْا عَنْ بَقِیَّةَ مَا حَدَّثَکُمْ عَنِ الثِّقَاتِ وَلَا تَاْخُذُوْا عَنْ اِسْمٰعِیْلَ بْنِ عَیَّاشٍ مَا حَدَّثَکُمْ عَنِ الثِّقَاتِ وَلَا غَیْرِ الثِّقَاتِ

◆◆ حضرت نواس بن سمعان کلابی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کی مثال اس طرح بیان کی ہے: وہ ایسا راستہ ہے جس پر دونوں طرف دیواریں ہیں جن میں مختلف دروازے لگے ہوئے ہیں اور ان پر پردے لٹک رہے ہیں پھر ایک دعوت دینے والا شخص اس پل کے سرے پر (کھڑا) ہو کر دعوت دیتا ہے اور ایک دعوت دینے والا اس پر دعوت دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اور جسے چاہتا ہے صراط مستقیم کی طرف ہدایت دے دیتا ہے۔ وہ دروازے جو پل کے دونوں طرف ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں (یعنی اس کی حرام کردہ اشیاء ہیں) اور کوئی بھی شخص اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی حدود میں مبتلا نہیں ہوتا جب تک اس پردے کو ہٹایا نہ جائے اور وہ شخص اس پر دعوت دے رہا ہے وہ اپنے پروردگار کی طرف سے وعظ و نصیحت کرنے والا ہے۔ (یعنی اس کا رسول ہے)

(امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

میں نے عبداللہ بن عبدالرحمٰن (یعنی امام دارمی) کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے وہ فرماتے ہیں: میں نے زکریا بن عدی کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے ابواسحاق فزاری فرماتے ہیں: بقیہ نامی محدث سے وہ روایات قبول کرو جو وہ ثقہ راویوں کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: البتہ اسماعیل بن عیاش کی روایات کو قبول نہ کرو خواہ وہ ثقہ راویوں کے حوالے سے نقل کریں یا غیر ثقہ راویوں کے حوالے سے نقل کریں۔

2786 اخرجه احمد (۱۸۲/٤، ۱۸۳).

2787 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِىْ هِلَالٍ اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِىَّ قَالَ

متنِ حدیث: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ اِنِّىْ رَاَيْتُ فِى الْمَنَامِ كَاَنَّ جِبْرِيْلَ عِنْدَ رَاْسِىْ وَمِيْكَائِيْلَ عِنْدَ رِجْلَىَّ يَقُوْلُ اَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ اضْرِبْ لَهُ مَثَلًا فَقَالَ اسْمَعْ سَمِعَتْ اُذُنُكَ وَاعْقِلْ عَقَلَ قَلْبُكَ اِنَّمَا مَثَلُكَ وَمَثَلُ اُمَّتِكَ كَمَثَلِ مَلِكٍ اتَّخَذَ دَارًا ثُمَّ بَنٰى فِيْهَا بَيْتًا ثُمَّ جَعَلَ فِيْهَا مَائِدَةً ثُمَّ بَعَثَ رَسُوْلًا يَدْعُو النَّاسَ اِلٰى طَعَامِهِ فَمِنْهُمْ مَنْ اَجَابَ الرَّسُوْلَ وَمِنْهُمْ مَنْ تَرَكَهُ فَاللّٰهُ هُوَ الْمَلِكُ وَالدَّارُ الْاِسْلَامُ وَالْبَيْتُ الْجَنَّةُ وَاَنْتَ يَا مُحَمَّدُ رَسُوْلٌ فَمَنْ اَجَابَكَ دَخَلَ الْاِسْلَامَ وَمَنْ دَخَلَ الْاِسْلَامَ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ دَخَلَ الْجَنَّةَ اَكَلَ مَا فِيْهَا

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاِسْنَادٍ اَصَحَّ مِنْ هٰذَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ مُرْسَلٌ

توضیحِ راوی: سَعِيْدُ بْنُ اَبِىْ هِلَالٍ لَمْ يُدْرِكْ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ

فی الباب: وَفِى الْبَابِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: میں نے گزشتہ رات خواب میں دیکھا: جبریل میرے سرہانے موجود ہیں اور میکائیل میرے پاؤں کی طرف موجود ہیں۔ ان دونوں میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا: ان صاحب (یعنی نبی اکرم ﷺ) کی مثال بیان کرو! تو دوسرے نے جواب دیا: (یعنی نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے کہا) آپ سنیے۔ آپ کے کان سنتے ہیں اور آپ کا ذہن اس کو سمجھتا ہے۔ آپ کی اور آپ کی امت کی مثال اس بادشاہ کی طرح ہے' جو ایک محل بنواتا ہے' پھر اس محل میں ایک گھر بناتا ہے' پھر اس میں ایک دستر خوان رکھواتا ہے' پھر ایک پیغام رساں کو بھیجتا ہے تاکہ وہ لوگوں کو کھانے کی دعوت دے تو ان میں سے کچھ لوگ پیغام رساں کی دعوت کو قبول کر لیتے ہیں اور کچھ لوگ اسے ترک کر دیتے ہیں' تو وہ بادشاہ اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ محل اسلام ہے وہ گھر جنت ہے' اور وہ پیغام رساں حضرت محمد ﷺ آپ ہیں اور جو شخص آپ کی دعوت کو قبول کرے گا' وہ اسلام میں داخل ہو گا' اور جو اسلام میں داخل ہو گا وہ جنت میں داخل ہو گا' اور جو جنت میں داخل ہو گا' وہ وہاں موجود چیزوں کو کھا پی لے گا۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے' اور وہ سند اس کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

یہ حدیث "مرسل" ہے۔

سعید بن ابوہلال نامی راوی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا زمانہ نہیں پایا ہے۔

2787- اخرجه البخاری تعليقاً عن قتيبة عن ليث عن خالد عن سعيد بن ابی هلال عن جابر به اخرجه البخاری (۲۶۳/۱۳) كتاب الاعتصام، باب: الاقتداء بسنن رسول الله صلى الله عليه وسلم و قول الله تعالىٰ (و اجعلنا للمتقين اماماً) حديث رقم (۷۲۸۱)۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے بھی احادیث منقول ہیں۔

2788 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ عَدِيٍّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ اَبِیْ تَمِيْمَةَ الْهُجَيْمِيِّ عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ

متنِ حدیث: صَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَاَخَذَ بِيَدِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ حَتّٰى خَرَجَ بِهٖ اِلٰى بَطْحَاءِ مَكَّةَ فَاَجْلَسَهُ ثُمَّ خَطَّ عَلَيْهِ خَطًّا ثُمَّ قَالَ لَا تَبْرَحَنَّ خَطَّكَ فَاِنَّهُ سَيَنْتَهِیْ اِلَيْكَ رِجَالٌ فَلَا تُكَلِّمْهُمْ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَلِّمُوْنَكَ قَالَ ثُمَّ مَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ اَرَادَ فَبَيْنَا اَنَا جَالِسٌ فِیْ خَطِّیْ اِذْ اَتَانِیْ رِجَالٌ كَاَنَّهُمُ الزُّطُّ اَشْعَارُهُمْ وَاَجْسَامُهُمْ لَا اَرٰى عَوْرَةً وَّلَا اَرٰى قِشْرًا وَّيَنْتَهُوْنَ اِلَیَّ وَلَا يُجَاوِزُوْنَ الْخَطَّ ثُمَّ يَصْدُرُوْنَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اِذَا كَانَ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ لٰكِنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ جَاءَنِیْ وَاَنَا جَالِسٌ فَقَالَ لَقَدْ اَرَانِیْ مُنْذُ اللَّيْلَةَ ثُمَّ دَخَلَ عَلَیَّ فِیْ خَطِّیْ فَتَوَسَّدَ فَخِذِیْ فَرَقَدَ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَقَدَ نَفَخَ فَبَيْنَا اَنَا قَاعِدٌ وَّرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَسِّدٌ فَخِذِیْ اِذَا اَنَا بِرِجَالٍ عَلَيْهِمْ ثِيَابٌ بِيْضٌ اللّٰهُ اَعْلَمُ مَا بِهِمْ مِنَ الْجَمَالِ فَانْتَهَوْا اِلَیَّ فَجَلَسَ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ عِنْدَ رَاْسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَائِفَةٌ مِّنْهُمْ عِنْدَ رِجْلَيْهِ ثُمَّ قَالُوْا بَيْنَهُمْ مَا رَاَيْنَا عَبْدًا قَطُّ اُوْتِیَ مِثْلَ مَا اُوْتِیَ هٰذَا النَّبِیُّ اِنَّ عَيْنَيْهِ تَنَامَانِ وَقَلْبُهُ يَقْظَانُ اضْرِبُوْا لَهُ مَثَلًا مَثَلُ سَيِّدٍ بَنٰى قَصْرًا ثُمَّ جَعَلَ مَاْدُبَةً فَدَعَا النَّاسَ اِلٰى طَعَامِهٖ وَشَرَابِهٖ فَمَنْ اَجَابَهُ اَكَلَ مِنْ طَعَامِهٖ وَشَرِبَ مِنْ شَرَابِهٖ وَمَنْ لَّمْ يُجِبْهُ عَاقَبَهُ اَوْ قَالَ عَذَّبَهُ ثُمَّ ارْتَفَعُوْا وَاسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ فَقَالَ سَمِعْتَ مَا قَالَ هٰؤُلَاءِ وَهَلْ تَدْرِیْ مَنْ هٰؤُلَاءِ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ قَالَ هُمُ الْمَلَائِكَةُ فَتَدْرِیْ مَا الْمَثَلُ الَّذِیْ ضَرَبُوْا قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ قَالَ الْمَثَلُ الَّذِیْ ضَرَبُوا الرَّحْمٰنُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى بَنَى الْجَنَّةَ وَدَعَا اِلَيْهَا عِبَادَهُ فَمَنْ اَجَابَهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ لَّمْ يُجِبْهُ عَاقَبَهُ اَوْ عَذَّبَهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَاَبُوْ تَمِيْمَةَ هُوَ الْهُجَيْمِيُّ وَاسْمُهُ طَرِيْفُ بْنُ مُجَالِدٍ وَّاَبُوْ عُثْمَانَ النَّهْدِیُّ اسْمُهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مُلٍّ وَّسُلَيْمَانُ التَّيْمِیُّ قَدْ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْهُ مُعْتَمِرٌ وَّهُوَ سُلَيْمَانُ بْنُ طَرْخَانَ وَلَمْ يَكُنْ تَيْمِيًّا وَّاِنَّمَا كَانَ يَنْزِلُ بَنِیْ تَيْمٍ فَنُسِبَ اِلَيْهِمْ قَالَ عَلِیٌّ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ مَا رَاَيْتُ اَخْوَفَ لِلّٰهِ تَعَالٰى مِنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِیِّ

◆◆ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے عشاء کی نماز ادا کی۔ نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو آپ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور انہیں ساتھ لے کر مکہ مکرمہ کے قریب وادی بطحاء میں چلے گئے۔ انہیں وہاں بٹھا دیا اور پھر ایک لکیر کھینچ کر ارشاد فرمایا: اس لکیر سے آگے نہ بڑھنا' تمہارے پاس کچھ لوگ آئیں گے' تم ان کے ساتھ

2788۔ اخرجه الدارمی (۱/۷)، كتاب ـ باب: صفة النبی صلی الله عليه وسلم.

کوئی بات نہ کرنا' وہ بھی تمہارے ساتھ کوئی بات نہیں کریں گے' پھر نبی اکرم ﷺ نے جہاں تک جانا تھا وہاں تشریف لے گئے۔ میں اس دوران اس دائرے کے اندر بیٹھا رہا۔ اس دوران کچھ لوگ وہاں آئے یوں لگتا تھا کہ وہ بڑے بھاری بھرکم لوگ ہیں' ان کے بال اور جسم اس طرح تھے کہ نہ میں نے ان کی شرمگاہ کو دیکھا اور نہ ہی میں نے انہیں لباس پہنے ہوئے دیکھا' وہ میری طرف آئے لیکن اس لکیر کو پار نہیں کر سکے پھر وہ نبی اکرم ﷺ کی طرف چلے گئے' یہاں تک کہ جب رات کا آخری حصہ گزرا تو نبی اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے' میں وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں رات بھر سو نہیں سکا پھر آپ اس لکیر کے اندر میرے پاس آئے۔ آپ نے میرے زانوں کو تکیہ بنایا اور سو گئے۔ نبی اکرم ﷺ جب سوتے تھے' تو آپ خراٹے لیا کرتے تھے۔ اسی دوران جب میں بیٹھا ہوا تھا اور نبی اکرم ﷺ میرے زانوں پر سر رکھ کر سو رہے تھے' تو وہاں کچھ لوگ آئے' جنہوں نے سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ ان لوگوں کے حسن و جمال کے بارے میں اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ وہ لوگ میرے پاس آئے' پھر ایک جماعت نبی اکرم ﷺ کے سرہانے کی طرف بیٹھ گئی اور دوسری جماعت آپ کے پاؤں کی طرف بیٹھ گئی' پھر انہوں نے ایک دوسرے سے یہ کہا: ہم نے ایسا کوئی بندہ نہیں دیکھا جسے وہ کچھ عطا کیا گیا جو ان نبی کو عطا کیا گیا ہے۔ ان کی دونوں آنکھیں سو رہی ہوتی ہیں' لیکن ان کا ذہن بیدار ہوتا ہے۔ تم ان کے لیے مثال بیان کرو۔ ان کی مثال اس سردار کی طرح ہے' جو ایک محل بناتا ہے' پھر اس میں دسترخوان رکھواتا ہے' اور لوگوں کو کھانے اور پینے کی دعوت دیتا ہے' تو جو شخص اس دعوت کو قبول کرلے گا وہ کھانے کو کھالے گا' اور اس مشروب کو پی لے گا' اور جو اس دعوت کو قبول نہیں کرے گا' وہ سردار اس پر ناراض ہوگا (راوی کو شک ہے' یا شاید یہ الفاظ ہیں) اسے سزا دے گا پھر وہ لوگ اٹھ کر چلے گئے' تو نبی اکرم ﷺ بیدار ہوگئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: کیا تم نے سنا؟ جو ان لوگوں نے کہا: کیا تم جانتے ہو یہ کون لوگ تھے؟ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ فرشتے تھے کیا تم جانتے ہو کہ انہوں نے جو مثال بیان کی تھی اس سے مراد کیا ہے؟ میں نے عرض کی: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: انہوں نے جو مثال بیان کی تھی' اس کا مفہوم یہ ہے: رحمٰن نے جنت بنائی اور اپنے بندوں کو اس کی طرف دعوت دی۔ تو جو شخص اس کی دعوت کو قبول کرلے گا وہ جنت میں داخل ہوگا' اور جو اس کی دعوت کو قبول نہیں کرے گا' رحمٰن اس کو سزا دے گا۔ (راوی کو شک ہے' یا شاید یہ الفاظ ہیں) اسے عذاب دے گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے' اور یہ اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

ابوتمیمہ نامی راوی ہجیمی ہیں اور ان کا نام طریف بن مجالد ہے۔

ابوعثمان نہدی نامی راوی کا نام عبدالرحمٰن بن مل ہے۔

سلیمان تیمی نامی راوی سے اس رایت کو معتمر نے نقل کیا ہے' یہ راوی سلیمان بن ترخان ہے۔ یہ ''تیمی'' نہیں ہیں۔ یہ صاحب بنوتمیم کے ہاں پڑاؤ کیا کرتے تھے' اور ان سے منسوب ہوگئے۔

علی (بن مدینی) فرماتے ہیں: یحییٰ بن سعید نے یہ بات بیان کی ہے۔ میں نے سلیمان تیمی سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا اور کوئی نہیں دیکھا۔

شرح

مفہوم احادیث:

پہلی حدیث باب میں زبان نبوت سے اللہ تعالیٰ نے یہ مثال بیان فرمائی گئی کہ ہے یعنی حدیث قدسی ہے کہ ایک سیدھا راستہ منزل کی طرف جاتا ہے جس کے دونوں اطراف میں دیواریں ہیں جن میں کھلے ہوئے دروازے ہیں اور ان پر منقش پردے لٹک رہے ہوں۔ سیدھا راستہ سے مراد ''اسلام'' ہے، اس کی دیواروں سے مراد حدود خداوندی ہیں، دروازوں سے مراد گمراہی کے راستے ہیں جن کے ذریعے لوگ بے راہ روی کا شکار ہو جاتے ہیں اور منقش پردوں سے مراد خواہشات نفسانی ہیں جن کی تکمیل میں انسان گمراہ ہو جاتا ہے۔ مسلمان اس راستہ میں قدم رکھتا ہے۔ راستہ کے شروع میں ایک ناصح شخص اس کی راہنمائی کرتا ہے کہ یہ راستہ بالکل سیدھا طے کرتے جائیں، دائیں یا بائیں کھلنے والے کسی دروازے کی طرف ہرگز نہ جائیں، پردہ اٹھانے کی کوشش نہ کریں ورنہ گمراہی کا شکار ہو جاؤ گے۔ یہ ناصح قرآن کریم ہے۔ اس راستہ کی دوسری جانب بھی ایک ناصح آدمی موجود ہے، جو آنے والے کو پکارتا ہے کہ دیواروں سے باہر کھلنے والے دروازوں سے باہر جھانکنے کی ہرگز کوشش نہ کریں بلکہ سیدھے چلے آؤ۔ اس ناصح شخص سے مراد مسلمان کا ضمیر ہے۔ جب مسلمان حفاظت و امن کے ساتھ اس راستہ کو عبور کر لیتا ہے تو جنت کے علاقہ کا آغاز ہو جاتا ہے اور وہ اپنی منزل مقصود میں رسائی حاصل کر لیتا ہے۔

دوسری حدیث باب میں بادشاہ سے مراد ذات باری تعالیٰ ہے، محل سے مراد کھلی حویلی ہے اور دوسرے محل سے مراد اندرخانہ کا محل ہے جس میں انواع و اقسام کے کھانوں کا دسترخوان سجایا گیا ہو۔ سلطان کے قاصد سے مراد ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ آپ باذن الٰہی لوگوں کو کھانے کی دعوت دیتے ہیں، جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو قبول کرتا ہوا دائرہ اسلام میں داخل ہوگا۔ وہ جنت میں داخل ہو کر اس کی نعمتوں سے مستفید و مستفیض ہوگا۔

تیسری حدیث باب میں مثال کے ذریعے یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ پروردگار عالم نے جنت تخلیق فرمائی اور اپنے بندوں کو دعوت دی، جو قبول اسلام کی صورت میں لبیک کہے گا۔ وہ اس میں داخل ہو کر اس کی نعمتوں سے استفادہ کر سکے گا۔ اس کے برعکس جو شخص اس دعوت کو مسترد کرے گا، وہ نہ صرف جنت کی نعمتوں سے محروم رہے گا بلکہ عذاب الٰہی کا حقدار قرار پائے گا۔

سوال: سمعت اذنك و اعقل عقل قلبك کے الفاظ مشہور روایت فنامت عيناى سے متعارض ہیں؟

جواب: دونوں روایات قریب المفہوم ہیں، کیونکہ زیر بحث حدیث کا مطلب ہے کہ آپ توجہ اور غور و خوض سے سماعت فرمائیں تا کہ اصل مضمون بلا تکلف ذہن نشین ہو سکے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ سوتی ہے لیکن دل بیدار رہتا ہے۔

سوال: حدیث باب کی سند میں سلیمان التیمی راوی کا ذکر نہ ہونے کے باوجود امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کا تعارف کیوں کروایا ہے؟

جواب: خواہ ہمارے (برصغیر کے) نسخوں میں جامع ترمذی کی سند میں ان کا ذکر موجود نہیں ہے مگر مصری نسخہ کی سند میں اس راوی کا ذکر موجود ہے جس وجہ سے حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کا تعارف کروایا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ مَثَلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاَنْبِيَاءِ قَبْلَهُ

باب 2: نبی اکرم ﷺ اور دیگر انبیاء کی مثال

2789 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنِ سِنَانٍ حَدَّثَنَا سَلِيْمُ بْنُ حَيَّانَ بَصْرِيٌّ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مِيْنَاءَ عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اِنَّمَا مَثَلِيْ وَمَثَلُ الْاَنْبِيَاءِ قَبْلِيْ كَرَجُلٍ بَنٰى دَارًا فَاَكْمَلَهَا وَاَحْسَنَهَا اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَدْخُلُوْنَهَا وَيَتَعَجَّبُوْنَ مِنْهَا وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَا مَوْضِعُ اللَّبِنَةِ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَّاَبِيْ هُرَيْرَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میری اور دیگر انبیاء کی مثال اس شخص کی طرح ہے' جو گھر بناتا ہے اسے مکمل کر لیتا ہے' اور آراستہ کرتا ہے۔ صرف ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دیتا ہے۔ لوگ اس گھر میں داخل ہوتے ہیں۔ اس سے متاثر ہوتے ہیں اور یہ کہتے ہیں: اس اینٹ کی جگہ کو کیوں خالی رکھا گیا ہے۔

اس بارے میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے' اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

شرح

مثال کے ذریعے مسئلہ ختم نبوت کی وضاحت:

حدیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک خوبصورت محل کی تکمیل کے لیے جس طرح خالی جگہ میں آخری اینٹ کا لگانا ضروری ہے، اسی طرح قصر نبوت کی تکمیل کے لیے آخری اینٹ یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت بھی ضروری تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قصر نبوت ہر اعتبار سے مکمل ہو گیا اور نیا نبی پیدا ہونا محال ہے، کیونکہ آپ آخری نبی ہیں جبکہ آپ کے بعد نیا نبی نہیں آسکتا۔ قرآن وسنت میں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔

علاوہ ازیں حدیث باب میں دیگر انبیاء علیہم السلام سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ مبداء خلق ہونے کے باوجود آپ کے سر پر ختم نبوت کا تاج سجایا گیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَوْ كَانَ بَعْدِيْ نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرَ۔ یعنی میرے بعد سلسلہ نبوت جاری رہتا تو عمر نبی ہوتے۔

2789- اخرجه البخاري (٦/٦٤٥): كتاب المناقب: باب: خاتم النبي صلى الله عليه وسلم، حديث (٣٥٣٤)، و مسلم (٤/١٧٩١): كتاب الفضائل: باب: ذكر كونه صلى الله عليه وسلم خاتم النبين، حديث (٢٢٨٧/٢٣)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پُر ملال کے فوراً بعد مسیلمہ کذاب نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا۔ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کی سرکوبی کے لیے لشکر روانہ فرمایا، جس نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ بعدازاں ہر دور میں جھوٹی نبوت کے مدعی پیدا ہوتے رہے اور اہل ایمان انہیں واصل جہنم کرتے رہے۔ انگریز دور میں برصغیر (ہندوستان) کے مشہور قصبہ ''قادیان'' میں بھی مرزا غلام احمد قادیانی نامی شخص نے متنبی عصر ہونے کا دعویٰ کیا، حکومت وقت نے اس کی خوب سرپرستی کی اور اسے ہر ممکن سہولیات فراہم کیں۔ علماء و مشائخ نے اس کا خوب تعاقب کیا، مناظرہ اور تحریری میدان میں اس کا مقابلہ کیا۔ وہ علماء و مشائخ جنہوں نے مناظرہ اور مباہلہ کا اسے چیلنج کیا ان میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری بریلوی، حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری اور حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمہم اللہ تعالیٰ کے اسماء گرامی نمایاں ہیں۔

۱۹۰۸ء میں مرزا غلام احمد قادیانی لیٹرین میں گر کر واصل جہنم ہوا۔ اس کے متبعین کی شیطانی جماعت تیار ہو چکی تھی، جنہوں نے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش جاری رکھی۔ علماء و مشائخ اہل سنت نے بھی مسلسل ان کا مقابلہ جاری رکھا۔ اسی کشمکش میں نوے سال کا عرصہ بیت گیا۔ بالآخر ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کا وہ تاریخی دن بھی آ گیا جس میں قومی اسمبلی میں قائد اہل سنت حضرت امام شاہ احمد نورانی صدیقی رحمہ اللہ تعالیٰ (سربراہ جمعیت علماء پاکستان و چیئرمین ورلڈ اسلامک مشن) کی قرارداد کے نتیجہ میں حکومت پاکستان کی طرف سے قادیانوں کو قانونی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ بعدازاں دیگر اسلامی ممالک نے بھی انہیں سرکاری طور پر غیر مسلم قرار دیا۔ اس طرح نوے سالہ ''قادیانی مسئلہ'' حضرت امام نورانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کاوش سے حل ہوا۔

سوال: حدیث مذکور میں مشبہ واحد ہے جبکہ مشبہ بہ جمع ہے تو اس طرح تشبیہ درست نہیں ہو سکتی؟

جواب: (۱) لفظ ''انبیاء'' کو واحد کے قائم مقام قرار دیا گیا ہے۔

(۲) یہاں تشبیہ حقیقی نہیں بلکہ تشبیہ تمثیلی مراد ہے۔

(۳) جمع سے اذوات مراد نہیں، بلکہ صفات مراد ہیں یعنی نبوت و رسالت۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ مَثَلِ الصَّلٰوةِ وَالصِّيَامِ وَالصَّدَقَةِ

باب 3: نماز، روزے اور صدقے کی مثال

2790 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا مُوْسٰى بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا اَبَانُ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ زَيْدِ ابْنِ سَلَّامٍ اَنَّ اَبَا سَلَّامٍ حَدَّثَهُ اَنَّ الْحَارِثَ الْاَشْعَرِيَّ حَدَّثَهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَ يَحْيَى بْنَ زَكَرِيَّا بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ اَنْ يَّعْمَلَ بِهَا وَيَاْمُرَ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ اَنْ يَّعْمَلُوْا بِهَا وَاِنَّهُ كَادَ اَنْ يُّبْطِئَ بِهَا فَقَالَ عِيْسٰى اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَكَ بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ لِتَعْمَلَ بِهَا وَتَاْمُرَ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ اَنْ يَّعْمَلُوْا

2790۔ اخرجه (ابن خزيمة) (۲٤٤/۱)، حديث (٤٨٣)، (٦٣/٢)، حديث (٩٣٠)، (١٩٥/٣)، حديث (١٨٩٥)، و احمد (١٣٠/٤، ٢٠٢)

بِهَا فَإِمَّا أَنْ تَأْمُرَهُمْ وَإِمَّا أَنْ آمُرَهُمْ فَقَالَ يَحْيَى أَخْشَى إِنْ سَبَقْتَنِي بِهَا أَنْ يُخْسَفَ بِي أَوْ أُعَذَّبَ فَجَمَعَ النَّاسَ فِي بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَامْتَلَأَ الْمَسْجِدُ وَتَعَدَّوْا عَلَى الشُّرَفِ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ أَنْ أَعْمَلَ بِهِنَّ وَآمُرَكُمْ أَنْ تَعْمَلُوا بِهِنَّ أَوَّلُهُنَّ أَنْ تَعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَإِنَّ مَثَلَ مَنْ أَشْرَكَ بِاللَّهِ كَمَثَلِ رَجُلٍ اشْتَرَى عَبْدًا مِنْ خَالِصِ مَالِهِ بِذَهَبٍ أَوْ وَرِقٍ فَقَالَ هَذِهِ دَارِي وَهَذَا عَمَلِي فَاعْمَلْ وَأَدِّ إِلَيَّ فَكَانَ يَعْمَلُ وَيُؤَدِّي إِلَى غَيْرِ سَيِّدِهِ فَأَيُّكُمْ يَرْضَى أَنْ يَكُونَ عَبْدُهُ كَذَلِكَ وَإِنَّ اللَّهَ أَمَرَكُمْ بِالصَّلَاةِ فَإِذَا صَلَّيْتُمْ فَلَا تَلْتَفِتُوا فَإِنَّ اللَّهَ يَنْصِبُ وَجْهَهُ لِوَجْهِ عَبْدِهِ فِي صَلَاتِهِ مَا لَمْ يَلْتَفِتْ وَآمُرُكُمْ بِالصِّيَامِ فَإِنَّ مَثَلَ ذَلِكَ كَمَثَلِ رَجُلٍ فِي عِصَابَةٍ مَعَهُ صُرَّةٌ فِيهَا مِسْكٌ فَكُلُّهُمْ يَعْجَبُ أَوْ يُعْجِبُهُ رِيحُهَا وَإِنَّ رِيحَ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ وَآمُرُكُمْ بِالصَّدَقَةِ فَإِنَّ مَثَلَ ذَلِكَ كَمَثَلِ رَجُلٍ أَسَرَهُ الْعَدُوُّ فَأَوْثَقُوا يَدَهُ إِلَى عُنُقِهِ وَقَدَّمُوهُ لِيَضْرِبُوا عُنُقَهُ فَقَالَ أَنَا أَفْدِيهِ مِنْكُمْ بِالْقَلِيلِ وَالْكَثِيرِ فَفَدَى نَفْسَهُ مِنْهُمْ وَآمُرُكُمْ أَنْ تَذْكُرُوا اللَّهَ فَإِنَّ مَثَلَ ذَلِكَ كَمَثَلِ رَجُلٍ خَرَجَ الْعَدُوُّ فِي أَثَرِهِ سِرَاعًا حَتَّى إِذَا أَتَى عَلَى حِصْنٍ حَصِينٍ فَأَحْرَزَ نَفْسَهُ مِنْهُمْ كَذَلِكَ الْعَبْدُ لَا يُحْرِزُ نَفْسَهُ مِنَ الشَّيْطَانِ إِلَّا بِذِكْرِ اللَّهِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا آمُرُكُمْ بِخَمْسٍ اللَّهُ أَمَرَنِي بِهِنَّ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ وَالْجِهَادُ وَالْهِجْرَةُ وَالْجَمَاعَةُ فَإِنَّهُ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ قِيدَ شِبْرٍ فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهِ إِلَّا أَنْ يَرْجِعَ وَمَنِ ادَّعَى دَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ فَإِنَّهُ مِنْ جُثَا جَهَنَّمَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَإِنْ صَلَّى وَصَامَ قَالَ وَإِنْ صَلَّى وَصَامَ فَادْعُوا بِدَعْوَى اللَّهِ الَّذِي سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ الْمُؤْمِنِينَ عِبَادَ اللَّهِ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

قولِ امام بخاری: قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَعِيلَ الْحَارِثُ الْأَشْعَرِيُّ لَهُ صُحْبَةٌ وَلَهُ غَيْرُ هَذَا الْحَدِيثِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا أَبَانُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ سَلَّامٍ عَنْ أَبِي سَلَّامٍ عَنِ الْحَارِثِ الْأَشْعَرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

توضیح راوی: وَأَبُو سَلَّامٍ الْحَبَشِيُّ اسْمُهُ مَمْطُورٌ وَقَدْ رَوَاهُ عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ

◆◆ حضرت حارث اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو پانچ چیزوں کا حکم دیا کہ وہ خود ان پر عمل کریں اور بنواسرائیل کو یہ ہدایت کریں کہ وہ بھی ان پر عمل کریں۔ انہوں نے ایسا کرنے میں کچھ تاخیر کی تو حضرت عیسیٰ نے یہ کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانچ چیزوں کا حکم دیا ہے: آپ خود بھی ان پر عمل کریں اور بنواسرائیل کو بھی اس کا حکم دیں کہ وہ اس پر عمل کریں یا تو آپ ان کو حکم دے دیں ورنہ میں انہیں یہ حکم دیتا ہوں تو حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام نے یہ فرمایا: مجھے یہ اندیشہ ہے: اگر آپ نے مجھ سے پہلے ایسا کر دیا تو مجھے زمین میں دھنسا دیا جائے گا (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) مجھے عذاب دیا جائے گا پھر انہوں نے بیت المقدس میں لوگوں کو جمع کیا وہ بھر گیا اور لوگ اس

کے کناروں تک بیٹھ گئے۔ انہوں نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے پانچ چیزوں کا حکم دیا ہے۔ میں خود بھی ان پر عمل کروں اور تم لوگوں کو بھی یہ ہدایت کروں کہ تم ان پر عمل کرو۔ ان میں سب سے پہلی بات یہ ہے: تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ، وہ شخص جو کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرائے' اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے' جو خالص اپنے مال میں سے سونے یا چاندی کے عوض میں ایک غلام خریدتا ہے' اور یہ کہتا ہے: یہ میرا گھر ہے' اور یہ میرا کام ہے تم یہ کام کرو اور اس کا منافع مجھے ادا کرو' تو وہ غلام کام کرنے کے بعد اس کا منافع اپنے آقا کی بجائے کسی اور کو ادا کرتا ہے' تو تم بتاؤ کون شخص اس بات پر راضی ہوگا کہ اس کا غلام اس طرح کا ہو؟

اللہ تعالیٰ تمہیں نماز ادا کرنے کا حکم دیتا ہے جب تم نماز ادا کرو' تو اِدھر اُدھر منہ نہ کرو' کیونکہ جب بندہ نماز پڑھ رہا ہوتا ہے' تو اللہ تعالیٰ بندے کے مدمقابل ہوتا ہے' جب تک وہ اِدھر اُدھر توجہ نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ نے تمہیں روزے رکھنے کا حکم دیا ہے۔ اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے' جو کچھ دوسرے لوگوں کے ہمراہ ہو اس شخص کے پاس ایک تھیلی ہو جس میں مشک موجود ہو جس کی خوشبو ہر کسی کو اچھی لگتی ہے۔ (راوی کو شک ہے' یا شاید یہ الفاظ ہیں) اسے اچھی لگتی ہے۔ روزہ دار شخص کی بُو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تمہیں صدقہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے' جسے دشمن قید کر لیتا ہے۔ اس کے ہاتھ، گردن پر باندھ دیتا ہے' اور اس کی گردن اڑانے کے لیے اسے لے کر جاتا ہے۔ وہ شخص یہ کہتا ہے: تھوڑا یا زیادہ جو کچھ بھی میرے پاس ہے وہ میں تمہیں فدیے کے طور پر دیتا ہوں' تو وہ اپنا فدیہ ادا کر کے (خود کو ان سے چھڑوا لیتا ہے)

اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ حکم دیا ہے: تم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو! اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے: جس کے پیچھے دشمن لگا ہوا ہے۔ وہ تیز رفتاری سے جاتے ہوئے ایک ٹیلے تک پہنچ جاتا ہے' اور اس میں داخل ہو کر اپنے آپ کو ان سے بچا لیتا ہے' اسی طرح بندہ اپنے آپ کو شیطان سے اسی وقت بچا سکتا ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے۔

نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: میں تم لوگوں کو پانچ چیزوں کا حکم دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کا حکم دیا ہے۔ (حاکم وقت کی) اطاعت و فرمانبرداری کرنا، جہاد کرنا، ہجرت کرنا اور (مسلمانوں کی) جماعت کے ساتھ رہنا' کیونکہ جو شخص جماعت بالشت بھر الگ ہوگا وہ اپنی گردن سے اسلام کے پٹے کو اتار دے گا تاوقتیکہ وہ اس میں واپس آ جائے اور جو شخص زمانہ جاہلیت کی طرح دعویٰ کرے گا' تو وہ جہنم کا ایندھن ہوگا۔

ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! اگر چہ وہ نماز پڑھتا ہو' اور روزے رکھتا ہو؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر چہ وہ نماز پڑھتا ہو۔ روزے رکھتا ہے تم وہ والا دعویٰ کرو! جو اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام رکھا ہے۔ یعنی مسلمان' مؤمن' اللہ تعالیٰ کے بندے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت حارث اشعری رضی اللہ عنہ کو صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے اور ان سے دیگر روایات بھی منقول ہیں۔

حضرت حارث اشعری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

ابوسلام نامی راوی کا نام ''ممطور'' ہے۔

اس روایت کو علی بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے یحییٰ بن ابوکثیر کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

شرح

بنی اسرائیل کو پانچ امور کا حکم:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے ذریعے بنی اسرائیل کو پانچ امور کا خصوصیت سے حکم دیا گیا تھا جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) محض اللہ تعالیٰ کی عبادت و ریاضت کرنا، تاکہ مقصد تخلیق انسان حاصل ہو سکے اس کے ساتھ کسی کو شریک بنانے سے اجتناب کرنا، کیونکہ یہ ایسا گناہ ہے جسے اللہ تعالیٰ کبھی معاف نہیں کرے گا۔

(۲) نماز نہایت حضور قلب اور انہماک کے ساتھ ادا کرنا یعنی نماز ادا کرنے کی کیفیت یہ ہونی چاہیے کہ گویا نمازی اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے یا کم از کم یہ درجہ ہونا چاہیے اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔ اس حالت میں نمازی اپنی توجہ اور چہرہ ہرگز دوسری جانب نہیں پھیر سکتا۔ نماز تمام عبادات کی ماں ہے، جو تمام امتوں پر فرض کی گئی تھی۔

(۳) باقاعدگی سے روزے رکھنا، روزہ بندے اور اللہ تعالیٰ کے مابین راز ہے جس میں ریاکاری کا شبہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے ہاں عطر اور کستوری سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔ یہ خوشبو مسواک وغیرہ سے زائل نہیں ہو سکتی۔

(۴) صدقہ و خیرات کرنا، کیونکہ اس سے ایک طرف رضا الٰہی حاصل ہوتی ہے اور دوسری طرف لوگوں کی محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اس سے دنیا سے نفرت اور آخرت کی طرف میلان میں اضافہ ہوتا ہے۔

(۵) یاد الٰہی میں مصروف ہونا، کیونکہ ذکر خداوندی کی برکت سے مسلمان شیطانی وساوس اور حملوں سے محفوظ رہتا ہے۔ علاوہ ازیں اس سے اطمینان قلب اور سکون کی دولت میسر آتی ہے۔

امت محمدیہ کو پانچ امور کا حکم:

خاتم الانبیاء، امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت سے بے پناہ محبت تھی۔ آپ اپنی پیدائش کے وقت اس کی مغفرت کے طالب رہے، معراج کے موقع پر اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے دوران بھی اس کی بخشش کی التجاء کرتے رہے اور تا حیات اس کی بہتری و آخرت میں کامیابی کے متمنی رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی امت کو پانچ امور کا خصوصیت سے حکم دیا، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) امیر کی بات کو توجہ سے سننا: اس لیے کہ اسے نیابت الٰہی اور نیابت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ اگر اس کی گفتگو یا حکم کو توجہ سے سنا جائے گا تو اسے عملی جامہ پہنانے کا جذبہ بھی موجزن ہوگا، جو ضروری و واجب ہوتا ہے۔

(۲) اطاعت امیر: چونکہ امیر اللہ تعالیٰ کی زمین پر اللہ کا نائب ہوتا ہے، وہ جب تک اس کے احکام کے مطابق چلے تو اس کی اطاعت واجب و ضروری ہے۔ اس کی نافرمانی اور اس کے خلاف بغاوت کرنا حرام ہے۔

(۳) جہاد کرنا: لفظ ''جہاد'' جہد سے بنا ہے' جس کا مطلب ہے: کوشش کرنا۔ اصطلاحی معنی ہے: اسلام کی ترقی اور اعلاء کلمۃ الحق کے لیے کوشش کرنا۔ سلطان جابر کے سامنے کلمہ حق کہنے کو بھی جہاد سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ وطن عزیز کے دفاع، اس کی سرحدوں کے تحفظ اور جان و مال کی حفاظت کے لیے دشمن کا مقابلہ کرنے کو جہاد کہا جاتا ہے۔ جب مجاہد اپنے گھر سے دشمن کا مقابلہ کرنے اور اس کا دفاع کرنے کے لیے روانہ ہوتا ہے' تو اس کا سفر جنت کا سفر بن جاتا ہے۔ مجاہد کو شہادت کے وقت کانٹا چبھنے کے برابر بھی تکلیف نہیں ہوتی اور اسے بغیر حساب کے جنت میں داخل کر دیا جاتا ہے۔ شہید کو بوقت شہادت زیارت باری تعالیٰ کا اعزاز حاصل ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جسم کے ٹکڑے ہونے کے باوجود اسے تکلیف نہیں ہوتی۔

جہاد کی مشہور تین اقسام ہیں جو درج ذیل ہیں:

(الف) جہاد بالمال: مجاہدین کو سواری، اسلحہ اور خورد و نوش کی اشیاء فراہم کرنے کو ''جہاد بالمال'' کہا جاتا ہے۔ جہاد بالمال کی بھی بڑی اہمیت اور فضیلت ہے کہ اسے بھی جہاد میں حصہ لینے والے کے برابر ثواب عطا کیا جاتا ہے۔

(ب) جہاد بالقلم: مسلمانوں کو تحریر کے ذریعے جہاد کے لیے تیار کرنے کو ''جہاد بالقلم'' کہا جاتا ہے۔ اس کی اہمیت بھی مسلمہ ہے' جس سے کوئی باشعور شخص انکار نہیں کر سکتا۔

(ج) جہاد بالنفس: اپنے نفس اور شیطان کے خلاف ''جہاد'' کو ''جہاد بالنفس'' کہا جاتا ہے، جس کی اہمیت پہلی دونوں اقسام سے زیادہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ سے واپس تشریف لا رہے تھے تو آپ نے فرمایا: رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ (اَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ) یعنی ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹے ہیں''۔ یہاں جہاد اکبر سے مراد نفس کے خلاف جہاد ہے۔

(۴) ہجرت کرنا: زمین کے کسی خطہ یا ملک میں کفر کا غلبہ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کو اسلامی احکام پر عمل کرنے میں دشواری پیش آتی ہو یا دشمن کی طرف سے مکمل پابندی عائد کی گئی ہو' تو وہاں سے دوسرے ملک یا دوسرے خطہ کی طرف سفر کر جانے کو ''ہجرت'' کہا جاتا ہے۔ ہجرت کرنے والے کو مہاجر کہا جاتا ہے اور یہ ہجرت تا قیامت جاری رہے گی۔ ہجرت سنت انبیاء علیہم السلام ہے۔

ہجرت کی فضیلت و اہمیت قرآن و حدیث میں بیان کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں چند آیات درج ذیل ہیں:

(۱) اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (البقرہ:۲۱۸)

''بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے، انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اس کی رحمت کی امید کرتے ہوئے جہاد کیا تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے''۔

(ii) وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ

''اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کے ارادہ سے اپنے گھر سے نکلا پھر اسے موت نے آلیا تو اس کا ثواب اللہ کے پاس ہے۔

(iii) اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ط وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ○ (التوبہ:۲۰)

''بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے، انہوں نے ہجرت کی اور انہوں نے اپنے اموال ونفوس کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا تو ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس اجر عظیم ہے اور وہی لوگ کامیاب ہیں''۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(iv) الهجرة تهدم ما كان قبلها

''ہجرت سابقہ گناہوں کو مٹا دیتی ہے''۔

مذکورہ بالا دلائل ونصوص سے ہجرت کی فضیلت عیاں ہو جاتی ہے۔

(۵) مسلمانوں کی جماعت سے وابستہ رہنا: مسلمانوں کو باہم ایک دیوار کی طرح متحد ومتفق ہونا چاہیے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

''اور (اے مسلمانو! تم) اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور فرقوں میں نہ بٹو''۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ

''تم بڑی جماعت سے وابستہ رہو'': ایک حدیث کے الفاظ ہیں:

مَنْ شَذَّ شَذَّ فِي النَّارِ

''جو شخص جماعت سے الگ ہوا وہ جہنم میں ڈالا گیا''۔

جماعت مسلمین سے الگ ہونے والا شخص خواہ صوم وصلوٰۃ کا پابند اور صاحب تقویٰ وصالح کیوں نہ ہو، وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے نہیں بچ سکے گا، کیونکہ اسے جہنم کا ایندھن بننا پڑے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِی مَثَلِ الْمُؤْمِنِ الْقَارِئَ لِلْقُرْاٰنِ وَغَیْرِ الْقَارِئَ

باب 4: قرآن پاک پڑھنے والے اور قرآن پاک نہ پڑھنے والے مؤمن کی مثال

2791 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ یَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ كَمَثَلِ الْاُتْرُنْجَةِ رِیْحُهَا طَیِّبٌ وَّطَعْمُهَا طَیِّبٌ وَّمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ لَا یَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ كَمَثَلِ التَّمْرَةِ لَا رِیْحَ لَهَا وَطَعْمُهَا حُلْوٌ وَّمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِیْ یَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ كَمَثَلِ الرَّیْحَانَةِ رِیْحُهَا طَیِّبٌ وَّطَعْمُهَا مُرٌّ وَّمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِیْ لَا یَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ رِیْحُهَا مُرٌّ وَّطَعْمُهَا مُرٌّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

وَقَدْ رَوَاهُ شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ اَیْضًا

◆◆ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: وہ مؤمن جو قرآن پاک پڑھتا ہے اُس کی مثال اس ناشپاتی کی طرح ہے جس کی خوشبو بھی اچھی ہوتی ہے اور ذائقہ بھی پاکیزہ ہوتا ہے اور جو مؤمن قرآن پاک نہیں پڑھتا اس کی مثال کھجور کی طرح ہے جس کی خوشبو نہیں ہوتی لیکن ذائقہ میٹھا ہوتا ہے اور جو منافق قرآن پاک پڑھتا ہے اس کی مثال ریحانہ نامی پھل کی طرح ہے جس کی خوشبو اچھی ہوتی ہے لیکن ذائقہ کڑوا ہوتا ہے اور جو منافق قرآن پاک نہیں پڑھتا۔ اس کی مثال حنظلہ نامی پھل (یا بوٹی) کی طرح ہے جس کی خوشبو بھی بری ہوتی ہے اور ذائقہ بھی کڑوا ہوتا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شعبہ نے بھی اسے قتادہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

2792 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ الْخَلَّالُ وَغَیْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الزَّرْعِ لَا تَزَالُ الرِّیَاحُ تُفَیِّئُهُ وَلَا یَزَالُ الْمُؤْمِنُ یُصِیْبُهُ بَلَاءٌ وَّمَثَلُ

2791ـ اخرجه البخاری (۶۸۳/۸): كتاب فضائل القرآن: باب: فضل القرآن علی سائر الكلام، حديث (۵۰۲۰)، (۴۶۶/۹): كتاب الاطعمة: باب: ذكر الطعام، (۵۴۵/۱۳): كتاب التوحيد: باب: قراءة الفاجر و المنافق القران و اصواتهم و تلاوتهم لا تجاوز حناجرهم، حديث (۷۵۶۰)، و مسلم (۱۳۸/۳ ـ الابی): كتاب صلاة المسافرين و قصرها: باب: فضيلة حفاظ القرآن، حديث (۷۹۷/۲۴۳)، و ابوداؤد (۶۷۵/۲): كتاب الادب: باب: من يومر ان يجالس، حديث (۴۸۳۰)، و النسائی (۱۲۴/۸): كتاب الايمان و شرائعه، باب: مثل الذی يقرأ القرآن من مومن و منافق، حديث (۵۰۳۸)، و ابن ماجه (۷۷/۱): كتاب المقدمة، باب: فضل من تعلم القرآن و علمه، حديث (۲۱۴)، و الدارمی (۴۴۲/۲): كتاب فضائل القرآن: باب: مثل المومن الذی يقرأ القرآن، واحمد (۳۹۷/۴، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۸)، وابن حميد ص (۱۹۸)، حديث (۵۶۵).

2792ـ اخرجه مسلم (۲۱۶۳/۴): كتاب صفات المنافقين و احكامهم: باب: مثل المومن كالزرع، و مثل الكافر كشجر الارز، حديث (۲۸۰۹/۵۸)، و احمد (۲۳۴/۱)، (۲۸۳/۲).

الْمُنَافِقِ مَثَلُ شَجَرَةِ الْاَرْزِ لَا تَهْتَزُّ حَتّٰى تُسْتَحْصَدَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: مؤمن کی مثال کھیت کی طرح ہے، جسے ہوا مسلسل جھکاتی رہتی ہے۔ کبھی دائیں طرف کر دیتی ہے۔ کبھی بائیں طرف کر دیتی ہے۔ اسی طرح مؤمن ہمیشہ آزمائش میں مبتلا رہتا ہے اور منافق شخص کی مثال صنوبر کے درخت کی طرح ہے، جو ڈولتا (لہراتا) نہیں ہے، یہاں تک کہ (ایک ہی مرتبہ) اسے جڑ سے اکھاڑ دیا جاتا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2793 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَى الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَّا يَسْقُطُ وَرَقُهَا وَهِيَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ حَدِّثُوْنِيْ مَا هِيَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَوَقَعَ النَّاسُ فِيْ شَجَرِ الْبَوَادِيْ وَوَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ اَنَّهَا النَّخْلَةُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ النَّخْلَةُ فَاسْتَحْيَيْتُ اَنْ اَقُوْلَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَحَدَّثْتُ عُمَرَ بِالَّذِيْ وَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ فَقَالَ لَاَنْ تَكُوْنَ قُلْتَهَا اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ يَّكُوْنَ لِيْ كَذَا وَكَذَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ایک درخت ایسا ہے: موسم خزاں میں بھی اس کے پتے نہیں جھڑتے اور اس کی مثال مؤمن کی طرح ہے، تم مجھے بتاؤ! وہ کون سا درخت ہے؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: لوگ جنگل کے مختلف درختوں کے بارے میں سوچنے لگے۔ میرے ذہن میں آیا: یہ کھجور کا درخت ہوگا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ کھجور کا درخت ہے، تو مجھے اس بات پر حیاء آئی (یعنی میں یہ بات بیان کرتا)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: بعد میں، میں نے یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہی: جو مجھے خیال آیا تھا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم اس وقت یہ بات کہہ دیتے تو یہ میرے نزدیک فلاں، فلاں چیز ملنے سے زیادہ محبوب ہوتا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

2793۔ اخرجه البخاری (۱/۱۷۵): كتاب العلم : باب: قول المحدث حدثنا او اخبرنا۔، حديث (۶۱)، (۱/۱۷۸) نفس الكتاب و الباب حديث (۶۲)، (۱/۲۷۷): كتاب العلم: باب: الحياء في العلم، حديث (۱۳۱)، و مسلم (۴/۲۱۶۴) كتاب صفات المنافقين و احكامهم، باب: مثل المومن مثل النخلة، حديث (۶۳/۲۸۱۱)، و احمد (۲/۶۱، ۱۲۳، ۱۵۷)، والحميدي (۲/۲۹۸)، حديث (۶۷۷)، و ابن حميد ص (۲۵۳)، حديث (۷۹۲).

شرح

احادیث باب کی مثالوں کا خلاصہ:

قرآن کریم کلام الٰہی ہے، جو ظاہر و باطن میں تاثیر رکھتا ہے۔ مومن اگر تلاوت قرآن کا عادی ہوگا تو اس کی مثال سنگترے کی ہے کہ اس کی خوشبو اچھی ہوتی ہے اور ذائقہ بھی شیریں ہوتا ہے۔ جو مسلمان تلاوت قرآن کا عادی نہیں ہے اس کی مثال کھجور کی ہے' جس کے خوشبو تو نہیں ہوتی لیکن اس کے اندر مٹھاس و لذت ضروری ہوتی ہے۔ منافق حقیقی اگر تلاوت قرآن کا عادی نہیں ہے' تو اس کی مثال حنظلہ (اندرائن) کی ہے، جس کے ظاہر و باطن میں کوئی تاثیر نہیں ہوتی۔ اگر منافق غیر حقیقی ہو کہ وہ زبان سے تلاوت قرآن کرتا ہے لیکن دل سے نہیں، اس کی مثال خوشبودار پھل کی ہے' جس کی خوشبو تو ہوتی ہے مگر بدذائقہ ہوتا ہے۔

دوسری حدیث باب میں مومن کی مثال کھیتی سے بیان کی گئی ہے مثلاً گندم کا کھیت ہے' تو ہوا چلنے سے گندم کی فصل مخالف سمت میں جھک کر زمین کے ساتھ لگ جاتی ہے اور چاروں طرف سے چلنے والی ہوا کا یہی نتیجہ ہوتا ہے مگر جڑوں سے اکھڑتی نہیں ہے۔ مومن کو بھی زندگی میں کئی نشیب و فراز سے دوچار ہونا پڑتا ہے، کبھی اسے فرحت و مسرت حاصل ہوتی ہے اور کبھی پریشانی کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ منافق کی مثال صنوبر و سرو کے درخت کی ہے کہ ہوا چلنے سے وہ جھکتا نہیں ہے مگر زیادہ آندھی چلنے کی وجہ سے جھکنے کے بجائے جڑ سے اکھڑ کر اپنا وجود ختم کر دیتا ہے۔ اسی طرح منافق تکبر و غرور کا ایسا مجسمہ ہوتا ہے کہ اس میں لچک نہیں ہوتی کہ وہ باطل کو ترک کرے اور حق کو قبول کرلے مگر وہ جان سے مر جاتا ہے۔

تیسری حدیث باب میں یہ مثال بیان کی گئی ہے کہ ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کھجور کا گوند تناول کر رہے تھے کہ اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا: درختوں میں سے ایک درخت ایسا ہے کہ مومن کی طرح اس کا ہر جز مفید ہے، بتاؤ وہ کون سا درخت ہو سکتا ہے؟ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے علاوہ کسی کے ذہن میں اس کا جواب نہ آیا لیکن وہ بھی اکابر کے احترام کی وجہ سے جواب عرض نہ کر سکے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود جواب دیا: وہ کھجور کا درخت ہے۔

سوال: کھجور کے درخت کے ساتھ مومن کی تشبیہہ دینے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: اس کی کثیر وجوہات ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(۱) جس طرح مومن پانی میں ڈوبنے کے سبب ختم ہو جاتا ہے، اسی طرح کھجور کا درخت بھی زیر آب آنے سے ختم ہو جاتا ہے۔

(۲) انسان عاشق مزاج واقع ہوا ہے، اسی طرح کھجور کے درخت میں بھی عشق موجود ہوتا ہے۔

(۳) جس طرح انسان کا سر کاٹ دیا جائے تو وہ ختم ہو جاتا ہے، اسی طرح کھجور کا درخت اوپر سے کاٹ دیا جائے تو وہ ختم ہو جاتا ہے۔

(۴) کھجور کے درخت سے ایسی بو آتی ہے جیسی مومن کی منی سے آتی ہے۔

(۵) جس طرح مذکر و مؤنث کے ملاپ سے انسانوں میں تناسل کا سلسلہ جاری ہو جاتا ہے اسی طرح کھجور کے درختوں میں تذکیر و تانیث کے ملاپ سے پھل میں اضافہ ہوتا ہے۔

سوال: ایک روایت کے الفاظ ہیں: نهى عن الاغلوطات یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پہیلی بجھوانے سے منع کیا ہے جبکہ آخری حدیث باب سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے، ایسے روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: ایسی پہیلی منع ہے جو غیر مفید ہو اور اس کا مقصد سامع کو حقیر و ذلیل کرنا ہو، اگر پہیلی سے ذہن تیز کرنا یا وہ نافع ہو تو اس کے بجھوانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

آخری حدیث باب سے حاصل ہونے والے مسائل:

آخری حدیث باب سے حاصل ہونے والے چند ایک مسائل درج ذیل ہیں:

(۱) معلم کو چاہیے کہ اپنے تلامذہ کی علمی استعداد کا جائزہ لینے اور ان میں ذوق تحقیق پیدا کرنے کے لیے سوال کرتے رہا کریں۔

(۲) طلباء سے ان کی علمی استعداد سے بڑا سوال نہیں کرنا چاہیے بلکہ سوال ایسا ہونا چاہیے جس کے جواب کا قرینہ بھی موجود ہو۔

(۳) جواب دینے میں طلباء کو خاموشی اختیار نہیں کرنا چاہیے بلکہ جواب دے دینا چاہیے۔ اگر جواب درست ہوا تو طالب علم کی حوصلہ افزائی ہوگی ورنہ اس کی اصلاح کر دی جائے گی۔

(۴) اولاد کی علمی وفنی ترقی کے سبب والدین کو مسرت حاصل ہوتی ہے۔

(۵) جواب دیتے وقت اکابر کے مراتب کو نظر انداز ہرگز نہ کیا جائے بلکہ عاجزی سے جواب عرض کر دیا جائے اور جواب دینے میں سکوت اختیار نہ کیا جائے۔

بَاب مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ

باب 5: پانچ نمازوں کی مثال

2794 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيمَ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَرَاَيْتُمْ لَوْ اَنَّ نَهَرًا بِبَابِ اَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ هَلْ يَبْقَى مِنْ دَرَنِهٖ شَيْءٌ

2794۔ اخرجه البخاری (۱۴/۲): كتاب امواقيت الصلاة: باب: الصلوات: الخمس حديث (۵۲۸)، و مسلم (۲/ ۶۰۶ - الابی): كتاب المساجد و مواضع الصلاة: باب: المشي الى الصلاة تمحى به الخطايا و ترفع به الدرجات، حديث (۶۶۷/۲۸۳)، و النسائی (۱/ ۲۳۰): كتاب الصلاة: باب: فضل الصلوات الخمس، حديث (۴۷۳)، و الدارمی (۱/ ۲۶۷): كتاب الصلاة: باب: فضل الصلوات، و احمد (۲/ ۳۷۹)۔

قَالُوْا لَا يَبْقَى مِنْ دَرَنِهٖ شَىْءٌ قَالَ فَذٰلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ يَمْحُو اللّٰهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا

فی الباب: وَفِى الْبَاب عَنْ جَابِرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ الْقُرَشِىُّ عَنِ ابْنِ الْهَادِ نَحْوَهٗ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: تمہارا کیا خیال ہے اگر کسی شخص کے دروازے پر نہر موجود ہو اور وہ اس سے پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو کیا اس کے جسم پر کوئی میل باقی رہے گا؟ تو لوگوں نے عرض کی: اس کا کوئی میل باقی نہیں رہے گا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: پانچ نمازوں کی مثال بھی اسی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

شرح

پانچ نمازوں کی مثال اور برکات نماز:

حدیث باب میں غیر محسوس چیز (نماز) کی محسوس چیز (غسل) کے ساتھ مثال بیان کی گئی یعنی جس طرح ایک دن میں پانچ بار غسل کرنے والے کے جسم پر میل کچیل باقی نہیں رہتا، اسی طرح باقاعدگی سے پنجگانہ نماز ادا کرنے والے کے ذمہ میں کوئی گناہ باقی نہیں رہتا۔ اس روایت سے مراد ہیں جو چھوٹے چھوٹے دھبوں کی صورت میں ہوتے ہیں جبکہ کبائر بڑے بڑے دھبوں کی شکل میں ہوتے ہیں جو توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے۔ اس کی دلیل یہ مشہور روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسَ مُكَفِّرَاتٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ اِذَا اجْتُنِبَ الْكَبَائِرُ (مشکوٰۃ المصابیح، رقم الحدیث ۵۶۴) پانچوں نمازیں درمیان میں ہونے والے گناہوں کو مٹا دیتی ہیں جب کبائر سے اجتناب کیا جائے''۔ علاوہ ازیں احادیث میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ تک، ایک رمضان المبارک سے لے کر دوسرے رمضان المبارک تک، ایک عمرہ سے لے کر دوسرے عمرہ تک اور ایک حج سے لے کر دوسرے حج تک گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

سوال: یہاں صغیرہ گناہ مراد ہیں یا کبیرہ؟

جواب: علامہ ابن حجر عسقلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہاں مطلق گناہ مراد ہیں جو صغائر اور کبائر دونوں کو شامل ہے یعنی نماز کی برکت سے صغائر اور کبائر دونوں قسم کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں لیکن جمہور فقہاء کا اس بات پر اجماع ہے کہ کبائر توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے جبکہ صغائر اعمال صالحہ یعنی نماز، جمعہ، روزہ، عمرہ اور حج وغیرہ کی برکات سے معاف ہو جاتے ہیں۔

2795 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ يَحْيَى الْأَبَحُّ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ أَنَسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَثَلُ أُمَّتِي مَثَلُ الْمَطَرِ لَا يُدْرى أَوَّلُهُ خَيْرٌ أَمْ اٰخِرُهُ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ عَمَّارٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَابْنِ عُمَرَ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيسٰى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیحِ راوی: قَالَ وَرُوِىَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَهْدِيٍّ أَنَّهُ كَانَ يُثَبِّتُ حَمَّادَ بْنَ يَحْيَى الْأَبَحَّ وَكَانَ يَقُوْلُ هُوَ مِنْ شُيُوخِنَا

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے' جس میں یہ نہیں بتایا جاسکتا کہ اس کا ابتدائی حصہ زیادہ بہتر تھا یا آخری حصہ زیادہ بہتر ہے؟

اس بارے میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے' اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔ عبدالرحمٰن بن مہدی کے بارے میں یہ بات نقل کی گئی ہے: انہوں نے حماد بن یحییٰ الابح کو مستند قرار دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: یہ ہمارے مشائخ میں سے ہیں۔

شرح

امت محمدیہ کی بارش کے ساتھ مثال بیان کرنے کی وجہ:

حدیث باب میں امت محمدیہ کی بارش کے ساتھ مثال بیان کی گئی ہے کہ جس طرح خشک سالی میں بارش کا ہر قطرہ زمین کے لیے مفید و نافع ہوتا ہے، اسی طرح امت محمدیہ کے ہر دور کے لوگ معزز و محترم ہیں۔ تاہم خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم (او کما قال علیہ السلام) (بہترین زمانہ میرا ہے، پھر اس کے بعد آنے والا پھر اس کے بعد آنے والا) کے مطابق صحابہ کرام اور تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ترجیح و فضیلت حاصل ہے۔

پہلی امتوں میں ان کا اول دور افضل ہوا کرتا تھا، کیونکہ بعد والے لوگ اپنی نازل شدہ کتاب میں تبدیلی کر لیتے تھے اور اپنے نبی کی شریعت کا حلیہ تبدیل کر دیتے تھے۔ پھر نیا نبی آتا جو نئی کتاب و شریعت لا کر قوم کی تربیت کرتا تھا لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد نیا نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ آپ کی کتاب میں تبدیلی کرنا ناممکن ہے اور آپ کی شریعت بھی مستقل ہے۔ اس طرح آپ کی امت کا ہر دور بابرکت ہے خواہ وہ اول ہو یا وسط یا آخری ہو لیکن صحابہ کرام امت کے پیشوا اور مقتداء ہیں۔

اس حدیث کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ امت محمدیہ کے آخری دور کے لوگوں کو اس بات کی تشفی دینا مقصود ہے کہ جس طرح قرون اولیٰ کے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دروازے کھلے تھے اسی طرح آخری دور کے لوگوں کے لیے بھی کھلے ہیں'

2795۔ اخرجه احمد (۳/ ۱۳۰، ۱۴۳).

کیونکہ اس امت کے لیے ہر دور میں خیر ہی خیر رکھی گئی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ مَثَلِ ابْنِ اٰدَمَ وَاَجَلِهٖ وَاَمَلِهٖ

باب 6: آدمی، اس کی موت اور اس کی امید کی مثال

2796 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِیْلَ حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ یَحْیٰی حَدَّثَنَا بَشِیْرُ بْنُ الْمُهَاجِرِ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَیْدَةَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا هٰذِهٖ وَمَا هٰذِهٖ وَرَمٰی بِحَصَاتَیْنِ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ هٰذَاكَ الْاَمَلُ وَهٰذَاكَ الْاَجَلُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ عبداللہ بن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: کیا تم یہ جانتے ہو کہ اس کی اور اس کی کیا مثال ہے۔ آپ نے دو کنکریاں پھینک کر یہ بات ارشاد فرمائی۔ لوگوں نے عرض کی: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ امید (زندگی) ہے اور یہ موت ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

شرح

ابن آدم، موت اور امید کی مثال:

حدیث باب میں آدمی کی طویل امید اور قرب موت کی مثال بیان کی گئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی موجودگی میں دو کنکریاں پھینکیں جن میں سے ایک دور جا گری اور ایک قریب ہی گر گئی۔ آپ نے دریافت فرمایا: کیا تم لوگ کنکریوں کے گرنے کے بارے میں جانتے ہو؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا: اس بارے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: دور والی کنکری ابن آدم کی امید ہے اور قریب والی کنکری اس کی موت ہے۔ گویا انسان کی امید طویل ہے جبکہ موت سر پر ہے۔ ایسے حالات میں آدمی کو دنیا طلبی کی امید نہیں رکھنی چاہیے بلکہ آخرت کی فکر دامن گیر ہونا چاہیے۔

سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں

ہمہ وقت موت یاد رکھنے کے فوائد:

ہمہ وقت موت کو یاد رکھنے کے کثیر فوائد ہیں جن میں چند ایک درج ذیل ہیں:

گناہوں سے احتراز کرنا۔

2796۔ تفرد به الترمذی کما جاء فی (التحفة) (۷۸/۲)، حدیث (۱۹۵۰) متفرد به۔

فضولیات ولغویات سے اجتناب کرنا۔

ظلم وزیادتی سے دور رہنا۔

عبادت خداوندی میں مصروف رہنا۔

اللہ تعالیٰ کی یاد اور ذکر خداوندی میں مشغول رہنا۔

اعمال صالحہ میں اضافہ ہونا۔

اعمال سیہ میں کمی آنا۔

2797 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اِنَّمَا اَجَلُكُمْ فِيْمَا خَلَا مِنَ الْاُمَمِ كَمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعَصْرِ اِلٰى مَغَارِبِ الشَّمْسِ وَاِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَمَثَلُ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى كَرَجُلٍ اسْتَعْمَلَ عُمَّالًا فَقَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِيْ اِلٰى نِصْفِ النَّهَارِ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ فَعَمِلَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ فَقَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِيْ مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ اِلٰى صَلَاةِ الْعَصْرِ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ فَعَمِلَتِ النَّصَارٰى عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ اِلٰى مَغَارِبِ الشَّمْسِ عَلٰى قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ فَغَضِبَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ عَمَلًا وَّاَقَلُّ عَطَاءً قَالَ هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ شَيْئًا قَالُوْا لَا قَالَ فَاِنَّهٗ فَضْلِيْ اُوْتِيْهِ مَنْ اَشَاءُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو لوگ تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ ان کے مقابلے میں تمہاری عمر کی مثال اس طرح ہے جیسے عصر سے لے کر سورج غروب ہونے کا وقت ہے۔ تمہاری اور یہودیوں اور عیسائیوں کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو کچھ لوگوں کو مزدور رکھتا ہے اور یہ کہتا ہے: کون شخص دوپہر تک میرے لیے کام کرے گا؟ ایک قیراط کے عوض میں؟ یہودیوں نے ایک قیراط کے عوض میں یہ کام کرلیا' پھر اس شخص نے کہا: دوپہر سے لے کر عصر کی نماز کے وقت تک ایک قیراط کے عوض میں کون میرے لیے کام کرے گا؟ تو عیسائیوں نے ایک قیراط کے عوض میں یہ کام کرلیا' پھر تم لوگ آ گئے' تم نے عصر کی نماز سے لے کر سورج غروب ہونے تک دو قیراط کے عوض میں یہ کام کیا' تو یہودی اور عیسائی غضب ناک ہو گئے اور بولے: ہم نے زیادہ کام کیا ہے' اور ہمیں کم معاوضہ ملا ہے' تو پروردگار نے فرمایا کیا میں نے تمہارے حق کے حوالے سے تمہارے ساتھ کوئی زیادتی کی ہے۔ وہ جواب دیں گے: نہیں! تو پروردگار نے فرمایا: یہ میرا فضل ہے میں جسے چاہوں عطا کردوں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2797۔ اخرجه البخاری (۵۲۲/٤): کتاب الاجارة: باب: الاجارة الی صلاة العصر، حدیث (۲۲٦۹)، و احمد (۱۱۱/۲، ۱۱۲)۔

شرح

یہود ونصاریٰ اور امت محمدیہ کی مثال:

حدیث باب میں امت محمدیہ کی پہلی دو امتوں کے ساتھ مثال بیان کی گئی ہے۔ جس کی تفصیل یوں ہے: کوئی شخص اپنا مکان تعمیر کرنا چاہتا ہے تو اس نے خیال کیا کہ دو پہر تک مکان کی تعمیر مکمل ہو جائے گی اور اس نے ایک قیراط (ایک قیراط دینار کا بیسواں یا درہم کا بارھواں حصہ ہوتا ہے) کے عوض صبح کے وقت مزدور لگا دیا، دوپہر ہونے پر مالک کو نہ تو اس کا کام پسند آتا ہے اور نہ مزدور کام مکمل کر پاتا ہے۔ مالک حسب وعدہ اسے ایک قیراط مزدوری دے کر فارغ کرتا ہے۔ پھر اسے خیال آتا ہے کہ یہ تعمیر کا کام نماز عصر تک مکمل ہو جائے گا تو وہ دوسرا مزدور لگا دیتا ہے جبکہ اس کی مزدوری بھی ایک قیراط مقرر کر دیتا ہے۔ عصر کا وقت ہونے پر اسے نہ تو کام پسند آتا ہے اور نہ کام مکمل ہوتا ہے۔ وہ حسب وعدہ مزدور کو ایک قیراط مزدوری دے کر اس مزدور کو بھی فارغ کر دیتا ہے۔ پھر مالک تیسرے مزدور کا انتخاب کرتا ہے اور اسے کہتا ہے آپ نے تعمیر کا کام نہایت پھرتی کے ساتھ عصر سے مغرب تک مکمل کرنا ہے اور کام کے معیار کو بھی پیش نظر رکھنا ہے جبکہ تمہاری مزدوری دو قیراط ہوگی۔ یہ مزدور تیز رفتاری اور معیار کے مطابق مغرب تک تعمیر کا کام مکمل کر لیتا ہے تو مالک خوش ہو کر اسے دو قیراط مزدوری پیش کر دیتا ہے۔ یہ منظر دیکھ کر پہلے دونوں مزدور مالک کے پاس آتے ہیں اور اس سے جھگڑتے ہیں کہ ہم نے وقت زیادہ لگایا ہے اور کام بھی زیادہ کیا تو اس مزدور کے مقابل ہمیں مزدوری کم کیوں دی گئی؟ مالک جواب میں کہتا ہے کہ جتنی مزدوری میں نے تمہارے لیے مقرر کی تھی کیا میں نے اس سے کم کی ہے؟ وہ جواب میں کہتے ہیں: نہیں۔ مالک کہتا ہے پھر تمہاری طرف سے میرے ساتھ تنازع کرنا اچھا نہیں ہے۔ البتہ تیسرے مزدور نے خواہ مختصر وقت کام کیا مگر اسے ڈبل مزدوری میرا انعام ہے۔

پہلے مزدور سے مراد یہودی، دوسرے سے مراد عیسائی اور تیسرے سے مراد امت محمدیہ ہے۔ حدیث باب میں بھی اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ امت محمدیہ اجر وثواب میں دوسرے لوگوں سے بڑھی ہوئی ہے، کیونکہ اسے ایک نیکی کے عوض اللہ تعالیٰ کی طرف سے دس نیکیوں کا اجر وثواب عطا کیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں ارشاد خداوندی ہے: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا یعنی جو ایک نیکی کرتا ہے تو اسے دس نیکیوں کے برابر اجر دیا جاتا ہے۔ اس کے مقابل دوسری امتوں کو ایک نیکی کا ثواب ایک نیکی کا دیا جاتا ہے۔

2798 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِنَّمَا النَّاسُ كَاِبِلٍ مِائَةٍ لَّا يَجِدُ الرَّجُلُ فِيْهَا رَاحِلَةً

2798۔ اخرجه البخاری (۱۱/۳٤۱): كتاب الرقاق: باب: رفع الامانة حديث (٦٤٩٨)، و مسلم (١٩٧٣/٤): كتاب فضائل الصحابة: باب: قوله صلى الله عليه وسلم، الناس كابل، مائة لا تجد فيها راحلة حديث (٢٥٤٧/٢٣٢)، و الحميدی (٢٩٣/٢)، حديث (٦٦٣)، واحمد (٧/٢، ٤٤، ٨٨، ١٢١، ١٢٢)، و ابن حميد ص (٢٣٨) حديث (٧٢٤).

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اختلاف روایت: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُوْمِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهُ وَقَالَ لَا تَجِدُ فِيْهَا رَاحِلَةً اَوْ قَالَ لَا تَجِدُ فِيْهَا اِلَّا رَاحِلَةً

◆◆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: لوگوں کی مثال ان 100 اونٹوں کی طرح ہے، جن میں آدمی کو ایک بھی سواری کے لیے (قابل) نہیں ملتا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

◆◆ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں۔ آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔
"جن میں سے تم کسی ایک کو بھی سواری کے قابل نہیں پاؤ گے"۔

(راوی کو شک ہے، یا شاید یہ الفاظ ہیں) تم ان میں سے صرف ایک کو سواری کے قابل پاؤ گے۔

شرح

مخلص فی الدین لوگوں کی کمی ہونا:

لفظ "راحلة" کا اطلاق اس اونٹ پر ہوتا ہے جسے سواری یا بار برداری کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ لفظ "مائة" کا معنی "سو" ہے لیکن یہاں تحدید وعدد مراد نہیں ہے بلکہ کثرت مراد ہے۔ حدیث باب کا مطلب یہ ہے کہ قرون اولیٰ میں مخلص فی الدین لوگوں کی کثرت تھی جبکہ اب قحط الرجال فی الدین کی صورت پیدا ہوگئی ہے یعنی مخلص فی الدین لوگوں کی تعداد قلیل ہے۔

سوال: مخلص الدین لوگوں کو قلیل کہنا درست نہیں ہے، کیونکہ بڑی بڑی مساجد نمازیوں سے بھری پڑی ہیں، وہاں لوگ مخلص فی الدین ہی تو ہوتے ہیں؟

جواب: جب بالغ لڑکوں، مردوں اور عورتوں کا جائزہ لیا جائے تو ان کی مجموعی تعداد کے سامنے مقابل میں موجود لوگوں کی تعداد یقیناً قلت کو ظاہر کرتی ہے۔

ایک دفعہ حضرت سہل تستری رحمہ اللہ تعالیٰ مسجد میں تشریف لائے تو نمازیوں کی کثرت کو دیکھ کر فرمایا: خواہ لوگوں کی تعداد کثیر ہے لیکن ان میں مخلص فی الدین لوگ قلیل ہیں۔

الفاظ حدیث: لا تجد فیها راحلة او قال: لا تجد فیها الا راحلة سے محدثین کی احتیاط فی الحدیث کا پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے رواۃ سے جیسے سنا ویسے ہی بغیر کسی تبدیلی کے دوسروں کے سامنے بیان کر دیا۔

2799 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا الْمُغِيْرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي

2799۔ اخرجه البخاری (۳۲۳/۱۱): کتاب الرقاق: باب: الانتهاء عن المعاصی، حدیث (۶۴۸۳)، ومسلم (۱۷۸۹/٤): کتاب الفضائل، باب: شفقته صلی الله علیه وسلم علی امته و مبالغة من تحذیرهم مما یضرهم، حدیث (۲۲۸٤/۱۷)، و احمد (۲٤٤/۲)، و الحمیدی (٤٤۹/۲)، حدیث (۱۰۳۸)۔

هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: اِنَّمَا مَثَلِىْ وَمَثَلُ اُمَّتِىْ كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَوْقَدَ نَارًا فَجَعَلَتِ الذُّبَابُ وَالْفَرَاشُ يَقَعْنَ فِيْهَا وَاَنَا اٰخُذُ بِحُجَزِكُمْ وَاَنْتُمْ تَقَحَّمُوْنَ فِيْهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِىَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ

◄► حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میری اور میری امت کی مثال اس شخص کی طرح ہے' جو آگ جلاتا ہے' تو کیڑے مکوڑے اور پروانے اس پر گرنے لگتے ہیں' تو میں تمہاری کمر سے پکڑ کر اس سے بچاتا ہوں اور تم اس پر گرنے کی کوشش کررہے ہو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہ روایت دیگر حوالوں سے بھی منقول ہے۔

شرح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت کو جہنم سے بچانا:

زمانہ جاہلیت میں لوگ زنا کاری، شراب نوشی اور بت پرستی جیسے امراض میں مبتلا تھے جس کے نتیجہ میں شمع کے پروانوں کی طرح جہنم کا ایندھن بن رہے تھے۔ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی اس انداز سے تربیت فرمائی کہ وہ مذکورہ امراض سے تائب ہو کر نہ صرف مسلمان بن گئے بلکہ تا قیامت آنے والے لوگوں کے مقتداء قرار پائے...... اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو ''خیر الامم'' کے لقب سے یاد کیا گیا اور ان کے لیے کثیر انعامات کا وعدہ فرمایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امام الانبیاء ہیں اور آپ کی امت تمام امتوں سے افضل ہے۔ جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں داخل نہ ہوں گے اس وقت تک کوئی نبی جنت میں داخل نہیں ہوگا اور جب تک آپ کی امت جنت میں داخل نہ ہوگی کوئی دوسری امت جنت میں داخل نہ ہو سکے گی۔ خواہ پہلی امتوں کے مقابلہ میں امت محمدیہ کی عمریں کم ہیں لیکن عمل' اجر، ثواب اور فضیلت کے اعتبار سے بڑھی ہوئی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو شرک کی لعنت سے بچا کر دائمی عذاب جہنم سے محفوظ فرمادیا اور جنت کی حقدار بنا ڈالی۔

كِتَابُ فَضَائِلِ الْقُرْآنِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

فضائلِ قرآن کے بارے میں، نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ

کتاب فضائل القرآن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿قرآن کریم ایک نظر میں﴾

قرآن کریم وہ بابرکت آسمانی کتاب ہے جو خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری گئی۔ تغیر و تبدل سے محفوظ ہے، کیونکہ اس کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمہ کرم میں لی ہے۔ اس کا نہایت مختصر مگر جامع تعارف سوال و جواب کی طرز پر سطور ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

آسمانی کتب کا تعارف:

سوال: آسمانی کتاب کی تعداد کتنی ہے؟ ان کا تعارف کراتے ہوئے بتائیں کہ وہ کن کن انبیاء علیہم السلام پر اتاری گئیں؟

جواب: آسمانی کتب وصحائف کی تعداد ایک سو چار (۱۰۴) ہے جن میں سے مشہور و مستقل چار کتب ہیں۔ ان کا تعارف اور نزول کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) توریت: یہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام پر نازل کی گئی، سریانی زبان میں ہے۔ کوہ طور پر چالیس ایام کی مدت میں اتاری گئی۔ ایک ہزار سورتوں پر مشتمل ہے اور ہر سورت میں ایک ہزار آیات ہیں۔ توریت کے چار حفاظ ہوئے ہیں:

(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام (۲) حضرت یوشع بن نون علیہ السلام (۳) حضرت عزیر علیہ السلام (۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔

(۲) زبور: یہ حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی، عبرانی زبان میں تھی اور ایک سو پچاس سورتوں پر مشتمل تھی۔ اس کے اہم مضامین تسبیح وتقدیس اور ادعیہ وغیرہ تھے۔

(۳) انجیل: یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اتاری گئی، عبرانی زبان میں تھی اور مقام "ساغیر" میں اتاری گئی۔

فائدہ نافعہ: ایک سو صحائف نازل کیے گئے تھے جو مختلف انبیاء علیہم السلام پر اتارے گئے:

(i) دس صحائف حضرت آدم علیہ السلام پر

(ii) دس صحائف حضرت ابراہیم علیہ السلام پر

(iii) تیس صحائف حضرت ادریس علیہ السلام پر

(iv) پچاس صحائف حضرت شیث علیہ السلام پر اتارے گئے۔

(۴) قرآن کریم: یہ کتاب آخری آسمانی کتاب ہدیٰ ہے جو خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی، عربی زبان میں ہے، ایک سو چودہ سورتوں اور چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیات پر مشتمل ہے۔

قرآن کا معنیٰ ومفہوم:

سوال: ''قرآن'' کا لغوی واصطلاحی معنیٰ کیا ہے؟

جواب: لفظ ''قرآن'' کا لغوی معنیٰ ہے: سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب، جمع کرنا۔ اس کا اصطلاحی معنیٰ ہے: وہ کلام الٰہی جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بطور اعجاز نازل ہوا اور اس کی تلاوت کو عبادت قرار دیا گیا۔

(امام جلال الدین السیوطی التحبیر فی علم والتفسیر ص ۳۸)

قرآن کی تقسیم:

سوال: قرآن کریم میں کتنے پارے، کتنی منازل، کتنی سورتیں، کتنے رکوع، کتنے سجدے، کتنی آیات، کتنے الفاظ اور کتنے حروف ہیں؟

جواب: قرآن کریم کے پاروں کی تعداد تیس (۳۰)، منازل سات، ایک سو چودہ سورتیں، پانچ سو چالیس رکوع، چودہ سجدے، چھ ہزار چھ سو چھیاسٹ آیات، الفاظ کی تعداد سات ہزار سات سو چونسٹھ (۷۷۹۳۴) اور حروف کی تعداد تین لاکھ تیس ہزار سات سو ساٹھ (۳۲۳۷۶۰) ہے۔

قرآن پر حرکات لگانے کی تاریخ:

سوال: قرآن کے اعراب کس نے لگوائے، نقاط کس نے لگائے، سورتوں کے نام کس نے تجویز کیے، مد اور وقف کی علامات کس نے لگوائیں؟

جواب: قرآن کریم پر اعراب حجاج بن یوسف نے ان لوگوں کی مدد سے لگوائے:

(۱) النصر بن محمد (۲) عاصم (۳) یحییٰ بن یعمر (۴) راشد الحمادی (۵) امام حسن بصری (۶) حضرت مالک بن دینار (۷) عاصم بن میمون (۸) ابوالعالیہ وغیرہم۔ سورتوں کے نام حجاج یوسف کی کاوش سے تجویز کیے گئے۔ مد اور وقف کی علامات خلیل بن احمد فرعیدی نے لگائیں۔

قرآن پر علامات لگانے کی تاریخ:

سوال: قرآن کریم میں نصف، ربع اور ثلث کے نشانات کس دور میں لگائے گئے، اس کے رکوع کس نے متعین کیے اور کس

اعتبار سے، سورتوں اور آیتوں کی ترتیب کس نے دی اور کس اعتبار سے؟

جواب: قرآن کریم پر نصف، ربع اور ثلث کی علامات مامون عباسی کے دور میں لگائی گئیں۔ رمضان المبارک میں نماز تراویح کے دوران حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک رکعت میں جتنا قرآن پڑھ کر رکوع کرتے تھے، اتنے حصہ پر رکوع کی علامت ''ع'' لگا کر رکوع کا تعین کیا گیا۔ قرآن کی سورتوں اور آیتوں کی ترتیب توقیفی ہے یعنی جس ترتیب سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کاتبین وحی کو لکھوایا کرتے تھے، اسی ترتیب سے سورتوں اور آیتوں کو محفوظ کر لیا گیا۔

حرکات قرآن کی تعداد:

سوال: حرکت اور متحرک کی تعریف کرتے ہوئے بتائیں کہ زبر، زیر، پیش، تشدید اور نقطہ کتنی کتنی بار قرآن کریم میں آئے ہیں؟

جواب: زبر، زیر اور پیش کو حرکت کہا جاتا ہے، جس حرف پر حرکت ہوا سے متحرک کہتے ہیں۔ قرآن کریم میں زبر: ۵۳۲۴۳ بار، زیر ۳۹۵۸۲ بار، پیش ۸۸۰۴ بار، مد ۱۷۷۱ بار، تشدید ۱۲۵۳ بار اور نقطہ ۱۰۵۶۸۴ بار آیا ہے۔

قرآن کے سجدوں اور منازل کی تفصیل:

سوال: قرآن کے سجدوں اور منازل کی تفصیل بیان کریں؟

جواب: قرآن کریم میں کل سجدے چودہ (۱۴) ہیں جو چودہ سورتوں میں بالترتیب یوں ہیں:

(۱) سورۃ اعراف آیت: ۲۰۶ (۲) سورۃ رعد آیت ۱۵ (۳) سورۃ نحل آیت: ۵۰
(۴) سورۃ بنی اسرائیل آیت: ۱۰۹ (۵) سورۃ مریم آیت: ۵۸ (۶) سورۃ حج آیت: ۱۸
(۷) سورۃ حج آیت: ۷۷ (۸) سورۃ فرقان آیت: ۶۰ (۹) سورۃ نمل آیت: ۲۶
(۱۰) سورۃ سجدہ آیت: ۱۵ (۱۱) سورۃ ص آیت: ۲۴ (۱۲) سورۃ حم السجدہ آیت: ۳۸
(۱۳) سورۃ نجم آیت: ۶۲ (۱۴) سورۃ انشقاق آیت: ۲۱)

قرآن حکیم میں سات منازل ہیں، ان کی تفصیل یوں ہے:

(۱) ازسورۃ فاتحہ تا سورۃ نساء۔ (۲) ازسورۃ مائدہ تا سورۃ توبہ (۳) ازسورۃ یونس تا سورۃ نحل
(۴) ازسورۃ اسراء تا سورۃ فرقان (۵) ازسورۃ شعراء تا سورۃ یٰسین (۶) ازسورۃ صافات تا سورۃ حجرات
(۷) ازسورۃ ق تا سورۃ الناس۔ (البرہان فی علوم القرآن جلد اول ص ۲۵۰)

پہلی وحی کا زمانہ اور اقسام وحی:

سوال: قرآن کریم کی پہلی وحی کون سی ہے، یہ کب اور کہاں نازل ہوئی؟ نزول وحی کے کتنے طریقے ہیں؟ قرآن کی آخری وحی کون سی ہے اور یہ کب نازل ہوئی؟

جواب: قرآن کریم کی پہلی وحی سورۃ علق کی پہلی پانچ آیات پر مشتمل تھی جو ۱۲ فروری ۶۱۰ء کو غار حرا میں نازل ہوئی۔ نزول وحی

کے مشہور تین طریقے تھے:

(۱) وحی قلبی: اللہ تعالیٰ براہ راست آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر میں اپنا کلام ڈال دیتا ہے۔

(۲) کلام الٰہی: اس میں اللہ تعالیٰ براہ راست آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام فرماتا تھا۔

(۳) وحی ملکی: اللہ تعالیٰ فرشتے کے ذریعے اپنا کلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتا تھا۔ آخری وحی کے بارے میں چار اقوال ہیں:

(۱) سورۃ بقرہ آیت: ۲۸۱۔

(۲) سورۃ مائدہ آیت: ۳۔

(۳) سورۃ الفتح۔

(۴) الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا ۔ یہ وحی ۹ ذی الحجہ ۱۰ھ میں نازل ہوئی۔

پہلی وحی اور جبرائیل کی حاضری کی تعداد:

سوال: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر کتنی عمر میں پہلی وحی نازل ہوئی، نزول وحی کی مدت کتنی ہے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کتنی بار وحی لے کر حاضر خدمت ہوئے؟

جواب: چالیس سال کی عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی نازل ہوئی اور مدت نزول وحی ۲۳ سال ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام دو ہزار چار سو (۲۴۰۰) بار وحی لے کر حاضر خدمت ہوئے۔

نزول قرآن کے مراحل اور بتدریج نزول کی وجوہات:

سوال: نزول قرآن کتنے مراحل میں ہوا، یہ نزول انجیل کی کتنی مدت بعد ہوا اور اسے بتدریج نازل کرنے کی وجوہات کیا تھیں؟

جواب: نزول قرآن دو مراحل میں ہوا:

(۱) لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر شب قدر یا شب برأت میں یکبارگی نزول قرآن ہوا۔

(۲) آسمان دنیا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بقدر ضرورت تیئس (۲۳) سال تک قرآن نازل ہوتا رہا۔ قرآن کا نزول انجیل کے نزول کے ۳۶۰ یا ۵۰۰ یا ۷۰۰ سو سال بعد ہوا۔ تاہم اسے بتدریج نازل کرنے کی متعدد وجوہات ہیں، جن میں سے چند ایک پیش خدمت ہیں:

(۱) کفار و مشرکین کے اعتراضات کے جوابات دیے جانا۔

(۲) اللہ تعالیٰ سے رابطہ کی وجہ سے قلب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی و تشفی اور اطمینان و سکون کی دولت میسر آنا۔

(۳) احکام خداوندی پر عمل کرنا دشوار نہ ہونا بلکہ آسان و سہولت کی صورت پیدا کرنا۔

(۴) قرآن کا یاد کرنا، اسے سمجھنا اور اس کی تبلیغ آسان ہونا۔

(۵) اس انداز نزول سے خداوند کی بزرگی و برتری کا تادیر اظہار ہونا۔

سوال: مکی سورتیں کون سی کہلاتی ہیں اور ان کی تعداد کتنی ہے؟ مدنی سورتیں کون سی کہلاتی ہیں اور وہ تعداد میں کتنی ہیں؟ مضامین کے اعتبار سے مکی اور مدنی سورتوں میں کیا فرق ہے؟

جواب: جو سورتیں ہجرت سے قبل نازل ہوئیں وہ مکی ہیں خواہ ان کا نزول کہیں بھی ہوا ہو اور وہ تعداد میں تراسی (۸۳) ہیں۔ جو سورتیں بعد از ہجرت نازل ہوئیں وہ مدنی ہیں اور ان کی تعداد اکتیس (۳۱) ہے۔

مکی اور مدنی سورتوں میں مضامین کے اعتبار سے فرق ہے:

(۱) جن سورتوں میں لفظ "کَلَّا" (ہرگز نہیں) آیا ہے وہ مکی ہیں اور یہ کلمہ پندرہ سورتوں میں آیا ہے۔

(۲) جن سورتوں میں سجدہ کی آیت آئی ہے وہ مکی ہیں جبکہ دوسری مدنی ہیں۔

(۳) جن سورتوں میں حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس لعین کا تذکرہ آیا ہے، وہ مکی ہیں۔

(۴) جن سورتوں میں "جہاد" کا مضمون بیان ہوا ہے وہ مدنی ہیں۔

(۵) وہ سورتیں جن میں منافقوں کا ذکر ہے، وہ مدنی ہیں۔

(۶) مکی سورتوں میں یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ سے خطاب کیا گیا ہے جبکہ مدنی سورتوں میں یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کے الفاظ سے خطاب ہے۔

(۷) مکی سورتوں میں توحید و رسالت، قیامت و آخرت، حشر و نشر، صبر و تحمل اور سابقہ امتوں کے تاریخی واقعات کے مضامین بیان ہوئے ہیں۔

(۸) مدنی سورتوں میں عائلی قوانین، تمدنی اصول، ترغیب جہاد اور حدود و ترغیب جہاد وغیرہ مضامین بیان ہوئے ہیں۔

(۹) مکی سورتوں میں مشرکوں اور بت پرستوں سے مقابلہ ہے جبکہ مدنی سورتوں میں اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) اور منافقین سے مقابلہ ہے۔

مکی اور مدنی دور کا تعین:

سوال: نزول قرآن کے مکی اور مدنی دور کا تعین کریں کہ یہ کب سے کب تک رہا؟ نزول قرآن کے دونوں ادوار کی کل مدت کا بھی تعین کریں؟

جواب: نزول قرآن کا مکی دور ۱۷ رمضان المبارک بروز پیر سے لے کر (قبل از ہجرت) ۱۱ ربیع الاول ۱ھ بروز اتوار تک رہا۔ یہ مدت چار ہزار چار سو چوبیس (۴۴۲۴) ایام پر مشتمل رہی۔ نزول قرآن کا مدنی دور ۱۲ ربیع الاول ۱ھ سے لے کر ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ تک رہا۔ مدنی دور کی مدت تین ہزار پانچ سو پینتیس (۳۵۳۵) تک رہی۔ دونوں ادوار کی مجموعی مدت نزول قرآن سات ہزار نو سو انسٹھ (۷۹۵۹) ایام ہے۔

مضامین قرآن:

سوال: مضامین کے اعتبار سے آیات قرآنی کی تقسیم کس طرح کی جاسکتی ہے؟
جواب: مضامین کے اعتبار سے آیات قرآنی کی تقسیم یوں ہوسکتی ہے:

☆ آیات عہد و پیمان ایک ہزار (۱۰۰۰)
☆ آیات وعید ایک ہزار (۱۰۰۰)
☆ آیات اوامر ایک ہزار (۱۰۰۰)
☆ آیات نواہی ایک ہزار (۱۰۰۰)
☆ آیات تحریم (حرام کرنا) دوسوپچیس (۲۲۵)
☆ آیات تحلیل (حلال کرنا) دوسوپچیس (۲۲۵)
☆ آیات تسبیح ایک سو (۱۰۰)
☆ آیات قصص ایک ہزار (۱۰۰۰)
☆ آیات امثال ایک ہزار (۱۰۰۰)
☆ آیات متفرقہ چھیاسٹھ (۶۶)

کاتبین کی تعداد اور ان کے نام:

سوال: کاتبین وحی کی تعداد کتنی ہے اور ان کے اسماء گرامی کیا ہے؟
جواب: کاتبین وحی کی تعداد کثیر ہے مگر ان میں سے چالیس مشہور ہیں؛ جن کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت زید بن حارث (۲) حضرت ابوبکر صدیق (۳) حضرت عمر بن خطاب
(۴) حضرت عثمان بن عفان (۵) حضرت علی بن طالب (۶) حضرت ابی بن کعب
(۷) حضرت زبیر بن عوام (۸) حضرت معاویہ بن ابی سفیان (۹) حضرت مغیرہ بن شعبہ
(۱۰) حضرت خالد بن ولید (۱۱) حضرت ثابت بن قیس (۱۲) حضرت ابان بن سعید
(۱۳) حضرت ابوایوب انصاری (۱۴) حضرت ابوسفیان (۱۵) حضرت ابوسلمہ بن الاسد
(۱۶) حضرت ارقم بن ارقم (۱۷) حضرت بریدہ بن الحصیب اسلمی (۱۸) حضرت جہم بن سعد
(۱۹) حضرت جہیم بن صلت (۲۰) حضرت حاطب بن عمرو (۲۱) حضرت حذیفہ بن الیمان
(۲۲) حضرت حصین بن نمیر (۲۳) حضرت حنظلہ بن ربیع (۲۴) حضرت حویطب
(۲۵) حضرت خالد بن سعید (۲۶) حضرت سعید بن سعید (۲۷) حضرت شرحبیل بن حسنہ
(۲۸) حضرت طلحہ بن عبید (۲۹) حضرت عامر بن فہیرہ (۳۰) حضرت عبداللہ بن ارقم
(۳۱) حضرت عبداللہ بن ابی بکر (۳۲) حضرت عبداللہ بن رواحہ (۳۳) حضرت عبداللہ بن زید انصاری
(۳۴) حضرت عبداللہ بن سعد (۳۵) حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی سلول (۳۶) حضرت عقبہ
(۳۷) حضرت علاء بن الحضرمی (۳۸) حضرت علاء بن عقبہ (۳۹) حضرت عمرو بن العاص القرشی
(۴۰) حضرت محمد بن سلمہ رضی اللہ تعالی عنہم۔

قرآن کی بڑی اور چھوٹی سورت:

سوال: قرآن کریم کی سب سے بڑی اور سب سے چھوٹی سورت کون سی ہے؟ نیز زیادہ فضیلت والی کون سی سورت ہے؟
جواب: قرآن کریم کی سب سے بڑی سورت سورۃ بقرہ ہے جو اڑھائی پاروں پر مشتمل ہے، سب سے چھوٹی سورت ''سورۃ کوثر'' ہے اور فضیلت کے اعتبار سے سب سے افضل سورۃ ''سورۃ یٰسین'' ہے۔ سورۃ یٰسین کو قرآن کا دل کہا جاتا ہے، جس کی ایک بار تلاوت کرنے سے دس قرآن ختم کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے۔

قرآن کریم کے اور اس میں مذکور انبیاء کرام کے اسماء:

سوال: قرآن کریم کے کتنے نام ہیں اور قرآن حکیم میں کتنے انبیاء علیہم السلام کے اسماء گرامی مذکور ہیں؟
جواب: قرآن کریم کے بتیس (۳۲) نام ہیں جو قرآن میں مذکور ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

(۱) کتاب (۲) قرآن (۳) فرقان (۴) ذکر و تذکرہ (۵) تنزیل
(۶) حدیث (۷) موعظہ (۸) حکم، حکیم، حکمت، محکم (۹) شفاء (۱۰) ہدیٰ
(۱۱) صراط مستقیم (۱۲) جل (۱۳) رحمت (۱۴) روح (۱۵) قصص
(۱۶) تبیان، بیان (۱۷) بصائر (۱۸) فصل (۱۹) نجوم (۲۰) مثانی
(۲۱) نعمت (۲۲) برہان (۲۳) بشیر، نذیر (۲۴) قیم (۲۵) مھیمن
(۲۶) عظیم (۲۷) نور (۲۸) یقین (۲۹) حق (۳۰) کریم
(۳۱) عظیم (۳۲) مبارک (مفتی احمد یار خاں، تفسیر نعیمی جلد اول ص ۱۰۳)

قرآن کریم میں چوبیس (۲۴) انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے اسماء گرامی مذکور ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت آدم علیہ السلام (۲) حضرت نوح (۳) حضرت ادریس علیہ السلام
(۴) حضرت ابراہیم علیہ السلام (۵) حضرت اسماعیل علیہ السلام (۶) حضرت اسحاق علیہ السلام
(۷) حضرت یعقوب علیہ السلام (۸) حضرت یوسف علیہ السلام (۹) حضرت موسیٰ علیہ السلام
(۱۰) حضرت داؤد علیہ السلام (۱۱) حضرت سلیمان علیہ السلام (۱۲) حضرت لوط علیہ السلام
(۱۳) حضرت ذوالکفل (۱۴) حضرت شعیب علیہ السلام (۱۵) حضرت یونس علیہ السلام
(۱۶) حضرت ہود علیہ السلام (۱۷) حضرت صالح علیہ السلام (۱۸) حضرت ایوب علیہ السلام
(۱۹) حضرت ہارون علیہ السلام (۲۰) حضرت الیسع علیہ السلام (۲۱) حضرت یحییٰ علیہ السلام
(۲۲) حضرت زکریا علیہ السلام (۲۳) حضرت عیسیٰ علیہ السلام (۲۴) حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

قرآن میں مذکور فرشتوں اور صحابہ کے نام:

سوال: قرآن کریم میں کتنے فرشتوں، کتنے صحابہ اور انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کتنے لوگوں کے نام آئے ہیں؟

جواب: قرآن کریم میں بارہ (۱۲) ملائکہ کے اسماء گرامی آئے ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) جبرائیل (۲) میکائیل (۳) ہاروت (۴) ماروت (۵) الرعد (۶) مالک

(۷) سجل (۸) قعید (۹) ذوالقرنین (۱۰) الروح (۱۱) سکینہ علیہم السلام۔

(الاتقان اردو للسیوطی جلد ثانی ص ۳۴۴)

قرآن کریم میں دو صحابہ کرام کے اسماء گرامی مذکور ہیں:

(۱) حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، جن کا اسم گرامی "سورۃ احزاب" میں مذکور ہے۔

(۲) حضرت سجل رضی اللہ عنہ جو کاتبین وحی میں شمار ہوتے ہیں۔

آٹھ (۸) لوگوں کے اسماء مذکور ہیں:

(۱) عزیر (۲) عمران (۳) تبع (۴) لقمان (ان کے نبی ہونے میں اختلاف ہے) (۵) یعقوب (یہ ابو یوسف یعقوب مراد نہیں ہیں بلکہ کوئی دوسرے بزرگ ہیں) (۶) یوسف (یہ حضرت یوسف بن یعقوب علیہما السلام نہیں بلکہ دوسرے بزرگ ہیں) ان کا تذکرہ ان الفاظ میں ہے: ولقد جاء کم یوسف من قبل (۷) تقی (۸) طالوت

(الاتفاق اردو للسیوطی جلد ۲ ص ۳۳۵)

قرآن میں مذکور قبائل، اقوام اور بتوں کے نام:

سوال: قرآن کریم میں کتنے قبائل، کتنی قوموں، کتنے بتوں اور کتنے شہروں کے نام آئے ہیں؟

جواب: قرآن کریم میں سات قبائل کے نام آئے ہیں:

(۱) یاجوج (۲) ماجوج (۳) عاد (۴) ثمود (۵) مدین (۶) روم (۷) قریش۔

قرآن مجید میں سات اقوام کے نام آئے ہیں:

(۱) قوم نوح (۲) قوم لوط (۳) قوم تبع (۴) قوم ابراہیم (۵) اصحاب الایکۃ (۶) اصحاب الرس (۷) اصحاب الاخدود۔

قرآن کریم میں چودہ بتوں کے اسماء مذکور ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) ود (۲) سواع (۳) یغوث (۴) یعوق (۵) نسر (۶) لات (۷) عزی (۸) منات (۹) رجز (۱۰) جبت (۱۱) طاغوت (۱۲) رشاد (۱۳) بعل (۱۴) آذر۔

قرآن کریم میں سترہ (۱۷) شہروں کے نام آئے ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) مکہ (۲) مدینہ (۳) حنین (۴) مصر (۵) بابل (۶) ایکہ (۷) لیکہ (۸) بدر (۹) رقیم (۱۰) خرد (۱۱) حجر

(۱۲) کہف (۱۳) جمع (۱۴) نقع (۱۵) حریم (۱۶) جزر (۱۷) طاغیہ۔

قرآن میں مذکور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء گرامی:

سوال: قرآن کریم میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کون کون سے اسماء مذکور ہیں؟

جواب: قرآن کریم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سات اسماء مذکور ہیں:

(۱) محمد (۲) احمد (۳) طٰہٰ (۴) یٰسین (۵) مزمل (۶) مدثر (۷) عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

جن لوگوں میں قرآن نازل ہوا:

سوال: وہ کون سے لوگ ہیں جن کے بارے میں قرآن نازل ہوا ہے؟

جواب: جن لوگوں کے بارے میں قرآن نازل ہوا ہے ان کے اسماء درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابوبکر صدیق (۲) حضرت عمر بن خطاب (۳) حضرت عثمان بن عفان (۴) حضرت علی (۵) حضرت فاطمہ بنت محمد (۶) حضرت سعد بن ابی وقاص (۷) حضرت فضہ وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

قرآن میں مذکور لفظ صلوٰۃ، صوم، زکوٰۃ اور حج کی تعداد:

سوال: قرآن کریم میں الفاظ صلوٰۃ، صیام، زکوٰۃ اور حج کتنی کتنی بار استعمال ہوئے ہیں؟

جواب: قرآن حکیم میں لفظ صلوٰۃ سڑسٹھ بار (۶۷)، صیام آٹھ (۸) بار، زکوٰۃ بتیس (۳۲) بار اور حج گیارہ (۱۱) بار استعمال ہوا ہے۔

قرآن میں مذکور لفظ جنت وجہنم کی تعداد:

سوال: قرآن کریم میں جنت اور جہنم کے الفاظ کتنی کتنی بار آئے ہیں؟

جواب: قرآن میں لفظ جنت انہتر (۶۹) اور لفظ جہنم ستتر (۷۷) بار آیا ہے۔

قرآن میں مذکور غیر عربی زبانوں کے الفاظ:

سوال: کیا قرآن میں عربی کے علاوہ دوسری زبانوں کے الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں؟

جواب: قرآن کریم میں مشہور زبانوں کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ حضرت عبدالصمد بن معقل رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں: ما من لغة الا في القرآن منها شيء "یعنی قرآن کریم میں ہر زبان کے الفاظ موجود ہیں"۔

چند مشہور زبانوں کی تفصیل ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

(۱) فارسی زبان: فارسی زبان کے چند الفاظ بطور مثال درج ذیل ہیں:

(۱) تنور (۲) بیع (۳) اباریق (۴) دینار (۵) ذنجیل (۶) سرادق (۷) سندس (۸) قفل (۹) کافور (۱۰) کنز

(۱۱) کورت (۱۲) مسک (۱۳) مقالید (۱۴) مزجاۃ (۱۵) یاقوت۔

نوٹ: ابن جریر، حواشی اور ثعالبی وغیرہ اہل لغت نے مندرجہ بالا قرآنی الفاظ کو فارسی زبان کے الفاظ قرار دیا ہے (قصوری)

(۲) عبرانی زبان: قرآن کریم میں استعمال ہونے والے چند عبرانی زبان کے الفاظ درج ذیل ہیں:

(۱) اخلد (ٹیک لگانا) (۲) ازر (گناہگار) (۳) الیم (دردناک) (۴) بعیر (اونٹ) (۵) جہنم (سزاگاہ)

(۶) ربانیون (اہل اللہ) (۷) الرحمٰن (۸) رمزاً (اشارہ کرنا) (۹) صلوات (یہودیوں کی عبادت گاہیں)

(۱۰) طوی (آدمی) (۱۱) فوم (زیور) (۱۲) کنز (گناہ مٹادینا) (۱۳) مرقوم (تحریرشدہ) (۱۴) ہدنا (توبہ کرنا)

نوٹ: جوالیقی، واسطی، شیدلہ، مبرد، کرمانی، ابن ابی حاتم اور ثعالبی وغیرہ اہل لغت نے مندرجہ بالا الفاظ قرآنی کو ''عبرانی زبان'' کے الفاظ قرار دیا ہے۔ (قصوری)

(۳) حبشی زبان: قرآن کریم میں حبشی زبان کے استعمال ہونے والے الفاظ درج ذیل ہیں:

(۱) ابلعی (نگل جانا) (۲) الارائك (تختیاں) (۳) اواہ (یقین کرنا) (۴) اوّاب (اللہ کی پاکی بیان کرنا)

(۵) الجبت (شیطان) (۶) حرّم (ضروری قرار دینا) (۷) حوب (آنا) (۸) دری (چمکدار)

(۹) السجل (کتاب وتحریر) (۱۰) سکرا (سرکہ) (۱۱) سینین (خوبصورت) (۱۲) طه (آدمی)

(۱۳) اطاغوت (کاہن، راہنما) (۱۴) طوبی (جنت) (۱۵) العرم (۱۶) غیض (کم کرنا)

(۱۷) قسورۃ (شیر) (۱۸) کفلین (دوچند) (۱۹) متکاء (ترنج) (۲۰) مشکوۃ (طاق، سوراخ)

(۲۱) منساۃ (لاٹھی) (۲۲) منفطر (بھراہوا) (۲۳) ناشئۃ (قیام اللیل) (۲۴) یحود (لوٹ آنا)

(۲۵) یٰسین (مرد)

نوٹ: مندرجہ بالا اور دیگر اہل لغت نے مندرجہ بالا قرآنی الفاظ کو حبشی زبان کے الفاظ قرار دیا ہے۔

(۴) نبطی زبان: قرآن کریم میں نبطی زبان کے الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(۱) اصری (میرا وعدہ) (۲) اکواب (کوزے) (۳) تتبیرا (ہلاک کرنا) (۴) تحت (نیچے)

(۵) جواریون (غسل دینے والے لوگ) (۶) رھوا (رکا ہوا دریا) (۷) سفرۃ (پڑھنے والا

(۸) سیناء (حسین وخوبصورت) (۹) صرھن (جدا کرنا) (۱۰) عبدت (ریاضت کرنا)

(۱۱) قطنا (اعمال نامہ) (۱۵) وزر (جائے پناہ)۔

(۵) عجمی زبان: قرآن مجید میں دگر زبانوں کی طرح ''عجمی زبان'' کے الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں۔ ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(۱) استبرق (دبیز ریشمی کپڑا) (۲) الرس (کنواس) (۳) الروم (رومی) (۴) سقر (جہنم)

(۵) سلسبیل (بہتی ہوئی نہر) (۶) سنا (۷) مرجان (۸) مجوس (ستارہ پرست) (۹) ہود (یہودی)

صحابہ کرام میں سے حفاظ اور قراء کے اسماء گرامی:

سوال: کیا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے حفاظ قرآن اور قراء قرآن لوگ تھے؟

جواب: صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے بہت سے لوگ حفاظ قرآن تھے۔ ان میں سے چند ایک کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابوبکر صدیق (۲) حضرت عمر بن خطاب (۳) حضرت عثمان غنی (۴) حضرت علی (۵) حضرت طلحہ (۶) حضرت سعد (۷) حضرت ابن مسعود (۸) حضرت حذیفہ (۹) حضرت سالم (۱۰) حضرت ابوہریرہ (۱۱) حضرت عبداللہ بن سائب (۱۲) حضرت عبداللہ بن عباس (۱۳) حضرت عبداللہ بن عمرو (۱۴) حضرت عبداللہ بن عمر (۱۵) حضرت عائشہ (۱۶) حضرت حفصہ (۱۷) حضرت ام سلمہ (۱۸) حضرت عبادہ بن صامت (۱۹) حضرت معاذ (۲۰) حضرت مجمع بن جاریہ (۲۱) حضرت فضالہ بن عبید (۲۲) حضرت مسلم بن مخلد (۲۳) حضرت معاذ بن جبل (۲۴) حضرت ابی بن کعب (۲۵) حضرت زید بن حارث (۲۶) حضرت ابو زید (۲۷) حضرت ابودرداء (۲۸) حضرت سعید بن عبیدالرحمٰن (۲۹) حضرت تمیم داری (۳۰) حضرت عقبہ بن عامر (۳۱) حضرت ابوموسیٰ اشعری (۳۲) حضرت ام ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم (النشر فی القراءات العشر جلداول ص۶)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے حفاظ قرآن کی طرح قراء قرآن بھی موجود تھے، جن میں چند مشہور قراء کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت عثمان غنی (۲) حضرت علی (۳) حضرت ابی بن کعب (۴) حضرت زید بن ثابت (۵) حضرت عبداللہ بن مسعود (۶) حضرت ابودرداء (۷) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

اقسام قرأت اور آئمہ قراء صحابہ کے اسماء گرامی:

سوال: اقسام قرأت کتنی ہیں اور آئمہ قرأت سبعہ کے اسماء گرامی کیا ہیں؟

جواب: اقسام قرأت پانچ ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) متواتر (۲) مشہور (۳) احاد (۴) شاذ (۵) موضوع۔

آئمہ قرأت سبعہ کے اسماء گرامی مشہور ہیں: جو درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت نافع مدنی (۲) حضرت ابن کثیر مکی (۳) حضرت ابوعمرو بصری (۴) حضرت ابن عامر شامی (۵) حضرت عاصم کوفی (۶) حضرت حمزہ کوفی (۷) حضرت امام کسائی کوفی رحمہم اللہ تعالیٰ۔

قرآن میں مذکور علوم کی تعداد:

سوال: قرآن کریم میں کتنے اور کون کون سے علوم استعمال ہوئے ہیں؟

جواب: بلاشبہ قرآن کریم علوم و معارف کا خزینہ اور انسائیکلوپیڈیا ہے۔ بقول امام ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ستر ہزار علوم ہیں۔ محقق جتنی تحقیق سے کتاب ہدیٰ کا مطالعہ کرے گا، اس پر وہ علوم منکشف ہوتے جائیں گے۔ سطور ذیل میں چند ایک علوم کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) علم ریاضی: بنیادی طور پر اس علم میں دو امور ہوتے ہیں: (۱) عدد صحیح (۲) عدد مکرر۔ عدد صحیح کی چند صورتیں ہو سکتی ہیں:

(۱) جمع (۲) تفریق (۳) ضرب (۴) تقسیم (۵) تنصیف (۶) تضعیف۔

علاوہ ازیں قواعد فروع ہیں۔ ان کی مثالیں درج ذیل ہیں:

(i) تفریق: ارشاد خداوندی ہے: عَاشَ فِيهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ وہ ان میں ایک ہزار سال زندہ رہے سوائے پچاس کے۔

(ii) ضرب: قول باری تعالیٰ ہے: مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ الخ۔ ''ان لوگوں کی مثال جو اپنے اموال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں' اس دانے کی مثل ہے' جس نے سات بالیاں اگائیں اور ہر بالی میں ایک سو دانے ہوں''۔

(iii) تقسیم: فرمان خالق کائنات ہے: يُوْصِيْكُمُ اللهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ الخ۔ ''اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ مؤنث کے مقابلے میں مذکر (لڑکے) کے لیے دو حصے ہیں''۔

(۲) علم تعبیر الرویا: سورۃ یوسف میں ہے: اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا الخ۔ لَقَدْ صَدَقَ اللهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا الخ۔ (حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا) بیشک میں نے گیارہ ستارے اور شمس و قمر کو دیکھا کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے خواب کو سچا کر دکھایا''۔

(۳) علم عروض: اس علم کی متعدد بحریں ہیں، دو بحروں کی مثالیں درج ذیل ہیں:

(i) بحر رمل: ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ: فاعلاتن، فاعلاتن، فاعلاتن۔

(ii) بحر متقارب: نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ: فعلن، فعلن، فعلون، فعول۔

(۴) علم بدیع: اس علم کی مثالیں قرآن میں یوں بیان کی گئی ہیں:

(i) صنعت مراۃ النظیر: اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ الخ۔ ''آفتاب و ماہتاب کا ایک حساب ہے''۔

(ii) صنعت عکس: يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ''اللہ تعالیٰ نکالتا ہے مردے سے زندہ کو اور نکالتا ہے مردے کو زندہ سے''۔

(۵) علم الامثال: ارشاد ربانی ہے: اِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ الخ۔ ''سب سے کمزور گھر مکڑی کا گھر ہوتا ہے''۔

(۶) علم الرجال: ارشاد ربانی ہے: قَالُوا اتَّخَذَ اللهُ وَلَدًا سُبْحَانَهٗ، مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ انہوں نے کہا: اللہ نے بیٹا بنا لیا حالانکہ وہ اس سے پاک ہے۔ انہیں اور ان کے اباء و اجداد کو اس کا علم نہیں ہے''۔

(۷) علم الصرف: ارشاد ربانی ہے: قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ”اس عبارت میں لفظ ”دَسَّ“ اصل میں ”دَسَّسَ“ تھا، قاعدہ ہے کہ جب کئی حروف ایک جنس کے جمع ہو جائیں تو کسی حرف کو دوسرے حرف کے ساتھ بدلا جاتا ہے۔ یہاں بھی ”دَسَّـــــسَ“ کے دوسرے سین کو الف کے ساتھ بدل دیا تو دَسّٰهَا ہو گیا۔

(۸) علم النفس: ارشاد خداوندی ہے: فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا الخ۔ ”یہ اللہ کی فطرت ہے، جس پر اس نے لوگوں کو چلایا“۔

(۹) علم الاخلاق: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ، هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانِ ۔ ”بیشک اللہ تمہیں انصاف اور نیکی کا حکم دیتا ہے، نیکی کا بدلہ صرف نیکی ہے“۔

(۱۰) علم التشریح: اس بارے میں قول ربانی ہے: فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ الخ۔ بیشک ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفہ (منی) سے پھر جمے ہوئے خون سے پھر گوشت کے لوتھڑے سے“۔

(۱۱) علم جغرافیہ: ارشاد خداوندی ہے: اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ الخ۔ ”کیا ان لوگوں نے زمین کی سیر نہیں کی پھر انہوں نے نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے لوگوں کا انجام کیا ہوا؟

(۱۲) علم التاریخ: اس بارے میں ارشاد خداوندی ہے: لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ الخ۔ ان کے واقعات میں عقلمند لوگوں کے لیے نصیحت ہے۔

(۱۳) علم ہیئت: اس بارے میں قول باری تعالیٰ ہے: تَبَارَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرَاجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا الخ۔ ”بابرکت ہے وہ ذات جس نے آسمان میں برج اور روشن شمس وقمر بنائے“۔

(۱۴) علم درایت: اس سلسلے میں فرمان خداوندی ہے: اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ الخ۔ ”اگر تمہارے پاس کوئی فاسق شخص خبر لائے تو اس کی تصدیق کر لیا کرو“۔

(۱۵) علم المعیشت: ارشاد ربانی ہے: وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ الخ۔ ”اور بیشک ہم نے تمہیں زمین میں ٹھہرایا اور ہم نے تمہارے لیے اس میں روزی پیدا کی“۔

(۱۶) علم التجوید: اس حوالے سے ارشاد خداوندی ہے: وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۔ ”اور تم قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو“۔

(عبدالصمد صارم: تاریخ القرآن ص۳۰۴)

دورِ صحابہ اور دورِ تابعین کے مفسرین قرآن:

سوال: کیا دورِ صحابہ اور دورِ تابعین میں مفسرین قرآن بھی تھے؟ اگر جواب اثبات میں ہے، تو ان مفسرین کے اسماء گرامی بتائیں؟

جواب: دورِ صحابہ میں جن شخصیات کو ملکہ تفسیر قرآن حاصل تھا، ان میں سے چند ایک کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت عثمان غنی (۲) حضرت علی بن ابی طالب (۳) حضرت عبداللہ بن عباس (۴) حضرت عبداللہ بن مسعود

(۵) حضرت ابی بن کعب (۶) حضرت زید بن ثابت (۷) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص (۸) حضرت ابوموسیٰ اشعری (۹) حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہم (صراط الجنان فی تفسیر القرآن جلد اول ص ۲۷)

دور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرح دور تابعین میں بھی مفسرین قرآن موجود تھے۔ ان میں سے چند مشہور کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت سعید بن المسیب (۲) حضرت عروہ (۳) حضرات سالم (۴) حضرت عمر بن عبدالعزیز (۵) حضرت سلیمان بن یسار (۶) حضرت عطاء بن یسار (۷) حضرت زید بن اسلم (۸) حضرت ابن شہاب (۹) حضرت حسن بصری (۱۰) حضرت مجاہد بن جبیر (۱۱) حضرت سعید بن جبیر (۱۲) حضرت علقمہ (۱۳) حضرت قتادہ (۱۴) حضرت امام ابن سیرین (۱۵) حضرت ابراہیم نخعی (۱۶) حضرت امام شعبی رحمہم اللہ تعالیٰ (صراط الجنان فی تفسیر القرآن ج اول ص ۲۸)

قدیم وجدید تفاسیر قرآن:

سوال: قرآن کریم کی قدیم وجدید چند مشہور تفاسیر کے نام بتائیں؟

جواب: قرآن کریم وہ آخری آسمانی کتاب ہے جو مسلمانوں کے لیے مستقل ''دستور حیات'' ہے، اس کی تفہیم وتفسیر کی خدمت ہر دور میں انجام دی گئی ہے۔ دور صحابہ سے لے کر دور حاضر تک اس کی تفسیر لکھنے کا سلسلہ جاری رہا۔ مشہور تفاسیر کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) تفسیر مقیاس القران: از حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مترجم ومطبوعہ۔

(۲) حضرت ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ (مرویات ام المؤمنین فی علم التفسیر) مطبوعہ۔

(۳) تفسیر المجاہد: از ابوالحجاج مجاہد بن جبر رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۱۰۳ھ) مطبوعہ۔

(۴) تفسیر حسن بصری: (تحقیق وترتیب جدید ڈاکٹر شیر علی) مطبوعہ۔

(۵) تفسیر سفیان ثوری: از امام سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۱۶۱ھ) مطبوعہ۔

(۶) تفسیر معانی القرآن: از ابوزکریا یحییٰ بن زیاد الفراء رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۲۰۷ھ) مطبوعہ۔

(۷) تفسیر غریب القرآن: از ابومحمد عبداللہ بن مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۲۷۶ھ) مطبوعہ۔

(۸) تفسیر تستری: از حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمہ اللہ تعالیٰ مطبوعہ۔

(۹) تفسر ابن جریر طبری: (جام البیان فی تفسیر القرآن) از امام محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۳۱۰ھ) مطبوعہ۔

(۱۰) تفسیر احکام القرآن: از امام ابوبکر احمد بن علی جصاص رازی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۳۷۰ھ) مطبوعہ۔

(۱۱) تفسیر سمرقندی: از امام ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۳۷۳ھ) مطبوعہ۔

(۱۲) تفسیر ثعلبی: از ابواسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ نیشاپوری (م ۴۲۷ھ) مطبوعہ۔

(۱۳) النکت والعیون: از علی بن محمد البصری رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۴۵۰ھ) مطبوعہ۔

(١٤) احکام القرآن: ازعلی بن محمد الطبری رحمہ اللہ تعالیٰ (م٥٠٤ھ) مطبوعہ۔

(١٥) تفسیر بغوی: ازابومحمد حسین بن مسعود الفراء البغوی رحمہ اللہ تعالیٰ (م٥١٠ھ) مطبوعہ۔

(١٦) تفسیر الکشاف: ازابوالقاسم محمود بن عمر بن محمد الخوارزمی الزمخشری معتزلی (م٥٣٨ھ) مطبوعہ۔

(١٧) تفسیر ابن عطیہ: ازابومحمد عبدالحق بن غالب اندلسی رحمہ اللہ تعالیٰ (م٥٤٦ھ) مطبوعہ۔

(١٨) تفسیر کبیر: (مفاتیح الغیب) ازامام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ (م٦٠٦ھ) مطبوعہ۔

نوٹ: یہ تفسیر تیس (٣٠) جلدوں پر مشتمل ہے۔ محقق عصر حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری حفظہ اللہ تعالیٰ (بانی جامعہ اسلامیہ لاہور) نے اس کا اردو میں ترجمہ مکمل کرلیا ہے اور مطبوعہ ہے جو بازار میں دستیاب ہے۔

(١٩) الجامع لاحکام القرآن (تفسیر قرطبی) ازمحمد بن احمد القرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ (م٦٧١ھ) مطبوعہ۔

(٢٠) تفسیر بیضاوی: ازعبداللہ البیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ (م٦٨٥ھ) مطبوعہ۔

(٢١) مدارالتنزیل (تفسیر نسفی) ازعبداللہ بن احمد النسفی رحمہ اللہ تعالیٰ (م٧٠١ھ) مطبوعہ۔

(٢٢) تفسیر نیشاپوری ازنظام الدین حسن بن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ (م٧٢٨ھ) مطبوعہ۔

(٢٣) تفسیر خازن (لباب التاویل فی معانی التنزیل) ازعلامہ علی بن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ (م٧٤١ھ) مطبوعہ۔

(٢٤) التسہیل لعلوم التنزیل (تفسیر ابن جزری) ازاحمد بن محمد اندلسی رحمہ اللہ تعالیٰ (م٧٤١ھ) مطبوعہ۔

(٢٥) البحر المحیط ازابوحیان محمد بن یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ (م٧٤٥ھ) مطبوعہ۔

(٢٦) تفسیر القرآن العظیم (تفسیر ابن کثیر) ازابوالفداء اسماعیل بن عمرو رحمہ اللہ تعالیٰ (م٧٧٤ھ) مطبوعہ۔

(٢٧) تفسیر الجلالین

(١) امام جلال الدین سیوطی (م٩١١ھ) (٢) امام جلال الدین محلی رحمہ اللہ تعالیٰ (م٨٦٤ھ) مطبوعہ۔

(٢٨) الجواہر الحسان فی تفسیر القرآن ازعبدالرحمٰن بن محمد الثعالبی رحمہ اللہ تعالیٰ (٨٧٦ھ) مطبوعہ۔

(٢٩) نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور۔ ازشیخ برہان الدین ابوالحسن ابراہیم البقاعی رحمہ اللہ تعالیٰ (م٨٨٥ھ) مطبوعہ۔

(٣٠) الدرالمنثور فی التفسیر الماثور ازامام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ (م٩١١ھ) مطبوعہ۔

نوٹ: اس تفسیر کا اردو ترجمہ ادارہ ضیاء القرآن، گنج بخش روڈ، لاہور سے شائع ہو چکا ہے۔

(٣١) السراج المنیر: ازخطیب شربینی شمس الدین محمد بن احمد شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ (م٩٧٧ھ) مطبوعہ۔

(٣٢) تفسیر ابی سعود: ازقاضی محمد بن محمد بن مصطفیٰ ابوالسعود رحمہ اللہ تعالیٰ (م٩٨٢ھ) مطبوعہ۔

(٣٣) تفسیر روح البیان: ازامام اسماعیل حقی رحمہ اللہ تعالیٰ (م١١٢٧ھ) مطبوعہ۔

(٣٤) التفسیرات الاحمدیۃ: ازملاجیون رحمہ اللہ تعالیٰ (م١٢٢٥ھ) مطبوعہ۔

(٣٥) تفسیر مظہری: ازقاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ (م١٣٣٥ھ) مطبوعہ۔

نوٹ: اس تفسیر کا اردو ترجمہ بھی ادارہ ضیاء القرآن کی طرف سے شائع ہو چکا ہے۔

(۳۶) تفسیر روح المعانی: از امام شہاب الدین محمود آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۱۲۷۰ھ) مطبوعہ۔

ان قدیم تفاسیر کے علاوہ کچھ جدید تفاسیر ہیں جو اردو زبان میں ہیں، ان میں سے چند ایک کے نام سطور ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

(۳۷) تفسیر خزائن العرفان علی کنز الایمان، از صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ مطبوعہ۔

(۳۸) نور العرفان علی کنز الایمان: از مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ تعالیٰ مطبوعہ۔

(۳۹) تفسیر رضوی: از شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ مطبوعہ۔

(۴۰) التبیان فی تفسیر القرآن: از غزالی زماں علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی رحمہ اللہ تعالیٰ مطبوعہ۔

(۴۱) تفسیر نعیمی: از علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ تعالیٰ مطبوعہ۔

(۴۲) التبیان فی تفسیر القرآن: از علامہ غلام رسول سعیدی رحمہ اللہ تعالیٰ مطبوعہ۔

تراجم قرآن جن زبانوں میں ہوئے:

سوال: تراجم قرآن کتنی زبانوں میں ہوئے ہیں اور ان تراجم کی نشاندہی کریں؟

جواب: تفاسیر قرآن کی طرح تراجم قرآن بھی ہر زبان میں کیے گئے ہیں، اس سلسلے میں چند تراجم کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) فارسی زبان: اس زبان میں چند تراجم کیے گئے:

(۱) حضرت سلمان فارسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہم وطنوں کے استفادہ کے لیے سورۃ فاتحہ کا فارسی میں ترجمہ کیا۔

(۲) حضرت شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فارسی میں ترجمہ کیا۔

(۳) ماضی قریب میں برصغیر کے معروف عالم دین حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فارسی میں ترجمہ کیا۔

(۲) اردو زبان: برصغیر میں اردو زبان میں کیے جانے والے چند ایک تراجم درج ذیل ہیں:

(i) کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن: از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری رحمہ اللہ تعالیٰ مطبوعہ۔

(ii) ترجمہ قرآن: از مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ تعالیٰ مطبوعہ۔

(iii) التبیان فی ترجمۃ القرآن: از غزالی زمان علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی رحمہ اللہ تعالیٰ مطبوعہ۔

(iv) التبیان فی ترجمۃ القرآن: از علامہ غلام رسول سعیدی رحمہ اللہ تعالیٰ مطبوعہ۔

(v) ترجمہ قرآن: از علامہ غلام رسول رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ مطبوعہ۔

(vi) ترجمہ قرآن: از علامہ مفتی محمد عبد اللہ اشرفی قصوری رحمہ اللہ تعالیٰ غیر مطبوعہ۔

(vii) عمدۃ البیان فی ترجمۃ القرآن: از ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری رحمہ اللہ تعالیٰ مطبوعہ۔

انوار الفرقان فی معانی القرآن علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری

معارف القرآن فی ترجمۃ القرآن از: سیّد محمد محدث کچھوچھوی رحمہ اللہ تعالیٰ

(۴) ہندی زبان: سب سے پہلے ہندی زبان میں ترجمہ ہندو راجہ مہروک نے کروایا تھا جو پنجاب اور کشمیر کا حکمران تھا۔

(۵) لاطینی زبان: ڈلمنی نے ۱۱۴۳ کو لاطینی میں ترجمہ قرآن کیا جو ۱۵۴۳ء میں شائع ہوا۔ علاوہ ازیں زبان میں ترجمہ ملیانڈ ۱۵۴۳ء، ترجمہ ماروس ۱۶۹۸ء اور ترجمہ لیڈوئس مراکش ۱۶۹۸ء بھی منظر عام پر آیا۔

(۶) فرانسیسی زبان: فرانسیسی زبان میں سب سے قبل ترجمہ قرآن انڈرودائر نے ۱۶۳۷ء میں کیا، جو ۱۶۴۷ء میں شائع ہوا۔

(۷) جرمن زبان: جرمن زبان میں سب سے پہلے ترجمہ قرآن مشہور مصلح اور پروٹسنٹ فرقہ کے بانی مارٹن لوتھر نے کیا تھا۔

(۸) روسی زبان: روسی زبان میں ترجمہ قرآن غالباً اٹھارھویں صدی عیسوی میں کیا گیا جو ۱۷۷۶ء کو سینٹ پیٹرز برگ میں شائع ہوا تھا۔

(۹) اطالوی زبان: اطالوی زبان میں سب سے پہلے انڈریا اراوی بین نے ۱۸۴۷ء میں ترجمہ قرآن کیا اور شائع کیا۔

(۱۰) جاپانی زبان: جاپانی زبان میں سب سے قبل شیخ عبدالرشید ابراہیم نے ترجمہ قرآن کیا تھا۔

(۱۱) انگریزی زبان: انگریزی زبان میں سب سے پہلے ترجمہ قرآن الیگزینڈر روس نے ۱۶۴۹ء میں کیا جو لندن سے شائع ہوا۔ علاوہ ازیں مسلمان سکالر ڈاکٹر ایم عبدالحکیم نے ترجمہ قرآن ۱۹۰۵ء میں کیا۔

(۱۲) بنگلہ زبان: بنگلہ زبان میں پہلا ترجمہ قرآن علامہ عباس علی نے کیا تھا۔

(۱۳) مرہٹی زبان: مرہٹی زبان میں پہلا ترجمہ قرآن صوفی حکیم میر محمد یعقوب خان نے کیا تھا۔

(۱۴) عبرانی زبان: عبرانی زبان میں تین تراجم ہوئے:

(۱) پہلا ترجمہ قرآن یعقوب بن اسرائیل نے کیا

(۲) برلن رکنڈروف نے ترجمہ قرآن کیا جو ۱۹۲۷ء کو لیپسہ سے شائع ہوا تھا۔

(۳) ایسرافلین نے ترجمہ کیا جو ۱۹۳۱ء کو بیت المقدس سے اشاعت پذیر ہوا۔

(۱۵) ڈچ زبان: ڈچ زبان میں مسٹر شوگر نے پہلا ترجمہ قرآن کیا جو ۱۶۶۱ء کو ہمبرگ سے شائع ہوا تھا۔

فضیلت تلاوت کے اعتبار سے سورتوں کے برابر ہونے کا مسئلہ:

سوال: کیا فضیلت قرآن کے اعتبار سے سب سورتیں برابر ہیں یا مختلف؟

جواب: فضیلت کے لحاظ سے سب سورتیں مساوی نہیں ہیں بلکہ بعض سورتوں کی فضیلت دوسری سورتوں سے زیادہ ہے۔ علاوہ ازیں بعض آیات کی فضیلت دوسری آیات سے زیادہ ہے۔ اس سلسلہ میں چند ایک مثالیں سطور ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

(۱) فضیلت کے اعتبار سے سورۃ فاتحہ کا سب سے بڑی سورۃ ہونا:

الفاظ کے لحاظ سے سورۃ بقرہ قرآن کریم کی سب سے بڑی اور سورۃ کوثر سب سے چھوٹی ہے لیکن فضیلت کے اعتبار سے سب

سے بڑی سورت فاتحہ ہے۔ حضرت ابوسعید بن معلّٰی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ وہ مسجد نبوی میں نماز ادا کر رہے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں طلب کیا، وہ نماز میں مصروف رہے۔ نماز سے فراغت پر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاخیر سے حاضر ہونے کی وجہ دریافت کی تو عرض کیا: یارسول اللہ! میں نماز میں مصروف تھا اور نماز سے فارغ ہو کر حاضر خدمت ہوا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد نہیں پڑھا:

اِسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ (انفال:۲۴)

جب تمہیں اللہ اور رسول بلائیں تو فوراً حاضر ہو جاؤ"۔

بعد ازاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں مسجد سے نکلنے سے قبل ایسی سورت نہ بتاؤں جو سب سے بڑی ہے؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ ضرور بتائیے گا، کیونکہ اس بارے میں آپ نے مجھ سے وعدہ بھی کر رکھا ہے۔ آپ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے مسجد سے باہر نکلنا چاہتے تھے کہ میں نے پھر بڑی سورت بتانے کے لیے التجا کی۔ آپ نے فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ الخ (سورۃ فاتحہ)

یہ دہرائی جانے والی سات آیات اور قرآن کریم بھی ہے جو عنایت کیا گیا۔ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۱۴۵۸)

(۲) سورۃ فاتحہ کے ساتھ ہر دعا قبول ہونا

سورۃ فاتحہ کی عظمت وفضیلت کے سبب اللہ تعالیٰ ہر دعا کو شرف قبولیت عطا کرتا ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما انزل اللہ فی التوراۃ والانجیل مثل ام القرآن وھی السبع المثانی وھی مقسومۃ بینی و بین عبدی و نعبد ما سالہ. (جامع ترمذی، رقم الحدیث ۳۱۲۴)

اللہ تعالیٰ نے تورات اور انجیل میں ام القرآن (سورۃ فاتحہ) کی مثل کوئی سورۃ نازل نہیں کی۔ یہ دہرائی جانے والی سات آیات ہیں، جو میرے اور میرے بندے کے درمیان تقسیم کی گئی ہیں۔ بندے کے لیے وہ چیز ہے جو وہ مانگے گا"۔

(۳) سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقرہ کا دو نور ہونا اور صرف آپ کو دیے جانا:

سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقرہ ایسے دو نور ہیں جو صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیے گئے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوپر کی طرف اپنا سر اقدس اٹھایا اور فرمایا: آج آسمان کا ایک ایسا دروازہ کھلا ہے جو پہلے کبھی نہیں کھلا تھا اور وہاں سے ایک ایسا فرشتہ اترا ہے جو پہلے کبھی نہیں اترا تھا۔ اس نے مجھے سلام عرض کیا ہے اور دو نوروں کی خوشخبری سنائی ہے۔ وہ دو نور سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقرہ کی آخری آیات ہیں۔ ان میں سے ہر حرف کی تلاوت کا بدلہ ہے"۔ (الصحیح للمسلم، رقم الحدیث ۸۰۶)

(۴) سورۃ بقرہ کی تلاوت کے عوض جنت کا تاج عطا ہونا:

سورۃ بقرہ کی تلاوت کے عوض اللہ تعالیٰ جنت کا تاج عنایت فرماتا ہے۔ حضرت صلصال رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ سورة البقره توج بتاج في الجنة (الجامع الصغیر/۶/۸۹۲۵)

''جس شخص نے سورۃ بقرہ پڑھی، اسے جنت کا تاج پہنایا جائے گا''۔

اس حدیث کا مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جس شخص نے سورۃ بقرہ ناظرہ سیکھ لی یا زبانی یاد کرلی، پھر اسے بطور وظیفہ اپنے معمولات میں شامل کرلی تو اسے قیامت کے دن بطور انعام جنت کا تاج پہنایا جائے گا۔

(۵) سورۃ بقرہ کی تلاوت کے سبب گھر سے شیطان کا بھاگ جانا:

جس گھر میں سورۃ بقرہ کی تلاوت کی جاتی ہے وہاں سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تجعلوا بيوتكم مقابر، ان الشيطان يفر من البيت الذى تقرأ فيه سورة البقرة

(الصحیح المسلم، رقم الحدیث: ۷۸۰)

تم اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ' کیونکہ جس گھر میں سورۃ بقرہ کی تلاوت کی جاتی ہے وہاں سے شیطان بھاگ جاتا ہے''۔

ایک مشہور روایت کے الفاظ یوں ہیں:

اذا قضا احدكم الصلوة في مسجده فليجعل لبيته نصيبا من صلوة، فان الله جاعل في بيته من صلاته خيرا (الصحیح للمسلم، رقم الحدیث: ۷۸۰)

جب تم میں سے کوئی کسی مسجد میں نماز ادا کرے تو اسے چاہیے نماز کا کچھ حصہ (نوافل) اپنے گھر کے لیے بھی چھوڑ دے، کیونکہ گھر میں نماز کی وجہ سے اللہ تعالیٰ برکت عطا کرتا ہے''۔

(۶) آیت الکرسی کا تمام آیات کی سردار ہونا

آیت الکرسی، تمام آیات کی چوٹی اور سردار ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لكل شيء سنام، وان سنام القرآن سورة البقرة، ومنها آية هي سيدة اى القرآن: اية الكرسى

(جامع ترمذی، رقم الحدیث: ۲۸۸)

''ہر چیز کی چوٹی ہوتی ہے اور قرآن کی چوٹی سورۃ بقرہ ہے۔ اس کی آیات میں ایک آیت سردار ہے اور وہ آیۃ الکرسی ہے''۔

(۷) فرض نماز کے بعد آیت الکرسی کا وظیفہ دخول جنت کا سبب ہونا

فرض نماز کے بعد باقاعدگی سے آیت الکرسی کا وظیفہ، موت کے بعد فوری دخول جنت کا باعث ہے۔ حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ اية الكرسي دبر كل صلوة مكتوبة لم يمنعه من دخول الجنة الا ان يموت

(الجامع الصغیر ۶/۸۹۲۶)

"جو شخص فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھنے کا معمول بناتا ہے، اس کے لیے موت کے علاوہ دخول جنت میں کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہتی"۔

آیت الکرسی کی فضیلت میں ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:

ان من ادمن قرأة اية الكرسي عقب كل صلوة فانه لا يتولى قبض روحه الا الله

"جو شخص فرض نماز کے بعد اہتمام سے آیت الکرسی پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ خود اس کی روح قبض فرمائے گا"۔

(۸) سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات کے ذریعے حفاظت کا حصول:

رات کے وقت اور سونے سے قبل جو شخص اہتمام سے سورۃ بقرہ کی آخری دو آیات کی تلاوت کرتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آجاتا ہے اور کوئی چیز اسے گزند نہیں پہنچا سکتی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ الايتين من اخر سورة البقرة في ليلة كفتاه (الجامع الصغیر ۶/۸۹۲۷)

"جس شخص نے سورۃ بقرہ کی آخری دو آیات کی اہتمام سے رات کے وقت تلاوت کی، وہ اس کے لیے کافی ہوں گی"۔

یعنی یہ دو آیات آئندہ رات تک تحفظ وحفاظت کا باعث بن جاتی ہیں۔

(۹) بروز جمعہ سورۃ آل عمران کی تلاوت پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فرشتوں کی دعا رحمت کا نزول ہونا:

جمعۃ المبارک کے دن سورۃ آل عمران کی تلاوت کا اہتمام کرنے والے پر دن بھر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فرشتوں کی دعا ورحمت کے نزول کا سلسلہ جاری رہتا ہے حتیٰ کہ سورج غروب ہوجائے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قراء السورة التي يذكر فيها ال عمران يوم الجمعة صلى الله عليه و ملائكة حتى تجب الشمس (الجامع الصغیر ۶/۸۹۲۸)

"جس شخص نے جمعۃ المبارک کے دن ایسی سورۃ تلاوت کی جس میں "آل عمران" کا ذکر آتا ہے، تو غروب آفتاب تک اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فرشتوں کی دعا رحمت کا سلسلہ جاری رہتا ہے"۔

فائدہ نافعہ: اسی طرح جو شخص رات کے وقت مذکورہ سورۃ کی تلاوت کرتا ہے، طلوع آفتاب تک اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فرشتوں کی دعائے رحمت کے نزول کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

(۱۰) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاں محبوب ترین آیت

حضرت علی رضی اللہ عنہ باب مدینۃ العلم ہیں، ان کے علوم ومعارف کا اندازہ لگانا مشکل ہے اوران کی قرآن فہمی کو معلوم کرنا بھی ناممکن ہے۔ آپ کی ذات علم وعمل کے اعتبار سے اپنی مثال آپ ہے۔ سواری پر سوار ہوتے وقت قرآن شروع فرماتے اور مکمل سوار ہونے پر قرآن ختم بھی کر لیتے تھے۔ آپ کا ارشاد گرامی ہے کہ میرے نزدیک قرآن کی یہ آیت سب سے زیادہ محبوب ہے:

ما فی القرآن آیۃ احب الی من ھذہ: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ

(النساء:۴۸) (جامع ترمذی، رقم الحدیث: ۲۰۴۰)

''میرے نزدیک اس آیت سے زیادہ قرآن کی کوئی آیت محبوب نہیں ہے: بیشک اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں کرتا اور اس کے علاوہ جسے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے''۔

(۱۱) جمعۃ المبارک کے دن تلاوت سورۃ کہف سے نور کی روشنی میسر آنا:

جو آدمی جمعۃ المبارک کے دن یا رات کے وقت اہتمام سے سورۃ کہف کی تلاوت کرتا ہے، آئندہ جمعہ تک اسے روشن نور میسر رہے گا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ سورۃ الکھف فی یوم الجمعۃ اضاء لہ من النور ما بین الجمعتین (الجامع الصغیر/۶/۸۹۲۹)

''جس شخص نے جمعۃ المبارک کے دن سورۃ کہف تلاوت کی (اسی طرح رات میں) تو اسے دونوں جمعوں کے درمیان روشن نور میسر رہے گا''۔

اس سلسلے میں ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

من قرأ سورۃ الکھف یوم الجمعۃ اضاء لہ النور ما بینہ و بین البیت العتیق (الجامع الصغیر/۶/۸۹۳۲)

''جس نے جمعہ کے دن سورۃ کہف تلاوت کی، اسے ایسا نور میسر ہوگا جو اس اور بیت اللہ تک پھیلا ہوا ہوگا''۔

(۱۲) سورۃ کہف کی پہلی تین آیات تلاوت کرنے سے فتنہ دجال سے حفاظت کا حصول:

جو شخص سورۃ کہف کی پہلی تین آیات تلاوت کرتا ہے، اسے فتنہ دجال سے حفاظت کی دولت میسر آئے گی۔ چنانچہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ ثلاث آیات من اول الکھف عصم من فتنۃ الدجال (الجامع الصغیر/۶/۸۹۳۱)

''جس آدمی نے سورۃ کہف کی پہلی تین آیات تلاوت کیں تو اسے فتنہ دجال سے محفوظ رکھا جائے گا''۔

(۱۳) سورۃ کہف کی آخرت دس آیات کی تلاوت سے فتنہ دجال سے حفاظت کا حصول:

جو شخص سورۃ کہف کی آخری دس آیات تلاوت کرتا ہے، اسے فتنہ دجال سے حفاظت کی دولت میسر آتی ہے۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ العشر الاواخر من سورة الكهف عصم من فتنة الدجال (الجامع الصغیر ۶/۸۹۳۰)

''جس شخص نے سورۃ کہف کی آخری دس آیات تلاوت کیں، اسے فتنہ دجال سے محفوظ رکھا جائے گا''۔

(۱۴) ہر رات سورۃ یٰسین تلاوت کرنے سے بخشش کا پروانہ حاصل ہونا:

جو شخص باقاعدگی سے ہر رات سورۃ یٰسین تلاوت کرنے کا اہتمام کرتا ہے اسے بخشش و مغفرت کا پروانہ فراہم کیا جاتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ يسين كل ليلة غفر له (الجامع الصغیر ۸۹۳۳)

''جو شخص ہر رات کو سورۃ یٰسین کی تلاوت کرتا ہے، اسے بخش دیا جاتا ہے''۔

(۱۵) صبح کے وقت تلاوت سورۃ یٰسین کرنے سے بخشش کا حصول:

جو شخص صبح کے وقت یا رات کے وقت سورۃ یٰسین کی تلاوت کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے، اسے مغفرت و بخشش کا پروانہ فراہم کیا جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ يسين في ليلة اصبح مغفورا له (الجامع الصغیر ۶/۸۹۳۴)

''جس آدمی نے رات کے وقت سورۃ یٰسین کی تلاوت کی تو اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے''۔

(۱۶) ایک مرتبہ سورۃ یٰسین کی تلاوت کا ثواب دس قرآن کے برابر ہونا:

سورۃ یٰسین ایک بار تلاوت کرنے سے اللہ تعالیٰ دس بار قرآن پڑھنے کا ثواب عطا کرتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ يسين مرة كانما قرأ القران عشر مرات (الجامع الصغیر ۶/۸۹۳۶)

جس شخص نے ایک بار سورۃ یٰسین تلاوت کی گویا اس نے دس بار قرآن پڑھا یعنی ایک دفعہ سورۃ یٰسین تلاوت کرنے سے دس قرآن ختم کرنے کا ثواب ملتا ہے۔

(۱۷) سورۃ یٰسین کی تلاوت سے مغفرت کا پروانہ میسر آنا:

جو شخص اہتمام سے سورۃ یٰسین کی تلاوت کرتا ہے اسے مغفرت و بخشش کی دولت حاصل ہو جاتی ہے۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ يسين ابتغاء وجه الله غفر له ما تقدم من ذنبه، فاقروها عند موتاكم (الجامع الصغیر ۶/۸۹۳۷)

''جس شخص نے اللہ کی رضا کے لیے سورۃ یٰسین تلاوت کی تو اس کے پہلے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں''
اس روایت میں ''ابتغاء وجه الله'' کے الفاظ کا فائدہ یہ ہے کہ اس ثواب کے لیے ایک شرط ہے اور وہ ہے ریا کاری کے لیے تلاوت نہ ہو بلکہ رضا خداوندی کے لیے ہو۔

(۱۸) سورۃ دخان کی تلاوت سے جنت میں محل تعمیر ہونا:

جب کوئی شخص سورۃ دخان تلاوت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے جنت میں محل تیار ہو جاتا ہے۔ حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ حم الدخان فی لیلة جمعة او یوم جمعة بنی الله له بیتا فی الجنة (الجامع الصغیر/۶/۸۹۴۱)
''جس شخص نے جمعہ کی شب یا جمعہ کے دن سورۃ ''دخان'' تلاوت کی تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں محل تعمیر کر دیتا ہے''۔

(۱۹) سورۃ واقعہ کی تلاوت سے فقر ومحتاجی سے نجات ملنا ہونا:

سورۃ ''واقعہ'' کی تلاوت کے نتیجہ میں انسان کو فقر ومحتاجی سے نجات حاصل ہو جاتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ سورة الواقعة فی کل لیلة لم تصبه فاقة ابدا (الجامع الصغیر/۶/۸۹۴۲)
''جو شخص ہر رات کو اہتمام سے سورۃ ''واقعہ'' کی تلاوت کرتا ہے وہ کبھی فقر ومحتاجی کا شکار نہیں ہوگا''۔
فائدہ نافعہ: رات کی طرح دن کے وقت بھی کوئی باقاعدگی سے سورۃ واقعہ تلاوت کرتا ہے اسے بھی فقر ومحتاجی لاحق نہیں ہوگی۔

(۲۰) سورۃ حشر کی تلاوت سے ستر ہزار ملائکہ کا استغفار کرنا:

سورۃ حشر تلاوت کرنے والے کو یہ اعزاز حاصل ہو جاتا ہے کہ ستر ہزار فرشتے اس کے لیے مغفرت وبخشش کی دعا کرتے ہیں۔ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قال حین یصبح ثلاث مرات، اعوذ بالله السمیع العلیم من الشیطان الرجیم، وقرأ ثلاث آیات من اخر سورة الحشر، وکل الله به سبعین الف ملك یصلون علیه حتی یمسی، وان مات فی یومه مات شهیدا، ومن قرأهما حین یمسی فکذالك (جامع ترمذی، رقم الحدیث ۲۹۲۳)
''جس نے صبح کے وقت تین بار: اعوذ بالله السمیع العلیم من الشیطان الرجیم، پڑھا پھر سوہ حشر کی آخری تین آیات تلاوت کیں، اللہ تعالیٰ اس کے لیے ستر ہزار فرشتوں کو مقرر کر دیتا ہے جو شام تک اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں۔ اگر وہ اسی دن رفات پائے تو شہید کی موت مرتا ہے۔ جو شخص شام کے وقت ان تین آیات

کی تلاوت کرتا ہے وہ بھی صبح کے وقت تلاوت کرنے والے کی مثل ہے۔

(۲۱) سورۃ حشر کی آخری آیات تلاوت کرنے کے عوض جنت عطا ہونا:

سورۃ حشر کی آخری آیات تلاوت کرنے سے جنت عطا کی جاتی ہے۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ خواتيم الحشر من ليل او نهار فقبض في ذالك اليوم او الليلة فقد اوجب الجنة

(الجامع الصغیر ۶/۸۹۴۳)

''جس آدمی نے سورۃ حشر کی آخری آیات رات کے وقت یا دن کے وقت تلاوت کیں پھر وہ اسی دن یا رات میں فوت ہوجائے، تو اس کے لیے جنت واجب ہوجاتی ہے''۔

فائدہ نافعہ: سورۃ حشر کی آخری آیات رات کے وقت یا دن کے وقت تلاوت کیں اور اس نے وفات خواہ رات کے وقت پائی یا دن کے وقت، اس کے لیے وجوب جنت کا انعام یقینی ہے۔

(۲۲) رات کے وقت سورۃ ملک کی تلاوت معمولات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں شامل ہونا:

رات کے وقت سونے سے قبل سورۃ ملک کی تلاوت کرنا چاہیے' کیونکہ یہ معمولات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل تھی۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

ان النبي صلى الله عليه وسلم كان لاينام حتى يقرأ الم: تنزيل، وتبارك الذي بيده الملك

(جامع الترمذی، رقم الحدیث ۲۸۹۴)

''بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے پہلے سورۃ: الم: تنزیل اور سورۃ ملک تلاوت فرماتے تھے''۔

(۲۳) تلاوت کرنے والے کے حق میں سورۃ ملک کا مغفرت کی شفاعت کرنا:

جو شخص سورۃ ملک کی تلاوت اپنے معمولات میں شامل کر لیتا ہے، یہ سورۃ اس کے حق میں مغفرت کی سفارش کرتی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من القرآن سورة ثلاثون اية شفعت لرجل حتى غفر له، وهي: تبارك الذي بيده الملك

(جامع ترمذی، رقم الحدیث: ۲۸۹۳)

''قرآن کریم میں ایک سورۃ ہے' جس کی تیس آیات ہیں۔ یہ آدمی کے حق میں سفارش کرتی ہے حتیٰ کہ اس کی بخشش کردی جاتی ہے، یہ سورۃ، سورۃ ملک ہے''۔

(۲۴) سورۃ ملک کے تلاوت کرنے والے کو عذاب قبر سے بچانا:

سورۃ ملک کو اپنے معمولات میں شامل کرنے والا، عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہے۔ حضرت محمد بن شہاب زہری رحمہ اللہ تعالیٰ کا

بیان ہے کہ حضرت حمید بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ تعالیٰ نے انہیں یوں بیان کیا:

ان قل هو الله احد تعدل ثلث القرآن، وان تبارك الذى بيده الملك تجادل عن صاحبها فى قبره

(مؤطا امام مالک، رقم الحدیث:۲۰۹۸)

بیشک ایک بار سورۃ اخلاص کی تلاوت سے ثلث قرآن پڑھنے کا ثواب ملتا ہے اور سورۃ ملک قبر میں اس کے پڑھنے والے کے حق میں جھگڑے گی۔

(۲۵) سورۃ اخلاص کی تلاوت سے تہائی قرآن کے ثواب کا حصول:

ایک دفعہ سورۃ اخلاص تلاوت کرنے سے ثلث قرآن کی تلاوت کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ قل هو الله احد فكانما قرأ ثلث القرآن (الجامع الصغیر ۶/۸۹۴۴)

''جس شخص نے ایک بار سورۃ اخلاص تلاوت کی گویا اس نے ثلث (تہائی) قرآن کی تلاوت کی''۔

فائدہ نافعہ: اس طرح تین بار سورۃ اخلاص تلاوت کرنے سے تین ثلث یعنی کل قرآن کریم کی تلاوت کا ثواب حاصل ہوتا ہے۔

(۲۶) تین بار سورۃ اخلاص تلاوت کرنے سے مکمل قرآن کی تلاوت کا ثواب حاصل ہونا:

تین بار سورۃ اخلاص کی تلاوت کرنے سے قاری کو پورے قرآن کی تلاوت کا ثواب ملتا ہے۔ حضرت رجاء الغنوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ قل هو الله احد ثلاث مرات فكانما قرأ القرآن اجمع (الجامع الصغیر ۶/۸۹۴۵)

''جس شخص نے تین بار سورۃ اخلاص تلاوت کی گویا اس نے پورے قرآن کی تلاوت کی''۔

(۲۷) سورۃ اخلاص کی تلاوت سے محبت خداوندی کا حصول:

سورۃ اخلاص کی تلاوت کا معمول بنانے سے محبت خداوندی حاصل ہوتی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں:

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم بعث رجلا الى سرية فكان يقرأ لاصحابه فى صلاته فيختم بقل هو الله احد فلما رجعوا ذكر ذالك للمصطفى صلى الله عليه وسلم فقال اسالوه لاى شئى يصنع ذالك؟ فسالوه فقال لانها صفة الرحمن فانا احب ان اقرأ بها فقال واخبروه ان الله يحبه

(الصحیحین)

''بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو اسلامی لشکر کا امیر بنا کر روانہ کیا، وہ جب اپنے ساتھیوں (لشکر) کو

نماز پڑھاتا تو اپنی نماز کی ہر رکعت سورۃ اخلاص پر ختم کرتا۔ (وہ ہر رکعت کے اختتام میں سورۃ اخلاص تلاوت کرتا تھا) جب لشکر واپس آیا تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے صحابہ سے فرمایا تم اس شخص سے اس کی وجہ دریافت کرو۔ چنانچہ اس بارے میں دریافت کرنے پر اس نے بتایا کہ میں نے اس سورۃ کا انتخاب اس لیے کیا ہے کہ مجھے اس سورت سے محبت ہے' کیونکہ یہ اوصاف خداوندی پر مشتمل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے خوشخبری سنا دو کہ اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت فرماتا ہے۔

(۲۸) سورۃ اخلاص تلاوت کرنے سے پندرہ ہزار نیکیوں کا حصول:

دوسو بار سورۃ اخلاص تلاوت کرنے سے پندرہ ہزار نیکیاں عطا کی جاتی ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرء فی یوم قل ھو اللہ احد مائتی مرۃ کتب اللہ لہ الفا و خمسمائۃ مرۃ حسنۃ الا ان یکون علیہ دین (الجامع الصغیر/۶/۸۹۵۲)

''جس نے ایک دن میں دوسو بار سورۃ اخلاص تلاوت کی، اسے پندرہ سو نیکیوں کا ثواب عطا کیا جاتا ہے، مگر یہ کہ اس پر قرضہ موجود ہو''۔

(۲۹) عرفہ کی رات ہزار بار سورۃ اخلاص کی تلاوت سے ہر چیز کا حصول:

شب عرفہ میں ایک ہزار بار سورۃ اخلاص تلاوت کرنے کے نتیجہ میں انسان جس چیز کی تمنا کرتا ہے، وہی اسے میسر ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرا قل ھو اللہ احد عشیۃ عرفۃ الف مرۃ اعطاء اللہ ماسأ لہ (ایضا)

جس شخص نے عرفہ کی رات ایک ہزار بار سورۃ اخلاص تلاوت کی، تو اللہ تعالیٰ اسے وہ چیز عنایت کرتا ہے' جس کی وہ تمنا کرتا ہے''۔

(۳۰) سورۃ اخلاص سے محبت دخول جنت کا ذریعہ ہونا:

سورۃ اخلاص سے محبت کے سبب انسان جنت میں داخل ہوگا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا:

یا رسول اللہ: انی احب ھذہ السورۃ: قل ھو اللہ احد، قال: ان حبک ایاھا ادخلک الجنۃ

(جامع ترمذی، رقم الحدیث:۲۹۰۳)

''یارسول اللہ! بیشک میں اس سورۃ ''سورۃ اخلاص'' کو پسند کرتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیری اس کے ساتھ محبت تجھے جنت میں داخل کردے گی''۔

(۳۱) دس بار سورۃ اخلاص تلاوت کرنے سے جنت میں گھر تعمیر ہونا:

دس مرتبہ سورۃ اخلاص تلاوت کرنے سے قاری کے لیے جنت میں محل تعمیر ہو جاتا ہے۔ حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ قل هو الله احد، عشر مرات بنى الله له بيتا فى الجنة (الجامع الصغیر/۶/۸۹۴۶)

''جس آدمی نے دس بار سورۃ اخلاص تلاوت کی تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنا دے گا''۔

(۳۲) بیس بار سورۃ اخلاص تلاوت کرنے سے جنت میں گھر تعمیر ہونا:

بیس بار سورۃ اخلاص کی تلاوت کرنے سے قاری کے لیے جنت میں بڑا محل تیار کیا جاتا ہے۔ حضرت خالد بن زید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ قل هو الله احد عشرين مرة بنى الله له قصرا فى الجنة (الجامع الصغیر/۶/۸۹۴۷)

''جس آدمی نے بیس بار سورۃ اخلاص تلاوت کی تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں محل بنا دے گا''۔

سوال: یہ روایت ماقبل روایت سے متعارض ہے کیونکہ اس میں دس بار سورۃ اخلاص کی تلاوت کا ذکر تھا جبکہ اس میں بیس بار تلاوت پر جنت میں گھر بنائے جانے کا ذکر ہے؟

جواب: پہلی روایت میں ''بیتا'' کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کی جمع ''بیوت'' آئی ہے اور اس کا معنی ہے: عام گھر۔ اس حدیث میں ''قصر'' کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کی جمع ہے: قصور: اس کا معنی ہے: بڑا محل، لہٰذا تعارض باقی نہ رہا۔

(۳۳) پچاس بار سورۃ اخلاص تلاوت کرنے سے پچاس سال کے گناہ معاف ہونا:

پچاس بار سورۃ اخلاص کی تلاوت کرنے سے آدمی کے پچاس سالہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ قل هو الله احد خمسين مرة غفر الله له ذنوب خمسين سنة (الجامع الصغیر/۶/۸۹۴۸)

''جس آدمی نے پچاس بار سورۃ اخلاص تلاوت کی، اللہ تعالیٰ اس کے پچاس سالہ گناہ معاف فرما دیتا ہے''۔

(۳۴) سو بار سورۃ اخلاص تلاوت کرنے سے جہنم سے آزادی حاصل ہونا:

ایک سو بار سورۃ اخلاص تلاوت کرنے کے نتیجہ میں قاری کو جہنم سے آزادی کا پروانہ میسر آ جاتا ہے۔ حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ قل هو الله احد، مائة مرة فى الصلوة او غيرها كتب الله له براءة من النار (الجامع الصغیر/۶/۸۹۴۹)

''جس آدمی نے ایک سو بار سورۃ اخلاص تلاوت کی نماز میں یا غیر نماز میں، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جہنم سے آزادی لکھ دیتا ہے''۔

(۳۵) نماز جمعہ کے بعد قرآن کی آخری تین سورتوں کی تلاوت کرنے سے آئندہ جمعہ تک گناہوں سے محفوظ ہونا:

نمازِ جمعہ کے بعد قرآن حکیم کی آخری تین سورتوں کی تلاوت کے نتیجہ میں آئندہ جمعہ تک انسان گناہوں سے بچا رہتا ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ بعد صلوة الجمعة، قل هو الله احد، وقل اعوذ برب الفلق و قل اعوذ برب الناس سبع مرات اعاذه الله بها من السوء الى الجمعة (الجامع الصغیر/۶/۸۹۵۴)

''جس شخص نے نماز جمعہ کے بعد قرآن کریم کی آخری تین سورتیں (سورۃ اخلاص ومعوذتین) سات بار تلاوت کیں تو اللہ تعالیٰ اسے آئندہ جمعہ تک گناہوں سے محفوظ رکھے گا''۔

(۳۶) آخری تین سورتوں کی تلاوت سے ہر کام میں کامیابی حاصل ہونا:

قرآن کریم کی آخری تین سورتوں کی تلاوت کے نتیجہ میں انسان کو ہر مقصد میں کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن حبیب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم پر ہلکی بارش ہوئی اور اندھیرا بھی چھا چکا تھا، ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منتظر رہے تاکہ آپ ہمیں نماز پڑھائیں۔ آپ تشریف لائے تو آپ نے فرمایا: تم پڑھو، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں کیا پڑھوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صبح اور شام کے وقت تم قرآن کریم کی آخری تین سورتیں تلاوت کرلیا کرو، اس سے تمہیں ہر مقصد میں کامیابی حاصل ہوگی''۔

(۳۷) نماز جمعہ کے بعد قرآن کریم کی آخری تین سورتوں کے تلاوت کرنے کے فوائد:

نماز جمعہ کے بعد قرآن کرین کی آخری تین سورتوں کی تلاوت کرنے سے پہلے اور پچھلے سب گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ اذا سلم الانام يوم الجمعة قبل ان يثنى رجليه فاتحة الكتاب، وقل هو الله احد، وقل اعوذ برب الفلق، وقل اعوذ برب الناس سبعا سبعا، غفرله ما تقدم من ذنبه وما تأخروا عطى من الاجر بعدد كل من امن بالله واليوم الاخر (الجامع الصغیر/۶/۸۹۵۵)

''جب امام نماز جمعہ سے سلام پھیرے تو جو شخص اپنی جگہ سے اٹھنے سے قبل قرآن کریم کی آخری تین سورتوں (سورۃ اخلاص ومعوذتین) کی سات سات بار تلاوت کرے تو اس کے پہلے اور بعد والے تمام گناہ معاف کردیے جاتے ہیں اور اللہ وآخرت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کے برابر اسے ثواب عطا کیا جاتا ہے''۔

سولہ امور ایسے ہیں جن کے سبب سابقہ اور بعد والے گناہ معاف ہوجاتے ہیں، وہ امور درج ذیل ہیں:

(۱) حج کرنا (۲) نویں ذی الحجہ کو روزہ رکھنا (۳) مسجد اقصیٰ سے احرام باندھ کر حج یا عمرہ کی نیت سے مسجد حرام میں آنا (۴) مناسک حج کی تکمیل کرنا (۵) نماز جمعہ کے بعد اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے قرآن کی آخری تین سورتوں کی سات سات بار تلاوت

کرنا (۶) سورۂ حشر کی آخری دس آیات کی تلاوت کرنا (۷) بہترین طریقہ سے وضوء کرنا (۸) مؤذن کی اذان کا زبانی اور عمل سے جواب دینا (۹) آمین کہنے میں فرشتوں کی موافقت کرنا (۱۰) نماز چاشت اہتمام سے ادا کرنا (۱۱) شب قدر میں نوافل ادا کرنا، رمضان میں نماز تراویح ادا کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا (۱۲) جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمانوں کا محفوظ ہونا (۱۳) اندھے کو چالیس قدم پہنچا کر چھوڑ دینا (۱۴) مسلمان بھائی کی ضرورت پوری کرنا (۱۵) ملنے والے سے مصافحہ کرنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا (۱۶) کھاتے اور پہنتے وقت اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانا اور **لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم** پڑھنا۔

(علامہ ابن حجر عسقلانی، الخصال المکفرہ ص ۱۱۰)

(۳۸) قرآن کی آخری دو سورتوں کا بے مثل ہونا:

قرآن کریم کی آخری دو سورتیں (معوذتین) بے مثل ہیں اور ان کی مثل کوئی سورت نازل نہیں ہوئی۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الم تر ایات انزلت هذه الليلة لم يرمثلهن قط: قل اعوذ برب الفلق وقل اعوذ برب الناس وفي رواية قال: قال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم نزل او انزلت على ايات لم يرمثلهن قط: المعوذتين (الصحیح للمسلم، رقم الحدیث:۸۱۴)

''کیا تو ان آیات کو نہیں دیکھتا جو آج رات نازل ہوئی ہیں؟ ان کی مثل نہیں دیکھی گئی اور وہ معوذتین ہیں۔ ایک روایت میں ہے راوی کا کہنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: مجھ پر کچھ آیات ایسی اتاری گئی ہیں کہ ان کی مثل پہلے نہیں اتاری گئیں، وہ معوذتین ہیں۔

ناظرہ وحفظ قرآن کی فضیلت اور بھلا دینے کی وعید:

سوال: ناظرہ وحفظ قرآن کی فضیلت اور اسے بھلا دینے کی وعید و مذمت کیا ہے؟

جواب: قرآن سیکھنا خواہ ناظرہ شکل میں ہو یا حفظ کی صورت میں اور اس کی تلاوت کرنا بہترین عبادت ہے لیکن اسے بھلا دینا قابل مذمت فعل ہے۔ موضوع کے اعتبار سے چند روایات سطور ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) محض تلاوت قرآن عبادت ہونا:

قرآن کو سمجھنا اور اس کے احکام و تعلیمات پر عمل کرنا تو بلاشبہ عبادت ہے لیکن اس کی محض تلاوت بھی عبادت ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

افضل العبادت تلاوت القرآن (او کما قال علیہ السلام) تلاوت قرآن بہترین عبادت ہے''۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم نے فرمایا:

اعبد الناس اكثرهم تلاوت للقرآن (الجامع الصغیر جلد اول ص ۵۴۹)

''کثرت سے تلاوت کرنے والا، لوگوں سے زیادہ عبادت گزار ہے''۔

(۲) ناظرہ تلاوت قرآن سے آنکھوں کی بینائی محفوظ رہنا:

اگر تلاوت قرآن ناظرہ شکل میں کی جائے تو اس کا اجر وثواب بھی زیادہ ہے اور اس کی برکت سے قاری کی بینائی بھی محفوظ رہتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من ادام النظر فی المصحف متع ببصره ما دام فی الدنیا (کنز العمال جلد اول ص ۵۳۶)

''جس شخص نے ہمیشہ قرآن پر دیکھ کر تلاوت کی تا حیات اس کی بینائی محفوظ رہے گی''۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ القرآن نظرا متع ببصره (کنز العمال جلد اول ص ۵۳۶)

''جو شخص ناظرہ شکل میں تلاوت قرآن کا عادی ہوگا، اس کی بیناء محفوظ رہے گی''۔

فائدہ نافعہ: دونوں روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ تلاوت قرآن خواہ ناظرہ صورت میں کی جائے یا زبانی (حفظ) شکل میں، ہر لحاظ سے جائز ہے لیکن ناظرہ تلاوت کی فضیلت زیادہ ہے اور اس کی برکت سے بینائی محفوظ رہتی ہے۔

(۳) قرآن کو دیکھنا بھی عبادت ہونا:

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ تلاوت قرآن کرنا، اسے سمجھنا اور اس پر عمل کرنا عبادت ہے۔ علاوہ ازیں اسے دیکھنا بھی عبادت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خمس من العبادة: النظر الی المصحف والنظر الی الکعبة والنظر الی الوالدین والنظر الی زمزم وهی تحط الخطایا والنظر فی وجه العالم (جامع الشمل جلد اول ص ۱۵۰) پانچ اور عبادات ہیں:

(۱) قرآن کو دیکھنا (۲) کعبہ کو دیکھنا (۳) والدین کو دیکھنا (۴) آب زمزم کو دیکھنا اور یہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے (۵) عالم دین کے چہرے کو دیکھنا۔

(۴) ہزار آیات تلاوت کرنے سے بروز قیامت صدیقین کے طبقہ میں شمار ہونا:

جو شخص قرآن کریم کی ایک ہزار آیات کی تلاوت کو اپنے روزمرہ معمولات میں شامل کر لیتا ہے، اسے قیامت کے دن انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی رفاقت حاصل ہوگی۔ حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ الف اية فی سبیل الله کتب یوم القیامة مع النبیین والصدیقین والشهداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا (کنز العمال جلد اول ص ۵۳۷)

''جو شخص محض رضاء الٰہی کے لیے ایک ہزار آیات تلاوت کرتا ہے، اسے قیامت کے دن انبیاء، صدیقین، شہداء اور

صالحین کی رفاقت حاصل ہوگی''۔

(۵) تلاوت قرآن کی برکت سے گھر میں ملائکہ کی آمد اور شیطان کا دور جانا

جس گھر میں تلاوت قرآن کی جاتی ہے، اس کی برکت سے وہاں کے فرشتے آتے ہیں اور شیطان دوڑ جاتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً منقول ہے:

البيت الذى اذا قرئ فيه القرآن حضرته الملائكة و تنكبت عنه الشياطين و اتسع على اهله و كثر خيره وقل شره وان البيت اذا لم يقرأ فيه حضرته الشياطين، و تنكبت عنه الملائكة وضاق على اهله، وقل خيره و كثر شره (امام غزالی، احیاء العلوم جلد ۴ ص ۴۶۶)

جس گھر میں قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے اس میں فرشتے داخل ہوتے ہیں اور شیاطین بھاگ جاتے ہیں، اہل خانہ پر وہ وسیع ہو جاتا ہے، اس میں اعمالِ صالحہ زیادہ ہوتے ہیں اور اعمال سیئہ کم۔ وہ گھر جس میں تلاوت قرآن نہ کی جائے، اس میں شیاطین داخل ہوتے ہیں اور فرشتے نکل جاتے ہیں، وہ گھر اہل خانہ پر تنگ ہو جاتا ہے، اس میں نیکیاں کم ہوتی ہیں اور برائیاں زیادہ ہوتی ہیں''۔

(۶) خوبصورت آواز سے تلاوت کرنا:

خوبصورت آواز میں تلاوت قرآن کرنے کی فضیلت واہمیت احادیث مبارکہ میں بیان کی گئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

زينوا اصواتكم بالقرآن، احسنوا اصواتكم بالقرآن (مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۷۰)

''تم قرآن کریم کو اپنی آوازوں سے خوبصورت بناؤ، تم قرآن کریم کو اپنی آوازوں سے مزین کرو''۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لكل شيء وحيلة وحيلة القرآن حسن الصوت (ایضاً)

''ہر چیز کا زیور ہوتا ہے اور قرآن کریم کا زیور خوبصورت آواز ہے''۔

ایک روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ليس منا من لم يتغن بالقرآن (مجمع الزوائد جلد ۷ ص ۱۷۱)

''جس شخص نے قرآن کریم کو خوبصورتی سے نہ پڑھا' وہ ہم میں سے نہیں ہے''۔

(۷) دل کا علاج تدبر و تلاوت قرآن سے کرنا:

تدبر اور غور وخوض سے تلاوت کرنے سے دل کا علاج ہو جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم خواص رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ دل کا علاج پانچ چیزوں سے ممکن ہو سکتا ہے:

(۱) تدبر سے تلاوت قرآن کرنا

(۲) پیٹ کو بھوکا رکھنا

(۳) شب بیداری کرنا

(۴) سحری کے وقت عجز و انکسار سے دعائیں کرنا

(۵) صالحین کی صحبت اختیار کرنا۔ (حضرت ابراہیم الخواص: الارشاد والتطریز ص ۱۸۵)

(۸) قرآن کی تلاوت گانے کی طرز پر کرنے کی ممانعت:

قرآن کریم کی خوبصورت آواز اور عربی لہجہ میں تلاوت کرنا چاہیے۔ گانے کی طرز یا اہل کتاب کے اسلوب پر اس کی تلاوت نہیں کرنا چاہیے۔ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اقرؤا القرآن للحون العرب واصواتها و ایاکم واهل الکتابین واهل الفسق (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۹۱)

تم عرب اور ان کے لہجوں کے مطابق تلاوت قرآن کرو۔ تم اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) اور اہل فسق کے لہجوں میں تلاوت قرآن کرنے سے اجتناب کرو''۔

(۹) حافظ قرآن کی سفارش سے دس افراد کی بخشش ہونا

اللہ تعالیٰ حافظ قرآن کو یہ اعزاز عطا کرے گا کہ قیامت کے دن اس کی سفارس سے دس ایسے لوگوں کی بخشش کرے گا جن پر جہنم واجب ہو چکی ہوگی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ القرآن فاستظهره فاحل حلاله و حرم حرامه ادخله الله الجنة و شفعه فی عشرة من اهل بيته كلهم قدوجبت له النار"

جس شخص نے قرآن پڑھا پھر اسے زبانی یاد کیا، اس کے حلال کو حلال اور اس کے حرام کو حرام سمجھا، اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا اور اس کے گھر والوں میں سے دس ایسے لوگ جن پر جہنم واجب ہو چکی ہوگی کے حق میں اس کی سفارش قبول فرمائے گا''۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يقال لصاحب القرآن اقرأ ارتق ورتل كما كنت ترتل فی الدنيا فان منزلك عند اخر اية تقرأها

(قیامت کے دن) صاحب قرآن (حافظ قرآن) سے کہا جائے گا کہ تو تلاوت قرآن کرتا جا، جنت کی منازل تہہ کرتا جا، دنیا کی طرح ترتیل سے پڑھتا جا اور تیرا مقام وہی ہے جہاں آخری آیت ختم ہوگی''۔

ایک روایت میں ہے کہ قیامت کے دن حافظ قرآن کے والدین کو ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی آفتاب سے بھی زیادہ ہوگی جبکہ آفتاب تمہارے گھروں کے بالکل قریب آجائے''۔

ان رویات سے حافظ قرآن کی عظمت و فضیلت عیاں ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اس اعزاز و انعام سے

نوازے۔

(۱۰) قرآن کریم کے ہر حرف کے عوض دس نیکیاں عطا ہونا:

جب کوئی شخص تلاوت قرآن کرتا ہے تو اس کے ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں عطا کی جاتی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ حرفا من كتاب الله فله به حسنة والحسنة بحشر امثالها لا اقول الم حرف: الف حرف، و لام حرف و ميم حرف (کنز العمال جلد اول ص ۵۱۹)

''جس نے قرآن کا ایک حرف پڑھا اسے اس کے عوض ایسی نیکی دی جائے گی جو دس نیکیوں کے برابر ہوگی۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ''الم'' ایک حرف ہے۔ الف ایک حرف ہے' لام الگ حرف ہے اور میم علیحدہ حرف ہے''۔

(۱۱) تلاوت قرآن کے ہر حرف پر ستر نیکیاں عطا ہونا:

جو شخص باوضو اور تجوید کے ساتھ تلاوت قرآن کرتا ہے، اسے ہر حرف کے عوض ستر نیکیاں عنایت کی جاتی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ القرآن فلم يعربه و كل به ملك يكتبه كما انزل وله بكل حرف عشر حسنات فان اعرب بعضه ولم يعرب بعضه و كل به ملكان يكتبان له بكل عشرين حسنة فان اعربه و كل به اربعة املاك يكتبون له بكل حرف سبعين حسنة (کنز العمال جلد اول ص ۵۴۴)

''جس شخص نے تلاوت قرآن کی جبکہ وہ اس کی درست ادائیگی نہ کر سکا تو اس کے لیے ایک فرشتہ متعین کیا جاتا ہے جو قرآن کو ویسے ہی لکھتا ہے جیسے نازل کیا گیا جبکہ وہ پڑھنے والے کے لیے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے۔ اگر وہ تلاوت کے وقت بعض حروف کی ادائیگی درست اور بعض کی غیر صحیح کر سکے، تو اس کے لیے دو فرشتے مقرر کئے جاتے ہیں جو اس کے لیے ہر حرف کے عوض دس بیس نیکیاں لکھ دیتے ہیں۔ اگر وہ تمام حروف کو درست ادا کرے تو اس کے لیے چار فرشتے تعینات کیے جاتے ہیں جو اس کے لیے ہر حرف کے بدلے ستر نیکیاں لکھتے ہیں''۔

فائدہ نافعہ: جو بغیر تجوید کے سادہ انداز میں تلاوت قرآن کرتا ہے اسے ہر حرف کے عوض دس نیکیاں دی جاتی ہیں۔ جو آدمی تمام آداب و باوضو اور تجوید کے قواعد کے مطابق تلاوت کرتا ہے، اسے ہر حرف کے بدلے ستر نیکیوں کا اجر و ثواب عطا کیا جاتا ہے۔

(۱۲) نماز میں تلاوت قرآن کا افضل ہونا:

خارج نماز کی بنسبت نماز میں تلاوت قرآن کرنا افضل ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قراة القرآن فی الصلوة افضل من قراة القرآن فی غير الصلوة، و قراة القرآن فی غير الصلوة

افضل من التسبيح والتكبير، والتسبيح افضل من الصدقة و الصدقة افضل من الصوم، والصوم جنة من النار (کنزالعمال جلداول ص۵۱۶)

''نماز میں تلاوت قرآن کرنا غیرنماز میں تلاوت سے افضل ہے۔خارج نماز تلاوت قرآن کرنا تسبیح وتکبیر سے افضل ہے۔تسبیح بیان کرنا صدقہ کرنے سے افضل ہے اور صدقہ کرنا روزہ رکھنے سے افضل ہے جبکہ روزہ آتش جہنم سے بچنے کا ذریعہ ہے''۔

(۱۳) نماز میں تلاوت کرنے سے ہر حرف کے عوض سو نیکیاں عطا ہونا:

نماز میں تلاوت قرآن کرنے سے ہر حرف کے عوض سو نیکیاں عطا کی جاتی ہیں۔حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ القرآن فی صلوٰة فانما كان لكل حرف مائة حسنة ومن قرأه قاعدا كان له بكل حرف خمسون حسنة ومن قراه فی غير صلوة كان له بكل حرف عشر حسنات، ومن استمع الى كتاب الله كان له بكل حرف حسنة (کنزالعمال جلداول ص۵۴۱)

''جس آدمی نے نماز میں تلاوت کی،اسے ہر حرف کے عوض سو نیکیاں دی جاتی ہیں۔جو بیٹھ کر قرآن کی تلاوت کرتا ہے،اسے ہر حرف کے بدلے پچاس نیکیاں دی جاتی ہیں۔جس نے خارج نماز میں تلاوت قرآن کی،اسے ہر حرف کے عوض دس نیکیاں دی جاتی ہیں۔جس نے تلاوت قرآن سنی تو اسے ہر حرف کے عوض دس نیکیاں دی جاتی ہیں''۔

(۱۴) مسلمانوں پر قرآن کے حقوق:

قرآن پر ایمان رکھنا،اس کی تعلیمات پر عمل کرنا،اس کے آداب بجالانا اور دوسرے لوگوں کو اس کا درس دینا وغیرہ۔حضرت عبیدہ ملیکی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يا اهل القرآن لاتتوسدوا القرآن واتلوه حق تلاوته من اناء الليل والنهار و افشوه و تغنوه و تدبروا فيه لعلكم تفلحون ولا تعجلوا ثوابه فان له ثوابا (کنزالعمال جلداول ص۶۱۱)

''اے قرآن والو!تم قرآن کو سرہانہ نہ بناؤ بلکہ اس کی تلاوت کرو اس طرح جس طرح اس کا حق ہے(یعنی تمام آداب کو بجالاتے ہوئے) شب وروز کے اوقات میں۔تم اسے پھیلاؤ خوبصورتی کے ساتھ اس کی تلاوت کرو اور اس میں غور وفکر کرو تاکہ تم کامیابی حاصل کرسکو۔تم دنیا میں اس کا اجر وصول کرنے کی کوشش نہ کرو بلکہ اللہ تعالیٰ کے پاس (آخرت میں) اس کا اجر وثواب ہے''۔

(۱۵) حفاظ کرام کے لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحتیں:

حفاظ کرام کو چاہیے کہ وہ محض رضائے الٰہی کے قصد سے تلاوت قرآن کریں،اس میں ریاکاری کو ہرگز دخل نہیں ہونا چاہیے اور

رات کی حسین گھڑیوں میں تلاوت قرآن کی سعادت حاصل کی جائے جبکہ لوگ غفلت کی نیند سو رہے ہوں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یا حامل القرآن! تزین بالقرآن یزینك الله، ولا تزین به للناس فیشینك الله وینبغی لحامل القرآن ان یکون اطول الناس لیلا اذا کان الناس ناموا وان یکون اطول الناس حزنا اذا الناس فرحوا

(کنز العمال جلد اول ص ۶۲۲)

''اے حامل قرآن (حافظ قرآن) تو قرآن کو مزین کر، اللہ تعالیٰ تجھے آراستہ کرے گا، تو لوگوں کے لیے قرآن کریم کو مزین نہ کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تجھے معیوب بنا دے گا۔ حافظ قرآن کو چاہیے کہ وہ رات کے وقت زیادہ عبادت و ریاضت کرے جبکہ لوگ سو رہے ہوں۔ حامل قرآن کو چاہیے کہ وہ لوگوں سے زیادہ پریشان ہو جبکہ لوگ خوشی کا اظہار کر رہے ہوں''۔

(۱۶) حفظ قرآن کے بعد اسے بھلا دینے کی وعید و مذمت:

حفظ قرآن کے بعد اسے بھلا دینا گناہ کبیرہ ہے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا شدید مؤاخذہ ہوگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عرضت علی اجور امتی حتی القذاة یخرجها الرجل من المسجد، وعرضت علی ذنوب امتی فلم ار ذنبا اعظم من سورة من القرآن او اية اوتیها رجل ثم نسیها

(الجامع الصغیر للسیوطی مع المناوی جلد ۴ ص ۳۱۳)

''میری امت کے اعمال میرے سامنے پیش کیے گئے یہاں تک وہ کوڑا کرکٹ جو مسجد کی صفائی کے وقت باہر پھینکا جاتا ہے وہ بھی پیش کیا گیا، میرے سامنے میری امت کے گناہ پیش کیے گئے تو کسی انسان نے قرآن کی کوئی سورۃ یا آیت جو اس نے یاد کرنے کے بعد بھلا دی تو میں نے اس سے بڑا گناہ ملاحظہ نہیں کیا''۔

فائدہ نافعہ: ایک سورۃ یا ایک آیت یاد کرنے کے بعد اسے بھلا دینا، سب سے بڑا گناہ ہوا۔ جو حافظ قرآن پورے کا پورا قرآن یاد کرنے کے بعد بھلا دیتا ہے' تو اس کی وعید و مذمت کا خود اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من تعلم القرآن وعلق مصحفه لم یتعاهده ولم ینظر فیه جاء یوم القیامة متعلقا به یقول: یا رب العالمین! ان عبدك هذا اتخذنی مهجورا فاقض بینی و بینه (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی جلد ۱۳ ص ۲۷)

''جس شخص نے قرآن کی تعلیم حاصل کی پھر اس نے قرآن کو فراموش کر دیا، اسے دیکھنے کی زحمت گوارا نہ کی اور اسے یاد رکھنے کی کوشش نہ کی تو قرآن قیامت کے دن اس سے چمٹے گا پھر عرض گزار ہوگا: اے تمام جہانوں کے پروردگار! تیرے اس بندے نے مجھے ترک کر دیا تھا، پس (آج) تو اس کے اور میرے درمیان فیصلہ کر دے''۔

قرآن کریم کے رموز واوقاف:

سوال: قرآنی رموز واوقاف اوران کی وجوہات بیان کریں؟

جواب: مشہور قرآنی رموز واوقاف اوران کی وجوہات درج ذیل ہیں:

۱۔ O: یہ فقرہ مکمل ہونے اورآیت پوری ہونے کی علامت ہے، اس پرٹھہرنا چاہیے۔

۲۔ Oلا: دائرہ کے اوپر ''لا'' ٹھہرنے یانہ ٹھہرنے کے اختیار کوظاہر کرتا ہے۔

۳۔ Oم: دائرہ کے اوپر ''م'' لفظ ''لازم'' کامخفف ہے، یہاں لازمی ٹھہرنا چاہیے۔

۴۔ ط: یہ علامت لفظ ''مطلق'' کامخفف ہے، یہ جملہ مکمل ہونے کوظاہر کرتا ہے۔ اس پرٹھہرا جاسکتا ہے۔

۵۔ ج: یہ علامت لفظ ''جائز'' کامخفف ہے، اس پرٹھہرنا یانہ ٹھہرنا دونوں جائز ہیں۔

۶۔ ز: یہ علامت لفظ ''تجاوزت'' کامخفف ہے، یہاں نہ ٹھہرنا بہتر ہے۔

۷۔ ص: یہ علامت لفظ ''مرخص'' کامخفف ہے، یہاں ٹھہرنا یانہ ٹھہرنا دونوں صورتیں جائز ہیں۔

۸۔ ق: یہ علامت ''قیل علیہ الوقف'' کا اختصار ہے یعنی یہاں ٹھہرنا زیادہ بہتر نہیں ہے مگرنہ ٹھہرنا بہتر ہے۔

۹۔ صلی: یہ علامت ''قد یوصل'' کامخفف ہے، یہاں ترک وصل اولیٰ ہے۔

۱۰۔ قف: یہ فعل ثلاثی مجرد مثال واوی باب ضَرَبَ یَضْرِبُ سے صیغہ واحد مذکر حاضر ہے، یعنی تو ٹھہر جا، یہاں ٹھہرنا چاہیے۔

۱۱۔ ک: یہ علامت لفظ ''کذالک'' کامخفف ہے، مطلب یہ ہے کہ ماقبل رمز کے مطابق یہاں عمل ہوگا۔

۱۲۔ س: یہ علامت لفظ ''سکتہ'' کامخفف ہے، یہاں رکا جائے گا لیکن سانس جاری رہے گا۔

۱۳۔ وقفہ: یہ علامت ''سکتہ طویلہ'' کی ہے یعنی سانس لینے کی مقدار ٹھہرنا وقفہ اورسکتہ دونوں میں امتیاز یوں ہوگا کہ سکتہ اقرب بوصل اوروقفہ اقرب بوقف کی صورت ہوتی ہے۔

۱۴۔ لا: یہ علامت گول دائرہ کے بغیر آجائے توظاہر کرتا ہے کہ یہاں نہ ٹھہرنا بہتر ہے۔

۱۵۔ ع: یہ علامت لفظ ''رکوع'' کامخفف ہے۔ عین کے اوپر ہندسہ سورۃ کے رکوع نمبر، اس کے نیچے کا ہندسہ پارہ کے رکوع نمبر کواوراس کے درمیان کا ہندسہ تعداد آیات رکوع کوظاہر کرتا ہے۔

چند اصطلاحات کی تعریفات:

سوال: قرآن وسنت سے متعلق چند مشہور اصطلاحات اوران کی تعریفات بتائیں؟

جواب: قرآن وسنت سے متعلق چند مشہور اصطلاحات اوران کی تعریفات درج ذیل ہیں:

۱۔ استعاذہ وتعوذ: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ کوکہا جاتا ہے۔

۲۔ بسملہ وتسمیہ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

۳۔متن: اصل آیت یا اصل حدیث کی عبارت کو کہا جاتا ہے۔
۴۔سند: رواۃ کا وہ سلسلہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم متن تک پہنچتا ہے۔
۵۔صحابی: جس نے حالت ایمان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس پائی اور حالت ایمان سے دنیا سے رخصت ہوا ہو۔
۶۔تابعی: وہ شخص ہے، جس نے حالت ایمان میں صحابی کی مجلس پائی ہو اور حالت ایمان میں وہ دنیا سے رخصت ہوا ہو۔
۷۔تبع تابعین: وہ لوگ ہیں جنہوں نے حالت ایمان میں تابعی کی مجلس پائی ہو اور وہ حالت ایمان میں دنیا سے رخصت ہوئے ہوں۔
۸۔حدیث: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل اور تقریر۔علاوہ ازیں اسے وحی غیر متلو اور وحی خفی بھی کہتے ہیں۔
۹۔تخریج: کسی حدیث کو تلاش کر کے اس کی سند کے ساتھ نقل کرنا۔
۱۰۔وحی جلی و وحی متلو: وہ عبارت ہے، جس کے الفاظ و معانی من جانب اللہ ہوں۔
۱۱۔تفسیر: قرآن کی تشریح کو کہتے ہیں۔
۱۲۔شرح: حدیث کی وضاحت کو کہتے ہیں۔
۱۳۔راوی: حدیث کو بیان یا نقل کرنے والا۔
۱۴۔کاتب وحی: قرآن کو لکھنے والا۔
۱۵۔اصول الروایۃ: سند حدیث کی جانچ پرکھ کے قواعد وضوابط۔
۱۶۔اصول روایت: وہ قواعد وضوابط جن سے متن حدیث کی جانچ ہوتی ہے۔
۱۷۔تعدیل: راوی کے خصائل واوصاف۔
۱۸۔جرح: راوی کے نقائص وعیوب بیان کرنا۔
۱۹۔حافظ القرآن: جسے پورا قرآن زبانی یاد ہو۔
۲۰۔حافظ الحدیث: وہ شیخ ہے جسے ایک لاکھ احادیث مبارکہ متناً سنداً زبانی ہوں۔
۲۱۔قاری: وہ معلم قرآن ہے جسے تجوید وقرأت کے تمام قواعد زبانی یاد ہوں۔
۲۲۔تعامل: عمل درآمد کرنا۔
۲۳۔توارث: قدامت عمل۔
۲۴۔مقری: وہ شیخ ہے جسے قواعد وضوابط تجوید زبانی یاد ہوں اور ان کی رعایت کرتے ہوئے صحت کے ساتھ قرآن کی تلاوت کرتا ہو۔
۲۵۔طالب: قرآن یا حدیث کا متعلم۔
۲۵۔شیخ: قرآن یا حدیث کا معلم۔

۲۶۔ حجۃ: وہ معلم حدیث ہے جسے تین لاکھ احادیث مبارکہ متناً سنداً وجرحاً وتعدیلاً زبانی یاد ہوں۔

۲۷۔ حاکم: وہ معلم حدیث ہے جسے تمام احادیث مبارکہ سنداً اور جرحاً وتعدیلاً زبانی یاد ہوں۔

۲۸۔ حدیث متواتر: وہ حدیث ہے جسے اتنے کثیر راوی روایت کریں کہ ان کا کذب پر جمع ہونا عادتاً محال ہو۔

۲۹۔ حدیث صحیح: وہ حدیث ہے، جس کی سند مسلسل اور صحیح ہو اور اس میں کوئی علت نہ ہو۔

۳۰۔ اخبار احاد: وہ حدیث ہے جو متواتر نہ ہو۔

۳۱۔ حدیث حسن: جس کے راوی حدیث صحیح کے راویوں کے مقابل صفت ضبط میں کم درجہ کے ہوں۔

۳۲۔ حدیث مدرج: وہ روایت ہے، جس کی سند یا متن میں صحابی یا تابعی کا کلام شامل کیا گیا ہو۔

۳۳۔ حدیث مضطرب: وہ روایت ہے، جس کے راوی کو مختلف روایات میں تطبیق کا ملکہ حاصل نہ ہو یا اسے حدیث یاد نہ رہتی ہو۔

۳۴۔ حدیث موضوع: وہ روایت ہے، جس کا متن خود ساختہ ہو۔

۳۵۔ حدیث ضعیف: وہ روایت ہے، جس کے راویوں میں کوئی راوی کم فہم ہو یا وہ کمزور حافظہ رکھتا ہو۔

آداب وفضائل ختم قرآن:

سوال: آداب ختم قرآن، فضائل اور طریقہ کار بیان کریں؟

جواب: یہ مضمون وضاحت طلب ہے، لہٰذا اسے جامعیت سے ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) آداب ختم قرآن:

تلاوت قرآن ناظرہ کی جائے یا زبانی ہر طرح سے جائز ہے۔ زبانی تلاوت کرنے سے دیکھ کر تلاوت قرآن کرنا افضل ہے۔ تلاوت قرآن نماز میں کی جاسکتی ہے اور غیر نماز میں بھی۔ تاہم حالت نماز میں تلاوت کرنے کی فضیلت زیادہ ہے۔ ختم قرآن کسی بھی وقت کیا جاسکتا ہے، خواہ رات کے وقت کریں یا دن کے وقت میں۔ پہلی صورت میں مستحب یہ ہے کہ اس دن روزہ رکھا جائے (بشرطیکہ اس دن میں شرعی ممانعت نہ ہو)۔ بہتر یہ ہے کہ رات کے آخری حصہ میں یا دن کے پہلے حصہ میں ختم قرآن کیا جائے۔ رات کے وقت ختم قرآن کرنا ہو تو جمعۃ المبارک کی رات میں اور مغرب کی دو سنتوں کے درمیان یا ان کے بعد کیا جائے۔ صبح کے وقت ختم قرآن کرنے کی صورت میں فجر کی دو سنتوں کے درمیان کیا جائے۔ صبح کے وقت ختم قرآن کرنے سے شام تک اور شام کے وقت کرنے کی صورت میں صبح تک فرشتے مغفرت وبخشش اور نزول رحمت خداوندی کی دعا میں مصروف رہتے ہیں۔

(۲) ایک نشست یا ایک رکعت میں ختم قرآن کرنا:

ایک نشست یا ایک رکعت میں ختم قرآن کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے، کیونکہ فقہاء اسلاف میں سے کثیر نے یہ سعادت حاصل کی ہے۔ ان میں سے چند ایک کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت عثمان بن عفان (۲) حضرت سعید بن جبیر
(۳) حضرت تمیم داری (۴) امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ۔

بعض متقدمین فقہاء نے ایک رات دن میں ختم قرآن ناپسند کیا ہے۔ انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا يفقه من قرأ القرآن في اقل من ثلاث

''جس شخص نے تین دن سے کم مدت میں قرآن پاک پڑھ لیا اس نے اسے سمجھا نہیں''۔

اگر بغور اس روایت کا مطالعہ کیا جائے تو اس سے ایک شب وروز میں قرآن پڑھنے کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی۔ اس روایت کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ جو شخص مفہوم ومطالب کے ساتھ قرآن پڑھنا چاہتا ہے، وہ تین دن سے قبل ختم نہ کرے لیکن جو مطالب سمجھے بغیر محض حلاوت ولذت تلاوت سے لطف اندوز ہونا چاہتا ہے وہ ایک شب روز میں بھی اسے ختم کر سکتا ہے۔

(۳) ختم قرآن کی محفل میں شامل ہونا:

ختم قرآن کی محفل میں شمولیت کی سعادت ہر مسلمان حاصل کر سکتا ہے، خواہ اس کا اپنا ختم قرآن ہو یا دوسرے کا یا خود قرآن نہ بھی پڑھ سکتا ہو، اس سلسلے میں بطور دلیل ایک روایت یوں ہے:

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم امر الحيض بالخروج يوم العيد فليشهدن بالخير و دعوة المسلمين (الصحیحین)

بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حائضہ خواتین کو بھی عید کے دن نکلنے کا حکم دیتے اور وہ بہتری اور مسلمانوں کی دعوت کے لیے شامل ہوتی تھیں''۔

جنبی اور حائضہ خواتین کا ایسی محفل سے اجتناب بہتر ہے، یہ تو اس صورت میں ہے جبکہ محفل کا انعقاد مسجد سے خارج ہو۔ اگر ختم قرآن کی محفل مسجد میں منعقد ہوئی ہو تو ان لوگوں کا وہاں شامل ہونا حرام ہے۔

صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین ختم قرآن کی محفل میں ذوق وشوق سے شامل ہوتے تھے اور محفل پر انوار وتجلیات کی بارش کا نزول اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے۔

(۴) محفل ختم قرآن کی دعا:

ختم قرآن کی محفل اللہ تعالیٰ کے انعامات اور عنایات کی محفل ہوتی ہے، اس میں جو بھی دعا کی جائے درست ہے اور قابل قبول ہوتی ہے۔ ختم قرآن کرتے ہی دوبارہ آغاز قرآن کر دیا جائے۔ اس سلسلے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خير الاعمال الحل والرحلة قيل وما هما؟ قال: افتتاح القرآن و ختمه''

بہترین عمل حل اور رحلت ہے، دریافت کیا گیا: یہ چیزیں کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: ''قرآن کا افتتاح اور اس کا ختم کرنا''۔

اس موقع پر دعا کی مقبولیت کے حوالے سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان لقارئ القرآن دعوة مستجابة فان شاء صاحبها عجلها فی الدنیا وان شاء اخرها الی الآخرة
(کنزالعمال، ج ص ۵۱۳)

''بیشک قاریٔ قرآن کے لیے ایک ایسی دعا ہے جو قبول کی جاتی ہے، پس قاری اگر چاہے تو اسے دنیا میں کرسکتا ہے یا چاہے تو آخرت کے لیے ذخیرہ کرسکتا ہے۔

ایک روایت کے مطابق ختم قرآن کی دعا کے بارے میں یوں فرمایا:

اذا ختم احدکم فلیقل: اللهم انس وحشتی فی قبری (کنزالعمال ج ۱ص ۶۰۷)

''جب تم میں سے کوئی ختم قرآن کرے تو وہ یوں کہے: اے اللہ! تو قبر سے میرا خوف دور کردے''۔

(۵) ختم قرآن کے وقت اجابت دعا اور اعطاء انعام:

ختم قرآن کی محفل میں دعا قبول کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام واکرام سے نوازا جاتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان لصاحب القرآن عند کل ختمة دعوة مستجابة و شجرة فی الجنة لو ان غرابا طار من اصلها لم ینته الی فرعها حتی یدرکه الهرم (کنزالعمال جلد اول ص ۵۱۷)

''بیشک حافظ قرآن کی ہر ختم قرآن کے وقت دعا قبول کی جاتی ہے اور اسے جنت میں ایک ایسا درخت عنایت کیا جاتا ہے کہ کوا اپنے بڑھاپے تک اڑتا رہے اس کی جڑ سے اس کی شاخوں تک نہیں پہنچ سکتا۔

فائدہ نافعہ: حافظ قرآن یا قاریٔ قرآن جتنی بار بھی ختم قرآن کی سعادت حاصل کرے گا اتنی بار اسے ان دو انعامات سے نوازا جائے گا۔ پھر پرندوں میں سے ''کوّے'' کے انتخاب کی وجہ یہ ہے کہ یہ طویل العمر پرندہ ہے۔ اس کی اوسط عمر دو اڑھائی سو سال ہوتی ہے' اس سے بطور انعام ملنے والے جنتی درخت کے طویل وعریض ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

(۶) ختم کا مسنون طریقہ:

جب کوئی حافظ قرآن یا قاریٔ قرآن ختم قرآن کرے تو اس کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اپنے اعزاء واقارب اور دوست و احباب کو اس محفل میں شمولیت کی دعوت دے پھر وہ وہاں کھڑے ہوکر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرے، بخشش واستغفار کرے اور سب کے حق میں دعا کرے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

ان النبی صلی اللہ علیه وسلم کان اذا قراء: قل اعوذ برب الناس افتتح من "الحمد" ثم قرأ من البقرة الی "واولئك هم المفلحون" ثم دعا بدعا الختمة ثم قام"

''بیشک (ختم قرآن کے وقت) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سورۃ الناس پڑھ لیتے تو''الحمد'' سے سورۃ فاتحہ شروع کرتے پھر سورۃ البقرہ''وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ تک پڑھتے۔ پھر آپ دعا ختم قرآن پڑھ کر کھڑے ہو جاتے تھے''۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ القرآن وحمد الرب وصلى على النبى صلى الله عليه وسلم واستغفر ربه فقد طلب الخير مكانه (الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی، ج ۱ ص ۱۴۶)

''جس نے قرآن پڑھا، پروردگار کی حمد وثناء کی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا اور اپنے پروردگار سے مغفرت طلب کی تو بیشک اس نے بروقت بھلائی طلب کی''۔

(۷) ختم قرآن کے وقت دعا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

ختم قرآن کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد دعائیں منقول ہیں، ان میں سے ایک دعا ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى الله خير اما يشركون بل الله خير و ابقى واحكم واكرم واعظم مما يشركون فالحمد لله بل اكثرهم لا يعلمون صدق الله وبلغت رسله وانا على ذلك من الشاهدين اللهم صل على جميع الملائكة والمرسلين وارحم عبادك المؤمنين من اهل السموت والارضين واختم لنا لخير وافتح لنا لخير وبارك لنا فى القرآن العظيم وانفعنا بالايات والذكر الحكيم ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم۔

(۸) محفل ختم قرآن میں انعامات خداوندی کی تقسیم:

محفل ختم قرآن کے موقع پر شرکاء محفل میں اللہ تعالیٰ کے خصوصی انعامات تقسیم کیے جاتے ہیں اور کسی کو محروم نہیں رکھا جاتا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من شهد فتح القرآن فكانما شهد فتوح المسلمين حين تفتح ومن شهد ختم القرآن فكانما شهد الغنائم حين تقسم (کنز العمال ج ۱ ص ۵۴۳)

''جو شخص آغاز تلاوت قرآن کے وقت شامل ہوا گویا وہ اسلامی لشکر میں جہاد کے وقت شامل ہوا اور جو شخص ختم قرآن کی محفل میں شامل ہوا وہ گویا (اسلامی لشکر میں) مال غنیمت کی تقسیم کے وقت شامل ہوا۔

فائدہ نافعہ: مالِ غنیمت دشمن کی وہ دولت ہے جو اسلامی لشکر کو دوران جنگ ہاتھ میں آئے اور دشمن اسے چھوڑ کر راہ فرار اختیار کر جائے۔ یہ دولت کثیر و بے حساب ہوتی ہے، جس کا پانچواں حصہ اللہ و رسول کے لیے نکالنے کے بعد باقی چار حصے اسلامی فوجیوں میں تقسیم کر دیے جاتے ہیں۔ ختم قرآن کی محفل میں بھی مال غنیمت کی طرح اللہ تعالیٰ کے انعامات تقسیم کیے جاتے ہیں، جس

سے کسی کو بھی محروم نہیں رکھا جاتا۔

(۹) ختم قرآن کی محفل کے موقع پر ستر ہزار فرشتوں کا استغفار کرنا:

ختم قرآن کی مقدس محفل کے دوران دیگر انعامات خداوندی کی بارش کے علاوہ ستر ہزار فرشتے مغفرت و بخشش کی دعا میں مصروف رہتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا ختم العبد القرآن صلى عليه عند ختمه ستون الف ملك (کنز العمال، جلد اول ص ۵۱۰)

''جب کوئی آدمی ختم قرآن کرتا ہے' تو اس کے لیے ستر ہزار فرشتے دعائے مغفرت کرتے ہیں''۔

فائدہ نافعہ: فرشتے اللہ تعالیٰ کی نوری مخلوق اور معصوم ہیں، وہ جس کے حق میں دعا کرتے ہیں وہ قبول ہوتی ہے۔ پھر یہاں ایک دو یا دس یا بیس فرشتوں کی بات نہیں بلکہ ستر ہزار فرشتے دعائے مغفرت و بخشش میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ جس شخص کا ختم قرآن ہو رہا ہو، اس کی بخشش و مغفرت یقینی ہے اور حجاج کرام کی طرح یہ جن کے حق میں دعا [illegible] رہے تو ان کی بخشش بھی ہو جاتی ہے۔

(۱۰) ختم قرآن کے موقع پر پورا دن یا پوری رات فرشتوں کا استغفار کرنا:

اگر ختم قرآن کی تقریب صبح کے وقت منعقد ہوئی ہو، تو شام تک فرشتے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں۔ اگر محفل کا انعقاد شام کے وقت ہوا ہو تو صبح تک وہ وظیفۂ استغفار میں مشغول رہتے ہیں۔ یہ دعا استغفار صاحب قرآن اور شرکاء محفل سب کے حق میں کی جاتی ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من ختم القرآن اول النهار صلت عليه الملائكة حتي يمسى ومن ختمه اخر النهار صلت عليه الملائكة حتى يصبح (جامع الصغیر جلد ۶ ص ۱۲۳)

''جس نے دن کے پہلے حصہ میں ختم قرآن کیا تو فرشتے شام تک اس کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں اور جو شخص دن کے آخری حصہ میں ختم قرآن کی سعادت حاصل کرتا ہے' تو فرشتے اس کے لیے (دوسرے دن کی) صبح تک وظیفہ استغفار کرتے ہیں''۔

فائدہ نافعہ: اس روایت میں استغفار کرنے والے فرشتوں کا اور ان کی تعداد کا تعین نہیں کیا گیا۔ یہ فرشتے کثیر تعداد میں ہوتے ہیں جن کے تعین کے بارے میں متعدد اقوال ہو سکتے ہیں:

(۱) یہ وہ فرشتے وہ ہیں جو لوگوں کے ساتھ ہوتے ہیں

(۲) وہ فرشتے ہیں جن کی زمین و آسمان پر آمد و رفت جاری رہتی ہے۔

(۳) وہ فرشتے ہیں جو صرف اسلامی محافل و تقریبات میں شامل ہو کر استغفار کرنے کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔

(۱۱) ختم قرآن کی برکت سے جنت میں محلات کی تعمیر ہونا:

ختم قرآن کی برکت سے صاحب قرآن کے لیے جنت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور انعام کثیر محلات تعمیر کیے جاتے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما من مؤمن ولا مؤمنة الاوله وكيل في الجنة، ان قرأ القرآن بناله القصور وان سبح غرس له الاشجار، وان كف كف (کنز العمال جلد اول ص ۵۴۹)

''ہر مؤمن مرد اور مؤمنہ عورت کے لیے جنت میں وکیل ہوتا ہے، اگر مرد وزن میں سے کوئی تلاوت قرآن کرتا ہے تو وہ (وکیل فرشتہ) اس کے لیے جنت میں محلات تعمیر کرتا ہے۔ اگر وہ تسبیح بیان کرتا ہے تو وہ اس کے لیے جنت میں بہت سے درخت لگا دیتا ہے۔ اگر وہ (مرد وزن میں سے کوئی تلاوت یا تسبیح سے) رک جاتا ہے تو وہ (بھی) رک جاتا ہے''۔

(۱۳) ختم قرآن کی برکت سے جنت میں طویل وعریض درخت لگ جانا:

جو شخص ناظرہ یا زبانی قرآن ختم کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور انعام جنت میں اس کے لیے طویل وعریض درخت لگا دیا جاتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ القرآن ظاهرا او باطنا اعطاه الله شجرة في الجنة لو ان غرابا افرغ من اغصانها ثم طار لا دركه الهرم قبل ان يقطع ورقها (مجمع الزوائد جلد ۷ ص ۱۶۵)

''جس آدمی نے قرآن ناظرہ پڑھا یا زبانی پڑھا، تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں ایک ایسا درخت عطا کرتا ہے کہ اگر کوئی کوّا اس کی شاخوں کو چھوڑ کر پرواز کرتا رہے تو اس کے ختم ہونے سے پہلے اسے بڑھاپا آ جائے''۔

فائدہ نافعہ: یہ ہر اس مسلمان کو انعام ملے گا جو تلاوت قرآن کی سعادت حاصل کرتا ہے خواہ ناظرہ صورت میں یا زبانی۔ کوّے کو بڑھاپا آ جانا اور درخت ختم نہ ہونا، اس سے درخت کے طویل وعریض ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

اسلاف کا قرآن سے شغف:

سوال: اسلاف کے قرآنی شغف کی تفصیلات بیان کریں؟

جواب: مسلمان پر قرآن کے چند حقوق درج ذیل ہیں:

(۱) اس پر ایمان لانا: یہ یقین رکھنا کہ یہ کلام الٰہی ہے، دستور حیات ہے اور تبدیلی سے پاک ہے۔

(۲) اس کی تلاوت کرنا: تلاوت قرآن عبادت کا درجہ رکھتی ہے اور اس کا ایک حرف پڑھنے سے دس نیکیاں ملتی ہیں۔

(۳) اسے سمجھنا اور اس پر عمل کرنا: اصل مقصد اسے سمجھ کر اس پر عمل کرنا ہے ورنہ مقصد ادھورا رہے گا۔

(۴) دوسروں تک پہنچانا: مسلمانوں کو اس کی تلاوت کرنے، اسے سمجھنے اور اسے عملی جامہ پہنانے کا درس دینا۔

اسلاف کو قرآن سے قلبی لگاؤ اور شغف تھا، انہوں نے اس کی تلاوت، تفسیر اور تبلیغ کو وظیفہ بنائے رکھا۔ یہی وجہ ہے حضرت امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تیس جلدوں میں، حضرت شیخ اکبر رحمہ اللہ تعالیٰ نے سو جلدوں میں، شیخ ابو الحسن اشعری رحمہ اللہ

تعالیٰ نے چھ سو جلدوں میں اور حافظ ابن شاہین رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہزار جلدوں میں تفسیر قرآن تحریر فرمائی۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء
(مولانا محمد اظہر شمس، قرآنی معلومات ص ۹)

ہر دور میں فقہاء، علماء اور مشائخ کا قرآن کریم سے گہرا شغف رہا ہے۔ اس سلسلے میں اسلاف کے چند ایک واقعات ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں۔

(۱) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ:

حضرت عبدالرحمٰن تیمی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں نے خیال کیا کہ آج رات میں سب لوگوں سے زیادہ عبادت کروں گا۔ میں نماز عشاء کے بعد مقام ابراہیم علیہ السلام میں پہنچا اور عبادت شروع کر دی۔ ایک شخص آیا اس نے میرے کندھوں کے درمیان اپنا ہاتھ رکھا اور میرے ساتھ کھڑے ہو کر نماز کا آغاز کر دیا' یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے ایک رکعت میں پورا قرآن ختم کیا، پھر رکوع و سجدہ کیا اور دوسری رکعت مختصر پڑھ کر اپنی نماز مکمل کی اور اپنا جوتا پکڑ کر چل دیے۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۵۱) جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تو آپ کی زوجہ نے فرمایا: تم نے اس شخصیت کو شہید کیا ہے جو ایک رات میں پورا قرآن ختم کرتے تھے۔ شہادت کے وقت بھی آپ تلاوت قرآن میں مصروف تھے اور آپ کے جسم مبارک سے برآمد ہونے والے خون کے فوارے سے قرآن آلودہ ہو گیا تھا۔

(۲) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی:

"لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِيْنَ"

تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں قرآن تمہارے سامنے پڑھوں۔ عرض کیا: یارسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لے کر یہ حکم دیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ اس پر فرط محبت سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بہت بڑے قاری تھے، آپ نہایت عقیدت و محبت اور خوش الحانی سے تلاوت قرآن کرتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ذوق سے سماعت فرمایا کرتے تھے۔

(۳) وہ مشہور شخصیات جنہوں نے ایک رات میں پورا قرآن ختم کیا:

اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض بندوں کو ذوق تلاوت قرآن اس قدر عطا کیا تھا کہ وہ اسے عبادت سمجھ کر رات بھر اس میں مصروف رہا کرتے تھے۔ اس سلسلے میں چھ شخصیات کے اسماء گرامی زیادہ مشہور ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت عثمان بن عفان (۲) حضرت سعید بن جبیر (۳) حضرت تمیم داری
(۴) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ (۵) حضرت امام شافعی (۶) حضرت امام مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔
(امام نووی، التبیان ص ۵۵)

(۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی بہت بڑے قاریٔ قرآن تھے۔ مکہ معظمہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ سب سے پہلے بلند آواز سے تلاوت کرنے والے آپ ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ قسم بخدا! میں قرآن کی ہر سورۃ کے بارے میں جانتا ہوں کہ وہ کہاں نازل ہوئی اور ہر آیت کے بارے میں بھی خوب جانتا ہوں کہ وہ کہاں اور کس کے حق میں نازل ہوئی۔ اگر مجھے اس بات کا علم ہو جائے کہ فلاں شخص قرآن کے بارے میں مجھ سے زیادہ جانتا ہے اور بذریعہ اونٹ اس کے پاس پہنچا جا سکتا ہے' تو میں اس کے پاس جانے کے لیے تیار ہوں۔

(۵) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بھی بہت بڑے قاریٔ قرآن تھے اور اس کے مطالب و مفاہیم سے خوب واقف تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا کہ ان سے قرآن کی تعلیم حاصل کرو۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **خذوا القرآن من اربعة من ابن مسعود و ابی بن کعب و معاذ بن جبل و سالم مولی ابن حذیفة** ۔ تم چار شخصوں سے قرآن سیکھو:

(۱) عبداللہ بن مسعود (۲) ابی بن کعب (۳) معاذ بن جبل (۴) سالم مولی ابوحذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خواتین اس سے قاصر ہیں کہ وہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جیسا فرزند پیدا کر سکیں۔

(۶) حضرت اسود بن یزید نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ:

حضرت اسود بن یزید نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ بہت بڑے عاشق قرآن تھے۔ آپ رمضان المبارک میں دو راتوں میں مکمل قرآن کی تلاوت کرتے تھے۔ غیر رمضان میں چھ راتوں میں ختم قرآن کرنا ان کے معمولات میں شامل تھا۔ (سیر اعلام النبلاء ۴/۵۱)

(۷) حضرت ابوالعالیہ رفیع بن مہران رحمہ اللہ تعالیٰ:

حضرت ابوبکر رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد حضرت ابوالعالیہ رضی اللہ عنہ سے بڑا عالم قرآن کوئی نہیں گزرا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما دوران تدریس انہیں اپنے ساتھ مسند پر بٹھاتے تھے جبکہ قریش وغیرہ سب نیچے بیٹھا کرتے تھے۔ اہل قریش نظروں ہی نظروں میں ابوالعالیہ کو مسند پر بٹھانے پر معترض ہوتے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف سے یوں جواب دیا جاتا کہ علم کی وجہ سے انسان صاحب شرف ہوتا ہے اور غلام تخت نشینی کرتا ہے۔

حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ ہم لوگ مملوک تھے، دن بھر محنت و مشقت کرتے اور اپنے آقاؤں کے گھروں کی خدمات انجام دیتے تھے جبکہ رات کے وقت تلاوت قرآن میں مصروف ہوتے تھے۔ یہ عمل و مشقت ہمارے لیے ناقابل برداشت

تھا اور اس سلسلے میں ہم نے صحابہ کرام سے ملاقات کی تو انہوں نے ہمیں ہر جمعہ میں ختم قرآن کرنے کا درس دیا۔ ہم نے اس پر عمل کیا، جس کے نتیجہ میں ہم کام کرتے اور نماز بھی ادا کرتے لیکن مشقت نام کی کوئی چیز ہمارے پاس نہ رہی۔

(۸) حضرت حمزہ بن حبیب الزیات رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ قراء سبعہ کے اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ حضرت محمد بن فضیل رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ اہل کوفہ کی ہر مصیبت اور مشکل حضرت حمزہ بن حبیب الزیات رحمہ اللہ تعالیٰ کی برکت سے دور ہو جاتی تھی۔

آپ ناظرہ قرآن پڑھتے تھے لیکن جب لوگ چلے جاتے تو کھڑے ہو کر نماز میں تلاوت قرآن کا سلسلہ شروع کر دیتے۔ آپ نماز پنجگانہ کے علاوہ اکثر وقت تلاوت قرآن میں گزارتے تھے۔ طلوع آفتاب کے بعد سے لے کر نماز ظہر تک، نماز ظہر کے بعد سے نماز عصر تک بعد از نماز مغرب تا عشاء اور بعد از نماز عشاء تا صبح صادق آپ تلاوت قرآن میں مشغول رہتے تھے۔

(۹) حضرت ابوجعفر القاری رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ قرأت عشرہ کے آئمہ میں سے ایک ہیں۔ حضرت شیبہ رحمہ اللہ تعالیٰ (جو آپ کے داماد ہیں) نے ایک دفعہ حاضرین سے فرمایا: کیا میں آپ کی ایک کرامت نہ بتاؤں؟ لوگوں نے کہا: ہاں ضرور بیان کریں۔ انہوں نے حضرت ابوجعفر القاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے سینہ سے کپڑا اٹھایا تو دودھ کی شکل میں ایک دائرہ دکھائی دیا۔ ابوحازم آپ کے تلامذہ وغیرہ نے کہا: قسم بخدا! یہ قرآن کا نور ہے۔ حضرت نافع رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ وصال کے بعد جب آپ کو غسل دیا گیا تو میں نے خود دیکھا سینہ سے لے کر قلب مبارک تک ایک لکیر ہے جو قرآنی صفحہ کی شکل میں تھی، تو حاضرین نے اعتراف کیا کہ یہ قرآن کا نور ہے۔

(۱۰) حضرت ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ عالم ربانی، مفسر قرآن اور فقیہ زمان تھے۔ تلاوت قرآن سے اس قدر شغف تھا کہ چالیس سال تک ہر شب و روز میں ایک قرآن ختم کرتے تھے۔ آپ کے وصال کے وقت ہمشیرہ محترمہ نے رونا شروع کر دیا۔ آپ نے فرمایا: اے ہمشیرہ! آپ کیوں روتی ہیں؟ انہوں نے آپ کی طرف دیکھا تو فرمایا: تمہارے بھائی نے اٹھارہ ہزار قرآن ختم کیے ہیں۔ آپ کے صاحبزادہ حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ میرے والد گرامی نے مجھ سے بیان کیا کہ تمہارے باپ نے کبھی بدکاری کا ارتکاب نہیں کیا بلکہ تیس سال تک روزانہ ختم قرآن کی سعادت حاصل کرتا رہا ہے۔ اے میرے بیٹے! اس گھر میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کسی فعل کا ارتکاب ہرگز نہ کرنا، کیوں کہ اس میں میں نے اٹھارہ ہزار مرتبہ ختم قرآن کیا ہے۔

(۱۱) حضرت وکیع بن جراح رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ بہت بڑے عابد و زاہد اور عاشق قرآن تھے، حضرت یحییٰ بن اکثم رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ میں آپ کے حضر و سفر کا رفیق رہا ہوں، آپ ہر رات کو ختم قرآن کی سعادت حاصل کرتے اور دن کو روزہ رکھنے کا بھی اعزاز حاصل کرتے تھے۔ حضرت محمد بن جریر رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ حضرت وکیع بن جراح رحمہ اللہ تعالیٰ چالیس راتیں ''عبادان'' میں قیام کیا تو آپ نے چالیس بار

ختم قرآن کیا اور چالیس ہزار درہم غرباء میں تقسیم فرمائے۔

(۱۲) حضرت امام یحییٰ بن سعید قطان رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ عالم ربانی، فقیہ اسلام اور بے مثل مصلح تھے۔ آپ نے بیس سال تک ہر شب میں ختم قرآن کی سعادت حاصل کی۔ حضرت عمرو بن علی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ حضرت یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ تعالیٰ ہر شب و روز میں ختم قرآن کرتے اور ایک ہزار لوگوں کے لیے دعائے خیر فرماتے تھے۔ پھر نماز عصر سے فارغ ہو کر تدریس الحدیث کی خدمات انجام دیتے تھے۔

(سیر اعلام النبلاء: ۹/ ۱۷۷)

(۱۳) حضرت ثابت البنانی رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ اہل بصرہ سے اور تابعی ہیں اور تمام اہل بصرہ سے زیادہ عابد و زاہد تھے۔ چالیس سال کا عرصہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گزارا۔ حضرت امام شعبہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ رات بھر تلاوت قرآن میں مصروف رہنا اور دن کو روزہ رکھنا آپ کے معمولات میں شامل تھا۔

(۱۴) حضرت مسعر بن کدام رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ وقت کے فقیہ و محدث اور مجود تھے۔ آپ کے صاحبزادہ حضرت محمد بن مسعر رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ میرے والد گرامی رات کے وقت اس وقت تک محو استراحت نہیں ہوتے تھے جب تک نصف قرآن کی تلاوت سے فراغت حاصل نہ کر لیتے تھے۔

(تہذیب التہذیب ۱۰/ ۱۱۵)

(۱۵) حضرت بشر بن حارث الحافی رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ اپنے وقت کے بہت بڑے عابد و زاہد اور ہمہ وقت اللہ تعالیٰ سے خوف زدہ رہا کرتے تھے۔ حضرت امام علی بن المدینی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ روزانہ پانچ سو رکعات نماز ادا کرنا آپ کے معمولات میں شامل تھا۔ علامہ ابن المدینی رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں حضرت بشر بن حارث الحافی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے قبر کھود رکھی تھی، اس میں روزانہ ایک قرآن ختم کرتے تھے جبکہ تہائی قرآن کی تلاوت کرنا تو آپ کے معمولات میں شامل تھا۔

(۱۶) سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ امام الاولیاء کے منصب پر فائز تھے، زندگی کا ایک ایک لمحہ عبادت و ریاضت اور اصلاح و تبلیغ میں صرف ہوتا تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ عارفین کا عبادت میں مصروف ہونا، سلاطین کے تاج سے افضل و اعلیٰ ہے۔ حضرت ابوبکر عطوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ آپ کے وصال کے وقت میں خدمت میں موجود تھا۔ آپ نے ایک قرآن ختم کیا، پھر سورۃ بقرہ کی آیات تلاوت فرمائی تھیں کہ روح مبارک پرواز کر گئی۔ (حلیۃ الاولیاء ۱۰/ ۲۶۴)

(۱۷) حضرت ابوبکر محمد بن علی بن جعفر رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ اپنے وقت کے ممتاز اولیاء میں سے ایک تھے، ہمہ وقت عبادت وریاضت اور تلاوت قرآن میں مشغول رہا کرتے تھے۔ آپ نے دورانِ طواف بارہ ہزار مرتبہ ختم قرآن کیا تھا۔ (سیرۃ اعلام النبلاء ۱۴/۵۳۵)

(۱۸) حضرت محمد بن ابی محمد البغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ عاشق قرآن اور عابد وزاہد تھے۔ تلاوت وتدریس قرآن آپ کا وظیفہ اعظم تھا۔ عرصہ ساٹھ سال تک لوگوں کو رضائے الٰہی کے لیے قرآن کریم کی تعلیم دیتے رہے۔ اس طرح آپ نے تین نسلوں باپوں، بیٹوں اور پوتوں کو زیور تعلیم قرآن سے آراستہ کیا۔ آپ نے تدریس قرآن کو ذریعہ آمدنی نہیں بنایا تھا بلکہ "اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللّٰہِ" پر پورا پورا عمل کیا تھا۔ (معرفۃ القراء الکبار: ۲/۵۶۹)

(۱۹) حضرت امام ابوبکر محمد ابن نابلسی شہید رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ عابد وزاہد اور صابر وشاکر تھے۔ فاطمیوں نے آپ پر مظالم کی انتہا کردی تو آپ نے اس موقع پر بھی صبر وبردباری اور یادالٰہی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ آپ کو قید کیا گیا، کھال اتاری گئی اور سولی پر چڑھایا گیا لیکن دامن صبر ہاتھ سے نہ چھوڑا بلکہ کھال اتارے جانے کے دوران بھی زبان مبارک سے اس آیت کا وظیفہ جاری رہا: كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُوْرًا (یعنی یہ سب معاملہ قرآن میں لکھا جاچکا تھا)

محققین کے مطابق مصر کے گورنر ابوتمیم نے حضرت امام نابلسی شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کی قدر ومنزلت کو عوام الناس میں مجروح کرنے کے لیے گلی گلی اور محلّہ محلّہ پھرایا۔ آپ سے دریافت کیا: کیا یہ درست ہے کہ آپ نے یوں کہا ہے؟ تمہارے پاس کوئی ایسا شخص ہوتا جس کے پاس دس تیرے ہوتے، تو ضروری تھا کہ وہ ایک تیر روم پر جبکہ نو تیر ہم پر پھینکتا۔ آپ نے جواب میں فرمایا: میں نے یوں نہیں کہا تھا بلکہ یوں کہا تھا: 'آدمی کے پاس دس تیر ہوتے تو لازم تھا کہ وہ نو تیر تم پر پھینکتا اور دسواں تیر بھی تم ہی پر پھینکتا' کیونکہ تم لوگوں نے معاشرہ کو بگاڑ دیا ہے اور صالحین کی جماعت کو قتل کے گھاٹ اتارا ہے۔ آپ کا یہ جواب سن کر گورنر مصر نے ایک یہودی کو حکم دیا کہ اس کی کھال اتار دو' کیونکہ یہ شخص ہماری بغاوت پر اتر آیا ہے۔

حسب حکم یہودی نے آپ کی کھال اتارنا شروع کردی، اس کا آغاز آپ کی مانگ سے کیا۔ وہ کھال اتار رہا تھا مگر آپ ذکر الٰہی میں مصروف رہے، جب کھال اتارنے والا آپ کے سینہ تک پہنچا تو ازراہ خود ترسی اس نے دل میں چھرا گھونپ دیا جس کے نتیجہ میں آپ کی شہادت واقع ہوگئی۔ یہودی کے کھال اتارنے کے دوران آپ تلاوت قرآن میں مصروف رہے، جس کی آواز پاس موجود لوگ بھی سن رہے تھے۔ (طبقات حنابلہ لابن رجب: ۱/۱۰۰)

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ فَضْلِ فَاتِحَةِ الْکِتَابِ

باب 1: سورہ فاتحہ کی فضیلت

2800 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلٰی اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا اُبَیُّ وَهُوَ یُصَلِّیْ فَالْتَفَتَ اُبَیٌّ وَلَمْ یُجِبْهُ وَصَلّٰی اُبَیٌّ فَخَفَّفَ ثُمَّ انْصَرَفَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَیْکَ السَّلَامُ مَا مَنَعَکَ یَا اُبَیُّ اَنْ تُجِیْبَنِیْ اِذْ دَعَوْتُکَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ کُنْتُ فِی الصَّلٰوةِ قَالَ اَفَلَمْ تَجِدْ فِیْمَا اَوْحَی اللّٰهُ اِلَیَّ اَنْ (اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ) قَالَ بَلٰی وَلَا اَعُوْدُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ قَالَ اَتُحِبُّ اَنْ اُعَلِّمَکَ سُوْرَةً لَمْ یَنْزِلْ فِی التَّوْرَاةِ وَلَا فِی الْاِنْجِیْلِ وَلَا فِی الزَّبُوْرِ وَلَا فِی الْفُرْقَانِ مِثْلُهَا قَالَ نَعَمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَیْفَ تَقْرَاُ فِی الصَّلٰوةِ قَالَ فَقَرَاَ اُمَّ الْقُرْاٰنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَا اُنْزِلَتْ فِی التَّوْرَاةِ وَلَا فِی الْاِنْجِیْلِ وَلَا فِی الزَّبُوْرِ وَلَا فِی الْفُرْقَانِ مِثْلُهَا وَاِنَّهَا سَبْعٌ مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنُ الْعَظِیْمُ الَّذِیْ اُعْطِیْتُهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

فی الباب: وَفِی الْبَابِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ وَّفِیْهِ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُعَلّٰی

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ حضرت ابی بن کعب کے پاس تشریف لے گئے۔ نبی اکرم ﷺ نے آواز دی: اے ابی! وہ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت اُبی رضی اللہ عنہ نے توجہ کی' لیکن جواب نہیں دیا۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نماز پڑھتے رہے۔ انہوں نے نماز مختصر کی' پھر وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' اور عرض کی: السلام علیک یارسول اللہ! نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہیں بھی سلام ہو۔ تم نے میری بات کا جواب کیوں نہیں دیا؟ اے ابی! جب میں نے تمہیں بلایا تھا' انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں نماز پڑھ رہا تھا' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری طرف جو کلام وحی کیا ہے کیا تم نے اس میں یہ بات نہیں پائی۔

''جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تمہیں بلائیں تو تم انہیں جواب دو''

حضرت اُبی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: جی ہاں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو میں آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا تم یہ بات پسند کرتے ہو کہ میں تمہیں اس سورت کی تعلیم دوں' تورات میں' انجیل میں' زبور میں اور قرآن میں اس کی مانند اور

2800- اخرجه الدارمی (۲/۴۴۶): کتاب فضائل القرآن: باب: فضل فاتحة الکتاب، و احمد (۲/۳۵۷، ۴۱۲)، وابن خزیمة (۲/۳۷) حدیث (۸۶۱).

کوئی سورۃ نازل نہیں ہوئی؟ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! جی ہاں! نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نماز میں کیا' قرأت کرتے ہو؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت اُبی رضی اللہ عنہ نے سورہ فاتحہ پڑھی تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے' تورات، انجیل، زبور، اور قرآن میں اس کی مانند اور کوئی سورۃ نازل نہیں کی گئی۔ یہی سبع مثانی ہے اور وہ عظیم قرآن ہے' جو مجھے عطا کیا گیا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس بارے میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید بن معلّٰی سے بھی حدیث منقول ہے۔

شرح

سورۃ فاتحہ کے نام:

سورۃ فاتحہ قرآن کی پہلی سورۃ ہے، اس کے مشہور چودہ نام ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) الفاتحہ (۲) ام القرآن (۳) اساس القرآن (۴) سورۃ کنز (۵) وافیہ (۶) کافیہ (۷) حمد (۸) شکر (۹) دعا (۱۰) تعلیم المسئلہ (۱۱) صلوٰۃ (۱۲) شافیہ (۱۳) شفا (۱۴) سبع مثانی۔ (تفسیر بیضاوی ص ۳)

سورۃ فاتحہ کی فضیلت:

اس کی فضیلت سطورہ مذکورہ میں تحریر کی جا چکی ہے۔ تاہم اس سورۃ کا امتیاز وفضیلت یہ بھی ہے کہ اس سورۃ کی مثل کسی بھی آسمانی کتاب اور صحیفہ میں مذکور نہیں ہے۔ زبور، تورات، انجیل اور قرآن کریم کے تمام مضامین اس سورۃ میں موجود ہیں یعنی سورۃ فاتحہ تمام آسمانی کتب و صحائف کے مضامین کی جامع ہے۔

سبع مثانی کہنے کی وجہ تسمیہ:

سورۃ فاتحہ کے ناموں میں سے ایک ''سبع مثانی'' ہے، اس کی وجہ تسمیہ میں تین حکمتیں ہیں:

(۱) یہ طویل سورۃ نہیں ہے بلکہ صرف سات آیات پر مشتمل ہے' جس کا یاد کرنا، سمجھنا اور عمل کرنا بھی آسان ہے۔

(۲) یہ سورۃ سات وقفوں اور سانسوں میں پڑھی جاتی ہے' کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح اس کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

(۳) یہ ایک جامع دعا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو سکھائی گئی ہے۔ دعائیہ کلمات تقریر کی طرح تیزی کے ساتھ نہیں بلکہ وقفہ وقفہ سے آقا و مالک کے حضور پیش کیے جائیں تو زیادہ مؤثر اور حصول مقصد کے لیے کارگر ثابت ہوتے ہیں۔

حالت نماز میں بارگاہ رسالت میں حاضری کا مسئلہ:

بلاشبہ اطاعت رسول، اطاعت خداوندی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرمایا ہے:

اِسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ ''اے ایمان والو! جب تمہیں اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بلائیں تو ان کی بات مانتے ہوئے حاضر ہو جاؤ''۔

جب حالت نماز میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم طلب فرمائیں تو عین حالت نماز میں حاضر ہونا ضروری ہے اور اس کی نماز بھی فاسد نہیں ہوگی بلکہ نماز پر بناء کی جائے گی۔ اس کی نظیر فقہ کی کتابوں میں ملتی ہے کہ یکایک حالت نماز میں نمازی کے سامنے بچھو یا سانپ یا دوسرا موذی جانور آ جائے تو کثرت عملی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے ہلاک کر دینا جائز ہے اور ایسی صورت میں نماز بھی فاسد نہیں ہوگی۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو حالت نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلب فرمایا تھا اور وہ تکمیل نماز کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا: تاخیر کیوں کی؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! نماز میں مصروف تھا اور نماز سے فراغت پاتے ہی حاضر خدمت ہو گیا ہوں۔ آپ نے انہیں خصوصی ہدایت دیتے ہوئے فرمایا: آئندہ ایسی تاخیر نہ ہو، کیونکہ یہ ارشاد خداوندی کے منافی ہے۔

اس ہدایت سے اس عقیدہ کی بھی بیخ کنی ہو جاتی ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ حالت نماز میں گائے کا تصور کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور آنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ (ملخصا) (صراط مستقیم از شاہ اسماعیل)

سوال: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی طرف سے تھوڑی سی تاخیر ہو جانے میں کوئی حرج تو نہیں تھا تو پھر انہیں ہدایت جدید دینے کا مقصد؟

جواب: درحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں بہترین سورۃ کا نام بتانا چاہتے تھے' کیونکہ بعض اوقات معمولی تاخیر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا حکم اٹھا لیا جاتا ہے مثلاً ایک روایت میں ہے ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو ''شب قدر'' کی تعیین کے بارے میں بتانے کے لیے تشریف لا رہے تھے تو راستے میں کچھ لوگ جھگڑ رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس ٹھہر گئے اور تاخیر ہونے کی وجہ سے تعیین کا حکم اٹھا لیا گیا اور آپ انہیں نہ بتا سکے۔

سوال: قرآن کریم کی بعض سورتوں کو بعض سورتوں اور بعض آیات کو بعض آیات پر ترجیح حاصل ہے یا نہیں؟

جواب: اس میں علماء کے دو اقوال ہیں:

(۱) حضرت ابوالحسن اشعری، قاضی ابوبکر باقلانی اور ابن حبان رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ کا کہنا ہے کہ قرآن کریم کی تمام سورتیں اور آیات باہم برابر ہیں اور ان میں سے بعض کو بعض پر ترجیح حاصل نہیں ہے۔

(۲) جمہور فقہاء کے نزدیک بعض سورتوں کو بعض پر اور بعض آیات کو بعض آیات پر فضیلت حاصل ہے۔

سوال: پہلے قول کے مطابق بعض کلام الٰہی کا ناقص ہونا لازم آتا ہے جو درست نہیں ہے؟

جواب: (۱) اس مقام پر کامل و ناقص کی بات نہیں ہے بلکہ کامل و اکمل ہونے کی بحث ہے۔

(۲) یہ تو عقلی دلیل ہے جبکہ اس کے مقابل نقلی دلائل موجود ہیں جن سے بعض سورتوں کا بعض سے اور بعض آیات کا بعض

آیات سے افضل ہونا ثابت ہوتا ہے۔

(۳) یہاں بعض سورتوں یا آیات کی فضیلت یا ترجیح سے مراد اجر وثواب کے اعتبار سے افضل و اعظم ہونا مراد ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ فَضْلِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ وَاٰيَةِ الْكُرْسِيِّ

باب 2: سورہ بقرہ اور آیت الکرسی کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

2801 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيْدِ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ عَطَاءٍ مَوْلٰى اَبِيْ اَحْمَدَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْثًا وَّهُمْ ذُوْ عَدَدٍ فَاسْتَقْرَاَهُمْ فَاسْتَقْرَاَ كُلَّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ مَا مَعَهُ مِنَ الْقُرْاٰنِ فَاَتٰى عَلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ مِنْ اَحْدَثِهِمْ سِنًّا فَقَالَ مَا مَعَكَ يَا فُلَانُ قَالَ مَعِيْ كَذَا وَكَذَا وَسُوْرَةُ الْبَقَرَةِ قَالَ اَمَعَكَ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ فَقَالَ نَعَمْ قَالَ فَاذْهَبْ فَاَنْتَ اَمِيْرُهُمْ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ اَشْرَافِهِمْ وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا مَنَعَنِيْ اَنْ اَتَعَلَّمَ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ اِلَّا خَشْيَةَ اَلَّا اَقُوْمَ بِهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوا الْقُرْاٰنَ وَاقْرَءُوْهُ فَاِنَّ مَثَلَ الْقُرْاٰنِ لِمَنْ تَعَلَّمَهُ فَقَرَاَهُ وَقَامَ بِهِ كَمَثَلِ جِرَابٍ مَحْشُوٍّ مِسْكًا يَّفُوْحُ رِيْحُهُ فِيْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَثَلُ مَنْ تَعَلَّمَهُ فَيَرْقُدُ وَهُوَ فِيْ جَوْفِهِ كَمَثَلِ جِرَابٍ وُّكِيَ عَلٰى مِسْكٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اختلافِ سند: وَّقَدْ رَوَاهُ اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ عَطَاءٍ مَوْلٰى اَبِيْ اَحْمَدَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا وَّلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنِ اللَّيْثِ فَذَكَرَهُ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ایک مہم روانہ کی جس میں کئی افراد تھے۔ آپ نے ان سے دریافت کیا: ان میں سے کس کو کتنا قرآن پاک آتا ہے؟ تو ہر شخص نے بتایا: اسے کتنا قرآن پاک آتا ہے' پھر نبی اکرم ﷺ ان میں سے ایک فرد کے پاس تشریف لائے' جس کی عمر سب سے کم تھی آپ نے دریافت کیا: اے فلاں! تمہیں کتنا قرآن پاک آتا ہے؟ اس نے جواب دیا: مجھے فلاں، فلاں سورتیں آتی ہیں اور سورہ بقرہ بھی آتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا تمہیں سورہ بقرہ آتی ہے۔ اس نے جواب دیا: جی ہاں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم جاؤ! تم ان کے امیر ہو' تو ان لوگوں میں سے ایک بڑی عمر کے صاحب نے عرض کی: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے تو اس وجہ سے اس سورت کو یاد نہیں کیا (میں قیام کی حالت میں اس کی قرأت نہیں کر سکوں گا) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم قرآن پاک کو سیکھو اور اس کو پڑھا کرو' کیونکہ جو شخص قرآن پاک کا علم حاصل کرنے کے بعد اس کی قرأت بھی کرے' اور قیام کی حالت میں اسے پڑھے بھی' اس کی مثال اس تھیلی کی طرح ہے' جو مشک سے بھری ہوئی ہو' اور اس کی خوشبو ہر جگہ پھیلتی ہو اور جو شخص قرآن پاک کا علم حاصل کر کے سو جائے اور قرآن پاک اس کے ذہن میں ہو' تو اس

2801- اخرجه ابن ماجه (۷۸/۱): المقدمة: باب: فضل من تعلم القرآن و علمه، حديث (۲۱۷)، و ابن خزيمة (۵/۳)، حديث (۱۵۰۹)، (۱۴۰/۴)، حديث (۲۵۴۰).

کی مثال اس مشک کی تھیلی کی طرح ہے' جس کے منہ کو باندھ دیا گیا ہو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

نبی اکرم ﷺ اسے لیث بن سعد نے، سعید مقبری کے حوالے سے، عطاء کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے ''مرسل'' حدیث کے طور پر نقل کیا ہے۔ تاہم انہوں نے اس میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کا تذکرہ نہیں کیا۔

2802 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَا تَجْعَلُوْا بُيُوتَكُمْ مَقَابِرَ وَاِنَّ الْبَيْتَ الَّذِىْ تُقْرَاُ فِيْهِ الْبَقَرَةُ لَا يَدْخُلُهُ الشَّيْطَانُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ جس گھر میں سورہ بقرہ کی تلاوت ہوتی ہو وہاں شیطان داخل نہیں ہوتا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2803 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْجُعْفِىُّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ حَكِيْمِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لِكُلِّ شَىْءٍ سَنَامٌ وَّاِنَّ سَنَامَ الْقُرْاٰنِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ وَفِيْهَا اٰيَةٌ هِىَ سَيِّدَةُ اٰىِ الْقُرْاٰنِ هِىَ اٰيَةُ الْكُرْسِىِّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ حَكِيْمِ بْنِ جُبَيْرٍ

توضیحِ راوی: وَقَدْ تَكَلَّمَ شُعْبَةُ فِىْ حَكِيْمِ بْنِ جُبَيْرٍ وَّضَعَّفَهٗ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ہر شخص کی ایک کوہان (ریڑھ کی ہڈی یا بلندی) ہوتی ہے' اور قرآن پاک کی کوہان سورہ بقرہ ہے' اور اس میں ایک آیت ہے' جو قرآن پاک کی تمام آیتوں کی سردار ہے' وہ آیت الکرسی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف حکیم بن جبیر کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

شعبہ نے ان صاحب کے بارے میں کلام کیا ہے' اور انہیں ضعیف قرار دیا ہے۔

2804 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْمُغِيْرَةِ اَبُوْ سَلَمَةَ الْمَخْزُوْمِىُّ الْمَدَنِىُّ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ فُدَيْكٍ عَنْ

2802- اخرجه مسلم (۱۹۹/۲ - الابی): كتاب صلاة المسافرين و قصرها: باب: استحباب صلاة النافلة فى بيته و جوازها فى المسجد، حديث (۷۸۰/۲۱۲)، و احمد (۲۸٤/۲، ۳۳۷، ۳۷۸، ۳۸۸).

2803- اخرجه الحميدى (٤۳۷/۲)، حديث (۹۹٤).

عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَكْرٍ الْمُلَيْكِيِّ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ مُصْعَبٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ قَرَاَ حم الْمُؤْمِنَ اِلٰى (اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ) وَاٰيَةَ الْكُرْسِيِّ حِيْنَ يُصْبِحُ حُفِظَ بِهِمَا حَتّٰى يُمْسِيَ وَمَنْ قَرَاَهُمَا حِيْنَ يُمْسِیْ حُفِظَ بِهِمَا حَتّٰى يُصْبِحَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

توضیحِ راوی: وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ فِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَكْرِ بْنِ اَبِیْ مُلَيْكَةَ الْمُلَيْكِيِّ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ وَزُرَارَةُ بْنُ مُصْعَبٍ هُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَّهُوَ جَدُّ اَبِیْ مُصْعَبٍ الْمَدَنِيِّ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص سورہ حم الْمُؤْمِنَ کو اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ تک پڑھے اور پھر آیت الکرسی پڑھ لے تو ان آیات کی برکت کی وجہ سے شام تک اس کی حفاظت کی جائے گی اور جو شخص اسے شام کے وقت پڑھ لے تو صبح تک اس کی حفاظت کی جائے گی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے۔

بعض اہلِ علم نے اس کے راوی عبدالرحمٰن بن ابوبکر کے حافظے کے حوالے سے ان کے بارے میں کلام کیا ہے۔

زرارہ بن مصعب، زرارہ بن مصعب بن عبدالرحمٰن بن عوف ہیں اور یہ ابومصعب مدنی کے دادا ہیں۔

2805 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ اَبِیْ لَيْلٰى عَنْ اَخِيْهِ عِيْسٰى عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَيْلٰى عَنْ اَبِیْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيِّ:

متنِ حدیث: اَنَّهٗ كَانَتْ لَهٗ سَهْوَةٌ فِيْهَا تَمْرٌ فَكَانَتْ تَجِیْءُ الْغُوْلُ فَتَاْخُذُ مِنْهُ قَالَ فَشَكَا ذٰلِكَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

فَاذْهَبْ فَاِذَا رَاَيْتَهَا فَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ اَجِيْبِیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاَخَذَهَا فَحَلَفَتْ اَنْ لَّا تَعُوْدَ فَاَرْسَلَهَا فَجَآءَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا فَعَلَ اَسِيْرُكَ قَالَ حَلَفَتْ اَنْ لَّا تَعُوْدَ فَقَالَ كَذَبَتْ وَهِیَ مُعَاوِدَةٌ لِّلْكَذِبِ قَالَ فَاَخَذَهَا مَرَّةً اُخْرٰى فَحَلَفَتْ اَنْ لَّا تَعُوْدَ فَاَرْسَلَهَا فَجَآءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا فَعَلَ اَسِيْرُكَ قَالَ حَلَفَتْ اَنْ لَّا تَعُوْدَ فَقَالَ كَذَبَتْ وَهِیَ مُعَاوِدَةٌ لِلْكَذِبِ فَاَخَذَهَا فَقَالَ مَا اَنَا بِتَارِكِكِ حَتّٰى اَذْهَبَ بِكِ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنِّیْ ذَاكِرَةٌ لَّكَ شَيْئًا اٰيَةَ الْكُرْسِيِّ اقْرَاْهَا فِیْ بَيْتِكَ فَلَا يَقْرَبُكَ شَيْطَانٌ وَّلَا غَيْرُهٗ قَالَ فَجَآءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا فَعَلَ اَسِيْرُكَ قَالَ فَاَخْبَرَهٗ بِمَا قَالَتْ قَالَ صَدَقَتْ وَهِیَ كَذُوْبٌ

2804۔ اخرجہ الدارمی (۲/۹ ۴۴): کتاب فضائل القرآن: باب: فضل اول سورۃ البقرۃ و آیۃ الکرسی۔

2805۔ اخرجہ احمد (۵/۴۲۳)۔

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ

◄◄ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ان کے ہاں ایک ڈیوڑھی تھی جس میں کھجوریں رکھی ہوئی تھیں وہاں ایک جنی آئی اوران کھجوروں کو چرالیا۔ میں نے اس بات کی شکایت نبی اکرم ﷺ سے کی۔ آپ نے ارشادفرمایا: تم جاؤ! جب تم اسے دیکھو تو یہ پڑھنا۔

''اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے رسول کو جواب دو'' حضرت ابوایوب بیان کرتے ہیں: انہوں نے اسے پکڑ لیا تو اس نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ دوبارہ ایسا نہیں کرے گی تو حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے اسے چھوڑ دیا پھر وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: تمہاری قیدی کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ انہوں نے جواب دیا: اس نے یہ قسم اٹھائی تھی کہ وہ دوبارہ ایسا نہیں کرے گی تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس نے جھوٹ کہا ہے کیونکہ جھوٹ بولنا اس کی عادت ہے۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے ایک مرتبہ اسے پھر پکڑ لیا تو اس نے پھر یہ قسم اٹھائی کہ وہ اب ایسا نہیں کرے گی۔ انہوں نے پھر اسے چھوڑ دیا پھر وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: تمہاری قیدی کے ساتھ اب کیا معاملہ ہوا۔ انہوں نے جواب دیا: اس نے یہ قسم اٹھائی تھی کہ اب وہ ایسا نہیں کرے گی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس نے جھوٹ بولا ہے کیونکہ جھوٹ بولنا اس کی عادت ہے۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے پھر اسے پکڑ لیا اور فرمایا: اب میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا، بلکہ تمہیں نبی اکرم ﷺ کے پاس لے کر جاؤں گا' تو اس نے کہا: میں آپ کے سامنے ایک چیز ذکر کرنے لگی ہوں۔ یہ آیت الکرسی ہے آپ اسے اپنے گھر میں پڑھا کریں۔ شیطان آپ کے قریب نہیں آئے گا' اور دوسرا بھی کوئی نہیں آئے گا۔ حضرت ابوایوب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا۔ تمہاری قیدی نے کیا معاملہ کیا' تو حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو اس بارے میں بتایا' جو اس (جن) نے کہا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس نے سچ کہا ہے ویسے وہ جھوٹ بولتی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

اس بارے میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

شرح

سورۃ بقرہ کی فضیلت:

پہلی حدیث باب میں دوطرح سے سورۃ بقرہ کی عظمت وفضیلت بیان فرمائی گئی ہے:

(۱) کم عمر صحابی جنہیں سورۃ بقرہ زبانی یادتھی' کو اس کی برکت سے ترجیح دیتے ہوئے امیر قافلہ تعینات فرمادیا۔

(۲) دوسرے صحابی کو اس سورۃ کے یاد کرنے کی تلقین فرماتے ہوئے ایک مثال کے ذریعے اس سورۃ کی عظمت کو واضح کیا کہ

قرآن کو یاد کر کے بطور وظیفہ اسے قیام اللیل میں تلاوت کرنا کستوری کی اس تھیلی کی طرح ہے جس کی خوشبو دور دور تک محسوس کی جاسکتی ہے۔ جو قرآن پڑھنے کے بعد اسکی تلاوت کو معمول بہ نہیں بناتا بلکہ اس بارے میں غفلت و کاہلی کا شکار ہو جاتا ہے اس کی مثال کستوری کی اس تھیلی کی سی ہے جس کا منہ باندھ دیا گیا ہو اور اس کی خوشبو قرب و بعد میں محسوس نہیں کی جاتی۔

یہ بھی واضح ہوا کہ قرآن کو سیکھنے، اسے مسلسل پڑھنے، اسے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے سے اس کے فیوض و برکات نمایاں ہوتے ہیں ورنہ محرومی کے سوا کوئی چیز ہاتھ نہیں آتی۔ انسان عمر کے سبب بڑا نہیں ہوتا بلکہ علم و فضل اور عمل کے سبب بڑا ہوتا ہے۔

دوسری حدیث باب کے الفاظ: لا تجعلوا بیوتکم مقابر کا مفہوم یہ ہے کہ جس طرح قبرستان میں نماز نہیں پڑھی جاتی تو تمہارے گھروں کی کیفیت بھی ایسی نہیں ہونی چاہیے کہ تم اپنے گھر میں بالکل نماز نہ پڑھو اور انہیں نماز کے فیوض و برکات سے محروم رکھو۔ فقہاء کرام لکھتے ہیں کہ سنتیں اور نوافل گھر میں اور فرائض و واجبات مسجد میں ادا کرنا زیادہ بہتر ہے اس طرح گھر میں برکت ہوگی۔

اس روایت کے دوسرے حصہ میں گھر میں سورۃ بقرہ تلاوت کرنے کی عظمت اور اہمیت بیان کی گئی ہے کہ جس گھر میں قرآن کریم بالخصوص سورۃ بقرہ تلاوت کی جاتی ہے اس میں ملائکہ رحمت داخل ہوتے ہیں اور شیطان دور ہو جاتا ہے۔ الغرض! گھر میں سورۃ بقرہ تلاوت کرنے سے شر شیطان سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

آیت الکرسی کی فضیلت:

تیسری، چوتھی اور پانچویں احادیث باب میں آیت الکرسی کی فضیلت اور اہمیت بیان کی گئی ہے۔ تیسری روایت میں سورۃ بقرہ کو قرآن کی چوٹی قرار دیا گیا ہے اور آیت الکرسی کو تمام قرآنی آیات کی سردار آیت بتایا گیا ہے۔ چوتھی روایت میں اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ سورۃ حم المومن اور آیت الکرسی کی تلاوت سے انسان شیطانی وساوس اور پریشانیوں سے محفوظ رہتا ہے۔ اگر یہ وظیفہ صبح کے وقت کیا جائے تو شام تک قاری محفوظ رہتا ہے اور اگر شام کے وقت ان کی تلاوت کی جائے تو صبح تک محفوظ رہتا ہے۔

بعض روایات میں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ جس گھر میں تلاوت قرآن ہوتی ہے وہاں سے شیاطین بھاگ جاتے اور اہل خانہ ان کے شر سے محفوظ رہتے ہیں جبکہ اس میں رحمت کے فرشتے آجاتے ہیں اور اہل خانہ کے لیے مغفرت و بخشش کی دعا کرتے رہتے ہیں۔

پانچویں حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ جنی کو گرفتار کر لیا تھا اور اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرنے کا قصد کیا تو اس نے کہا: اگر آپ اپنے گھر میں آیت الکرسی پڑھ کر سویا کریں تو کوئی شیطان یا دوسرا فرد گھر میں داخل نہیں ہو سکے گا اور تمہارا نقصان ہرگز نہیں کر سکے گا۔

اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو بھی پیش آیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے انہیں صدقات کی حفاظت کے لیے مامور کیا گیا تھا۔ تین رات تک شیطان مسلسل صدقات کی چوری کے لیے آتا رہا اور آپ اسے گرفتار بھی کر لیتے تھے لیکن اس کی کثرل اہل و عیال اور منت وسماجت کی وجہ سے چھوڑ دیتے تھے۔ آخر کار آپ نے اسے گرفتار کر کے آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کی خدمت میں پیش کرنے کا پکا قصد کر لیا تو اس نے بھی یہی وظیفہ بتایا تھا کہ آپ آیت الکرسی پڑھ کر سویا کریں تو آپ کا سامان اور گھر شیطان اور چور وغیرہ سے محفوظ رہے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہے تو یہ شیطان لیکن یہ بات اس نے درست کہی ہے۔

اس بحث سے مزید دو اہم امور ثابت ہوتے ہیں:

(۱) اللہ والے شیطان سے محفوظ ہوتے ہیں اور انہیں اتنی طاقت حاصل ہوتی ہے کہ اسے گرفتار بھی کر سکتے ہیں۔

(۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے، آپ رات کی تاریکی میں پیش آنے والے واقعات سے بھی آگاہ ہوتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو پیش آنے والے واقعات از خود پیشگی بیان فرما دیے تھے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ

باب 3: سورہ بقرہ کی آخری آیات

2806 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ عَنْ مَنْصُوْرِ بْنِ الْمُعْتَمِرِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ قَرَاَ الْاٰيَتَيْنِ مِنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فِيْ لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص رات کے وقت سورہ بقرہ کی آخری دو آیات کی تلاوت کر لے تو یہ دونوں اس کے لیے کافی ہوں گی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2807 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ

2806۔ اخرجه البخاري (٣٦٩/٧): كتاب المغازي: باب: (١٢) حديث (٤٠٠٨)، (٦٧٢/٨): كتاب فضائل القرآن: باب: فضل سورة البقرة: حديث (٥٠٠٨، ٥٠٠٩، ٥٠١٠)، (٥/٨٠٧): كتاب فضائل القرآن: باب: من لم ير باسا ان يقول سورة البقرة و سورة كذا وكذا، حديث (٥٠٤٠)، و مسلم (١٥٣/٣ - الابي): كتاب صلاة المسافرين و قصرها: باب: فضل الفاتحة و خواتيم سورة البقرة، و الحث على قرأة الآيتين من آخر سورة البقرة، حديث (٨٠٨/٢٥٦)، و ابوداؤد (٤٤٤/١): كتاب الصلاة: باب: تحزيب القرآن، حديث (١٣٩٨)، و ابن ماجه (٤٣٥/١، ٤٣٦): كتاب اقامة الصلاة و السنة فيها: باب: ما جاء فيما يرجى ان يكفي من قيام الليل، حديث (١٣٦٨، ١٣٦٩)، و الدارمي (٤٠٠/٢): كتاب فضائل القرآن: باب: فضل اول سورة البقرة (٣٤٩/١): كتاب الصلاة: باب: من قرأ الآيتين من آخره والحميدي (٢١٥/١)، حديث (٤٥٢)، و ابن خزيمة (١٨٠/٢) حديث (١١٤١) واحمد (١٢١/٤، ١١٨، ١٢٢)، و عبد بن حميد ص (١٠٥) حديث (٢٣٣)۔

2807۔ اخرجه الدارمي (٤٤٩/٢): كتاب فضائل القرآن: فضل اول سورة البقرة، و احمد (٢٧٤/٤)۔

أَشْعَثَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْجَرْمِيِّ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي الْأَشْعَثِ الْجَرْمِيِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ كِتَابًا قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ بِأَلْفَيْ عَامٍ أَنْزَلَ مِنْهُ آيَتَيْنِ خَتَمَ بِهِمَا سُورَةَ الْبَقَرَةِ وَلَا يُقْرَآنِ فِي دَارٍ ثَلَاثَ لَيَالٍ فَيَقْرَبُهَا شَيْطَانٌ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

◆◆ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ، نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے ایک تحریر لکھی، جس میں سے دو آیات اس نے نازل کی ہیں، جن کے ذریعے سورہ بقرہ ختم ہوتی ہے اور یہ دونوں آیتیں تین دن تک جس بھی گھر میں تلاوت کی جائیں گی۔ شیطان اس کے قریب نہیں جائے گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

شرح

سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات کی فضیلت:

سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات: آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ سے لے کر تا آخر سورۃ ہیں۔ ان میں سے پہلی آیت میں ایمانیات اور دوسری میں دعاؤں کا مضمون بیان کیا گیا ہے۔ دونوں آیات کی ترتیب اس بات کو واضح کرتی ہے کہ صرف اہل ایمان لوگوں کی عبادت و ریاضت اور دعائیں قبول کی جاتی ہیں۔

احادیث باب میں ان دو آیات کی عظمت تین طریقے سے بیان کی گئی ہے:

(۱) یہ دو آیات اس بابرکت و مقدس تحریر کا حصہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے زمین و آسمان کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے تیار کی گئی تھی۔ گویا یہ دو آیات تاریخی اہمیت کی حامل ہیں۔

(۲) ان دو آیات کو تلاوت کرنے سے رات بھر کی عبادت کا اجر و ثواب ملتا ہے۔

(۳) جس گھر میں یہ آیات مسلسل تین ایام تک تلاوت کی جائیں شیاطین اس میں داخل نہیں ہو سکتے خواہ وہ شیاطین الانس ہوں یا شیاطین الجن ہوں۔ حدیث کے الفاظ "كَفَتَاهُ" کے تین مفاہیم ہو سکتے ہیں:

(۱) جس شخص نے رات کے وقت ان آیات کی تلاوت کی خواہ وہ اس رات نماز تہجد نہ بھی پڑھے تو اسے نماز تہجد پڑھنے کا اجر و ثواب ملے گا۔ اس مفہوم کی تائید حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس مرفوع روایت سے ہوتی ہے: مَنْ قَرَأَ خَاتِمَةَ سُورَةِ الْبَقَرَةِ حَتّٰى يَخْتِمَهَا فِي لَيْلَةٍ اَجْزَءَتْ عَنْهُ قِيَامَ تِلْكَ اللَّيْلَةِ (کنز العمال، رقم الحدیث: ۲۵۷۴) جس نے کسی رات میں سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات تلاوت کیں حتیٰ کہ انہیں ختم کیا، تو وہ دونوں آیات اس رات کے نوافل کے قائم مقام ہو جائیں گی۔

(۲) جس شخص نے رات کے وقت ان دونوں آیات کی تلاوت کی، تو وہ رات بھر شیاطین الانس اور شیاطین الجن اور عزازیل

(شیطان اکبر) سے محفوظ رہے گا۔

(۳) یہ مقدس آیات تلاوت کرنے والے کو ہر گناہ اور برائی سے محفوظ رکھتی ہیں۔

سوال: دونوں آیات میں سے پہلی آیت ایمانیات پر مشتمل ہے، جس میں تقدیر بھی شامل ہے۔ نصوص سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان بلکہ تمام مخلوق سے پچاس ہزار سال قبل تقدیر لکھ دی تھی جبکہ یہاں زمین وآسمان کی تخلیق سے دو ہزار قبل تخلیق کا ذکر ہے؟

جواب: (۱) یہ تحریر پچاس ہزار سال قبل لکھی گئی لیکن دو ہزار سال قبل فرشتوں پر پڑھی گئی تھی۔

(۲) لوح محفوظ پر کتابت کا آغاز پچاس ہزار سال قبل ہوا لیکن ان آیات کی باری دو ہزار سال قبل آئی تھی۔

(۳) یہ تحریر پچاس ہزار سال قبل تیار کی گئی تھی مگر بطور تشریح دو ہزار سال قبل پڑھی گئی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ سُوْرَةِ اٰلِ عِمْرَانَ

باب 4: سورۂ آل عمران کا بیان

2808 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ اَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ اَبُوْ عَبْدِ الْمَلِكِ الْعَطَّارِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهٗ حَدَّثَهُمْ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ نَوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: يَاْتِي الْقُرْاٰنُ وَاَهْلُهُ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ بِهٖ فِي الدُّنْيَا تَقْدُمُهٗ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ وَاٰلُ عِمْرَانَ قَالَ نَوَّاسٌ وَّضَرَبَ لَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ اَمْثَالٍ مَا نَسِيْتُهُنَّ بَعْدُ قَالَ تَاْتِيَانِ كَاَنَّهُمَا غَيَابَتَانِ وَبَيْنَهُمَا شَرْقٌ اَوْ كَاَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ سَوْدَاوَانِ اَوْ كَاَنَّهُمَا ظُلَّةٌ مِّنْ طَيْرٍ صَوَافَّ تُجَادِلَانِ عَنْ صَاحِبِهِمَا

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ بُرَيْدَةَ وَاَبِيْ اُمَامَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

مذاہب فقہاء: وَمَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّهٗ يَجِيْءُ ثَوَابُ قِرَاءَتِهٖ كَذَا فَسَّرَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ هٰذَا الْحَدِيْثَ وَمَا يُشْبِهُ هٰذَا مِنَ الْاَحَادِيْثِ اَنَّهٗ يَجِيْءُ ثَوَابُ قِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ وَفِيْ حَدِيْثِ النَّوَّاسِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَدُلُّ عَلٰى مَا فَسَّرُوْا اِذْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَهْلُهُ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ بِهٖ فِي الدُّنْيَا فَفِيْ هٰذَا دَلَالَةٌ اَنَّهٗ يَجِيْءُ ثَوَابُ الْعَمَلِ

◆◆ حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: (قیامت کے دن) قرآن پاک آئے گا، اور اسے پڑھنے والے لوگ آئیں گے، جو دنیا میں اس پر عمل کرتے ہوں گے، جن کے آگے سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران

2808۔ اخرجه مسلم (۵۰/۳ ۔ الابی): کتاب صلاة المسافرين و قصرها: باب: فضل قرأة القرآن و سورة البقرة، حديث (۸۰۵/۲۵۳)، واحمد (۱۸۳/۴)۔

ہوں گی۔

حضرت نواس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: پھر نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں کی تین مثالیں بیان کی تھیں، جو میں کبھی نہیں بھولا۔
نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ دونوں اس طرح آئیں گی، گویا یہ دو چھتریاں ہیں، جن کے درمیان روشنی موجود ہے، یا یہ اس طرح آئیں گی جس طرح یہ دو سیاہ بادل ہیں یا یہ اس طرح آئیں گی جیسے صف باندھے ہوئے پرندوں کی دو قطاریں ہیں اور یہ (اپنے پڑھنے والے کی) شفاعت کریں گی۔

اس بارے میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث اس حوالے سے "غریب" ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث کا مفہوم یہ ہے: ان کو پڑھنے کا ثواب اس طرح آئے گا۔

بعض اہلِ علم نے اس حدیث کی یہی وضاحت کی ہے، اور اس کی مانند دیگر روایات کی بھی اسی طرح وضاحت کی ہے: قرآن پاک پڑھنے کا ثواب اس طرح آئے گا۔

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے جو روایت نقل کی ہے، اس میں بھی اس وضاحت پر یہ دلالت ہوتی ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ان کو پڑھنے والے لوگ آئیں گے، جو دنیا میں اس پر عمل کرتے تھے۔

تو اس میں یہ بات موجود ہے: اس عمل کا ثواب آئے گا۔

2809 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ فِي تَفْسِيْرِ حَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ

متنِ حدیث: مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ سَمَاءٍ وَّلَا اَرْضٍ اَعْظَمَ مِنْ اٰيَةِ الْكُرْسِيِّ قَالَ سُفْيَانُ لِاَنَّ اٰيَةَ الْكُرْسِيِّ هُوَ كَلَامُ اللّٰهِ وَكَلَامُ اللّٰهِ اَعْظَمُ مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ مِنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حمیدی کے حوالے سے، سفیان بن عیینہ کے حوالے سے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے۔

"اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین میں، آیت الکرسی سے بڑی کوئی چیز پیدا نہیں کی"۔

سفیان بیان کرتے ہیں: اس کی وجہ یہ ہے: آیت الکرسی اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اور اللہ تعالیٰ کا کلام آسمان اور زمین میں موجود ساری مخلوق سے زیادہ عظیم ہے۔

شرح

مفہوم ومطلب

پہلی حدیث باب میں سورۃ آل عمران اور سورۃ بقرہ کی فضیلت کے ضمن میں تین مثالیں پیش کی گئی ہیں۔ اس کے دو مطالب

ہو سکتے ہیں۔

اول: آدمی کے تلاوت قرآن کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں:

(i) وہ شخص جو سورتوں کی تلاوت کرتا ہے لیکن معانی پر غور نہیں کرتا۔

(ii) وہ شخص جو تلاوت کے دوران مطالب و مفاہیم پر بھی غور کرتا ہے۔

(iii) وہ شخص جو تلاوت کرنے اور سمجھنے کے علاوہ دوسروں کو بھی اس کا درس دیتا ہے۔

اس طرح ہر شخص کے درجہ تلاوت کے مطابق یہ سورتیں قیامت کے دن آئیں گی اور تلاوت کرنے والے کے لیے نافع و مفید ثابت ہوں گی۔ یعنی پہلے آدمی کے لیے دو چھتریوں، دوسرے کے لیے بادلوں اور تیسرے کے لیے پرندوں کی شکل اختیار کرلیں گی۔

دوم: جو شخص ان دو سورتوں کو اہتمام سے پڑھتا ہے قیامت کے دن اس کے لیے بادل کی شکل اختیار کرلیں گی اور آفتاب کی حرارت سے بچاؤ کا ذریعہ ثابت ہوں گی۔

سوال: دوسری حدیث باب ترجمۃ الباب کے مطابق نہیں ہے، اس لیے کہ اس سے سورۃ آل عمران کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی بلکہ سورۃ بقرہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کیونکہ آیت الکرسی سورۃ بقرہ کی آیت ہے؟

جواب: خواہ آیت الکرسی سورۃ بقرہ کی آیت ہے لیکن کلام اللہ کا حصہ ہونے کے سبب اس کا تعلق دوسری سورتوں کے ساتھ بھی ہے۔ اس مفہوم کے اعتبار سے اس کا سورۃ آل عمران کے ساتھ بھی تعلق ثابت ہو جاتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ فَضْلِ سُوْرَةِ الْكَهْفِ

باب 5: سورہ کہف کا بیان

2810 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ اَنْبَاَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ يَقُوْلُ

متنِ حدیث: بَيْنَمَا رَجُلٌ يَقْرَاُ سُوْرَةَ الْكَهْفِ اِذْ رَاٰى دَابَّتَهٗ تَرْكُضُ فَنَظَرَ فَاِذَا مِثْلُ الْغَمَامَةِ اَوِ السَّحَابَةِ فَاَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ السَّكِيْنَةُ نَزَلَتْ مَعَ الْقُرْاٰنِ اَوْ نَزَلَتْ عَلَى الْقُرْاٰنِ

فی الباب: وَفِی الْبَابِ عَنْ اُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

2810- اخرجه البخاری (٧١٩/٦): كتاب المناقب: باب: علامات النبوة حديث (٣٦١٤)، (٤٥٧٨/٨): كتاب التفسير: باب: هو الذی انزل السكينة، حديث (٤٨٣٩)، (٦٧٤/٨)، كتاب فضائل القرآن: باب فضل الكهف حديث (٥٠١١)، ومسلم (١٣٦/٣- الابی) كتاب صلاة المسافرين و قصرها: باب: نزول السكينة لقراءة القرآن، حديث (٧٩٥/٢٤١)، و احمد (٢٨١/٤، ٢٨٤، ٢٩٣، ٢٩٨).

◄◄ حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ایک صحابی سورہ کہف پڑھ رہے تھے۔ اسی دوران انہوں نے اپنی سواری کو اچھلتے ہوئے دیکھا' جب انہوں نے توجہ کی' تو انہیں ایک بادل نظر آیا (بعد میں) وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس بات کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ وہ سکینت تھی' جو قرآن پاک کے ہمراہ نازل ہو رہی تھی۔ (راوی کو شک ہے' یا شاید یہ الفاظ ہیں) قرآن پاک پر نازل ہو رہی تھی۔

اس بارے میں حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2811 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِی الْجَعْدِ عَنْ مَعْدَانَ بْنِ اَبِی طَلْحَةَ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ قَرَاَ ثَلَاثَ اٰيَاتٍ مِّنْ اَوَّلِ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص سورہ کہف کی ابتدائی تین آیات پڑھتا رہے' وہ دجال کے فتنے سے محفوظ رہے گا۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

"مثل الغمامة والسحابة" کا مطلب:

پہلی حدیث باب کے ان الفاظ میں سورۃ کہف کو بادلوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سورۃ کہف کی تلاوت کے دوران فرشتوں کی آمد اور ان کی کثرت زمین و آسمان کے درمیان پردہ کی طرح حائل ہو گئی تھی حتیٰ کہ تلاوت کرنے والے صحابی رسول کا جانور بھی وجد میں آ گیا تھا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ قرآن کی تاثیر انسانوں تک محدود نہیں بلکہ جانوروں تک تجاوز کر جاتی ہے' کیونکہ یہ کلام الٰہی ہے اور اس کے فیوض و برکات محدود نہیں ہو سکتے۔

سوال: دوسری حدیث باب میں تین آیات کا ذکر ہے جبکہ مسلم کی روایت میں دس آیات کا تذکرہ ہے۔ پھر اس میں پہلی آیات کا ذکر ہے جبکہ مسلم شریف کی روایت میں سورۃ کہف کی آخرت آیات کا تذکرہ ہے، اس طرح روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: (۱) جب حقیقی طور پر دجال آئے گا تو اس کے فتنہ سے دس آیات سے بچا جائے گا اور اب اس فتنہ کے شروعات سے

2811۔ اخرجه مسلم (۱۵٤/۳): كتاب صلاة المسافرين و قصرها: باب: فضل سورة الكهف و آية الكرسي، حديث (۸۰۹/۲۵۷)، و ابوداؤد (۵۲۰/۲): كتاب الملاحم: باب: ذكر خروج الدجال، حديث (۴۳۲۳)، و احمد (۱۹۶/۵)، (۴۴۶/۶، ۴۴۹).

بچنے کے لیے تین آیات کی تلاوت کافی ہے۔

(۲) ابتداء دس آیات تلاوت کرنے کی بشارت دی گئی تھی لیکن بعد میں تین آیات کی بشارت سنائی گئی۔

(۳) ابتدائی آیات سے مراد سورۃ کہف کی اول وآخر آیات مراد ہوں۔ سورۃ کہف کلام الٰہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، صفت بھی موصوف کی طرح محترم ہوتی ہے، تو گویا اس سورۃ کی ابتدائی آیات کی طرح آخری آیات بھی بلکہ پوری سورۃ ہی بفضل الٰہی فتنہ دجال سے بچنے کا مسلمان کے لیے ایک خوبصورت ہتھیار ہے۔ لہٰذا یہ سورۃ خود زبانی یاد کرنی چاہیے اور اپنی اولاد کو بھی یاد کرانی چاہیے۔ اس کی ابتدائی یا آخری دس آیات تک محدود نہیں رہنا چاہیے بلکہ پوری سورۃ حفظ ہونا چاہیے جو زبانی یاد نہیں کرسکتا وہ قرآن پر دیکھ کر اس کی تلاوت کرسکتا ہے۔ تلاوت کرنے کے کئی طریقے ہیں:

(۱) ناظرہ (۲) زبانی خارج نماز (۳) زبانی نماز میں۔

ان صورتوں میں سے جس طرح بھی تلاوت قرآن کی جائے مفید ثابت ہوگی۔ انشاء اللہ۔

فائدہ نافعہ: سورۃ کہف روزانہ تلاوت کی جاسکتی ہے ورنہ ہر جمعۃ المبارک میں تو باقاعدگی کے ساتھ اسے اپنے معمولات میں شامل کرنا چاہیے۔ جمعۃ المبارک کے دن سورۃ کہف تلاوت کرنے کی فضیلت زبان نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں بیان کی گئی ہے:

من قرأ سورة الكهف يوم الجمعة اضاء له النور ما بينه و بين البيت العتيق (الجامع الصغیر ۸۹۳۲) جس آدمی نے جمعۃ المبارک کے دن سورۃ کہف تلاوت کی تو اس کے لیے ایک نور روشن ہوگا جو اس کے اور بیت اللہ کے درمیان پھیل جائے گا۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ فَضْلِ يس

باب 6: سورۃ یٰسین کی فضیلت

2812 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَسُفْيَانُ بْنُ وَكِيْعٍ قَالَا حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الرُّؤَاسِيُّ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ صَالِحٍ عَنْ هَارُوْنَ اَبِيْ مُحَمَّدٍ عَنْ مُقَاتِلِ بْنِ حَيَّانَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ قَلْبًا وَّقَلْبُ الْقُرْاٰنِ يس وَمَنْ قَرَاَ يس كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِقِرَاءَتِهَا قِرَاءَةَ الْقُرْاٰنِ عَشْرَ مَرَّاتٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَبِالْبَصْرَةِ لَا يَعْرِفُوْنَ مِنْ حَدِيْثِ قَتَادَةَ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَهَارُوْنُ اَبُوْ مُحَمَّدٍ شَيْخٌ مَجْهُوْلٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُوْسٰى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ حُمَيْدِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بِهٰذَا

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ وَلَا يَصِحُّ مِنْ قِبَلِ اِسْنَادِهٖ وَاِسْنَادُهٗ ضَعِيْفٌ وَّفِي الْبَابِ عَنْ

2812- اخرجه الدارمي (٢/٤٥٦): كتاب فضائل القرآن: باب فضل يس.

اَبِىْ هُرَيْرَةَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ہر چیز کا ایک دل ہوتا ہے اور قرآن پاک کا دل یٰسین ہے۔ جو شخص سورہ یٰسین کی تلاوت کرے گا اس کی قرأت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس شخص کے حق میں دس مرتبہ قرآن پاک پڑھنے کا ثواب لکھ دے گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے۔

ہم اس روایت کو صرف حمید بن عبدالرحمٰن کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

اہل بصرہ اس حدیث کو قتادہ سے منقول ہونے کے طور پر صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

ابومحمد ہارون نامی راوی مجہول بزرگ ہیں۔

ابوموسیٰ محمد بن مثنیٰ بیان کرتے ہیں: احمد بن سعید دارمی نے قتیبہ کے حوالے سے، حمید بن عبدالرحمٰن کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) اس بارے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے لیکن یہ مستند نہیں ہے کیونکہ اس کی سند ضعیف ہے۔ اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

شرح

سورۃ یٰسین کو قرآن کا دل قرار دینے کی وجوہات:

سورۃ یٰسین کو قرآنی سورتوں سے کئی اعتبار سے امتیاز وفضیلت حاصل ہے:

(۱) اس کی ایک بار تلاوت کرنے سے دس قرآن کا اجر وثواب عطا ہوتا ہے۔

(۲) اس سورت کو قرآن کا دل قرار دیا گیا ہے اور قلب رئیس الاعضاء ہوتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ سورۃ یٰسین کو قرآن کا دل قرار دینے کی وجوہات کیا ہیں؟ اس کی کئی وجوہات ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(۱) سورتوں کی آیات کی تعداد کے لحاظ سے قرآن کریم کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

(i) طول: لمبی سورتیں

(ii) مئین: وہ سورتیں جن میں ایک سو یا اس کے قریب آیات ہوں

(iii) مثانی: وہ سورتیں جن میں سو سے بہت کم آیات ہوں

(iv) مفصلات: وہ سورتیں مراد ہیں جن میں قلیل تعداد میں آیات ہوں۔

قلب سے چیز کے وسط کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور اس تقسیم کے اعتبار سے سورۃ یٰسین کا شمار "مثانی" میں ہوتا ہے کیونکہ اس

کی تراسی آیات ہیں۔

(۲) اس سورۃ میں اہم مضامین یہ بیان ہوئے ہیں۔

(i) توکل

(ii) تفویض

(iii) توحید

(iv) آخرت۔

ان اہم مضامین کی وجہ سے اس سورۃ کو قرآن کا قلب (دل) قرار دیا گیا ہے۔

(۳) دل مایہ حیات، مدار زندگی اور تفکر و تدبر کا مرکز و محور ہوتا ہے اس لیے اسے قرآن کا دل کہا جاتا ہے۔

فائدہ نافعہ: جس طرح مسجد حرام کو دوسری مساجد پر ترجیح حاصل ہے اور شب قدر کو دوسری راتوں پر فضیلت دی گئی ہے اسی طرح سورۃ یٰسین کو دوسری سورتوں پر فضیلت دی گئی ہے کہ اس کی ایک بار تلاوت سے دس قرآن ختم کرنے کا اجر و ثواب عطا کیا جاتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ فَضْلِ حم الدُّخَانِ

باب 7: سورہ حم دخان کی فضیلت

2813 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيْعٍ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِيْ خَثْعَمٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ قَرَاَ حم الدُّخَانَ فِيْ لَيْلَةٍ اَصْبَحَ يَسْتَغْفِرُ لَهٗ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیحِ راوی: وَعُمَرُ بْنُ اَبِيْ خَثْعَمٍ يُضَعَّفُ قَالَ مُحَمَّدٌ وَّهُوَ مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص رات کے وقت سورہ دخان کی تلاوت کرلے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے، ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

عمر بن ابوخثعم کو علم حدیث میں ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: یہ شخص "منکر الحدیث" ہے۔

2814 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ عَنْ هِشَامٍ اَبِي الْمِقْدَامِ

2813۔ تفرد بہ الترمذی کما جاء فی (التحفۃ) (۷۷/۱۱)، حدیث (۱۵٤۱۳)، ذکرہ صاحب (المشکاۃ) (٦٦٢/٤ ۔ مرقاۃ) برقم (۲۱٤۹)، و المنذری فی (الترغیب)، (٥۷۷/۱) برقم (۱۰۸۸) و عزاہ للترمذی و الاصبھانی فی (الترغیب) و الھیثمی فی (مجمع الزوائد) (١٦٨/٢)۔

عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متن حدیث: مَنْ قَرَاَ حم الدُّخَانَ فِىْ لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ غُفِرَ لَهٗ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَهِشَامٌ اَبُو الْمِقْدَامِ يُضَعَّفُ وَلَمْ يَسْمَعِ الْحَسَنُ مِنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ هٰكَذَا قَالَ اَيُّوْبُ وَيُوْنُسُ ابْنُ عُبَيْدٍ وَّعَلِىُّ بْنُ زَيْدٍ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص شب جمعہ میں سورۃ حم دخان کی تلاوت کر لے اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔

یہ حدیث ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

ہشام ابو مقدام کو ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

حسن نامی راوی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احادیث کا سماع نہیں کیا ہے۔

ایوب، یونس بن عبید اور علی بن زید نے یہ بات بیان کی ہے۔

شرح

مفہوم احادیث:

احادیث باب میں سورۃ حم دخان کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ جو شخص رات کے وقت اس سورۃ کی تلاوت کرتا ہے صبح تک یعنی رات بھر ستر ہزار فرشتے اس کے لیے مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ پہلی روایت میں مطلق رات کا ذکر ہے اور دوسری حدیث میں جمعۃ المبارک کی رات کا تذکرہ ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جس رات میں بھی کوئی اس سورۃ کی تلاوت کرنے کا اعزاز حاصل کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کے لیے مغفرت و بخشش کی دعائیں رات بھر مصروف رہتے ہیں۔

فائدہ نافعہ: علماء اصول حدیث نے ان دونوں روایات کو ضعیف قرار دیا ہے۔ یاد رہے ضعیف حدیث متعدد طرق سے مروی ہونے کی صورت میں قوی ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں ضعیف حدیث فضائل میں معتبر تسلیم کی گئی ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِىْ فَضْلِ سُوْرَةِ الْمُلْكِ

باب 8: سورۃ الملک کی فضیلت

2815 سند حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِى الشَّوَارِبِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَمْرِو بْنِ مَالِكٍ النُّكْرِىُّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِى الْجَوْزَاءِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

2814۔ تفرد به الترمذي كما جاء في (التحفة) (۳۱۸/۹) حديث (۱۲۲۵۲) و ذكره السيوطي في (الدرا لمنثور) (۲٤/٦) و عزاه للترمذي، و محمد بن نصر، و ابن مردويه، و البيهقي۔

متن حدیث: ضَرَبَ بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِبَاءَهُ عَلَى قَبْرٍ وَّهُوَ لَا يَحْسِبُ أَنَّهُ قَبْرٌ فَإِذَا فِيهِ إِنْسَانٌ يَّقْرَأُ سُوْرَةَ تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ حَتّٰى خَتَمَهَا فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّي ضَرَبْتُ خِبَائِي عَلَى قَبْرٍ وَّأَنَا لَا أَحْسِبُ أَنَّهُ قَبْرٌ فَإِذَا فِيهِ إِنْسَانٌ يَّقْرَأُ سُوْرَةَ تَبَارَكَ الْمُلْكِ حَتّٰى خَتَمَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ الْمَانِعَةُ هِيَ الْمُنْجِيَةُ تُنْجِيهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ

حکم حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

◈ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے ایک صحابی نے قبر پر خیمہ لگالیا۔ انہیں یہ پتہ نہیں تھا: یہاں پر ایک قبر موجود ہے لیکن وہاں ایک قبر موجود تھی۔ اس میں ایک شخص سورہ الملک کی تلاوت کر رہا تھا۔ اس نے اس سورۃ کو پورا پڑھ لیا۔ بعد میں وہ صحابی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ واقعہ سنایا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ روکنے والی ہے یہ سورۃ نجات دلانے والی ہے یہ اس شخص کو قبر کے عذاب سے نجات دلائے گی)

یہ حدیث "حسن" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

2816 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَبَّاسٍ الْجُشَمِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: إِنَّ سُوْرَةً مِّنَ الْقُرْآنِ ثَلَاثُوْنَ آيَةً شَفَعَتْ لِرَجُلٍ حَتّٰى غُفِرَ لَهُ وَهِيَ سُوْرَةُ تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ

حکم حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

◈ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: قرآن پاک میں تیس آیات پر مشتمل ایک سورۃ ہے جو آدمی کی شفاعت کرے گی یہاں تک کہ اسے بخش دیا جائے گا۔ وہ سورۃ الملک ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے۔

2817 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هُرَيْمُ بْنُ مِسْعَرٍ التِّرْمِذِيُّ حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ لَيْثٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ

2815۔ تفردبه الترمذی کما جاء فی (التحفة) (٣٦٧/٤) حدیث (٥٣٦٧) و ذکره صاحب (المشکاة) (٦٦٤/٤ ۔ مرقاة) برقم (٢١٥٤) و عزاه للترمذی، و السیوطی فی (الدار المنثور) (٢٤٦/٦) و عزاه للحاکم و الترمذی و ابن مردویه، و ابن نصر، و البیهقی فی (الدلائل) کلهم عن ابن عباس۔

2816۔ اخرجه ابوداؤد (٤٤٥/١): کتاب الصلاة: باب: فی عدد الای، حدیث (١٤٠٠)، و ابن ماجه (١٢٤٤/٢): کتاب الادب: باب: ثواب القرآن، حدیث (٣٧٨٦)، و احمد (٢٩٩/٢، ٣٢١)، و عبد بن حمید ص (٤٢١، ٤٢٢)، حدیث (١٤٤٥)۔

2817۔ اخرجه البخاری فی (الادب المفرد) ص (٣٥٢)، حدیث (١٢١١)، (١٢١٣)، و الدارمی (٤٥٥/٢): کتاب فضائل القرآن: باب: فضل سورة السجدة، و احمد (٣٤٠/٣)، وعبد بن حمید ص (٣١٨)، حدیث (١٠٤٠)۔

عَنْ جَابِرٍ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَنَامُ حَتّٰى يَقْرَاَ الم تَنْزِيلُ وَتَبَارَكَ الَّذِیْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ

اختلاف سند: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ لَيْثِ بْنِ اَبِیْ سُلَيْمٍ مِثْلَ هٰذَا وَرَوَاهُ مُغِيْرَةُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ اَبِی الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا وَرَوٰى زُهَيْرٌ قَالَ قُلْتُ لِاَبِی الزُّبَيْرِ سَمِعْتَ مِنْ جَابِرٍ فَذَكَرَ هٰذَا الْحَدِيْثَ فَقَالَ اَبُو الزُّبَيْرِ اِنَّمَا اَخْبَرَنِيْهِ صَفْوَانُ اَوِ ابْنُ صَفْوَانَ وَكَاَنَّ زُهَيْرًا اَنْكَرَ اَنْ يَّكُوْنَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ اَبِی الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ لَيْثٍ عَنْ اَبِی الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ قَالَ حَدَّثَنَا هُرَيْمُ بْنُ مِسْعَرٍ حَدَّثَنَا فُضَيْلٌ عَنْ لَيْثٍ عَنْ طَاوٗسٍ قَالَ تَفْضُلَانِ عَلٰى كُلِّ سُوْرَةٍ فِی الْقُرْاٰنِ بِسَبْعِيْنَ حَسَنَةً

◆◆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ اس وقت تک نہیں سوتے تھے' جب تک آپ سورہ آلم تنزیل اور سورہ ملک کی تلاوت نہیں کر لیتے تھے۔

اس روایت کو کئی راویوں نے لیث بن ابوسلیم کے حوالے سے' اسی طرح نقل کیا ہے۔

مغیرہ بن مسلم نے اس روایت کو ابوزبیر کے حوالے سے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند روایت کیا ہے۔

زہیر نے یہ بات روایت کی ہے' میں نے ابوزبیر سے یہ کہا: کیا آپ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی زبانی اس حدیث کو سنا ہے؟

تو ابوزبیر نے یہ بات بتائی: مجھے صفوان نے یا شاید ابن صفوان نے یہ بات بتائی ہے۔

گویا کہ زہیر نے اس بات کا انکار کیا ہے: یہ روایت ابوزبیر کے حوالے سے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

یہ روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔

طاؤس بیان کرتے ہیں: یہ دونوں سورتیں قرآن پاک کی دیگر تمام سورتوں پر ستر گنا فضیلت رکھتی ہیں۔

شرح

خلاصہ احادیث باب:

احادیث باب میں سورۃ ملک تلاوت کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ پہلی روایت میں بتایا گیا ہے کہ سورۃ ملک کی تلاوت اہتمام سے کرنے والا دنیا سے رخصت ہونے کے بعد بھی اس وظیفہ کو جاری رکھتا ہے اور یہ سورۃ آدمی کو عذاب قبر سے بچاتی ہے۔ اسی لیے اس کا ایک نام منعہ یا منجیہ بھی ہے۔

دوسری حدیث میں اس کی تلاوت کرنے والے کے لیے خوشخبری سنائی گئی ہے۔ تیسری حدیث باب میں بتایا گیا ہے کہ اس سورۃ کی اہمیت کے پیش نظر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تلاوت کو اپنے رات کے معمولات میں شامل کیا ہوا تھا۔

خباء ہ علی قبر: قبر پر خیمہ نصب کرنا اور اس میں بیٹھنا آداب قبر کے منافی ہونے کی وجہ سے منع ہے لیکن یہاں یقیناً ان لوگوں کو اس قبر کے بارے میں علم نہیں ہو سکا تھا۔

"قبر انسان یقرأ سورة الملك" کا مفہوم: اس عبارت کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں:

(۱) صاحب خیمہ نے حالت خواب میں صاحب قبر سے سورۃ ملک کی تلاوت سنی ہو۔

(۲) صاحب خیمہ نے بیداری کی حالت میں تلاوت سنی ہو، یہ زیادہ قرین قیاس ہے۔ یہ ممکن بھی ہے، کیونکہ شہداء، صالحین اور اولیاء دنیا سے جانے کے بعد بھی زندہ ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں بے شمار واقعات ہیں جو تاریخ کا حصہ بن چکے ہیں۔

هی المنجیة: سورۃ ملک کے ناموں میں سے ایک "منجیہ" ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ میں تین اقوال ہیں:

(۱) یہ سورۃ قاری کو عذاب قبر سے بچاتی ہے۔

(۲) یہ سورۃ انسان کو ایسے گناہوں سے بچاتی ہے جو عذاب قبر کا سبب بن سکتے ہیں۔

(۳) یہ سورۃ تلاوت کرنے والے کو قیامت کے دن تکالیف سے بچائے گی۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ اِذَا زُلْزِلَتْ

باب 9: سورہ زلزال کا بیان

2818 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوْسَى الْحَرَشِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ سَلْمِ بْنِ صَالِحٍ الْعِجْلِيُّ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ قَرَاَ اِذَا زُلْزِلَتْ عُدِلَتْ لَهٗ بِنِصْفِ الْقُرْاٰنِ وَمَنْ قَرَاَ قُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ عُدِلَتْ لَهٗ بِرُبُعِ الْقُرْاٰنِ وَمَنْ قَرَاَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ عُدِلَتْ لَهٗ بِثُلُثِ الْقُرْاٰنِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ هٰذَا الشَّيْخِ الْحَسَنِ بْنِ سَلْمٍ

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص سورہ زلزال کی تلاوت کر لے تو یہ اس کے لیے نصف قرآن پاک پڑھنے کے برابر ہوگا' اور جو شخص سورۃ کافرون کی تلاوت کر لے' تو یہ اس کے لیے ایک چوتھائی قرآن پاک پڑھنے کے برابر ہوگا' جو شخص سورۃ اخلاص کی تلاوت کر لے' تو یہ اس کے لیے ایک تہائی قرآن پاک پڑھنے کے برابر ہوگا۔ (یعنی اتنا ثواب ملے گا)

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے ہم اسے صرف اسی بزرگ کے حوالے سے جانتے ہیں' جن کا نام

2818۔ تفرد به الترمذی کما جاء فی (التحفة) (۱۰۸/۱)، حدیث (۲۸٤) وذکرہ السیوطی فی (الدار المنثور) (۳۷۹/٦) و عزاہ للترمذی، و ابن مردویه، والبیهقی عن انس۔

حسن بن مسلم ہے۔

اس بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث منقول ہے۔

2819 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا يَمَانُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ الْعَنَزِيُّ حَدَّثَنَا عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِذَا زُلْزِلَتْ تَعْدِلُ نِصْفَ الْقُرْاٰنِ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ وَقُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ تَعْدِلُ رُبُعَ الْقُرْاٰنِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ يَمَانِ بْنِ الْمُغِيْرَةِ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: سورہ زلزال نصف قرآن پاک کے برابر ہے اور سورہ اخلاص ایک تہائی قرآن پاک کے برابر ہے اور سورہ الکافرون ایک چوتھائی قرآن پاک کے برابر ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے۔ ہم اسے صرف یمان بن مغیرہ کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

2820 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْعَمِّيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنِي ابْنُ اَبِيْ فُدَيْكٍ اَخْبَرَنَا سَلَمَةُ بْنُ وَرْدَانَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لِرَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ هَلْ تَزَوَّجْتَ يَا فُلَانُ قَالَ لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا عِنْدِيْ مَا اَتَزَوَّجُ بِهٖ قَالَ اَلَيْسَ مَعَكَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ قَالَ بَلٰى قَالَ ثُلُثُ الْقُرْاٰنِ قَالَ اَلَيْسَ مَعَكَ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ قَالَ بَلٰى قَالَ رُبُعُ الْقُرْاٰنِ قَالَ اَلَيْسَ مَعَكَ قُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ قَالَ بَلٰى قَالَ رُبُعُ الْقُرْاٰنِ قَالَ اَلَيْسَ مَعَكَ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ قَالَ بَلٰى قَالَ رُبُعُ الْقُرْاٰنِ قَالَ تَزَوَّجْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اپنے ایک صحابی سے دریافت کیا: کیا تم نے شادی کرلی ہے؟ اے فلاں! انہوں نے جواب دیا: نہیں، یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ کی قسم! میرے پاس اتنی گنجائش نہیں ہے: جس کے ذریعے میں شادی کرسکوں۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا تمہیں سورۃ اخلاص یاد نہیں ہے۔ اس نے عرض کی: جی ہاں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ ایک تہائی قرآن پاک ہے، پھر آپ نے دریافت کیا: کیا تمہیں سورۃ نصر یاد نہیں ہے؟ تو انہوں نے عرض کی: جی ہاں ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ ایک چوتھائی قرآن پاک ہے، پھر نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا تمہیں سورہ الکافرون

2819۔ تفردبه الترمذی کما جاء فی (التحفة) (۱۰۱/۵)، حدیث (۵۹۷۰) و ذکرہ المنذری فی (الترغیب) (۳۵۷/۲) برقم (۲۱۸۲)، و الحاکم (۵۶۶/۱) وقال: صحیح الاسناد لم یخرجاہ۔

2820۔ تفردبه الترمذی کما جاء فی (التحفة) (۲۲۸/۱)، حدیث (۸۷۰) ذکرہ المنذری فی (الترغیب) (۳۵۸/۲) برقم (۲۱۸۳) و عزاہ للترمذی۔

یاد نہیں ہے؟ انہوں نے عرض کی: جی ہاں ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ ایک چوتھائی قرآن پاک ہے' پھر نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا تمہیں سورہ زلزال یاد نہیں ہے۔ انہوں نے عرض کی: جی ہاں ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ ایک چوتھائی قرآن پاک ہے (تو تمہارے پاس اتنی نعمت ہے) تو تم شادی کرلو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

شرح

سورۃ زلزال کا ثواب نصف قرآن کے برابر قرار دینے کی وجہ:

پہلی دو احادیث مبارکہ میں سورۃ زلزال کی تلاوت کا ثواب نصف قرآن کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ دریافت طلب یہ بات ہے کہ اس سورۃ کی تلاوت کو نصف قرآن کے ثواب کے مساوی کیوں قرار دیا گیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن میں دو قسم کے مضامین بیان کیے گئے ہیں:

(۱) مبداء (۲) معاد۔

یہ سورت معاد (آخرت) کے مضمون پر مشتمل ہے، لہٰذا اس کی تلاوت کا ثواب بھی نصف قرآن کی تلاوت کے برابر رکھا گیا ہے۔

سوال: سورۃ کافرون کی تلاوت کا ثواب ربع قرآن کی تلاوت کے اجر کے برابر کیوں رکھا گیا ہے؟

جواب: قرآن کریم میں چار اہم مضامین بیان ہوئے ہیں:

(۱) عقیدہ توحید (۲) عقیدت نبوت (۳) احکام (۴) قصص۔

سورۃ کافرون میں ''توحید'' کا مضمون نہایت جامعیت اور مؤثر طریقہ سے بیان کیا گیا ہے۔ اس وجہ سے اس کی تلاوت کو ربع قرآن کے مساوی قرار دیا گیا ہے۔

سوال: سورۃ اخلاص کی تلاوت کو تہائی قرآن کی تلاوت کے برابر کیوں قرار دیا گیا ہے؟

جواب: (۱) بنیادی طور پر قرآن کریم میں تین مضامین بیان ہوئے ہیں:

(i) توحید

(ii) احکام

(iii) قصص۔

سورۃ اخلاص میں توحید باری تعالیٰ کا مضمون نہایت مؤثر انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ اس وجہ سے اس سورت کی تلاوت کو ثلث (تہائی) قرآن کی تلاوت کے برابر قرار دیا گیا ہے۔

(۲) قرآن کریم میں معرفت باری تعالیٰ تین طریقوں سے بیان کی گئی ہے:

(i) ذات باری تعالیٰ کی معرفت

(ii) صفات واسماء باری تعالیٰ کی معرفت

(iii) افعال باری تعالیٰ کی معرفت۔

سورۃ اخلاص میں ذات باری تعالیٰ کی معرفت کا مضمون بیان ہوا ہے۔ اس لیے اس کی تلاوت کا ثواب تہائی قرآن کے برابر بیان کیا گیا ہے۔

(۳) حضرت امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: قرآن کریم میں معرفت کی تین اقسام بیان کی گئی ہیں:

(i) اللہ تعالیٰ کی معرفت

(ii) صراط مستقیم کی معرفت

(iii) آخرت کی معرفت۔

سورۃ اخلاص میں اللہ تعالیٰ کی معرفت کا مضمون بیان کیا گیا ہے۔ لہٰذا اسی مناسبت سے اس کی تلاوت کو ثلث قرآن کے ثواب کے برابر قرار دیا گیا ہے۔

سوال: پہلی دو احادیث باب میں سورۃ زلزال کی تلاوت کو نصف قرآن کی تلاوت کے ثواب کے برابر بتایا گیا ہے جبکہ تیسری حدیث باب میں اس کی تلاوت کو ربع قرآن کی تلاوت کے برابر قرار دیا گیا ہے، اس طرح روایت میں تعارض ہوا؟

جواب: سورۃ زلزال کا ثواب مختلف ہونے کی وجہ اس کی تخریج ہے۔ جس طرح ایک تخریج کے مطابق با جماعت نماز ادا کرنے کا ثواب ۲۵ نمازوں کے برابر ہے اور دوسری تخریج کے مطابق اس کا ثواب ۲۷ نمازوں کے مساوی ہے۔ اسی طرح یہاں ایک تخریج کے مطابق سورۃ زلزال کی تلاوت کا ثواب نصف قرآن کے برابر ہے جبکہ دوسری تخریج کے مطابق اس کا ثواب ربع (چوتھائی) قرآن کے برابر قرار دیا گیا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ سُوْرَةِ الْاِخْلَاصِ

باب 10: سورہ اخلاص کا بیان

2821 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ رَبِيْعِ بْنِ خُثَيْمٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَيْلٰى عَنِ امْرَاَةِ اَبِیْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِیْ اَيُّوْبَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَيَعْجِزُ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّقْرَاَ فِیْ لَيْلَةٍ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ مَنْ قَرَاَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ فَقَدْ قَرَاَ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ

2821۔ اخرجه النسائی (۱۷۱/۲): كتاب الافتتاح: باب: الفضل في قراءة: (قل هو الله احد) (الاخلاص: ۱) حديث (۹۹۶)، و الدارمی (۴۶۱/۲): كتاب فضائل القرآن: باب: فضل قل هو الله احد، و احمد (۴۱۸/۵)، و عبد بن حميد ص (۱۰۳)، حديث (۲۲۲)۔

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ وَاَبِیْ سَعِیْدٍ وَّقَتَادَةَ بْنِ النُّعْمَانِ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ وَاَنَسٍ وَّابْنِ عُمَرَ وَاَبِیْ مَسْعُوْدٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ وَّلَا نَعْرِفُ اَحَدًا رَوٰی هٰذَا الْحَدِیْثَ اَحْسَنَ مِنْ رِوَایَةِ زَائِدَةَ وَتَابَعَهُ عَلٰی رِوَایَتِهٖ اِسْرَآئِیْلُ وَالْفُضَیْلُ بْنُ عِیَاضٍ وَّقَدْ رَوٰی شُعْبَةُ وَغَیْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الثِّقَاتِ هٰذَا الْحَدِیْثَ عَنْ مَنْصُوْرٍ وَّاضْطَرَبُوْا فِیْهِ

◆◆ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: تم لوگ رات کے وقت ایک تہائی قرآن پاک کیوں نہیں پڑھتے؟ جو شخص سورہ اخلاص کی تلاوت کرلے گا' تو گویا اس نے ایک تہائی قرآن پاک کی تلاوت کی۔

اس بارے میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

یہ حدیث ''حسن'' ہے۔ ہمارے علم میں ایسا کوئی شخص نہیں ہے' جس نے زائدہ سے ''احسن'' طور پر اسے نقل کیا ہے۔

اسرائیل اور فضیل بن عیاض نے اس روایت میں ان کی متابعت کی ہے۔

شعبہ اور دیگر ثقہ راویوں نے اس روایت کو منصور کے حوالے سے نقل کیا ہے' تاہم ان میں اضطراب ہے۔

2822 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ کُرَیْبٍ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ سُلَیْمَانَ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنِ ابْنِ حُنَیْنٍ مَوْلًی لِاٰلِ زَیْدِ بْنِ الْخَطَّابِ اَوْ مَوْلٰی زَیْدِ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: اَقْبَلْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَ رَجُلًا یَّقْرَاُ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اللّٰهُ الصَّمَدُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَجَبَتْ قُلْتُ وَمَا وَجَبَتْ قَالَ الْجَنَّةُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِیْثِ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ

توضیح راوی: وَّابْنُ حُنَیْنٍ هُوَ عُبَیْدُ بْنُ حُنَیْنٍ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ آرہا تھا نبی اکرم ﷺ نے کسی شخص کو سورہ اخلاص کی تلاوت کرتے ہوئے سنا تو ارشاد فرمایا: واجب ہوگئی۔ میں نے عرض کی: کیا چیز واجب ہوگئی ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (اس پڑھنے والے کے لیے) جنت۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

ہم اسے صرف امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

اس حدیث کے راوی ابن حنین کا نام عبید بن حنین ہے۔

2822- اخرجه النسائی (۱۷۱/۲): کتاب الافتتاح: باب: الفضل فی قراۃ قل هو الله احد، حدیث (۹۹۴)، و احمد (۳۰۲/۲، ۵۳۵) و مالك (۲۰۸/۱): کتاب القرآن: باب: ما جاء فی قراۃ قل هو الله احد و تبارك الذی بیده الملك، حدیث (۱۸)۔

2823 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَرْزُوْقٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ مَيْمُوْنٍ اَبُوْ سَهْلٍ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ قَرَاَ كُلَّ يَوْمٍ مِائَتَيْ مَرَّةٍ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ مُحِيَ عَنْهُ ذُنُوْبُ خَمْسِيْنَ سَنَةً اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ عَلَيْهِ دَيْنٌ

حدیثِ دیگر: وَبِهٰذَا الْاِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ اَرَادَ اَنْ يَّنَامَ عَلٰى فِرَاشِهٖ فَنَامَ عَلٰى يَمِيْنِهٖ ثُمَّ قَرَاَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ مِائَةَ مَرَّةٍ فَاِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ يَقُوْلُ لَهُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَا عَبْدِيَ ادْخُلْ عَلٰى يَمِيْنِكَ الْجَنَّةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ وَّقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ اَيْضًا عَنْ ثَابِتٍ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو شخص روزانہ دو سو مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے گا اس کے پچاس سال کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ البتہ اگر اس کے ذمے قرض ہو (تو وہ معاف نہیں ہوگا)

اسی سند کے ہمراہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان منقول ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"جب کوئی شخص اپنے بستر پر سونے لگے تو اسے دائیں پہلو کے بل سونا چاہیے پھر وہ سورہ اخلاص سو مرتبہ پڑھ لے تو قیامت کے دن اس کا پروردگار اس سے فرمائے گا: اے میرے بندے! تو دائیں طرف سے جنت میں داخل ہو جا!"

یہ حدیث ثابت کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کردہ روایت کے طور پر "غریب" ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ ثابت سے نقل کی گئی ہے۔

2824 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ الدُّوْرِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ حَدَّثَنَا سُهَيْلُ بْنُ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ

حکمِ حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: سورہ اخلاص ایک تہائی قرآن پاک کے برابر ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2825 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ كَيْسَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ

2823۔ تفردبه الترمذی كما جاء فی (التحفة) (۱/۱۰۸)، حديث (۲۸۱)، (۲۸۲) و ذكره صاحب (المشكاة) (۶۶۸/٤ ۔ مرقاة) برقم (۲۱۵۸)، و المنذری فی (الترغيب) (۴۳۹/۲) برقم (۲۳۵۸)، و عزاه للترمذی۔

2824۔ اخرجه ابن ماجه (۱۲۴۴/۲): كتاب الادب: باب: ثواب القرآن حديث (۳۷۸۷)۔

حَازِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: احْشُدُوْا فَاِنِّیْ سَاَقْرَاُ عَلَیْكُمْ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ قَالَ فَحَشَدَ مَنْ حَشَدَ ثُمَّ خَرَجَ نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَاَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ثُمَّ دَخَلَ فَقَالَ بَعْضُنَا لِبَعْضٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاِنِّیْ سَاَقْرَاُ عَلَیْكُمْ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ اِنِّیْ لَاُرٰی هٰذَا خَبَرًا جَآءَ مِنَ السَّمَآءِ ثُمَّ خَرَجَ نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ قُلْتُ سَاَقْرَاُ عَلَیْكُمْ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ اَلَا وَاِنَّهَا تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ حَازِمٍ الْاَشْجَعِیُّ اسْمُهٗ سَلْمَانُ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ اکٹھے ہو جاؤ! تاکہ میں تمہارے سامنے ایک تہائی قرآن پاک کی تلاوت کروں گا۔ راوی بیان کرتے ہیں: کچھ لوگ اکٹھے ہو گئے' پھر نبی اکرم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور آپ نے سورہ اخلاص کی تلاوت کی' پھر آپ تشریف لے گئے' تو لوگوں نے اس بارے میں ایک دوسرے سے کچھ کہا: نبی اکرم ﷺ نے تو یہ ارشاد فرمایا تھا: میں تمہارے سامنے ایک تہائی قرآن پاک کی تلاوت کروں گا' تو ہمارا یہ خیال ہے: شاید آپ پر وحی نازل ہونے لگی ہے۔ اسی لیے (آپ اندر تشریف لے گئے ہیں) پھر نبی اکرم ﷺ باہر تشریف لائے اور آپ نے ارشاد فرمایا: میں نے یہ کہا تھا: میں تمہارے سامنے ایک تہائی قرآن پاک کی تلاوت کروں گا۔ یاد رکھنا! یہ (سورۂ اخلاص) ایک تہائی قرآن پاک کے برابر ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے' اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔ ابوحازم اشجعی نامی راوی کا نام سلمان ہے۔

2826 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِیْلَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ اَبِیْ اُوَیْسٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِیِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ یَؤُمُّهُمْ فِیْ مَسْجِدِ قُبَاءَ فَكَانَ كُلَّمَا افْتَتَحَ سُوْرَةً یَقْرَاُ لَهُمْ فِی الصَّلٰوةِ فَقَرَاَ بِهَا افْتَتَحَ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ حَتّٰی یَفْرُغَ مِنْهَا ثُمَّ یَقْرَاُ بِسُوْرَةٍ اُخْرٰی مَعَهَا وَكَانَ یَصْنَعُ ذٰلِكَ فِیْ كُلِّ رَكْعَةٍ فَكَلَّمَهٗ اَصْحَابُهٗ فَقَالُوْا اِنَّكَ تَقْرَاُ بِهٰذِهِ السُّوْرَةِ ثُمَّ لَا تَرٰی اَنَّهَا تُجْزِئُكَ حَتّٰی تَقْرَاَ بِسُوْرَةٍ اُخْرٰی فَاِمَّا اَنْ تَقْرَاَ بِهَا وَاِمَّا اَنْ تَدَعَهَا وَتَقْرَاَ بِسُوْرَةٍ اُخْرٰی قَالَ مَا اَنَا بِتَارِكِهَا اِنْ اَحْبَبْتُمْ اَنْ اَؤُمَّكُمْ بِهَا فَعَلْتُ وَاِنْ كَرِهْتُمْ تَرَكْتُكُمْ وَكَانُوْا یَرَوْنَهٗ اَفْضَلَهُمْ وَكَرِهُوْا اَنْ یَؤُمَّهُمْ غَیْرُهٗ فَلَمَّا اَتَاهُمُ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرُوْهُ الْخَبَرَ فَقَالَ یَا فُلَانُ مَا یَمْنَعُكَ مِمَّا یَاْمُرُ بِهٖ اَصْحَابُكَ وَمَا یَحْمِلُكَ اَنْ تَقْرَاَ هٰذِهِ السُّوْرَةَ فِیْ كُلِّ رَكْعَةٍ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اُحِبُّهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ

2825۔ اخرجه مسلم (۱۵۸/۲ ۔ الابی) کتاب صلاة المسافرین و قصرها : باب: فضل قرأة قل هو الله احد، حدیث (۸۱۲/۲٦۱) واحمد (۴۲۹/۲)۔

2826۔ اخرجه البخاری (۲۹۸/۲): کتاب الاذان: باب الجمع بین السورتین فی الرکعة، حدیث (۷۷۴) مر تعلیقاً۔

وَسَلَّمَ اِنَّ حُبَّهَا اَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ ثَابِتٍ وَّرَوٰى مُبَارَكُ بْنُ فَضَالَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ

اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّىْ اُحِبُّ هٰذِهِ السُّوْرَةَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ فَقَالَ اِنَّ حُبَّكَ اِيَّاهَا يُدْخِلُكَ الْجَنَّةَ

حدیث دیگر: حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ اَبُوْ دَاوٗدَ سُلَيْمَانُ بْنُ الْاَشْعَثِ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا مُبَارَكُ بْنُ فَضَالَةَ بِهٰذَا

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک انصاری صحابی مسجد ''قباء'' میں لوگوں کو نماز پڑھایا کرتے تھے۔ وہ نماز کے دوران جس بھی سورت کی تلاوت کرتے تھے اس کے ساتھ سورہ اخلاص ضرور پڑھا کرتے تھے۔ پھر بعد میں دوسری سورت پڑھتے تھے۔ وہ ہر رکعت اسی طرح کیا کرتے تھے۔ ان کے ساتھیوں نے اس بارے میں ان سے بات کی اور ان سے یہ کہا: آپ یہ (سورہ اخلاص) پڑھتے ہیں۔ پھر شاید یہ سمجھتے ہیں: اس کی تلاوت کافی نہیں ہے اور کوئی دوسری سورت بھی پڑھنے لگ جاتے ہیں یا تو آپ اسی پر اکتفا کیا کریں یا پھر اسے پڑھنا چھوڑ دیں اور دوسری سورت پڑھ لیا کریں۔ تو ان صحابی نے کہا میں اسے پڑھنا نہیں چھوڑوں گا اگر تم پسند کرو تو میں اس کی تلاوت کے ہمراہ تمہاری امامت کرتا ہوں اور اگر تمہیں یہ پسند نہیں ہے تو میں تمہیں نماز نہیں پڑھاؤں گا۔ انصار ان صاحب کو اپنے درمیان سب سے افضل سمجھتے تھے اور اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے کہ ان کی بجائے کوئی اور ان کی امامت کرے۔ جب نبی اکرم ﷺ ان کے ہاں تشریف لائے تو انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو اس بارے میں بتایا آپ ﷺ نے دریافت کیا: اے فلاں! تمہارے ساتھی تمہیں جو کہتے ہیں تم نے اس پر عمل کیوں نہیں کیا؟ اور تم ہر رکعت میں اسی سورت کو کیوں پڑھتے ہو؟ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کے ساتھ تمہاری محبت تمہیں جنت میں داخل کرے گی۔

یہ حدیث اس سند کے حوالے سے یعنی عبیداللہ بن عمر کی ثابت بنانی سے نقل کردہ روایت کے حوالے سے ''حسن غریب صحیح'' ہے۔

مبارک بن فضالہ نے اسے ثابت بنانی کے حوالے سے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! میں اس سورہ اخلاص سے محبت کرتا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہاری اس سے محبت تمہیں جنت میں داخل کرے گی۔

یہ روایت امام ابوداؤد (سنن ابی داؤد کے مؤلف) نے اپنی سند کے ہمراہ ہمارے سامنے بیان کی تھی۔

شرح

خلاصہ احادیث باب:

احادیث باب میں سورۃ اخلاص کی فضیلت نہایت مؤثر اسلوب میں بیان کی گئی ہے۔ ان روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ سورۃ اخلاص ایک بار تلاوت کرنے سے تہائی قرآن پڑھنے کا ثواب عطا کیا جاتا ہے اور اس طرح تین بار تلاوت کرنے سے پورے

قرآن پڑھنے کا ثواب دیا جاتا ہے۔ یہ وہ مقدس سورۃ ہے کہ اس کی تلاوت کو اپنے معمول میں شامل کرنے والے کو جنت عطا کی جاتی ہے۔ اس سورۃ کو اہتمام اور باقاعدگی سے تلاوت کرنے سے اللہ تعالیٰ قاری کو جنت میں داخل کرتا ہے۔ اس سورۃ میں "عقیدہ توحید" کا مضمون بیان کیا گیا ہے جو تمام اسلامی عقائد وافکار کی اساس و بنیاد ہے۔ ایک صحابی کا یہ معمول تھا کہ نماز کی ہر رکعت میں سورۃ اخلاص تلاوت کرتے تھے، ان سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو جواب دیا: اس سورۃ میں عقیدہ توحید بیان کیا گیا ہے اس لیے اس سے مجھے محبت ہے۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ محبت تجھے جنت میں لے جائے گی۔

سورۃ اخلاص کو ثلث قرآن کہنے کی متعدد وجوہات ہیں۔

(۱) قرآن تین مضامین پر مشتمل ہے:

(i) احکام (ii) اخبار (iii) توحید۔

سورۃ اخلاص چونکہ "توحید" پر مشتمل ہے، اس لیے اسے ثلث قرآن قرار دیا گیا ہے۔

(۲) حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: قرآن تین علوم پر مشتمل ہے: (i) علم التوحید (ii) علم الشرائع (iii) علم تہذیب الاخلاق۔ یہ سورۃ ان مضامین میں سے اہم پر مشتمل ہے، اس وجہ سے اسے ثلث القرآن قرار دیا گیا ہے۔

سورۃ اخلاص کی فضیلت کے حوالے سے ایک نادر حدیث کے الفاظ درج ذیل ہیں:

من قرأ کل یوم مائتی مرة قل هو الله احد محی عنه ذنوب خمسین سنة جو شخص ہر روز دو سو بار سورۃ اخلاص تلاوت کرتا ہے، اس کے پچاس سال کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں"۔

الا ان یکون علیه دین: کا مفہوم:

اس عبارت کے دو مفاہیم ہو سکتے ہیں:

(۱) سورۃ اخلاص کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمام گناہ معاف کر دیتا ہے سوائے حقوق العباد کے، کیونکہ حقوق العباد صرف بندے ہی معاف کر سکتے ہیں۔

(۲) جس شخص پر حقوق العباد واجب الاداء ہوں، اس کا کوئی بھی گناہ معاف نہیں ہو سکتا۔

من اراد ان ینام علی فراشه فنام علی یمینه کا مفہوم:

اس عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص دائیں کروٹ پر لیٹ کر سورۃ اخلاص تلاوت کرتا ہے، اسے دو فوائد حاصل ہوتے ہیں:

(۱) سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل

(۲) سونے سے قبل صفات ذات باری کا ورد کرنا جس کے نتیجہ میں اسے جنت کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔

سوال: دخول جنت قیامت کے بعد ہوگا مگر حدیث باب میں ادخلك الجنة ماضی کا صیغہ ہے جو اس کے منافی ہے؟

جواب: جب کسی بات کے بارے میں یقین یا قطعی علم ہو، تو اسے ماضی کے صیغہ سے بھی بیان کیا جا سکتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِي الْمُعَوِّذَتَيْنِ

باب 11: معوذتین کا بیان

2827 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اَبِيْ خَالِدٍ اَخْبَرَنِيْ قَيْسُ بْنُ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيَّ اٰيَاتٍ لَّمْ يُرَ مِثْلُهُنَّ (قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ) اِلٰى اٰخِرِ السُّوْرَةِ وَ (قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ) اِلٰى اٰخِرِ السُّوْرَةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے مجھ پر ایسی آیات نازل کی ہیں، جن کی مثل کوئی آیات دکھائی نہیں دیں۔ وہ سورہ الفلق اور سورہ الناس ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2828 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيْعَةَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبَاحٍ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ

متنِ حدیث: اَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَقْرَاَ بِالْمُعَوِّذَتَيْنِ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجھے یہ ہدایت کی میں ہر نماز کے بعد معوذتین کی تلاوت کیا کروں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

شرح

معوّذتین کی فضیلت:

احادیث باب میں معوذتین یعنی سورۃ الفلق اور سورۃ الناس ایسی دو سورتیں ہیں کہ ان کی مثل ایک سو چار آسمانی کتب و صحائف میں سے کسی میں بھی نہیں ہیں بلکہ قرآن کریم میں بھی ان کی نظیر موجود نہیں ہے۔ دوسری حدث باب میں ان کی اہمیت کے

2827۔ اخرجه مسلم (۱۰۹/۳): كتاب صلاة المسافرين وقصرها: باب: فضل قرأة المعوذتين، حديث (۸۱٤/۲٦٥)، و النسائي (۲٥٤/۸): كتاب الاستعاذة: باب (ـــ) حديث (٥٤٤٠) (۱٥٨/۲) كتاب الافتتاح، باب: الفضل من قرأة المعوذتين، حديث (۹٥٤)، والدارمي (٤٦۲/۲): كتاب فضائل القرآن: فضل المعوذتين واحمد (۱٤٤/٤، ۱٥۰)۔

2828۔ اخرجه ابوداؤد (٤۷۷/۱): كتاب الصلاة: باب: في الاستغفار، حديث (۱٥۲۳)، والنسائي (٦٨/۳): كتاب السهو: باب الامر بقرأة المعوذات بعد التسليم من الصلاة، حديث (۱۳۳٦)، و احمد (۱٥٥/٤، ۲۰۱)، و ابن خزيمة (۳۷۲/۱)، حديث (۷٥٥)۔

باعث ہر نماز کے بعد بطور وظیفہ ان کی تلاوت کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

ایک روایت کے مطابق معوذتین کی تلاوت سے انسان کا ہر مقصد پورا ہو جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن حبیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

اصابنا طش و ظلمة، فانتظرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ليصلي بنا، ثم ذكر كلامًا معناه فخرج، فقال: قل، قلت: ما اقول؟ قال هو الله احد، الله الصمد والمعوذتين، حين تمسي و حين تصبح (ثلاثًا) تكفيك كل شئى (جامع الاصول ۸/۱۷۱/۶۲۷) ہم پر ہلکی بارش ہوئی اور تاریکی چھا گئی، ہم لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کیا کہ آپ تشریف لائیں اور ہمیں نماز پڑھائیں، پھر آپ تشریف لے آئے تو آپ نے فرمایا: تم پڑھو! میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں کیا پڑھوں؟ جواب میں فرمایا: قُلْ هُوَ اللّٰهُ، اَللّٰهُ الصَّمَدُ اور معوذتین پڑھو۔ یہ دونوں تم صبح و شام تین بار پڑھا کرو تو تمہارے لیے ہر مقصد کے لیے کافی ہوں گی"۔

ثابت ہوا کہ یہ وہ بابرکت اور عظمت والی سورتیں ہیں جن کے سبب اللہ تعالیٰ انسان کے تمام امور درست فرما دیتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ فَضْلِ قَارِئِ الْقُرْاٰنِ

باب 12: قرآن پاک پڑھنے والے کی فضیلت

2829 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ وَهِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَوْفٰی عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اَلَّذِیْ يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ وَهُوَ مَاهِرٌ بِهٖ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ وَالَّذِیْ يَقْرَؤُهٗ قَالَ هِشَامٌ وَّهُوَ شَدِيْدٌ عَلَيْهِ قَالَ شُعْبَةُ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ فَلَهٗ اَجْرَانِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہو اور وہ اسے پڑھنے میں ماہر ہو، وہ معزز فرشتوں کے ساتھ ہوگا، اور جو شخص اس کی تلاوت کرتا ہو (ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں) یہ تلاوت کرنا اس کے لیے مشکل ہو (ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں) اس کے لیے مشقت کا باعث ہو تو اسے دو اجر ملیں گے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2830 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا حَفْصُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ كَثِيْرِ بْنِ زَاذَانَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ

2829- اخرجه البخاري (۸/۰۶۰): كتاب التفسير: باب: سورة عبس، حديث (۴۹۳۷)، و مسلم (۱/۵۴۹-۵۵۰ - الابي): كتاب صلاة المسافرين و قصرها، حديث (۲۴۴/۷۹۸)، و ابوداؤد (۱/۶۶۰): كتاب الصلاة: باب: في ثواب قراءة القرآن، حديث (۱۴۵۴)، و ابن ماجه (۲/۱۲۴۲): كتاب الادب: باب: ثواب القرآن، حديث (۳۷۷۹)، و الدارمي (۲/۴۴۴): كتاب فضائل القرآن: باب فضل من يقرأ القرآن، واحمد (۶/۴۸، ۹۴، ۱۷۰، ۱۹۲، ۲۳۹، ۲۶۶).

ضَمْرَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: مَنْ قَرَاَ الْقُرْاٰنَ وَاسْتَظْهَرَهُ فَاَحَلَّ حَلَالَهُ وَحَرَّمَ حَرَامَهُ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ بِهِ الْجَنَّةَ وَشَفَّعَهُ فِیْ عَشْرَةٍ مِّنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ كُلُّهُمْ قَدْ وَجَبَتْ لَهُ النَّارُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَلَيْسَ اِسْنَادُهُ بِصَحِيْحٍ

توضیح راوی: وَحَفْصُ بْنُ سُلَيْمَانَ يُضَعَّفُ فِی الْحَدِيْثِ

◄► حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص قرآن پاک پڑھے اسے یاد کرے، اس کے حلال کو حلال سمجھے، اس کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام سمجھے' تو اللہ تعالیٰ قرآن پاک کی وجہ سے اس شخص کو جنت میں داخل کرے گا' اور اسے اس کے گھر والوں میں سے دس افراد کے بارے میں شفاعت کا منصب دے گا کہ جن کے لیے جہنم واجب ہو چکی ہوگی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے' جانتے ہیں۔ اس کی سند مستند نہیں ہے۔

حفص بن سلیمان نامی راوی کو علم حدیث میں ''ضعیف'' قرار دیا گیا ہے۔

شرح

قاریٔ قرآن کی فضیلت:

احادیث باب میں قاریٔ قرآن کی فضیلت کا سلسلہ بیان کیا گیا ہے۔ جس شخص نے قرآن سیکھا ہو اور روانی کے ساتھ وہ اسے زبانی پڑھ بھی سکتا ہو، اسے ''قاری'' کہا جاتا ہے۔ پہلی روایت میں بتایا گیا ہے کہ جس شخص نے قرآن زبانی یاد کیا اور اس میں مہارت تامہ حاصل کی تو اسے معزز فرشتوں کی رفاقت حاصل ہوگی۔ جو شخص قرآن کریم پڑھتے وقت دقت محسوس کرتا ہو یعنی عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے اس کی زبان اٹکتی ہو اور بار بار اسے تکلیف اٹھانا پڑتی ہو تو اس کے لیے دوگنا ثواب ہے۔ ایک تلاوت قرآن کرنے کا اور دوسرا تلاوت کے دوران تکلیف برداشت کرنے کا۔

دوسری روایت میں قاریٔ قرآن کی عظمت وشان اس طرح بیان کی گئی ہے کہ جو شخص تلاوت قرآن کرتا ہے اور اس کی حرام کردہ اشیاء کو حرام اور حلال کردہ چیزوں کو حلال تسلیم کرتا ہو، اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ علاوہ ازیں اس کے خاندان کے ایسے دس افراد جن پر جہنم واجب ہو چکی ہوگی' کے حق میں اس کی سفارش قبول فرمائے گا اور انہیں جنت میں داخل کرے گا۔

السفرة الکرام البررة: یہاں معزز فرشتوں سے مراد لوح محفوظ پر اللہ تعالیٰ کا کلام (کتب وصحائف) لکھنے والے فرشتے مراد ہو سکتے ہیں یا وہ فرشتے مراد ہیں جو لوگوں کے اعمال تحریر کرنے پر مامور ہیں۔

2830۔ اخرجه ابن ماجه (۷۸/۱): كتاب المقدمة: باب: فضل من تعلم القرآن و علمه، حديث (۲۱۶)، و عبد الله بن احمد فی (زوائد المسند) (۱۴۸/۱، ۱۴۹)۔

فائدہ نافعہ: جس شخص کے عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے تلاوت قرآن کے وقت زبان اٹکتی ہو اور تکلیف اٹھانا پڑتی ہو، اسے دگنا ثواب دیے جانے کا جو فرمایا گیا ہے یہ ثواب ماہر بالقرآن کے ثواب سے کم ہوگا۔ ماہر بالقرآن کے لیے دخول جنت اور اس کی افراد کے حق میں سفارش قبول کیے جانے کا جو اعلان ہوا ہے، یہ دو شرائط کی بنیاد پر ہے:

(۱) قرآن کے حلال وحرام پر اس کا اعتقاد محکم ہو۔

(۲) وہ تعلیمات قرآن پر عمل بھی کرتا ہو۔ یاد رہے بدعقیدہ اور بے عمل حافظ قرآن کو یہ اعزاز حاصل نہیں ہوگا۔

سوال: حافظ قرآن کی سفارش کے ذریعے صغیرہ گناہ معاف ہوں گے یا کبیرہ یا دونوں؟

جواب: اس میں محدثین کے دو اقوال ہیں:

(۱) حافظ قرآن کی سفارش سے صغیرہ اور کبیرہ دونوں گناہ معاف ہوں گے' کیونکہ اگر کبیرہ معاف نہ ہوں تو سفارش کاملہ نہیں رہے گی۔ علاوہ ازیں حدیث میں تعمیم ہے جو صغیرہ و کبیرہ دونوں گناہوں کو شامل ہے۔

(۲) حافظ قرآن کی سفارش سے صرف صغیرہ گناہ معاف ہوں گے' کیونکہ کبیرہ گناہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيْ فَضْلِ الْقُرْاٰنِ

باب 13: قرآن پاک کی فضیلت

2831 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ قَالَ سَمِعْتُ حَمْزَةَ الزَّيَّاتَ عَنْ اَبِي الْمُخْتَارِ الطَّائِيِّ عَنِ ابْنِ اَخِي الْحَارِثِ الْاَعْوَرِ عَنِ الْحَارِثِ قَالَ

متنِ حدیث: مَرَرْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَاِذَا النَّاسُ يَخُوضُونَ فِي الْاَحَادِيْثِ فَدَخَلْتُ عَلٰى عَلِيٍّ فَقُلْتُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَلَا تَرٰى اَنَّ النَّاسَ قَدْ خَاضُوا فِي الْاَحَادِيْثِ قَالَ وَقَدْ فَعَلُوْهَا قُلْتُ نَعَمْ قَالَ اَمَا اِنِّيْ قَدْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

اَلَا اِنَّهَا سَتَكُوْنُ فِتْنَةٌ فَقُلْتُ مَا الْمَخْرَجُ مِنْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ كِتَابُ اللّٰهِ فِيْهِ نَبَاُ مَا كَانَ قَبْلَكُمْ وَخَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ وَحُكْمُ مَا بَيْنَكُمْ وَهُوَ الْفَصْلُ لَيْسَ بِالْهَزْلِ مَنْ تَرَكَهُ مِنْ جَبَّارٍ قَصَمَهُ اللّٰهُ وَمَنِ ابْتَغَى الْهُدٰى فِيْ غَيْرِهٖ اَضَلَّهُ اللّٰهُ وَهُوَ حَبْلُ اللّٰهِ الْمَتِيْنُ وَهُوَ الذِّكْرُ الْحَكِيْمُ وَهُوَ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيْمُ هُوَ الَّذِيْ لَا تَزِيْغُ بِهِ الْاَهْوَاءُ وَلَا تَلْتَبِسُ بِهِ الْاَلْسِنَةُ وَلَا يَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمَاءُ وَلَا يَخْلَقُ عَلٰى كَثْرَةِ الرَّدِّ وَلَا تَنْقَضِي عَجَائِبُهُ هُوَ الَّذِيْ لَمْ تَنْتَهِ الْجِنُّ اِذْ سَمِعَتْهُ حَتّٰى قَالُوْا (اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا يَّهْدِيْ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ) مَنْ قَالَ بِهٖ صَدَقَ وَمَنْ عَمِلَ بِهٖ اُجِرَ وَمَنْ حَكَمَ بِهٖ عَدَلَ وَمَنْ دَعَا اِلَيْهِ هَدٰى اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ خُذْهَا اِلَيْكَ يَا اَعْوَرُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَاِسْنَادُهُ مَجْهُوْلٌ وَّفِي الْحَارِثِ مَقَالٌ

2831- اخرجه الدارمی (۴۳۵/۲): كتاب فضائل القرآن: باب: فضل من يقرأ القرآن، واحمد (۹۱/۱)۔

حارث اعور بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ میں مسجد میں آیا' تو وہاں لوگ بات چیت میں مصروف تھے۔ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا' اور میں نے عرض کی: اے امیر المؤمنین! کیا آپ نے لوگوں کو ملاحظہ فرمایا ہے: وہ بات چیت میں مصروف ہیں' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: کیا وہ لوگ ایسا کر رہے ہیں؟ میں نے جواب دیا: جی ہاں۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بتایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے' عنقریب ایک فتنہ آئے گا' تو میں نے عرض کی: یارسول اللہ! اس سے بچنے کا راستہ کیا ہوگا؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی کتاب۔ اس میں تم سے پہلے لوگوں کی خبریں ہیں اور تمہارے بعد والوں کی بھی خبریں ہیں اور جو لوگ تمہارے زمانے کے ہیں۔ ان کے بارے میں حکم ہے' اور یہ ''فصل'' ہے کوئی مذاق نہیں ہے' جو شخص تکبر کی وجہ سے اسے ترک کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے ٹکڑے' ٹکڑے کر دے گا' اور جو شخص اس کی بجائے کہیں اور سے ہدایت حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے گمراہ رہنے کر دے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی ہے۔ یہ حکمت والا تذکرہ ہے' اور یہ صراط مستقیم ہے' جسے نفسانی خواہشات ٹیڑھا نہیں کر سکتیں اور زبانیں اس میں التباس پیدا نہیں کر سکتی ہیں اور اہلِ علم اس سے سیر نہیں ہوتے اور بکثرت تلاوت کرنے سے بھی یہ پرانا نہیں ہوتا۔ اس کے عجائبات ختم نہیں ہوں گے۔ یہ وہی ہے: جسے سننے کے بعد جن یہ کہنے پر مجبور ہوئے۔

''ہم نے قرآن پاک کو سنا ہے' یہ حیرت انگیز چیز ہے' جو ہدایت کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں''

جو شخص اس کے مطابق بات کرے گا' سچ کہے گا' جو شخص اس پر عمل کرے گا' اسے اجر دیا جائے گا' اور جو شخص اس کے مطابق فیصلہ دے گا' وہ انصاف سے کام لے گا' اور جو شخص اس کی طرف دعوت دے گا۔ اسے صراط مستقیم کی طرف ہدایت دی گئی' تم اسے حاصل کرلو۔

(پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا) اے اعور! تم مجھ سے (اس حدیث کو) حاصل کرلو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف منہ سے منقول ہونے کے طور پر جانتے ہیں۔ اس کی سند مجہول ہے۔

حارث نامی راوی کے بارے میں کچھ کلام کیا گیا ہے۔

شرح

فضیلت قرآن پر جامع روایت:

حدیث باب فضیلت قرآن پر جامع حدیث ہے، اس مقدس کتاب کے بے شمار فوائد و منافع ہیں جن میں سے چند ایک اس روایت میں بیان کیے گئے ہیں۔ ان کا خلاصہ درج ذیل ہے:

☆ ممکنہ فتنہ سے محفوظ رہنے کا ذریعہ قرآن کریم ہے۔

☆ قرآن ایک جامع کتاب ہے' جس میں ماضی، مستقبل اور حال کی پوری تاریخ موجود ہے۔

☆ قرآن کریم کے تمام مضامین حقائق پر مبنی ہیں۔
☆ قرآن کریم اور اس کی تعلیمات کا انکار، ہلاکت وگمراہی کا باعث ہے۔
☆ قرآن پر ایمان اور اس کی تعلیمات پر عمل انسان کی کامرانی کا ذریعہ ہے۔
☆ قرآن کریم میں پورا دین بیان کیا گیا ہے، جس کی تشریح احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔
☆ قرآن کریم لوگوں کی ہدایت وراہنمائی کا خزینہ ہے۔
☆ قرآن کریم "صراط مستقیم" ہے۔ جسے لوگوں کی خواہشات اور زبانیں ٹیڑھا نہیں کرسکتیں اور نہ اس میں شکوک وشبہات پیدا کرسکتی ہیں۔
☆ اہل علم اپنی بساط کے مطابق اس سمندر سے علمی جواہر اخذ کرتے ہیں اور اخذ کرتے رہیں گے۔
☆ قرآن کریم ایسی مقدس کتاب ہے، جس کی بار بار تلاوت سے دل نہیں اکتاتا۔
☆ بار بار مطالعہ اور تفسیر سے اس کے جواہرات اور علمی نکات ختم نہیں ہوتے۔
☆ محض اس کی تلاوت سے متاثر ہوکر جنات مسلمان ہونے پر مجبور ہوگئے۔
☆ اس کی روشنی میں گفتگو حقیقت پر مبنی ہوتی ہے۔
☆ قرآنی تعلیمات پر عمل باعث اجر وثواب ہے۔
☆ قرآنی دلائل کی روشنی میں فیصلہ انصاف پر مبنی ہوتا ہے۔
☆ اس کتاب کی دعوت "صراط مستقیم" ہے، جس پر چلنا دارین کی کامیابی ہے۔

يخوضون في الاحاديث: اس عبارت کے دو مطالب ہوسکتے ہیں:
(۱) وہ لوگ مسجد میں بیٹھ کر تلاوت، ذکر اور درود شریف کے بجائے دنیوی گفتگو میں مصروف تھے۔
(۲) وہ لوگ قرآن سے لاتعلق ہوکر ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں غلو سے کام لے رہے تھے۔

قصمه الله: قرآن کریم کے بارے میں بداعتقادی اور اس کے احکام کی خلاف ورزی انسان کی تباہی، گمراہی اور ہلاکت کا سبب ہے۔

ولا تلبس به الالسنة: اس عبارت کے دو مفاہیم ہوسکتے ہیں:
(۱) انسان خواہ غیر عربی (عجمی) ہو پھر بھی تلاوت قرآن اس کے لیے آسان وسہل ہوگی۔
(۲) قرآن کریم میں جو فصاحت وبلاغت موجود ہے، اس کا مقابلہ کوئی عربی عبارت نہیں کرسکتی خواہ وہ کتنی ہی فصیح وبلیغ ہو۔

ولا يشبع منه العلماء: اس کا مطلب یہ ہے کہ اہل علم خواہ شب وروز معارف قرآنی حاصل کرتے رہیں وہ کمال طریقہ سے اس کی گہرائی اور گیرائی تک ہرگز رسائی حاصل نہیں کرسکتے اور نہ وہ اس کا دعویٰ کرسکتے ہیں۔

ولا يخلق على كثرة الرد: یعنی کثرت تلاوت کے باعث قاری اکتا نہیں سکتا۔ دینی اداروں میں حفاظ وقراء اور طلباء کی

طویل تلاوت قرآن ان میں اکتاہٹ پیدا نہیں کرتی بلکہ مختصر وقفہ سے وہ تازہ دم ہو کر دوبارہ اور سہ بارہ درس و تدریس میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

سوال: قرآن ذریعہ ہدایت ہے بد مذہب اور بدعقیدہ بلکہ کفار بھی قرآن سے استدلال کرتے ہیں، حالانکہ وہ گمراہ ہوتے ہیں؟

جواب: یہ لوگ حصول حق کے لیے استدلال نہیں کرتے بلکہ ذاتی مقاصد کی تائید کے لیے قرآن سے استدلال کرتے ہیں، لہٰذا قرآن ان کے لیے ذریعہ ہدایت نہیں ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ تَعْلِیمِ الْقُرْاٰنِ

باب 14: قرآن پاک کی تعلیم دینا

2832 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ اَنْبَاَنَا شُعْبَةُ اَخْبَرَنِیْ عَلْقَمَةُ بْنُ مَرْثَدٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ عُبَيْدَةَ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَذَاكَ الَّذِیْ اَقْعَدَنِیْ مَقْعَدِیْ هٰذَا وَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ فِیْ زَمَنِ عُثْمَانَ حَتّٰى بَلَغَ الْحَجَّاجَ ابْنَ يُوْسُفَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن کا علم حاصل کرے اور اس کی تعلیم دے۔

ابوعبدالرحمٰن نامی راوی بیان کرتے ہیں: اسی وجہ سے میں یہ کام کر رہا ہوں۔ (قرآن پاک کی تعلیم دے رہا ہوں)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: یہ صاحب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے سے لے کر حجاج بن یوسف کے زمانے تک قرآن پاک کی تعلیم دیتے رہے ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2833 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ

2832۔ اخرجه البخاری (۸/۶۹۲): کتاب فضائل القرآن: باب: خیر کم من تعلم القرآن و علمه، حدیث (۵۰۲۷)، (۵۰۲۸)، وابو داؤد (۱/۴۶۰): کتاب الصلاة: بابٌ فی ثواب قراءة القرآن، حدیث (۱۴۵۲)، و ابن ماجه (۱/۷۶): کتاب المقدمة: باب: فضل من تعلم القرآن و علمه، حدیث (۲۱۱، ۲۱۲)، و الدارمی (۲/۴۳۷): کتاب فضائل القرآن: باب: خیارکم من تعلم القرآن و علمه، و احمد (۱/۵۷، ۵۸)۔

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِیِّ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: خَيْرُكُمْ اَوْ اَفْضَلُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اختلاف سند: هٰكَذَا رَوٰى عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عُثْمَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسُفْيَانُ لَا يَذْكُرُ فِيْهِ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ وَقَدْ رَوٰى يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ سُفْيَانَ وَشُعْبَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عُثْمَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سُفْيَانَ وَشُعْبَةَ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَّهٰكَذَا ذَكَرَهٗ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سُفْيَانَ وَشُعْبَةَ غَيْرَ مَرَّةٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عُثْمَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَّاَصْحَابُ سُفْيَانَ لَا يَذْكُرُوْنَ فِيْهِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَّهُوَ اَصَحُّ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ زَادَ شُعْبَةُ فِیْ اِسْنَادِ هٰذَا الْحَدِيْثِ سَعْدَ بْنَ عُبَيْدَةَ وَكَاَنَّ حَدِيْثَ سُفْيَانَ اَصَحُّ قَالَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ مَا اَحَدٌ يَّعْدِلُ عِنْدِیْ شُعْبَةَ وَاِذَا خَالَفَهٗ سُفْيَانُ اَخَذْتُ بِقَوْلِ سُفْيَانَ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: سَمِعْتُ اَبَا عَمَّارٍ يَّذْكُرُ عَنْ وَّكِيْعٍ قَالَ قَالَ شُعْبَةُ سُفْيَانُ اَحْفَظُ مِنِّیْ وَمَا حَدَّثَنِیْ سُفْيَانُ عَنْ اَحَدٍ بِشَیْءٍ فَسَاَلْتُهٗ اِلَّا وَجَدْتُهٗ كَمَا حَدَّثَنِیْ

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّسَعْدٍ

◆◆ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: تم میں سب سے بہتر (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) سب سے زیادہ فضیلت رکھنے والا شخص وہ ہے' جو قرآن پاک کا علم حاصل کرے اور اس کی تعلیم دے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

عبدالرحمٰن بن مہدی نے اسے اسی طرح نقل کیا ہے' اور دیگر راویوں نے بھی اسے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے، علقمہ بن مرثد کے حوالے سے، ابوعبدالرحمٰن کے حوالے سے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

سفیان نامی راوی نے اس کی سند میں سعد بن عبیدہ سے منقول ہونے کا ذکر نہیں کیا۔

یحییٰ بن سعید القطان نے اس حدیث کو سفیان کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

شعبہ نے اسے علقمہ بن مرثد کے حوالے سے، سعد بن عبیدہ کے حوالے سے، ابوعبدالرحمٰن کے حوالے سے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

یہ بات محمد بن بشار نے یحییٰ بن سعید کے حوالے سے، سفیان کے حوالے سے' اور شعبہ کے حوالے سے' ہمارے سامنے روایت کی ہے۔

محمد بن بشار کہتے ہیں: یحییٰ بن سعید نے سفیان اور شعبہ کے حوالے سے ایک سے زیادہ مرتبہ اسے علقمہ بن مرثد کے حوالے سے سعد بن عبیدہ کے حوالے سے، ابوعبدالرحمٰن کے حوالے سے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

محمد بن بشار نے یہ بات بھی بیان کی ہے: سفیان کے شاگرد اس حدیث کی سند میں سفیان کے سعد بن عبیدہ سے نقل کرنے کا تذکرہ نہیں کرتے۔

محمد بن بشار فرماتے ہیں: یہ روایت زیادہ مستند ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: شعبہ نے اس کی سند میں سعد بن عبیدہ کا ذکر اضافی کیا ہے۔

گویا کہ سفیان کی نقل کردہ روایت زیادہ مستند ہے۔

علی بن عبداللہ فرماتے ہیں: پہلے یحییٰ بن سعید نے یہ بات بیان کی ہے۔ میرے نزدیک کوئی بھی شخص شعبہ کا ہم پلہ نہیں ہے لیکن جب سفیان ان کی رائے کے خلاف نقل کریں تو میں سفیان کے قول کو اختیار کرتا ہوں۔

میں نے ابوعمار کو وکیع کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہوئے سنا ہے وہ فرماتے ہیں: شعبہ نے یہ بات بیان کی ہے۔ سفیان مجھ سے بڑے حافظ حدیث ہیں۔ سفیان نے جب بھی کسی بھی راوی کے حوالے سے مجھے جو بھی روایت سنائی۔ بعد میں جب میں نے ان سے سوال کیا: تو میں نے انہیں اسی طرح پایا جیسے انہوں نے پہلے مجھے حدیث سنائی تھی۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

2834 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ لَّا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اِسْحٰقَ

◆◆ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن پاک کا علم حاصل کرے اور اس کی تعلیم دے۔

اس حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہونے کو ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں جو عبدالرحمٰن بن اسحاق نے بیان کی ہے۔

2834۔ اخرجه الدارمی (۲/۴۳۷): کتاب فضائل القرآن: باب: خیارکم من تعلم القرآن و علمه، و عبد الله بن احمد (۱/۱۵۴)۔

شرح

خلاصہ احادیث باب:

ان روایات کے راوی دو مشہور شخصیات ہیں:

(۱) حضرت عثمان غنی

(۲) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

متن حدیث دو طرح سے بیان کیا گیا ہے:

(i) خیر کم من تعلم القرآن و علمه (دونوں جملوں کے درمیان واؤ عاطفہ ہے جو جمع کے لیے آتی ہے)

(ii) خیر کم من تعلم القرآن او علمه (دونوں جملوں کے درمیان لفظ ''او'' ہے جو تردید کے لیے آتا ہے) لفظ تعلم صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معروف ثلاثی مزید باب تفعل سے ہے۔ اس کا معنی ہے سیکھنا، حاصل کرنا۔ لفظ علم صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معروف ثلاثی مزید فیہ باب تفعیل سے ہے۔ اس کا معنی ہے: سکھانا، تعلیم دینا پہلی صورت میں مفہوم یہ ہے کہ جو شخص پہلے قرآن سیکھے پھر سکھائے وہ سب سے بہتر ہے۔ یہ ایک شخص ہوگا۔ قرآن سیکھنے میں تعمیم ہے خواہ ناظرہ ہو یا زبانی حفظ ہو، تجوید سے ہو یا مطالب و معانی سیکھے یا تفسیر۔ دوسری صورت کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص قرآن سیکھے یا سکھائے دونوں ہی سب سے بہتر ہیں۔ یہ دو شخص ہوں گے۔ یہاں بھی قرآن سکھانے میں بھی تعمیم ہے خواہ کوئی ناظرہ سکھائے یا حفظ یا تجوید و قرأت یا مطالب و معانی یا تفسیر و تشریح سے۔

سوال: احادیث باب میں قرآن کے متعلم اور معلم کو بہتر کیوں قرار دیا گیا ہے حالانکہ حدیث و فقہ وغیرہ علوم کا متعلم و معلم بھی دوسرے لوگوں سے بہتر ہوتا ہے؟

جواب: قرآن کلام الٰہی اور صفت باری تعالیٰ ہے، ذات کی طرح صفت بھی محترم ہوتی ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات بے مثل و بے مثال ہے، اسی طرح کلام الٰہی بھی بے نظیر و بے مثال ہے اور اس کے ساتھ نسبت کی وجہ سے اس کے متعلم و معلم کو بھی سب سے بہتر قرار دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں قرآن وفقہ وغیرہ علوم قرآن کی تفسیر ہیں اور ان کا درجہ یقیناً قرآن سے کم ہے۔

فائدہ نافعہ: بعض اہل علم کے نزدیک روایات باب کا مفہوم یہ ہے کہ سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن کے مطالب و مفاہیم اور معارف کو اس انداز سے خود سیکھے یا لوگوں کو سکھائے جیسے کہ اس کا حق ہے۔

حدیث باب کے راوی حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں جو کوفہ کے باشندے تھے۔ ان کا نام ''عبداللہ بن حبیب'' تھا جو اپنے وقت کے ممتاز قاریوں میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کے آباؤ اجداد سب منصب صحابیت پر فائز تھے۔ آپ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے لے کر حجاج بن یوسف کے دور تک (عرصہ بہتر سال) تدریس قرآن کی خدمات انجام دیتے رہے۔

بَابُ مَا جَآءَ فِيمَنْ قَرَاَ حَرْفًا مِّنَ الْقُرْاٰنِ مَالَهٗ مِنَ الْاَجْرِ

باب 15: جو شخص قرآن پاک کا ایک حرف پڑھے اسے کتنا اجر ملے گا؟

2835 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ عُثْمَانَ عَنْ اَيُّوْبَ بْنِ مُوْسٰى قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ كَعْبِ الْقُرَظِيَّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ يَّقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: مَنْ قَرَاَ حَرْفًا مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهٗ بِهٖ حَسَنَةٌ وَّالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا لَا اَقُوْلُ الم حَرْفٌ وَّلٰكِنْ اَلِفٌ حَرْفٌ وَّلَامٌ حَرْفٌ وَّمِيْمٌ حَرْفٌ

اسنادِ دیگر: وَيُرْوٰى هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَّرَوَاهُ اَبُو الْاَحْوَصِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَفَعَهٗ بَعْضُهُمْ وَوَقَفَهٗ بَعْضُهُمْ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیحِ راوی: سَمِعْتُ قُتَيْبَةَ يَقُوْلُ بَلَغَنِيْ اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ كَعْبِ الْقُرَظِيَّ وُلِدَ فِيْ حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ كَعْبٍ يُكْنٰى اَبَا حَمْزَةَ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص اللہ تعالیٰ کی کتاب کا ایک حرف پڑھے اسے اس کے عوض میں ایک نیکی ملے گی اور ایک نیکی دس گنا کے برابر ہوتی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا: "الم" ایک حرف ہے، بلکہ "ا" ایک حرف ہے "ل" ایک حرف ہے اور "م" ایک حرف ہے۔

یہی حدیث دیگر سند کے حوالے سے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کی گئی ہے۔

اسے ابواحوص نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے تاہم اس روایت کو بعض راویوں نے "مرفوع" حدیث کے طور پر نقل کیا ہے اور بعض راویوں نے اسے "موقوف" حدیث کے طور پر نقل کہا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔ قتیبہ بن سعید نے یہ بات بیان کی ہے: وہ فرماتے ہیں: مجھے یہ پتہ چلا ہے: اس کے راوی محمد بن کعب قرظی، نبی اکرم ﷺ کی حیات میں پیدا ہوئے تھے۔

محمد بن کعب قرظی نامی راوی کی کنیت ابوحمزہ ہے۔

2836 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا اَبُو النَّضْرِ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ خُنَيْسٍ عَنْ لَيْثِ بْنِ اَبِیْ سُلَيْمٍ

2835۔ تفردبه الترمذی كما جاء فی (التحفة الاشراف) (۱۳۸/۷) حديث (۹۵۴۷) و ذكره السيوطی فی (الدارالمنثور) (۲۲/۱) و عزاه للبخاری فی (التاريخ) و الترمذی وصححه، وابن الضريس، و محمد بن نصر، و ابن الانباری فی (المصاحف) و الحاكم و صححه، و ابن مردويه، و ابوذر الهروی فی (فضائله) و البيهقی، فی (الشعب، عن ابن مسعود.

عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْطَاةَ عَنْ اَبِىْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متن حدیث: مَا اَذِنَ اللّٰهُ لِعَبْدٍ فِىْ شَىْءٍ اَفْضَلَ مِنْ رَكْعَتَيْنِ يُصَلِّيهِمَا وَاِنَّ الْبِرَّ لَيُذَرُّ عَلٰى رَاْسِ الْعَبْدِ مَا دَامَ فِىْ صَلَاتِهٖ وَمَا تَقَرَّبَ الْعِبَادُ اِلَى اللّٰهِ بِمِثْلِ مَا خَرَجَ مِنْهُ قَالَ اَبُو النَّضْرِ يَعْنِى الْقُرْاٰنَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَبَكْرُ بْنُ خُنَيْسٍ قَدْ تَكَلَّمَ فِيْهِ ابْنُ الْمُبَارَكِ وَتَرَكَهُ فِىْ اٰخِرِ اَمْرِهٖ

اختلاف روایت: وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْطَاةَ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا

◆◆ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ کسی بندے کی کسی بھی بات کو اتنی توجہ سے نہیں سنتا۔ جتنا وہ دو رکعات (میں کی گئی تلاوت) کو سنتا ہے۔ بندہ وہ دو رکعات ادا کرتا ہے' اور اس دوران نیکی بندے کے سر پر چھڑکی جاتی ہے۔ جب تک وہ اس نماز میں مصروف رہتا ہے' اور بندہ کسی بھی عمل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا اتنا قرب حاصل نہیں کرتا' جتنا اس چیز کے ذریعے کرتا ہے' جو اس کی ذات کی طرف سے آئی ہے۔

ابونضر نامی راوی بیان کرتے ہیں: اس سے مراد قرآن پاک ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے' اور ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

بکر بن خنیس نامی راوی کے بارے میں ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے کلام کیا ہے' اور آخر کار اسے ''متروک'' قرار دیا ہے۔

یہی روایت ''زید بن ارطاۃ اور جبیر بن نفیل کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے ''مرسل'' روایت کے طور پر بھی نقل کی گئی ہے۔

2837 سند حدیث: حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْطَاةَ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ قَالَ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متن حدیث: اِنَّكُمْ لَنْ تَرْجِعُوْا اِلَى اللّٰهِ بِاَفْضَلَ مِمَّا خَرَجَ مِنْهُ يَعْنِى الْقُرْاٰنَ

حضرت جبیر بن نفیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہے' تم اس سے زیادہ فضیلت والی کوئی دوسری چیز لے کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نہیں جاؤ گے۔ (راوی کہتے ہیں:) نبی اکرم ﷺ کی مراد قرآن تھی۔

(یعنی جب تم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں واپس جاؤ گے تو تمہارے نامۂ اعمال میں سب سے زیادہ فضیلت والی چیز قرآن مجید سے متعلق نیکیاں ہوں گی۔)

2836- اخرجه احمد (٥/٢٦٨)۔

2837- اخرجه الحاكم (١/٤٤٢) مطولا وقال: صحيح الاسناد ولم يخرجاه

شرح

قرآن کا ایک حرف پڑھنے کا ثواب:

قرآن آسمانی کتب کے مضامین کا جامع، کلام الٰہی اور صفت باری تعالیٰ ہونے کی وجہ سے بے مثل و بے مثال ہے۔ اس کا پڑھنا، سننا، گھر میں رکھنا، سیکھنا اور سکھانا بہترین عمل وعبادت ہے۔ اس مقدس کتاب کا ایک حرف پڑھنے سے ایسی ایک نیکی عطا کی جاتی ہے جو دس نیکیوں کے برابر ہوتی ہے۔ اَلٓمٓ: یہ ایک حرف نہیں بلکہ تین ہیں، جس کا ثواب تیس نیکیوں کے برابر ہے۔ بعض محدثین کی تصریحات کے مطابق الف پھر تین حروف ہیں، لام تین حروف ہیں اور میم بھی تین حروف ہیں۔ جو شخص صرف: اَلٓمٓ: تلاوت کرتا ہے، اسے صرف تیس (۳۰) نیکیاں نہیں بلکہ نوے (۹۰) نیکیاں عطا کی جاتی ہیں۔ یہ عام مہینوں اور عام مقامات میں تلاوت قرآن کا ثواب ہے۔ رمضان المبارک میں ایک نیکی کا ثواب دس سے بڑھا کر ستر بلکہ سات سو تک کر دیا جاتا ہے۔ لہٰذا رمضان المبارک میں تلاوت قرآن کا ثواب اس کے مطابق ہوگا۔ پھر مسجد نبوی یا بیت المقدس میں ایک نیکی کا ثواب پچاس ہزار نیکیوں کے برابر اور مسجد حرام میں ایک نیکی کا اجر ایک لاکھ نیکیوں کے مساوی ہے۔ لہٰذا ان مساجد میں تلاوت قرآن کا ثواب اسی حساب کے مطابق ملے گا۔

دوسری حدیث میں فضیلت قرآن کے حوالے سے تین امور بیان فرمائے گئے ہیں:

(۱) ما اذن الله لعبد في شيء افضل من ركعتين يصليها: جب بندہ دوگانہ نماز ادا کرتا ہے اس میں تلاوت قرآن کرتا ہے، یہ عمل اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے اور اسے بخوشی سماعت کرتا ہے۔ یعنی دوران نماز جو تلاوت قرآن کی جاتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حضور نہایت پسندیدہ ہے۔

(۲) وان البر ليذر علي راس العبد مادام في صلوته: بندہ جب تک حالت نماز میں ہوتا ہے اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر نیکیوں کی بارش نازل ہوتی رہتی ہے یعنی نمازی کو بے شمار نیکیوں اور انعامات سے نوازا جاتا ہے۔

(۳) وما تقرب العباد الي الله عز و جل بمثل ما خرج منه: انسان صرف کلام الٰہی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکتا ہے یعنی تلاوت قرآن ایسی بے مثل عبادت ہے کہ اس کے ذریعے بندہ جو قرب خداوندی حاصل کر سکتا ہے وہ کسی دوسری ریاضت کے ساتھ حاصل نہیں کر سکتا۔

آخری روایت: انكملن ترجعوا الى الله بافضل مماخرج منه يعنى القرآن: میں بھی ماقبل روایات کا مضمون بیان ہوا ہے یعنی تلاوت قرآن کریم سے بڑھ کر کوئی عمل یا عبادت ایسی نہیں ہے، جس سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جا سکے۔

2837/1 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ قَابُوسَ بْنِ اَبِیْ ظَبْيَانَ عَنْ اَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

2837/1۔ اخرجه الدارمی (۲/۴۲۹): كتاب فضائل القرآن: باب: فضل من قرأ القرآن، و احمد (۱/۲۲۳)۔

متن حدیث: اِنَّ الَّذِیْ لَيْسَ فِیْ جَوْفِهٖ شَیْءٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ كَالْبَيْتِ الْخَرِبِ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جس شخص کے ذہن میں قرآن پاک کا کوئی بھی حصہ نہ ہو۔ اس کی مثال اجڑے ہوئے گھر کی طرح ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2838 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ وَاَبُوْ نُعَيْمٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ اَبِی النَّجُوْدِ عَنْ زِرٍّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: يُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْاٰنِ اقْرَاْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِی الدُّنْيَا فَاِنَّ مَنْزِلَتَكَ عِنْدَ اٰخِرِ اٰيَةٍ تَقْرَاُ بِهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَاصِمٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: قرآن پاک کے حافظ سے کہا جائے گا: تم تلاوت شروع کرو اور (جنت کے درجات پر) چڑھنا شروع کرو اور اسی طرح ٹھہر ٹھہر کر پڑھو! جیسے تم دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے تھے۔ تمہاری منزل وہ ہوگی جب تم آخری آیت کو تلاوت کرو گے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

2839 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: يَجِیْءُ الْقُرْاٰنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ حَلِّهٖ فَيُلْبَسُ تَاجَ الْكَرَامَةِ ثُمَّ يَقُوْلُ يَا رَبِّ زِدْهُ فَيُلْبَسُ حُلَّةَ الْكَرَامَةِ ثُمَّ يَقُوْلُ يَا رَبِّ ارْضَ عَنْهُ فَيَرْضٰى عَنْهُ فَيُقَالُ لَهُ اقْرَاْ وَارْقَ وَتُزَادُ بِكُلِّ اٰيَةٍ حَسَنَةً

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَاصِمِ بْنِ بَهْدَلَةَ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ نَحْوَهٗ وَلَمْ يَرْفَعْهُ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الصَّمَدِ عَنْ شُعْبَةَ

2838۔ اخرجه ابوداؤد (۱/۴۶۳): كتاب الصلاة: باب: استحباب الترتيل من القراءة، حديث (۱۴۶۴)، و احمد (۲/۱۹۲)۔

2839۔ اخرجه احمد (۲/۴۷۱)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: قیامت کے دن قرآن پاک کا حافظ آئے گا' وہ قرآن پاک عرض کرے گا: اے میرے پروردگار! اسے خلعت فاخرہ سے نواز! تو اس حافظ قرآن کو عزت کا تاج پہنایا جائے گا پھر وہ (قرآن پاک) عرض کرے گا: اے میرے پروردگار! اس میں اضافہ کر! تو اس شخص کو کرامت کا جوڑا پہنایا جائے گا پھر (وہ قرآن پاک) عرض کرے گا: اے میرے پروردگار! تو اس سے راضی ہو جا! تو اللہ تعالیٰ اس بندے سے راضی ہو جائے گا۔ پھر اس (حافظ قرآن) کو کہا جائے گا: تم قرأت کرنا شروع کرو اور (جنت کے درجات پر) چڑھنا شروع کرو (اور اس تلاوت کے دوران) ہر آیت کے عوض میں ایک نیکی مزید ملے گی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' منقول ہے۔ تاہم یہ ''مرفوع'' حدیث کے طور پر منقول نہیں ہے۔

ہمارے نزدیک یہ عبدالصمد کی شعبہ سے نقل کردہ روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

شرح

قرآن کی دولت سے خالی دل کی مثال:

پہلی حدیث میں قرآن کی دولت سے محروم شخص کی مثال بیان کی گئی ہے یعنی جس کے دل میں بالکل قرآن نہ ہو اس کی مثال اجڑے ہوئے گھر کی ہے، کیونکہ ایسے گھر کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی اور اس کی کوئی چیز محفوظ نہیں ہوتی۔ قرآن کریم کی تعلیم ایسی دولت ہے جو انسان کو قیمتی، باوقار و معزز بنا دیتی ہے۔ نماز میں قرأت کی مقدار قرآن سیکھنا ہر مرد و عورت پر فرض عین ہے اور اس سے زائد سیکھنا مسنون ہے جبکہ پورا قرآن زبانی یاد کرنا فرض کفایہ ہے یعنی محلہ یا گاؤں میں سے ایک بھی حفظ قرآن کر لیتا ہے، باقی لوگ بری الذمہ ہو جائیں گے ورنہ سب گناہگار ہوں گے۔

قرآن کی سفارش سے صاحب قرآن کی جنت میں ترقی ہونا

دوسری حدیث میں یہ خوبصورت مضمون بیان کیا گیا ہے کہ قرآن کریم قیامت کے دن بہترین شکل میں اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوگا اور صاحب قرآن (قاریٔ قرآن یا حافظ قرآن) کے حق میں مختلف سفارشیں کرے گا جو سب قبول کی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ راضی ہو کر اسے جنت میں داخل کرے گا اور حکم دے گا کہ دنیا کی طرح اب بھی تم ترتیل سے تلاوت قرآن کرتے جاؤ اور جنت کی منازل طے کرتے جاؤ، تمہارے لیے جنت وہاں تک ہے جہاں قرآن کی آخری آیت ختم ہوگی۔ یاد رہے حافظ قرآن، قرآن ختم کرتے ہی دوبارہ، سہ بارہ چہار بارہ گویا مسلسل تلاوت کا سلسلہ جاری رکھتا ہے۔ جس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ حافظ قرآن کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایسی وسیع و عریض جنت عطا کی جائے گی جس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتا۔ معلوم ہوا کہ روزمرہ کی طرح تلاوت قرآن کا اجر و ثواب بھی اتنا زیادہ ہے کہ انسان کے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا۔

کاش مسلمان علوم جدیدہ کی بجائے قرآن کو ترجیح دیں، اپنے گھر کو "مدرسۃ القرآن" قرار دیں، خود اس مقدس کتاب کو سیکھیں اور اپنی اولاد کو سکھا کر دارین کی کامیابی یقینی بنائیں۔

2840 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ الْحَكَمِ الْوَرَّاقُ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَجِيدِ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ حَنْطَبٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: عُرِضَتْ عَلَيَّ اُجُوْرُ اُمَّتِيْ حَتّٰى الْقَذَاةُ يُخْرِجُهَا الرَّجُلُ مِنَ الْمَسْجِدِ وَعُرِضَتْ عَلَيَّ ذُنُوْبُ اُمَّتِيْ فَلَمْ اَرَ ذَنْبًا اَعْظَمَ مِنْ سُوْرَةٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ اَوْ اٰيَةٍ اُوْتِيَهَا رَجُلٌ ثُمَّ نَسِيَهَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

قولِ امام بخاری: قَالَ وَذَاكَرْتُ بِهٖ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ فَلَمْ يَعْرِفْهُ وَاسْتَغْرَبَهٗ قَالَ مُحَمَّدٌ وَّلَا اَعْرِفُ لِلْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ سَمَاعًا مِّنْ اَحَدٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا قَوْلَهٗ حَدَّثَنِيْ مَنْ شَهِدَ خُطْبَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قولِ امام دارمی: قَالَ : وَسَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يَقُوْلُ لَا نَعْرِفُ لِلْمُطَّلِبِ سَمَاعًا مِّنْ اَحَدٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ وَاَنْكَرَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ اَنْ يَّكُوْنَ الْمُطَّلِبُ سَمِعَ مِنْ اَنَسٍ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: میرے سامنے میری امت کے اجر پیش کئے گئے' یہاں تک کہ اس تنکے کو بھی پیش کیا گیا' جو کسی شخص نے مسجد میں سے نکالا تھا' پھر میرے سامنے میری امت کے گناہ پیش کئے گئے' تو میں نے اس سے بڑا گناہ اور کوئی نہیں دیکھا کہ قرآن پاک کی کوئی سورت یا آیت جس کا علم کسی شخص کو دیا گیا ہو' پھر وہ شخص اسے بھول جائے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے' جانتے ہیں۔ میں نے اس روایت کے بارے میں محمد بن اسماعیل (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ) سے گفتگو کی' تو وہ اس سے واقف نہیں تھے۔ انہوں نے اسے "غریب" قرار دیا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: میرے علم کے مطابق مطلب بن عبداللہ نامی راوی نے نبی اکرم ﷺ کے کسی بھی صحابی سے حدیث کا سماع نہیں کیا' صرف ایک روایت ہے' جس کے بارے میں خود انہوں نے یہ کہا ہے: مجھے یہ حدیث ان صاحب نے سنائی ہے' جو نبی اکرم ﷺ کے خطبے میں موجود تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) میں نے عبداللہ بن عبدالرحمٰن (یعنی امام دارمی) کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے' ہمارے علم کے مطابق مطلب نامی راوی نے نبی اکرم ﷺ کے کسی بھی صحابی سے احادیث کا سماع نہیں کیا ہے۔

2840۔ اخرجه ابوداؤد (۱/۱۷۹)، كتاب الصلاة: باب: من كنس المسجد، حديث (٤٦١)، و ابن خزيمة (۲/۲۷۱)، حديث (۱۲۹۷)۔

امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: علی بن مدینی نے اس بات کا انکار کیا ہے کہ مطلب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث کا سماع کیا ہے۔

شرح

قرآن بھلا دینا گناہ کبیرہ:

اس بات پر آئمہ فقہ کا اتفاق ہے کہ قرآن کا بھلا دینا گناہ کبیرہ ہے۔ البتہ بھلا دینے کی تعریف میں آئمہ کا اختلاف ہے۔ اس سلسلے میں چند اقوال درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حافظ کا بھلا دینا یہ ہے کہ وہ زبانی نہ پڑھ سکتا ہو۔

(۲) امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ بھلا دینا یہ ہے کہ کوئی دیکھ کر بھی نہ پڑھ سکتا ہو۔

(۳) بعض علماء کا خیال ہے کہ قرآن کی تلاوت ترک کر دینا اسے بھلا دینا ہے، خواہ اسے یاد رہے یا نہ رہے۔

فائدہ: حدیث مذکورہ کا گہری نظر سے مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ناظرہ قرآن ہو یا حفظ قرآن، اسے بھلا دینا گناہ کبیرہ ہے۔ یاد رہے گناہ کبیرہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتا۔ توبہ کا مطلب یہ ہے کہ اپنے گناہ کا اعتراف کیا جائے پھر آئندہ نہ کرنے کا عہد و پیمان کیا جائے۔

زیر بحث حدیث سے عیاں ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے تمام اعمال سے آگاہ ہیں خواہ وہ نیک ہوں یا بد۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے اعمال بد یعنی گناہوں کا جائزہ لیا تو ان میں سے سب سے بڑا گناہ قرآن کریم کو یاد کرنے کے بعد اسے بھلا دینا ہے۔ معلوم ہوا کہ آپ اپنے ہر امتی کے افعال اور اعمال سے آگاہ ہیں۔ تاہم نیک اعمال سے آپ خوش ہوتے ہیں اور اعمال بد سے آپ رنجیدہ ہوتے ہیں۔

2841 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ خَيْثَمَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّهُ مَرَّ عَلٰى قَاصٍّ يَقْرَاُ ثُمَّ سَاَلَ فَاسْتَرْجَعَ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ :

متنِ حدیث: مَنْ قَرَاَ الْقُرْاٰنَ فَلْيَسْاَلِ اللّٰهَ بِهٖ فَاِنَّهُ سَيَجِیْءُ اَقْوَامٌ يَقْرَئُوْنَ الْقُرْاٰنَ يَسْاَلُوْنَ بِهِ النَّاسَ

توضیح راوی: وَقَالَ مَحْمُوْدٌ وَّهٰذَا خَيْثَمَةُ الْبَصْرِیُّ الَّذِیْ رَوٰى عَنْهُ جَابِرٌ الْجُعْفِیُّ وَلَيْسَ هُوَ خَيْثَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَخَيْثَمَةُ هٰذَا شَيْخٌ بَصْرِیٌّ يُكْنٰى اَبَا نَصْرٍ قَدْ رَوٰى عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَحَادِيْثَ وَقَدْ رَوٰى جَابِرٌ الْجُعْفِیُّ عَنْ خَيْثَمَةَ هٰذَا اَيْضًا اَحَادِيْثَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ لَيْسَ اِسْنَادُهُ بِذَاكَ

2841- اخرجه احمد (٤/٤٣٢، ٤٣٩، ٤٣٦، ٤٤٥).

◄► حسن نامی راوی بیان کرتے ہیں: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا گزر ایک قاری کے پاس سے ہوا۔ جو تلاوت کر رہا تھا' تو اس نے (یہ قرأت سنا کر) کچھ مانگا تو حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے انا لله وانا اليه راجعون پڑھا اور ارشاد فرمایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے' جو شخص قرآن پاک پڑھے' تو وہ اس کے عوض میں صرف اللہ تعالیٰ سے مانگے عنقریب کچھ لوگ آئیں گے' جو قرآن پاک پڑھیں گے' اور قرآن پاک کے عوض میں لوگوں سے مانگیں گے۔

محمود کہتے ہیں: خیثمہ بصری نامی راوی وہ ہیں' جن کے حوالے سے' جابر جعفی ۔ نے روایات نقل کی ہیں' یہ صاحب خیثمہ بن عبدالرحمٰن نہیں ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

خیثمہ نامی یہ راوی بصرہ کے رہنے والے بزرگ ہیں اور ان کی کنیت ابونصر ہے۔ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احادیث روایت کی ہیں۔ جابر جعفی نے ان خیثمہ کے حوالے سے' احادیث روایت کی ہیں۔

یہ حدیث ''حسن'' ہے۔ اس کی سند زیادہ مستند نہیں ہے۔

شرح

تلاوت قرآن کا اجر اللہ تعالیٰ سے مانگنا:

مسلمان اپنے ہر نیک عمل کا ثواب اللہ تعالیٰ سے طلب کرتا ہے، کیونکہ اس کے ہر عمل خیر کا مقصد اسے خوش کرنا ہوتا ہے۔ اسی طرح قاریٔ قرآن کو تلاوت کا اجر صرف اللہ تعالیٰ سے مانگنا چاہیے، کیونکہ بہترین اجر دینے والی وہی ذات ہے۔ تاہم لوگوں سے اس عظیم عبادت کا معاوضہ طلب کرنا حرام ہے۔

من قرأ القرآن فليسأل الله به کا مفہوم: اس کے مفہوم میں تین اقوال ہیں:

(۱) تلاوت قرآن کے بعد اپنا ہر سوال اللہ تعالیٰ سے کرنا چاہیے۔

(۲) دوران تلاوت آیت رحمت پر پہنچیں تو اللہ تعالیٰ سے رحمت کی دعا کرنی چاہیے اور جب آیت عذاب پر پہنچیں تو اس سے پناہ کی دعا کرنی چاہیے۔

(۳) تلاوت قرآن سے فراغت پر اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے۔

حدیث کے آخری حصہ میں نبی غیب دان نے اس بات کا بھی انکشاف فرمایا: آئندہ زمانہ میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جو تلاوت قرآن کر کے لوگوں سے اس کا معاوضہ طلب کریں گے۔ یہ سوال کئی اعتبار سے ممنوع ہے۔ اولاً اس عظیم عبادت کا عوض کوئی چیز نہیں ہو سکتی ہے۔ ثانیاً لوگوں سے اس کے معاوضہ کا سوال کرنا قرآن کی تحقیر ہے۔

2842 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ فَرْوَةَ يَزِيْدُ بْنُ سِنَانٍ عَنْ

2842۔ تفرد به الترمذي كما جاء في (التحفة الاشراف) (۲۰۱/٤)، حديث (٤٩٧٢)، و ذكره المنذري في (الترغيب) (۱۶۹/۱) برقم (۲۱۱) و عزاه للترمذي، وصاحب (المشكاة) (۷۰۲/٤ ۔ مرقاة) حديث (۲۲۰۳) و عزاه للترمذي۔

اَبِی الْمُبَارَكِ عَنْ صُهَيْبٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: مَا اٰمَنَ بِالْقُرْاٰنِ مَنِ اسْتَحَلَّ مَحَارِمَهٗ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ لَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِالْقَوِيِّ

اختلاف سند: وَقَدْ خُوْلِفَ وَكِيْعٌ فِىْ رِوَايَتِهٖ وقَالَ مُحَمَّدٌ اَبُوْ فَرْوَةَ يَزِيْدُ بْنُ سِنَانٍ الرُّهَاوِیُّ لَيْسَ بِحَدِيْثِهٖ بَاْسٌ اِلَّا رِوَايَةَ ابْنِهٖ مُحَمَّدٍ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَرْوِیْ عَنْهُ مَنَاكِيْرَ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ رَوٰى مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيْدَ بْنِ سِنَانٍ عَنْ اَبِيْهِ هٰذَا الْحَدِيْثَ فَزَادَ فِىْ هٰذَا الْاِسْنَادِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ عَنْ صُهَيْبٍ وَّلَا يُتَابَعُ مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيْدَ عَلٰى رِوَايَتِهٖ وَهُوَ ضَعِيْفٌ وَّاَبُو الْمُبَارَكِ رَجُلٌ مَجْهُوْلٌ

◆◆ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص قرآن پاک کی حرام کی ہوئی اشیاء کو حلال سمجھے تو اس نے قرآن پاک پر ایمان نہیں رکھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند زیادہ مستند نہیں ہے۔

اس کی روایت میں وکیع کی مخالفت کی گئی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ابوفروہ یزید بن سنان رہاوی نامی راوی کی نقل کردہ روایت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ماسوائے ان روایات کے جو ان کے صاحب زادے محمد نے ان کے حوالے سے نقل کی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے: وہ لڑکا ان کے حوالے سے ''منکر'' روایات نقل کرتا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: محمد بن یزید نے اپنے والد کے حوالے سے اس روایت کو نقل کیا ہے اور اس کی سند میں یہ بات نقل کی ہے: یہ مجاہد کے حوالے سے، سعید بن مسیب کے حوالے سے، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

محمد بن یزید کی اس روایت میں ان کی متابعت نہیں کی گئی ہے۔

یہ صاحب ''ضعیف'' ہیں۔

ابوالمبارک نامی راوی مجہول ہیں۔

شرح

محارم قرآن کا انکار اس پر ایمان نہ لانے کی علامت ہونا:

قرآن پر ایمان لانے کی علامت یہ ہے کہ اس کی حرام کردہ اشیاء کو حرام اور حلال کردہ اشیاء کو حلال سمجھا جائے۔ اس کے برعکس اس کی حرام کردہ اشیاء مثلاً زنا، قتل اور شراب وغیرہ کو حلال سمجھنا قرآنی حکم کے منافی اور کفر ہے۔

الفاظ حدیث: ما امن بالقرآن من استحل محارمه کا مفہوم: اس میں مشہور دو قول ہیں:

(۱) جس شخص کا قرآن کریم پر ایمان نہیں وہ اس کی حرام کردہ اشیاء کو حرام نہیں سمجھے گا۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو حرام قرار دیا ہے اسے حلال سمجھنا کفر ہے۔ ایسا شخص مسلمان اور صاحب ایمان نہیں ہوسکتا۔

2843 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ بَحِيْرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ كَثِيْرِ بْنِ مُرَّةَ الْحَضْرَمِيِّ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ :

متنِ حدیث: اَلْجَاهِرُ بِالْقُرْاٰنِ كَالْجَاهِرِ بِالصَّدَقَةِ وَالْمُسِرُّ بِالْقُرْاٰنِ كَالْمُسِرِّ بِالصَّدَقَةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

وَمَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ اَنَّ الَّذِىْ يُسِرُّ بِقِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ اَفْضَلُ مِنَ الَّذِىْ يَجْهَرُ بِقِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ لِاَنَّ صَدَقَةَ السِّرِّ اَفْضَلُ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ صَدَقَةِ الْعَلَانِيَةِ وَاِنَّمَا مَعْنٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ لِكَىْ يَاْمَنَ الرَّجُلُ مِنَ الْعُجْبِ لِاَنَّ الَّذِىْ يُسِرُّ الْعَمَلَ لَا يُخَافُ عَلَيْهِ الْعُجْبُ مَا يُخَافُ عَلَيْهِ مِنْ عَلَانِيَتِهِ

◄► حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے' بلند آواز میں تلاوت کرنے والا اعلانیہ طور پر صدقہ کرنے والے کی مانند ہے' اور پست آواز میں تلاوت کرنے والا چھپ کر صدقہ کرنے والے کی مانند ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے: جو شخص پست آواز میں قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہے وہ اس سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے' جو بلند آواز میں قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے: اہلِ علم کے نزدیک اعلانیہ طور پر صدقہ دینے کے مقابلے میں پوشیدہ طور پر صدقہ دینا زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث کا مفہوم یہ ہے: آدمی اس طرح خود پسندی سے محفوظ ہو جاتا ہے' کیونکہ جو شخص پوشیدہ طور پر عمل کرے گا اسے اس بارے میں خود پسندی کا اندیشہ نہیں ہوگا' جو اعلانیہ طور پر عمل کرنے میں ہوگا۔

شرح

تلاوت قرآن کی بہتر کیفیت:

تلاوت قرآن بلند آواز سے کرنا جائز ہے اور پست آواز سے بھی لیکن دوسری صورت افضل ہے' کیونکہ اس میں ریا کاری نہیں ہوگی۔ یہ اسی طرح ہے کہ صدقہ و خیرات علانیہ بھی جائز ہے اور پوشیدہ طور پر بھی مگر پوشیدہ طور پر افضل ہے تا کہ ریا کاری سے بچا جا سکے۔ پوشیدہ طور پر صدقہ و خیرات کرنا ہر حالت میں افضل نہیں ہے' کیونکہ بعض اوقات علانیہ صدقہ کرنا افضل ہوتا ہے تا کہ

2843- اخرجه ابوداؤد (٤٢٤/١): كتاب الصلاة: باب: رفع الصوت بالقراءة في الصلاة، حديث (١٣٣٣)، و النسائي (٢٢٥/٣): كتاب قيام الليل و تطوع النهار: باب: فضل السر على الجهر، حديث (١٦٦٣)، (٨٠/٥): كتاب الزكاة: باب: المسر بالصدقة، حديث (٢٥٦١)، و احمد (١٥١/٤، ١٥٨، ٢٠١).

دوسرے لوگوں میں بھی صدقہ وخیرات کرنے کا جذبہ پیدا ہو۔ چنانچہ اس بارے میں ارشاد خداوندی ہے:

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ (البقرہ:۲۷۱)

"اگر تم علانیہ صدقہ کرو تو یہ بہتر ہے اور اگر تم خفیہ طور پر صدقہ وخیرات فقراء کو دو تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے"۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں: اگر کسی خاص مقصد کے پیش نظر علانیہ صدقہ کیا جائے مثلاً اغنیاء میں صدقہ وخیرات کا جذبہ پیدا کرنا ہو کہ وہ غرباء ومساکین کی مالی معاونت وامداد کریں۔ بالکل اسی طرح لوگوں میں تلاوت قرآن اور قرآن کریم سیکھنے کا جذبہ پیدا کرنا مقصود ہو تو بلند آواز سے تلاوت کرنا افضل ہے۔ اس مقام پر حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ یہ حدیث نقل کر کے ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ بلند آواز کی بجائے پست آواز میں تلاوت قرآن کرنا افضل ہے۔

سوال: بعض روایات سے بلند آواز سے تلاوت قرآن کرنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے؟

جواب: (۱) جب ریا کاری کا اندیشہ ہو تو پست آواز میں تلاوت قرآن افضل ہے اور ریا کاری کا اندیشہ نہ ہو تو بلند آواز سے افضل ہے۔

(۲) لوگوں کو ایذاء پہنچنے کا اندیشہ ہو تو پست آواز میں تلاوت کی جائے مثلاً کوئی شخص حالت نماز میں ہے یا علالت میں۔ اگر لوگوں کو ایذا پہنچنے کا امکان نہ ہو تو بلند آواز سے بھی تلاوت قرآن کی جاسکتی ہے۔

2844 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَبِيْ لُبَابَةَ قَالَ قَالَتْ عَآئِشَةُ

متن حدیث: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنَامُ عَلٰى فِرَاشِهٖ حَتّٰى يَقْرَاَ بَنِىْ اِسْرَآئِيْلَ وَالزُّمَرَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ لُبَابَةَ شَيْخٌ بَصْرِيٌّ قَدْ رَوٰى عَنْهُ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ غَيْرَ حَدِيْثٍ وَّيُقَالُ اسْمُهٗ مَرْوَانُ

قولِ امام بخاری: اَخْبَرَنِىْ بِذٰلِكَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ فِىْ كِتَابِ التَّارِيْخِ

◆◆ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' نبی اکرم ﷺ اس وقت تک نہیں سوتے تھے' جب تک سورہ بنی اسرائیل اور سورہ "زمر" کی تلاوت نہیں کر لیتے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

ابولبابہ نامی راوی بصرہ کے بزرگ ہیں۔

حماد بن زید نے ان کے حوالے سے' کئی روایات نقل کی ہیں۔ ایک قول کے مطابق ان کا نام "مروان" ہے۔

یہ بات امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب "التاریخ" میں نقل کی ہے۔

2845 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيْدِ عَنْ بَحِيْرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ

2844۔ اخرجه النسائي في (الكبرى) (٦/٤٤٤): كتاب التفسير: باب: (٣٠٣)، حديث (١/١١٤٤٤)، من طريق مروان ابي لبابة، عن ابي هريرة.

2845۔ اخرجه ابوداؤد (٢/٧٣٤): كتاب الادب: باب: ما يقول عن النوم، حديث (٥٠٥٧)، و احمد (١٢٨/٤).

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ بِلَالٍ عَنْ عِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ اَنَّهُ حَدَّثَهُ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَاُ الْمُسَبِّحَاتِ قَبْلَ اَنْ يَّرْقُدَ وَيَقُوْلُ اِنَّ فِيْهِنَّ اٰيَةً خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ اٰيَةٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ "سَبَّحَ" سے شروع ہونے والی سورتوں کو سونے سے پہلے پڑھا کرتے تھے۔ آپ فرماتے تھے: ان میں ایک آیت ایسی ہے جو ایک ہزار آیتوں سے بہتر ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

شرح

وہ سورتیں جن کی تلاوت سونے سے قبل کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا:

لفظ: المسبّحات: مسبّحة کی جمع ہے جو ثلاثی مزید از باب تفعیل اسم فاعل واحد مؤنث کا صیغہ ہے۔ اس کا معنی ہے: تسبیح بیان کرنے والی لیکن یہ نسبت مجازی ہے ورنہ حقیقت میں تسبیح پڑھنے والا قاری ہے۔ سورتوں کو مجازی طور پر "مسبّحات" کا نام دیا گیا ہے ورنہ حقیقت میں اس سے مراد وہ سورتیں ہیں جن کے شروع میں چار الفاظ میں سے کوئی موجود ہو۔

(۱) سبحان (۲) سبح (فعل ماضی) (۳) یسبح (فعل مضارع) (۴) سبح (فعل امر)۔

وہ سات سورتیں ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) سورۃ بنی اسرائیل (۲) سورۃ حدید (۳) سورۃ حشر (۴) سورۃ صف (۵) سورۃ جمعہ (۶) سورۃ تغابن (۷) سورۃ اعلیٰ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے وقت سونے سے قبل تلاوت کے لیے کچھ سورتوں کا انتخاب فرمایا ہوا تھا۔ احادیث باب کے مطابق وہ آٹھ سورتیں ہیں جن میں سے سات کے نام مذکور ہوئے اور آٹھویں سورۃ الزمر ہے۔ ان سورتوں میں سے ایک آیت ایسی بھی ہے جو ہزار آیات سے بہتر ہے۔

سوال: جب ان سورتوں میں ایک آیت ایسی ہے جو ہزار آیات سے بہتر ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نشاندہی کیوں نہ فرمائی؟

جواب: اس آیت کو پوشیدہ رکھنے میں وہی حکمت ہے جو شب قدر اور ساعت جمعہ کے مقدر کرنے میں ہے۔ وہ یہ ہے کہ شب قدر کی تلاش میں مسلمان رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں قیام کر کے اپنے اعمال خیر کے ذخیرہ میں اضافہ کریں۔ جمعۃ المبارک کے دن مقبولیت دعا کی گھڑی کو پانے کے لیے تمام دن عبادت میں صرف کریں۔ اسی طرح اس آیت کو تلاش کرنے کے لیے مسلمان مذکورہ تمام سورتوں کی تلاوت کو اپنے معمولات میں شامل کر لیں تو سب سورتوں کی تلاوت کرنے سے اس آیت کی بھی تلاوت کا شرف حاصل ہو جائے گا اور کثرت تلاوت کے سبب نیکیوں میں بھی اضافہ ہو جائے گا۔

2846 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ طَهْمَانَ اَبُو الْعَلَاءِ الْخَفَّافُ حَدَّثَنِيْ نَافِعُ ابْنُ اَبِیْ نَافِعٍ عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ قَالَ حِيْنَ يُصْبِحُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ وَقَرَاَ ثَلَاثَ اٰيَاتٍ مِّنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْحَشْرِ وَكَّلَ اللّٰهُ بِهٖ سَبْعِيْنَ اَلْفَ مَلَكٍ يُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ حَتّٰى يُمْسِيَ وَاِنْ مَاتَ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ مَاتَ شَهِيْدًا وَّمَنْ قَالَهَا حِيْنَ يُمْسِيْ كَانَ بِتِلْكَ الْمَنْزِلَةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ، نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو بھی شخص صبح کے وقت تین مرتبہ یہ پڑھے۔

''میں سننے والے اور علم رکھنے والے اللہ تعالیٰ کی مردود شیطان سے پناہ مانگتا ہوں''

پھر وہ شخص سورہ حشر کی آخری تین آیات کی تلاوت کرلے' تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ستر ہزار فرشتے مقرر کردے گا' جو شام تک اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہیں گے' اگر وہ شخص اس دن میں فوت ہوجاتا ہے' تو وہ شہید کی موت مرے گا۔ اگر کوئی شخص شام وقت ایسا کرلے' تو اسے بھی یہی فضیلت حاصل ہوگی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

شرح

سورۃ حشر کی آخری تین آیات تلاوت کرنے کی فضیلت:

دوسری سورتوں کی طرح سورۃ حشر بھی بابرکت اور فضیلت والی ہے۔ بالخصوص اس سورۃ کی آخری تین آیات کی عظمت و فضیلت اس حدیث میں بیان کی گئی ہے۔ ان تین آیات کی فضیلت تین طرح سے بیان کی گئی ہے:

(i) جو شخص بایں الفاظ آغاز کرے: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پھر صبح کے وقت سورۃ حشر کی آخری تین آیات تلاوت کرتا ہے' تو اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے مقرر کردیتا ہے جو پورا دن شام تک اس کے لیے مغفرت و بخشش کی دعا کرتے ہیں۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی نوری اور معصوم مخلوق ہے جن کی دعا یقیناً درجہ قبولیت کو پہنچ جاتی ہے۔

(ii) اگر ان تین آیات کی تلاوت کرنے والا اسی دن فوت ہوجائے تو اسے اس تلاوت کی برکت سے شہادت کا درجہ حاصل ہوجاتا ہے۔ جس طرح شہید کو بوقت شہادت کوئی تکلیف نہیں ہوتی اسی طرح اسے بھی کوئی اذیت نہیں ہوتی۔

(iii) جو شخص شام کے وقت ان تین آیات کی تلاوت کرتا ہے' تو اسے بھی یہی فضیلت حاصل ہوگی یعنی صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے مغفرت و بخشش کی دعا کرتے رہتے ہیں اور اسی رات وفات پاجانے کی صورت میں اسے شہادت کا درجہ حاصل ہوجاتا ہے۔

2846- اخرجه الدارمي (٢/٤٥٨): كتاب فضائل القرآن: باب: فضل حم الدخان، و احمد (٥/٢٦).

بَابُ مَا جَآءَ كَيْفَ كَانَتْ قِرَائَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب 16: نبی اکرم ﷺ کی قرأت کیسی تھی؟

2847 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ مُلَيْكَةَ عَنْ يَعْلَى بْنِ مَمْلَكٍ

متنِ حدیث: اَنَّهُ سَاَلَ اُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قِرَائَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَلَاتِهٖ فَقَالَتْ مَا لَكُمْ وَصَلَاتَهُ كَانَ يُصَلِّیْ ثُمَّ يَنَامُ قَدْرَ مَا صَلّٰى ثُمَّ يُصَلِّیْ قَدْرَ مَا نَامَ ثُمَّ يَنَامُ قَدْرَ مَا صَلّٰى حَتّٰى يُصْبِحَ ثُمَّ نَعَتَتْ قِرَائَتَهُ فَاِذَا هِیَ تَنْعَتُ قِرَائَةً مُفَسَّرَةً حَرْفًا حَرْفًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ لَيْثِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَيْكَةَ عَنْ يَعْلَى بْنِ مَمْلَكٍ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ

اختلافِ روایت: وَقَدْ رَوٰى ابْنُ جُرَيْجٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَيْكَةَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُقَطِّعُ قِرَائَتَهُ وَحَدِيْثُ لَيْثٍ اَصَحُّ

◆◆ یعلیٰ بن مملک بیان کرتے ہیں: انہوں نے سیّدہ ام سلمہ ؓ سے نبی اکرم ﷺ کی قرأت اور (نفلی) نماز کے بارے میں دریافت کیا' تو سیّدہ اُمّ سلمہ ؓ انہوں نے جواب دیا: تمہارا نبی اکرم ﷺ کی نماز سے کیا واسطہ؟ نبی اکرم ﷺ نوافل بھی ادا کیا کرتے تھے' اور اتنی دیر کے لیے سو بھی جایا کرتے تھے' جتنی دیر آپ نے نوافل ادا کئے ہوتے تھے' پھر آپ اتنی دیر نوافل ادا کرتے رہتے تھے' جتنی دیر آپ سوئے رہتے تھے۔ پھر آپ اتنی دیر سو جاتے تھے' جتنی دیر آپ نے نوافل ادا کئے ہوتے تھے' یہاں تک کہ صبح ہو جاتی تھی۔

پھر سیّدہ ام سلمہ ؓ نے نبی اکرم ﷺ کی قرأت کے بارے میں بتایا: تو انہوں نے اس قرأت کی خوبی یہ بیان کی کہ اس میں ایک' ایک حرف واضح ہوتا تھا۔

(امام ترمذی ؒ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف لیث بن سعد کی ابن ابوملیکہ کے حوالے سے' یعلیٰ بن مملک کے حوالے سے' سیّدہ ام سلمہ ؓ کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں؟ نبی اکرم ﷺ قرأت میں حروف کو الگ' الگ کر کے پڑھا کرتے تھے۔

لیث کی نقل کردہ روایت زیادہ مستند ہے۔

2847۔ اخرجه ابوداؤد (١/٤٦٣): كتاب الصلاة: باب: استحباب الترتيل من القرأة، حديث (١٤٦٦)، و النسائي (٢/١٨١)، كتاب الافتتاح: باب: تزيين القرآن بالصوت، حديث (١٠٢٢)، و النسائي (٣/٢١٤): كتاب قيام الليل و تطوع النهار: باب: ذكر صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم بالليل، حديث (١٦٢٩)، و احمد (٦/٢٩٤، ٣٠٠، ٣٠٨)، و ابن خزيمة (٢/١٨٨)، حديث (١١٥٨).

شرح

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کی کیفیت:

جس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بے مثل تھی اور کلام الٰہی (قرآن کریم) بے مثل ہے اسی طرح آپ کی قرأت کی کیفیت بھی بے مثل تھی۔ آپ کی قرأت کی کیفیت بیان سے باہر ہے۔ تاہم ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ کی قرأت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے یوں فرمایا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کرتے پھر اتنا وقت آرام فرماتے پھر آرام کرنے کے برابر نماز پڑھتے اور پھر آرام فرماتے۔ آپ کی صلوٰۃ ونوم کا سلسلہ صبح تک جاری رہتا تھا۔

مالکم و صلوته و کان یصلی، کا مفہوم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت اور نماز کی طاقت آپ لوگوں کو حاصل نہیں ہوسکتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کی کیفیت اور خوبصورتی ایسی تھی کہ سننے والا ایک ایک حرف شمار کرسکتا تھا۔

حدیث مذکورہ کے مفہوم میں دو احتمال ہوسکتے ہیں جو درج ذیل ہیں:

(i) ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت نقل کر کے لوگوں کو سنائی۔

(ii) ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کی کیفیت خوبصورت الفاظ میں بیان فرمائی اور ساتھ ہی بتایا کہ تم میں ایسی قرأت کی طاقت نہیں ہے۔

2848 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ قَيْسٍ هُوَ رَجُلٌ بَصْرِيٌّ قَالَ

متنِ حدیث: سَاَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ وِتْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ كَانَ يُوتِرُ مِنْ اَوَّلِ اللَّيْلِ اَوْ مِنْ اٰخِرِهٖ فَقَالَتْ كُلُّ ذٰلِكَ قَدْ كَانَ يَصْنَعُ رُبَّمَا اَوْتَرَ مِنْ اَوَّلِ اللَّيْلِ وَرُبَّمَا اَوْتَرَ مِنْ اٰخِرِهٖ فَقُلْتُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ جَعَلَ فِى الْاَمْرِ سَعَةً فَقُلْتُ كَيْفَ كَانَتْ قِرَاءَتُهٗ اَكَانَ يُسِرُّ بِالْقِرَاءَةِ اَمْ يَجْهَرُ قَالَتْ كُلُّ ذٰلِكَ قَدْ كَانَ يَفْعَلُ قَدْ كَانَ رُبَّمَا اَسَرَّ وَرُبَّمَا جَهَرَ قَالَ فَقُلْتُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ جَعَلَ فِى الْاَمْرِ سَعَةً قُلْتُ فَكَيْفَ كَانَ يَصْنَعُ فِى الْجَنَابَةِ اَكَانَ يَغْتَسِلُ قَبْلَ اَنْ يَّنَامَ اَوْ يَنَامُ قَبْلَ اَنْ يَّغْتَسِلَ قَالَتْ كُلُّ ذٰلِكَ قَدْ كَانَ يَفْعَلُ فَرُبَّمَا اغْتَسَلَ فَنَامَ وَرُبَّمَا تَوَضَّاَ فَنَامَ قُلْتُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ جَعَلَ فِى الْاَمْرِ سَعَةً

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ عبداللہ بن ابوقیس بیان کرتے ہیں: میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی اکرم ﷺ کی وتر کی نماز کے بارے میں دریافت کیا: نبی اکرم ﷺ کس وقت وتر ادا کرتے تھے؟ رات کے ابتدائی حصے میں یا آخری حصے میں تو انہوں نے جواب دیا: ہر وقت میں کر لیتے تھے۔ بعض اوقات آپ رات کے ابتدائی حصے میں ادا کر لیتے تھے اور بعض اوقات رات کے آخری حصے میں وتر ادا

کرتے تھے تو میں نے کہا ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے جس نے اس معاملے میں کشادگی رکھی ہے پھر میں نے دریافت کیا۔ نبی اکرم ﷺ کی قرأت کس طرح ہوتی تھی؟ کیا آپ پست آواز میں قرأت کرتے تھے؟ یا بلند آواز میں کرتے تھے؟ تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: ہر طرح کر لیتے تھے۔ بعض اوقات آپ پست آواز میں قرأت کرتے تھے اور بعض اوقات بلند آواز میں کر لیتے تھے تو راوی کہتے ہیں: میں نے کہا ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے جس نے اس معاملے میں بھی کشادگی رکھی ہے۔ راوی کہتے ہیں پھر میں نے دریافت کیا: نبی اکرم ﷺ جنابت کی صورت میں کیا کرتے تھے؟ کیا آپ سونے سے پہلے غسل کر لیتے تھے یا غسل کیے بغیر ہی سو جایا کرتے تھے تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: ہر طرح کر لیتے تھے۔ بعض اوقات آپ پہلے غسل کرتے تھے اور پھر سوتے تھے بعض اوقات صرف وضو کر کے سو جایا کرتے تھے۔ میں نے کہا: ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے اس معاملے میں کشادگی رکھی ہے۔

(امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت کی سہولت پیش نظر رکھنا:

اس حدیث کے راوی حضرت عبداللہ بن ابوقیس رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تین اہم سوالات کیے:

(۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز وتر رات کے کس حصہ میں ادا کرتے تھے؟

(۲) آپ بلند آواز سے قرأت کرتے تھے یا پست آواز سے؟

(۳) جنابت کی صورت میں آپ فوراً غسل کرتے تھے یا تاخیر سے؟ حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بالترتیب یوں جوابات دیے:

(۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی رات کے اول حصہ میں نماز وتر ادا فرماتے تھے اور کبھی رات کے آخری حصہ میں

(۲) آپ کبھی بلند آواز میں قرأت کرتے تھے اور کبھی پست آواز

(۳) آپ کبھی جلدی سے غسل جنابت کرتے تھے اور کبھی محو استراحت ہو جاتے پھر اٹھ کر غسل فرماتے۔ راوی یہ جوابات سن کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بجالائے جس نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے آسانی و وسعت کی راہیں نکالی ہیں۔

2849 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ اَخْبَرَنَا اِسْرَآئِيْلُ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْرِضُ نَفْسَهُ بِالْمَوْقِفِ فَقَالَ اَلَا رَجُلٌ يَّحْمِلُنِيْ اِلٰى قَوْمِهٖ

2849۔ اخرجه ابوداؤد (٢/ ٦٤٧): كتاب السنة: باب: هن القرآن، حديث (٤٧٣٤).

فَإِنَّ قُرَيْشًا قَدْ مَنَعُوْنِیْ اَنْ اُبَلِّغَ كَلَامَ رَبِّیْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: (ابتدائے اسلام میں تبلیغ کے لیے) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میدان عرفات میں لوگوں کے سامنے جاتے تھے اور یہ فرماتے تھے: کیا کوئی شخص مجھے اپنی قوم کے پاس لے کر جائے گا' کیونکہ قریش نے مجھے اس بات سے روکنے کی کوشش کی ہے' میں اپنے پروردگار کے کلام کی تبلیغ کروں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب صحیح" ہے۔

شرح

تبلیغ کلام الٰہی کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی رکاوٹ کو حائل نہ ہونے دینا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم خداوندی اعلان نبوت کیا تو اہل مکہ آپ کی مخالفت پر اتر آئے۔ چند لمحے قبل جو لوگ آپ کو صادق وامین کے القاب سے یاد کرتے تھے' انہوں نے عداوت کی انتہاء کر دی۔ تین سال تک آپ خفیہ طور پر اپنے خاندان اور قبیلہ کے لوگوں کو تبلیغ فرماتے رہے لیکن وہ نہ مانے۔ پھر آپ نے اعلانیہ تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا اور تبلیغ کا رخ اہل مکہ کی طرف کر دیا' تب بھی کوئی مثبت نتیجہ سامنے نہ آیا۔ آپ مکہ معظمہ سے نکل کر وادی طائف میں تشریف لے گئے اور انہیں پیغام باری تعالیٰ پہنچانے کی کوشش کی اور قبیلہ ثقیف کو بھی تبلیغ حق فرمائی مگر انہوں نے بھی مایوس کیا۔ حتیٰ کہ انہوں نے مخالفت برائے مخالفت کا مظاہرہ اس حد تک کیا کہ آپ پر پتھروں کی بارش کر دی اور جسم مبارک زخمی ہونے کی وجہ سے جوتے خون سے بھر گئے مگر یہ صورتحال بھی آپ کے پروگرام میں رکاوٹ نہ بن سکی۔ مایوسی کے عالم میں آپ مکہ واپس تشریف لے آئے۔

حج کا موسم آنے پر آپ دور دراز علاقوں سے آئے ہوئے لوگوں سے فرمایا اہلِ مکہ نے میری بات ماننے سے انکار کر دیا ہے اور مجھے تبلیغ حق سے روک دیا ہے۔ کیا تم میں سے کوئی شخص ہے جو مجھے اپنے قبیلہ میں لے جائے میں انہیں پیغام حق پہنچا سکوں؟ آپ کی بات ماننے کے لیے کوئی شخص تیار نہیں تھا۔ آخر کار مدینہ کے لوگوں نے آپ کا پیغام سنا' اسے تسلیم کیا اور مدینہ میں آپ کو تشریف لانے کی دعوت دی۔ آپ ان کی دعوت پر ہجرت فرما کر مدینہ میں تشریف لے آئے پھر تا حیات اس شہر کو اپنا مسکن بنائے رکھا حتیٰ کہ آپ کا وصال بھی اسی مقدس شہر میں ہوا۔

2850 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا شِهَابُ بْنُ عَبَّادٍ الْعَبْدِیُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ اَبِیْ يَزِيْدَ الْهَمْدَانِیُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: يَقُوْلُ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ مَنْ شَغَلَهُ الْقُرْاٰنُ وَذِكْرِیْ عَنْ مَسْاَلَتِیْ اَعْطَيْتُهُ اَفْضَلَ مَا اُعْطِی

2850- اخرجه الدارمی (۲/ ۴۴۱): كتاب فضائل القرآن: باب: فضل كلام الله

السَّائِلِيْنَ وَفَضْلُ كَلَامِ اللّٰهِ عَلٰى سَائِرِ الْكَلَامِ كَفَضْلِ اللّٰهِ عَلٰى خَلْقِهٖ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◄► حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جس شخص کو قرآن پاک میرا ذکر کرنے سے اور مجھ سے مانگنے سے مشغول رکھے میں اسے اس سے زیادہ افضل عطا کروں گا' جو مانگنے والوں کو عطا کیا جاتا ہے' اور اللہ تعالیٰ کے کلام کو تمام کلاموں پر وہی فضیلت حاصل ہے' جو اللہ تعالیٰ کو اس کی مخلوق پر حاصل ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

شرح

قرآن کریم اور اس کی تلاوت کرنے والے کی فضیلت:

مشہور مقولہ ہے: کلام الامام امام الکلام' بلا تشبیہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات بے مثل ہے اسی طرح اس کا کلام بھی بے مثال ہے۔ زیر بحث حدیث قدسی ہے' جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص ذکر الٰہی اور دعا کے بجائے تلاوت قرآن میں مشغول رہتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ذاکرین وسائلین سے زیادہ اپنے انعامات سے نوازتا ہے، کیونکہ وہ ایسے کلام میں شاغل رہا ہے' جس کی عظمت دوسرے کلاموں پر ایسی ہے جیسی ذات باری تعالیٰ کو تمام مخلوق پر فضیلت حاصل ہے۔

سوال: ماقبل میں دو چیزوں کا ذکر تھا:

(۱) ذکر (۲) سوال کرنے والے لیکن یہاں سوال کا ذکر ہے جبکہ ذکر کرنے والوں کا ذکر نہیں ہے؟

جواب: باری تعالیٰ کی حمد وثنا اور ذکر دونوں متعارض ومتضاد ہرگز نہیں ہیں' کیونکہ دونوں کا مقصد یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے انعام واکرام سے ہمیں نواز دے۔

وفضل کلام اللّٰہ، کا مفہوم: اس کے مفہوم میں دو احتمال ہیں:

(i) یہ عبارت حدیث قدسی کا تتمہ اور کلام خداوندی ہو۔

(ii) یہ کلام حدیث قدسی کا حصہ نہ ہو بلکہ کلام نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہو۔



كِتَابُ الْقِرَاَتِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

(مختلف طرح کی) قرأت کے بارے میں نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ

بَابُ فِيْ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ

باب 1: سورۂ فاتحہ

2851 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْاُمَوِيُّ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ اَبِىْ مُلَيْكَةَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَطِّعُ قِرَاءَتَهُ يَقُوْلُ (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ) ثُمَّ يَقِفُ (الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ) ثُمَّ يَقِفُ وَكَانَ يَقْرَؤُهَا (مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَّبِهٖ يَقْرَاُ اَبُوْ عُبَيْدٍ وَّيَخْتَارُهٗ وَهٰكَذَا رَوٰى يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْاُمَوِيُّ وَغَيْرُهٗ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ اَبِىْ مُلَيْكَةَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ وَلَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِمُتَّصِلٍ لِاَنَّ اللَّيْثَ بْنَ سَعْدٍ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ ابْنِ اَبِىْ مُلَيْكَةَ عَنْ يَّعْلَى بْنِ مَمْلَكٍ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّهَا وَصَفَتْ قِرَاءَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرْفًا حَرْفًا وَّحَدِيْثُ اللَّيْثِ اَصَحُّ وَلَيْسَ فِيْ حَدِيْثِ اللَّيْثِ وَكَانَ يَقْرَاُ (مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ)

◆◆ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، نبی اکرم ﷺ قرأت میں وقف کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ پہلے (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ) پڑھتے تھے پھر ٹھہر جاتے تھے پھر (الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ) پڑھتے پھر ٹھہر جاتے۔

نبی اکرم ﷺ اس آیت کو اس طرح پڑھتے تھے۔ (مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ)

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔

ابوعبید نے اس کے مطابق قرأت کی ہے اور اسے ہی اختیار کیا ہے۔

یحییٰ بن سعید اموی اور دیگر حضرات نے ابن جریج کے حوالے سے ابن ابی ملیکہ کے حوالے سے یعلیٰ کے حوالے سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح نقل کیا ہے انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی قرأت کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ بتایا: آپ ﷺ الگ الگ کر کے پڑھتے تھے۔ لیث کی نقل کردہ روایت زیادہ مستند ہے۔

2851۔ اخرجه ابوداؤد (۴۳۳/۲): كتاب الحروف و القرآن: باب: (۱)، حديث (۴۰۰۱)، و احمد (۳۰۲/۶، ۳۲۳)، و ابن خزيمة (۲۴۸/۱)، حديث (۴۹۳) من طريق ابن مليكة عن ام سلمة.

لیث کی نقل کردہ روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔ نبی اکرم ﷺ یہ آیت یوں پڑھتے: (مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ)

2852 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ اَبَانَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ بْنُ سُوَيْدٍ الرَّمْلِيُّ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَنَسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَاُرَاهُ قَالَ وَعُثْمَانَ كَانُوْا يَقْرَئُوْنَ (مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ هٰذَا الشَّيْخِ اَيُّوْبَ بْنِ سُوَيْدٍ الرَّمْلِيِّ

اختلافِ روایت: وَقَدْ رَوٰى بَعْضُ اَصْحَابِ الزُّهْرِيِّ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ الزُّهْرِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَكْرٍ وَّعُمَرَ كَانُوْا يَقْرَئُوْنَ (مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ)

وَرَوٰى عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَكْرٍ وَّعُمَرَ كَانُوْا يَقْرَئُوْنَ (مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ)

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ (راوی بیان کرتے ہیں: میرا خیال ہے انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بھی تذکرہ کیا ہے) یہ آیت اس طرح پڑھا کرتے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے۔

ہم زہری کی حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کردہ اس روایت کو صرف شیخ ایوب بن سوید رملی کی بیان کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

زہری کے بعض شاگردوں نے اس روایت کو زہری کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ (مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ) پڑھتے تھے۔

امام ابورزاق نے حامر کے حوالے سے' زہری کے حوالے سے' سعید بن میتب رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کیا ہے، نبی اکرم ﷺ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ (مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ) پڑھا کرتے تھے۔

شرح

سورہ فاتحہ کی تلاوت اور مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کی قرأت:

سورۃ فاتحہ کے ناموں میں سے ایک "سبع مثانی" ہے' جس کا مطلب ہے کہ وہ سات آیات جن کی دوہرا کر تلاوت کی جاتی ہے۔ پہلی حدیث باب میں اس بات کی تصریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ فاتحہ کی تلاوت کرتے وقت ہر آیت پر وقف

2852۔ تفردبه الترمذی کما جاء فی (التحفة) (۱/ ٤٠٠)، حدیث (۱۵۷۰)، وذکره السیوطی فی (الدار المنثور) (۱/ ۳۸) وعزاه لا حمد فی (الزهد)، و الترمذی، و ابن ابی داؤد، و ابن الانباری، عن انس۔

کیا کرتے تھے یعنی پوری سورت کو سات سانسوں میں ختم کرتے تھے مثلاً اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ پڑھ کر رک جاتے، اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پر رکتے پھر مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنَ پڑھ کر وقف کرتے اسی طرح باقی آیات پر بھی وقف کرتے تھے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ تیسری آیت مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنَ میں لفظ مالك کی قرأت دو طریقوں سے کی گئی ہے:

(۱) مَالِكِ (الف کے ساتھ)

(۲) مَلِكِ (الف کے بغیر) دونوں صورتوں میں معنی ایک ہے: مالک، بادشاہ۔ امام عاصم اور امام کسائی رحمہما اللہ تعالیٰ دونوں پہلی صورت (مَـــالِكِ) کو پسند کرتے تھے جبکہ امام ابوعبید قاسم بن سلام بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ دوسری صورت (مَـلِكِ) کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ آپ خواہ قراء سبعہ میں شامل نہیں ہیں لیکن فن قرأت میں صاحب تصنیف ہونے کی وجہ سے ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ اس قرأت میں لفظ "مَـــلِكِ" کی تلاوت سے تیس نیکیاں ملیں گی۔ دوسری روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر بن خطاب اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم لفظ "مَـــالِكِ" کی الف کے ساتھ قرأت کرتے تھے۔

فائدہ نافعہ: سورۃ فاتحہ کی تیسری آیت کے لفظ "مـــالك" میں دو قرأتیں الف کے ساتھ اور بغیر الف کے جائز ہیں، کیونکہ تعامل وتواتر اور قراء سبعہ کی تصریحات اس کا مدار ہے۔ تاہم عرف اور عوام الناس کا اعتبار کرتے ہوئے پہلی صورت کو ترجیح حاصل ہے۔ علاوہ ازیں اس طرح لفظ "مالك" کی قرأت سے چالیس نیکیاں عطا ہوں گی۔

سوال: قرأت کی تعریف کرتے ہوئے مختلف قرأتوں کے جواز کی وجہ بیان کریں؟

جواب: بلاشبہ قرآن کریم آخری دستور حیات ہے، جس پر عمل کرنا: ذریعہ نجات ہے، اس کے الفاظ کو مختلف طریقوں سے پڑھنے کو قرأت کہا جاتا ہے، جس کے جواز کی شریعت نے اجازت دی ہے۔ اس کی کئی صورتیں ہیں مثلاً مفرد کو جمع بنا کر پڑھنا جیسے وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ کو وَتَـمَّتْ كَلِمَاتُ رَبِّكَ پڑھنا یا مذکر کو مؤنث اور مؤنث کو مذکر کے صیغہ سے پڑھنا جیسے لا یقبل اور لا تقبل یا کسی لفظ کو صرفی قاعدہ کے اختلاف سے پڑھنا جیسے من خالق غیر اللہ اور غیر اللہ پڑھنا یا کسی لفظ کو لہجوں کے اختلاف سے پڑھنا جیسے مد کی جگہ قصر اور قصر کی جگہ مد پڑھنا یا ادغام کی جگہ اظہار اور اظہار کی جگہ ادغام پڑھنا۔ علاوہ ازیں قرآن کریم کو مختلف قرأتوں سے پڑھنے کے جواز پر فقہاء وعلماء کا اتفاق ہے۔

2853 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ اَبِىْ عَلِيِّ بْنِ يَزِيْدَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

مَتنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَاَ (اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنُ بِالْعَيْنِ) حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ

توضیح راوی: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَاَبُوْ عَلِيِّ بْنُ يَزِيْدَ هُوَ اَخُوْ يُوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ

2853- اخرجه ابوداؤد (٤٢٧/٢): كتاب الحروف و القراءات: باب: (١)، حديث (٣٩٧٦)، (٢٨/٢)، حديث (٣٩٧٧)، و احمد (٢١٥/٣)۔

حکم حدیث: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

قولِ امام بخاری: قَالَ مُحَمَّدٌ تَفَرَّدَ ابْنُ الْمُبَارَكِ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ وَهٰكَذَا قَرَاَ اَبُوْ عُبَيْدٍ (وَالْعَيْنُ بِالْعَيْنِ) اِتِّبَاعًا لِهٰذَا الْحَدِيْثِ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

(اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنُ بِالْعَيْنِ)

سوید بن نضر نامی راوی بیان کرتے ہیں، ابن مبارک نے یونس بن یزید کے حوالے سے' اس سند کے ہمراہ اس کی مانند نقل کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابوعلی بن یزید، یونس بن یزید کے بھائی تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

امام بخاری نے یہ بات بیان کی ہے، اس روایت کو یونس سے نقل کرنے میں عبداللہ بن مبارک منفرد ہیں۔

ابوعبید نے حدیث کی پیروی کرتے ہوئے اسے اسی طرح تلاوت کیا ہے: (وَالْعَيْنُ بِالْعَيْنِ)

شرح

اَلْعَيْنَ بِالْعَيْنِ میں قرأت کی وضاحت:

حدیث میں آیت یوں ہے: وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ۭ (المائدہ:۴۵) ''ہم نے بنی اسرائیل پر اس (تورات) میں جان کے عوض جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت اور زخموں میں برابر قصاص لازم قرار دیا''۔

اس آیت میں العین، الانف اور الاذن وغیرہ پر دو طرح سے قرأت کو روا رکھا گیا ہے:

(۱) العین، الانف اور الاذن وغیرہ کو منصوب پڑھا جائے۔ اس صورت میں ان تمام امور کا عطف النفس پر ہوگا جو اَنَّ کا اسم ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور یہ تمام الفاظ منصوب ہوں گے، کیونکہ معطوف اور معطوف علیہ کا اعراب یکساں ہوتا ہے۔

(۲) العین، الانف اور الاذن وغیرہ کا عطف اَنَّ کے اسم کے محل پر ہوگا جو مرفوع ہے، کیونکہ اَنَّ کے داخل ہونے سے قبل اس کا اسم مبتداء ہونے کی وجہ سے مرفوع تھا اور اَنَّ کے داخل ہونے کے بعد بھی محلا مرفوع ہے۔

امام کسائی نے العین سے لے کر الجروح تک سب الفاظ کو مرفوع پڑھا ہے۔ ابوعمر، ابن کثیر اور ابوعامر وغیرہ نے لفظ ''الجروح'' کو مرفوع پڑھا ہے جبکہ دیگر قرأ تمام اسماء کو منصوب پڑھنے کے قائل ہیں۔

2854 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا رِشْدِيْنُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زِيَادِ بْنِ اَنْعُمَ عَنْ عُتْبَةَ

بْنِ حُمَيْدٍ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيٍّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَاَ (هَلْ تَسْتَطِيعُ رَبَّكَ)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ رِشْدِيْنَ وَلَيْسَ اِسْنَادُهُ بِالْقَوِيِّ

توضیح راوی: وَرِشْدِيْنُ بْنُ سَعْدٍ وَّالْاَفْرِيْقِيُّ يُضَعَّفَانِ فِي الْحَدِيْثِ

◆◆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

(هَلْ تَسْتَطِيعُ رَبَّكَ)

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے ہم اسے صرف رشدین بن سعد کے حوالے سے نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔ اس کی سند بھی مستند نہیں ہے۔

رشید ین بن سعد اور عبدالرحمٰن بن زیاد افریقی دونوں کو علم حدیث میں ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

شرح

هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ کی قرأت:

ارشادخداوندی: اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ط قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ (المائدہ:۱۱۲) میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے الفاظ ''هل يستطيع ربك'' کو پڑھا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے: کیا آپ اپنے پروردگار سے ایسا کرنے کی التجا پیش کر سکتے ہیں؟ امام کسائی نے ان الفاظ کو اسی طرح پڑھا ہے جبکہ باقی قرأ یوں پڑھتے: هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ؟ کیا آپ کا پروردگار اس کی قوت رکھتا ہے؟

وَمِنْ سُوْرَةِ هُوْدٍ

باب 2: سورہ ہود سے متعلق روایات

2855 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَؤُهَا (اِنَّهُ عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ قَدْ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ نَحْوَ هٰذَا وَهُوَ حَدِيْثُ

2854۔ تفرد به الترمذی كما جاء في (التحفة) (۸/۴۰۷)، حديث (۱۱۳۳۷)، وذكره السيوطي في (الدرالمنثور) (۲/۶۰۹)، و عزاه للحاكم و صححه، و الطبراني، و ابن مردويه، عن عبد الرحمن بن غنم قال: سألت معاذ بن جبل۔

2855۔ اخرجه احمد (۶/۲۹۴، ۳۲۲)۔

ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ اَيْضًا عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ

توضیح راوی: قَالَ : وَسَمِعْتُ عَبْدَ بْنَ حُمَيْدٍ يَقُوْلُ اَسْمَاءُ بِنْتُ يَزِيْدَ هِيَ اُمُّ سَلَمَةَ الْاَنْصَارِيَّةُ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: كِلَا الْحَدِيْثَيْنِ عِنْدِيْ وَاحِدٌ وَّقَدْ رَوٰى شَهْرُ بْنُ حَوْشَبٍ غَيْرَ حَدِيْثٍ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ الْاَنْصَارِيَّةِ وَهِيَ اَسْمَاءُ بِنْتُ يَزِيْدَ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوُ هٰذَا

◆◆ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم ﷺ یہ آیت یوں پڑھتے تھے: (اِنَّهٗ عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ)

اس حدیث کو کئی راویوں نے ثابت بنانی کے حوالے سے اس کی مانند نقل کیا ہے اور یہ ثابت بنانی سے منقول روایت ہے۔

یہی روایت شہر بن حوشب کے حوالے سے سیدہ اسماء بنت یزید سے منقول ہے۔

میں نے عبد بن حمید کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے اسماء بنت یزید ہی ام سلمہ انصاریہ ہیں۔

اب یہ دونوں روایات میرے نزدیک ایک ہی روایت ہے۔ شہر بن حوشب نے اس کے علاوہ بھی احادیث سیدہ ام سلمہ انصاریہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نقل کی ہیں اور یہی خاتون اسماء بنت یزید ہیں۔

اس کی مانند ایک روایت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کی گئی ہے۔

2856 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ وَّحَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ قَالَا حَدَّثَنَا هَارُوْنُ النَّحْوِيُّ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ شَهْرِ ابْنِ حَوْشَبٍ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَاَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (اِنَّهٗ عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ)

سیّدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ یہ آیت یوں پڑھتے تھے: اِنَّهٗ عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ

شرح

اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ کی قرأت:

ارشادِ خداوندی: قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنِّیْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ○ (ھود: ۴۶) میں "ہ" ضمیر منصوب محلاً "اِنَّ" کا اسم ہے جبکہ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ مرکب اضافی کی بنا پر اس کی خبر ہے۔ اس طرح لفظ "عمل" مصدر ہے جو مبالغہ کے معنی پر محمول ہے جس طرح یہ مثال ہے: زَيْدٌ عَدْلٌ (زید انصاف ہے) جبکہ زید انصاف کرنے والا ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم الفاظ مذکور کی یوں قرأت فرماتے تھے: اِنَّهٗ عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ یعنی لفظ عمل کو مصدر کی بجائے فعل ماضی معروف اور "غَيْرَ صَالِحٍ" کو مضاف با مضاف الیہ مفعول بہ بناتے تھے۔ امام کسائی نے بھی اسی طرح قرأت کی ہے۔ تاہم باقی قراء نے آیت مذکورہ کے مطابق قرأت کی ہے۔

2856۔ اخرجه ابوداؤد (۴۲۹/۲): كتاب الحروف و القراءات: باب: (۱)، حديث (۳۹۸۵)، و عبد الله بن ا [illegible]

بعض محدثین دو احادیث کو ایک قرار دیتے ہیں جبکہ اکثر کے نزدیک دو احادیث ہیں۔ ایک روایت ہو یا دو ان کا مضمون وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔

وَمِنْ سُوْرَةِ الْكَهْفِ

باب 3: سورۂ کہف سے متعلق روایات

2857 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا اُمَيَّةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا اَبُو الْجَارِيَةِ الْعَبْدِيُّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اَنَّهٗ قَرَاَ (قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا) مُثَقَّلَةً

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیحِ راوی: وَاُمَيَّةُ بْنُ خَالِدٍ ثِقَةٌ وَّاَبُو الْجَارِيَةِ الْعَبْدِيُّ شَيْخٌ مَجْهُوْلٌ وَّلَا نَعْرِفُ اسْمَهٗ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی:

(قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا) یعنی آپ ﷺ نے اس میں شد پڑھی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

اس کے راوی امیہ بن خالد ثقہ ہیں۔ ابوالجابلہ عبدی نامی راوی مجہول ہیں ہمیں ان کے نام کا پتہ نہیں ہے۔

شرح

مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا" کی قرأت

ارشاد باری ہے:

قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۢ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا (الکہف:۷۶)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اگر میں نے اس کے بعد کوئی اعتراض کیا تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہیں رکھیے گا۔ آپ میری جانب سے یقیناً معذور تصور ہوں گے"۔

حدیث باب کے مطابق آیت کے الفاظ: قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح قرأت کی ہے یعنی لَدُنِّي میں نون کی تشدید کے ساتھ قرأت فرمائی ہے۔ تمام قراء نے بھی یہ لفظ اسی طرح پڑھا ہے جبکہ نافع نے "لَدُنِيْ" (یعنی لام کے زبر، دال کے پیش، نون کے زیر اور یاء کے سکون کے ساتھ) پڑھا ہے۔

فائدہ نافعہ: اصل لفظ "لَدُنْ" ہے اور عام قراء اس کے نون کو کسرہ سے محفوظ رکھنے کے لیے آخر میں نون وقایہ اور یاء ساکنہ

لاحق کرتے ہیں جس طرح مِن اور عَن کے آخر میں نون وقایہ اور یاء ساکنہ لاحق کرکے مِنّی اور عَنّی پڑھتے ہیں لیکن نافع اس کے آخر میں نون وقایہ لاحق نہیں کرتے۔ تاہم آخر میں یاء ساکنہ لاحق کرکے "لَدُن" کے نون ساکن کو کسرہ دے کر "لَدُنِی" پڑھتے ہیں۔

2858 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسٰى حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دِينَارٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَوْسٍ عَنْ مِصْدَعٍ أَبِي يَحْيٰى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ

متنِ حدیث: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ (فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ)

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

اختلافِ روایت: وَالصَّحِيحُ مَا رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قِرَاءَتُهُ وَيُرْوٰى أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَّعَمْرَو بْنَ الْعَاصِ اخْتَلَفَا فِي قِرَاءَةِ هٰذِهِ الْآيَةِ وَارْتَفَعَا إِلٰى كَعْبِ الْأَحْبَارِ فِي ذٰلِكَ فَلَوْ كَانَتْ عِنْدَهُ رِوَايَةٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاسْتَغْنٰى بِرِوَايَتِهِ وَلَمْ يَحْتَجْ إِلٰى كَعْبٍ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت یوں پڑھی: (فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ) (امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔ صحیح روایت یہ ہے: یہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ان کی قرأت کے طور پر منقول ہے۔

ایک روایت یہ بھی نقل کی گئی ہے: ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے درمیان اس آیت کی قرأت کے بارے میں اختلاف ہو گیا' تو ان دونوں نے اپنا معاملہ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا۔

اگر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس اس بارے میں نبی اکرم ﷺ سے منقول کوئی روایت ہوتی' تو وہ اس روایت کی وجہ سے بے نیاز ہوتے اور حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے دلیل حاصل نہ کرتے۔

شرح

"فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ" کی قرأت:

ارشادِ ربانی ہے:

حَتّٰى إِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ط (الکہف: ۸۶)

"جب حضرت ذوالقرنین غروبِ آفتاب کے وقت آبادی کے آخری حصہ میں پہنچے تو انہوں نے سورج کو سیاہ کیچڑ میں ڈوبتا ہوا ملاحظہ کیا"۔

اس آیت میں لفظ "حَمِئَةٍ" کی چار حروف میں قرأت کی جاتی ہے۔ یعنی حاء کے بعد الف نہیں اور میم کے بعد یاء نہیں بلکہ ہمزہ

2858۔ اخرجہ ابوداؤد (۲/ ۴۲۹): کتاب الحروف و القرأت: باب: (۱)، حدیث (۳۹۸۶)۔

ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت نافع، حضرت ابوعمر، حضرت ابن کثیر اور حضرت ابوحفص رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس لفظ کو اسی طرح پڑھا ہے۔ امام کسائی، حمزہ اور ابن عامر وغیرہ نے اس لفظ کو پانچ حروف کی صورت میں "حَامِئَةٍ" پڑھا ہے یعنی حاء کے بعد الف اور میم کے بعد ہمزہ کی بجائے یاء ہے۔ لفظ "حَمِئَةٍ" کا معنی ہے سیاہ کیچڑ۔ چار حروف ہونے کی وجہ سے اس کی چالیس نیکیاں ملیں گی۔ لفظ "حَامِيَةٍ" کا معنی ہے: سخت گرم: سورۃ قارعہ کی آخری آیت میں یہ لفظ یوں استعمال ہوا ہے: "نَارٌ حَامِيَةٌ" جلانے والی آگ، دہکتی ہوئی آگ۔ اس قرأت میں چونکہ پانچ حروف ہیں، لہٰذا اس کی تلاوت سے پچاس نیکیوں کا ثواب ملے گا۔

روایات میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان لفظ "حَمِئَةٍ" کی قرأت میں اختلاف ہوا تو دونوں تورات کے عالم حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور دریافت کیا کہ اس واقعہ میں آفتاب کس چیز میں غروب ہوتا ہوا بیان ہوا ہے یعنی سیاہ کیچڑ میں یا گرم پانی میں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: تورات میں اس واقعہ کے سلسلے میں یہ الفاظ ہیں: تَغْرُبُ فِيْ مَاءٍ وَّطِيْنٍ (یعنی آفتاب کیچڑ میں غروب ہوتا ہوا دکھائی دیا) اس سے "حمئۃ" درست ہے۔ لفظ "حَامِئَةٍ" کی تائید تورات کے مضمون سے نہیں ہوتی۔

یہ واقعہ یوں بھی بیان کیا گیا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس لفظ کو "حَامِئَةٍ" پڑھا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے منع کیا اور بتایا کہ یہ صحیح لفظ "حَمِئَةٍ" ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ یہ لفظ کس طرح پڑھتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: میں بھی آپ کی طرح "حَامِئَةٍ" پڑھتا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے دونوں کو جواب دیا۔ قرآن کریم ہمارے گھر میں اترا ہے۔ بعد ازاں انہوں نے حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ کے ہاں کوئی آدمی بھیجا تو انہوں نے تورات کی روشنی میں مذکورہ جواب دیا۔

وَمِنْ سُوْرَةِ الرُّوْمِ

باب 4: سورہ روم سے متعلق روایات

2859 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سُلَيْمَانَ الْاَعْمَشِ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ ظَهَرَتِ الرُّوْمُ عَلٰى فَارِسَ فَاَعْجَبَ ذٰلِكَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَنَزَلَتْ (الم غُلِبَتِ الرُّوْمُ) اِلٰى قَوْلِهٖ (يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ) قَالَ فَفَرِحَ الْمُؤْمِنُوْنَ بِظُهُوْرِ الرُّوْمِ عَلٰى فَارِسَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَيُقْرَاُ غَلَبَتْ وَ (غُلِبَتْ) يَقُوْلُ كَانَتْ غُلِبَتْ ثُمَّ غَلَبَتْ هٰكَذَا قَرَاَ نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ غَلَبَتْ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوۂ بدر کے موقع پر یہ اطلاع ملی اہل روم اہل فارس پر غالب آ گئے

2859۔ لم يخرجه الا الترمذي، ينظر (التحفة) (۳/ ۴۱۸) حديث (۴۲۰۸) و ذكره السيوطي في (الدار المنثور) (۵/ ۲۹۰) و عزاه للترمذي، و ابن جرير، و ابن المنذر، و ابن ابي حاتم، و ابن مردويه

ہیں۔اہلِ ایمان کو یہ بات اچھی لگی تو یہ آیت نازل ہوئی:

(الٓمٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ) یہ آیت یہاں تک ہے (یَفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ)

راوی بیان کرتے ہیں: مسلمان اس بات پر بہت خوش ہوئے کہ اہل روم ایرانیوں پر غالب آ گئے ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔ایک قرأت کے مطابق ایک لفظ غَلَبَتْ کو (غُلِبَتْ) پڑھا گیا ہے۔

ایک قول کے مطابق وہ پہلے غالب آئے تھے اور پھر مغلوب ہو گئے۔نصر بن علی نے اسی طرح لفظ غلبت پڑھا ہے۔

شرح

''غُلِبَتِ الرُّوْمُ'' کی قرأت:

ارشادِ ربانی ہے:

الٓمّٓ○غُلِبَتِ الرُّوْمُ○فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ○فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ ۬ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ؕ وَیَوْمَئِذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ○ (الروم:۱تا۴)

الم: اہل روم جزیرۃ العرب سے قریبی علاقہ میں شکست کھا گئے، وہ اپنی شکست کے بعد چند سالوں تک غالب آ جائیں گے۔ پہلے بھی اللہ تعالیٰ کو قدرت حاصل تھی، اب بھی اور آئندہ بھی اس دن مسلمان اظہارِ مسرت کریں گے''۔

ظہورِ اسلام سے قبل روم اور فارس دونوں ممالک سپر پاور تصور کیے جاتے تھے۔دونوں میں کشمکش کا سلسلہ جاری رہتا تھا، اذرعات اور بصریٰ مقام کے درمیان دونوں میں جنگ ہوئی اور رومیوں کو شکست ہوئی۔اس پر مشرکین نے مسلمانوں سے کہا: رومی اور تم ایک کہلاتے ہو جبکہ ہم اور ایرانی مشرک ہیں۔ایران کا روم کو شکست دینا ہمارے لیے نیک فال ہے، ہم بھی اسی طریقہ سے غلبہ حاصل کریں گے۔اس موقع پر مذکورہ آیات نازل ہوئیں۔ان میں یہ پیش گوئی کی گئی ہے کہ چند سالوں میں رومی، ایرانیوں پر غلبہ حاصل کر لیں گے۔اس واقعہ کے ساتویں سال ان دونوں ملکوں کے مابین دوبارہ جنگ ہوئی تو رومیوں نے ایرانیوں کو شکست دے دی۔عموماً کہا جاتا ہے کہ یہ ہجرت سے قبل کا واقعہ ہے، کیونکہ یہ سورت مکی ہے۔ہجرت کے بعد جب غزوۂ بدر کے موقع پر مسلمانوں کے ہاتھوں مشرکین مکہ کو شکست ہوئی تو اس دن یہ اطلاع ملی کہ رومیوں نے ایرانیوں پر غلبہ حاصل کر لیا ہے۔یہ خبر سن کر مسلمانوں کی خوشی دوبالا ہو گئی جبکہ ان کے مقابل مشرکین کو ذلت و رسوائی سے دوچار ہونا پڑا۔

آیت بالا کے الفاظ: غُلِبَتِ الرُّوْمُ کو دو طریقے سے پڑھا گیا ہے:

(۱) غَلَبَتِ الرُّوْمُ (فعل ماضی معروف کی صورت میں) یعنی روم نے غلبہ حاصل کر لیا۔

(۲) غُلِبَتِ الرُّوْمُ (فعل ماضی مجہول کی شکل میں) یعنی رومی پہلے مغلوب ہوئے پھر غالب آ گئے۔

فائدہ نافعہ: اس سورت کو مکی قرار دینا پھر کہنا کہ یہ آیات غزوہ بدر کے موقع پر نازل ہوئیں، سراسر حقیقت کے خلاف ہے۔

زیر بحث روایت میں یہ سقم و کمزوری موجود ہے۔

2860 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا نُعَيْمُ بْنُ مَيْسَرَةَ النَّحْوِيُّ عَنْ فُضَيْلِ بْنِ مَرْزُوقٍ عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّهُ قَرَاَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ) فَقَالَ (مِنْ ضُعْفٍ)

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنْ فُضَيْلِ بْنِ مَرْزُوْقٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ فُضَيْلِ بْنِ مَرْزُوْقٍ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے یہ آیت تلاوت کی (خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ)

تو نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی: (مِنْ ضُعْفٍ) پڑھو۔

عبد بن حمید نے یزید بن ہارون کے حوالے سے، فضیل بن مرزوق کے حوالے سے، عطیہ کے حوالے سے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ کے بارے میں اس کی مانند روایت نقل کی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف فضیل بن مرزوق کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

شرح

"مِنْ ضُعْفٍ" کی قرأت:

ارشادِ ربانی ہے:

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّ شَیْبَةً ؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِیْمُ الْقَدِیْرُ ۝ (الروم: ۵۴)

اللہ وہی ہے، جس نے تمہیں ناتوانی حالت میں پیدا کیا، پھر ناتوانی کے بعد توانائی عطا کی، پھر توانائی کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا۔ وہ جیسا چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ وہ جاننے والا قدرت والا ہے''۔

اس آیت کے لفظ: ضُعْفٍ کو دو طریقے سے پڑھا گیا ہے:

(۱) ضُعْفٍ (ضاد کے ضمہ کے ساتھ) یہ قریش کی لغت ہے۔ امام حفص رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ایسے ہی پڑھا ہے۔ چونکہ قرآن قریش کی لغت میں نازل ہوا، لہٰذا اس صورت کو ترجیح حاصل ہوگی۔

2860۔ اخرجہ ابوداؤد (۴۲۸/۲): کتاب الحروف و القرأ ات: باب: (۱) حدیث (۳۹۷۸)، و احمد (۵۸/۲).

(۲) ضَـعْفٍ (ضاد کے فتحہ کے ساتھ) امام عاصم اور حمزہ وغیرہ قرأ نے اس طرح پڑھا ہے۔ حدیث باب کے مطابق حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں یوں پڑھا: خَـلَقَكُمْ مِّنْ ضَعْفٍ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں لقمہ دیتے ہوئے فرمایا: مِنْ ضُعْفٍ پڑھو، اس سے ثابت ہوا کہ یہ صورت افضل واولیٰ ہے۔

2861 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَاُ (فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ یہ آیت یوں پڑھا کرتے تھے: (فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ)

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

"فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ" کی قرأت:

ارشاد ربانی ہے:

فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ○ (القمر: ۱۵)

"پس کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا؟"۔

لفظ: مُدَّكِرٍ، اصل میں "مُذْتَكِرٍ" تھا۔ باب افتعال کے فاء کلمہ میں دال واقع ہونے کی وجہ سے مشہور صرفی قاعدہ کے مطابق تاء اور ذال دونوں کو دال سے بدلا پھر دال کو دال میں ادغام کیا تو مُدَّكِرٍ ہو گیا۔

روایت حفص کے مطابق هَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ پڑھا جائے گا جبکہ امام قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے "مُذَّكِرٍ" پڑھا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں "مِنْ مُّذَّكِرٍ" پڑھا تو آپ نے اس سے منع کرتے ہوئے فرمایا: "مِـنْ مُّـدَّكِرٍ" پڑھا کرو۔ (بخاری رقم الحدیث: ۳۳۴۱) ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم "فَهَـلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ" ہی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

2861۔ اخرجه البخارى (۴۲۸/۶): كتاب احاديث الانبياء: باب: قول الله عزوجل (هود: ۲۵)۔ و لقد ارسلنا نوحا، حديث (۳۳۴۱)، (۴۳۴/۶): كتاب احاديث الانبياء: باب: قوله تعالىٰ: (والى عاد اخاهم هودا) (هود: ۵۰)، حديث (۳۳۴۵)، (۴۷۹/۶): كتاب احاديث الانبياء باب: (فلما جاء ال لوط المرسلون قال انكم قوم منكرون) (الحجر: ۶۱، ۶۲)، حديث (۳۳۷۶)، واطرافه فى (۴۸۶۹، ۴۸۷۰، ۴۸۷۱، ۴۸۷۲، ۴۸۷۳، ۴۸۷۴)، ومسلم (۱۷۶/۳ - الابى): كتاب صلاة المسافرين و قصرها: باب: ما يتعلق بالقرأ ات، حديث (۲۸۱/۸۲۳)، و ابو داؤد (۴۳۱/۲): كتاب الحروف و القرأ ات: باب: (۱) حديث (۳۹۹۴)، و احمد (۳۹۵/۱، ۴۰۶، ۴۳۱، ۴۱۳)۔

وَمِنْ سُوْرَةِ الْوَاقِعَةِ

باب 5: سورہ واقعہ سے متعلق روایات

2862 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ الصَّوَّافُ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الضُّبَعِيُّ عَنْ هَارُوْنَ الْاَعْوَرِ عَنْ بُدَيْلِ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ عَنْ عَائِشَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَاُ (فَرُوْحٌ وَّرَيْحَانٌ وَّجَنَّةُ نَعِيْمٍ)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ هَارُوْنَ الْاَعْوَرِ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم ﷺ یہ آیت یوں پڑھا کرتے تھے:

(فَرُوْحٌ وَّرَيْحَانٌ وَّجَنَّةُ نَعِيْمٍ)

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف ہارون نامی راوی کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

شرح

''فَرُوْحٌ'' کی قرأت:

ارشادِ خداوندی ہے:

فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ○ (الواقعہ:۸۹)

''پس (معززین) کے لیے آرام، روزی اور نعمت کا باغ ہے''۔

اس آیت میں لفظ ''فَرَوْحٍ'' کی قرأت کا مسئلہ زیرِ بحث ہے۔ تمام قراء اسے رَوْحٍ (راء کے فتحہ کے ساتھ) پڑھتے ہیں جبکہ امام یعقوب نے اسے ''رُوْحٍ'' (راء کے ضمہ کے ساتھ) پڑھا ہے۔ دونوں قرأتوں میں اس کے معانی مختلف ہوں گے۔ رُوْحٍ کا معنی ہے۔ رحمت۔ رَوْحٍ کا معنی ہے: راحت۔ امام یعقوب کے مؤقف کی دلیل حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کو یوں پڑھا کرتے تھے: فَرُوْحٌ وَّرَيْحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ○

وَمِنْ سُوْرَةِ اللَّيْلِ

باب 6: سورۂ لیل سے متعلق روایات

2863 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ

2862۔ اخرجه ابوداؤد (۲/ ۴۳۱): كتاب الحروف و القرأت، حديث (۳۹۹۱)، واحمد (۶/ ۶۴)، (۶/ ۲۱۳)۔

2863۔ اخرجه الحميدي (۱/ ۱۹۴)، حديث (۳۹۶)۔

متن حدیث: قَدِمْنَا الشَّامَ فَاَتَانَا اَبُو الدَّرْدَاءِ فَقَالَ اَفِيكُمْ اَحَدٌ يَقْرَاُ عَلَى قِرَائَةِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ فَاَشَارُوْا اِلَىَّ فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ كَيْفَ سَمِعْتَ عَبْدَ اللّٰهِ يَقْرَاُ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى) قَالَ قُلْتُ سَمِعْتُهُ يَقْرَؤُهَا (وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى) وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى فَقَالَ اَبُو الدَّرْدَاءِ وَاَنَا وَاللّٰهِ هٰكَذَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَؤُهَا وَهٰؤُلَاءِ يُرِيْدُوْنَنِىْ اَنْ اَقْرَاَهَا (وَمَا خَلَقَ) فَلَا اُتَابِعُهُمْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَّهٰكَذَا قِرَائَةُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ (وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى) وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى

◆◆ علقمہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ شام آئے تو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ ہمارے پاس تشریف لے آئے۔ انہوں نے دریافت کیا: تمہارے درمیان کوئی ایسا شخص ہے؟ جو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قرأت کے مطابق تلاوت کرسکتا ہو؟ علقمہ بیان کرتے ہیں: لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا' تو میں نے جواب دیا: جی ہاں۔ تو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: تم نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو یہ آیت کیسے پڑھتے ہوئے سنا ہے (وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى)

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے ان سے کہا: میں نے تو انہیں اس آیت کو اس طرح پڑھتے ہوئے سنا ہے (وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى) وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے بھی اسے نبی اکرم ﷺ کی زبانی اسی طرح سنا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کی اس طرح تلاوت کی تھی اور یہ (شام کے) لوگ مجھ سے یہ چاہتے ہیں' اب میں اسے دوسری طرح پڑھوں! اور یہ لفظ پڑھوں تو میں تو ان کی بات نہیں مانوں گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں اسی طرح ہے: وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى) وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى

شرح

"وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى" کی قرأت:

ارشادِ ربانی ہے:

وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۝ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۝ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۝ اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ۝ (اللیل:۱تا۴)

"قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے' قسم ہے دن کی جب وہ روشن ہو جائے' قسم ہے اس ذات کی جس نے مرد اور عورت کو پیدا کیا۔ بیشک تمہاری کوششیں مختلف ہیں"۔

اس سورت کی تیسری آیت "وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى" کی قرأت کا مسئلہ زیر بحث ہے۔ جمہور قراء نے اسے "مَا خَلَقَ" پڑھا ہے جبکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں "مَا خَلَقَ" کی عبارت کے بجائے واؤ قسمیہ ہے۔ علماء کرام کا کہنا ہے کہ اس بات کا قوی امکان ہے کہ یہ الفاظ بعد میں نازل ہوئے ہوں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اس کا علم نہ ہوسکا۔

وَمِنْ سُوْرَةِ الذّٰرِيَاتِ

باب 7: سورہ ذاریات سے متعلق روایات

2864 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ اِسْرَآئِيْلَ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ

متنِ حدیث: اَقْرَاَنِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّىْ اَنَا الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت مجھے یوں پڑھائی تھی: اِنِّىْ اَنَا الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

"اِنِّىْ اَنَا الرَّزَّاقُ" کی قرأت:

کلام خداوندی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ○ (الذاریات:۵۸)

"بیشک اللہ تعالیٰ رزق دینے والا نہایت طاقت والا ہے"۔

جمہور قراء نے اس آیت کی اسی طرح قرأت کی ہے۔ البتہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت مجھے یوں پڑھائی ہے: اِنِّىْ اَنَا الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ۔ یعنی ان کے بعد اسم ظاہر (اللہ) کی بجائے واحد متکلم کی ضمیر "ی" (منصوب) لائے ہیں اور "ھُوَ" ضمیر کی جگہ واحد متکلم کی ضمیر (اَنَا) لائے ہیں جبکہ باقی الفاظ کو اپنی حالت میں رکھا گیا ہے۔ اس کی تاویل کرتے ہوئے علماء فرماتے ہیں: ممکن ہے کہ اس آیت کے کچھ الفاظ بعد میں تبدیل ہو کر نازل ہوئے ہوں جن کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو علم نہ ہو سکا۔

وَمِنْ سُوْرَةِ الْحَجِّ

باب 8: سورہ حج سے متعلق روایات

2865 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ زُرْعَةَ وَالْفَضْلُ بْنُ اَبِىْ طَالِبٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ بِشْرٍ

2864۔ اخرجه ابوداؤد (۴۳۱/۲): كتاب الحروف و القراءات: باب: (۱) حديث (۳۹۹۳)، و احمد (۳۹۴/۱، ۳۹۷، ۴۱۸)۔

2865۔ تفرد به الترمذى كما جاء فى (التحفة) (۱۸۶/۸) حديث (۱۰۸۳۷) و ذكره السيوطى فى (الدار المنثور) (۶۱۹/۴) وعزاه للطبرانى، و الحاكم، و ابن مردويه، و ابو الحسن احمد بن يزيد الحلوانى فى كتاب (الحروف) عن عمران بن حصين۔

عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَاَ (وَتَرَى النَّاسَ سُكَارٰى وَمَا هُمْ بِسُكَارٰى)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّلَا نَعْرِفُ لِقَتَادَةَ سَمَاعًا مِّنْ اَحَدٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا مِنْ اَنَسٍ وَّاَبِي الطُّفَيْلِ وَهٰذَا عِنْدِيْ مُخْتَصَرٌ

اختلاف روایت: اِنَّمَا يُرْوٰى عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَقَرَاَ (يَا اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ) اَلْحَدِيْثَ بِطُوْلِهٖ وَحَدِيْثُ الْحَكَمِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ عِنْدِيْ مُخْتَصَرٌ مِّنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ

◆◆ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے اس آیت کو اس طرح پڑھا ہے:

(وَتَرَى النَّاسَ سُكَارٰى وَمَا هُمْ بِسُكَارٰى)

ہمارے علم کے مطابق قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت طفیل رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کسی بھی صحابی سے حدیث کا سماع نہیں کیا۔ میرے نزدیک یہ روایت مختصر ہے۔

یہی روایت قتادہ کے حوالے سے' حسن بصری کے حوالے سے' حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ حضرت عمران رضی اللہ عنہ ان بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں شریک تھے' تو آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

(يَا اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ)

(یہ پوری طویل حدیث ہے)

حکم بن عبدالمالک کی نقل کردہ روایت میرے نزدیک اس حدیث کا اختصار ہے۔

شرح

"سُکارٰی" کی قرأت:

اعلان قرآن ہے:

وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى (الحج:۲)

''اور آپ لوگوں کو نشہ میں مست دیکھ رہے ہیں حالانکہ وہ مست نہیں ہیں''۔

اس آیت میں لفظ ''سُکارٰی'' کی قرأت زیر بحث ہے۔ جمہور قراء نے اس لفظ کو ''سُکارٰی'' پڑھا ہے۔ امام کسائی اور امام حمزہ نے دونوں جگہ میں ''سَکْرٰی'' بروزن ''عَطْشٰی'' پڑھا ہے۔ گویا لفظ ''سُکارٰی'' میں دو قرأتیں ہیں لیکن دونوں میں سے پہلی اور جمہور کی ارجح ہے۔

سوال: جمہور کے مؤقف کے خلاف ایک روایت حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

نے اس آیت کی یوں تلاوت فرمائی: "وَتَرَى النَّاسَ سُكْرٰى وَمَا هُمْ بِسُكْرٰى" یہ معارض ہے؟

جواب: یہ روایت غیر صحیح ہے، کیونکہ اس میں اضطراب ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا حضرت انس اور حضرت ابوالطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سماع تو ثابت ہے لیکن دیگر صحابہ سے ہرگز ثابت نہیں ہے۔

2866 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ اَنْبَاَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُوْرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: بِئْسَمَا لِاَحَدِهِمْ اَوْ لِاَحَدِكُمْ اَنْ يَّقُوْلَ نَسِيْتُ اٰيَةَ كَيْتَ وَكَيْتَ بَلْ هُوَ نُسِّيَ فَاسْتَذْكِرُوا الْقُرْاٰنَ فَوَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَهُوَ اَشَدُّ تَفَصِّيًا مِّنْ صُدُوْرِ الرِّجَالِ مِنَ النَّعَمِ مِنْ عُقُلِهٖ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت عبداللہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: کسی بھی شخص کا یہ کہنا بہت ہی برا ہے، میں فلاں آیت بھول گیا۔ اسے یہ کہنا چاہیے: وہ مجھے بھلا دی گئی۔ تم وہ قرآن کو یاد کرتے رہو! اللہ کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، جس طرح چوپایہ رسی (کھلنے پر) بھاگتا ہے، قرآن اس سے زیادہ تیزی کے ساتھ انسان کے دل سے نکلتا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

"نَسِيْتُ اٰيَةَ كَيْتَ وَكَيْتَ" کا مفہوم:

اس روایت کے مفہوم میں متعدد اقوال ہیں جن میں سے چار مشہور درج ذیل ہیں:

(۱) یہ روایت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہے کہ آپ نے فرمایا ہو کہ کوئی شخص میری طرف بھلا دینے کی نسبت نہ کرے، بھلائے جانے کی نسبت کر سکتا ہے، کیونکہ جب کوئی آیت منسوخ ہوتی تھی وہ آپ کو من جانب اللہ بھلا دی جاتی تھی۔ اس سلسلے میں یہ آیت ہے:

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ (البقرہ:۱۰۶)

"جب ہم کسی آیت کو منسوخ کر دیتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی آیت لے آتے ہیں"۔

(۲) اس روایت میں "نَسِيْتُ" لفظ "تَرَكْتُ" کے معنی سے ہے۔ یہ بات کسی سے کہنا معیوب ہے کہ میں نے فلاں آیت کو ترک کر دیا ہے، کیوں کہ اس کی مذمت میں قرآن کا یہ اعلان ہے: نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ یعنی لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا تو اللہ تعالیٰ

2866۔ اخرجه البخاری (۷۰۳/۸): كتاب فضائل القرآن: باب: نسيان القرآن: و هل يقول نسيت آية كذا و كذا، حديث (۵۰۳۹)، و مسلم (۱۲۶/۳ - الابی): كتاب صلاة المسافرين و قصرها: باب: الامر بتعهد القرآن و كراهة قول نسيت آية كذا و جواز قول انسيتها، حديث (۷۹۰/۲۲۸)، و النسائی (۱۵۴/۲): كتاب الافتتاح: باب: جامع ما جاء فی القرآن، حديث (۹۴۳)، و الدارمی (۴۳۹/۲)، كتاب فضائل القرآن: باب: تعاهد القرآن، (۳۰۸/۲) كتاب الرقاق: باب: تعاهد لقرآن، و احمد (۳۸۱/۱، ۴۱۷، ۴۲۳، ۴۲۹، ۴۴۹، ۴۶۳)، و الحميدی (۵۰/۲)، حديث (۹۱)۔

نے انہیں نظرانداز کر دیا۔

(۳) اس حدیث میں کثرت تلاوت قرآن کرنے کا درس ہے کہ انسان اس سلسلے میں غفلت وکوتاہی سے کام نہ لے کہ اسے لاچاریوں کہنا پڑے: نَسِيْتُ ايَةَ كَيْتَ وَ كَيْتَ۔ جو شخص باقاعدگی سے تلاوت کرتا ہے پھر بھی بڑھاپے یا ذہنی مرض کی وجہ سے قرآن بھول جائے تو اسے نسیان کہا جائے گا اور بھلانے کی نسبت بندے کی طرف نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے گی۔

(۴) قرآن کریم بھول جانا یا اسے بھلا دینا معصیت ہے۔ کسی گناہ کے ارتکاب کے موقع پر یہ کہنا کہ میں قرآن کریم بھول گیا تو یہ معصیت پر جسارت وجرأت کرنے کے مترادف ہے جو قابل مؤاخذہ عمل ہے۔

فائدہ نافعہ: قرآن کریم کلام الٰہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرح مخلوق سے بے نیاز ہے، جو شخص عقیدت سے اس کی اہتمام سے تلاوت کرتا ہے، اسے یاد رہتا ہے اور جو شخص اس کی طرف توجہ نہیں دیتا تو اس کے دل سے رخصت ہو جاتا ہے۔

بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ

باب 9: (فرمان نبوی ہے:) ''قرآن سات حروف پر نازل ہوا''

2867 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ الْقَارِيِّ اَخْبَرَاهُ اَنَّهُمَا سَمِعَا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُوْلُ

متنِ حدیث: مَرَرْتُ بِهِشَامِ بْنِ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ وَّهُوَ يَقْرَاُ سُوْرَةَ الْفُرْقَانِ فِيْ حَيَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَمَعْتُ قِرَاءَتَهُ فَاِذَا هُوَ يَقْرَاُ عَلٰى حُرُوْفٍ كَثِيْرَةٍ لَّمْ يُقْرِئْنِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكِدْتُّ اُسَاوِرُهُ فِي الصَّلٰوةِ فَنَظَرْتُ حَتّٰى سَلَّمَ فَلَمَّا سَلَّمَ لَبَّبْتُهُ بِرِدَائِهِ فَقُلْتُ مَنْ اَقْرَاَكَ هٰذِهِ السُّوْرَةَ الَّتِيْ سَمِعْتُكَ تَقْرَؤُهَا فَقَالَ اَقْرَاَنِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ لَهُ كَذَبْتَ وَاللّٰهِ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُوَ اَقْرَاَنِيْ هٰذِهِ السُّوْرَةَ الَّتِيْ تَقْرَؤُهَا فَانْطَلَقْتُ اَقُوْدُهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ سَمِعْتُ هٰذَا يَقْرَاُ سُوْرَةَ الْفُرْقَانِ عَلٰى حُرُوْفٍ لَّمْ تُقْرِئْنِيْهَا وَاَنْتَ اَقْرَاْتَنِيْ سُوْرَةَ الْفُرْقَانِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْسِلْهُ يَا عُمَرُ اقْرَاْ يَا هِشَامُ فَقَرَاَ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةَ الَّتِيْ سَمِعْتُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰكَذَا اُنْزِلَتْ ثُمَّ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْرَاْ يَا عُمَرُ فَقَرَاْتُ بِالْقِرَاءَةِ الَّتِيْ اَقْرَاَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰكَذَا اُنْزِلَتْ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ

2867۔ اخرجه البخاری (٦٣٩/٨): كتاب فضائل القرآن: باب: انزل القرآن على سبعة احرف، حديث (٤٩٩٢)، و مسلم (١٦٢/٣ - الابی) كتاب صلاة المسافرين و قصرها: باب: بابين ان القران على سبعة احرف و بيان معناه، حديث (٨١٨/٢٧٠)، و ابوداؤد (٤٦٥/١): كتاب الصلاة: باب: انزل القرآن على سبعة احرف، حديث (١٤٧٥)، و النسائی (١٥٠/٢): كتاب الافتتاح: باب: جامع ما جاء من القرآن، حديث (٩٣٧)، و احمد (٤٠/١، ٤٢، ٤٣، ٢٦٣، ٢٤)، و مالك (٢٠١/١): كتاب القرآن: باب: ما جاء في القرآن، حديث (٥)۔

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهُ اِلَّا اَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ

◄► حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ میں ہشام بن حکیم بن حزام کے پاس سے گزرا۔ وہ سورت فرقان کی تلاوت کررہے تھے۔ یہ نبی اکرم ﷺ کی ظاہری زندگی کی بات ہے۔ جب میں نے غور سے ان کی تلاوت کو سنا تو وہ کئی مقامات پر اس قرأت سے مختلف تھی' جو نبی اکرم ﷺ نے مجھے سکھائی تھی۔ پہلے تو میں ان کی نماز کے دوران ان پر حملہ کرنے لگا' لیکن پھر میں نے انہیں موقع دیا اور جب انہوں نے سلام پھیر لیا تو میں نے ان کو ان کی چادر سے پکڑا اور دریافت کیا: تمہیں یہ سورت کس نے پڑھنی سکھائی ہے' جو میں نے تمہیں پڑھتے ہوئے سنا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: نبی اکرم ﷺ نے مجھے یہ سورت پڑھنی سکھائی ہے۔ میں نے ان سے کہا: اللہ کی قسم! تم نے غلط کہا ہے' کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے خود مجھے یہ سورت سکھائی ہے' وہ جس کی تم تلاوت کررہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں' پھر میں ان کو پکڑ کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں لے گیا۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میں نے اسے سورہ فرقان' اس سے مختلف طریقے سے پڑھتے ہوئے سنا ہے' جو طریقہ آپ ﷺ نے مجھے سکھایا تھا حالانکہ آپ ﷺ نے خود یہ سورت پڑھنی سکھائی تھی تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: عمر! اسے چھوڑ دو۔ اے ہشام! تم تلاوت شروع کرو! پھر انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے اسی طرح تلاوت کی' جیسے میں نے ان کو تلاوت کرتے ہوئے سنا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ سورت اسی طرح نازل ہوئی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: اے عمر! اب تم تلاوت کرو۔ پھر میں نے اسی طرح قرآت شروع کی جو نبی اکرم ﷺ نے مجھے سکھائی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ سورت اسی طرح نازل ہوئی ہے۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے' تو جسے جو آسان لگے اس کے مطابق تلاوت کرلے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

امام مالک نے اسے زہری کے حوالے سے' اسی سند کے ہمراہ اس کی مانند نقل کیا ہے' تاہم انہوں نے اس کی سند میں حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں کیا۔

2868 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ

متنِ حدیث: لَقِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِبْرِيْلَ فَقَالَ يَا جِبْرِيْلُ اِنِّيْ بُعِثْتُ اِلٰى اُمَّةٍ اُمِّيِّيْنَ مِنْهُمُ الْعَجُوْزُ وَالشَّيْخُ الْكَبِيْرُ وَالْغُلَامُ وَالْجَارِيَةُ وَالرَّجُلُ الَّذِيْ لَمْ يَقْرَاْ كِتَابًا قَطُّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنَّ الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ عُمَرَ وَحُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاُمِّ اَيُّوْبَ وَهِيَ امْرَاَةُ اَبِيْ اَيُّوْبَ

2868- اخرجه احمد (۱۳۲/۵).

الْاَنْصَارِيِّ وَسَمُرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَبِيْ جُهَيْمِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الصِّمَّةِ وَعَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَاَبِيْ بَكْرَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ مِّنْ غَيْرِ وَجْهٍ

◆◆ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ کی ملاقات حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ہوئی' تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے جبرائیل علیہ السلام! مجھے ایک ایسی قوم کی طرف مبعوث کیا گیا ہے' جن میں پڑھنے لکھنے کا رواج نہیں ہے' ان میں بوڑھی عورتیں بھی ہیں اور بڑی عمر کے لوگ بھی ہیں لڑکے اور لڑکیاں بھی ہیں اور ایسے لوگ بھی ہیں' جنہوں نے کبھی زندگی میں تحریر نہیں پڑھی' تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے۔

اس بارے میں حضرت عمر، حضرت حذیفہ بن یمان، حضرت ابوہریرہ، سیدہ ام ایوب جو حضرت ایوب انصاری کی اہلیہ ہیں، حضرت ثمرہ' حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابوجہیم بن حارث بن صمہ، حضرت عمرو بن العاص اور حضرت ابوبکرہ (رضی اللہ عنہم) سے بھی احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' یہ روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

شرح

''اِنَّ الْقُرْآنَ اُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ'' کا مفہوم:

اس فقرہ کے مفہوم میں پینتالیس اقوال منقول ہیں، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

قول اول: اس جملے کا تعلق متشابہات سے ہے، اس لیے اس کا مفہوم واضح نہیں ہوسکتا۔

قول ثانی: ایک حرف کو دوسرے مترادف کے ساتھ ادا کرنا۔ قرآن چونکہ لغت قریش پر نازل ہوا تھا جبکہ دیگر قبائل کے لوگوں کو اپنی زبان کے مترادف لفظ کے ساتھ تلاوت کرنے کی اجازت تھی اور یہ اجازت بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی مثلاً اَقْبِلْ کی جگہ اُدْنُ اور تَعَالَ کی جگہ لفظ هَلُمَّ استعمال کرنا۔ یہ اجازت بھی ایک محدود وقت تک تھی اور جب لوگ قرآن سے مانوس ہوگئے تو یہ اجازت ختم کردی گئی تھی۔

قول ثالث: سبعة احرف سے مراد سات مشہور قرأتیں ہیں۔ یہاں ''سات'' سے مراد مقرر عدد نہیں ہے بلکہ کثرت مقصود ہے۔ الفاظ قرآن کی دو اقسام ہیں:

(۱) ایک متفق صورت ہے' جس میں اختلاف کی گنجائش نہیں ہے' جس طرح کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے قرآن کریم کو ایک طرح پڑھا ہے۔

(۲) یہ صورت اختلافی ہے، وہ یہ ہے کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے لغوی اور نحوی اعتبار سے مختلف پڑھا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں صورتوں میں مضامین والفاظ منزل من اللہ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیم فرمودہ ہیں۔ یہ اجازت لوگوں کی سہولت کے لیے تھی، اس سے معانی ومفاہیم میں تبدیلی نہیں ہوتی صرف الفاظ میں قدرے تبدیلی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شروع میں مصاحف عثمانی کو نقاط اور حرکات سے پاک رکھا گیا تھا تا کہ اس کی تلاوت میں تمام قراءتوں کی گنجائش پیدا ہو جائے۔

کسی بھی قراءت کے معتبر ہونے کے لیے تین شرائط تجویز کی گئی ہیں۔

(i) مصاحف عثمانی کے رسم الخط میں اس کی گنجائش موجود ہونا۔

(ii) عبارت کا صرفی ونحوی قواعد کے مطابق ہونا۔

(iii) کسی حدیث کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہونا اور آئمہ قراء میں بھی مشہور ہونا۔

مختلف قراءتیں وجود میں آنے کی متعدد وجوہات ہیں:

(i) ایک صحابی نے اظہار، صلہ، فتح اور تسہیل کے ساتھ قرآن مجید سیکھا ہو۔

(ii) دوسرے صحابی نے بغیر اظہار، صلہ، فتح اور تسہیل کے قرآن مجید سیکھا ہو۔

(iii) تیسرے صحابی نے اظہار، صلہ، فتح، ادغام، تسہیل اور امالہ وغیرہ کے ساتھ قرآن پڑھنا سیکھا ہو۔

اس طرح کئی قراءتیں وجود میں آئیں اور ہر قراءت ایک خاص امام قراءت کی طرف منسوب کی گئی۔ سات مشہور قراء کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:

(۱) حضرت عبد بن کثیر الداری رحمہ اللہ تعالیٰ: آپ نے براہ راست تین صحابہ کرام کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن زبیر

(۲) حضرت انس بن مالک

(۳) حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

آپ کی قراءت مکہ مکرمہ میں مشہور ہوئی۔ آپ کی قراءت کے رواۃ میں سے امام قنبل اور امام بزی زیادہ مشہور ہیں۔ ۱۲۰ھ میں وفات پائی۔

(۲) حضرت نافع بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ تعالیٰ: آپ نے ایسے ستر تابعین سے علمی وادبی استفادہ کیا جنھوں نے حضرت ابی بن کعب، حضرت ابوہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے علمی فیضان حاصل کیا۔ آپ کی قراءت مدینہ طیبہ میں مشہور ہوئی اور قراءت کے رواۃ میں سے حضرت امام ابوسعید ورش اور حضرت امام ابوموسیٰ قالون رحمہما اللہ تعالیٰ زیادہ مشہور ہیں۔ آپ کا وصال ۱۶۹ھ میں ہوا۔

(۳) حضرت عبداللہ یحصبی رحمہ اللہ تعالیٰ: آپ ابن عامر کے نام سے مشہور ہوئے۔ جلیل القدر صحابہ میں سے حضرت نعمان بن بشیر اور حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ آپ کی قراءت کے رواۃ میں امام ہشام اور امام

ذکوان زیادہ مشہور ہیں۔ آپ نے ۱۱۸ھ میں وصال کیا۔

(۴) حضرت ابوعمرو زبان بن العلاء رحمہ اللہ تعالیٰ: آپ نے حضرت مجاہد اور حضرت سعید بن جبیر رحمہم اللہ تعالیٰ کے واسطہ سے حضرت ابی بن کعب اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت بیان کی ہے۔ آپ کی قرأت کو بصرہ میں شہرت حاصل ہوئی۔ قرأت کے رواۃ میں حضرت ابوشعیب سوسی اور حضرت ابوعمر الدوری رحمہما اللہ تعالیٰ بھی شمار ہوتے ہیں۔ ۱۵۴ھ میں وصال ہوا۔

(۵) حضرت حمزہ بن حبیب الزیات رحمہ اللہ تعالیٰ: آپ نے حضرت سلیمان بن اعمش رحمہ اللہ تعالیٰ سے علمی فیضان حاصل کیا۔ آپ کی قرأت کے مشہور رواۃ میں حضرت خلف بن ہشام اور حضرت خلاد بن خالد رحمہما اللہ تعالیٰ شمار ہوتے ہیں۔ ۱۸۸ھ میں وصال کیا۔

(۶) حضرت عاصم بن ابوالنجود الاسدی رحمہ اللہ تعالیٰ: آپ نے حضرت زر بن حبیش کے واسطہ سے معروف صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اور حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ تعالیٰ کے واسطہ سے خلیفہ چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ آپ کی قرأت کے مشہور رواۃ میں حضرت شعبہ بن عیاش اور حضرت حفص بن سلیمان رحمہما اللہ تعالیٰ شمار ہوتے ہیں۔ عصر حاضر میں قرآن کریم کی قرأت اکثر امام حفص رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت کے مطابق کی جاتی ہے۔ آپ کا وصال ۱۷۹ھ میں ہوا۔

(۷) حضرت ابوالحسن علی بن حمزہ الکسائی النحوی رحمہ اللہ تعالیٰ: آپ کی قرأت کے رواۃ میں حضرت ابوالحارث مروزی اور ابو عمر الدوری رحمہ اللہ تعالیٰ زیادہ مشہور ہیں۔ آپ کی قرأت بھی کوفہ میں مشہور ہوئی۔ ۱۸۹ھ میں انتقال فرمایا۔

متعدد علماء نے ان سات قرأتوں میں تین مزید قرأتیں شامل کر کے ان کی تعداد دس تک پہنچا دی۔ اس طرح ان تین قرأتوں کے تین آئمہ کا تعارف درج ذیل ہے:

(۱) حضرت یعقوب بن اسحاق حضرمی رحمہ اللہ تعالیٰ: آپ نے حضرت سلام بن سلیمان الطویل سے علمی استفادہ کیا جبکہ انہوں نے حضرت امام عاصم اور حضرت ابوعمرو رحمہم اللہ تعالیٰ سے علوم کی تحصیل فرمائی۔ آپ کی قرأت بصرہ میں مشہور ہوئی۔ وصال ۲۳۵ھ میں ہوا۔

(۲) حضرت خلف بن ہشام رحمہ اللہ تعالیٰ: انہوں نے حضرت سلیم بن عیسیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ سے علمی استفادہ کیا، آپ کی قرأت کوفہ میں مشہور ہوئی اور امام حمزہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی قرأت کے رواۃ میں بھی شمار ہوتے ہیں۔ ۲۰۵ھ میں وصال فرمایا۔

(۳) حضرت ابوجعفر یزید بن القعقاع رحمہ اللہ تعالیٰ: انہوں نے حضرت ابی بن کعب، حضرت ابوہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ قرأت مدینہ منورہ میں مشہور ہوئی۔ ۱۳۰ھ میں وصال ہوا۔

بعض علماء نے چودہ قرأتیں جمع کی ہیں، اس طرح مزید چار آئمہ قرأت کا تعارف ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

(۱) حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ: آپ رئیس التابعین ہیں، آپ کی قرأت بصرہ میں شہرت پذیر ہوئی اور اہل تصوف

کے امام تسلیم کیے جاتے ہیں۔۱۱۰ھ میں وصال ہوا۔

(۲) حضرت محمد بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ تعالیٰ: آپ نے حضرت امام مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے علمی فیضان حاصل کیا، حضرت ابو عمرو رحمہ اللہ تعالیٰ کا شمار آپ کے تلامذہ میں ہوتا ہے اور قرأت کی شہرت مکہ معظمہ میں ہوئی۔ سال وصال معلوم نہیں ہوسکا۔

(۳) حضرت ابوالفرج محمد بن شنبوذی رحمہ اللہ تعالیٰ: آپ بغداد کے باسی تھے، اپنے معلم محترم حضرت ابن شنبوذ رحمہ اللہ تعالیٰ کی نسبت کے سبب شنبوذی کہلاتے تھے۔۳۸۸ھ میں وصال ہوا۔

قول رابع: سبعۃ احرف سے مراد سات قبائل کی لغات ہیں۔ دریافت طلب یہ بات ہے کہ ان سات قبائل سے کون سے قبائل مراد ہیں؟ اس میں دو احتمال ہیں:

(i) (۱) قریش (۲) تمیم (۳) ہذیل (۴) ثقیف (۵) تمیم (۶) یمن (۷) کنانہ۔

(ii) (۱) ازد (۲) قریش (۳) ہوازن (۴) ربعیہ (۵) تیم رباب (۶) سعد بن بکر (۷) ہزیل۔

قول خامس: قاضی ابوبکر باقلانی، حضرت امام مالک، حضرت امام جزری اور حضرت امام قتیبہ رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''سبعۃ احرف'' سے مراد اختلاف قرأت کی سات صورتیں ہیں، جو درج ذیل ہیں:

(۱) اسماء کا مختلف ہونا مثلاً واحد، تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث وغیرہ۔

(۲) افعال کا مختلف ہونا مثلاً فعل ماضی، فعل مضارع، فعل امر اور فعل نہی۔

(۳) الفاظ کا زیادتی و کمی کے اعتبار سے مختلف ہونا۔

(۴) اعراب کے اعتبار سے کلمات کا مختلف ہونا۔

(۵) ایک قرأت میں ایک لفظ اور دوسری قرأت میں دوسرا لفظ ہونا۔

(۶) کلمات کا تقدیم و تاخیر کے اعتبار سے مختلف ہونا۔

(۷) لغات اور لہجوں کے لحاظ سے اختلاف ہونا جیسے اظہار، ادغام، ترقیق، تفخیم اور امالہ وغیرہ۔

قول سادس: سبعۃ احرف سے مراد کلام کی سات اصناف ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) محکم (۲) متشابہ (۳) ناسخ (۴) منسوخ (۵) خصوص (۶) عموم (۷) قصص۔

قول سابع: سبعۃ احرف سے مراد فقہ کی سات مشہور اصطلاحات ہیں:

(۱) امر (۲) نہی (۳) وعدہ (۴) وعید (۵) اباحت (۶) ارشاد (۷) اعتبار۔

ارشاد نبوی: انهما سمعا عمر بن الخطاب يقول مررت'' کا مفہوم: حضرت فاروق اعظم اور حضرت ہشام بن حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں قبیلہ قریش سے تعلق رکھتے تھے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات قبائل کی لغات پر قرآن کی تلاوت کرنے کی اجازت فرمائی تھی۔ اس لیے دونوں بزرگ مختلف قبائل کی لغات کے مطابق تلاوت قرآن کرتے تھے، جس کے نتیجہ میں دونوں میں اختلاف و نزاع کی صورت پیدا ہوگئی تھی۔

کلمات حدیث: انی بعثت الی امة امیین منهم الحجوز والشیخ کامفہوم: اگرابتداء تلاوت قرآن کے لیے ایک قرأت متعین کر دی جاتی تو امت محمدیہ کے لیے مشقت کا باعث بنتی۔ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کی وساطت سے اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کو مختلف قرأتوں میں تلاوت کی اجازت دے کرامت کے لیے آسانی وسہولت پیدا کی۔ جب اسلام کو استحکام، اسلامی حکومت کو وسعت علاقہ جات اور تمدن کی دولت حاصل ہوگئی تو امت کو صرف لغت قریش کے مطابق تلاوت قرآن کرنے کا پابند کر دیا گیا۔ اس پابندی کا اعلان حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں کیا تھا۔ اس کی مثال شریعت میں اس طرح ملتی ہے کہ ابتداء مصارف زکوٰۃ میں مؤلفۃ القلوب کو شامل کیا گیا تھا تا کہ غیر مسلم لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کیا جاسکے لیکن جب اسلام کو استحکام حاصل ہوگیا اور باقاعدہ اسلامی حکومت قائم ہوگئی تو مصارف زکوٰۃ سے مؤلفۃ القلوب کو ختم کر دیا گیا۔ اب مصارف زکوٰۃ سات نہیں بلکہ چھ ہیں اور اس کا اعلان خلیفہ دوم حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔

دوسری حدیث باب سے بھی پہلی روایت کے مضمون کی تائید ہوتی ہے کہ امت محمدی کی آسانی وسہولت کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن مجید کو مختلف قرأتوں اور لغات پر تلاوت قرآن کی اجازت مرحمت فرمائی گئی اور جب اس کے مقاصد کی تکمیل ہوگئی تو صرف لغت قریش کے مطابق تلاوت کرنے کی اجازت باقی رکھی گئی جبکہ پھر باقی لغات کے مطابق قرأت کرنے سے منع کر دیا گیا۔

2869 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متن حدیث: مَنْ نَفَّسَ عَنْ اَخِيهِ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَنْ يَّسَّرَ عَلٰى مُعْسِرٍ يَّسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ فِيْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِيْ عَوْنِ اَخِيهِ وَمَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَّلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ طَرِيْقًا اِلَى الْجَنَّةِ وَمَا قَعَدَ قَوْمٌ فِيْ مَسْجِدٍ يَّتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ وَيَتَدَارَسُوْنَهٗ بَيْنَهُمْ اِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَمَنْ اَبْطَاَ بِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ يُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰكَذَا رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَرَوٰى اَسْبَاطُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ حُدِّثْتُ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ بَعْضَ هٰذَا الْحَدِيْثِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص اپنے بھائی سے کسی دنیوی مصیبت کو دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کی مصیبت کو دور کرے گا' جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا' جو شخص کسی تنگ دست کو آسانی فراہم کرے گا اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اسے آسانی فراہم کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی مدد کرتا رہتا ہے' جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے۔ جو شخص کسی ایسے راستے

پر چلے، جس میں وہ علم کی تلاش میں ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کے راستہ کو آسان کر دے گا۔ جب کبھی کچھ لوگ مسجد میں بیٹھ کر اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں ایک دوسرے کو درس دیتے ہیں، تو ان پر سکینت نازل ہوتی ہے اور رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں۔ جس شخص کا عمل سستی کا شکار رہو اس کا نسب اسے تیز نہیں کر سکتا۔

کئی راویوں نے اسے اعمش کے حوالے سے ابوصالح کے حوالے سے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے اسی مانند نقل کیا ہے۔

اسباط بن محمد نے اعمش کے حوالے سے، یہ بات نقل کی ہے، مجھے ابوصالح کے حوالے سے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ سے اس حدیث کے بارے میں بتایا گیا ہے اس کے بعد انہوں نے اس کا بعض حصہ نقل کیا ہے۔

شرح

مضامین حدیث کی وضاحت:

حدیث باب میں سات اصلاحی نصیحت آموز اور انقلابی نوعیت کے مضامین بیان کیے گئے ہیں جن پر عمل کرنے کے نتیجہ میں معاشرہ کی اصلاح یقینی ہے۔ ان کی مختصر وضاحت سطور ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

(۱) مسلمان بھائی کی مصیبت دور کرنے کا صلہ:

جس طرح دنیا کی نعمت آخرت کی نعمت کے مقابلہ میں معمولی ہے، اسی طرح دنیا کی مصیبت آخرت کی مصیبت کے مقابلہ میں حقیر ہے۔ جو شخص دنیا میں کسی کی مصیبت دور کرتا ہے، تو پروردگار قیامت کے روز اس کی مصیبت و پریشانی کو دور کرے گا۔ پہلے لفظ "کربة" پر تنوین تحقیر کے لیے ہے جبکہ دوسرے "کربة" پر تنوین تعظیم کے لیے ہے۔ جس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دنیوی مصیبت کے مقابل اخروی مصیبت بڑی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ معمولی مصیبت کو دور کرنے کے سبب آخرت میں انسان کی بڑی مصیبت دور کی جائے گی۔ علاوہ ازیں ایک مسلمان کا دوسرے پر حق بھی ہے کہ اس کی مصیبت کو ہر ممکن دور کرنے کی کوشش کرے۔

سوال: حدیث باب سے ایک نیکی کا بدلہ ایک ثابت ہو رہا ہے جبکہ قرآن کا فیصلہ ایک نیکی کا صلہ دس نیکیوں کے برابر ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا یعنی جو شخص ایک نیکی کرتا ہے اسے دس نیکیوں کے اجر سے نوازا جائے گا"۔ اس طرح حدیث اور ارشاد خداوندی کے مابین تعاض ہوا؟

جواب: یہاں ایک نیکی کا صلہ جو ایک ثابت ہو رہا ہے، اس سے مراد ایسی نیکی ہے جو دس نیکیوں کے برابر ہو گی یا اس سے بھی زائد ہو گی۔

(۲) پردہ پوشی کرنے کا صلہ:

جو شخص کسی کی پردہ پوشی کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ یہاں پردہ پوشی کے دو مطالب ہو سکتے ہیں:

(i) سترِ عورت: یعنی کسی مسکین یا غریب یا یتیم و محتاج کو جسم چھپانے کے لیے کپڑے فراہم کرنا

(ii) سترِ عیوب: یعنی کسی شخص میں نقائص و عیوب موجود ہوں تو ان پر مطلع ہو کر خاموشی اختیار کرنا یا اصلاح کی سعی کرنا۔

(۳) کسی کی تنگدستی دور کرنے کا صلہ:

جو شخص کسی کی تنگدستی دور کرتا ہے' تو اس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی تنگدستی دور کرے گا' مثلاً کسی کی مالی معاونت کی یا قرضہ فراہم کیا، یا اچھا مشورہ دیا تو اس کے عوض اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں بہترین صلہ سے نوازے گا۔

(۴) بندے کی معاونت کا صلہ:

کوئی شخص جب تک کسی دوسرے آدمی کی مدد و معاونت اور تعاون میں مصروف رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی مدد و معاونت میں مصروف رہتا ہے۔ بندہ خواہ اس نیکی کرنے میں اور مدد کرنے میں کامیاب نہ بھی ہو مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی معاونت یقینی ہوتی ہے۔ حدیث باب میں بندہ کے مسلمان ہونے کی بھی قید نہیں ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی غیر مسلم کے ساتھ بھی معاونت کرتا ہے' تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا صلہ بھی یہی ہے۔

(۵) حصول علم کے لیے گھر سے نکلنے کا صلہ:

جو شخص حصول علم کے لیے گھر سے نکلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔ یہاں علم سے مراد قرآن وحدیث اور فقہ وغیرہ کا علم ہے' جس کا حصول فرض ہے اور اس کا صلہ یہ تجویز کیا گیا ہے۔ تاہم عصری علوم بھی علوم اسلامیہ کے تابع کرتے ہوئے حاصل کیے جائیں تو ان کی بھی یہی اہمیت وفضیلت ہو سکتی ہے۔

ایک حدیث کے الفاظ ہیں: اطلبوا العلم ولو بالصين (کنز العمال) تم علم حاصل کرو خواہ تمہیں دور دراز کا سفر طے کرنا پڑے۔ اس حدیث میں حصول علوم اسلامیہ کے لیے سفر کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

فائدہ: یہاں طالب علم کی فضیلت اور حصول علم کے لیے نکلنے کا صلہ بیان کیا گیا ہے لیکن جب متعلم علوم اسلامیہ کی تکمیل کر لیتا ہے یا معلم و مدرس یا واعظ و مقرر بن جاتا ہے' تو اس کی فضیلت میں کئی درجے اضافہ ہو جاتا ہے۔

(۶) مسجد میں تلاوت قرآن کرنے کا صلہ:

جو شخص مسجد میں جا کر تلاوت قرآن کرتا ہے یا دوسروں کو اس کا درس دیتا ہے' تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر سکینت اتاری جاتی ہے، رحمت کا نزول ہوتا ہے اور ملائکہ اسے گھیر لیتے ہیں۔ بلاشبہ مسجد کی طرف جانا عبادت، وہاں بیٹھنا عبادت، تلاوت قرآن کرنا عبادت اور دوسروں کو درس دینا عبادت ہے' جس کا صلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے سکونت قلب کی دولت سے نوازا جاتا ہے۔ اس پر رحمت خداوندی کا نزول ہوتا ہے اور رحمت کے فرشتے اسے اپنے گھیرے میں لے لیتے ہیں۔ قرآن کریم کلام الٰہی اور صفت باری تعالیٰ ہونے کی وجہ سے بے مثل ہے۔ جو شخص اس کی تلاوت کرتا ہے یا اس کا درس دیتا ہے، وہ بھی ممتاز بن جاتا ہے اور فرشتے اس کا ادب کرتے ہیں۔ اس طرح وہ شخص لوگوں میں ہر دلعزیز بن جاتا ہے۔

(۷) بے عملی سے وقار نسب حاصل نہ ہونا:

جو شخص عملی طور پر پست ہو تو اس کے نسب کو وقار و عزت حاصل نہیں ہو سکتی۔ اگر انسان کا عمل و کردار اچھا نہ ہو تو محض نسب کے اعلیٰ ہونے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اس سلسلے میں ارشاد خداوندی ہے۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ط (الحجرات:۱۳) "بیشک اللہ تعالیٰ کے ہاں تم میں سب سے زیادہ معزز وہ شخص ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔

2870 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اَسْبَاطِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْقُرَشِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ

متنِ حدیث: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فِيْ كَمْ اَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ قَالَ اخْتِمْهُ فِيْ شَهْرٍ قُلْتُ اِنِّيْ اُطِيْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ اخْتِمْهُ فِيْ عِشْرِيْنَ قُلْتُ اِنِّيْ اُطِيْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ اخْتِمْهُ فِيْ خَمْسَةَ عَشَرَ قُلْتُ اِنِّيْ اُطِيْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ اخْتِمْهُ فِيْ عَشْرٍ قُلْتُ اِنِّيْ اُطِيْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ اخْتِمْهُ فِيْ خَمْسٍ قُلْتُ اِنِّيْ اُطِيْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ فَمَا رَخَّصَ لِيْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ يُسْتَغْرَبُ مِنْ حَدِيْثِ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

حدیثِ دیگر: وَرُوِيَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمْ يَفْقَهْ مَنْ قَرَاَ الْقُرْاٰنَ فِيْ اَقَلَّ مِنْ ثَلَاثٍ

وَرُوِيَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ اقْرَاِ الْقُرْاٰنَ فِيْ اَرْبَعِيْنَ

مذاہبِ فقہاء: وَقَالَ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَلَا نُحِبُّ لِلرَّجُلِ اَنْ يَّاْتِيَ عَلَيْهِ اَكْثَرُ مِنْ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا وَّلَمْ يَقْرَاِ الْقُرْاٰنَ لِهٰذَا الْحَدِيْثِ وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ لَا يُقْرَاُ الْقُرْاٰنُ فِيْ اَقَلَّ مِنْ ثَلَاثٍ لِلْحَدِيْثِ الَّذِيْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَخَّصَ فِيْهِ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ

آثارِ صحابہ: وَرُوِيَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ اَنَّهُ كَانَ يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ فِيْ رَكْعَةٍ يُوْتِرُ بِهَا وَرُوِيَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ اَنَّهُ قَرَاَ الْقُرْاٰنَ فِيْ رَكْعَةٍ فِي الْكَعْبَةِ وَالتَّرْتِيْلُ فِي الْقِرَاءَةِ اَحَبُّ اِلٰى اَهْلِ الْعِلْمِ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میں کتنے عرصے میں قرآن پورا پڑھ لیا کروں؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اسے ایک مہینے میں ختم کیا کرو۔ میں نے عرض کی: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اسے بیس دن میں ختم کرلیا کرو۔ میں نے عرض کی: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اسے پندرہ دن میں ختم کرلیا کرو۔ میں نے عرض کی: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اسے دس دن میں ختم کرلیا کرو۔ تو میں نے عرض کی: میں اس سے بھی زیادہ

2870۔ اخرجه الدارمی (۲/۴۷۱): کتاب فضائل القرآن: باب: ختم القرآن۔

کی طاقت رکھتا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اسے پانچ دن میں ختم کرلیا کرو۔ میں نے عرض کی: میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں' تو نبی اکرم ﷺ نے مجھے اس بارے میں اجازت نہیں دی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

ابو بردہ کے حضرت عبداللہ بن عمرو سے نقل کرنے کے حوالے سے' اس حدیث کو ''غریب'' قرار دیا گیا ہے۔

یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے نقل کی گئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان بھی نقل کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص تین دن سے کم عرصے میں قرآن پورا پڑھ لیتا ہے اس نے اسے سمجھا ہی نہیں''۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' یہ بات بھی نقل کی گئی ہے، نبی اکرم ﷺ نے ان سے یہ فرمایا: تم قرآن' چالیس دن میں ختم کرو!

اسحاق بن ابراہیم نے یہ بات بیان کی ہے: میں اس بات کو پسند نہیں کروں گا کہ کوئی شخص چالیس دن میں بھی قرآن ختم نہ کرے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔

بعض اہل علم نے یہ بات بیان کی ہے۔

تین دن سے کم عرصے میں قرآن پاک مکمل نہ پڑھا جائے۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے' جو نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

جبکہ بعض اہل علم نے رخصت بھی دی ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے: وہ بعض اوقات ایک رکعت میں پورا قرآن پاک پڑھ لیا کرتے تھے۔

سعید بن جبیر کے بارے میں یہ بات منقول ہے: انہوں نے خانہ کعبہ میں ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھ لیا تھا' تاہم قرآن پڑھتے ہوئے ٹھہر ٹھہر کر قرآن پڑھنا اہل علم کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔

2871 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِي النَّضْرِ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ هُوَ ابْنُ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ سِمَاكِ بْنِ الْفَضْلِ عَنْ وَّهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: لَهُ اقْرَأُ الْقُرْاٰنَ فِي اَرْبَعِيْنَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

حدیث دیگر: وَقَدْ رَوٰى بَعْضُهُمْ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ سِمَاكِ بْنِ الْفَضْلِ عَنْ وَّهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو اَنْ يَّقْرَاَ الْقُرْاٰنَ فِي اَرْبَعِيْنَ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: تم چالیس دن میں قرآن مکمل پڑھا کرو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

2871- اخرجه ابوداؤد (۱/۴۴۳): كتاب الصلاة: باب: تحزيب القرآن، حديث (۱۳۹۵).

بعض راویوں نے اسے اپنی سند کے ہمراہ وہب بن منبہ کے حوالے سے یہ نقل کیا ہے: نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو یہ ہدایت کی تھی: وہ چالیس دن میں پورا قرآن پاک مکمل کرلیا کریں۔

شرح

ختم قرآن کی مدت میں اقوال فقہاء:

حدیث باب سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی حب قرآن اور ذوق تلاوت قرآن ثابت ہوتا ہے۔ دریافت طلب یہ بات ہے کہ قرآن کریم کتنے دنوں میں ختم کیا جاسکتا ہے؟ اس بارے میں فقہاء کے مختلف اقوال ہیں:

حضرت امام احمد بن حنبل اور حضرت قاسم بن سلام رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ تین ایام سے کم مدت میں ختم قرآن نہیں کرنا چاہیے۔ انہوں نے زیر بحث احادیث کے علاوہ اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **لم یفقه القرآن من قرأ القرآن فی اقل من ثلاث** ۔ جس شخص نے تین ایام سے کم مدت میں ختم قرآن کیا، اس نے اسے سمجھا نہیں ہے"۔

قول ثانی: حضرت امام اسحاق بن راہویہ اور امام احمد حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کی ایک روایت کے مطابق چالیس ایام سے کم مدت میں ختم قرآن نہیں کرنا چاہیے۔ انہوں نے اس روایت سے استدلال کیا ہے، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چالیس ایام کی مدت میں ختم قرآن کرو۔

قول ثالث: حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک چھ ماہ میں ایک مرتبہ اور سال میں دو مرتبہ ختم قرآن کرنا چاہیے، یہ مسلمان پر قرآن کا حق ہے۔ آپ نے اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبرائیل علیہ السلام سال میں دو بار قرآن کا دور کیا کرتے تھے۔

قول رابع: جمہور فقہاء کے نزدیک ختم قرآن کی کوئی مدت مقرر نہیں ہے، جب چاہے اور جتنے ایام میں چاہے ختم قرآن کرسکتا ہے۔ انہوں نے اس ارشاد سے استدلال کیا ہے: **فاقرء وا ما تیسر منه** یعنی تم تلاوت قرآن کرو جتنا بھی میسر ہو"۔

جمہور کے مؤقف کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت عثمان غنی، حضرت سعید بن جبیر، حضرت تمیم داری اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ روزانہ ختم قرآن کرنے کا شرف حاصل کرتے تھے۔

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سات دنوں میں ختم قرآن کرتے تھے۔ یہ لوگ روزانہ ایک منزل کی تلاوت کرتے تھے اور سات دنوں میں قرآن ختم کرلیتے تھے۔

قرآن کریم سات منزلوں پر مشتمل ہے اور اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) پہلی منزل سورۃ فاتحہ سے سورۃ مائدہ تک ہے، جس میں تین سورتیں ہیں۔

(۲) دوسری منزل سورۃ مائدہ سے لے کر سورۃ یونس تک ہے، جس میں پانچ سورتیں ہیں۔

(۳) تیسری منزل سورۃ یونس سے سورۃ بنی اسرائیل تک ہے، جس میں سات سورتیں ہیں۔
(۴) چوتھی منزل سورۂ اسرائیل سے سورۃ شعراء تک ہے، جس میں نو سورتیں ہیں۔
(۵) پانچویں منزل سورۃ شعراء سے سورۃ والصفت تک ہے، جس میں گیارہ سورتیں ہیں۔
(۶) چھٹی منزل والصفت سے سورۃ ق تک ہے، جس میں سترہ سورتیں ہیں۔
(۷) ساتویں منزل سورۃ ق سے تا آخر قرآن ہے، جس میں پینسٹھ سورتیں ہیں۔

قرآن ختم کرنے کا افضل وقت:

ایک مشہور روایت میں یہ مضمون بیان ہوا ہے کہ اگر صبح کے وقت ختم قرآن کیا جائے تو شام تک ستر ہزار فرشتے ختم کرنے والے کے حق میں مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ اگر شام کے وقت ختم قرآن کیا جائے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے بخشش کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ صبح کے وقت یا شام کے وقت ختم قرآن کیا جائے تو افضل وقت کون سا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ صبح کے وقت ختم قرآن کرنا مقصود ہو تو فجر کی سنتوں میں یا ان کے فوراً بعد کیا جائے۔ اگر شام کے وقت ختم قرآن کرنا مقصود ہو تو نماز مغرب کی سنتوں میں یا ان کے فوراً بعد کیا جائے۔ اس طرح فرشتوں کو پورا دن یا پوری رات دعائے مغفرت کرنے کا موقع میسر آئے گا۔

2872 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا صَالِحٌ الْمُرِّيُّ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَوْفٰى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ رَجُلٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الْعَمَلِ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ قَالَ الْحَالُّ الْمُرْتَحِلُ قَالَ وَمَا الْحَالُّ الْمُرْتَحِلُ قَالَ الَّذِيْ يَضْرِبُ مِنْ اَوَّلِ الْقُرْاٰنِ اِلٰى اٰخِرِهٖ كُلَّمَا حَلَّ ارْتَحَلَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَاِسْنَادُهُ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا صَالِحٌ الْمُرِّيُّ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَوْفٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ بِمَعْنَاهُ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا عِنْدِيْ اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ نَصْرِ بْنِ عَلِيٍّ عَنِ الْهَيْثَمِ بْنِ الرَّبِيْعِ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! کون سا عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ''حال مرتحل'' اس نے دریافت کیا: حال مرتحل سے مراد کیا ہے؟ تو فرمایا: یعنی جب آدمی شروع سے لے کر آخر تک قرآن مجید پورا پڑھ لے تو پھر شروع سے پڑھنا شروع کر دے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہونے کے اعتبار سے

2872۔ تفرد به الترمذي كما جاء في (التحفة) (۳۸۸/٤)، حديث (٥٤٢٩) واخرجه الحاكم (٥٦٨/١)، و ابونعيم في (حلية الاولياء) (٢٦٠/٢) عن زرارة بن اوفى، عن ابن عباس.

ہم اسے صرف اس سند کے حوالے سے' جانتے ہیں۔ محمد بن بشار نے اپنی سند کے ہمراہ حضرت زارہ بن اوفی کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اس کی مانند نقل کیا ہے' جس کا مفہوم یہی ہے' تاہم انہوں نے اس کی سند میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا تذکرہ نہیں کیا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میرے نزدیک یہ روایت نصر بن علی کی نقل کردہ روایت کے مقابلہ میں زیادہ مستند ہے۔

2873 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيْرِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَمْ يَفْقَهْ مَنْ قَرَاَ الْقُرْاٰنَ فِيْ اَقَلَّ مِنْ ثَلَاثٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی: جو شخص تین دن سے کم عرصے میں پورا قرآن پڑھ لے' اس نے قرآن کو سمجھا ہی نہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہ روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

شرح

بہترین عمل:

زیر بحث حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ بہترین عمل کون سا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: قرآن کریم ختم کرنا۔

اس روایت میں ''اَلْحَالُ الْمُرْتَحِل'' کے الفاظ استعمال ہوئے۔ حال سے مراد ہے: منزل کی طرف دوبارہ آنا اور مرتحل سے مراد ہے: کوچ کرنے والا۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ ختم قرآن کے بعد دوبارہ شروع کر دینا۔ یعنی مسلسل تلاوت میں مصروف رہنا، بہترین عمل ہے۔ ایک روایت میں موجود ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب سورۃ الناس ختم کر لیتے تو دوبارہ سورۃ بقرہ شروع کر کے ''مُفْلِحُوْنَ'' تک پڑھتے پھر دعا ختم قرآن پڑھتے تھے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ ختم قرآن کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ تلاوت قرآن کا آغاز کر دیتے تھے۔

دوسری حدیث باب کی وضاحت ماقبل احادیث کی شرح کے ضمن میں گزر چکی ہے۔ لہٰذا یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

2873۔ اخرجه ابوداؤد (۴۴۳/۱): كتاب الصلاة: باب: تحزيب القرآن، حديث (۱۳۹۴)، و ابن ماجه (۴۲۸/۱): كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها: باب: من كم يستحب يختم القرآن، حديث (۱۳۴۷).

كِتَابُ تَفْسِيرِ الْقُرْآنِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ

تفسیرِ قرآن کے بارے میں، نبی اکرم ﷺ سے منقول (احادیث کا) مجموعہ

تفسیر کی تعریف اور اس کے مأخذ:

اصول شرع چار ہیں:

(۱) قرآن (۲) حدیث (۳) اجماع امت (۴) قیاس۔

اسلام کا پہلا مآخذ قرآن ہے جو کلام الٰہی اور صفت باری تعالیٰ ہونے کی وجہ سے دیگر اصول سے ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا اور آپ نے یہ اپنی امت کی طرف منتقل کر دیا۔ اس سلسلے میں اعلان خداوندی ہے: وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ (النحل:۴۴) ''اور ہم نے آپ کی طرف قرآن اتارا تاکہ آپ لوگوں کو نازل شدہ کلام بیان فرمادیں''

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے من وعن کلام الٰہی حضرت جبرائیل علیہ السلام سے محفوظ کیا، اپنے صحابہ کرام کو یہ لکھوا دیا اور انہوں نے کتابی شکل میں ترتیب دے کر امت تک پہنچا دیا۔ اس بارے میں ارشاد خداوندی ہے: وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ○ (النجم:۳،۴،۵) ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش سے گفتگو نہیں کرتے صرف وحی الٰہی پیش کرتے ہیں جو ان کی طرف اتاری گئی ہے اور ایک طاقتور فرشتہ ان پر پڑھتا ہے''۔ لفظ ''تفسیر'' کا لغوی معنی ہے کھولنا، واضح کرنا۔ اس کا اصطلاحی معنی ہے: قرآن کریم کی وضاحت وتشریح کرنا۔

تفسیر کی عرب زبان میں تعریف یوں کی گئی ہے:

علم يعرف به فهم الكتاب المنزل على نبيه محمد صلى الله عليه وسلم و بيان معانيه و استخراج احكامه و حكمه

''یعنی وہ علم ہے، جس سے قرآن کریم کا فہم، معانی کی وضاحت اور اس کے احکام وحکمتوں کا استنباط کیا جائے۔

تفسیر القرآن کے چھ ماخذ ہیں، جو درج ذیل ہیں:

(۱) قرآن کریم: القرآن يفسر بعضها بعضا

(۲) احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

(۳) اقوال صحابہ

(۴) اقوال تابعین

(۵) لغت عرب

(۶) عقل سلیم۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الَّذِي يُفَسِّرُ الْقُرْآنَ بِرَأْيِهِ

باب 1: جو شخص اپنی رائے کے ذریعے قرآن کی تفسیر کرے (اس کا حکم)

2874 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْاَعْلٰى عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص علم نہ ہونے کے باوجود قرآن کے بارے میں کوئی بات بیان کرے' اُسے جہنم میں اپنی جگہ پہنچنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2875 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ عَمْرٍو الْكَلْبِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْاَعْلٰى عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اتَّقُوا الْحَدِيثَ عَنِّيْ اِلَّا مَا عَلِمْتُمْ فَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ وَمَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِرَأْيِهِ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: میری طرف سے کوئی حدیث بیان کرتے ہوئے احتیاط کرو، صرف وہی چیز بیان کرو جس کے بارے میں تمہیں علم ہو (میں نے یہ فرمایا ہے) جو شخص میری طرف سے کوئی جھوٹی بات جان بوجھ کر بیان کرے وہ جہنم میں اپنی جگہ پر پہنچنے کے لیے تیار رہے اور جو شخص قرآن کی تفسیر کے بارے میں اپنی رائے کے ساتھ کوئی بات بیان کرے وہ جہنم میں اپنی جگہ پر پہنچنے کے لیے تیار رہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

2876 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا حَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ حَدَّثَنَا سُهَيْلُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَهُوَ ابْنُ اَبِيْ

2874۔ اخرجه الدارمي (۱/۷٦): كتاب (ـــ): باب: اتقاء الحديث عن النبي صلى الله عليه وسلم، و التثبت فيه، و احمد (۱/۲۳۳، ۲٦۹، ۲۹۳، ۳۲۳، ۳۲۷).

2876۔ اخرجه ابوداؤد (۳٤٤/۲): كتاب العلم: باب: الكلام في كتاب الله بغير علم، حديث (۳٦٥۲).

حَزْمٍ اَخُو حَزْمٍ الْقُطَعِيّ حَدَّثَنَا اَبُوْ عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ عَنْ جُنْدَبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متن حدیث: مَنْ قَالَ فِي الْقُرْاٰنِ بِرَاْيِهٖ فَاَصَابَ فَقَدْ اَخْطَاَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَّقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ اَهْلِ الْحَدِيْثِ فِيْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِيْ حَزْمٍ

مذاہب فقہاء: وَّهٰكَذَا رُوِيَ عَنْ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ اَنَّهُمْ شَدَّدُوْا فِيْ هٰذَا فِيْ اَنْ يُّفَسَّرَ الْقُرْاٰنُ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّاَمَّا الَّذِيْ رُوِيَ عَنْ مُّجَاهِدٍ وَّقَتَادَةَ وَغَيْرِهِمَا مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّهُمْ فَسَّرُوا الْقُرْاٰنَ فَلَيْسَ الظَّنُّ بِهِمْ اَنَّهُمْ قَالُوْا فِي الْقُرْاٰنِ اَوْ فَسَّرُوْهُ بِغَيْرِ عِلْمٍ اَوْ مِنْ قِبَلِ اَنْفُسِهِمْ وَقَدْ رُوِيَ عَنْهُمْ مَا يَدُلُّ عَلٰى مَا قُلْنَا اَنَّهُمْ لَمْ يَقُوْلُوْا مِنْ قِبَلِ اَنْفُسِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مَهْدِيٍّ الْبَصْرِيُّ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ مَا فِي الْقُرْاٰنِ اٰيَةٌ اِلَّا وَقَدْ سَمِعْتُ فِيْهَا شَيْئًا حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ قَالَ مُجَاهِدٌ لَوْ كُنْتُ قَرَاْتُ قِرَاءَةَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ لَّمْ اَحْتَجْ اِلٰى اَنْ اَسْاَلَ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ مِمَّا سَاَلْتُ

◆◆ حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص اپنی رائے کے ساتھ قرآن کی تفسیر بیان کرے تو اگر وہ ٹھیک بھی بیان کرے تو یہ اس نے غلط کیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے۔

بعض محدثین نے اس کے راوی سہیل بن ابوحزم کے بارے میں کلام کیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اور دیگر طبقوں سے تعلق رکھنے والے بعض اہل علم کے حوالے سے یہی بات نقل کی ہے انہوں نے اس حوالے سے بہت سختی سے کام لیا ہے قرآن کی تفسیر علم کے بغیر بیان کی جائے۔

جہاں تک مجاہد قتادہ اور ان کے علاوہ دیگر اہل علم کا تعلق ہے جن کے بارے میں یہ روایت بیان کی گئی ہے: ان لوگوں نے قرآن کی تفسیر بیان کی ہے تو ان کے بارے میں یہ گمان نہیں کیا جا سکتا۔ انہوں نے اپنی رائے کے ساتھ قرآن کے بارے میں کچھ کہا ہوگا یا علم نہ ہونے کے باوجود تفسیر بیان کی ہوگی یا اپنی طرف سے کوئی بات بیان کی ہوگی۔

ان حضرات کے حوالے سے جو روایات نقل کی گئی ہیں وہ اس مفہوم پر دلالت کرتی ہیں جو ہم نے بیان کیا ہے ان حضرات نے علم کے بغیر اپنی طرف سے کوئی بات بیان نہیں کی ہے۔

قتادہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: قرآن کی ہر ایک آیت کے بارے میں میں نے کوئی نہ کوئی روایت بیان کی ہے۔

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: اگر میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت سیکھی ہوتی تو مجھے قرآن سے متعلق بہت سی چیزوں کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی جو میں نے ان سے پوچھی ہیں۔

شرح

تفسیر بالرائے کی مذمت ووعید:

صرف اہل علم تفسیر قرآن کر سکتے ہیں اور جہلاء کا تفسیر بیان کرنا حرام ہے۔ جہلاء کی تفسیر، تفسیر بالرائے ہوگی جس کی مذمت ووعید احادیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ مفسر کے لیے چودہ علوم میں مہارت تامہ حاصل ہونا ضروری ہے۔ وہ علوم درج ذیل ہیں:

(۱) علم لغت (۲) علم صرف (۳) علم نحو (۴) علم اشتقاق (۵) علم معانی (۶) علم بیان (۷) علم بدیع (۸) علم قرأت (۹) علم کلام (۱۰) علم اصول فقہ (۱۱) علم اسباب نزول (۱۲) علم فقہ (۱۳) علم ناسخ ومنسوخ (۱۴) علم احادیث (۱۵) تفسیر کرنے کی خداداد صلاحیت۔

ان پندرہ علوم کا اختصار پانچ اقسام میں بھی کیا جاسکتا ہے:

(۱) عربیت میں مہارت ہونا: اس میں علم لغت، علم صرف، علم نحو، علم اشتقاق، علم معانی، علم بیان اور علم بدیع آجاتے ہیں۔

(۲) احادیث میں مہارت حاصل ہونا: اس میں علم اسباب نزول، علم ناسخ ومنسوخ اور واقعات کی تفصیل داخل ہیں۔

(۳) علم کلام میں مہارت ہونا: جو شخص اسلامی عقائد وافکار میں مہارت تامہ نہ رکھتا ہو، وہ یقیناً تفسیر بالرائے کا مرتکب ہوگا۔

(۴) علم فقہ میں کمال حاصل ہونا: علم فقہ سے عاری شخص تفسیر کرے گا تو قدم قدم پر غلطی کرے گا۔

(۵) تفسیر کرنے کی خداداد صلاحیت حاصل ہونا: مذکورہ بالا علوم سے استفادہ خداداد صلاحیت کے بغیر ناممکن ہے اور ایسا شخص تفسیر کرنے میں بار بار غلطی کرے گا جو تفسیر بالرائے کی صورت ہوگی۔

فائدہ نافعہ: ان علوم وفنون میں مہارت تامہ کے بغیر تفسیر قرآن کرنا حرام ہے اور ایسی تفسیر، تفسیر بالرائے کہلاتی ہے جو قابل مؤاخذہ ہے۔ لہٰذا اس سے اجتناب از بس ضروری ہے۔

دوسری حدیث باب میں تفسیر بالرائے کی جو مذمت ووعید بیان کی گئی ہے، اس کے تین مطالب ہوسکتے ہیں:

(۱) قرآن کریم کی تفسیر بالرائے کرنا قابل مؤاخذہ جرم ہے۔

(۲) حدیث نبوی کی توضیح وتشریح کرنا بھی قابل گرفت جرم ہے۔

(۳) اسی طرح کلام الٰہی اور احادیث نبوی میں اپنے مقاصد کے لیے تبدیلی کرنا یا حدیث گھڑ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا حرام ہے۔

تفسیر قرآن کے وقت عقل سلیم اور قیاس کا استعمال منع نہیں ہے لیکن انہیں قرآنی احکام کے تحت رکھا جائے۔ اگر انہیں قرآنی مضامین سے آزاد کر کے استعمال کیا جائے تو اس صورت میں تفسیر بالرائے کا قوی امکان ہی نہیں بلکہ یقین ہے، جس سے احتراز ضروری ہے۔

سوال: حضرت امام قتادہ اور حضرت امام مجاہد وغیرہما تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ نے جو تفاسیر کی ہیں وہ بھی تو غیر مستند ہیں، تو کیا ان

کی تفاسیر بھی تفسیر بالرائے کہلائیں گی یا نہیں؟

جواب: ان لوگوں کی تفاسیر تفاسیر بالرائے کے زمرے میں نہیں آتیں، کیونکہ انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے سن کر بیان کیا ہے اور صحابہ کرام نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی روایات تابعین سے بیان کی ہیں۔ حضرت امام قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ میں قرآن کریم کی ہر آیت کے بارے میں کچھ نہ کچھ صحابہ کرام سے ضرور سنا ہے۔ حضرت امام مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ اگر مجھے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے شرف تلمذ حاصل ہو جاتا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے وہ روایات دریافت نہ کرنا پڑتیں جو میں نے دریافت کی ہیں۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ

باب 2: سورت فاتحہ سے متعلق روایات

2877 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ صَلَّى صَلَاةً لَّمْ يَقْرَاْ فِيْهَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَهِىَ خِدَاجٌ هِىَ خِدَاجٌ غَيْرُ تَمَامٍ قَالَ قُلْتُ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ اِنِّىْ اَحْيَانًا اَكُوْنُ وَرَاءَ الْاِمَامِ قَالَ يَا ابْنَ الْفَارِسِيِّ فَاقْرَاْهَا فِىْ نَفْسِكَ فَاِنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ :قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى قَسَمْتُ الصَّلٰوةَ بَيْنِىْ وَبَيْنَ عَبْدِىْ نِصْفَيْنِ فَنِصْفُهَا لِىْ وَنِصْفُهَا لِعَبْدِىْ وَلِعَبْدِىْ مَا سَاَلَ يَقْرَاُ الْعَبْدُ فَيَقُوْلُ (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ) فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى حَمِدَنِىْ عَبْدِىْ فَيَقُوْلُ (الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ) فَيَقُوْلُ اللّٰهُ اَثْنٰى عَلَىَّ عَبْدِىْ فَيَقُوْلُ (مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ) فَيَقُوْلُ مَجَّدَنِىْ عَبْدِىْ وَهٰذَا لِىْ وَبَيْنِىْ وَبَيْنَ عَبْدِىْ (اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ) وَاٰخِرُ السُّوْرَةِ لِعَبْدِىْ وَلِعَبْدِىْ مَا سَاَلَ يَقُوْلُ (اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اختلافِ سند: وَقَدْ رَوٰى شُعْبَةُ وَاِسْمٰعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَرَوٰى ابْنُ جُرَيْجٍ وَّمَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِى السَّائِبِ مَوْلٰى هِشَامِ بْنِ زُهْرَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ

2877۔ اخرجه مالك (٨٤): كتاب الصلاة: باب: القرأة خلف الامام فيما لا يجهر فيه بالقرأة، حديث (٣٩)، و مسلم (٢٦٢/٢ - الابى): كتاب الصلاة: باب: وجوب قرأة الفاتحة فى كل ركعة، حديث (٣٩٥/٣٨)، و ابوداؤد (٢٧٦/١): كتاب الصلاة: باب: من ترك القرأة فى صلاته بفاتحة الكتاب، حديث (٨٢١)، و النسائى (١٣٥/٢): كتاب الافتتاح: باب: ترك قرأة بسم الله الرحمن الرحيم من فاتحة الكتاب، حديث (٩٠٩)، و ابن ماجه (٢٧٣/١): كتاب اقامة الصلاة: باب: القرأة خلف الامام، حديث (٨٣٨)، (١٢٤٣/٢): كتاب الادب: باب: ثواب القرآن، حديث (٣٧٨٤)، و احمد (٢٥٠/٢، ٢٨٥، ٢٨٦، ٤٦٠، ٤٨٧، ٢٤١، ٤٥٧، ٤٧٨)، و ابن خزيمة (٢٤٧/١)، حديث (٤٨٩)، (٢٥٢/٢)، حديث (٥٠٢)، (٢٤٨/٢)، حديث (٤٩٠)، و الحميدى (٤٣٠/٢)، حديث (٩٧٣، ٩٧٤).

هٰذَا وَرَوٰى ابْنُ اَبِىْ اُوَيْسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنِىْ اَبِىْ وَاَبُو السَّائِبِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا اَخْبَرَنَا بِذٰلِكَ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى وَيَعْقُوْبُ بْنُ سُفْيَانَ الْفَارِسِىُّ قَالَا حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اَبِىْ اُوَيْسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنِىْ اَبِىْ وَاَبُو السَّائِبِ مَوْلٰى هِشَامِ بْنِ زُهْرَةَ وَكَانَا جَلِيْسَيْنِ لِاَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ صَلّٰى صَلَاةً لَّمْ يَقْرَاْ فِيْهَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَهِىَ خِدَاجٌ غَيْرُ تَمَامٍ

اختلافِ روایت: وَلَيْسَ فِىْ حَدِيْثِ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اَبِىْ اُوَيْسٍ اَكْثَرُ مِنْ هٰذَا وَسَاَلْتُ اَبَا زُرْعَةَ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَقَالَ كِلَا الْحَدِيْثَيْنِ صَحِيْحٌ وَّاحْتَجَّ بِحَدِيْثِ ابْنِ اَبِىْ اُوَيْسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ الْعَلَاءِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص نماز پڑھتے ہوئے سورت فاتحہ نہ پڑھے' اس کی نماز نامکمل ہوتی ہے اس کی نماز نامکمل ہوتی وہ پوری نہیں ہوتی۔

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے کہا: اے ابوہریرہ! بعض اوقات میں امام کے پیچھے بھی ہوتا ہوں (تو کیا میں اس وقت بھی تلاوت کروں گا) انہوں نے فرمایا: اے فارسی کے بیٹے! تم اسے دل میں پڑھ لو۔

کیونکہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے: میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان میں دو حصوں میں تقسیم کر لیا ہے' نصف حصہ میرے لیے اور نصف حصہ میرے بندے کے لیے ہے' اور میرا بندہ جو مانگتا ہے وہ اس کو ملے گا' بندہ کھڑا ہو کر یہ پڑھتا ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بندے نے میری حمد بیان کی' پھر بندہ یہ کہتا ہے: الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: بندے نے میری تعریف کی' پھر بندہ پڑھتا ہے: مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی' یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ' اور سورت کا آخری حصہ میرے بندے کے لیے ہے' اور میرا بندہ جو مانگتا ہے اس کو وہ ملے گا وہ یہ کہتا ہے: اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

شعبہ' اسماعیل' اور ان کے علاوہ دیگر راویوں نے' علاء بن عبدالرحمٰن سے ان کے والد کے حوالے سے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی کی مانند یہ حدیث نقل کی ہے۔

ابن جریج اور امام مالک نے علاء بن عبدالرحمٰن کے حوالے سے' ابوسعید کے حوالے سے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ نے اس کی مانند روایت نقل کی ہے۔

ابن ابی اویس نے اپنے والد کے حوالے سے' علاء بن عبدالرحمٰن کے حوالے سے' یہ روایت نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: میرے والد اور ابوسعید نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند روایت نقل کی ہے۔

◆◆ علاء بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں: میرے والد اور ابوسائب نے یہ بات بیان کی ہے۔ یہ دونوں حضرات

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں۔ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے یہ روایت نقل کی ہے۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص نماز پڑھتے ہوئے اس میں سورت فاتحہ نہیں پڑھتا تو وہ نماز نامکمل ہوتی ہے وہ پوری نہیں ہوتی۔
اسماعیل بن ابواویس کی نقل کردہ روایت میں اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: میں نے اس بارے میں امام ابوزرعہ سے سوال کیا' تو انہوں نے فرمایا: یہ دونوں روایات مستند ہیں۔
انہوں نے ابن ابی اویس کی اپنے والد کے حوالے سے' علاء سے نقل کردہ روایت کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔

2878 اَخْبَرَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَعْدٍ اَنْبَاَنَا عَمْرُو بْنُ اَبِىْ قَيْسٍ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ حُبَيْشٍ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ

متن حدیث: اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالِسٌ فِى الْمَسْجِدِ فَقَالَ الْقَوْمُ هٰذَا عَدِىُّ بْنُ حَاتِمٍ وَّجِئْتُ بِغَيْرِ اَمَانٍ وَّلَا كِتَابٍ فَلَمَّا دُفِعْتُ اِلَيْهِ اَخَذَ بِيَدِىْ وَقَدْ كَانَ قَالَ قَبْلَ ذٰلِكَ اِنِّىْ لَاَرْجُو اَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ يَدَهٗ فِىْ يَدِىْ قَالَ فَقَامَ فَلَقِيَتْهُ امْرَاَةٌ وَّصَبِىٌّ مَعَهَا فَقَالَا اِنَّ لَنَا اِلَيْكَ حَاجَةً فَقَامَ مَعَهُمَا حَتّٰى قَضٰى حَاجَتَهُمَا ثُمَّ اَخَذَ بِيَدِىْ حَتّٰى اَتٰى بِىْ دَارَهٗ فَاَلْقَتْ لَهُ الْوَلِيْدَةُ وِسَادَةً فَجَلَسَ عَلَيْهَا وَجَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ مَا يُفِرُّكَ اَنْ تَقُوْلَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَهَلْ تَعْلَمُ مِنْ اِلٰهٍ سِوَى اللّٰهِ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ ثُمَّ تَكَلَّمَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ اِنَّمَا تَفِرُّ اَنْ تَقُوْلَ اللّٰهُ اَكْبَرُ وَتَعْلَمُ اَنَّ شَيْئًا اَكْبَرُ مِنَ اللّٰهِ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ فَاِنَّ الْيَهُوْدَ مَغْضُوْبٌ عَلَيْهِمْ وَاِنَّ النَّصَارٰى ضُلَّالٌ قَالَ قُلْتُ فَاِنِّىْ جِئْتُ مُسْلِمًا قَالَ فَرَاَيْتُ وَجْهَهٗ تَبَسَّطَ فَرَحًا قَالَ ثُمَّ اَمَرَ بِىْ فَاُنْزِلْتُ عِنْدَ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ جَعَلْتُ اَغْشَاهُ اٰتِيهِ طَرَفَىِ النَّهَارِ قَالَ فَبَيْنَمَا اَنَا عِنْدَهٗ عَشِيَّةً اِذْ جَآءَهٗ قَوْمٌ فِىْ ثِيَابٍ مِّنَ الصُّوفِ مِنْ هٰذِهِ النِّمَارِ قَالَ فَصَلّٰى وَقَامَ فَحَثَّ عَلَيْهِمْ ثُمَّ قَالَ وَلَوْ صَاعٌ وَّلَوْ بِنِصْفِ صَاعٍ وَّلَوْ بِقَبْضَةٍ وَّلَوْ بِبَعْضِ قَبْضَةٍ يَّقِى اَحَدُكُمْ وَجْهَهٗ حَرَّ جَهَنَّمَ اَوِ النَّارِ وَلَوْ بِتَمْرَةٍ وَّلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَاِنَّ اَحَدَكُمْ لَاقِى اللّٰهَ وَقَائِلٌ لَهٗ مَا اَقُوْلُ لَكُمْ اَلَمْ اَجْعَلْ لَكَ سَمْعًا وَّبَصَرًا فَيَقُوْلُ بَلٰى فَيَقُوْلُ اَلَمْ اَجْعَلْ لَكَ مَالًا وَّوَلَدًا فَيَقُوْلُ بَلٰى فَيَقُوْلُ اَيْنَ مَا قَدَّمْتَ لِنَفْسِكَ فَيَنْظُرُ قُدَّامَهٗ وَبَعْدَهٗ وَعَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ ثُمَّ لَا يَجِدُ شَيْئًا يَّقِى بِهٖ وَجْهَهٗ حَرَّ جَهَنَّمَ لِيَقِ اَحَدُكُمْ وَجْهَهُ النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ فَاِنِّىْ لَا اَخَافُ عَلَيْكُمُ الْفَاقَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ نَاصِرُكُمْ وَمُعْطِيكُمْ حَتّٰى تَسِيْرَ الظَّعِيْنَةُ فِيْمَا بَيْنَ يَثْرِبَ وَالْحِيْرَةِ اَوْ اَكْثَرَ مَا تَخَافُ عَلٰى مَطِيَّتِهَا السَّرَقَ قَالَ فَجَعَلْتُ اَقُوْلُ فِىْ نَفْسِىْ فَاَيْنَ لُصُوْصُ طَيِّئٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ وَّرَوٰى شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ حُبَيْشٍ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهٖ

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ اس وقت

مسجد میں تشریف فرما تھے۔لوگوں نے بتایا: یہ حاتم کا بیٹا عدی ہے۔ میں چونکہ کوئی امان لیے بغیر اور کسی تحریری (معاہدے) کے بغیر حاضر ہوا تھا اس لیے جب میں آپ ﷺ کے پاس لایا گیا' تو آپ ﷺ نے میرا ہاتھ تھام لیا۔ آپ ﷺ اس سے پہلے ہی اپنے اصحاب سے یہ کہہ چکے تھے: امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے گا۔ پھر نبی اکرم ﷺ مجھے ساتھ لے کر کھڑے ہوئے' تو ایک خاتون اپنے بچے کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کے پاس آئی اور عرض کی: ہمیں آپ ﷺ سے کچھ کام ہے۔ نبی اکرم ﷺ اس کے ساتھ گئے اور اس کا کام کر کے واپس آئے اور میرا ہاتھ دوبارہ پکڑ لیا اور اپنے گھر لے گئے۔ ایک بچی نے نبی اکرم ﷺ کے لیے بچھونا بچھا دیا' جس پر آپ ﷺ تشریف فرما ہو گئے۔ میں آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا۔ پھر اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی' پھر مجھ سے دریافت کیا: تمہیں کلمہ پڑھنے سے کون سی چیز روکتی ہے؟ کیا تمہارے علم میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور بھی معبود ہے؟ میں نے جواب دیا: نہیں۔ پھر آپ ﷺ اس کے بعد کچھ دیر تک گفتگو کرتے رہے پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اللہ اکبر کہنے سے اس لیے بھاگ رہے ہو کہ تم اسے سے بڑی کسی چیز کے بارے میں جانتے ہو؟ تو میں نے عرض کی: نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہودیوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوگا' اور عیسائی گمراہی کا شکار ہیں' حضرت عدی بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: میں ایک خالص مسلمان ہوں۔ حضرت عدی بیان کرتے ہیں: میں نے دیکھا: نبی اکرم ﷺ کا چہرۂ مبارک خوشی سے کھل اٹھا۔ پھر آپ ﷺ نے میرے بارے میں حکم دیا اور مجھے ایک انصاری کے ہاں (مہمان کے طور پر) ٹھہرنے کے لیے فرمایا۔ میں صبح شام آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے لگا۔ ایک مرتبہ میں رات کے وقت آپ ﷺ کی خدمت میں موجود تھا اسی دوران کچھ لوگ آئے، انہوں نے اون سے بنے ہوئے دھاری دار کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے نماز پڑھنے کے بعد تقریر کرتے ہوئے صدقہ دینے کی ترغیب دی اور ارشاد فرمایا: (تم لوگ صدقہ کرو)' خواہ ایک صاع ہو یا نصف صاع ہو یا ایک مٹھی جتنی کوئی چیز ہو یا مٹھی کے کچھ حصے جتنی ہو آدمی اپنے آپ کو جہنم کی گرمی سے بچائے' خواہ ایک کھجور کے ذریعے یا کھجور کے ایک ٹکڑے کے ذریعے بچائے کیونکہ ہر شخص نے اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے اس وقت اللہ تعالیٰ بندے سے جو فرمائے گا: وہ میں تمہیں بیان کر رہا ہوں (اللہ تعالیٰ فرمائے گا) کیا میں نے تمہیں سماعت اور بصارت عطا نہیں کی تھی؟ تو بندہ جواب دے گا جی ہاں! تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا میں نے تمہیں مال اور اولاد عطا نہیں کیے تھے؟ تو وہ جواب دے گا: جی ہاں! تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا. وہ کہاں ہے' جو تم نے اپنے لیے آگے بھیجا تھا؟ یعنی تم نے اپنے لیے آگے کیا بھیجا ہے؟ تو وہ شخص اپنے آگے اپنے پیچھے اپنے دائیں اپنے بائیں دیکھے گا' تو اسے ایسے کوئی چیز نہیں ملے گی جو اسے جہنم کی تپش سے بچا سکے۔

(نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں) تو ہر شخص کو جہنم سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے' خواہ نصف کھجور کے ذریعے بچائے اگر وہ بھی نہ ملے تو پاکیزہ بات کے ذریعے بچانے کی کوشش کرے۔ مجھے تمہارے بارے میں یہ اندیشہ نہیں ہے کہ تم فقر وفاقہ کا شکار ہو جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ تمہارا امدادگار ہے وہ تمہیں عطا کرے گا، (یہاں تک کہ ایک وہ وقت آئے گا) جب کوئی عورت مدینہ منورہ سے حیرہ تک کا یا اس سے بھی زیادہ سفر کرے گی اور اسے یہ اندیشہ بھی نہیں ہوگا کہ اس کی سواری چوری ہو جائے گی۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے دل میں سوچا اس وقت طے قبیلے کے چور کہاں ہوں گے؟

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف سماء بن حرب کی نقل کردہ روایت کے طور پر

جانتے ہیں۔

شعبہ نے اس روایت کو سماک بن حرب کے حوالے سے' عباد بن حبیش کے حوالے سے' حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے' جو طویل حدیث ہے۔

2878/1 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ حُبَيْشٍ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَلْيَهُوْدُ مَغْضُوْبٌ عَلَيْهِمْ وَالنَّصَارٰى ضُلَّالٌ

فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهِ

◆◆ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں: یہود وہ لوگ ہیں' جن پر غضب ہوگا' اور عیسائی وہ لوگ ہیں' جو گمراہی کا شکار ہیں۔

پھر انہوں نے یہ طویل حدیث بیان کی ہے۔

شرح

سورۃ فاتحہ کی وجہ تسمیہ اور اس کے نام:

لفظ ''فاتحہ'' کا معنی ہے: آغاز کرنا، شروع کرنا۔ یہ سورۃ قرآن کی پہلی سورت ہے، اس لیے اسے ''فاتحہ'' کہا جاتا ہے۔ یہ سورت ایک رکوع، سات آیات، پچیس کلمات اور ایک سو تیرہ (۱۱۳) حروف پر مشتمل ہے۔

سورۃ فاتحہ کے متعدد نام ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) سورۃ الفاتحہ: یہ سورت قرآن کے آغاز میں موجود ہے۔

(۲) ام القرآن: یہ سورت قرآن کریم کے تمام مضامین کی جامع اور تلخیص ہے۔

(۳) سورۃ صلوٰۃ: نماز کی ہر رکعت میں یہ سورت پڑھی جاتی ہے۔

(۴) سرۃ الدعاء: یہ سورت دعائیہ کلمات پر مشتمل ہے۔

(۵) سورۃ الشفاء: اس سورت کی تلاوت سے دم کرنا ہر مرض کا علاج ہے۔

(۶) سورۃ الوافیۃ: اس کی تلاوت سے ہر مقصد پورا ہوتا ہے۔

(۷) سورۃ المثانی: اس سورت کی بار بار تلاوت کی جاتی ہے۔

نماز میں سورۃ فاتحہ تلاوت کرنے میں مذاہب آئمہ:

اس بات میں تمام آئمہ فقہ کا اتفاق ہے کہ نماز کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ تلاوت کی جاتی ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس

2878/1۔ اخرجه احمد (۳۷۸/٤)۔

سورت کی تلاوت کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ سورۃ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے۔ آپ کے دلائل درج ذیل ہیں:

(i) ارشاد ربانی ہے: فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ (المزمل: ۲۰) ''قرآن کا جو حصہ بھی آسان معلوم ہو پڑھ لو''۔

(ii) ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: اِقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآن (الصحیح للبخاری جلد اول ص ۱۰۶) ''جتنا قرآن آسان محسوس کرو پڑھ لو''۔

(iii) فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: من صلی صلوۃ لم یقرأ فیھا بام القرآن فصلاتہ خداج ای غیر تمام ۔ ''جس شخص نے نماز پڑھی اس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز ناقص یعنی نامکمل ہے''۔

(۲) حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک سورۃ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے، اس کی حیثیت رکن کی ہے اور اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ انہوں نے اس مشہور روایت سے استدلال کیا ہے: لا صلوۃ ممن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب ''یعنی جس شخص نے سورۃ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں ہے''۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جمہور کی اس دلیل کا جواب دیا جاتا ہے کہ سنن نسائی اور صحیح مسلم میں بھی یہ روایت موجود ہے، جس کے آخر میں ''فصاعدا'' کے الفاظ بھی ہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ یوں ہیں: لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب وما تیسر من القرآن بعدھا یعنی سورۃ فاتحہ اور اس کے بعد کچھ قرآن پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی''۔ بعض روایات میں ''مھما شیء'' کے الفاظ بھی موجود ہیں۔ ان تمام روایات کو ملانے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ سورۃ فاتحہ کو نماز میں رکن کے طور پر پڑھنا یا اسے فرض قرار دینا درست نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان سورۃ فاتحہ کی تقسیم:

حدیث قدسی کے مطابق سورۃ فاتحہ اللہ تعالیٰ اور بندے کے مابین نصف نصف تقسیم کی گئی ہے۔ اس کی تفصیل حدیث باب میں مذکور ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بقول سورۃ فاتحہ کی آیات کی قدرے تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: میں برکات کا خزینہ ہے۔

(۲) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ: میں نعمت باری تعالیٰ کا خزینہ ہے۔

(۳) اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا خزانہ ہے۔

(۴) مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ: میں عدالت باری تعالیٰ کا خزانہ ہے۔

(۵) اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ: میں تقویٰ وطہارت کا خزینہ ہے۔

(۶) اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ: میں باری تعالیٰ کی ہدایت کا خزینہ ہے۔

(۷) صِرَاطَ الَّذِيْنَ: میں عبرت وسبق آموزی کا خزینہ ہے۔

(۸) غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ: سے مراد یہود ہیں، جن کے پاس علم تھا لیکن انکار کے باعث وہ غضب خداوندی کے حق دار

قرار پائے۔

(۹) وَلَا الضَّآلِّیْنَ: سے نصاریٰ (عیسائی) ہیں جو جہالت کی وجہ سے گمراہی کا شکار ہوئے۔

بقول امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ دونوں گمراہ تھے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے حقدار بھی تھے۔ یہود کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے: فَبَآءُوْا بِغَضَبٍ عَلٰی غَضَبٍ (البقرہ:۹۰) اسی سبب لوگ سخت غضب کے حقدار ہوئے"۔ نصاریٰ کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے: وَضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ (المائدہ:۷۷) "وہ سیدھی راہ سے بھٹک گئے"۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ

باب 3: سورہ بقرہ سے متعلق روایات

2879 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ وَّابْنُ اَبِیْ عَدِيٍّ وَّمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَّعَبْدُ الْوَهَّابِ قَالُوْا حَدَّثَنَا عَوْفُ بْنُ اَبِیْ جَمِيْلَةَ الْاَعْرَابِیُّ عَنْ قَسَامَةَ بْنِ زُهَيْرٍ عَنْ اَبِیْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی خَلَقَ اٰدَمَ مِنْ قَبْضَةٍ قَبَضَهَا مِنْ جَمِيْعِ الْاَرْضِ فَجَآءَ بَنُوْ اٰدَمَ عَلٰی قَدْرِ الْاَرْضِ فَجَآءَ مِنْهُمُ الْاَحْمَرُ وَالْاَبْيَضُ وَالْاَسْوَدُ وَبَيْنَ ذٰلِكَ وَالسَّهْلُ وَالْحَزْنُ وَالْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو (مٹی کی) مٹھی سے پیدا کیا جسے اس نے پوری روئے زمین سے اکٹھا کیا تھا یہی وجہ ہے' حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے کسی کا رنگ سرخ ہے کسی کا سفید ہے کسی کا سیاہ ہے کسی کا ان کے درمیان کا کوئی رنگ ہے کوئی نرم مزاج ہے کوئی سخت ہے کوئی خبیث طبیعت کا مالک ہے' کوئی پاکیزہ طبیعت کا مالک ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

لوگوں کے رنگ اور اخلاق مختلف ہونے کی وجہ:

دور حاضر میں ہم لوگوں کی رنگت اور مزاجوں کا جائزہ لیتے ہیں تو سب یکساں نہیں ہیں بلکہ کسی قوم کا رنگ سیاہ ہے مثلاً حبشی لوگ' کسی کا سفید ہے مثلاً انگریز لوگ' کسی کا سرخ ہے اور کسی کا ان تمام رنگوں کی آمیزش سے وجود میں مثلاً پنجاب کے لوگوں کا رنگ گندمی ہے۔ اسی طرح مختلف اقوام کے مزاج و طبیعت میں بھی تفاوت ہے۔ کوئی قوم نرم مزاج، بردبار اور صابر و شاکر ہے جبکہ دوسری قوم کے مزاج میں سختی اور کثافت ہے۔ سوال یہ ہے کہ اقوام عالم میں رنگت اور طبیعت کے اعتبار سے تفاوت کیوں ہے؟ اس کا

2879- اخرجه ابوداؤد (۲/ ۶۳۴): كتاب السنة: باب: في القدر، حديث (۴۶۹۳)، واحمد (۴/ ۴۰۰، ۴۰۶)، و ابن حبان حديث (۶۱۶۰)۔

جواب زیر بحث حدیث میں دیا گیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے وقت پوری روئے زمین سے مٹی حاصل کی گئی۔ زمین کے مطابق اولاً حضرت آدم علیہ السلام سے مختلف رنگت کی اقوام وجود میں آئیں اور اسی وجہ سے ان کے مزاج میں بھی تفاوت ہوگیا۔ آدم ثانی (حضرت نوح علیہ السلام) کے بعد یہی رنگت ان کے تین بیٹوں میں ظاہر ہوئی اور طبیعتوں میں تفاوت بھی نمایاں ہوا۔ پھر نسل در نسل رنگوں اور مزاجوں کی تفاوت کا سلسلہ چلتا رہا حتیٰ کہ ہم تک پہنچا۔ یہی وجہ ہے کہ عصر حاضر میں ہر قسم کے رنگ اور طبیعت کے لوگ موجود ہیں۔ کوئی شخص خوبصورت ہے لیکن اکھڑ مزاج ہے اور کوئی بدصورت ہے مگر نرم مزاج و اعلیٰ اخلاق کا مالک ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

2880 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: فِیْ قَوْلِهٖ (ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا) قَالَ دَخَلُوْا مُتَزَحِّفِيْنَ عَلٰى اَوْرَاكِهِمْ اَیْ مُنْحَرِفِيْنَ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے: "تم لوگ سجدہ کرتے ہوئے دروازے میں داخل ہونا ہے۔"

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: وہ لوگ سرین کے بل گھسٹتے ہوئے دروازے میں داخل ہوئے تھے یعنی انہوں نے اس حکم سے انحراف کیا تھا۔

2881 وَبِهٰذَا الْاِسْنَادِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِیْ قِيْلَ لَهُمْ) قَالَ قَالُوْا حَبَّةٌ فِیْ شَعْرَةٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اس سند کے ہمراہ نبی اکرم ﷺ سے یہ بات بھی منقول ہے (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

"تو جن لوگوں نے ظلم کیا انہوں نے اس لفظ کو تبدیل کر دیا اور اس سے مختلف کیا جو ان سے کہا گیا تھا۔"

نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے۔ ان لوگوں نے "حَبَّةٌ فِیْ شَعْرَةٍ" کہا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

نافرمانی کے سبب بنی اسرائیل کی ہلاکت:

سورۃ بقرہ قرآن کریم کی سب سے طویل سورت ہے جو چالیس رکوعات، دو سو چھیاسی آیات، چھ ہزار اکیس کلمات اور باون لاکھ پچاس ہزار حروف پر مشتمل ہے۔ یہ سورۃ مدنی ہے۔ قوم بنی اسرائیل کی نافرمانی مشہور ہے۔ سورۃ بقرہ میں قوم بنی اسرائیل کا

2880۔ اخرجه البخاری (۱٤/۸): کتاب التفسیر: باب: (و اذ قلنا ادخلوا هذه القریة فکلوا منها حیث شئتم)، حدیث (٤٤٧٩)، و مسلم (۲۳۱۲/٤): کتاب التفسیر: باب: (۔) حدیث (۱/۱۵، ۳۰)، و احمد (۲/۳۱۲، ۳۱۸)۔

ایک عبرت ناک واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں حکم دیا گیا کہ وہ ''میدان تیہ'' سے نکل کر بستی میں داخل ہو جائیں اور اس میں اپنی پسند کی جو چیز چاہیں کھا سکتے ہیں لیکن بستی کے دروازہ سے سجدہ کی حالت میں اور زبان سے توبہ توبہ کے دعائیہ کلمات کہتے ہوئے داخل ہوں۔ اگر انہوں نے ایسا کیا تو ان کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے اور انہیں مزید نعمتوں اور انعامات سے نوازا جائے گا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کی، سجدہ کی بجائے سرین کے بل اور توبہ توبہ کی بجائے ''گون میں غلہ'' کہتے ہوئے دروازہ سے داخل ہوئے۔ اس نافرمانی کے باعث ان پر طاعون کی صورت میں عذاب نازل کیا گیا جس کے نتیجہ میں ستر ہزار افراد ہلاک ہو گئے۔

2882 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا اَشْعَثُ السَّمَّانُ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

متنِ حدیث: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فِيْ لَيْلَةٍ مُّظْلِمَةٍ فَلَمْ نَدْرِ اَيْنَ الْقِبْلَةُ فَصَلّٰى كُلُّ رَجُلٍ مِّنَّا عَلٰى حِيَالِهِ فَلَمَّا اَصْبَحْنَا ذَكَرْنَا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَتْ (فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ اَشْعَثَ السَّمَّانِ اَبِى الرَّبِيْعِ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَاَشْعَثُ يُضَعَّفُ فِى الْحَدِيْثِ

◆◆ عبداللہ بن عامر اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں شریک تھے انتہائی تاریک رات تھی۔ ہمیں یہ اندازہ نہیں ہوا کہ قبلہ کس سمت میں ہے؟ تو ہم میں سے ہر شخص نے اس طرف منہ کر کے نماز ادا کر لی جس طرف اس کا رخ ہوا۔ صبح کے وقت ہم نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا' تو یہ آیت نازل ہوئی:

''تم جس طرف بھی منہ پھیر لو' اللہ تعالیٰ کی ذات اسی طرف ہوگی۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے ہم اسے صرف اشعث سمان نامی راوی کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں' جو انہوں نے عاصم بن عبیداللہ سے نقل کی ہے۔

اشعث کو علم حدیث میں ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

2883 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ اَبِىْ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّىْ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ تَطَوُّعًا اَيْنَمَا تَوَجَّهَتْ بِهٖ وَهُوَ جَاءٍ مِّنْ مَّكَّةَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ ثُمَّ قَرَاَ ابْنُ عُمَرَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ) الْاٰيَةَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ فَفِيْ هٰذَا اُنْزِلَتْ

2883۔ اخرجه مسلم (۲۱/۳): كتاب صلاة المسافرين و قصرها: باب: جواز صلاة النافلة على الدابة من السفر حيث تو جهت، حديث (۷۰۰/۳۳)، و النسائي (۲٤٤/۱): كتاب الصلاة: باب: الحال التي يجوز فيها استقبال غير القبلة، حديث (٤٩١)، و احمد (۲۰/۲، ٤١١)، و ابن خزيمة (۲۵۲/۲) حديث (۱۲٦۷)، (۲۵۳/۲)، حديث (۱۲٦۹).

هٰذِهِ الْاٰيَةُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

مذاہب فقہاء: وَيُرْوٰى عَنْ قَتَادَةَ اَنَّهُ قَالَ فِي هٰذِهِ الْاٰيَةِ (وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ) قَالَ قَتَادَةُ هِيَ مَنْسُوخَةٌ نَسَخَهَا قَوْلُهُ (فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ) اَيْ تِلْقَائَهُ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ اپنی سواری پر ہی نفل ادا کرلیا کرتے تھے' خواہ اس سواری کارخ کسی بھی سمت ہو'اس وقت جب آپ ﷺ مکہ سے مدینہ شریف لا رہے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ آیت تلاوت کی:

''مشرق اور مغرب اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تھی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

قتادہ کے حوالے سے' یہ بات نقل کی گئی ہے۔انہوں نے اس آیت کے بارے میں یہ فرمایا ہے۔

''اور مشرق اور مغرب اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں تم جس طرف بھی منہ کرو گے اللہ تعالیٰ کی ذات وہیں ہوگی۔''

قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ آیت منسوخ ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان نے اسے منسوخ کردیا ہے۔

''تو تم اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیرلو۔''

اس سے مراد یہ ہے: اس کی سمت میں پھیرلو۔

2884/1 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِي الشَّوَارِبِ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ

وَيُرْوٰى عَنْ مُجَاهِدٍ فِي هٰذِهِ الْاٰيَةِ (فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ) قَالَ فَثَمَّ قِبْلَةُ اللّٰهِ

حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ اَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ النَّضْرِ بْنِ عَرَبِيٍّ عَنْ مُجَاهِدٍ بِهٰذَا

یہ بات محمد بن عبدالملک نے اپنی سند کے ہمراہ قتادہ سے نقل کی ہے۔

اس آیت کے بارے میں مجاہد سے یہ بات روایت کی گئی ہے۔(ارشاد باری تعالیٰ ہے):

''تو تم جس طرف بھی رخ کرلو اسی طرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہوگی۔''

مجاہد فرماتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے: اللہ تعالیٰ کا قبلہ اسی سمت میں ہوگا۔

یہ بات ابوکریب نے اپنی سند کے ہمراہ مجاہد سے نقل کی ہے۔

2884/1۔ اخرجه البخاري (۱۸/۸): كتاب التفسير: باب: قوله: (واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى)، حديث (۴۴۸۳)، و ابن ماجه (۳۲۲/۱): كتاب اقامة الصلاة و السنة فيها: باب: القبلة، حديث (۱۰۰۹)، و احمد (۲۳/۱، ۲۴، ۳۶).

شرح

جہت قبلہ معلوم نہ ہونے کی صورت میں جہت تحرّی قبلہ ہونا:

نماز کا وقت ہونے پر جہت قبلہ معلوم نہ ہو تو جس جہت کو تحری کے بعد متعین کر لیا جائے، وہی جہت قبلہ ہوگی اور اس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کی جائے۔ اگر اس جہت کے تعین میں غلطی بھی ہوگئی تو نماز درست ہوگی اور نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ دوران نماز جہت کعبہ متعین کرنے کا فلسفہ اور حکمت ملت اسلامیہ کی شیرازہ بندی ہے، کیونکہ کعبہ معبود نہیں ہے۔ معبود ذات خداوندی ہے اس لیے تحری کے بعد جو جہت قبلہ مقرر کی جائے اس کی جانب منہ کر کے نماز ادا کرنا جائز ہے، کیونکہ وہ نماز اللہ تعالیٰ کے لیے پڑھی گئی ہے۔

نفلی نماز میں مجبوری کے وقت جہت قبلہ ضروری نہیں ہے، کیونکہ یہ عبادت انفرادی معاملہ ہے' جس کے لیے جماعت بھی واجب نہیں ہے۔ تاہم فرائض اور واجبات میں جماعت واجب قرار دی گئی ہے' کیونکہ اس کا مقصد مسلمانوں کی شیرازہ بندی ہے۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ معبود حقیقی ہے، جو ہر جانب اور ہر جگہ موجود ہے۔

سوال: ارشاد خداوندی ہے: وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ (البقرہ:۱۱۵) ''مشرق ومغرب اللہ ہی کے لیے ہے'' سے معلوم ہوتا ہے کہ دوران نماز قبلہ کا رخ ہونا ضروری نہیں ہے۔ دوسرا ارشاد ربانی ہے: وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهٗ ط (البقرہ:۱۴۴) ''تم جہاں کہیں بھی ہو (نماز کے وقت) اپنے چہرے قبلہ کی طرف کر لو''۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز کے وقت منہ قبلہ رخ ہونا ضروری ہے۔ اس طرح دونوں آیات میں تعارض ہوا؟

جواب: (۱) پہلی آیت منسوخ ہے۔ لہٰذا اب نماز ادا کرتے وقت منہ قبلہ رخ کرنا فرض ہے۔

(۲) یہاں ناسخ ومنسوخ کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ ارشاد ربانی ہے: وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ کے بارے میں ایک تاریخی حقیقت ہے۔ وہ یہ ہے کہ تحویل قبلہ کے بعد یہودیوں کی طرف سے مسلمانوں پر یہ اعتراض کیا گیا تھا کہ مسلمانوں نے جتنی نمازیں بیت المقدس کی طرف رخ کر کے ادا کی ہیں وہ سب کی سب بے کار ہوگئیں اور ان کا کوئی اجر وثواب نہیں ملے گا۔ مسلمانوں کی طرف سے اللہ تعالیٰ نے بایں الفاظ جواب دیا: وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ کہ مسلمان تسلی رکھیں اللہ تعالیٰ معبود حقیقی ہے جو ہر جہت وسمت میں موجود ہے۔ لہٰذا بیت المقدس کی طرف پڑھی جانے والی نمازیں بے کار ہرگز نہیں ہیں بلکہ ان کا اجر وثواب دیا جائے گا۔

2884/2 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ

متنِ حدیث: أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ صَلَّيْنَا خَلْفَ الْمَقَامِ فَنَزَلَتْ (وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى)

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! اگر ہم مقام ابراہیم کے پاس نفل ادا کریں (تو یہ مناسب ہوگا)؟ تو یہ آیت نازل ہوئی:

''مقام ابراہیم کو جائے نماز بنالو''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2885 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيلُ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

متن حدیث: قُلْتُ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوِ اتَّخَذْتَ مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى فَنَزَلَتْ (وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ ابْنِ عُمَرَ

◄► حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی ہے: میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! اگر آپ مقام ابراہیم کو جائے نماز بنالیں (تو یہ مناسب ہوگا) تو یہ آیت نازل ہوئی:

''تم لوگ مقام ابراہیم کو جائے نماز بنالو''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث منقول ہے۔

شرح

''وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى'' کا شان نزول:

ایک دفعہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: یارسول اللہ! کاش ہم مقام ابراہیم کے پاس نماز ادا کرتے، اس موقع پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی:

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى ''تم مقام ابراہیم کے پاس نماز ادا کرو''۔ اس آیت میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ تم مقام ابراہیم کے پاس نماز ادا کرو۔ مطلب یہ ہے کہ طواف بیت اللہ سے فراغت پر یہاں نوافل ادا کرو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین، دیگر صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور طواف بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے والے عام مسلمان یہاں نماز ادا کرتے رہے اور تا قیامت لوگ ادا کرتے رہیں گے۔

یاد رہے ''مقام ابراہیم'' ایک خوبصورت پتھر ہے' جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم مبارک کا نشان ہے اور یہ پتھر چودہ انچ مربع کا ہے جسے شیشے کے خول میں مقفل کیا گیا ہے جبکہ اوپر پیتل کی جالی لگائی گئی ہے۔ یہ پتھر بیت اللہ سے چند گز کے فاصلے پر

باب کعبہ کے سامنے ہے، جس کے پاس ہمہ وقت حکومت سعودیہ کی طرف سے ایک سپاہی موجود ہوتا ہے اور عقیدت سے چومنے والے لوگوں کو سختی سے منع کرتا ہے۔ حکومتی نقطہ نظر کے مطابق اسے بوسہ دینا ممنوع ہے جبکہ زائرین جہاں اس پتھر کی زیارت کرتے ہیں وہاں اسے بوسہ دینے کی بھی کوشش کرتے ہیں۔ زیر بحث آیت سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی قدر و منزلت اور عظمت و فضیلت کا بھی اظہار ہوتا ہے۔ آپ کی شان وفضیلت میں کئی آیات نازل ہوئیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے۔ آپ نے بطور مشورہ بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کر کے اسے حقیقت بنا دکھایا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اولیاء وصالحین کی رائے اور مشورے کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عظیم مقام ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ اسی طرح کر دیتا ہے۔

2886 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ

متنِ حدیث: عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ قَوْلِهٖ (وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا) قَالَ عَدْلًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں ہے۔

''اور اسی طرح ہم نے تمہیں وسط امت بنایا ہے۔''

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: اس سے مراد ''عادل'' ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2887 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ اَخْبَرَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: يُدْعٰى نُوْحٌ فَيُقَالُ هَلْ بَلَّغْتَ فَيَقُوْلُ نَعَمْ فَيُدْعٰى قَوْمُهٗ فَيُقَالُ هَلْ بَلَّغَكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ مَا اَتَانَا مِنْ نَّذِيْرٍ وَّمَا اَتَانَا مِنْ اَحَدٍ فَيُقَالُ مَنْ شُهُوْدُكَ فَيَقُوْلُ مُحَمَّدٌ وَّاُمَّتُهٗ قَالَ فَيُؤْتٰى بِكُمْ تَشْهَدُوْنَ اَنَّهٗ قَدْ بَلَّغَ فَذٰلِكَ قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى (وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا) وَالْوَسَطُ الْعَدْلُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ عَنِ الْاَعْمَشِ نَحْوَهٗ

2886۔ اخرجه البخاري (۳۲۸/۱۳): كتاب الاعتصام بالكتاب و السنة: باب: (و كذلك جعلنكم امة و سطا) (البقرة: ۱۴۳)، حديث (۷۳۴۹)، و ابن ماجه (۱۴۳۲/۲): كتاب الزهد: باب: صفة امة محمد صلى الله عليه وسلم، و احمد (۹/۳، ۳۲، ۵۸)، و عبد بن حميد ص (۲۸۶)، حديث (۹۱۳).

◄► حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: (قیامت کے دن) حضرت نوح علیہ السلام کو بلایا جائے گا' اوران سے دریافت کیا جائے گا: کیا تم نے تبلیغ کردی تھی تو وہ جواب دیں گے: جی ہاں۔ پھران کی قوم کو بلایا جائے گا' اوران سے یہ پوچھا جائے گا کیا انہوں نے تم تک تبلیغ کردی تھی؟ تو وہ جواب دیں گے ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا شخص نہیں آیا تھا' تو پھر (حضرت نوح علیہ السلام) سے پوچھا جائے گا: تمہارا گواہ کون ہے؟ تو پھر وہ جواب دیں گے: حضرت محمد ﷺ اوران کی امت۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: پھر تم لوگوں کو لایا جائے گا' تم لوگ گواہی دو گے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے تبلیغ کردی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے مراد یہی ہے:

''اوراس طرح ہم نے تم کو وسط امت بنایا ہے' تاکہ تم لوگوں پر گواہ بن جاؤ اور رسول تم پر گواہ بن جائے۔''

یہاں وسط سے مراد ''عدل'' ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

شرح

اُمتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم امام الانبیاء وافضل الرسل ہیں اور آپ کی امت خیر الامم کا درجہ رکھتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک جنت میں داخل نہیں ہوں گے، اس وقت تک کوئی نبی جنت میں داخل نہیں ہوگا اور آپ کی امت سے قبل کوئی امت جنت میں داخل نہیں ہوگی۔

احادیث باب میں امت محمدی کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اس امت کو ''امت وسط'' یعنی معتدل، انصاف پسند اور عادل قرار دیا گیا ہے۔ آسمانی احکام کے حوالے سے نصاریٰ افراط اور یہودی تفریط کا شکار تھے لیکن امت محمدیہ عقائد وافکار، احکام ومعاملات اور عبادات وریاضات کے اعتبار سے اعتدال پسند ہے۔ یہ امت افراط وتفریط کا شکار نہیں ہوئی بلکہ اعتدال پسند ہے' کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خیر الامور اوسطھا او کما قال علیہ السلام یعنی میانہ روی بہترین عمل ہے۔

اور یوں عرض کرے گی: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی امت کے خلاف گواہی دیں گے کہ یا اللہ! ہم نے ان کو تبلیغ کی، تیرے احکام پہنچائے اور اس سلسلے میں شب وروز خوب محنت کی لیکن انہوں نے ہماری بات نہ مانی۔ ہر نبی کی امت انکار کرے گی کہ اے الہ العالمین! انہوں نے ہمیں تبلیغ نہیں کی تھی۔ اس موقع پر انبیاء کے حق میں گواہی دینے کے لیے امت محمدی پیش کی جائے گی اور وہ گواہی دے گی: اے رب العالمین! انبیاء کرام بالکل سچ فرما رہے ہیں کہ انہوں نے خوب تبلیغ کی تھی اور تیرے احکام پہنچائے تھے۔ پہلی امتیں کہیں گی: اے الہ العالمین! امت محمدی تو ہمارے زمانہ میں موجود نہیں تھی بلکہ یہ لوگ بعد میں پیدا ہوئے، ان کی گواہی ہمارے خلاف ناقابل قبول ہے؟ امت محمدیہ اس کا جواب دے گی کہ خواہ ہم لوگ ان کے بعد پیدا

ہوئے مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں تفصیلات بیان کر دی تھیں۔ اس موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے حق میں گواہی دیں گے اور ان کی تصدیق فرمائیں گے۔ (مسند احمد بن حنبل جلد اول ص ۲۰۶)

بعض روایات میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس موقع پر دریافت کیا جائے گا کہ آپ اپنی امت کی حمایت وتصدیق فرما رہے ہیں کیا آپ کی امت عادل اور گواہی پیش کرنے کے قابل ہے؟ آپ جواب میں فرمائیں گے: ہاں! میری امت عادل اور گواہی دینے کے قابل ہے۔

اس مقام پر آیات قرآنی میں تین مضامین بیان ہوئے ہیں جن کا خلاصہ درج ذیل ہے:

(۱) قیامت کے دن تمام انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی امت کے خلاف گواہی دیں گے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی امت دعوت (کفار ومشرکین) کے خلاف گواہی دیں گے۔

(۲) امت محمدی سابقہ امتوں کے خلاف اور انبیاء علیہم السلام کی حمایت میں گواہی دے گی۔

(۳) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت دعوت کے خلاف گواہی دیں گے اور آپ کی امت آپ کی حمایت اور کفار ومشرکین کے خلاف گواہی دے گی۔

2888 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ إِسْرَآئِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ صَلَّى نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّةَ أَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ أَنْ يُوَجَّهَ إِلَى الْكَعْبَةِ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ (قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ) فَوُجِّهَ نَحْوَ الْكَعْبَةِ وَكَانَ يُحِبُّ ذٰلِكَ فَصَلَّى رَجُلٌ مَعَهُ الْعَصْرَ قَالَ ثُمَّ مَرَّ عَلٰى قَوْمٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ وَهُمْ رُكُوعٌ فِي صَلَاةِ الْعَصْرِ نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَقَالَ هُوَ يَشْهَدُ أَنَّهُ صَلّٰى مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَّهُ قَدْ وُجِّهَ إِلَى الْكَعْبَةِ قَالَ فَانْحَرَفُوا وَهُمْ رُكُوعٌ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

وَقَدْ رَوَاهُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ

◆◆ حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے سولہ یا سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز ادا کی۔ نبی اکرم ﷺ کو یہ بات پسندیدہ تھی کہ آپ کا رخ خانہ کعبہ کی طرف کر دیا جائے' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

''ہم نے آسمان کی طرف تمہارا چہرہ اٹھنا دیکھ لیا ہے ہم تمہیں اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے' جس سے تم راضی ہو گے تم اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لو''۔

تو آپ ﷺ کا رخ خانہ کعبہ کی طرف کر دیا گیا' کیونکہ آپ ﷺ اس کو پسند کرتے تھے۔

(حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) ایک شخص نے آپ ﷺ کے ہمراہ نماز ادا کی اس کا گزر انصاریوں کے پاس سے ہوا جو عصر کی نماز میں رکوع کی حالت میں تھے اور وہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کر رہے تھے تو اس شخص نے یہ کہا: وہ گواہی دے کر یہ بات بیان کرتا ہے کہ اس نے نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ نماز ادا کی ہے۔ آپ ﷺ کا رخ خانہ کعبہ کی طرف کر دیا گیا ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں: تو ان لوگوں نے رکوع کی حالت میں ہی اپنا رخ (خانہ کعبہ) کی طرف پھیر لیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اس کو سفیان ثوری نے ابواسحاق کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

2889 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متنِ حدیث: كَانُوْا رُكُوْعًا فِيْ صَلَاةِ الْفَجْرِ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ الْمُزَنِيِّ وَابْنِ عُمَرَ وَعُمَارَةَ بْنِ اَوْسٍ وَّاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بات بیان کی ہے: وہ لوگ فجر کی نماز میں رکوع کی حالت میں تھے۔

اس بارے میں حضرت عمرو بن عوف مزنی، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عمارہ بن اوس، حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہم) سے احادیث منقول ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

تحویل قبلہ:

ارشاد ربانی ہے:

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا ۖ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ

(البقرہ: ۱۴۴)

"بیشک ہم آپ کا چہرہ بار بار آسمان کی طرف اٹھتا ہوا دیکھ رہے ہیں، پس ہم ضرور آپ کا قبلہ اسے بنا دیں گے جسے آپ پسند کرتے ہیں۔ پس آپ اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف کر لیں"۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ ہجرت کے بعد سولہ یا سترہ ماہ تک مسلمان بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے رہے، یہودیوں کی طرف سے بطور طعن یہ اعتراض کیا جاتا تھا کہ یہ (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) عجیب نبی ہیں کہ ایک طرف ہماری مخالفت پر کمربستہ ہیں اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز بھی ادا کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی خواہش ظاہر فرمائی کہ ہمارا قبلہ کعبہ ہونا چاہیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد بنوسلمہ میں نماز ظہر کی امامت کروا رہے تھے ابھی دو رکعت نماز پڑھائی

تھی کہ حالت رکوع میں وحی نازل ہوئی ہم نے آپ کا قبلہ کعبہ بنا دیا ہے اور آپ اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف کر لیں۔ آپ نے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے شمال کی سمت اپنے چہرے پھیر لیے۔ جس مسجد میں تحویل قبلہ کا واقعہ پیش آیا تھا وہ ''مسجد قبلتین'' کے نام سے مشہور ہوگئی۔ بعدازاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عصر ''کعبہ'' کی طرف چہرہ انور کر کے پڑھائی۔ ایک صحابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کرنے کے بعد ''مسجد بنو حارثہ'' کے پاس سے گزرے اور انہوں نے دیکھا کہ مسلمان ''مسجد اقصیٰ'' کی طرف منہ کر کے نماز ادا کر رہے ہیں۔ انہیں حالت نماز میں تحویل قبلہ کی خوشخبری سنائی تو سب لوگوں نے حالت نماز میں اپنا رخ کعبہ کی جانب کر لیا۔ تحویل قبلہ کا واقعہ ۲ھ میں پیش آیا۔

2890 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ وَّاَبُوْ عَمَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ اِسْرَآئِيْلَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا وُجِّهَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْكَعْبَةِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ بِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ مَاتُوْا وَهُمْ يُصَلُّوْنَ اِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى (وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ اِيْمَانَكُمْ) الْاٰيَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ کا رخ خانہ کعبہ کی طرف کر دیا گیا' تو لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! ہمارے ان بھائیوں کا کیا ہوگا' جو اس حالت میں فوت ہوئے ہیں' کہ وہ بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے تھے' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: ''اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان (یعنی اعمال) کو ضائع نہیں کرے گا۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

مسجد اقصیٰ کی طرف پڑھی گئی نمازوں کا ثواب برقرار رہنا:

حدیث باب میں ایک اہم سوال کا جواب دیا گیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: یارسول اللہ! ہمارے وہ بھائی جو صرف بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گئے انہیں کعبہ کی طرف منہ کر کے ایک نماز بھی ادا کرنے کا موقع میسر نہ آیا، ان کی نمازوں کا کیا بنے گا؟ اس سوال کا جواب اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دیا ہے: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ اِيْمَانَكُمْ یعنی اللہ تعالیٰ کی شایان شان نہیں ہے کہ وہ تمہارے ایمان کو ضائع کر دے یعنی وہ لوگ مغفور ہیں اور ان کی نمازیں بھی مقبول ہیں''۔

تحویل قبلہ کے حوالے سے ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

انما كان يحب ان يتحول الى الكعبة لان اليهود قالوا يخالفنا محمد و يتبع قبلتنا فنزلت ۔ یعنی حضور

2890۔ اخرجه ابوداؤد (۶۳۱/۲): كتاب السنة: باب: الدليل على زيادة الايمان و نقصانه، حديث (۴۶۸۰)، و الدارمي (۲۸۱/۱۰)، كتاب الصلاة: باب: تحويل القبلة، و احمد (۳۴۷/۱، ۳۹۵، ۳۰۴، ۳۲۲)۔

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی پسند کرتے تھے کہ قبلہ تبدیل ہو کر کعبہ بن جائے، کیونکہ یہودی کہا کرتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہماری مخالفت کرتے ہیں اور ہمارے قبلہ (بیت المقدس) کی طرف منہ کر کے نماز بھی ادا کرتے ہیں۔ اس موقع پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

2891 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِیَّ یُحَدِّثُ عَنْ عُرْوَةَ قَالَ

متنِ حدیث: قُلْتُ لِعَائِشَةَ مَا اَرٰی عَلٰی اَحَدٍ لَمْ یَطُفْ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ شَیْئًا وَّمَا اُبَالِیْ اَنْ لَّا اَطُوْفَ بَیْنَهُمَا فَقَالَتْ بِئْسَ مَا قُلْتَ یَا ابْنَ اُخْتِیْ طَافَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَطَافَ الْمُسْلِمُوْنَ وَاِنَّمَا كَانَ مَنْ اَهَلَّ لِمَنَاةَ الطَّاغِیَةِ الَّتِیْ بِالْمُشَلَّلِ لَا یَطُوْفُوْنَ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی (فَمَنْ حَجَّ الْبَیْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِ اَنْ یَّطَّوَّفَ بِهِمَا) وَلَوْ كَانَتْ كَمَا تَقُوْلُ لَكَانَتْ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِ اَنْ لَّا یَطَّوَّفَ بِهِمَا قَالَ الزُّهْرِیُّ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِاَبِیْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ فَاَعْجَبَهُ ذٰلِكَ وَقَالَ اِنَّ هٰذَا الْعِلْمُ وَلَقَدْ سَمِعْتُ رِجَالًا مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا كَانَ مَنْ لَّا یَطُوْفُ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ مِنَ الْعَرَبِ یَقُوْلُوْنَ اِنَّ طَوَافَنَا بَیْنَ هٰذَیْنِ الْحَجَرَیْنِ مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِیَّةِ وَقَالَ اٰخَرُوْنَ مِنَ الْاَنْصَارِ اِنَّمَا اُمِرْنَا بِالطَّوَافِ بِالْبَیْتِ وَلَمْ نُؤْمَرْ بِهِ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی (اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ) قَالَ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَاُرَاهَا قَدْ نَزَلَتْ فِیْ هٰؤُلَاءِ وَهٰؤُلَاءِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ عروہ بیان کرتے ہیں: میں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ کہا: میں یہ سمجھتا ہوں اگر کوئی شخص صفا اور مروہ کا چکر نہیں لگاتا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر میں ان دونوں کا طواف نہیں کرتا' تو میں اس بات کی کوئی خاص پرواہ نہیں کروں گا' تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے میرے بھانجے! تم نے بہت غلط بات کہی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کا چکر لگایا ہے مسلمانوں نے بھی اس کا چکر لگایا ہے، زمانہ جاہلیت میں جو شخص "مشلل" میں موجود منات طاغیہ (نامی بت) کے لیے احرام باندھا کرتا تھا وہ صفا و مروہ کا چکر نہیں لگاتا تھا' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

"جو شخص بیت اللہ کا حج کرے اور عمرہ کرے' تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا' اگر وہ ان دونوں کا بھی چکر لگائے۔"

اگر صورتحال ویسی ہوتی جیسی تم نے کہی ہے' تو پھر یہ آیت یوں ہونی چاہیے تھی۔

2891- اخرجه مالك (۳۷۳/۱): كتاب الحج: باب: جامع السعي، حديث (۱۲۹)، و البخاری (۵۸۱/۳): كتاب الحج: باب: وجوب الصفا و المروة و جعل من شعائر الله، حديث (۱۶۴۳)، (۷۱۹/۳): كتاب العمرة: باب: يفعل بالعمرة ما يفعل بالحج، حديث (۱۷۹۰)، و اطرافه من (۴۴۹۵)، (۴۸۶۱)، ومسلم (۹۲۹/۲): كتاب الحج، باب: بيان ان السعي بين الصفا و المروة ركن لا يصح الحج الان، حديث (۱۲۷۷/۲۶۱)، و ابوداؤد (۵۸۴/۱): كتاب المناسك: باب: امر الصفا و المروة، حديث (۱۹۰۱)، و النسائی (۲۳۷/۵، ۲۳۸)، كتاب مناسك الحج: باب: ذكر الصفا و المروة، حديث (۲۹۶۷، ۲۹۶۸) و ابن ماجه (۹۹۴/۲): كتاب المناسك: باب: السعي بين الصفا و المروة، حديث (۲۹۸۶)، و احمد (۱۴۴/۶، ۱۶۲، ۲۲۷)، وابن خزيمة (۲۳۳/۴)، حديث (۲۷۶۶)، (۲۳۴/۴)، حديث (۲۷۶۷)، (۲۳۵/۴)، حديث (۲۷۶۹)، و الحميدی (۱۰۷/۱)، حديث (۲۱۹)۔

''اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا وہ اگر ان دونوں کا طواف نہ کرے۔''

زہری بیان کرتے ہیں: میں نے یہ روایت ابوبکر بن عبدالرحمٰن کو سنائی تھی تو انہیں یہ بہت پسند آئی اور وہ بولے یہ واقعی علم ہے۔ میں نے بہت سے اہل علم کو یہ بات بیان کرتے ہوئے سنا ہے، پہلے عربوں میں سے جو شخص صفا مروہ کا طواف نہیں کرتا تھا وہ یہ کہتا تھا' ان دونوں پہاڑوں کے درمیان چکر لگانا زمانہ جاہلیت کی رسم ہے۔

اسی طرح کچھ انصار یہ کہتے تھے: ہمیں بیت اللہ کے طواف کا حکم دیا گیا ہے' ہمیں صفا مروہ کا طواف کرنے کا حکم نہیں دیا گیا' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

''بے شک صفا و مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔''

ابوبکر بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں: میں یہ سمجھتا ہوں یہ آیت انہی لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2892 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ اَبِىْ حَكِيْمٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ قَالَ

متنِ حدیث: سَاَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَقَالَ كَانَا مِنْ شَعَائِرِ الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا كَانَ الْاِسْلَامُ اَمْسَكْنَا عَنْهُمَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى (اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا) قَالَ هُمَا تَطَوُّعٌ (وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ عاصم بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت انس بن مالک سے صفاء مروہ کے بارے میں دریافت کیا: تو انہوں نے جواب دیا: یہ دونوں زمانہ جاہلیت کی نشانیاں ہیں جب اسلام آیا' تو ہم نے ان کا طواف چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

''بے شک صفا و مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں' تو جو شخص بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے' تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہو گا' اگر وہ ان دونوں کا طواف کرے۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان دونوں کا طواف کرنا نفل ہے' اور جو شخص نفل والی نیکی کرتا ہے' تو اللہ تعالیٰ اسے قبول کرتا ہے' اور وہ اس سے واقف ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2892۔ اخرجه البخاری (۵۸۶/۳): کتاب الحج: باب: ما جاء فی السعی بین الصفاء و المروة، حدیث (۱۶۴۸)، (۲۵/۸): کتاب التفسیر: باب: (ان الصفا والمروة من شعائر اللّٰه)، حدیث (۴۴۹۶)، و مسلم (۹۳۰/۲): کتاب الحج: باب: بیان ان السعی بین الصفا و المروة رکن لا یصح الحج الا به، حدیث (۱۲۷۸/۲۶۴)، و ابن خزیمة (۲۳۵/۴) حدیث (۲۷۶۸)، و عبد بن حمید ص (۳۶۸)، حدیث (۱۲۲۶)۔

شرح

وجوب سعی فلا جناح کے منافی نہ ہونا:

زمانہ جاہلیت میں لوگ عریانی حالت میں بیت اللہ کا طواف کرتے تھے اور اس بے ادبی پر فخر بھی کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ''اساف'' نامی مشرک مرد اور ''نائلہ'' نامی مشرکہ عورت عریانی حالت میں طواف کر رہے تھے اور اس دوران میں ان پر خواہش نفسانی کی تکمیل کا غلبہ ہوا تو وہ کعبہ کے اندر بدکاری کے مرتکب ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی گرفت فرمائی اور دونوں کو پتھر بنا دیا۔ لوگوں نے انہیں وہاں سے اٹھا کر بطور عبرت ''اساف'' بت کو صفا پر اور ''نائلہ'' بت کو مروہ پر رکھ دیا۔ شیطان نے لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈال دی کہ یہ بت مقدس ہیں، لہٰذا ان کی سعی کرنی چاہیے۔ اسلام نے اس کی اصل حقیقت واضح کرتے ہوئے کہا کہ یہ بت نجس، قابل عبرت اور قابل مذمت ہیں۔ ان کی خوشنودی کے لیے سعی نہیں کرنی چاہیے بلکہ یہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سنت ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش کے وقت وہ پانی کی تلاش میں دیوانہ وار دوڑیں اور ان کا دوڑنا اللہ تعالیٰ کو پسند آیا تو تا قیامت حج وعمرہ کی سعادت حاصل کرنے والے لوگوں پر سعی واجب قرار دی۔

سوال: کیا حاجی اور معتمر کے لیے صفا ومروہ کی سعی کرنا واجب ہے یا سنت یا مستحب؟

جواب: سعی کی شرعی حیثیت کے بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی مشہور روایت اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کی صحیح ترین روایت کے مطابق ''سعی'' رکن ہے اور اس کے بغیر حج اور عمرہ نہیں ہو سکتا۔

(۲) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک روایت کے مطابق ''سعی'' واجب ہے یعنی اس کے چھوٹ جانے کی صورت میں حج اور عمرہ درست ہوگا لیکن اس کی تلافی دم دے کر کی جائے گی۔

(۳) حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت انس، حضرت عطاء بن ابی رباح، حضرت امام ابن سیرین اور حضرت امام مجاہد رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ''سعی'' مسنون ومستحب ہے۔

وجوب سعی فَلَا جُنَاحَ الخ کے منافی نہیں ہے۔ اس کی حقیقت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے واضح فرما دی کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، خلفاء راشدین، صحابہ کرام، تابعین اور تا ہنوز مسلمان کرتے آرہے ہیں تو پھر اس کے متعارض نظریہ قائم کرنا درست نہیں ہے۔ مفسرین نے تحریر کیا ہے کہ صفا ومروہ کے مابین ''سعی'' کرنا بھی امور خیر میں سے ایک ہے۔ اس کی ناگواری کا تصور ذہن میں نہیں آنا چاہیے اور اس کے کرنے سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر وثواب عطا ہوگا۔

2893 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

2893۔ انظر الحدیث (٨٦٢)، (٨٦٩)۔

متن حدیث: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَدِمَ مَكَّةَ طَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا فَقَرَاَ (وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى) فَصَلّٰى خَلْفَ الْمَقَامِ ثُمَّ اَتَى الْحَجَرَ فَاسْتَلَمَهُ ثُمَّ قَالَ نَبْدَاُ بِمَا بَدَاَ اللّٰهُ وَقَرَاَ (اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو سنا، جب آپ ﷺ مکہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے بیت اللہ کا سات مرتبہ طواف کیا تھا پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

''تم لوگ مقام ابراہیم کو جائے نماز بنالو۔''

پھر نبی اکرم ﷺ نے مقام ابراہیم کے پاس نماز ادا کی' پھر آپ ﷺ حجر اسود کے پاس تشریف لائے۔ آپ نے اس کا استلام کیا پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہم بھی اس سے آغاز کریں گے' جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے پہلے کیا۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

''بے شک صفا و مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

صفا و مروہ کی سعی میں ترتیب واجب ہونا:

حج اور عمرہ کے موقع پر بیت اللہ کے طواف اور سعی پھر سعی کے وقت صفا کی تقدیم اور مروہ کی تاخیر واجب ہے۔ حدیث باب کے مطابق حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا صفا سے سعی کا آغاز کرنا اتفاقی نہیں تھا بلکہ ترتیب کو ملحوظ خاطر رکھنا بھی مقصود تھا۔ سعی میں صفا کی تقدیم اور اس سے آغاز واجب ہے۔ اگر کوئی شخص مروہ سے سعی کا آغاز کرتا ہے' تو اس کا پہلا چکر شمار نہیں ہوگا، کیونکہ وہ بے کار ہو گیا اور وہ مروہ سے سات چکر پورے کرے گا تو اس کی سعی مکمل ہوگی۔ ترتیب سعی کا وجوب اس ارشاد خداوندی کے مطابق ہے: اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ (البقرہ:۱۵۸) ''بیشک صفا اور مروہ دونوں اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں''۔

2894 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ اِسْرَآئِيْلَ بْنِ يُوْنُسَ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ

متن حدیث: كَانَ اَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ الرَّجُلُ صَائِمًا فَحَضَرَ الْاِفْطَارُ فَنَامَ قَبْلَ

2894۔ اخرجه البخاري (۱۵٤/٤): كتاب الصوم: باب: قول الله جل ذكره (احل لكم ليلة الصيام ــ)، حديث (۱۹۱۵) و الحديث بمعناه (۳۰/۸)، كتاب التفسير: باب: (احل لكم ليلة الصيام الرفث الى نسائكم ــ)، (البقرة: ۱۸۷)، حديث (٤٥۰۸)، و ابوداؤد (۷۰۷/۱): كتاب الصيام: باب: مبدا فرض الصيام، حديث (۲۳۱٤)، و احمد (۲۹٥/٤) و الدارمي (٥/۲): كتاب الصوم: باب: متى يمسك المتسحر، و ابن خزيمة (۲۰۰/۳)، حديث (۱۹۰٤).

اَنْ يُّفْطِرَ لَمْ يَاْكُلْ لَيْلَتَهٗ وَلَا يَوْمَهٗ حَتّٰى يُمْسِيَ وَاِنَّ قَيْسَ بْنَ صِرْمَةَ الْاَنْصَارِيَّ كَانَ صَائِمًا فَلَمَّا حَضَرَ الْاِفْطَارُ اَتٰى امْرَاَتَهٗ فَقَالَ هَلْ عِنْدَكِ طَعَامٌ قَالَتْ لَا وَلٰكِنْ اَنْطَلِقُ فَاَطْلُبُ لَكَ وَكَانَ يَوْمَهٗ يَعْمَلُ فَغَلَبَتْهُ عَيْنُهٗ وَجَائَتْهُ امْرَاَتُهٗ فَلَمَّا رَاَتْهُ قَالَتْ خَيْبَةً لَّكَ فَلَمَّا انْتَصَفَ النَّهَارُ غُشِيَ عَلَيْهِ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَائِكُمْ) فَفَرِحُوا بِهَا فَرَحًا شَدِيْدًا (وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے جب کوئی شخص روزہ رکھتا تھا اور افطار کیے بغیر سو جاتا تھا' تو پھر وہ اگلے دن کچھ کھا پی نہیں سکتا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت قیس بن صرمہ انصاری نے روزہ رکھا ہوا تھا' وہ افطار سے کچھ دیر پہلے اپنی اہلیہ کے پاس تشریف لائے اور دریافت کیا: تمہارے پاس کچھ کھانے کے لیے ہے؟ اس نے جواب دیا: نہیں ہے' لیکن میں جا کر کچھ تلاش کر کے لاتی ہوں۔ حضرت قیس بن انصاری' کیونکہ سارا دن کام کرتے رہے تھے اس لیے انہیں نیند آ گئی' جب ان کی اہلیہ واپس آئی اور انہیں (سوتے ہوئے) دیکھا تو بولی: ہائے افسوس۔ اگلے دن دوپہر کے وقت حضرت قیس بن صرمہ بے ہوش ہو گئے۔ اس بات کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا گیا' تو یہ آیت نازل ہوئی:

''تمہارے لیے رمضان کی راتوں میں اپنی بیویوں (کے ساتھ صحبت کرنا) حلال قرار دیا گیا ہے۔''

تو مسلمان اس سے انتہائی خوش ہوئے (اور یہ آیت بھی نازل ہوئی)

''اور تم اس وقت کھاتے پیتے رہو' جب تک سفید دھاگا سیاہ دھاگے سے ممتاز نہ ہو جائے۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

رمضان المبارک کی راتوں میں جماع اور خورد و نوش جائز ہونا:

پہلی شریعتوں بلکہ ابتداء اسلام میں بھی رمضان المبارک میں نماز عشاء کے وقت سے روزہ شروع ہو جاتا تھا، دن کی طرح رات کے وقت بھی کھانا پینا اور جماع کرنا منع تھا۔ افطاری کے وقت نیند آنے کی صورت میں آئندہ روز کا روزہ غروب آفتاب سے ہی شروع ہو جاتا تھا۔ حدیث باب کے مطابق حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے روزے پر روزہ رکھا جس کے نتیجہ میں دوسرے دن دوپہر کے وقت ان کی بے ہوشی کا واقعہ پیش آیا، اس بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا، آپ قدرے رنجیدہ بھی ہوئے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے رمضان المبارک کی رات میں اپنی بیوی سے جماع کر لیا اور صبح ہونے پر بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور رات کے واقعہ کے بارے میں عرض کیا: اس پر آپ متفکر ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی: اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ ط وَكُلُوْا

وَاشْرَبُوْا حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ (البقرہ:۱۸۷) تمہارے لیے روزوں کے راتوں میں اپنی بیوی سے جماع کرنا حلال قرار دیا جاتا ہے۔تم اس وقت تک کھا پی سکتے ہو جب تک سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ممتاز نہیں ہو جاتا''۔

اس آیت میں مسلمانوں کو دو امور کی اجازت دی گئی ہے:

(۱) رمضان المبارک کی راتوں میں اپنی بیوی سے جماع کرنا (۲) رمضان المبارک کی راتوں میں صبح صادق تک کھانا پینا۔

2895 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ ذَرٍّ عَنْ يُسَيْعٍ الْكِنْدِيِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ

متنِ حدیث: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قَوْلِهِ (وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ) قَالَ الدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ وَقَرَاَ (وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ) اِلٰى قَوْلِهِ (دَاخِرِيْنَ)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے یہ بات نقل کی ہے (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

''تمہارا پروردگار فرماتا ہے تم مجھ سے مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔''

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دعا ہی عبادت ہے' پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

''تمہارا پروردگار یہ فرماتا ہے' تم مجھ سے دعا مانگو' میں تمہاری دعا قبول کروں گا'' یہ آیت ''داخرین'' تک ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

دعا کا عبادت ہونا:

روزوں کے ضمن میں ارشاد ربانی ہے:

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ○ (البقرہ:۱۸۶)

''اور جب آپ سے میرے بندے سوال کریں تو میں قریب ہوں، دعا کرنے والا جب مجھ سے دعا کرتا ہے میں دعا قبول کرتا ہوں۔پس لوگوں کو چاہیے کہ وہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ کامیاب ہو جائیں''۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کو عبادت قرار دیا ہے بلکہ ایک روایت کے مطابق آپ نے دعا کو عبادت کا مغز قرار دیا ہے۔عبادت وریاضت کا مقصد اجر وثواب اور اللہ تعالیٰ کے انعامات کا حقدار ہونا ہے جبکہ دعا کا مطلب بھی اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب

2895۔ اخرجه ابوداؤد (٤٦٦/١): كتاب الصلاة: باب: الدعاء، حديث (١٤٧٩) و ابن ماجه (١٢٥٨/٢): كتاب الدعاء: باب: فضل الدعاء، حديث (٣٨٢٨)، و احمد (٢٧٦/٤، ٢٦٧، ٢٧٧، ٢٧١)

اور انعام طلب کرنے کا سوال کرنا ہے۔ اسی وجہ سے دعا کو عبادت کا مغز بھی کہا جاتا ہے۔

اس آیت کا شان نزول یوں بیان کیا جاتا ہے کہ کچھ لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یوں عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ! ذات باری تعالیٰ کہاں ہے؟ اگر وہ نزدیک ہے تو ہم پست آواز سے اسے پکاریں اور اگر وہ دور ہے تو ہم اسے بلند آواز سے پکاریں۔ یہ بات سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار کی۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد یہ آیت نازل ہوئی: اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ "کرنے والا جب مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں"۔

2896 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ اَخْبَرَنَا عَدِيُّ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا نَزَلَتْ (حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ) قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا ذَاكَ بَيَاضُ النَّهَارِ مِنْ سَوَادِ اللَّيْلِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ حَدَّثَنَا مُجَالِدٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ ذٰلِكَ

◆◆ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی:

"جب تک سفید دھاگا سیاہ دھاگے سے تمہارے سامنے ممتاز نہ ہو جائے۔"

اس سے مراد صبح صادق ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے یہ فرمایا: اس سے مراد دن کی سفیدی کا رات کی سیاہی سے ممتاز ہونا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

2897 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُجَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ

متنِ حدیث: سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّوْمِ فَقَالَ (حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ) قَالَ فَاَخَذْتُ عِقَالَيْنِ اَحَدُهُمَا اَبْيَضُ وَالْاٰخَرُ اَسْوَدُ فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ اِلَيْهِمَا فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا لَمْ يَحْفَظْهُ سُفْيَانُ قَالَ اِنَّمَا هُوَ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ

2896- اخرجه البخاري (١٥٧/٤): كتاب الصوم: باب: قول الله تعالىٰ: (و كلوا و اشربوا حتى يتبين لكم الخيط الابيض...)، حديث (١٩١٦)، (٣١/٨): كتاب التفسير: باب: (و كلوا و اشربوا حتى يتبين لكم الخيط الابيض من الخيط الاسود...) (البقرة: ١٨٧)، حديث (٤٥٠٩، ٤٥١٠)، و مسلم (٧٦٦/٢): كتاب الصيام: باب: بيان ان الدخول في الصوم يحصل بطلوع الفجر...، حديث (١٠٩٠/٣٣)، والنسائي (١٤٨/٤) كتاب الصيام: باب: تاويل قول الله تعالىٰ: (وكلوا و اشربوا حتى يتبين لكم الخيط الابيض...)، حديث (٢١٦٩)، و الدارمي (٥/٢): كتاب الصوم: باب: متى يمسك المتسحر، و ابن خزيمة (٢٠٨/٣)، حديث (١٩٢٥).

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ سے روزے کے بارے میں دریافت کیا: تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم (سحری میں) اس وقت تک کھا اور پی سکتے ہو جب تک سفید دھاگا سیاہ دھاگے سے ممتاز نہ ہو جائے۔ راوی بیان کرتے ہیں: میں نے دو دھاگے لیے ان میں سے ایک سفید تھا دوسرا سیاہ تھا۔ میں ان دونوں کا جائزہ لیتا رہا (اگلے دن جب نبی اکرم ﷺ سے اس بات کا تذکرہ کیا) تو نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا (یہاں روایت کے الفاظ سفیان نامی راوی کو بھول گئے ہیں)' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس سے مراد دن اور رات ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

خیط اسود اور خیط اسود کا مفہوم:

ارشاد ربانی ہے:

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ (البقرہ:۱۸۷)

''تم کھاؤ اور پیو حتیٰ کہ تمہارے لیے سفید دھاگا سیاہ دھاگا سے ممتاز ہو جائے''۔

حدیث باب میں اس آیت کا شان نزول یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور روزے کے ابتدائی وقت کے بارے میں دریافت کیا تو یہ آیت نازل ہوئی: ''تم کھاؤ اور پیو حتیٰ کہ سفید دھاگا سیاہ دھاگا سے ممتاز ہو جائے''۔ میں نے دو دھاگے پکڑ لیے جن میں سے ایک سفید اور دوسرا سیاہ تھا۔ پھر دونوں کا میں جائزہ لیتا رہا۔ صبح اس بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو آپ نے فرمایا: سفید دھاگے سے مراد دن کی روشنی یعنی صبح صادق ہے اور سیاہ دھاگا سے مراد رات کی تاریکی ہے۔

روایات باب سے یہ بھی ثابت ہوا کہ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر قرآن کریم کو سمجھنا ناممکن ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اہل زبان اور اہل عرب ہونے کے باوجود قرآن کے مفہوم کو نہ سمجھ پائے اور اس کی تفسیر و توضیح کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محتاج تھے۔ اس عقدہ کو حل کرنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے اور دریافت کرتے تو آپ اس کی تفسیر بیان فرما دیتے تھے۔

2898 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِىْ حَبِيْبٍ عَنْ اَسْلَمَ اَبِىْ عِمْرَانَ التُّجِيْبِيِّ قَالَ

متنِ حدیث: كُنَّا بِمَدِيْنَةِ الرُّوْمِ فَاَخْرَجُوا اِلَيْنَا صَفًّا عَظِيْمًا مِّنَ الرُّوْمِ فَخَرَجَ اِلَيْهِمْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ مِثْلُهُمْ

2898۔ اخرجه ابوداؤد (۲/ ۱٦): كتاب الجهاد: باب: فی قوله عزوجل: (ولا تلقوا بايديكم الى الهلكة) (البقرة: ١٩٥)، حديث (٢٥١٢)۔

اَوْ اَكْثَرُ وَعَلٰى اَهْلِ مِصْرَ عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ وَّعَلَى الْجَمَاعَةِ فَضَالَةُ بْنُ عُبَيْدٍ فَحَمَلَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى صَفِّ الرُّوْمِ حَتّٰى دَخَلَ فِيْهِمْ فَصَاحَ النَّاسُ وَقَالُوْا سُبْحَانَ اللّٰهِ يُلْقِي بِيَدَيْهِ اِلَى التَّهْلُكَةِ فَقَامَ اَبُوْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيُّ فَقَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّكُمْ تَتَاَوَّلُوْنَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ هٰذَا التَّاْوِيْلَ وَاِنَّمَا اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِيْنَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ لَـمَّا اَعَزَّ اللّٰهُ الْاِسْلَامَ وَكَثُرَ نَاصِرُوْهُ فَقَالَ بَعْضُنَا لِبَعْضٍ سِرًّا دُوْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَمْوَالَنَا قَدْ ضَاعَتْ وَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَعَزَّ الْاِسْلَامَ وَكَثُرَ نَاصِرُوْهُ فَلَوْ اَقَمْنَا فِيْ اَمْوَالِنَا فَاَصْلَحْنَا مَا ضَاعَ مِنْهَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرُدُّ عَلَيْنَا مَا قُلْنَا (وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ) فَكَانَتِ التَّهْلُكَةُ الْاِقَامَةَ عَلَى الْاَمْوَالِ وَاِصْلَاحِهَا وَتَرْكَنَا الْغَزْوَ فَمَا زَالَ اَبُوْ اَيُّوْبَ شَاخِصًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى دُفِنَ بِاَرْضِ الرُّوْمِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

◆◆ ابوعمران اسلم تجیبی بیان کرتے ہیں: ہم جنگ کے لیے روم میں موجود تھے۔ ہمارے سامنے رومیوں کا بڑا لشکر آیا ان کے مقابلے کے لیے اتنے ہی مسلمان آئے جو تقریباً اتنے ہی تھے یا اس سے کچھ زیادہ تھے۔ اس وقت مصر کے گورنر حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ تھے اور لشکر کے سپہ سالار حضرت فضالہ بن عبید تھے۔ مسلمانوں میں سے ایک شخص نے رومیوں کی صف پر حملہ کیا اور انہیں چیرتا ہوا ان کے اندر تک چلا گیا' تو کچھ لوگوں نے بلند آواز میں یہ کہا: سبحان اللہ! یہ خود کو ہلاکت کا شکار کر رہا ہے' تو حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور بولے: اے لوگو! تم لوگ اس آیت کی یہ تفسیر بیان کرتے ہو جبکہ یہ آیت ہمارے بارے میں یعنی یہ آیت انصاریوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی' جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا کر دیا' اور اس کے مددگاروں کی تعداد زیادہ ہو گئی' تو ہم لوگ ایک دوسرے سے یہ کہنے لگے: اب تو اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا کر دیا ہے' اور اس کے مددگار بہت سے لوگ ہو گئے ہیں' تو ہمارے اموال ضائع ہو چکے ہیں اس لیے ہمارے لیے یہ بہتر ہوگا کہ اب انہیں ٹھیک کرنے کی کوشش کریں (یعنی اپنی زراعت پر توجہ دیں) تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر یہ آیت نازل کی جس کے ذریعے اس نے ہماری اس بات کا جواب دیا۔

"اور تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو خود ہی ہلاکت کا شکار نہ کرو۔"

(حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے فرمایا) تو یہ ہلاکت کا شکار کرنا' اپنی کھیتی باڑی میں مشغول ہونے اور اس کی اصلاح کرنے سے متعلق تھا' یعنی ایسا نہ ہو کہ ہم جہاد کرنے کو ترک کر دیں۔

اس کے بعد حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہمیشہ اللہ کی راہ میں جہاد میں شریک ہوتے رہے، یہاں تک کہ ان کو روم کی سرزمین پر ہی دفن کیا گیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

شرح

اپنے ہاتھوں کو ہلاکت کی طرف نہ بڑھانے کا مفہوم:

ارشادِ ربانی ہے:

وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَی التَّهْلُكَةِ ۚ وَ اَحْسِنُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ○

(البقرہ:۱۹۵)

''اور تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھ ہلاکت کی طرف دراز نہ کرو اور تم نیکی کرو، بیشک اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے''۔

اس آیت کا مفہوم یہ بیان کیا جاتا ہے کہ کسی تباہ کن خطرہ میں اپنے آپ کو نہیں ڈالنا چاہیے لیکن دشمن کو مرعوب کرنے اور مسلمانوں میں جذبہ بہادری وشجاعت پیدا کرنے کے لیے ایسا اقدام کرنے میں مضائقہ نہیں ہے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اس آیت کا شانِ نزول یوں بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت ہمارے حق میں نازل ہوئی۔ انصارِ مدینہ نے جب یہ خیال کیا کہ اب تو اسلام کو غلبہ حاصل ہوگیا ہے، لہٰذا جہاد کی بجائے ہمیں کاروبار کی طرف توجہ دینی چاہیے اور اس سلسلے میں انہوں نے بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی عرض کیا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل کی گئی جس میں مسلمانوں کو سمجھایا گیا ہے کہ کاروبار کی ترقی کوئی ترقی نہیں ہے بلکہ اصل ترقی تو یہ ہے کہ ہمیشہ اپنے اموال اور جان کے ساتھ جہاد میں حصہ لیا جائے۔ راویٔ حدیث حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ تاحیات جہاد میں مصروفِ عمل رہے۔ شہر قسطنطنیہ کی فتح کے وقت بھی شریکِ جہاد تھے۔ مسلسل جہاد میں مشغول رہے حتیٰ کہ آپ کا وصال بھی اسی شہر میں ہوا اور تدفین بھی یہیں ہوئی۔

اس آیت کی ایک تفسیر یہ کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو جہاد کا حکم دیا جارہا ہے کہ حسبِ ضرورت اس میں ضرور حصہ لیا کریں۔ اگر مال کی ضرورت ہو تو مال خرچ کریں، جان کی ضرورت ہو تو جان پیش کریں اور اگر دونوں کی ضرورت ہو تو دونوں سے گریز نہ کریں۔ مال خرچ کرنے میں اسراف سے کام لینا یا خودکشی کرنا منع ہے۔ تاہم معصیت ونافرمانی کے کاموں میں حصہ لینا اور گناہ کے بعد توبہ نہ کرنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے۔

2899 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا هُشَیْمٌ اَخْبَرَنَا مُغِیْرَةُ عَنْ مُّجَاهِدٍ قَالَ كَعْبُ بْنُ عُجْرَةَ

متنِ حدیث: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَفِیَّ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ وَاِیَّایَ عَنٰی بِهَا (فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِیْضًا اَوْ بِهٖ اَذًی مِنْ رَاْسِهٖ فَفِدْیَةٌ مِّنْ صِیَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ) قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْحُدَیْبِیَةِ وَنَحْنُ مُحْرِمُوْنَ وَقَدْ حَصَرَنَا الْمُشْرِكُوْنَ وَكَانَتْ لِیْ وَفْرَةٌ فَجَعَلَتِ الْهَوَامُّ تَسَاقَطُ عَلٰی وَجْهِیْ فَمَرَّ بِیَ النَّبِیُّ صَلَّی

2899- اخرجه البخاری (۳۴/۸): كتاب التفسير: باب: (فمن كان منكم مريضا او به اذى من راسه)، حديث (۴۵۱۷)، و مسلم (۱۲۰۱/۸۰)، (۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۱۲۰۱/۸۵) وابن ماجه (۱۰۲۸/۲): كتاب المناسك: باب: فدية المحصر، حديث (۳۰۷۹)، و احمد (۲۴۲/۴، ۲۴۳).

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَّ هَوَامَّ رَاسِكَ تُؤْذِيكَ قَالَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاحْلِقْ وَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ قَالَ مُجَاهِدٌ الصِّيَامُ ثَلَاثَةُ اَيَّامٍ وَّالطَّعَامُ لِسِتَّةِ مَسَاكِيْنَ وَالنُّسُكُ شَاةٌ فَصَاعِدًا

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ اَبِيْ بِشْرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ ذٰلِكَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ اَشْعَثَ ابْنِ سَوَّارٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْقِلٍ عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ ذٰلِكَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَقَدْ رَوَاهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْاَصْبَهَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْقِلٍ نَحْوَ هٰذَا

◆◆ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اللہ کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی تھی اور اس سے مراد میں ہی ہوں (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

"تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو تو اس کا فدیہ روزہ رکھنا ہے یا صدقہ کرنا ہے یا قربانی کرنا ہے۔"

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ حدیبیہ کے مقام پر موجود تھے اور ہم نے احرام باندھا ہوا تھا مشرکین نے ہمیں وہاں رکنے پر مجبور کر دیا تھا۔ میرے بال بہت لمبے تھے جوئیں میرے منہ پر گرنے لگی تھیں اسی دوران نبی اکرم ﷺ میرے پاس سے گزرے آپ ﷺ نے مجھے ملاحظہ کیا تو ارشاد فرمایا: میرا خیال ہے تمہارے سر کی جوئیں تمہیں تکلیف کا شکار کر رہی ہیں۔ میں نے عرض کی: جی ہاں۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اپنے بال منڈوا دو تو اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ان سے مراد تین دن کے روزہ رکھنا ہے اور صدقہ کرنے سے مراد چھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے اور قربانی کرنے سے مراد ایک بکری ذبح کرنا ہے یا اس سے زیادہ بھی ہو سکتا ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

عبدالرحمٰن بن اصبہانی نے اسے عبداللہ بن معقل کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

2900 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ

الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَیْلٰی عَنْ کَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ

متن حدیث: قَالَ اَتٰی عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اُوْقِدُ تَحْتَ قِدْرٍ وَّالْقَمْلُ یَتَنَاثَرُ عَلٰی جَبْهَتِیْ اَوْ قَالَ حَاجِبَیَّ فَقَالَ اَتُؤْذِیْكَ هَوَامُّ رَاْسِكَ قَالَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاحْلِقْ رَاْسَكَ وَانْسُكْ نَسِیْکَةً اَوْ صُمْ ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ اَوْ اَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاکِیْنَ قَالَ اَیُّوْبُ لَا اَدْرِیْ بِاَیَّتِهِنَّ بَدَاَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◄◄ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے میں اس وقت ہنڈیا کے نیچے آگ سلگا رہا تھا جوئیں میری پیشانی پر گر رہی تھیں۔

(راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) میرے ابروؤں پر گر رہی تھیں۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا تمہاری جوئیں تمہیں تکلیف دے رہی ہیں؟ میں نے عرض کی: جی ہاں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اپنا سر منڈوا دو' اور قربانی کر لو یا تین دن روزے رکھ لو یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو۔

ایوب نامی راوی بیان کرتے ہیں: مجھے یہ نہیں معلوم کہ اس میں پہلے کس کا ذکر ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

عذر کے سبب ممنوعات احرام کا ارتکاب کرنے کا کفارہ:

ارشاد ربانی ہے:

فَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَّرِیْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًی مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْیَةٌ مِّنْ صِیَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ (البقرہ:۱۹۶)

''پس تم میں سے جو آدمی بیمار ہو یا اس کے سر میں تکلیف ہو تو اس کا فدیہ روزے یا صدقہ یا قربانی ہے''۔

اس آیت کا شان نزول احادیث ابواب میں بیان کیا گیا ہے' جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہجرت کے بعد اور فتح مکہ سے قبل صحابہ کرام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں عمرہ کی نیت سے احرام باندھ کر مدینہ طیبہ سے مکہ کی طرف عازم سفر ہوئے۔ جب مقام حدیبیہ پر پہنچے تو کفار مکہ نے انہیں آگے جانے سے روک دیا۔ یہاں قیام کے دوران حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی ڈیوٹی سالن پکانے کی تھی۔ وہ سالن پکا رہے تھے، ان کے بال طویل تھے اور سر سے جوئیں نیچے گر رہی تھیں۔ جوؤں کی کثرت کے باعث انہیں تکلیف بھی ہو رہی تھی لیکن حالت احرام میں ہونے کی وجہ سے نہ سر منڈوا سکتے تھے اور نہ ان سے نجات حاصل کر سکتے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرے بالوں کی طوالت اور گرتی ہوئی جوؤں کو ملاحظہ کیا تو فرمایا: تم اپنا سر منڈوا دو پھر اس کے بدلے میں قربانی کر لو یا مسکینوں کو کھانا کھلا دو یا روزے رکھ لو'۔ چنانچہ اس موقع پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ اس آیت میں خصوصیت سے اس مسئلہ کی وضاحت کی گئی ہے کہ حالت احرام میں کسی عذر کی وجہ سے ممنوعات احرام کا ارتکاب کرنے کا

تدارک تین روزے رکھ کریا چھ مسکینوں کو کھانا کھلا کر یا کسی جانور کی قربانی دے کر کیا جا سکتا ہے۔

سوال: اگر کوئی شخص بلا عذر ممنوعات احرام کا ارتکاب کرتا ہے' تو اس کی تلافی کیسے ممکن ہو سکتی ہے؟

جواب: اس صورت میں اس کا فدیہ صرف دم یعنی قربانی کرنا ہے۔

2901 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَطَاءٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَعْمَرَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: اَلْحَجُّ عَرَفَاتٌ اَلْحَجُّ عَرَفَاتٌ اَلْحَجُّ عَرَفَاتٌ اَيَّامُ مِنًى ثَلَاثٌ (فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ) وَمَنْ اَدْرَكَ عَرَفَةَ قَبْلَ اَنْ يَّطْلُعَ الْفَجْرُ فَقَدْ اَدْرَكَ الْحَجَّ قَالَ ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ وَهٰذَا اَجْوَدُ حَدِيْثٍ رَوَاهُ الثَّوْرِيُّ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اختلافِ سند: وَّرَوَاهُ شُعْبَةُ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَطَاءٍ وَّلَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ بُكَيْرِ بْنِ عَطَاءٍ

حضرت عبداللہ بن یعمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: حج عرفات میں (موقوف کا نام ہے) حج عرفات (میں "موقوف" کا نام ہے) حج عرفات (میں "موقوف" کا نام ہے) منیٰ میں قیام کے تین دن ہیں۔

"البتہ اگر کوئی شخص دو دن کے بعد جلدی جانا چاہے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا' اور جو شخص بعد میں جائے' تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں ہوگا۔"

جو شخص صبح صادق ہونے سے پہلے عرفات پہنچ گیا اس نے حج کو پالیا۔

ابن ابی عمر نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے سفیان بن عیینہ بیان کرتے ہیں: یہ بہترین حدیث ہے جسے ثوری نے نقل کیا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شعبہ نے اس روایت کو بکیر بن عطاء کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ ہم اسے صرف بکیر بن عطاء نامی راوی کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

مناسک حج کی جامع روایت:

مناسک حج کی تفصیل قرآن وسنت میں بیان کی گئی ہے۔ اس بارے میں ایک جامع روایت یوں ہے کہ حج کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میدان عرفات میں تشریف فرما تھے تو اہل نجد کے کچھ لوگ وقت کم ہونے کی وجہ سے مکہ معظمہ جائے بغیر آپ کے پاس عرفات میں حاضر ہو گئے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست عرفات میں حاضر ہونے کے بارے میں مسئلہ

دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: قیام عرفہ ہی حج ہے، قیام عرفہ ہی، قیام عرفہ ہی حج ہے۔ قیام منیٰ کے تین دن ہیں: گیارہ، بارہ اور تیرہ ذوالحجہ۔ جو شخص ان دونوں میں جلدی کرے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور تاخیر کرنے والے کے لیے بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ جو شخص مزدلفہ کی شب صبح صادق کے وقت وقوف عرفہ کر لیتا ہے، اس نے حج کو پالیا۔

ارشاد خداوندی: فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ یعنی جس نے دو دنوں میں جلدی کی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور جس نے تاخیر کی اس پر بھی کوئی گناہ نہیں ہے"۔

اس آیت میں حج کے دنوں میں مزدلفہ سے واپسی پر "منیٰ" میں قیام کی مدت کا ذکر ہے۔ حجاج کرام ۸ ذی الحجہ کو منیٰ میں جاتے ہیں جہاں تین جمرات کو سات سات کنکریاں مارتے ہیں۔ جمرات کو کنکریاں مارنے کی ترتیب یوں ہے:

۱۰ ذوالحجہ کو صبح صادق کے وقت جمرہ عقبہ کو رمی کرتے ہیں۔ گیارہ اور بارہ ذوالحجہ کی تاریخوں میں تین جمروں کو رمی کرتے ہیں تاہم تیرہ ذوالحجہ کو وہاں قیام کرنے یا نہ کرنے میں اختیار ہے' جس کا تذکرہ آیت میں کیا جا رہا ہے۔ تیرہ ذوالحجہ کو رمی کے بعد منیٰ سے روانہ ہو جائے تو جائز ہے اور اگر رمی کے بعد وہاں ٹھہرا رہے تو بہتر ہے۔

یاد رہے جو شخص وقت کم ہونے کی وجہ سے مکہ معظمہ میں پہلے نہ آسکے بلکہ وہ سیدھا میدان عرفات میں پہنچ جائے تو وہ قیام مزدلفہ اور رمی جمرات کے بعد بھی طواف بیت اللہ اور سعی صفا و مروہ کر سکتا ہے۔

سوال: حدیث باب میں "قیام عرفہ" کو حج قرار دیا گیا ہے حالانکہ قیام مزدلفہ، رمی جمار، طواف بیت اللہ اور سعی صفا و مروہ بھی مناسک و ارکان حج ہیں جن میں سے کوئی بھی چھوٹ جائے حج مکمل نہیں ہو سکتا؟

جواب: بلاشبہ یہ تمام امور ارکان و مناسک حج ہیں جن کے بغیر حج مکمل نہیں ہو سکتا لیکن قیام عرفہ رکن اعظم ہونے کی وجہ سے اسے حج قرار دیا گیا ہے۔

2902 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اَبْغَضُ الرِّجَالِ اِلَى اللّٰهِ الْاَلَدُّ الْخَصِمُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ شخص وہ ہے' جو بہت زیادہ جھگڑالو ہو۔

(امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے۔

2902۔ اخرجه البخاری (۳۶/۸): کتاب التفسیر: باب: و هو الد الخصام، حدیث (۴۵۲۳)، (۱۹۲۱۳) کتاب الاحکام: باب: الالد الخصم حدیث (۷۱۸۸)، و مسلم (۲۰۵۴/۴): کتاب العلم: باب: من الالد الخصم، حدیث (۲۶۶۸/۵) و النسائی (۲۴۷/۸): کتاب آداب القضاة: باب: الالد الخصم، حدیث (۵۴۲۳)، و احمد (۵۵/۶، ۶۳، ۲۰۵)، و الحمیدی (۱۳۲/۱)، حدیث (۲۷۳)۔

شرح

سخت جھگڑالو کا اللہ کے ہاں ناپسند ہونا:

ارشاد خداوندی ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ۝ (البقرہ:۲۰۴)

''اور لوگوں میں کچھ ایسے ہیں دنیوی زندگی میں ان کی گفتگو آپ کو اچھی معلوم ہوگی اور جو کچھ ان کے دلوں میں ہے اس پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتے ہیں حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہیں''۔

اس آیت میں مشہور منافق اخنس بن شریق کا ذکر ہے، وہ نہایت فصیح و بلیغ شخص تھا۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا تو عقیدت ومحبت کا دعویٰ کرتا اور اپنے مخلص وصاحب ایمان ہونے کے لیے قسمیں کھاتا لیکن آپ کی مجلس سے الگ ہوتے ہی منافقت کا خوب مظاہرہ کرتا اور اسلام و مسلمانوں کے خلاف زبان درازی کرتا۔ اس آیت میں اسے جھگڑالو قرار دے کر اس کی خوب مذمت کی گئی ہے۔

حدیث باب میں بھی یہی مضمون بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص بات بات پر تیش میں آتا ہے، بدتمیزی کا مظاہرہ کرتا ہے، گالی گلوچ کو اپنا وطیرہ بناتا ہے، لوگوں کی دل آزاری کرتا ہے اور اس کی زبان اور ہاتھوں سے دوسروں کو گزند پہنچتی ہے وہ منافق ہے۔ اس کے برعکس مسلمان کی تعریف زبان نبوت سے یوں بیان کی گئی ہے: اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ یعنی مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔

2903 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنِيْ سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَتِ الْيَهُوْدُ اِذَا حَاضَتِ امْرَاَةٌ مِّنْهُمْ لَمْ يُؤَاكِلُوْهَا وَلَمْ يُشَارِبُوْهَا وَلَمْ يُجَامِعُوْهَا فِي الْبُيُوْتِ فَسُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى (وَيَسْاَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى) فَاَمَرَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّؤَاكِلُوْهُنَّ وَيُشَارِبُوْهُنَّ وَاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ وَاَنْ يَّفْعَلُوْا كُلَّ شَيْءٍ مَا خَلَا النِّكَاحَ فَقَالَتِ الْيَهُوْدُ مَا يُرِيْدُ اَنْ يَّدَعَ شَيْئًا مِّنْ اَمْرِنَا اِلَّا خَالَفَنَا فِيْهِ قَالَ فَجَاءَ عَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ

2903۔ اخرجه مسلم (۱۳۸/۲ ۔ الابی): كتاب الحيض: باب: جواز غسل الحائض راس زوجها و ترجيله و طهارة سورها۔ حديث (۳۰۲/۱٦)، و ابوداؤد (۱۱۷/۱): كتاب الطهارة: باب: من مواكلة الحائض و مجامعتها، حديث (۲۵۸)، (٦۰٦/۱): كتاب النكاح: باب: من اتيان الحائض و مباشرتها، حديث (۲۱٦۵)، والنسائی (۱۵۲/۱): كتاب الطهارة: باب: تاويل قول الله عزوجل (ت يسئلونك عن المحيض)، حديث (۲۸۸)، (۱۸۷/۱): كتاب النساء: باب: ما ينال من الحائض و تاويل قول الله عزوجل (ويسئلونك عن المحيض۔)، حديث (۳٦۹) و ابن ماجه (۲۱۱/۱): كتاب الطهارة و سننها: باب: ما جاء في مواكلة الحائض و سورها، حديث (٦٤٤)، و الدارمی (۲٤۵/۱): كتاب الصلاة: مباشرة الحائض، و احمد (۱۳۲/۳، ۲٤٦).

وَاُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَاهُ بِذٰلِكَ وَقَالَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا نَنْكِحُهُنَّ فِى الْمَحِيضِ فَتَمَعَّرَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهُ قَدْ غَضِبَ عَلَيْهِمَا فَقَامَا فَاسْتَقْبَلَتْهُمَا هَدِيَّةٌ مِّنْ لَبَنٍ فَاَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى آثَرِهِمَا فَسَقَاهُمَا فَعَلِمَا اَنَّهُ لَمْ يَغْضَبْ عَلَيْهِمَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ

◄◄ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یہودیوں میں یہ رواج تھا کہ جب کسی عورت کو حیض آتا تھا' تو وہ لوگ اس کے ساتھ بیٹھ کر کھاتے نہیں تھے' اس کے ساتھ بیٹھ کر پیتے نہیں تھے' اس کے ساتھ گھر میں میل جول ختم کر دیتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا گیا' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

''لوگ تم سے حیض کے بارے میں دریافت کرتے ہیں' تو تم فرما دو! یہ ناپاکی ہے۔''

تو نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو یہ ہدایت کی: وہ ایسی خواتین کے ساتھ بیٹھ کر کھالیا کریں' ان کے ساتھ بیٹھ کر پی لیا کریں' گھر میں ان کے ساتھ رہا کریں اور صحبت کرنے کے علاوہ ان کے ساتھ کچھ بھی کر سکتے ہیں (یعنی بوس و کنار کر سکتے ہیں)۔ اس بات پر یہودیوں نے یہ کہا: یہ صاحب ہمارے ہر کام کی مخالفت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

راوی بیان کرتے تھے حضرت عباد بن بشر اور حضرت اسید بن حضیر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' اور آپ ﷺ کو اس بارے میں بتایا: انہوں نے عرض کی: کیا ہم ان خواتین کے ساتھ حیض کے دوران صحبت نہ کریں؟ نبی اکرم ﷺ کا چہرۂ مبارک (غصے کی وجہ سے) سرخ ہو گیا' یہاں تک کہ ہم نے یہ گمان کیا آپ ان دونوں حضرات پر ناراضگی کا اظہار کریں گے۔ یہ دونوں حضرات اٹھ کر چل دیئے' اس کے فوراً بعد دودھ کا تحفہ آیا' تو نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں کو واپس بلایا اور ان دونوں کو وہ دودھ پلایا جس سے ہمیں یہ علم ہوا کہ آپ ﷺ ان سے ناراض نہیں ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس روایت کو محمد بن عبدالاعلیٰ نے اپنی سند کے ہمراہ نقل کیا ہے۔

شرح

حائضہ سے جماع کی ممانعت ہونا:

ارشاد خداوندی ہے: وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ط قُلْ هُوَ اَذًى لا فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِى الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ج فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ط اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ○ (البقرہ:۲۲۲)

''اور لوگ آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ فرما دیں: یہ تکلیف ہے۔ پس تم حیض کی حالت میں عورتوں سے الگ رہو اور ان کے پاک ہونے تک ان کے پاس نہ جاؤ۔ پس جب وہ پاک ہو جائیں تم ان کے پاس اسی طریقہ سے جاؤ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاکیزہ لوگوں کو پسند کرتا ہے''۔

اس آیت کا شان نزول حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ حیض کے حوالے سے افراط و تفریط کا شکار تھے۔ وہ حیض کے دنوں میں عورتوں کے ساتھ کھاتے پیتے نہیں تھے اور ان کے بستر بھی الگ کر دیتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ کی وضاحت طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس میں مسئلہ حیض کی وضاحت بیان کی گئی ہے کہ تم ایام حیض میں عورتوں کے ساتھ کھا پی سکتے ہو اور لیٹ سکتے ہو لیکن جماع کرنے کی اجازت نہیں ہے، کیونکہ ان ایام میں جماع کرنے سے زوجین کو تکلیف ہوگی۔ علاوہ ازیں زوجین علالت کا شکار ہو کر تا حیات جماع سے متنفر ہو سکتے ہیں۔

2904 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ سَمِعَ جَابِرًا يَقُوْلُ

متنِ حدیث: كَانَتِ الْيَهُوْدُ تَقُوْلُ مَنْ اَتَى امْرَاَتَهُ فِیْ قُبُلِهَا مِنْ دُبُرِهَا كَانَ الْوَلَدُ اَحْوَلَ فَنَزَلَتْ (نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ ابن منکدر بیان کرتے ہیں: انہوں نے حضرت جابر کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا: یہودی یہ کہا کرتے تھے' جو شخص اپنی بیوی کے پیچھے کی طرف سے اس کی اگلی شرمگاہ میں صحبت کرتا ہے' اس کا بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے' تو اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

''تمہاری بیویاں تمہارے کھیت میں تم جس طرف سے چاہو داخل ہو جاؤ''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2905 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ خُثَيْمٍ عَنِ ابْنِ سَابِطٍ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ

متنِ حدیث: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ قَوْلِهٖ (نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ) يَعْنِیْ صِمَامًا وَّاحِدًا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَّابْنُ خُثَيْمٍ هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ وَّابْنُ سَابِطٍ هُوَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ

2905۔ اخرجه الدارمی (۱/۲۵٦): كتاب الصلاة: باب: اتيان النساء من ادبارهن، و احمد (٦/۳۰۵، ۳۱۸، ۳۱۰)۔

سَابِطٍ الْجُمَحِيُّ الْمَكِّيُّ وَحَفْصَةُ هِيَ بِنْتُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيقِ وَيُرْوَى فِيْ سِمَامٍ وَّاحِدٍ

◆◆ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں (جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں ہے)

''تمہاری بیویاں تمہارے کھیت ہیں تم اپنے کھیت میں جس طرف سے چاہو آؤ۔''

(نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے) اس سے مراد یہ ہے: (صحبت کا مقام) ایک ہونا چاہیے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس روایت کے راوی ابن خثیم' عبداللہ بن عثمان بن خثیم ہیں' جبکہ ابن سابط نامی راوی عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن سابط جمحی مکی ہیں' جبکہ حفصہ نامی خاتون حفصہ بنت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق ہیں۔

بعض روایات میں لفظ ''سمام واحد'' بھی نقل کیا گیا ہے۔

2906 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَشْعَرِيُّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ اَبِي الْمُغِيْرَةِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: جَآءَ عُمَرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكْتُ قَالَ وَمَا اَهْلَكَكَ قَالَ حَوَّلْتُ رَحْلِيَ اللَّيْلَةَ قَالَ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَالَ فَاُنْزِلَتْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ) اَقْبِلْ وَاَدْبِرْ وَاتَّقِ الدُّبُرَ وَالْحَيْضَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَّيَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَشْعَرِيُّ هُوَ يَعْقُوْبُ الْقُمِّيُّ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ میں ہلاکت کا شکار ہو گیا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: تمہیں کس چیز نے ہلاکت کا شکار کیا ہے۔ انہوں نے عرض کی: گزشتہ رات میں نے اپنی سواری کو پھیر دیا۔ راوی بیان کرتے ہیں: تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں کوئی جواب نہیں دیا۔ راوی بیان کرتے ہیں: پھر نبی اکرم ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی:

''تمہاری عورتیں تمہارے کھیت ہیں تم ان میں جس طرف سے چاہو آؤ۔''

(اس سے مراد یہ ہے) تم آگے کی طرف سے صحبت کرو یا پیچھے کی طرف سے کرو (یہ جائز ہے)' البتہ پاخانہ کی جگہ صحبت کرنے سے بچو اور حیض (کے دوران صحبت کرنے سے بچو)۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

یعقوب بن عبداللہ اشعری نامی راوی یعقوب قمی ہیں۔

2906۔ اخرجه احمد (۱/۲۹۷)۔

شرح

بیوی کی صرف قُبُل میں جماع جائز ہونا:

ارشادِ ربانی ہے:

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ (البقرہ:۲۲۳)

''تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں، پس تم اپنی کھیتیوں میں جیسے چاہو آؤ''۔

احادیث باب میں اس آیت کا شانِ نزول بیان کیا گیا ہے۔ یہودی یہ بات کہا کرتے تھے کہ اگر بیوی سے پچھلی جانب سے آگے والے مقام میں جماع کیا جائے تو بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں ان کے نظریہ کی تردید کی گئی ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے رات کے وقت اپنی بیوی سے پیچھے کی طرف سے اس کے اگلے مقام میں صحبت کر لی ہے۔ یہ بات سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے، جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اپنی بیوی کے آگے والے مقام میں جس انداز سے بھی جماع کیا جائے جائز ہے لیکن حالتِ حیض اور پچھلے مقام میں جماع نہ کیا جائے۔

اس آیت میں عورت کو بمنزل کھیتی کے اور مرد کے نطفہ کو بمنزل بیج کے قرار دیا گیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر بیج اچھی کھیتی میں ڈالا جائے تو بارآور ہوگا اور اچھی فصل پیدا ہوگی۔ مرد کا نطفہ جماع کی شکل میں عورت کے رحم میں جائے گا تو خوبصورت بچہ پیدا ہوگا۔ پچھلے مقام میں جماع کرنے کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے۔ ایک حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ایسی حرکت کا مرتکب شخص ملعون ہے۔

2907 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا الْهَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ عَنِ الْمُبَارَكِ بْنِ فَضَالَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ

متنِ حدیث: اَنَّهُ زَوَّجَ اُخْتَهُ رَجُلًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَتْ عِنْدَهُ مَا كَانَتْ ثُمَّ طَلَّقَهَا تَطْلِيْقَةً لَّمْ يُرَاجِعْهَا حَتّٰى انْقَضَتِ الْعِدَّةُ فَهَوِيَهَا وَهَوِيَتْهُ ثُمَّ خَطَبَهَا مَعَ الْخُطَّابِ فَقَالَ لَهُ يَا لُكَعُ اَكْرَمْتُكَ بِهَا وَزَوَّجْتُكَهَا فَطَلَّقْتَهَا وَاللّٰهِ لَا تَرْجِعُ اِلَيْكَ اَبَدًا اٰخِرُ مَا عَلَيْكَ قَالَ فَعَلِمَ اللّٰهُ حَاجَتَهُ اِلَيْهَا وَحَاجَتَهَا اِلٰى بَعْلِهَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى (وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ) اِلٰى قَوْلِهِ (وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ) فَلَمَّا سَمِعَهَا مَعْقِلٌ قَالَ سَمْعًا لِرَبِّيْ وَطَاعَةً ثُمَّ دَعَاهُ فَقَالَ اُزَوِّجُكَ وَاُكْرِمُكَ

2907- اخرجه البخاري (۹/۸۹): كتاب النكاح: باب: من قال لا نكاح الا بولي، حديث (۵۱۳۰)، و ابوداؤد (۱/۶۳۵): كتاب النكاح: باب: من العضل، حديث (۲۰۸۷).

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِىَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ الْحَسَنِ وَهُوَ عَنِ الْحَسَنِ غَرِيْبٌ

وَفِىْ هٰذَا الْحَدِيْثِ دَلَالَةٌ عَلٰى اَنَّهٗ لَا يَجُوْزُ النِّكَاحُ بِغَيْرِ وَلِيٍّ لِاَنَّ اُخْتَ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ كَانَتْ ثَيِّبًا فَلَوْ كَانَ الْاَمْرُ اِلَيْهَا دُوْنَ وَلِيِّهَا لَزَوَّجَتْ نَفْسَهَا وَلَمْ تَحْتَجْ اِلٰى وَلِيِّهَا مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ وَاِنَّمَا خَاطَبَ اللّٰهُ فِىْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ الْاَوْلِيَاءَ فَقَالَ (لَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ) فَفِىْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ دَلَالَةٌ عَلٰى اَنَّ الْاَمْرَ اِلَى الْاَوْلِيَاءِ فِى التَّزْوِيْجِ مَعَ رِضَاهُنَّ

◆◆ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے اپنی بہن کی شادی ایک مسلمان سے کر دی۔ یہ نبی اکرم ﷺ کے زمانہ کی بات ہے وہ خاتون اس شخص کے ہاں رہی' جب تک اللہ کو منظور تھا' پھر اس شخص نے اس عورت کو طلاق دے دی اور اس کے ساتھ رجوع نہیں کیا، یہاں تک کہ اس خاتون کی عدت گزر گئی' پھر اس شخص نے اس خاتون کے ساتھ شادی کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ اس خاتون کی بھی یہی خواہش تھی تو نکاح کا پیغام بھیجنے والوں کے ساتھ اس شخص نے بھی اس خاتون کے لیے نکاح کا پیغام بھیج دیا تو حضرت معقل بن یسار نے کہا: او نالائق! میں نے اس خاتون کے ساتھ شادی کر کے تمہاری عزت افزائی کی اور تم نے اسے طلاق دے دی' اللہ تعالیٰ کی قسم! اب یہ کبھی بھی دوبارہ تمہاری طرف واپس نہیں آئے گی۔

راوی بیان کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ یہ بات جانتا تھا کہ اس مرد کو اس خاتون کی کتنی ضرورت ہے' اور اس خاتون کو اپنے شوہر کی کتنی ضرورت ہے' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

''جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دیدو' اور ان کی عدت پوری ہو جائے۔''

یہ آیت یہاں تک ہے ''اور تم علم نہیں رکھتے''

جب حضرت معقل رضی اللہ عنہ نے یہ آیت سنی' تو وہ بولے' میں اپنے پروردگار کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہوں۔ پھر انہوں نے اس شخص کو بلایا اور بولے: میں تمہاری شادی کرتا ہوں اور تمہاری عزت افزائی کرتا ہوں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حسن بصری کے حوالے سے' منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس حدیث میں اس بات پر دلالت پائی جاتی ہے: ولی کے بغیر نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے: حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی بہن ثیبہ تھی اگر ان کو خود ایسا کرنے کی اجازت ہوتی اور ان کے ولی کی ضرورت نہ ہوتی' تو وہ خود اپنی شادی کر لیتی۔ انہیں اپنے ولی حضرت معقل بن یسار کی ضرورت نہ ہوتی۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اولیاء سے خطاب کیا ہے' اور اولیاء سے ارشاد فرمایا ہے:

''تو تم ان خواتین کو اس بات سے نہ روکو کہ وہ اپنے (سابقہ) شوہر سے شادی کر لیں۔''

اس آیت میں اس بات پر دلالت پائی جاتی ہے: شادی کرنے میں خواتین کی رضامندی کے ہمراہ' اصل معاملہ اولیاء کے سپرد

ہوگا۔

شرح

مطلقہ عورتوں کو اپنی پسند کا نکاح کرنے کی اجازت ہونا:

ارشاد خداوندی ہے:

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○ (البقرہ:۲۳۲)

''اور جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دے دو پس وہ اپنی عدت طلاق پوری کرلیں تو تم انہیں اپنے شوہروں سے نکاح کرنے سے مت روکو بشرطیکہ وہ صحیح طریقہ کے ساتھ یہ معاملہ طے کرنا چاہیں۔ یہ نصیحت ہے تم میں سے ان لوگوں کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ طریقہ تمہارے لیے نہایت صاف و پاک ہے اور اللہ تعالیٰ وہ کچھ جانتا ہے جو تم نہیں جانتے''۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے' جس کا اختصار یہ ہے کہ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے دور رسالت میں اپنی ہمشیرہ کا نکاح ایک مسلمان بھائی سے کردیا۔ ایک عرصہ تک زوجین باہم زندگی گزارتے رہے۔ پھر شوہر نے طلاق دے دی اور زوجہ کی عدت طلاق پوری ہونے پر زوجین نے باہمی رضامندی سے دوبارہ نکاح کرنے کی کوشش کی تو آپ نے انہیں دوسرے نکاح سے منع کیا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں بتایا گیا ہے کہ زوجین دوبارہ نکاح کرنے کی کوشش کریں تو ان کے درمیان رکاوٹ نہیں ڈالنا چاہیے' کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر انسان کی ضرورت کو خوب جانتا ہے۔

اس آیت میں مطلقہ بیوی کو ولی کی اجازت کے بغیر دوبارہ نکاح کرنے کی جو اجازت دی گئی ہے، اسکی دو صورتیں ہوسکتی ہیں:

(۱) شوہر نے ایک یا دو طلاقیں دی ہوں تو عدت گزرنے پر بیوی سابقہ شوہر سے نکاح کرسکتی ہے۔

(۲) شوہر نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہوں تو وہ سابقہ شوہر سے نکاح نہیں کرسکتی بلکہ دوسرے شوہر سے نکاح کرنے کی مجاز ہوگی۔

سوال: حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ اور اس کے شوہر کا نام کیا تھا؟

جواب: آپ کی ہمشیرہ کے نام میں تین اقوال ہیں:

(i) جمیل بنت یسار (ii) فاطمہ بنت یسار (iii) لیلیٰ بنت یسار

آپ کی ہمشیرہ کے شوہر کے نام میں دو اقوال ہیں:

(i) ابوالبداح بن عاصم (ii) عبداللہ بن روحہ

عاقلہ بالغہ عورت کا ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرنے میں مذاہب آئمہ:

عاقلہ بالغہ عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر خود نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) احناف کے اس مسئلہ میں دو اقوال ہیں:

(i) عاقلہ بالغہ عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر خود نکاح کرے یا اپنی سرپرستی میں نکاح کرائے تو جائز ہے۔

(ii) عاقلہ بالغہ عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر اپنے کفو میں نکاح کرسکتی ہے لیکن غیر کفو میں نہیں۔

احناف کے دلائل یہ ہیں:

(i) ارشاد خداوندی ہے: حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ط (البقرہ:۲۳۰) "یہاں تک کہ وہ دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرلے"۔ اس آیت میں نکاح کرنے کی نسبت عورت کی طرف کی گئی ہے جس سے ازخود اس کے نکاح کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

(ii) ارشاد ربانی ہے: فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ (البقرہ:۲۳۲) "عورتوں کو اپنے شوہروں سے نکاح کرنے میں تم رکاوٹ نہ بنو" اس ارشاد میں بھی نکاح کرنے کی نسبت عورت کی طرف ہے۔

(iii) اعلان خداوندی ہے: اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ (البقرہ:۵۰) "اگر عورت اپنا نفس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پیش کردے"۔

فائدہ نافعہ: گواہوں اور مہر کے بغیر نکاح کرنا خصوصیات نبوت سے ہے لیکن عورت کا اپنے آپ کو پیش کرنا خصوصیات نبوت سے نہیں ہے بلکہ یہ معاملہ پوری امت کے لیے۔ (احکام القرآن للجصاص جلد ثالث ص ۳۶۶)

(iv) ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: اَلْاَيِّمُ اَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَّلِيِّهَا (الصحیح للمسلم جلد اول ص ۲۵۵) "یعنی عاقلہ بالغہ عورت اپنے ولی سے زیادہ اپنے نفس کی حقدار ہے"۔

(vii) اَنْكَحَتْ عَائِشَةُ ذَاتَ قَرَابَةٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ (سنن ابن ماجہ جلد اول ص ۱۳۰) "حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی رشتہ دار ایک خاتون کا نکاح انصار میں سے ایک شخص کے ساتھ کردیا تھا"۔

(۲) حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں کرسکتی اور نہ کرواسکتی ہے۔ ان کے دلائل یہ ہیں:

(i) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَيُّمَا امْرَاَةٍ نَكَحَتْ بِغَيْرِ اِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ (جامع ترمذی جلد اول ص ۱۳۰) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جس عورت نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا، اس کا نکاح باطل ہے"۔

(ii) مشہور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ "یعنی ولی کی اجازت کے بغیر نکاح درست نہیں ہے"۔

احناف کی طرف سے جمہور کے دلائل کا جواب یوں دیا جاتا ہے:

پہلی دلیل کا جواب: (i) سند کے قوی نہ ہونے کی وجہ سے حدیث ضعیف اور نا قابل استدلال ہے۔
(ii) یہ حدیث احناف کی روایات سے منسوخ ہے۔
(iii) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اپنا عمل اس روایت کے خلاف ہے، لہٰذا یہ روایت نا قابل عمل ہے۔
دوسری دلیل کا جواب: (i) اس روایت کی سند میں اضطراب ہے اور اختلاف بھی۔
(ii) روایت "لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ" کا حکم عام ہے جو مرد و زن دونوں کو شامل ہے۔
(iii) یہ روایت عاقلہ بالغہ عورت کے بارے میں نہیں ہے بلکہ صغیرہ اور مجنونہ کے بارے میں ہے کیونکہ اصل روایت کے الفاظ یہ ہیں: والنكاح بغير ولى انما هو نكاح المجنونة والصغيرة ۔ (حاشیہ فتح القدیر جلد ۲ ص ۱۳۰)
(iv) یہاں نفی سے مراد نفی ذات نہیں ہے بلکہ نفی کمال مراد ہے۔

2908 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ قَالَ ح وحَدَّثَنَا الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِيْ يُوْنُسَ مَوْلٰى عَائِشَةَ قَالَ

متنِ حدیث: اَمَرَتْنِيْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنْ اَكْتُبَ لَهَا مُصْحَفًا فَقَالَتْ اِذَا بَلَغْتَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ فَاٰذِنِّيْ (حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى) فَلَمَّا بَلَغْتُهَا اٰذَنْتُهَا فَاَمْلَتْ عَلَيَّ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَصَلَاةِ الْعَصْرِ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ وَقَالَتْ سَمِعْتُهَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ حَفْصَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ ابو یونس جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے غلام ہیں وہ بیان کرتے ہیں: سیدہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے مجھے یہ ہدایت کی کہ میں ان کے لیے ایک قرآن پاک تحریر کردوں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب تم اس آیت پر پہنچ جاؤ تو مجھے بتا دینا۔
"اور تم نمازوں کی حفاظت کرو (بطور خاص) درمیان والی نماز کی۔"
راوی بیان کرتے ہیں: جب میں اس آیت پر پہنچا تو میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس آیت کے بارے میں بتایا تو انہوں نے مجھے آیت کے یہ الفاظ املاء کروائے۔
"تم نمازوں کی حفاظت کرو درمیانی نماز کی یعنی عصر کی نماز کی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ادب کے ساتھ کھڑے رہو۔"
سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات بیان کی میں نے نبی اکرم ﷺ کی زبانی (یہ آیت اس طرح) سنی ہے۔
اس بارے میں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے بھی حدیث منقول ہے۔
(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2908- اخرجه مالك (۱۳۸/۱): كتاب صلاة الجماعة: باب: الصلاة الوسطى، حديث (۲۵)، ومسلم (۶٤/۲ ۵ - الابى) كتاب المساجد و مواضع الصلاة: باب: الدليل لمن قال الصلاة الوسطى من صلاة العصر، حديث (۲۰۷/ ۶۲۹)، و ابوداؤد (۱۶۵/۱): كتاب الصلاة: باب: في وقت صلاة العصر، حديث (٤۱۰)، والنسائى (۲۳۶/۱): كتاب الصلاة: باب: المحافظة على صلاة العصر، حديث (٤۷۲)، و احمد (۷۳/۶، ۱۷۸)۔

2909 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: صَلَاةُ الْوُسْطٰى صَلَاةُ الْعَصْرِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: درمیانی نماز سے مراد عصر کی نماز ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2910 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْ حَسَّانَ الْاَعْرَجِ عَنْ عَبِيْدَةَ السَّلْمَانِيِّ اَنَّ عَلِيًّا حَدَّثَهٗ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: يَوْمَ الْاَحْزَابِ اللّٰهُمَّ امْلَاْ قُبُوْرَهُمْ وَبُيُوْتَهُمْ نَارًا كَمَا شَغَلُوْنَا عَنْ صَلَاةِ الْوُسْطٰى حَتّٰى غَابَتِ الشَّمْسُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ قَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ عَلِيٍّ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ حَسَّانَ الْاَعْرَجُ اسْمُهٗ مُسْلِمٌ

◄► حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی ہے: نبی اکرم ﷺ نے غزوۂ خندق کے موقع پر یہ دعا کی تھی:

"اے اللہ ان (کفار) کی قبروں اور گھروں کو آگ سے بھر دے' کیونکہ انہوں نے ہمیں سورج غروب ہونے تک نماز وسطیٰ (یعنی عصر کی نماز) نہیں پڑھنے دی۔"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔

ابوحسان اعرج نامی راوی کا نام مسلم ہے۔

2911 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُو النَّضْرِ وَاَبُوْ دَاوٗدَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ عَنْ زُبَيْدٍ عَنْ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: صَلَاةُ الْوُسْطٰى صَلَاةُ الْعَصْرِ

2910۔ اخرجه البخاری (۱۲۴/۶): كتاب الجهاد و السير: باب: الدعاء على المشركين بالهزيمة و الزلزلة، حديث (۲۹۳۱) واطرافه فی (۴۱۱۱، ۴۵۳۳، ۶۳۹۶) و مسلم (۵۶۰/۲): كتاب المساجد و مواضع الصلاة: باب: التغليظ من تفويت صلاة العصر، حديث (۶۲۷/۲۰۲)، و ابوداؤد (۱۶۵/۱): كتاب الصلاة: باب: من وقت صلاة العصر، حديث (۴۰۹)، و النسائی (۲۳۶/۱): كتاب الصلاة: باب: المحافظة على صلاة العصر، حديث (۴۷۳) و الدارمی (۲۸۰/۱): كتاب الصلاة: باب: الصلاة الوسطى، و احمد (۷۹/۱، ۱۳۵، ۱۳۷، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۴۴، ۱۲۲)، و ابن خزيمة (۲۸۹/۲) حديث (۱۳۳۵) و بن حميد ص (۵۵)، حديث (۷۷)۔

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَّاَبِيْ هَاشِمِ بْنِ عُتْبَةَ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ
حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: ''درمیانی نماز'' سے مراد عصر کی نماز ہے۔

اس بارے میں حضرت زید بن ثابت' حضرت ابو ہاشم بن عتبہ اور حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہم) سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

صلوٰۃ وسطیٰ سے نماز عصر مراد ہونا:

ارشاد ربانی ہے:

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ۝ (البقرہ: ۲۳۸)

''اے مسلمانو! تم نمازوں کی حفاظت کرو بالخصوص درمیانی نماز کی اور تم اللہ کے لیے عجز سے کھڑے ہو جاؤ''۔

احادیث باب سے ثابت ہوتا ہے کہ صلوٰۃ وسطیٰ سے مراد ''صلوٰۃ عصر'' ہے۔ درمیانی نماز یہی بنتی ہے، کیونکہ اس سے قبل دن کی دو نمازیں ہیں: نماز فجر اور نماز ظہر اور اس کے بعد بھی رات کی دو نمازیں ہیں:

(۱) نماز مغرب (۲) نماز عشاء۔

قَانِتِيْنَ سے مراد ہے: حالت نماز میں سکوت اختیار کرنا اور دنیوی باتیں نہ کرنا۔

سوال: جب حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ فرمایا تو اس میں ''صلوٰۃ وسطیٰ'' بھی شامل تھی تو پھر الگ سے: ''وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى'' اس کا ذکر کرنے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: بلاشبہ ''اَلصَّلَوَاتِ'' میں ''صلوٰۃ وسطیٰ'' بھی شامل تھی لیکن اسے الگ لانے کی کئی وجوہات ہیں:

☆ دوسری نمازوں کی نسبت اس نماز کی اہمیت زیادہ ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احزاب کے موقع پر دشمنوں کے حق میں یہ بددعا فرمائی تھی: اَللّٰهُمَّ امْلَاْ قُبُوْرَهُمْ وَ بُيُوْتَهُمْ نَارًا كَمَا شَغَلُوْنَا عَنْ صَلٰوةِ الْوُسْطٰى حَتّٰى غَابَتِ الشَّمْسُ ' اے اللہ! تو ان کی قبور اور گھروں کو آگ سے بھر دے کہ انہوں نے ہمیں صلوٰۃ وسطیٰ سے مشغول رکھا حتیٰ کہ آفتاب غروب ہو گیا۔

☆ جب انسان کی وفات کا وقت قریب آتا ہے اور قبر میں اس سے فرشتوں کی طرف سے سوالات کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، عین عصر کا وقت ہوتا ہے۔ اگر مسلمان نمازی ہو تو وہ فرشتوں سے کہتا ہے کہ سوالات سے قبل مجھے نماز عصر ادا کر لینے دو اس وجہ سے اللہ تعالیٰ جوابات دینے میں آسانی پیدا کر دیتا ہے۔

☆ ایک سفر کے دوران میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز عصر ادا کر کے حضرت علی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ران پر اپنا سر اقدس رکھ کر آرام فرما ہو گئے جبکہ مولا علی رضی اللہ عنہ نے ابھی نماز عصر ادا نہیں کی تھی۔ اسی حالت میں نماز عصر کا وقت ختم ہونے کے قریب پہنچ گیا، کیونکہ آفتاب غروب ہو رہا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے رانوں کو حرکت نہ کی اور نہ زبان سے نماز کے فوت ہونے کا ذکر کیا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام میں خلل نہ ہو۔ البتہ آپ کی آنکھوں سے بہنے والے آنسوؤں کا ایک قطرہ جسم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر گرا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے رونے کی وجہ دریافت کی؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آفتاب غروب ہو رہا ہے اور میں نے ابھی نماز عصر ادا نہیں کی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آفتاب کی طرف انگلی کا اشارہ کیا تو وہ عصر کے وقت پر واپس آ گیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز عصر ادا کی پھر آفتاب حسب معمول غروب ہو گیا۔

اس سلسلہ میں امام احمد رضا خاں قادری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

سورج الٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاق
اندھے نجدی دیکھ لیں قدرت رسول اللہ کی

سوال: ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کتابت قرآن کے وقت ''صلوٰۃ العصر'' کے الفاظ قرآن میں کیوں لکھوائے تھے حالانکہ یہ تو تفسیر ہے؟

جواب: یہ اس زمانہ کی بات ہے کہ ابھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے لغت قریش پر قرآن مرتب نہیں کروایا تھا اور انہوں نے (حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما) اُنْزِلَ الْقُرْآنُ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ پر عمل کرتے ہوئے ''صلوٰۃ العصر'' کے الفاظ لکھوائے تھے۔

صلوٰۃ وسطیٰ کے بارے میں اقوال اسلاف:

''صلوٰۃ وسطیٰ'' سے مراد کون سی نماز ہے؟ اس بارے میں اسلاف و آئمہ کے مختلف اقوال ہیں۔ حضرت امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے پندرہ اقوال نقل فرمائے جو درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابوزید اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مؤقف ہے کہ صلوٰۃ وسطیٰ سے صلوٰۃ ظہر مراد ہے۔

(۲) حضرت انس، حضرت عکرمہ، حضرت جابر، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مطابق صلوٰۃ وسطیٰ سے صلوٰۃ فجر مراد ہے۔

(۳) حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت معاذ بن جبل اور حضرت امام ابن بر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک صلوٰۃ وسطیٰ سے مراد تمام نمازیں ہیں حتیٰ کہ اس میں نوافل وغیرہ بھی شامل ہیں۔

(۴) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس سے مراد نماز مغرب ہے۔

(۵) حضرت ابن حبیب مالکی اور حضرت ابوشامہ رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے نماز جمعہ مراد ہے۔

(۶) حضرت علامہ قرطبی اور علامہ ابن التین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز عشاء مراد ہے۔
(۷) نماز فجر اور نماز عصر مراد ہیں۔
(۸) نماز فجر اور نماز عشاء مراد ہیں۔
(۹) صلوٰۃ الخوف مراد ہے۔
(۱۰) صلوٰۃ عید الاضحیٰ مراد ہے۔
(۱۱) نماز چاشت مراد ہے۔
(۱۲) حضرت سعید بن جبیر اور آئمہ حرمین رحمہم اللہ تعالیٰ کے مطابق پانچ نمازوں میں سے کوئی نماز بھی مراد ہو سکتی ہے۔
(۱۳) حنابلہ اور احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز عصر مراد ہے۔
(۱۴) نماز تہجد مراد ہے۔
(۱۵) حضرت علامہ سخاوی اور حضرت امام تقی الدین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز وتر مراد ہے۔
(فتح الباری، شرح صحیح البخاری جلد ثامن ص ۱۹۴)

2912 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِیعٍ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِیَةَ وَیَزِیْدُ بْنُ هَارُوْنَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَیْدٍ عَنْ اِسْمٰعِیْلَ بْنِ اَبِیْ خَالِدٍ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ شُبَیْلٍ عَنْ اَبِیْ عَمْرٍو الشَّیْبَانِیِّ عَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ

متنِ حدیث: کُنَّا نَتَکَلَّمُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الصَّلٰوةِ فَنَزَلَتْ (وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِیْنَ) فَاُمِرْنَا بِالسُّكُوتِ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِیعٍ حَدَّثَنَا هُشَیْمٌ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ اَبِیْ خَالِدٍ نَحْوَهٗ وَزَادَ فِیْهِ وَنُهِیْنَا عَنِ الْكَلَامِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ عَمْرٍو الشَّیْبَانِیُّ اسْمُهٗ سَعْدُ بْنُ اِیَاسٍ

◆◆ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں نماز کے دوران بات چیت کر لیا کرتے تھے، پھر یہ آیت نازل ہوئی:

"تو تم اللہ کی بارگاہ میں ادب کے ساتھ کھڑے رہو۔"

تو ہمیں (نماز کے دوران) خاموش رہنے کا حکم دیا گیا۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

"ہمیں بات چیت کرنے سے منع کر دیا گیا۔"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

ابوعمرو شیبانی نامی راوی کا نام سعد بن ایاس ہے۔

شرح

حالت نماز میں گفتگو ممنوع ہونا:

ارشاد خداوندی ہے:

وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ○ (البقرہ:۲۳۸)

''اور تم اللہ کے لیے خاموشی سے کھڑے ہو جاؤ''۔

حدیث باب میں اس آیت کا شان نزول بیان کیا گیا ہے۔ نماز میں تنسیخ گفتگو کا واقعہ مدنی دور میں پیش آیا تھا، کیونکہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ مکہ میں نہیں تھے بلکہ مدینہ میں تھے۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم لوگ نماز میں گفتگو کرتے تھے، جب یہ آیت نازل ہوئی تو ہم نے دوران نماز گفتگو کرنا ترک کر دیا تھا۔

کیا دوران نماز گفتگو کی گنجائش ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دوران نماز گفتگو کرنے کی مطلقاً اجازت نہیں ہے، کیونکہ گفتگو نماز کے منافی ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے نماز میں گفتگو کرنے کی گنجائش ہے۔ حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا بھی ملا جلا موقف ہے، جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ حدیث باب حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے موقف کی مؤید ہے۔

2913 سند حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ اِسْرَآئِيْلَ عَنِ السُّدِّيِّ عَنْ اَبِيْ مَالِكٍ

متن حدیث: عَنِ الْبَرَاءِ (وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ) قَالَ نَزَلَتْ فِيْنَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ كُنَّا اَصْحَابَ نَخْلٍ فَكَانَ الرَّجُلُ يَاْتِيْ مِنْ نَخْلِهٖ عَلٰى قَدْرِ كَثْرَتِهٖ وَقِلَّتِهٖ وَكَانَ الرَّجُلُ يَاْتِيْ بِالْقِنْوِ وَالْقِنْوَيْنِ فَيُعَلِّقُهُ فِي الْمَسْجِدِ وَكَانَ اَهْلُ الصُّفَّةِ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ فَكَانَ اَحَدُهُمْ اِذَا جَاعَ اَتَى الْقِنْوَ فَضَرَبَهُ بِعَصَاهُ فَيَسْقُطُ مِنَ الْبُسْرِ وَالتَّمْرِ فَيَاْكُلُ وَكَانَ نَاسٌ مِّمَّنْ لَّا يَرْغَبُ فِي الْخَيْرِ يَاْتِي الرَّجُلُ بِالْقِنْوِ فِيْهِ الشِّيْصُ وَالْحَشَفُ وَبِالْقِنْوِ قَدِ انْكَسَرَ فَيُعَلِّقُهُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ تَعَالٰى (يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْاَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّا اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ) قَالَ لَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ اُهْدِيَ اِلَيْهِ مِثْلُ مَا اَعْطَاهُ لَمْ يَاْخُذْهُ اِلَّا عَلٰى اِغْمَاضٍ اَوْ حَيَاءٍ قَالَ فَكُنَّا بَعْدَ ذٰلِكَ يَاْتِيْ اَحَدُنَا بِصَالِحِ مَا عِنْدَهٗ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ مَالِكٍ هُوَ الْغِفَارِيُّ وَيُقَالُ اسْمُهٗ غَزْوَانُ وَقَدْ رَوٰى سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنِ السُّدِّيِّ شَيْئًا مِّنْ

2913- تفردبه الترمذي كما جاء في (التحفة) (٦٢/٢)، حديث (١٩١١) لم يخرجه الا الترمذي عن السدي عن ابي مالك عن البراء موقوفاً.

هٰذَا

◄► حضرت براء (بن عازب رضی اللہ عنہ) یہ بات بیان کرتے ہیں: (وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ) وہ یہ فرماتے ہیں: یہ آیت ہمارے یعنی انصار کے بارے میں نازل ہوئی تھی' کیونکہ ہم کھجوروں کے مالک تھے۔ ہر شخص اپنی حیثیت کے مطابق کم یا زیادہ کھجوریں لے کر حاضر ہوا کرتا تھا۔ کچھ لوگ کھجوروں کا ایک گچھا یا دو گچھے لا کر مسجد میں لٹکا دیتے تھے' کیونکہ اصحاب صفہ کے لیے کسی کے گھر سے کھانا مقرر نہیں تھا اس لیے اگر ان میں سے کسی کو بھوک محسوس ہوتی' تو وہ اس گچھے کے پاس آتا تھا' اپنی لاٹھی کے ذریعے اسے مارتا تھا جس کے نتیجے میں کچھ پکی اور کچھ کچی کھجوریں گر جاتی تھیں تو وہ انہیں کھا لیتا تھا۔ اس طرح کچھ ایسے لوگ بھی تھے' جو خیرات دینے میں رغبت نہیں رکھتے تھے وہ ایسا گچھا لے آیا کرتے تھے' جس میں خراب کھجوریں زیادہ ہوتی تھیں یا کوئی ایسا گچھا لے آیا کرتے تھے' جو ٹوٹا ہوا ہوتا تھا' تو اسے لا کر لٹکا دیتے تھے' تو اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

"اے ایمان والو! تم جو کماتے ہو اس میں سے پاکیزہ چیزیں (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو اور اس چیز میں سے بھی جو ہم نے زمین میں سے تمہارے لیے نکالا ہے' اور خراب چیزیں خرچ کرنے کی نیت نہ کرو' حالانکہ تم خود اسے قبول کرنا گوارہ نہ کرو گے' ماسوائے اس صورت کے کہ تم اس بارے میں چشم پوشی کرو۔"

راوی بیان کرتے ہیں: یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ بات بیان کی ہے: تم میں سے کسی ایک شخص کو اس طرح کی کوئی چیز تحفے کے طور پر دی جائے' تو وہ اسے چشم پوشی کے ساتھ قبول کرے گا' یا شرم کی وجہ سے قبول کرے گا۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اس کے بعد ہم میں سے ہر شخص اپنے پاس موجود ٹھیک چیز (اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے) لے کر آیا کرتا تھا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب صحیح" ہے۔

ابو مالک نامی راوی غفاری ہیں۔ ایک قول کے مطابق ان کا نام غزوان ہے۔

ثوری نے اس روایت کا کچھ حصہ سدی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

شرح

اللہ تعالیٰ کی راہ میں عمدہ چیز پیش کرنا:

ارشاد خداوندی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝ (البقرہ: ۲۶۷)

"اے ایمان والو! تم اپنی کمائی سے اور زمین سے ہماری پیدا کی ہوئی چیزوں سے عمدہ چیز اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور ان

سے ناپسند چیز خرچ کرنے کا قصد نہ کرو جسے لینا تم خود پسند نہیں کرتے مگر جبکہ تم اس بارے میں چشم پوشی سے کام لو اور تم خوب جان لو کہ بیشک اللہ تعالیٰ بے نیاز ستودہ ہے"۔

حدیث باب میں اس آیت کا شان نزول بیان کیا گیا ہے کہ اہل عرب کے ہاں کھجوروں کی پیداوار کثرت سے ہوتی تھی، وہ اپنی طاقت کے مطابق کھجوروں کے گچھے مسجد نبوی میں لا کر لٹکا دیتے تھے تاکہ اصحاب صفہ کی خوراک کا انتظام ہو جائے۔ چنانچہ اصحاب صفہ ان کھجوروں کو اپنے استعمال میں لاتے۔ کچھ لوگ ردی قسم کی کھجوریں لاتے جو کم مقدار ہونے کے علاوہ عمدہ نوعیت کی نہیں ہوتی تھیں۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں مسلمانوں کو درس دیا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں کوئی چیز پیش کرنی ہو وہ عمدہ اور نفیس ہونی چاہیے۔ ایک روایت میں فرمایا ہے کہ جو چیز تم اپنے لیے پسند کرتے ہو وہی اپنے بھائی کے لیے بھی پسند کرو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز تم اپنے لیے ناپسند کرتے ہو، وہ دوسروں کے لیے بھی ناپسند ہونی چاہیے۔

غرباء پر خرچ کرنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

(۱) کوئی چیز کسی غریب کو بطور تعاون دینا مقصود ہو مثلاً سردی سے بچنے کے لیے کپڑے یا چادر یا لحاف وغیرہ تو اس صورت میں عمدہ ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ جو گھر میں موجود ہو یا ضرورت سے زائد ہو کسی کو پیش کر دے تب بھی جائز اور باعث ثواب ہے۔ اس بارے میں ارشاد خداوندی ہے: وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۭ قُلِ الْعَفْوَ ۭ (البقرہ:۲۱۹)(اے محبوب!) لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا چیز خرچ کریں؟ آپ جواب میں فرمادیں: جو چیز زائد ہو"۔

(۲) کوئی چیز پیش کرنے کا مقصد اجر وثواب ہو اور حاجت روائی نہ ہو اس صورت میں وہ چیز عمدہ قسم کی ہونا چاہیے۔ اس بارے میں ارشاد خداوندی ہے: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۭ (آل عمران:۹۲) "تم اس وقت تک ہرگز نیکی حاصل نہیں کر سکتے جب تک اپنی پسندیدہ چیز (اللہ کی راہ میں) خرچ نہ کرو"۔ مثلاً قربانی کرنا ہے تو عمدہ نوعیت کا جانور ہونا چاہیے، غرباء کو کھانا پیش کرنا ہے تو وہ مرغوب و پرتکلف ہونا چاہیے اور کسی کو کوئی تحفہ دینا ہو تو وہ اعلیٰ ہونا چاہیے۔

2914 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ مُرَّةَ الْهَمْدَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: إِنَّ لِلشَّيْطَانِ لَمَّةً بِابْنِ اٰدَمَ وَلِلْمَلَكِ لَمَّةً فَاَمَّا لَمَّةُ الشَّيْطَانِ فَإِيعَادٌ بِالشَّرِّ وَتَكْذِيبٌ بِالْحَقِّ وَاَمَّا لَمَّةُ الْمَلَكِ فَإِيعَادٌ بِالْخَيْرِ وَتَصْدِيقٌ بِالْحَقِّ فَمَنْ وَّجَدَ ذٰلِكَ فَلْيَعْلَمْ اَنَّهُ مِنَ اللّٰهِ فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ وَمَنْ وَّجَدَ الْاُخْرٰى فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ثُمَّ قَرَاَ (الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ) الْاٰيَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَّهُوَ حَدِيْثُ اَبِي الْاَحْوَصِ لَا نَعْلَمُهُ مَرْفُوْعًا اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ اَبِي الْاَحْوَصِ

2914- تفردبه الترمذی کما جاء فی (التحفة) (۱۳۹/۷)، حدیث (۹۵۵۰) واخرجه ابویعلی (۴۱۷/۸)، حدیث (۴۹۹۹/۳۳) و عزاہ لابن حبان (موارد) (۴۰) من طریق ابی یعلی و الطبری فی (التفسیر) (۸۸/۳، ۸۹)۔

◄◄ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: انسان پر کچھ اثر شیطان کا ہوتا ہے' اور کچھ اثر فرشتے کا ہوتا ہے۔ شیطان کا اثر یہ ہوتا ہے کہ شر کا وعدہ ہوتا ہے' اور حق کی تکذیب کرنے کی ترغیب ہوتی ہے' جبکہ فرشتے کا اثر بھلائی کا وعدہ ہوتا ہے' اور حق بات کی تصدیق کرنا ہوتا ہے' تو جو شخص اپنے اندر کوئی ایسی صورت پائے تو وہ یہ بات جان لے! یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے' تو ایسی صورت میں وہ اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرے اور جو شخص پہلی قسم والا اثر پائے تو شیطان کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے پھر نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

''شیطان تمہیں غربت سے ڈراتا ہے اور تمہیں بے حیائی کا حکم دیتا ہے۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

یہ وہ روایت ہے' جو ابواحوص کے حوالے سے' منقول ہے۔ ہمارے علم کے مطابق یہ صرف ابواحوص کے حوالے سے' ہی ''مرفوع'' روایت کے طور پر منقول ہے۔

شرح

شیطان کا درس شر دینا اور فرشتے کا درس حق دینا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰہُ یَعِدُکُمْ مَّغْفِرَۃً مِّنْہُ وَفَضْلًا ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۝ (البقرہ:۲۶۸)

''شیطان تم سے محتاجی اور بے حیائی کا درس دیتا ہے اور اللہ تم سے بخشش و مہربانی کا وعدہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ وسعت والا جاننے والا ہے''۔

اس آیت کی تفسیر و تشریح حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ جس کا اختصار یہ ہے کہ اس بات کا دل میں خیال آنا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے مال کم ہو جائے گا اور میں محتاج ہو جاؤں گا۔ یہ وسوسہ ہے جو شیطان کی طرف سے ہے' کیونکہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے مال بڑھتا ہے۔ اگر دل میں ایفاء عہد اور تصدیق حق کا تصور آئے یہ فرشتے کی طرف سے ہوتا ہے، جسے عربی زبان میں ''الہام'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کے فضل و مہربانی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ شیطان قدم قدم پر انسان کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس کے برعکس فرشتہ حق کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ اپنے ازلی دشمن سے مکمل طور پر محفوظ رہ کر اللہ تعالیٰ اور رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری اختیار کرے۔

2915 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَیْمٍ حَدَّثَنَا فُضَیْلُ بْنُ مَرْزُوْقٍ عَنْ عَدِیِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :

2915- اخرجه مسلم (۳/۴۷۷ - الابی): كتاب الزكاة: باب: قبول الصدقة من الكسب الطيب و تربيتها، حديث (۶۵/۱۰۱۵)، و الدارمی (۲/۳۰۰): كتاب الرقاق، باب : اكل الطيب، واحمد (۲/۳۲۸).

متن حدیث: یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰهَ طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا وَّاِنَّ اللّٰهَ اَمَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِمَا اَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِیْنَ فَقَالَ (یَا اَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ) وَقَالَ (یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ) قَالَ وَذَكَرَ الرَّجُلَ یُطِیْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ یَمُدُّ یَدَهٗ اِلَی السَّمَآءِ یَا رَبِّ یَا رَبِّ وَمَطْعَمُهٗ حَرَامٌ وَّمَشْرَبُهٗ حَرَامٌ وَّمَلْبَسُهٗ حَرَامٌ وَّغُذِیَ بِالْحَرَامِ فَاَنّٰی یُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ وَّاِنَّمَا نَعْرِفُهٗ مِنْ حَدِیْثِ فُضَیْلِ بْنِ مَرْزُوْقٍ

توضیح راوی: وَاَبُوْ حَازِمٍ هُوَ الْاَشْجَعِیُّ اسْمُهٗ سَلْمَانُ مَوْلٰی عَزَّةَ الْاَشْجَعِیَّةِ

◄◄ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

''اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے اور وہ صرف پاکیزہ چیز کو قبول کرتا ہے' اس نے اہلِ ایمان کو اسی بات کا حکم دیا ہے' جس چیز کا حکم اس نے رسولوں کو دیا ہے' اور یہ ارشاد فرمایا ہے:

''اے رسولو! پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو! تم لوگ جو عمل کرتے ہو' میں اس کے بارے میں علم رکھتا ہوں۔''

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:

''اے ایمان والو! ہم نے جو تمہیں رزق عطا کیا ہے' اس میں سے پاکیزہ چیزیں کھاؤ۔''

راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ایسے شخص کا تذکرہ کیا' جو طویل سفر کرتا ہے' جس کے بال بکھرے ہوئے' اور غبار آلود ہوتے ہیں وہ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف کر کے اے میرے پروردگار! اے میرے پروردگار! پکارتا ہے (یعنی دعائیں کرتا ہے) حالانکہ اس کا کھانا حرام ہوتا ہے اس کا پینا حرام ہوتا۔ ہے' اس کا لباس حرام ہوتا ہے' اس کی پرورش حرام چیز کے ذریعے ہوتی ہے' تو اس کی دعا قبول کیسے ہوگی؟

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

ہم اسے صرف فضیل بن مرزوق سے منقول ہونے کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

ابوحازم نامی راوی اشجعی ہیں' ان کا نام سلمان ہے' اور یہ عزہ اشجعیہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

شرح

مسلمانوں کو حلال وطیب رزق کھانے کا درس:

ارشاد خداوندی ہے:

(الف) یٰۤاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ ؕ (المومنون:۵۱)

''اے رسولو! تم پاکیزہ اشیاء کھاؤ اور اچھے کام کرو، بیشک میں جاننے والا ہوں جو کچھ تم کرتے ہو''۔

(ب) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ اشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ٥ (البقرہ:۱۷۲)

"اے ایمان والو! تم ہمارا عطا کردہ پاکیزہ رزق کھاؤ اور تم اللہ کا شکر ادا کرو اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو"۔

ان دونوں آیات کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے' جس طرح عمدہ خیرات اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اسی طرح نفیس اشیاء کا کھانا بھی اسے پسند ہے۔ کھانے اور کھلانے کے احکام و مسائل یکساں ہیں۔ نجس و ناپسند اشیاء جانوروں کو کھلانے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ جس طرح مردہ بکری اور مرغی کھانا حرام ہے، اسی طرح ان کا دوسروں کو کھلانا بھی حرام ہے۔ اس لیے کہ جو چیز خود کو ناپسند ہو وہ دوسروں کے لیے بھی ناپسند ہونی چاہیے۔

اس حدیث میں تین اہم امور بیان کیے گئے ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ پاک وصاف ہے، وہ طیب وحلال اشیاء کو پسند کرتا ہے اور وہ طیب و پاک اشیاء کو قبول کرتا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام اور مسلمانوں کو حلال و طیب اشیاء کھانے کا حکم دیا ہے۔ لہٰذا ہمیں حلال اشیاء کھانا چاہیے اور حرام سے اجتناب کرنا چاہیے۔

(۳) جس انسان کے جسم پر کپڑا احرام کمائی کا ہو یا پیٹ میں لقمہ حرام کا ہو اس کی دعا ہرگز قبول نہیں ہوتی خواہ وہ حرمین میں بھی دعائیں کرتا رہے۔

2916 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ اِسْرَآئِيْلَ عَنِ السُّدِّيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَنْ سَمِعَ عَلِيًّا

متنِ حدیث: يَقُوْلُ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (اِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ) الْاٰيَةَ اَحْزَنَتْنَا قَالَ قُلْنَا يُحَدِّثُ اَحَدُنَا نَفْسَهُ فَيُحَاسَبُ بِهِ لَا نَدْرِيْ مَا يُغْفَرُ مِنْهُ وَلَا مَا لَا يُغْفَرُ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ بَعْدَهَا فَنَسَخَتْهَا (لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ)

◄► سدی بیان کرتے ہیں: جس شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبانی یہ حدیث سنی' اس نے مجھے یہ حدیث سنائی ہے' وہ فرماتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی:

"تمہارے دل میں جو کچھ ہے اسے تم چھپاؤ یا ظاہر کرو' اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں تم سے حساب لے گا' اور پھر وہ جسے چاہے گا اس کی مغفرت کر دے گا' اور جسے چاہے گا اسے عذاب دے گا۔"

(حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) اس آیت نے ہمیں غمگین کر دیا تو ہم نے سوچا اگر کوئی شخص اپنے دل میں کسی گناہ کا خیال کرتا ہے' اور اس پر اللہ تعالیٰ کا حساب ہو گا' تو پھر ہمیں کیا معلوم اس میں کون سی چیز کو معاف کیا جائے گا' اور کون سی چیز کو معاف نہیں کیا جائے گا؟ تو اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی: اس نے سابقہ آیت (کے حکم) کو منسوخ کر دیا۔

2916۔ تفرد به الترمذي كما جاء في (التحفة) (٤٦٨/٧)، حديث (١٠٣٣٦)، و ذكره السيوطي في (الدار المنثور) (٦٦٢/١) و عزاه لابن حميد

''اللہ تعالیٰ کسی بھی شخص کو اس کی طاقت کے مطابق پابند کرتا ہے' آدمی جو نیکی کرے گا اس کا اجر اسے ملے گا' اور جو گناہ کرے گا اس کا بدلہ اسے ملے گا''

شرح

خیالات فاسدہ کا مؤاخذہ ہونا:

ارشاد ربانی ہے:

(الف) لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ط (البقرہ:۲۸۴)

''اللہ ہی کے لیے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین ہے اور جو چیز تم ظاہر کرتے ہو یا اسے چھپاتے ہو، اس بارے میں اللہ تمہارا مؤاخذہ کرے گا''۔

(ب) لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ط لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ط (البقرہ:۲۸۶)

''اللہ کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا، اسے ثواب بھی اسی درجہ کا ملے گا جتنا اس نے کمایا اور اس کا مؤاخذہ بھی اس کے کرنے کے مطابق ہوگا''۔

حدیث باب میں آیات کا شان نزول اور تفسیر بیان کی گئی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب پہلی آیت نازل ہوئی تو ہم لوگ پریشان ہوگئے کہ دلوں میں خیالات تو گزرتے ہیں پھر نا معلوم کون سے قابل مؤاخذہ اور کون سے قابل معافی ہیں؟ اس پر دوسری آیت نازل ہوئی جس سے ہماری پریشانی دور ہوگئی' کیونکہ اس میں بتایا گیا ہے کہ ہر عمل ذاتی طور پر قابل مؤاخذہ نہیں ہے۔

انسان کے دل میں آنے والے خیالات تین قسم کے ہو سکتے ہیں:

(۱) ایسے خیالات جن کا تعلق قول و فعل سے نہ ہو بلکہ دل سے ہو مثلاً عقائد صحیحہ اور افکار فاسدہ۔ یہ امور اگر وسوسہ کے درجہ میں ہوں تو ان کا مؤاخذہ نہیں اور عزم صمیم کے مرتبہ کو پہنچ جائیں تو قابل مؤاخذہ ہوں گے۔

(۲) ایسے خیالات جن کا تعلق ''قول'' سے ہو مثلاً کسی کے دل میں زوجہ کو طلاق دینے یا غلام آزاد کرنے کا یا قسم کھانے کا یا مطلقہ بیوی سے دوبارہ نکاح کرنے کا خیال آیا جب تک وہ اپنی زبان سے ان امور کا تکلم نہیں کرے گا، یہ اعمال وجود میں نہیں آسکتے۔

(۳) ایسے خیالات جن کا تعلق ''عمل'' سے ہو مثلاً قتل کرنا، زنا کرنا اور چوری کرنا وغیرہ۔ ان امور کا مؤاخذہ اس وقت ہوگا جب کوئی مرتکب ہوگا ورنہ نہیں۔

فائدہ نافعہ: کوئی شخص کسی گناہ کا عزم صمیم کر لیتا ہے لیکن کسی مانع کی وجہ سے اسے عملی جامہ نہیں پہنا سکا تو آخرت میں اس کا مؤاخذہ ہوگا مثلاً دو شخص اپنے ہاتھوں میں تلوار لے کر باہم ایک دوسرے پر حملہ آور ہوتے ہیں، دونوں میں سے ایک قتل ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں دونوں سے مؤاخذہ ہوگا اور دونوں جہنم میں جائیں گے، کیونکہ مقتول مرنے کے لیے نہیں' بلکہ مارنے کے لیے

آیا تھا لیکن مارنے کے بجائے مقابل کی تلوار کا شکار ہو کر قتل ہو گیا۔اس طرح اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی مقتول کو قاتل لکھا جاتا ہے۔

2917 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسٰى وَرَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ اُمَيَّةَ

متنِ حدیث: اَنَّهَا سَاَلَتْ عَآئِشَةَ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى (اِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ) وَعَنْ قَوْلِهٖ (مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ) فَقَالَتْ مَا سَاَلَنِیْ عَنْهَا اَحَدٌ مُنْذُ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هٰذِهٖ مُعَاتَبَةُ اللّٰهِ الْعَبْدَ فِيْمَا يُصِيْبُهٗ مِنَ الْحُمّٰى وَالنَّكْبَةِ حَتَّى الْبِضَاعَةُ يَضَعُهَا فِیْ كُمِّ قَمِيْصِهٖ فَيَفْقِدُهَا فَيَفْزَعُ لَهَا حَتّٰى اِنَّ الْعَبْدَ لَيَخْرُجُ مِنْ ذُنُوْبِهٖ كَمَا يَخْرُجُ التِّبْرُ الْاَحْمَرُ مِنَ الْكِيْرِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ عَآئِشَةَ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ

◄► امیہ (نامی خاتون) بیان کرتی ہیں انہوں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں دریافت کیا۔

''تمہارے دل میں جو بھی ہے تم اسے ظاہر کرو یا چھپاؤ' اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں تم سے حساب لے گا''۔

اور اس آیت کے بارے میں دریافت کیا۔

''جو شخص برا عمل کرے گا اسے اس کا بدلہ ملے گا''۔

تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات ارشاد فرمائی: جب سے میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں دریافت کیا ہے اس کے بعد کسی نے بھی مجھ سے اس کے بارے میں دریافت نہیں کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا: اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے پر عتاب کرنا ہے' جو بخار یا کسی غم کے صورتحال کی شکل میں ہوتا ہے' یہاں تک کہ آدمی اپنی جیب میں جو چیز رکھتا ہے' اور پھر اسے گم کر دیتا ہے (تو وہ بھی اس میں شامل ہوگا)' یہاں تک کہ بندہ اپنے گناہوں سے اس طرح نکل آتا ہے' جیسے بھٹی میں سے خالص سونا باہر آجاتا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہونے کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔ہم اس روایت کو صرف حماد بن سلمہ کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

بعض گناہوں کا دنیا میں نمٹائے جانا:

ارشاد خداوندی ہے:

(الف) وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ (البقرہ:۲۸۴)

2917۔ اخرجه احمد (۶/۲۱۸)۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی:

"تمہارے دل میں جو ہے اسے ظاہر کرو یا اسے چھپاؤ' اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں تم سے حساب لے گا۔"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: اس کی وجہ سے لوگوں کو جو پریشانی لاحق ہوئی وہ اور کسی چیز کی وجہ سے نہیں ہوئی تھی۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی' تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ یہ کہو! ہم اس حکم کو مانتے ہیں' تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے دلوں میں ایمان کو القاء کیا پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

"رسول اس پر ایمان لے آیا' جو اس کے پروردگار کی طرف سے' اس کی طرف نازل کیا گیا اور اہلِ ایمان بھی (ایمان لے آئے)۔"

(اس آیت کے آخر میں یہ ہے)

"اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کی گنجائش کے مطابق پابند کرتا ہے۔ آدمی جو نیکی کرتا ہے' اسے اس کا اجر ملے گا' جو وہ گناہ کرتا ہے اس کا اس پر وبال ہوگا (بندہ یہ دعا کرے) اے ہمارے پروردگار! اگر ہم بھول جائیں اور غلط کر بیٹھیں' اس کا مؤاخذہ نہ کرنا۔"

(اس پر اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے) میں نے ایسا کیا (میں نے تمہاری دعا قبول فرمالی)۔

(بندہ یہ دعا کرے) اے ہمارے پروردگار! ہمارے اوپر ایسا بوجھ نہ ڈالنا' جیسا تو نے ہم سے پہلے والوں پر ڈالا تھا۔"

(تو پروردگار فرماتا ہے) میں نے ایسا ہی کیا (یعنی میں تمہاری دعا قبول کرلی)

(بندے یہ دعا کرتے ہیں) اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں ایسی چیز کا پابند نہ کرنا اور ہماری بخشش کر دینا اور ہم پر رحم کرنا۔

(تو اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے) میں نے ایسا ہی کیا (یعنی میں نے تمہاری یہ دعا قبول کرلی)۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔ آدم بن سلیمان نامی راوی کے بارے میں یہ بات منقول ہے۔ ایک قول کے مطابق یہ صاحب یحییٰ بن آدم کے والد ہیں۔

شرح

تکلیف شرعی دیے جانے والے امور:

ارشادات خداوندی:

(الف) اِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْکُمْ بِهِ اللّٰهُ

"جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے تم ظاہر کرو یا چھپائے رکھو، اس بارے میں اللہ تمہارا مؤاخذہ کرے گا"۔

(ب) سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۔

''ہم نے سنا اور ہم نے پیروی کی''۔

(ج) اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَیْكَ الْمَصِیْرُ۝

''رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایمان لائے اس چیز پر جو ان کی طرف نازل کی گئی ان کے رب کی جانب سے اور مومن ایمان لائے۔ سب کے سب ایمان لائے اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر۔ ہم اس کے رسولوں میں کوئی فرق نہیں کرتے اور انہوں نے کہا: ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور اے پروردگار! ہم تیری بخشش چاہتے ہیں اور تیری طرف ہی رجوع ہے''۔

(د) لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَیْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ

''اللہ کسی آدمی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا، جو اس نے کمایا ہوگا اس کا اجر پائے گا اور جو اس نے برائی کی ہوگی اس کی سزا پائے گا۔ اے ہمارے پروردگار! ہمارا مؤاخذہ نہ کر اگر ہم سے بھول ہو جائے یا غلطی ہو جائے''۔

(ر) رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ

''اے ہمارے پروردگار! ہم پر سخت حکم نافذ نہ کر جس طرح تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر سخت حکم نافذ کیا تھا''۔

(ی) رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۟ وَاغْفِرْ لَنَا ۟ وَارْحَمْنَا ۟ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ۝

''اے ہمارے پروردگار! تو ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں طاقت نہیں ہے اور تو ہمیں معاف کر دے اور تو ہماری بخشش فرما دے۔ تو ہم پر رحم فرما' کیونکہ تو ہی ہمارا مددگار ہے۔ پس تو کافر لوگوں کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما''۔

مندرجہ آیات کی تفسیر اور مفہوم حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ تکلیف مالا یطاق شرعی طور پر جائز نہیں ہے یعنی وہ امور جن کی انسان طاقت نہیں رکھتا یا اس کی طاقت سے باہر ہیں، وہ نا قابل مؤاخذہ ہیں۔ تکلیف مالا یطاق کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

(۱) وہ عمل ہے جو بندے کی طاقت میں داخل نہ ہو مثلاً نابینا کو دیکھنے کا حکم دینا یا لنگڑے کو دوڑنے کا حکم دینا۔

(۲) وہ امور ہیں جو انسان کی طاقت میں داخل ہیں لیکن ان کی بجا آوری میں دشواری پیش آتی ہو' مثلاً آغاز اسلام میں صلوٰۃ تہجد مسلمانوں پر فرض تھی جو ایک سال تک صحابہ کرام ادا بھی کرتے رہے۔ دن بھر کام کرنے کے ساتھ اس نماز کے ادا کرنے میں دشواری پیش آتی تھی، اس لیے اس کی فرضیت ختم کر دی گئی۔ شریعت، مسلمانوں کے لیے آسانی کی راہیں متعین کرتی ہے اور دشواری سے بچاتی ہے مثلاً ایام حیض میں خواتین کو نمازیں معاف ہونا، دوران سفر نمازوں کا قصر کرنا اور مرض یا سفر کے سبب فی الفور روزے نہ رکھنا وغیرہ۔

سوال: آیت: وَإِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ أَنْفُسِكُمْ ۔الخ۔ سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر عمل کا مؤاخذہ ہوگا خواہ اختیاری یا غیر اختیاری۔ آیت: لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف عمل اختیاری کا مؤاخذہ ہوگا۔ اس طرح دونوں آیات میں تعارض ہوا؟

جواب: (۱) آیت: وَإِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ أَنْفُسِكُمْ الخ۔ آیت: لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ الخ۔ سے منسوخ ہے اور زمانہ نزول کے اعتبار سے دونوں کے درمیان ایک سال کا فاصلہ ہے۔

(۲) پہلی آیت سے مراد وسوسہ پر دنیا میں مؤاخذہ ہے مثلاً بیماری اور مصیبت وغیرہ جبکہ آیت ثانیہ آخرت میں مؤاخذہ سے متعلق ہے۔

(۳) پہلی آیت سے مراد ہے غیر اختیاری وساوس اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیے جاتے ہیں لیکن ان کا مؤاخذہ نہیں ہوگا جبکہ دوسری آیت سے مراد ہے اختیاری عمل کا اللہ تعالیٰ کے حضور مؤاخذہ ہوگا۔

(۴) پہلی آیت افعال نفس سے متعلق ہے جن کا مؤاخذہ ہوگا مثلاً کینہ، حسد، نفاق، عداوت اور شرک وغیرہ جبکہ آیت ثانیہ افعال جوارح سے متعلق ہے جن کا مؤاخذہ عمل کے بعد ہوگا۔

بَابٌ وَمِنْ سُوْرَةِ اٰلِ عِمْرَانَ

باب 4: سورۃ آل عمران سے متعلق روایات

2919 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ وَّهُوَ الْخَزَّازُ وَيَزِيْدُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ يَزِيْدُ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَآئِشَةَ وَلَمْ يَذْكُرْ اَبُوْ عَامِرٍ الْقَاسِمَ

متنِ حدیث: قَالَتْ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَوْلِهٖ (فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَاْوِيْلِهٖ) قَالَ فَاِذَا رَاَيْتِيهِمْ فَاعْرِفِيْهِمْ وقَالَ يَزِيْدُ فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهُمْ فَاعْرِفُوْهُمْ قَالَهَا مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں دریافت کیا:

"جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جن کے دلوں میں کجی ہے وہ اس چیز کی پیروی کرتے ہیں اس میں متشابہ ہے تاکہ وہ فتنہ پیدا کریں اور اس کی تاویل کریں۔"

2919- اخرجه البخاری (۵۷/۸): كتاب التفسير : باب: من آيات محكمات، حديث (۴۵۴۷)، و مسلم (۲۰۵۳/۴): كتاب العلم باب: النهي عن اتباع متشابه القرآن و التحذير من متبعيه و النهي عن الاختلاف من القرآن، حديث (۲۶۶۵/۱)، و ابوداؤد (۶۰۹/۲): كتاب السنة: باب : النهي عن الجدل و اتباع المتشابه من القرآن، حديث (۴۵۹۸)، و الدارمي (۵۵/۱): كتاب (۰۰۰) باب: من هاب الفتيا و كره، و احمد (۱۲۴/۶، ۱۳۲، ۲۵۶، ۴۸).

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم انہیں دیکھوگی تو انہیں پہچان لوگی۔

یزید نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: جب تم ان لوگوں کو دیکھو گے تو انہیں پہچان لو گے۔

نبی اکرم ﷺ نے یہ بات دو مرتبہ یا شاید تین مرتبہ ارشاد فرمائی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2920 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ مُلَيْكَةَ عَنِ الْقَاسِمِ ابْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَآئِشَةَ

متنِ حدیث: قَالَتْ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ (هُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ اٰيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ) اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ سَمَّاهُمُ اللّٰهُ فَاحْذَرُوْهُمْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اختلافِ سند: وَرُوِیَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَيْكَةَ عَنْ عَآئِشَةَ هٰكَذَا رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَيْكَةَ عَنْ عَآئِشَةَ وَلَمْ يَذْكُرُوْا فِيْهِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَّاِنَّمَا ذَكَرَ يَزِيْدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ التُّسْتَرِیُّ عَنِ الْقَاسِمِ فِیْ هٰذَا الْحَدِيْثِ

توضیحِ راوی: وَابْنُ اَبِیْ مُلَيْكَةَ هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ اَبِیْ مُلَيْكَةَ سَمِعَ مِنْ عَآئِشَةَ اَيْضًا

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا گیا:

"یہ وہ ذات ہے، جس نے تم پر کتاب نازل کی ہے، جس میں بعض محکم آیات ہیں۔"

تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم ان لوگوں کو دیکھو، جو متشابہہ آیات کی پیروی کرتے ہیں، تو یہی وہ لوگ ہیں، جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کیا ہے، تو تم ان سے بچو!

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

کئی راویوں نے اس روایت کو اس طرح ابن ابی ملیکہ کے حوالے سے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے۔ انہوں نے اس کی سند میں قاسم بن محمد کا تذکرہ نہیں کیا۔

یزید بن ابراہیم نامی راوی نے اس روایت کے قاسم بن محمد سے منقول ہونے کا تذکرہ کیا ہے۔

ابن ابی ملیکہ نامی راوی عبداللہ بن عبیداللہ بن ابوملیکہ ہیں۔ انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث کا سماع کیا ہے۔

شرح

آیات متشابہات میں غور وخوض کرنے کی ممانعت ہونا:

ارشاد خداوندی ہے:

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ ؔۚ وَ مَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ؔۘ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَ مَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ (آل عمران:۷)

''وہی ذات ہے، جس نے آپ پر کتاب اتاری جس میں کچھ آیات محکمات ہیں وہ اصل کتاب ہیں اور دوسری متشابہات ہیں۔ پس وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے پس وہ متشابہات کے پیچھے پڑتے ہیں تا کہ وہ فتنہ برپا کریں اور تاویلات کا دروازہ کھولیں ان کی مراد صرف اللہ جانتا ہے اور ممتاز علماء کہتے ہیں: ہم ہر اس چیز پر ایمان لائے جو ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے اور صرف عقلمند لوگ نصیحت حاصل کرتے ہیں''۔

حضرت علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق سورۃ آل عمران مدنی ہے جو بیس (۲۰) رکوعات، دوسو آیات، تین ہزار چار سو اسی (۳۴۸۰) الفاظ اور چودہ ہزار پانچ سو بیس (۱۴۵۲۰) حروف پر مشتمل ہے۔

لغات: **محکمۃ**: صیغہ واحد مؤنث اسم مفعول ہے۔ اس کا معنی ہے: وہ آیات جن کی مراد واضح ہو اور ان پر دین کا مدار ہے۔
متشابھۃ: صیغہ واحد مؤنث اسم فاعل ثلاثی مزید فیہ از باب تفاعل ہے۔ اس کا معنی ہے: وہ آیات جن کی مراد واضح نہ ہو، ہم شکل ہونا، یکساں ومساوی ہونا۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ اس آیت کا شان نزول یوں بیان کیا جاتا ہے کہ ۹ ھ میں عیسائی پیشواؤں کا ایک وفد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ طیبہ آیا، انہوں نے ''عیسائیت'' کے موضوع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی۔ اس موقع پر سورۃ آل عمران کی ابتدائی نوے (۹۰) آیات نازل ہوئیں، جن میں اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ معبود حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو ازلی وابدی ہے اور وہی خالق و مالک ہے۔ تمہارے خیال کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دی گئی ہے پھر تم انہیں ''قیوم'' بھی تسلیم نہیں کرتے تو وہ معبود بھی نہیں ہو سکتے۔

اللہ تعالیٰ نے تورات وانجیل وغیرہ کتب لوگوں کی ہدایت کے لیے نازل فرمائیں۔ پھر قرآن کریم اتارا ہے اور یہ بھی لوگوں کی راہنمائی وہدایت کے لیے ہے۔ علاوہ ازیں قرآن کریم حق وباطل کے امتیاز کو بیان کرتا ہے۔ قرآن کلام الٰہی ہے، اس کا منکر سزا کا حقدار ہے اور کائنات کی کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں ہے حتیٰ کہ شکم مادر میں موجود بچہ بھی اس سے مخفی نہیں ہے۔

ایک سو چار (۱۰۴) آسمانی کتب وصحائف میں دو قسم کی آیات نازل کی گئی ہیں:

(۱) محکمات: جن کی مراد واضح ہے اور ان پر دین کا مدار ہے۔

(۲) متشابہات: یہ وہ آیات ہیں جن کی مراد واضح نہیں ہے اور ان پر دین کی بنیاد نہیں ہے۔ انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بتایا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کو (معاذ اللہ) باپ قرار دیا گیا ہے۔ ان الفاظ کا تعلق متشابہات سے ہے، کیونکہ بیٹا نسبی بھی ہوتا ہے اور شفقت سے چھوٹے بچے کو بھی ''بیٹا'' کہا جاتا ہے۔ انجیل میں اس بات کی بھی وضاحت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہمسر کوئی نہیں ہے، اس کی بیوی نہیں ہے اور اس کی اولاد نہیں ہے' تو پھر اس کا نسبی بیٹا کیسے ہو سکتا ہے؟ دوسری کتب آسمانی کی طرح قرآن کریم کی آیات بھی دو قسم کی ہیں: آیات محکمات جن کی مراد واضح وصاف ہے اور ان پر دین وشریعت کا مدار ہے۔ آیات متشابہات جن کی مراد واضح نہیں ہے اور ان پر دین وشریعت کا مدار نہیں ہے۔

متشابہات کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

(۱) کامل متشابہ: وہ الفاظ ہیں جن کی مراد کو اللہ تعالیٰ اور رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی نہیں جانتا مثلاً حروف مقطعات جو متعدد سورتوں کے آغاز میں موجود ہیں۔

(۲) ناقص متشابہ: یہ وہ امور ہیں جن کو لوگ کامل طریقے سے نہیں جانتے مثلاً صفات باری تعالیٰ' جنت ودوزخ، ملائکہ اور نعماء جنت وغیرہ۔

مفہوم حدیث: زیر بحث حدیث میں اس حقیقت کا انکشاف کیا گیا ہے کہ جس طرح نصاریٰ (عیسائی) انجیل کے متشابہات میں پڑ کر گمراہی کا شکار ہوئے اسی طرح امت محمدی کے بھی کچھ لوگ قرآن کریم کے متشابہات میں پڑ کر گمراہ ہو جائیں گے۔ صفات باری تعالیٰ اور امور آخرت میں غور وخوض کرنے کے نتیجہ میں بہت سے لوگ گمراہ ہوئے اور کچھ گمراہ فرقے وجود میں آئے جن میں زیادہ مشہور درج ذیل ہیں:

(۱) معتزلی (۲) خوارج (۳) معطلہ (۴) مجسمہ (۵) مشتبہ (۶) مووّلہ (۷) قادیانی (۸) بہائی (۹) پرویزی وغیرہم۔

دوسری روایت میں گمراہ لوگوں سے الگ رہنے کا درس دیا گیا ہے، کیونکہ ان میں میل جول اور تعلق وعلاقہ بھی گمراہی کا سبب بن سکتا ہے۔

سوال: درج بالا آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ آیات قرآن کی دو اقسام ہیں:

(۱) محکمات (۲) متشابہات۔

ایک دوسری آیت ہے: کِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰیٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِیْمٍ خَبِیْرٍ ۝ (ہود:۱)

''یہ ایسی کتاب ہے' جس کی آیات محکم ہیں پھر صاف صاف بیان کر دی گئی ہیں ایک حکیم کی طرف سے جو باخبر ہے''

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آیات کی دو اقسام نہیں ہیں بلکہ سب آیات محکمات ہیں اور اس طرح آیات قرآنی میں تعارض ہوا؟

جواب: پہلی آیت سے اصطلاحی واصلی معانی ومفہوم مراد اور دوسری آیت سے لغوی معانی ومفہوم مراد یعنی فصاحت وبلاغت احکام اور کلام کا جاہ وجلال ہے۔ گویا تمام آیات ایک دوسرے کے مضمون کی موید ہیں۔ اس طرح آیات میں تعارض نہ رہا۔

2921 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِی الضُّحٰی

عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ وُلَاةً مِّنَ النَّبِيِّينَ وَاِنَّ وَلِيِّي اَبِيْ وَخَلِيْلُ رَبِّي ثُمَّ قَرَاَ (اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرَاهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ)

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِي الضُّحٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ وَلَمْ يَقُلْ فِيْهِ عَنْ مَسْرُوْقٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ اَبِي الضُّحٰى عَنْ مَسْرُوْقٍ

توضیح راوی: وَاَبُو الضُّحٰى اسْمُهُ مُسْلِمُ بْنُ صُبَيْحٍ

اختلافِ سند: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِي الضُّحٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيْثِ اَبِيْ نُعَيْمٍ وَّلَيْسَ فِيْهِ عَنْ مَسْرُوْقٍ

◆◆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: ہر نبی کے' دیگر انبیاء میں سے کچھ (خاص) دوست ہوتے ہیں' میرے دوست میرے جدامجد ہیں جو میرے پروردگار کے خلیل ہیں' پھر نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

''بے شک ابراہیم کے سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہیں' جو ان کی پیروی کرتے ہیں اور وہ یہ نبی ہیں اور ایمان لانے والے لوگ ہیں اور اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کا دوست ہے۔''

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے' تاہم اس کی روایت میں مسروق سے منقول ہونے کا تذکرہ نہیں ہے' اور یہ روایت پہلی روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

ابوضحیٰ نامی راوی کا نام مسلم بن صبیح ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے' اور اس میں بھی مسروق کا تذکرہ نہیں ہے۔

شرح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے خاص تعلق ہونا:

تمام انبیاء علیہم السلام حیات ہیں، عبادت وریاضت کرتے ہیں، باہم محبت کرتے ہیں، جہاں چاہتے ہیں جا سکتے ہیں، کائنات میں تصرف فرماتے ہیں اور اپنے اپنے امتیوں کی معاونت وراہنمائی کرتے ہیں۔

ارشادِ ربانی ہے:

2921۔ اخرجه احمد (۱/ ۴۰۰، ۴۲۹)۔

اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرٰهِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِیُّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ط وَاللّٰهُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ ○ (آل عمران:۶۸)
''بیشک لوگوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے زیادہ تعلق رکھنے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ ایمان والے لوگ ہیں اور اللہ تعالیٰ مومنوں کا کارساز ہے''۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اپنا خصوصی تعلق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:ان ولیّ ابی و خلیل ربی ۔بیشک مجھ سے خاص تعلق رکھنے والے میرے باپ اور میرے پروردگار کے خلیل ہیں۔

لفظ:ولاۃ: ولی کی جمع ہے: یہاں اس کا معنی ہے: تعلق رکھنے والا۔ انبیاء بنی اسرائیل کا خصوصی تعلق حضرت یعقوب علیہ السلام سے ہے'ان کی وساطت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پھر ان کی وساطت سے حضرت نوح علیہ السلام سے اور ان کی وساطت سے حضرت آدم علیہ السلام سے ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص تعلق حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ہے پھر ان کی وساطت سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ سے ہے ثم الی اخرہ۔

اسی طرح اوپر والے وسطوں سے ماتحت پر اثر نبوت ظاہر ہوتا ہے مثلاً انبیاء بنی اسرائیل کی شرائع میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے احوال کی تاثیر نمایاں ہوئی۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ملت اسماعیلی اور ملت ابراہیمی پر مبعوث کیے گئے اور آپ کی شریعت میں ان دونوں بزرگوں کی ملت کے فیوض و برکات نمایاں ہیں، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت، ملت ابراہیمی کہلاتی ہے۔

مشرکین مکہ دعویٰ کرتے تھے کہ ہم اولاد ابراہیم اور ان کی ملت ہونے کا اعزاز رکھتے ہیں۔ اہل کتاب یعنی یہود ونصاریٰ کا بھی یہی دعویٰ تھا کہ ہم ملت ابراہیمی پر ہیں۔ قرآن کریم نے اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ الخ۔ سے واضح کر دیا دونوں گروہوں کا دعویٰ باطل ہے اور دونوں کا ملت ابراہیمی سے کوئی تعلق وعلاقہ نہیں ہے بلکہ ان سے تعلق ان مومنوں کا ہے جو اس دور میں ان پر ایمان لائے تھے۔ اب پیغمبر آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم اور ان پر ایمان لانے والے لوگوں کا تعلق ہے اور ملت ابراہیمی ہونے کا شرف بھی رکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں شریعت محمدی، شریعت ابراہیمی کے قریب ترین بلکہ اس کا عکس جمیل ہے۔

2922 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ هُوَ فِيْهَا فَاجِرٌ لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ فَقَالَ الْاَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ فِيَّ وَاللّٰهِ كَانَ ذٰلِكَ كَانَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ رَجُلٍ مِّنَ الْيَهُوْدِ اَرْضٌ فَجَحَدَنِيْ فَقَدَّمْتُهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَكَ بَيِّنَةٌ فَقُلْتُ لَا فَقَالَ لِلْيَهُوْدِيِّ احْلِفْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِذَنْ يَحْلِفَ فَيَذْهَبَ بِمَالِيْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى (اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا) اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: وَّفِي الْبَابِ عَنْ ابْنِ اَبِيْ اَوْفٰى

◄► حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جو شخص جھوٹی قسم اٹھا کر کسی مسلمان کا مال ہتھیانا چاہتا ہو' جب وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا' تو ایسی حالت میں پیش ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا۔

حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یہ حدیث میرے بارے میں ہے' کیونکہ میرے اور ایک یہودی کے درمیان کچھ زمین مشترکہ ملکیت کی تھی۔ اس یہودی نے میری شراکت کا انکار کر دیا' میں یہ مقدمہ لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا تمہارے پاس ثبوت ہے۔ میں نے عرض کی: نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے یہودی سے کہا: تم قسم اٹھالو۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ یہ تو قسم اٹھالے گا' اور میرا مال ہتھیالے گا' تو اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت نازل کی۔

"بے شک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے نام کے عہد اور اس کی قسموں کے ذریعے تھوڑی قیمت حاصل کرتے ہیں۔"

یہ آیت آخر تک ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اس بارے میں حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

شرح

احکام شریعت کی خلاف ورزی اور جھوٹی قسم کی سزا:

ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ اَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ○ (آل عمران:۷۷)

"بیشک وہ لوگ جو عہد و پیمان اور قسم کا قلیل معاوضہ وصول کرتے ہیں، ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور اللہ ان سے بات نہیں کرے گا اور قیامت کے دن ان کی طرف نہیں دیکھے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے"۔

اس آیت کا شان نزول حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ اور ایک یہود کے درمیان زمین کا تنازع تھا، یہودی نے زمین دینے سے انکار کر دیا تو حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ نے یہ مقدمہ عدالت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اشعث رضی اللہ عنہ کو گواہ پیش کرنے کا حکم دیا مگر وہ گواہ پیش نہ کر سکے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی کو قسم کھانے کا حکم دیا، اس پر حضرت اشعث رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا

رسول اللہ! یہ جھوٹی قسم کھا کر میری زمین پر قابض ہو جائے گا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اس آیت میں دو گناہوں کی سزا بیان کی گئی ہے۔ پہلا گناہ رشوت لے کر احکام دین کو تبدیل کرنا اور دوسرا گناہ جھوٹی گواہی پیش کر کے لوگوں کے مال پر قابض ہونا ہے۔ ان گناہوں کی سزا یہ ہے:

(۱) ان کو آخرت میں کوئی اجر و ثواب نہیں ملے گا۔

(۲) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے بات نہیں کرے گا۔

(۳) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا۔

(۵) اللہ تعالیٰ انہیں گناہوں سے پاک نہیں کرے گا۔

(٦) انہیں دردناک عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

2923 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَكْرٍ السَّهْمِيُّ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ اَنَسٍ

متنِ حدیث: قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ) اَوْ (مَنْ ذَا الَّذِیْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا) قَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ وَكَانَ لَهٗ حَائِطٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَائِطِیْ لِلّٰهِ وَلَوِ اسْتَطَعْتُ اَنْ اُسِرَّهٗ لَمْ اُعْلِنْهُ فَقَالَ اجْعَلْهُ فِیْ قَرَابَتِكَ اَوْ اَقْرَبِيكَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی:

''تم لوگ اس وقت تک نیکی تک نہیں پہنچ سکتے' جب تک اس چیز کو خرچ نہ کرو جسے تم پسند کرتے ہو۔''

اور یہ آیت نازل ہوئی:

''وہ کون شخص ہے' جو اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دے۔''

تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے یہ عرض کی، ان کا ایک باغ تھا (انہوں نے عرض کی:) یارسول اللہ ﷺ! میرا یہ باغ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے' اگر میں اس بات کو پوشیدہ رکھ سکتا ہوتا تو اس کا اعلان نہ کرتا' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اسے اپنے قریبی رشتہ داروں میں تقسیم کر دو (یہاں پر ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے کہ کون سا لفظ استعمال ہوا ہے: قرابتك یا پھر اقربيك)۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

امام مالک نے اسے اسحاق بن عبداللہ کے حوالے سے' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

2923- اخرجه احمد (۱۱۵/۳، ۱۷٤، ۲٦۲)، و ابن خزيمة (۱۰۵/٤)، حديث (۲٤۵۸)، (۲٤۵۹)، وابن حميد ص (٤۱٤)، حديث (۱٤۱۳)

شرح

ارشادِ خداوندی ''لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ'' کا نزول اور اس پر صحابہ کرام کا عمل:

ارشادِ ربانی ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ○ (آل عمران:۹۲)

''تم ہرگز نیکی کو نہیں پا سکتے جب تک اپنی محبوب ترین چیز اللہ کی راہ میں نہیں خرچ کرتے، پس بیشک اللہ تعالیٰ اسے جاننے والا ہے''۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے خوب ایثار و فیاضی کا مظاہرہ کیا۔ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنی خیبر کی جائیداد وقف کر دی۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے اپنا خوبصورت گھوڑا صدقہ کر دیا اور حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنا عظیم الشان باغ اللہ تعالیٰ کی راہ میں پیش کر دیا۔

فائدہ نافعہ: اللہ تعالیٰ کی رضا اور مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے لیے بہتر سے بہتر چیز فی سبیل اللہ پیش کرنی چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی اس کا صلہ وثواب وہم وگمان سے زیادہ حاصل ہو۔

2924 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ الْمَخْزُوْمِيَّ يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متنِ حدیث: قَامَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنِ الْحَاجُّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الشَّعِثُ التَّفِلُ فَقَامَ رَجُلٌ اٰخَرُ فَقَالَ اَيُّ الْحَجِّ اَفْضَلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الْعَجُّ وَالثَّجُّ فَقَامَ رَجُلٌ اٰخَرُ فَقَالَ مَا السَّبِيْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الزَّادُ وَالرَّاحِلَةُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ لَّا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ عُمَرَ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ يَزِيْدَ الْخُوْزِيِّ الْمَكِّيِّ

توضیحِ راوی: وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ اَهْلِ الْحَدِيْثِ فِيْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ يَزِيْدَ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم ﷺ کے سامنے کھڑا ہوا اور عرض کی: یارسول اللہ! حاجی کون ہوتا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بکھرے ہوئے بالوں کا شخص اور میلے کچیلے کپڑے پہنا ہوا شخص ایک اور شخص کھڑا ہوا اس نے عرض کی: یارسول اللہ! کون سا حج زیادہ فضیلت رکھتا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس میں بلند آواز میں تلبیہ پڑھا جائے اور قربانی کی جائے۔ ایک اور شخص کھڑا ہوا عرض کی: یارسول اللہ! (قرآن میں حج کے لیے) جس ''سبیل'' کا تذکرہ ہوا ہے اس سے مراد کیا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: زادِ سفر اور سواری۔

ہم اس حدیث کو صرف ابراہیم بن یزید خوزی مکی کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

بعض اہل علم نے ابراہیم بن یزید کے حافظے کے حوالے سے ان کے بارے میں کلام کیا ہے۔

شرح

فرضیت حج کی آیت اور اس کی وضاحت:

ارشاد ربانی ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (آل عمران:۹۷)

''اور اللہ کے لیے لوگوں پر بیت اللہ کا حج فرض ہے، جو شخص اس (کعبہ) تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہے''۔

لفظ ''حج'' کا لغوی معنی ہے: ارادہ، قصد۔ اس کا اصطلاحی معنی ہے: مخصوص ایام میں مخصوص عبادت کے مناسک وارکان ادا کرنا۔ حج ارکان خمسہ میں سے ایک ہے، جو زندگی میں ایک بار فرض ہے بشرطیکہ انسان کعبہ معظمہ تک آمد و رفت، خورد و نوش اور اہل خانہ کے جملہ اخراجات پورے کرنے کی طاقت رکھتا ہو۔ ۸ھ میں حج فرض ہوا، ۹ھ میں مسلمانوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں پہلا حج ادا کیا اور ۱۰ھ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں پہلا اور آخری حج ادا کیا۔

احادیث مبارکہ میں فضائل حج تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔ حج کرنے کی برکت سے انسان گناہوں سے اس طرح پاک و صاف ہو جاتا ہے جس طرح پیدا ہوتے وقت گناہوں سے پاک وصاف ہوتا ہے۔ حاجی جس کے حق میں دعا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کرتا ہے اور اس کی بھی بخشش کر دیتا ہے۔ حج کے دوران بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری دینے سے قیامت کے دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش کا پروانہ مل جاتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ زَارَ قَبْرِيْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ یعنی جس نے میرے روضہ اطہر کی زیارت کی اس کی شفاعت کرنا میرے لیے واجب وضروری ہے۔

حدیث باب میں حج کے حوالے سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے چند سوالات کیے گئے ہیں اور آپ کی طرف سے ان کے خوبصورت جوابات دیے گئے ہیں۔ پہلا سوال یہ کیا گیا کہ یا رسول اللہ! حاجی کسے کہتے ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: الشعث التفل یعنی بکھرے ہوئے بالوں والا اور میلے کچیلے جسم والا۔ زمانہ نبوی میں تادیر حالت احرام میں رہنا پڑتا تھا جس کے نتیجہ میں زائرین وحجاج کرام کی یہ حالت ہو جاتی تھی۔ دوسرا سوال یہ کیا گیا: افضل حج کون سا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جواب دیا گیا: اَلْعَجُّ وَالثَّجُّ یعنی ایسا حج افضل ہے جس میں تلبیہ کہا جائے اور خون بہایا جائے۔ تلبیہ ذکر الٰہی ہے جس سے دلوں کو سکون حاصل ہوتا ہے اور قربانی کے جانور کا پہلا قطرہ زمین پر نہیں گرتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور درجہ قبولیت کو پہنچ جاتا ہے۔ ذکر الٰہی اور قربانی کی برکت سے حج بھی افضل ہو جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تیسرا سوال یہ کیا گیا: مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا سے کیا مراد ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: اس سے زاد و راحلہ مراد ہے یعنی خورونوش اور سواری مراد ہے۔

2925 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ مِسْمَارٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ

وَقَّاصٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ

متن حدیث: لَمَّا أَنْزَلَ اللَّهُ هٰذِهِ الْآيَةَ (تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَائَنَا وَأَبْنَائَكُمْ وَنِسَائَنَا وَنِسَائَكُمْ) الْآيَةَ دَعَا رَسُوْلُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا وَّفَاطِمَةَ وَحَسَنًا وَّحُسَيْنًا فَقَالَ اللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلِي

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ

◆◆ عامر بن سعد اپنے والد (حضرت سعد بن ابی وقاص) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی:

''تم لوگوں آؤ! ہم اپنے بیٹوں اور تمہارے بیٹوں کو اپنی عورتوں اور تمہاری عورتوں کو بلاتے ہیں''

تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی، سیدہ فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین (رضی اللہ عنہم) کو بلایا پھر آپ ﷺ نے یہ دعا کی۔

''اے اللہ یہ میرے اہل (بیت) ہیں''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب صحیح'' ہے۔

شرح

آیت مباہلہ اور اس پر عمل:

ارشاد ربانی ہے:

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ○ (آل عمران: ۶۱)

''جو شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آپ سے جھگڑا کرے تو آپ اسے فرما دیں: تم آؤ! ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلالاؤ، ہم اپنی عورتوں کو بلالاتے ہیں تم اپنی عورتوں کو بلالاؤ اور ہم اپنے آپ کو لے آتے ہیں اور تم اپنے آپ کو لے آؤ پھر ہم مل کر جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت کرتے ہیں''۔

اس آیت میں ''انفس'' سے مراد اہل مباہلہ ہیں، نساء سے مراد بیویاں ہیں، ہبناء سے مراد بیٹے، پوتے اور نواسے وغیرہ ہیں جبکہ حقیقی و صلبی اولاد مراد نہیں ہے۔ گویا آیت میں خود اپنی بیویوں اور اپنی اولاد کو لانے کا حکم ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو طلب فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ سے عرض کیا: اے پروردگار! یہ میرے گھر والے ہیں۔ آپ ان نفوس قدسیہ کو لے کر گھر سے باہر نکلے اور نجران کے نصاریٰ کے مقابلہ میں تشریف لائے۔ نصاریٰ کے ممتاز پیشواؤں نے انہیں مشورہ دیا کہ تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مباہلہ مت کرو بلکہ مصالحت کی راہ اختیار کرو، یہی تمہارے لیے بہتر صورت ہے ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ چنانچہ انہوں نے مصالحت کر کے اسلامی حکومت کی ماتحتی قبول کر لی۔

2925- اخرجه مسلم (۱۸۷۱/۴): کتاب فضائل الصحابة: باب: من فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنه، حدیث (۳۲/۲۴۰۴)، و احمد (۱۸۵/۱).

بعض مفسرین نے اس آیت کا شان نزول یوں بیان کیا ہے کہ دیگر سلاطین کی طرح ۹ھ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حاکم نجران کے نام خط تحریر فرمایا جس میں انہیں قبول اسلام کی دعوت دی۔ خط موصول ہوتے ہی حاکم نجران نے صورتحال کا جائزہ لینے کے لیے چند افراد پر مشتمل ایک وفد مدینہ طیبہ روانہ کیا اور انہیں اختیار دیا کہ جس طرح چاہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ کرلیں۔ وہ وفد مدینہ طیبہ پہنچا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرکے انہوں نے گفتگو کو بلا وجہ طول دیا اور معاہدہ کرنے کی بجائے مباہلہ کرنے کا راستہ اختیار کیا۔ ایسے ماحول میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارکان وفد کو دعوت مباہلہ دی۔ جس پر انہوں نے چند دنوں تک مہلت طلب کی۔ اس دوران میں نصاریٰ کے ممتاز راہنماؤں اور پیشواؤں نے انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مباہلہ کرنے سے روکا اور بتایا کہ آپ نبی برحق ہیں جس وجہ سے مباہلہ کی صورت میں تمہیں ذلت ورسوائی کے علاوہ کوئی چیز نہیں ملے گی۔ باوقار ایک ہی راستہ ہے کہ تم مصالحت کرلو۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو لے کر مباہلہ کی غرض سے گھر سے باہر تشریف لائے تو لاٹ پادری نے کہا: میں ایسے پاک چہرے دیکھ رہا ہوں کہ وہ دعا کریں تو پہاڑ بھی اپنی جگہ پر برقرار نہ رہ سکے"۔ اے نصاریٰ! اگر تم نے مباہلہ کرنے کی کوشش کی تو زمین پر ایک نصرانی بھی باقی نہیں بچے گا۔ لہٰذا اس کے سمجھانے پر ارکان وفد نے مصالحت کا راستہ اختیار کرکے اسلامی حکومت کی ماتحتی قبول کرلی۔ انہوں نے بطور جزیہ سالانہ دو ہزار جوڑے، تیس زرہیں، تیس گھوڑے اور کچھ جنگی ہتھیار فراہم کرنے پر معاہدہ کرلیا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ لوگ مباہلہ کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کے چہرے خنزیر اور بندر کے بنادیتا، ان کی تمام آبادی آگ میں تبدیل ہوجاتی اور وہاں کے باشندوں کا ایک پرندہ تک نہ بچ سکتا۔ (تفسیر کبیر جلد ۴ ص ۸۹)

فائدہ نافعہ: آیت مباہلہ میں "اہل بیت" کے الفاظ نہیں ہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے چار تن "اہل بیت" قرار پائے اور آپ کی دعا سے امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن بھی "اہل بیت" قرار پائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نرینہ اولاد موجود نہیں تھی اس لیے اپنے نواسوں کو ساتھ لیا، ازواج مطہرات کو بلانے کی بجائے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ساتھ لیا، کیونکہ وہ بھی "اہل بیت" میں شمار ہوتی ہیں یا نواسے کم عمر ہونے کی وجہ سے اکیلے نہیں جاسکتے تھے۔

2926 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنِ الرَّبِيْعِ بْنِ صَبِيْحٍ وَّحَمَّادُ ابْنُ سَلَمَةَ عَنْ اَبِىْ غَالِبٍ قَالَ

متنِ حدیث: رَاٰى اَبُوْ اُمَامَةَ رُؤُسًا مَنْصُوْبَةً عَلٰى دَرَجِ مَسْجِدِ دِمَشْقَ فَقَالَ اَبُوْ اُمَامَةَ كِلَابُ النَّارِ شَرُّ قَتْلٰى تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَآءِ خَيْرُ قَتْلٰى مَنْ قَتَلُوْهُ ثُمَّ قَرَاَ (يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ) اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ قُلْتُ لِاَبِىْ اُمَامَةَ اَنْتَ سَمِعْتَهُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَوْ لَمْ اَسْمَعْهُ اِلَّا مَرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا اَوْ

2926- اخرجه ابن احمد (٦٢/١): كتاب المقدمة: باب: من ذكر الخوارج، حديث (١٧٦)، واحمد (٢٥٣/٥)، (٢٥٦/٥)، و الحميدى (٤٠٤/٢)، وحديث (٩٠٨).

اَرْبَعًا حَتّٰى عَدَّ سَبْعًا مَا حَدَّثْتُكُمُوْهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ غَالِبٍ يُقَالُ اسْمُهُ حَزَوَّرٌ وَاَبُوْ اُمَامَةَ الْبَاهِلِيُّ اسْمُهُ صُدَىُّ بْنُ عَجْلَانَ وَهُوَ سَيِّدُ بَاهِلَةَ

◆◆ ابوغالب بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کے سروں کو دمشق کے ایک منارے پر لٹکے ہوئے دیکھا تو ارشاد فرمایا: یہ جہنم کے کتے ہیں اور آسمان کے نیچے سب سے بدترین مقتول ہیں اور سب سے بہترین مقتول وہ ہیں' جو ان کے ہاتھوں شہید ہوئے' پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی:

''اس دن کچھ چہرے روشن ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے''

یہ آیت انہوں نے آخر تک تلاوت کی۔

ابوغالب بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: آپ نے خود نبی اکرم ﷺ کی زبانی یہ بات سنی ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کی زبانی یہ بات ایک مرتبہ' بلکہ دو مرتبہ' بلکہ تین مرتبہ' بلکہ چار مرتبہ' یہاں تک کہ انہوں نے سات مرتبہ کا ذکر کیا، نہ سنی ہوتی' تو یہ تمہارے سامنے ذکر نہ کرتا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

ابوغالب نامی راوی کا نام حزور ہے۔

ابوامامہ باہلی کا نام صدی بن عجل ہے' اور یہ ''باہلہ'' قبیلے کے سردار تھے۔

شرح

قیامت کے دن چہروں کا سفید اور سیاہ ہونا:

ارشاد خداوندی ہے:

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۣ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝ وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ (آل عمران: ۱۰۵،۱۰۸)

''اور تم ان لوگوں کی طرح مت بنو جنہوں نے باہم تفریق کی اور ان کے پاس واضح احکام آنے کے بعد انہوں نے اختلاف کیا اور ان لوگوں کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔ جس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے پس سیاہ چہرے والے لوگوں سے کہا جائے گا: کیا ایمان لانے کے بعد تم کافر ہو گئے تھے؟ پس اب تم اپنے کفر کے سبب عذاب چکھو۔ جن لوگوں کے چہرے سفید ہوں گے وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے، اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ

اللہ کی آیات ہیں جو ہم آپ پر سچ سچ پڑھتے ہیں اور اللہ لوگوں پر زیادتی کا قصد نہیں فرماتا''۔

ان آیات کا اختصار حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے۔ تاہم تفریق کرنے والوں کی جو وعید و مذمت بیان کی گئی ہے، اُس سے مراد اصول اور واضح احکام دین میں اختلاف ہے ورنہ فروع اور غیر واضح امور میں اختلاف کی گنجائش ہے جسے رحمت قرار دیا گیا ہے۔

ان آیات کا اصل مصداق خوارج لوگ ہیں جنہوں نے جنگ صفین کے موقع پر حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اختلاف کر کے دونوں بزرگوں سے علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ ان کا رئیس نافع بن الازرق تھا اور یہ لوگ مقام حروراء میں جمع ہو گئے تھے۔ مسلمانوں سے علیحدگی کی وجہ سے یہ لوگ خوارج کہلائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو قتل کروا کر ان کے سر دمشق کی شاہراہ پر بطور عبرت نصب کروا دیے تھے۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا گزر ان کے سروں کے پاس سے ہوا تو انہیں دیکھ کر فرمایا: یہ جہنم کے کتے ہیں، آسمان کے نیچے یہ بدترین مقتول ہیں اور بہترین مقتول وہ ہیں جو ان کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ پھر آپ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں۔ پھر فرمایا: ان آیات کا مصداق خوارج لوگ ہیں۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا: کیا آپ یہ بات اپنی طرف سے کہہ رہے ہیں یا نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے؟ آپ نے جواب دیا: یہ بات میں اپنی طرف سے ہرگز نہیں کہہ رہا' بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سات بار سنی ہے۔ خوارج کے حوالے سے ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: قد کان ھو لاء مسلمین فصاروا کفارا یعنی خوارج پہلے مسلمان تھے پھر انہوں نے (مسلمانوں سے) علیحدگی اختیار کر کے کافر ہوئے''۔

2927 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ :

متنِ حدیث: فِىْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى (كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ) قَالَ اِنَّكُمْ تَتِمُّوْنَ سَبْعِيْنَ اُمَّةً اَنْتُمْ خَيْرُهَا وَاَكْرَمُهَا عَلَى اللّٰهِ

حکمِ حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اختلافِ روایت: وَقَدْ رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيْمٍ نَحْوَ هٰذَا وَلَمْ يَذْكُرُوْا فِيْهِ (كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ)

◄► بہز بن حکیم اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں یہ فرماتے ہوئے سنا (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

''تم سب سے بہتر امت ہو جسے لوگوں کے لیے بھیجا گیا''

2927- اخرجه ابن ماجه (۱۴۳۳/۲): كتاب الزهد: باب: صفة امة محمد صلى الله عليه وسلم، حديث (۴۲۸۷)، (۴۲۸۸)، و الدارمي (۳۱۳/۲): كتاب الرقاق: باب: قول النبي صلى الله عليه وسلم: انتم آخر الامم، و احمد (۴۴۷/۴)، (۳/۵، ۵) و عبد بن حميد ص (۱۵۵)، حديث (۴۰۹)۔

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: تم لوگوں نے ستر امتوں کی تعداد کو پورا کر دیا ہے اور تم ان سب میں سب سے بہتر اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے افضل ہو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے۔

کئی راویوں نے اس روایت کو بہز بن حکیم کے حوالے سے اسی کی مانند نقل کیا ہے تاہم انہوں نے اس روایت میں (اس آیت) کا تذکرہ نہیں کیا۔

(كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ)

شرح

امت محمدی کو خیر الامم کا اعزاز حاصل ہونا:

ارشاد ربانی ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ

"تم بہترین امت ہو جو لوگوں کی بھلائی کے لیے بھیجی گئی ہو"۔

حدیث باب میں اس آیت کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آسکتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت آخری امت ہے جس کے بعد کوئی نئی امت نہیں آئے گی۔ امت محمدی سے نیابت نبوت کا تا قیامت کام لیا جائے گا، اس لیے یہ افضل و خیر الامم قرار پائی۔ جس طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے افضل ہیں، اسی طرح آپ کی امت تمام امم سے افضل ہے۔ اس امت کی افضلیت کی ایک وجہ نسبت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے یعنی آپ کی نسبت کے سبب یہ امت تمام امتوں سے افضل ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب تک جنت میں داخل نہیں ہوں گے کوئی پیغمبر داخل نہیں ہوگا، اسی طرح جب تک امت محمدی جنت میں داخل نہیں ہوگی تو کوئی امت جنت میں داخل نہیں ہوگی۔

2928 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ عَنْ اَنَسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُسِرَتْ رَبَاعِيَتُهُ يَوْمَ اُحُدٍ وَّشُجَّ وَجْهُهُ شَجَّةً فِی جَبْهَتِهٖ حَتّٰى سَالَ الدَّمُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَقَالَ كَيْفَ يُفْلِحُ قَوْمٌ فَعَلُوْا هٰذَا بِنَبِيِّهِمْ وَهُوَ يَدْعُوْهُمْ اِلَى اللّٰهِ فَنَزَلَتْ (لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ) اِلٰى اٰخِرِهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوۂ اُحد کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کے دندان مبارک شہید ہوئے۔ آپ کی پیشانی پر بھی زخم آیا آپ کا خون بہتا ہوا چہرے پر آگیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: وہ قوم کیسے کامیاب ہو سکتی ہے جو اپنے نبی کے ساتھ

2928۔ اخرجه ابن ماجه (۱۳۳۶/۲): كتاب الفتن: باب: الصبر على البلاء حديث (۴۰۲۷)، و احمد (۹۹/۳، ۱۸۷، ۲۰۱، ۲۰۶)۔

یہ سلوک کرے حالانکہ وہ نبی ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ

''تمہارا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں ہے (کہ اللہ تعالیٰ) انہیں توبہ کی توفیق دے یا انہیں عذاب دے۔

یہ آیت آخر تک ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2929 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ وَّعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ عَنْ اَنَسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شُجَّ فِيْ وَجْهِهٖ وَكُسِرَتْ رَبَاعِيَتُهٗ وَرُمِيَ رَمْيَةً عَلٰى كَتِفِهٖ فَجَعَلَ الدَّمُ يَسِيلُ عَلٰى وَجْهِهٖ وَهُوَ يَمْسَحُهٗ وَيَقُوْلُ كَيْفَ تُفْلِحُ اُمَّةٌ فَعَلُوْا هٰذَا بِنَبِيِّهِمْ وَهُوَ يَدْعُوْهُمْ اِلَى اللّٰهِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى (لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظَالِمُوْنَ) سَمِعْتُ عَبْدَ بْنَ حُمَيْدٍ يَقُوْلُ غَلِطَ يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ فِيْ هٰذَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی ہوا۔ آپ کے دندان مبارک شہید ہوئے۔ آپ کے کندھے پر بھی ایک پتھر لگا آپ کے چہرے پر خون بہنے لگا۔ آپ اس کو پونچھ رہے تھے' اور یہ ارشاد فرما رہے تھے۔ وہ امت کیسے فلاح پا سکتی ہے؟ جو اپنے نبی کے ساتھ یہ سلوک کریں' حالانکہ وہ نبی ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہے۔ (راوی کہتے ہیں) تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظَالِمُوْنَ

''تمہارا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں ہے (کہ اللہ تعالیٰ) انہیں توبہ کی توفیق دے یا انہیں عذاب دے بے شک وہ لوگ ظالم ہیں''۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے عبد بن حمید کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: اس روایت میں یزید بن ہارون نے غلطی کی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2930 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُو السَّائِبِ سَلْمُ بْنُ جُنَادَةَ بْنِ سَلْمٍ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ بَشِيْرٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ حَمْزَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: يَوْمَ اُحُدٍ اَللّٰهُمَّ الْعَنْ اَبَا سُفْيَانَ اَللّٰهُمَّ الْعَنِ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ اَللّٰهُمَّ الْعَنْ صَفْوَانَ بْنَ اُمَيَّةَ

2930- اخرجه احمد (۹۳/۲)۔

قَالَ فَنَزَلَتْ (لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ) فَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ فَاَسْلَمُوْا فَحَسُنَ اِسْلَامُهُمْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ يُسْتَغْرَبُ مِنْ حَدِيْثِ عُمَرَ بْنِ حَمْزَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ وَقَدْ رَوَاهُ الزُّهْرِيُّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ

قولِ امام بخاری: لَمْ يَعْرِفْهُ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ مِنْ حَدِيْثِ عُمَرَ بْنِ حَمْزَةَ وَعَرَفَهُ مِنْ حَدِيْثِ الزُّهْرِيِّ

سالم بن عبداللہ اپنے والد سے (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے غزوہ اُحد کے دن یہ دعا کی۔

"اے اللہ ابوسفیان پر لعنت کر! اے اللہ حارث بن ہشام پر لعنت کر! اے اللہ صفوان بن امیہ پر لعنت کر۔"

راوی بیان کرتے ہیں: اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ

"تمہارا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں ہے (کہ اللہ تعالیٰ) انہیں توبہ کی توفیق دے یا انہیں عذاب دے"۔

تو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو توبہ کی توفیق دی۔ ان لوگوں نے اسلام قبول کر لیا اور بہترین مسلمان ثابت ہوئے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

اس روایت کو عمر بن حمزہ کے سالم سے نقل کرنے کے حوالے سے "غریب" قرار دیا گیا ہے۔ یہ روایت زہری نے سالم کے حوالے سے اُن کے والد کے حوالے سے نقل کی ہے۔

امام بخاری اس روایت کے عمر بن حمزہ سے منقول ہونے سے واقف نہیں ہیں۔ وہ اسے زہری سے منقول ہونے کے حوالے سے جانتے ہیں۔

2931 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيْبِ بْنِ عَرَبِيٍّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ ابْنُ الْحَارِثِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُو عَلٰى اَرْبَعَةِ نَفَرٍ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى (لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظَالِمُوْنَ) فَهَدَاهُمُ اللّٰهُ لِلْاِسْلَامِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ يُسْتَغْرَبُ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَرَوَاهُ يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے چار افراد کے لیے دعائے ضرر کی' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

2931- اخرجه احمد (۲/۱۰۴، ۱۱۸)، و ابن خزيمة (۱/۳۱۵) حديث (۶۲۳)۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظَالِمُوْنَ

''تمہارا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں ہے (کہ اللہ تعالیٰ) انہیں توبہ کی توفیق دے یا انہیں عذاب دے بے شک وہ لوگ ظالم ہیں''۔

تو اللہ تعالیٰ نے ان (چاروں) کو اسلام قبول کرنے کی توفیق دی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب صحیح'' ہے۔ اس روایت کو اس سند کے حوالے سے ''غریب'' قرار دیا گیا ہے' جسے نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے۔ اس روایت کو یحییٰ بن ایوب نے ابن عجلان سے نقل کیا ہے۔

شرح

ہدایت وگمراہی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہونا:

ارشاد خداوندی ہے:

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ○ (آل عمران:۱۲۸)

''آپ کو کوئی اختیار نہیں ہے یا تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے گا یا انہیں عذاب میں مبتلا کرے گا، کیونکہ وہ ظالم لوگ ہیں''۔

اس آیت کا شان نزول احادیث باب میں بیان کیا گیا ہے۔ اس آیت کے دو شان نزول ہیں:

(۱) غزوۂ بدر کے موقع پر کفار کا جو ناقابل تلافی جانی و مالی نقصان ہوا تھا' اس کے بارے میں انہوں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ اس کے بعد انہوں نے مسلمانوں سے انتقام لینے کا منصوبہ بنایا۔ غزوۂ احد کے موقع پر ابتداً اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح و نصرت سے نوازا تھا، مجاہدین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے اصولوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مالِ غنیمت جمع کرنے میں مصروف ہو گئے، کفار نے پہاڑ کے پیچھے سے مسلمانوں پر بھرپور حملہ کیا جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کی فتح شکست میں تبدیل ہو گئی۔ دشمن کی طرف سے اس اچانک حملہ کے نتیجہ میں بہت سے صحابہ شہید ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور زخمی ہوا اور دانت مبارک شہید ہو گیا تھا۔ اس پریشان کن صورتحال کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا: وہ قوم کیسے فلاح پا سکتی ہے' جس نے اپنے نبی کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے جبکہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دے رہا ہے کہ مخالفت پر کمربستہ رہتے تھے۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمن کے خلاف بددعا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

(۲) مشرکین مکہ اور اہل کتاب کی طرح قبائل رعل و ذکوان بھی مسلمانوں کے خلاف برسرپیکار رہتے تھے، مسلمان انہیں ایک آنکھ نہیں بھاتے تھے اور وہ ہمہ وقت مسلمانوں کو نقصان پہنچانے نئے نئے منصوبے بناتے رہتے تھے۔ انہوں نے موقع پا کر کچھ صحابہ کو دھوکہ سے شہید کر دیا تھا جس کے سبب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت صدمہ ہوا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دوران میں فجر کی نماز میں ایک مہینہ تک قنوت نازلہ پڑھی اور ان قبائل کے خلاف بددعا کی۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

سوال: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چار صحابہ حضرت ابوسفیان، حضرت حارث بن ہشام، حضرت صفوان بن امیہ اور حضرت سہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خلاف بددعا کیوں کی تھی؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے خلاف بددعا اس زمانہ میں کی تھی جب یہ حالت کفر میں تھے اور مسلمان نہیں ہوئے تھے بلکہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف خوب محرک تھے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ: آپ معروف صحابی اور کاتب وحی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے والد گرامی ہیں۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف خوب محرک تھے اور فتح مکہ کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے۔ آپ حنین اور طائف کی جنگوں میں شریک ہوئے۔

(۲) حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ: آپ مشہور دشمن اسلام ابوجہل کے بھائی اور ہشام کے بیٹے ہیں۔ غزوۂ بدر کے موقع پر ابوجہل واصل جہنم ہوا لیکن یہ محفوظ رہے اور فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے۔ ان کا زمانہ اسلام قابل تعریف ہے اور کبار صحابہ میں شمار ہوئے۔ آپ بہت سی دفاعی جنگوں میں شامل ہوئے اور جہاد کے سلسلہ میں ملک شام میں موجود تھے اور طاعون عمواس میں جامِ شہادت نوش کیا۔

(۳) حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ: حالت کفر میں اسلام کے خلاف خوب محرک تھے اور فتح مکہ کے موقع پر گرفتاری اور قتل سے بچتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے۔ پھر از خود مسلمان ہوئے اور مختلف جنگوں میں شریک ہوئے۔ جنگ یرموک میں بہادری وشجاعت کے خوب جوہر دکھائے پھر جام شہادت نوش کیا۔

(۴) حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ: حالت کفر میں بہت بڑے جری و بہادر تھے، صلح حدیبیہ کے موقع پر مشرکین مکہ کے نمائندہ کی حیثیت سے مسلمانوں کے مقابل تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اہل مکہ سے فرمایا: تم لوگوں کو اس بات کا علم ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا معاملہ کرنے والا ہوں؟ آپ نے ہی جواب دیا تھا کہ آپ مہربان، نرم دل اور مشفق ہیں۔ ہم آپ سے اسی بات کی امید رکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ اور تعلیمات اسلام سے متاثر ہو کر مسلمان ہوئے۔ قبول اسلام کے بعد آپ خدمت اسلام، دفاع اسلام اور اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش پیش تھے۔

سوال: ارشاد خداوندی کے الفاظ: لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی اختیار نہیں ہے اور یہ اہل سنت و جماعت کے عقیدہ کے خلاف ہے' کیونکہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ''نبی مختار'' کا عقیدہ رکھتے ہیں؟

جواب: اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہمارے عقیدہ کے مطابق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ''نبی مختار'' ہیں۔ اس آیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ''غیر مختار'' ہونے کی دلیل نہیں ہے، کیونکہ اس آیت میں ذاتی اختیار کی نفی ہے نہ کہ عطائی اختیار کی۔ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عطائی اختیار کے قائل ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

2932 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنْ اَسْمَاءَ بْنِ

الْحَكَمِ الْفَزَارِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُوْلُ

متن حدیث: اِنِّیْ كُنْتُ رَجُلًا اِذَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثًا نَفَعَنِي اللّٰهُ مِنْهُ بِمَا شَاءَ اَنْ يَّنْفَعَنِيْ وَاِذَا حَدَّثَنِيْ رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِهِ اسْتَحْلَفْتُهُ فَاِذَا حَلَفَ لِيْ صَدَّقْتُهُ وَاِنَّهُ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ بَكْرٍ وَّصَدَقَ اَبُوْ بَكْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ :

متن حدیث: مَا مِنْ رَجُلٍ يُذْنِبُ ذَنْبًا ثُمَّ يَقُوْمُ فَيَتَطَهَّرُ ثُمَّ يُصَلِّيْ ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اِلَّا غَفَرَ لَهُ ثُمَّ قَرَاَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ) اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ قَدْ رَوَاهُ شُعْبَةُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ فَرَفَعُوْهُ وَرَوَاهُ مِسْعَرٌ وَّسُفْيَانُ عَنْ عُثْمَانَ ابْنِ الْمُغِيْرَةِ فَلَمْ يَرْفَعَاهُ وَقَدْ رَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنْ مِّسْعَرٍ فَاَوْقَفَهُ وَرَفَعَهُ بَعْضُهُمْ وَرَوَاهُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ فَاَوْقَفَهُ وَلَا نَعْرِفُ لِاَسْمَاءَ بْنِ الْحَكَمِ حَدِيْثًا اِلَّا هٰذَا

◆◆ اسماء بن حکم بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ میں ایک ایسا شخص ہوں کہ جب میں نے نبی اکرم ﷺ کی زبانی کوئی بات سنی ہوئی ہو تو اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے اس کے ذریعے مجھے نفع عطا کرتا ہے لیکن جب نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے کسی شخص نے کوئی حدیث سنائی ہو تو میں اس سے قسم لیتا ہوں! اگر وہ میرے سامنے قسم اٹھا لے تو میں اس کی تصدیق کر دیتا ہوں۔ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سنائی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سچ کہا۔ انہوں نے بتایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جب کوئی شخص گناہ کا ارتکاب کرنے کے بعد وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگتا ہے تو اس شخص کی مغفرت ہو جاتی ہے۔

پھر نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

''وہ لوگ جب کسی گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں یا اپنے اوپر زیادتی کرتے ہیں تو اللہ کو یاد کر لیتے ہیں۔'' یہ آیت آخر تک ہے۔

اس روایت کو شعبہ اور دیگر راویوں نے عثمان بن مغیرہ کے حوالے سے ''مرفوع'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

مسعر اور سفیان نے اس روایت کو عثمان کے حوالے سے نقل کیا ہے لیکن ان دونوں نے ''مرفوع'' روایت کے طور پر نقل نہیں کیا۔

بعض راویوں نے اسے مسعر کے حوالے سے ''موقوف'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے جبکہ بعض نے ''مرفوع'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

سفیان ثوری نے عثمان بن مغیرہ کے حوالے سے اسے ''موقوف'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

اسماء بن حکم نامی راوی سے ہمارے علم کے مطابق صرف یہی ایک حدیث منقول ہے۔

شرح

نماز ذکر الٰہی کی بہترین صورت ہونا:

اعلان خداوندی ہے:

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ○ (العنکبوت:۴۵)

''آپ اس کتاب کی تلاوت کریں جو آپ کی طرف اتاری گئی ہے اور آپ نماز قائم کریں۔ بیشک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔ اللہ کا ذکر بہت بلند ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے جانتا ہے''۔

نماز کے بے شمار فوائد ہیں اور اس آیت میں اس کے دو فوائد بیان کیے گئے ہیں:

(۱) بے حیائی اور برے کاموں سے روکنا: نماز ایک ایسی عبادت ہے جو کثیر خوبیوں کی جامع ہے، اس کی ایک اہم خوبی اور فائدہ یہ ہے کہ یہ نمازی کو برے امور سے باز رکھتی ہے' جس طرح والدین اپنی آوارہ اولاد کو امور بد سے روکتے ہیں لیکن وہ بات نہیں مانتی پھر رفتہ رفتہ اس کی اصلاح ہو جاتی ہے، یہی حال نماز کا ہے کہ یہ نمازی کو امور بد اور بے حیائی سے روکتی ہے لیکن نمازی نہیں مانتا پھر دھیرے دھیرے اس کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ نہ صرف نمازی نیکوکار بن جاتا ہے بلکہ دوسروں کو نماز پڑھنے کا درس دینا شروع کر دیتا ہے۔

(۲) یاد الٰہی کا بہترین ذریعہ ہونا: قرآن کا فیصلہ ہے کہ یاد الٰہی اور ذکر خداوندی سے دلوں کو سکون واطمینان کی دولت میسر آتی ہے اور اس سے دلوں کا زنگار دور ہو جاتا ہے۔ اس آیت میں نماز کا دوسرا اہم فائدہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ یاد الٰہی کا بہترین ذریعہ ہے۔

اہل تقویٰ لوگوں کے قرآن نے متعدد اوصاف بیان کیے ہیں مثلاً حالت عسر و یسر میں خرچ کرنا، غصہ کو پی جانا، لوگوں کو معاف کرنا، معصیت کا ارتکاب کر لینے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا اور معافی کے طلبگار ہونا۔ گویا اہل تقویٰ سے زندگی کے کسی بھی حصہ میں اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی سہواً یا عمداً نافرمانی ہو جائے تو وہ فوراً اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے اس کی تلافی کرتے ہیں' کیونکہ اہل تقویٰ معصوم نہیں ہوتے بلکہ ان سے صدور معصیت کا امکان ہوتا ہے۔ تاہم وہ مشیت خداوندی سے محفوظ عن الخطاء ہوتے ہیں۔

ایک روایت کے مطابق اس آیت سے صلوٰۃ التوبہ کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب کسی مسلمان سے کسی گناہ کا صدور ہو جائے تو وہ اس کے تدارک وتلافی کی نیت سے دو نوافل ادا کرے پھر اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے اور دعا کرے تو اس کی لغزش معاف ہو جاتی ہے۔ الغرض ''نماز'' ذکر الٰہی اور یاد خداوندی کا بہترین ذریعہ ہے۔ لہٰذا اس سلسلے میں غفلت سے کام نہیں لینا چاہیے۔

سوال: اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے، حالانکہ ایسے لوگوں کی کمی نہیں ہے جو نمازی بھی ہیں اور حلال وحرام کا امتیاز کیے بغیر جرائم کے بھی مرتکب ہوتے ہیں؟

جواب: (۱) وہ پکے نمازی نہیں ہوتے۔

(۲) ان کے نمازی بننے کا ابتدائی دور ہوتا ہے۔

(۳) حالت نماز میں وہ جرائم کے مرتکب نہیں ہوتے۔

(۴) اکل حلال اور لباس تقویٰ سے وہ عاری ہوتے ہیں۔

2933 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ عَنْ اَبِيْ طَلْحَةَ قَالَ

متنِ حدیث: رَفَعْتُ رَاْسِيْ يَوْمَ اُحُدٍ فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ وَمَا مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ اَحَدٌ اِلَّا يَمِيْدُ تَحْتَ حَجَفَتِهِ مِنَ النُّعَاسِ فَذٰلِكَ قَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ (ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ الزُّبَيْرِ مِثْلَهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: غزوۂ اُحد کے دن میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو یہ نظر آیا' ہر ایک شخص اونگھ کی وجہ سے زمین کی طرف جھکا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے مراد یہی ہے۔

''پھر اس نے غم کے بعد امن والی اونگھ تم پر نازل کی''۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2934 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ اَبَا طَلْحَةَ قَالَ غُشِيْنَا وَنَحْنُ فِيْ مَصَافِّنَا يَوْمَ اُحُدٍ حَدَّثَ اَنَّهُ كَانَ فِيْمَنْ غَشِيَهُ النُّعَاسُ يَوْمَئِذٍ قَالَ فَجَعَلَ سَيْفِيْ يَسْقُطُ مِنْ يَدِيْ وَاٰخُذُهُ وَيَسْقُطُ مِنْ يَدِيْ وَاٰخُذُهُ وَالطَّائِفَةُ الْاُخْرٰى الْمُنَافِقُوْنَ لَيْسَ لَهُمْ هَمٌّ اِلَّا اَنْفُسُهُمْ اَجْبَنُ قَوْمٍ وَّاَرْعَبُهُ وَاَخْذَلُهُ لِلْحَقِّ

2933۔ اخرجه البخاري (۴۲۲/۷): كتاب المغازي: باب: آل عمران (۱۵۴) (ثم انزل عليكم من بعد الغم امنة نعاسا۔) (آل عمران: ۱۵۴) حديث (۴۰۶۸)، وطرفه في (۴۵۶۲)، واحمد (۲۹/۴)۔

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی ہے۔ہم پر غشی طاری ہوگئی' ہم اس وقت غزوہ اُحد کے دن صف بنا کر کھڑے تھے۔حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی کہ وہ خود بھی ان لوگوں میں شامل تھے جنہیں اس دن اونگھ آ گئی۔

وہ بیان کرتے ہیں: اس دن تلوار میرے ہاتھ سے گرنے لگتی تھی۔ میں اسے پکڑ لیتا تھا وہ پھر میرے ہاتھ سے گرنے لگتی تھی۔ میں اسے پکڑتا تھا جب کہ دوسرا گروہ منافقین کا تھا جنہیں صرف اپنی فکر تھی۔ وہ بزدل لوگ تھے' اور مرعوب ہو جانے والے لوگ تھے' اور حق سے منہ موڑنے والے لوگ تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

حالت جنگ میں اونگھ آنا،نزول رحمت کی علامت ہونا:

ارشادِ خداوندی ہے:

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ؕ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ يُخْفُوْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ؕ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ؕ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ (آل عمران:۱۵۴)

''پھر پریشانی کے بعد اللہ تعالیٰ نے تم پر اونگھ بھیجی جو تم میں سے ایک جماعت پر چھا گئی جبکہ دوسری جماعت کو اپنی جان کی فکر دامن گیر تھی، وہ اللہ کے بارے میں غلط فہمی میں مبتلا تھے، جیسا کہ وہ زمانہ جاہلیت میں بدگمانی کرتے تھے۔ وہ یوں کہہ رہے تھے: کیا ہمیں اپنے معاملہ میں کچھ اختیار ہے؟ آپ جواب میں فرما دیں: تمام اختیارات اللہ کے پاس ہیں، وہ اپنے دلوں میں ایسی باتیں چھپائے ہوئے ہیں جو آپ پر ظاہر نہیں کرتے۔ وہ کہتے ہیں: اگر ہمیں کچھ اختیار حاصل ہوتا تو ہم یہاں قتل نہ کیے جاتے۔ آپ فرما دیں، اگر تم اپنے گھر میں ہوتے تو جن کے لیے ہلاکت مقدر ہو چکی ہے وہ ان مقامات کی طرف ضرور نکل آتے جہاں وہ گرے ہیں۔ یہ جو کچھ معاملہ پیش آیا اس سے اللہ نے تمہارے دلوں کا امتحان لیا ہے تاکہ تمہارے دلوں کی باتوں کو صاف کر دے اور اللہ دل کی باتوں کو خوب جانتا ہے''۔

اس آیت کی مختصر تفسیر احادیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ تفسیر اور احادیث کا اختصار یہ ہے کہ اس آیت میں غزوۂ احد کا ذکر ہے۔ مسلسل بیدار رہنے کی وجہ سے مسلمان پریشان تھے، اللہ تعالیٰ نے ان پر اونگھ مسلط کر دی تاکہ ان کی پریشانی ختم ہو جائے اور وہ

تازہ دم ہو جائیں۔ جماعت ثانی سے مراد منافق لوگ تھے، جو حسب معمول حیلوں بہانوں میں مصروف تھے اور انہیں اپنی جانوں کو بچانے کی پڑی ہوئی تھی' کیونکہ وہ نہایت بزدل، ڈرپوک اور خوفزدہ تھے۔ اونگھ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، جس کے چند فوائد درج ذیل ہیں:

(۱) شہید ہو کر بچھڑنے والے ساتھیوں اور زخمی ہونے والے بھائیوں کا صدمہ ختم ہو جائے۔

(۲) دشمن کی کثرت اور موت کا خوف دلوں سے نکل جائے۔

(۳) مسلسل لڑائی اور مقابلہ کے نتیجہ میں تھکاوٹ دور ہو جائے۔

2935 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ عَنْ خُصَيْفٍ حَدَّثَنَا مِقْسَمٌ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ (مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ) فِيْ قَطِيفَةٍ حَمْرَاءَ افْتُقِدَتْ يَوْمَ بَدْرٍ فَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ لَعَلَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَهَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ (مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ) اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوٰى عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ عَنْ خُصَيْفٍ نَحْوَ هٰذَا وَرَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ خُصَيْفٍ عَنْ مِقْسَمٍ وَّلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی:

''نبی کا یہ کام نہیں ہے وہ خیانت کرے''۔

یہ آیت ایک سرخ چادر کے بارے میں نازل ہوئی تھی' جو غزوۂ بدر کے دن گم ہو گئی تھی۔ بعض لوگوں نے یہ کہا تھا: شاید نبی اکرم ﷺ نے اسے لے لیا ہو' تو اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت نازل کی۔

''نبی کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ خیانت کرے'' یہ آیت آخر تک ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

عبدالسلام بن حرب نامی راوی نے خصیف کے حوالے سے' اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

بعض محدثین نے اس روایت کو خصیف کے حوالے سے' مقسم سے نقل کیا ہے۔ انہوں نے اس کی سند میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہونے کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔

شرح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مالِ غنیمت میں خیانت نہ کرنا:

ارشاد ربانی ہے:

2935- اخرجه ابوداؤد (۴۲۶/۲): كتاب الحروف و القرأت: باب: (۱)، حديث (۳۹۷۱).

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ؕ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ (آل عمران:۱۶۱)

''اور نبی کی شان کے لائق نہیں ہے کہ وہ مالِ غنیمت میں خیانت کرے اور جو مالِ غنیمت میں خیانت کرتا ہے وہ قیامت کے دن خیانت سمیت پیش ہوگا۔ ہر آدمی کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور لوگوں پر ظلم وزیادتی نہیں کی جائے گی''۔

اس آیت کا شانِ نزول حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے کہ غزوۂ بدر کے نتیجہ میں جو مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا، اس میں ایک سرخ چادر بھی تھی جو دستیاب نہیں ہو رہی تھی۔ اس موقع پر منافقوں نے کہا کہ شاید وہ چادر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لی ہو۔ اس کا جواب نزول آیت کی شکل میں دیا گیا کہ تقسیم مالِ غنیمت سے قبل کوئی چیز لینا خیانت ہے اور خیانت کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شایان شان نہیں ہے۔ اس طرح منافقین کے نجس وخبیث نظریہ کی تردید کر کے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ ومقام کو واضح فرما دیا۔ اس آیت اور جواب میں اس حقیقت کو بھی اجاگر کیا گیا ہے کہ عام آدمی اور نبی دونوں برابر نہیں ہو سکتے، کیونکہ آدمی سراپا سیاہ کار ہوتا ہے جبکہ نبی علیہ السلام صغائر سے بھی پاک اور معصوم ہوتا ہے۔ مالِ غنیمت میں خیانت کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ ومقام کے منافی ہے۔

2936 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبِ بْنِ عَرَبِيٍّ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِبْرَاهِيمَ بْنِ كَثِيْرٍ الْاَنْصَارِيُّ قَالَ سَمِعْتُ طَلْحَةَ بْنَ خِرَاشٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ

متنِ حدیث: لَقِيَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِيْ يَا جَابِرُ مَا لِيْ اَرَاكَ مُنْكَسِرًا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اسْتُشْهِدَ اَبِيْ قُتِلَ يَوْمَ اُحُدٍ وَّتَرَكَ عِيَالًا وَّدَيْنًا قَالَ اَفَلَا اُبَشِّرُكَ بِمَا لَقِيَ اللّٰهُ بِهِ اَبَاكَ قَالَ قُلْتُ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا كَلَّمَ اللّٰهُ اَحَدًا قَطُّ اِلَّا مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ وَّاَحْيَا اَبَاكَ فَكَلَّمَهُ كِفَاحًا فَقَالَ يَا عَبْدِيْ تَمَنَّ عَلَيَّ اُعْطِكَ قَالَ يَا رَبِّ تُحْيِيْنِيْ فَاُقْتَلَ فِيْكَ ثَانِيَةً قَالَ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ اِنَّهُ قَدْ سَبَقَ مِنِّيْ اَنَّهُمْ اِلَيْهَا لَا يُرْجَعُوْنَ قَالَ وَاُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ (وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا) الْاٰيَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوٰى عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيْلٍ عَنْ جَابِرٍ شَيْئًا مِّنْ هٰذَا وَلَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مُوْسَى بْنِ اِبْرَاهِيْمَ وَرَوَاهُ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمَدِيْنِيِّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ كِبَارِ اَهْلِ الْحَدِيْثِ هٰكَذَا عَنْ مُوْسَى بْنِ اِبْرَاهِيْمَ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات مجھ سے ہوئی۔ آپ نے مجھ سے دریافت کیا: اے جابر کیا وجہ ہے؟ میں تمہیں شکستہ حال دیکھ رہا ہوں۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے والد شہید ہو گئے ہیں اور وہ بال

2936- اخرجه ابن ماجه (۶۸/۱): كتاب المقدمة: باب: فيما انكرته الجهمية، حديث (۱۹۰)، (۹۳۶/۲): كتاب الجهاد: باب: فضل الشهادة في سبيل الله، حديث (۲۸۰۰)۔

بچے اور قرض چھوڑ گئے ہیں۔ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں اس چیز کی خوشخبری نہ دوں جس کے ہمراہ تمہارے والد کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ملاقات کی؟ تو میں نے عرض کی: یارسول اللہ! جی ہاں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کے ساتھ حجاب کے پیچھے سے کلام کیا، لیکن تمہارے والد کو زندہ کرنے کے بعد ان کے ساتھ حجاب کے بغیر گفتگو کی اور اس نے یہ فرمایا: اے میرے بندے! میرے سامنے آرزو کر! میں تمہیں عطا کروں گا، تو انہوں نے عرض کی: اے میرے پروردگار! تو مجھے زندہ کردے تاکہ مجھے دوبارہ تیری راہ میں قتل کیا جائے، تو پروردگار نے ارشاد فرمایا: اس بارے میں ہمارا فیصلہ پہلے ہو چکا ہے کہ لوگ (دنیا میں) واپس نہیں جائیں گے۔

راوی بیان کرتے ہیں: (اسی بارے میں) یہ آیت نازل ہوئی:

''جن لوگوں کو اللہ کی راہ میں قتل کیا گیا ہے تم انہیں مردہ ہرگز گمان نہ کرو۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے، اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

ہم اسے صرف موسیٰ بن ابراہیم کی نقل کردہ روایت کے حوالے سے جانتے ہیں۔

علی بن عبداللہ بن معینی اور دیگر محدثین نے اس روایت کو موسیٰ بن ابراہیم کے حوالے سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

عبداللہ بن محمد بن عقیل نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اس روایت کا کچھ حصہ نقل کیا ہے۔

2937 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ

متنِ حدیث: اَنَّهُ سُئِلَ عَنْ قَوْلِهٖ (وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ) فَقَالَ اَمَا اِنَّا قَدْ سَاَلْنَا عَنْ ذٰلِكَ فَاُخْبِرْنَا اَنَّ اَرْوَاحَهُمْ فِیْ طَیْرٍ خُضْرٍ تَسْرَحُ فِی الْجَنَّةِ حَیْثُ شَائَتْ وَتَاْوِیْ اِلٰی قَنَادِیْلَ مُعَلَّقَةٍ بِالْعَرْشِ فَاطَّلَعَ اِلَیْهِمْ رَبُّكَ اطِّلَاعَةً فَقَالَ هَلْ تَسْتَزِیْدُوْنَ شَیْئًا فَاَزِیْدُكُمْ قَالُوْا رَبَّنَا وَمَا نَسْتَزِیْدُ وَنَحْنُ فِی الْجَنَّةِ نَسْرَحُ حَیْثُ شِئْنَا ثُمَّ اطَّلَعَ اِلَیْهِمُ الثَّانِیَةَ فَقَالَ هَلْ تَسْتَزِیْدُوْنَ شَیْئًا فَاَزِیْدُكُمْ فَلَمَّا رَاَوْا اَنَّهُمْ لَمْ یُتْرَكُوْا قَالُوْا تُعِیْدُ اَرْوَاحَنَا فِیْ اَجْسَادِنَا حَتّٰی نَرْجِعَ اِلَی الدُّنْیَا فَنُقْتَلَ فِیْ سَبِیْلِكَ مَرَّةً اُخْرٰی

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

اختلافِ روایت: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ اَبِیْ عُبَیْدَةَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ مِثْلَهٗ وَزَادَ فِیْهِ وَتُقْرِئُ نَبِیَّنَا السَّلَامَ وَتُخْبِرُهٗ عَنَّا اَنَّا قَدْ رَضِیْنَا وَرُضِیَ عَنَّا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ

◄► مسروق بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے فرمان کے بارے میں دریافت کیا گیا۔

2937۔ اخرجہ مسلم (۱۵۰۲/۳): کتاب الامارۃ: باب: بیان ان ارواح الشہداء فی الجنۃ و انہم احیاء عن ربہم یرزقون، حدیث (۱۸۸۷/۱۲۱)، و ابن ماجہ (۹۳۶/۲): کتاب الجہاد: باب: فضل الشہادۃ فی سبیل اللہ، حدیث (۲۸۰۱)، والدارمی (۲۰۶/۲): کتاب الجہاد: باب: ارواح الشہداء والحمیدی (۶۶/۱)، حدیث (۱۲۰)۔

''جن لوگوں کو اللہ کی راہ میں قتل کیا گیا تم انہیں ہرگز مردہ گمان نہ کرو' بلکہ وہ اپنے پروردگار کے پاس زندہ ہیں۔''
تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بتایا ہم نے اس کے بارے میں دریافت کیا تھا' تو ہمیں یہ بتایا گیا کہ ان شہداء کی ارواح' سبز پرندوں کی شکل میں ہوتیہیں ہے۔ وہ جنت میں جہاں چاہتی ہیں وہاں چلی جاتی ہیں اوران کا ٹھکانہ ان قندیلوں میں ہوتا ہے' جو عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی ہیں۔ ان کے پروردگار نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا کیا تم مزید کچھ چاہتے ہوتا کہ میں تمہیں مزید عطا کروں تو انہوں نے عرض کی: اے ہمارے پروردگار ہم مزید کچھ نہیں چاہتے۔ ہم جنت میں موجود ہیں ہم جہاں چاہتے ہیں وہاں چلے جاتے ہیں۔ اس کے بعد پروردگار نے انہیں دوبارہ مخاطب کیا اور فرمایا: کیا تم مزید کچھ چاہتے ہوتا کہ میں تمہیں مزید عطا کروں؟ ان (شہداء) نے جب یہ دیکھا انہیں ایسے ترک نہیں کیا جائے گا (یعنی انہیں فرمائش کرنا ہی ہوگی) تو انہوں نے عرض کی: تو ہماری ارواح کو ہمارے اجسام میں واپس کر دے تا کہ ہم دنیا میں واپس جائیں اور ہمیں دوبارہ تیری راہ میں شہید کیا جائے'۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' اسی کی مانند روایت منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

''تو ہمارے نبی تک سلام پہنچا دینا اور انہیں یہ بتا دینا: ہم راضی ہیں اور (پروردگار) ہم سے راضی ہے''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

شرح

شہداء کی عظمت وفضیلت اور ان کی طرف سے اظہار خواہش کرنا:

ارشادِ ربانی ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ○ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○

(آل عمران: ۱۶۹، ۱۷۰)

''جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کیے جائیں انہیں ہرگز مردہ گمان نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اور اللہ کی طرف سے انہیں رزق دیا جاتا ہے وہ اس چیز سے خوش ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے عنایت فرمائی، جو لوگ ان کے پاس نہیں گئے بلکہ پیچھے رہ گئے ہیں ان کی حالت سے بھی وہ خوش ہیں۔ ان کے لیے نہ دنیا میں خوف ہے نہ وہ آخرت میں پریشان ہوں گے''۔

اس آیت اور احادیث باب میں شہداء کے فضائل اور پسندیدہ چیز کا ذکر ہے۔ اس مضمون کا خلاصہ سطور ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

☆ جو لوگ اعلاء کلمۃ الحق اور اسلام و وطن کے دفاع میں اپنی جان قربان کر دیتے ہیں، انہیں شہداء کہا جاتا ہے۔ دنیا سے

جانے کے بعد بھی شہداء زندہ ہوتے ہیں۔ان کے زندہ ہونے میں شک کرنا یا تردد کا شکار ہونا قرآن کے منافی اور گمراہی و بے دینی ہے۔

☆ شہداء کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق دیا جاتا ہے اور وہ اسے کھاتے ہیں۔وہ روحانی طور پر جنت کی سیر کرتے ہیں اور اس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

☆ شہداء کو جہاں دیگر اعزازات سے نوازا جاتا ہے وہاں ان کی روحوں کو ان کے مقام و مرتبہ کے مطابق عرش الٰہی سے لٹکے ہوئے فانوسوں میں بسیرا کرنے کی اجازت دی جاتی ہے۔

☆ شہداء جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے دریافت کرتا ہے: اے شہداء! بتاؤ مزید کون سی نعمت کے طالب ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں: اے پروردگار! ہماری خواہش ہے کہ ہمیں دوبارہ زندہ کیا جائے اور ہم دوبارہ تیری راہ میں جام شہادت نوش کریں۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں جواب دیا جاتا ہے: تمہاری خواہش اچھی ہے لیکن میرا قانون ہے کہ میں دوبارہ دنیوی زندگی نہیں دیتا۔لہٰذا تم جنتی نعمتوں پر اکتفا کرو۔

☆ شہداء کو جام شہادت نوش کرتے وقت اتنی بھی تکلیف نہیں ہوتی جتنی چیونٹی کے کاٹتے وقت ہوتی ہے' کیونکہ انہیں اسی وقت دیدار خداوندی کی دولت میسر آتی ہے۔مصر کی عورتوں کی نظر حسن یوسف علیہ السلام پر پڑی تو انہوں نے چھریوں سے پھلوں کی بجائے اپنے ہاتھ کاٹ لیے مگر انہیں تکلیف محسوس نہ ہوئی۔شہداء کے سامنے خالق یوسف کا حسن ہوتا ہے' تو پھر انہیں کیسے تکلیف محسوس ہوسکتی ہے؟

فائدہ نافعہ: قرآن و سنت کے مطالعہ سے یہ حقیقت بھی آشکار ہو جاتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی طرح شہداء کے اجسام محفوظ رہتے ہیں اور انہیں مٹی وغیرہ نقصان نہیں پہنچا سکتی۔اس سلسلے میں بے شمار تاریخی واقعات بھی شاہد ہیں۔

2938 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ جَامِعٍ وَّهُوَ ابْنُ اَبِیْ رَاشِدٍ وَّعَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ اَعْيَنَ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ يَّبْلُغُ بِهِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: مَا مِنْ رَجُلٍ لَّا يُؤَدِّی زَكٰوةَ مَالِهٖ اِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِیْ عُنُقِهٖ شُجَاعًا ثُمَّ قَرَاَ عَلَيْنَا مِصْدَاقَهٗ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ) الْاٰيَةَ وَقَالَ مَرَّةً قَرَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِصْدَاقَهٗ (سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ) وَمَنِ اقْتَطَعَ مَالَ اَخِيْهِ الْمُسْلِمِ بِيَمِيْنٍ لَّقِیَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ ثُمَّ قَرَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِصْدَاقَهٗ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ (اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ) الْاٰيَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► ابووائل' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' یہ بات نقل کرتے ہیں: انہیں نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کا پتہ چلا

2938- اخرجه النسائی (١١/٥): كتاب الزكاة: باب: التغليظ من جس الزكاة، حديث (٢٤٤١)، و ابن ماجه (٥٦٨/١): كتاب الزكاة: باب ما جاء فی منع الزكاة، حديث (١٧٨٤)، و الحميدی (٥٢/١) وابن خزيمة (١١/٤، ١٢)، حديث (٢٢٥٦).

ہے' جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرے گا' تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی گردن میں ایک اژدھا رکھے گا پھر اس کے مصداق کے طور پر انہوں نے ہمارے سامنے اللہ کی کتاب کی یہ آیت تلاوت کی:

"اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو اپنے فضل کے تحت عطا کیا ہے' جو لوگ اس حوالے سے بخل سے کام لیتے ہیں' وہ ہرگز یہ گمان نہ کریں۔"

ایک مرتبہ انہوں نے یہ بات بیان کی: اس کے مصداق کے طور پر نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

"ان لوگوں نے جو چیز بخل کے طور پر (خرچ نہیں کی) قیامت کے دن وہ طوق کے طور پر ان کی گردن میں ڈال دی جائے گی۔"

(نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:) جو شخص قسم اٹھا کر اپنے مسلمان بھائی کا مال ہتھیا لے گا' جب وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جائے گا' تو اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوگا۔

(راوی بیان کرتے ہیں:) پھر نبی اکرم ﷺ نے اس کے مصداق کے طور پر اللہ تعالیٰ کی کتاب کی یہ آیت تلاوت کی:

"بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد کے عوض میں خریدتے ہیں"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

زکوٰۃ نہ نکالے ہوئے مال کا قیامت کے دن سانپ کی شکل اختیار کرنا:

ارشاد خداوندی ہے:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ (آل عمران:۱۸۰)

"اور وہ لوگ ہرگز گمان نہ کریں جو اس چیز کو خرچ کرنے میں کنجوسی سے کام لیتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے یہ بات ان کے لیے بہتر ہے بلکہ کنجوسی ان کے لیے بہت بری ہے۔ ان لوگوں کے لیے اس مال کا قیامت کے دن طوق پہنایا جائے گا جس کے خرچ کرنے میں انہوں نے بخیلی سے کام لیا ہوگا"۔

لفظ "زکوٰۃ" خلاف قیاس باب تفعیل کا مصدر ہے۔ جس کا لغوی معنی ہے: پاک کرنا، صاف کرنا۔ اصطلاح شریعت میں اس سے مراد ہے: اپنی دولت سے کچھ مقدار دولت کو الگ کر لینا جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں پیش کرنی ہو۔

زکوٰۃ ارکان اسلام میں سے ایک ہے۔ وہ مسلمان جو صاحب نصاب ہو اور نصاب پر سال گزر چکا ہو جبکہ کسی کا قرضہ بھی نہ دینا ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ وجوب زکوٰۃ کا نصاب مال یہ ہے کہ کسی کے پاس ساڑھے باون تولے چاندی یا ساڑھے سات تولے سونا ہو یا انواع واقسام کی اشیاء ہوں جن کی مجموعی قیمت چاندی کے نصاب کو پہنچ جائے تو زکوٰۃ فرض ہے۔

درج بالا آیت اور حدیث میں نصاب مال سے زکوٰۃ نہ ادا کرنے کی مذمت و وعید بیان کی گئی ہے۔ جس مال سے زکوٰۃ ادا نہ کی جائے وہ مال قیامت کے دن سانپ کی شکل اختیار کرلے گا' مالک کے گلے سے لپٹ جائے گا اور کہے گا: میں تیرا وہ مال ہوں جس کی تو زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تھا۔ جس مال سے زکوٰۃ ادا کی جائے وہ مالک کے لیے وبال ہرگز نہیں بنے گا۔ زکوٰۃ ادا کرنے سے مال نہ صرف پاک ہو جاتا ہے بلکہ چوری وغیرہ سے بھی محفوظ ہو جاتا ہے۔

2939 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ وَسَعِيْدُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: اِنَّ مَوْضِعَ سَوْطٍ فِي الْجَنَّةِ لَخَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا اقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ (فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جنت میں ایک لاٹھی رکھنے جتنی جگہ' دنیا اور اس میں موجود ہر چیز سے بہتر ہے۔

(نبی اکرم ﷺ یا شاید حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: اگر تم چاہو تو یہ آیت تلاوت کر سکتے ہو۔

''اور جس شخص کو آگ سے بچایا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا' وہ کامیاب ہو گیا' دنیاوی زندگی صرف دھوکے کا سامان ہے''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

جو شخص جہنم سے بچ کر جنت میں پہنچ جائے، اس کی چاندی ہونا:

ارشاد ربانی ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ○ (آل عمران:۱۸۵)

''ہر جان نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے، تمہیں قیامت کے دن پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ پس جو شخص جہنم سے بچایا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا' پس وہ کامیاب ہوا۔ دنیا کی زندگی محض دھوکے کا سامان ہے''۔

اس آیت میں چند اہم امور بیان کیے گئے ہیں جن کا اختصار درج ذیل ہے:

(۱) جہاں زندگی ہے وہاں موت ہے، ہر جاندار کی زندگی ختم ہو جائے گی اور دنیوی حیات عارضی چیز ہے۔

(۲) لوگ دنیوی زندگی میں اعمال خیر کرتے ہیں اور اعمال سیئہ بھی، آخرت میں ان کی جزا و سزا یقینی ہے اور کسی معاملہ میں

2939- اخرجه ابن ماجه (۲/۱۴۵۰) کتاب الزهد: باب: صفة الجنة، حدیث (۴۳۳۵) والدارمی (۲/۳۳۵): کتاب الرقاق: باب: ما اعد الله لعباده و احمد (۱/۴۳۸)۔

بھی کسی پر زیادتی نہیں ہوگی۔

(۳) جس طرح دنیوی حیات غیر معتبر وعارضی ہے اسی طرح اس میں کامیابی بھی وقتی ہے۔ حقیقی کامیابی آخرت کی ہے۔ جو شخص جہنم سے محفوظ رہ کر جنت میں داخل ہوگا، وہی کامیاب ہوگا ورنہ کامیابی نہیں۔

(۴) آخرت کے مقابل دنیا غیر ثباتی چیز ہے، اس پر اعتماد کرنا عقلمندی نہیں ہے۔ آخرت اور آخرت کی نعمتیں دائمی اور ناختم ہونے والی ہیں۔

حدیث باب میں دنیا کی حقارت اور آخرت کی فضیلت بیان کی گئی ہے، جس شخص کو جنت میں کوڑا (آلۂ سزا) رکھنے کی جگہ میسر آئے گی زہے نصیب اور اس کے لیے اتنی قلیل جگہ بھی کائنات اور اس کی تمام اشیاء سے بہتر ہوگی۔

سوال: کائنات اور اس کی اشیاء میں بہت وسعت ہے، ان کی حدود وقیود انسانی تصور میں ہرگز نہیں آسکتیں جبکہ ان کے مقابل جنت میں کوڑا رکھنے کی جگہ تو نہایت قلیل ہے۔ قلیل ترین جگہ کو وسیع ترین کائنات اور اس کی اشیاء سے بہتر قرار دینا کیسے درست ہوسکتا ہے؟

جواب: جنت میں قلیل جگہ کا تعلق آخرت کے ساتھ ہے جو مستقل ہے اور اس کے مقابل وسیع ترین کائنات ومافیہا غیر مستقل اور عارضی ہے۔ مستقل ہونے کی وجہ سے قلیل جگہ کو وسیع کائنات پر ترجیح حاصل ہے۔

فائدہ نافعہ: زمانہ قدیم میں فوج جہاں پڑاؤ ڈالتی تھی وہاں ہر فوجی اپنی جگہ مخصوص کرنے کے لیے علامتی طور پر کوڑا (آلۂ سزا) رکھ لیتا تھا۔ اگر کسی مسلمان کو کوڑا رکھنے جتنی جنت میں جگہ مل گئی تو اس کے لیے پوری کائنات ملنے سے بہتر ہوگی، کیونکہ یہ ایک دائمی نعمت ہوگی جسے زوال نہیں۔

2940 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الزَّعْفَرَانِيُّ حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ أَنَّ حُمَيْدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ أَخْبَرَهُ

متنِ حدیث: أَنَّ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ قَالَ اذْهَبْ يَا رَافِعُ لِبَوَّابِهِ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْ لَهُ لَئِنْ كَانَ كُلُّ امْرِئٍ فَرِحَ بِمَا أُوتِيَ وَأَحَبَّ أَنْ يُحْمَدَ بِمَا لَمْ يَفْعَلْ مُعَذَّبًا لَنُعَذَّبَنَّ أَجْمَعُونَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَا لَكُمْ وَلِهٰذِهِ الْآيَةِ إِنَّمَا أُنْزِلَتْ هٰذِهِ فِي أَهْلِ الْكِتَابِ ثُمَّ تَلَا ابْنُ عَبَّاسٍ (وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ) وَتَلَا (لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوْا وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا) قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ سَأَلَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَيْءٍ فَكَتَمُوهُ وَأَخْبَرُوهُ بِغَيْرِهِ فَخَرَجُوا وَقَدْ أَرَوْهُ أَنْ قَدْ أَخْبَرُوهُ بِمَا قَدْ سَأَلَهُمْ عَنْهُ فَاسْتُحْمِدُوا بِذٰلِكَ إِلَيْهِ وَفَرِحُوا بِمَا أُوتُوا مِنْ كِتْمَانِهِمْ مَا سَأَلَهُمْ عَنْهُ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ

◆◆ حمید بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں: مروان نے اپنے دربان سے یہ کہا: اے رافع! تم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

2940۔ اخرجه البخاری (۸۱/۸)، كتاب التفسير: باب: (لا تحسبن الذين يفرحون بما اتوا)، حديث (٤٥٦٨)، و مسلم (٢١٤٣/٤) كتاب صفات المنافقين و احكامهم، حديث (٢٧٧٨/٨)، و احمد (٢٩٨/١)۔

کے پاس جاؤ! اوران سے یہ کہو ایسا شخص جو ملنے والی چیز پر خوش ہوتا ہے اور یہ پسند کرتا ہے کہ ایسی بات پر اس کی تعریف کی جائے جو اس نے نہیں کی اگر ایسے ہر شخص کو عذاب ہوگا تو پھر ہم سب کو عذاب ہوگا؟ تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا: تمہارا اس آیت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ یہ آیت اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی پھر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ آیت تلاوت کی:

''اور جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے پختہ عہد لیا جنہیں کتاب دی گئی تھی کہ تم اسے لوگوں کے سامنے ضرور بیان کرو گے''

پھر انہوں نے یہ آیت بھی تلاوت کی:

جو لوگ اپنے کیے پر خوش ہوتے ہیں اور یہ پسند کرتے ہیں جو انہوں نے نہیں کیا اس پر ان کی تعریف کی جائے۔ اس کے بارے میں تم ہرگز یہ گمان نہ کرو''۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بات بیان کی نبی اکرم ﷺ نے ان (اہل کتاب) سے کسی چیز کے بارے میں دریافت کیا تھا تو انہوں نے اس بات کو چھپایا اور آپ ﷺ کو مختلف بات بتادی پھر وہ لوگ چلے گئے۔ ان لوگوں نے یہ ظاہر کیا نبی اکرم ﷺ نے ان لوگوں سے جس چیز کے بارے میں دریافت کیا تھا' ان لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کو اسی چیز کے بارے میں بتا دیا ہے۔ وہ اس بات پر نبی اکرم ﷺ سے تعریف کے طلب گار تھے۔ اور وہ اس بات پر خوش بھی تھے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان سے جس چیز کے بارے میں دریافت کیا تھا (اس کے صحیح جواب کو) انہوں نے چھپا لیا تھا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب صحیح'' ہے۔

شرح

نیکی کرنے پر خوش ہونا اور نہ کرنے پر تعریف کیے جانے کی خواہش کرنا اہل کتاب کا شیوہ ہے:

ارشاد خداوندی ہے:

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّیُحِبُّوْنَ اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّھُمْ بِمَفَازَۃٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ○ (آل عمران:۱۸۸)

''آپ ہرگز ان لوگوں کے بارے میں گمان نہ کریں جو اپنے کیے پر خوش ہوتے ہیں اور نہ کیے پر اپنی تعریف کیے جانے کو پسند کرتے ہیں، ایسے لوگوں کو آپ عذاب سے محفوظ ہرگز خیال نہ کریں اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے''۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ اس آیت کے دو شان نزول ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) یہ آیت یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ ایک دفعہ کچھ یہودی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے، آپ نے ان سے اپنے اور اپنی امت کے اوصاف تورات کی روشنی میں بیان کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے آپ اور آپ کی امت

کے کچھ اوصاف بتائے اور کچھ ترک کر دیے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے الگ ہوئے تو باہم اس بات پر اظہار مسرت کر رہے تھے کہ آپ ہماری بتائی ہوئی باتوں پر خوش ہو گئے ہیں اور جو باتیں ہم نے گول کر دی ہیں ان پر بھی ہماری تعریف کریں گے' کیونکہ ہماری چھپائی ہوئی باتوں کا آپ کو علم نہیں ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور یہودیوں کے خیالات فاسدہ کی قلعی کھول دی۔

(۲) یہ آیت منافقین کے بارے میں نازل ہوئی۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ دور رسالت میں چند منافقوں کا طریقہ واردات یہ تھا کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو لے کر کسی جہاد کے لیے روانہ ہوتے تو یہ لوگ پیچھے رہ جاتے اور جہاد میں شریک نہ ہوتے۔ جب آپ واپس تشریف لاتے تو حیلے بہانے بناتے اور قسمیں کھاتے۔ وہ اس کو پسند کرتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے شریک جہاد نہ ہونے کی تعریف کریں اور ہمارا مؤاخذہ نہ کریں۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۴۵۶۷)

اس میں ان کے نفاق اور خواہش خودستائی کی مذمت کی گئی ہے۔

فائدہ نافعہ: اپنے کیے اور نہ کیے تعریف کی تعریف کیے جانے کی خواہش کرنا، یہودیوں اور منافقوں کا طریقہ ہے۔ اسے کہتے ہیں اپنے مونہوں میاں مٹھو بننا۔ کوئی مسلمان ایسی حرکت ہرگز نہیں کرسکتا اور نہ اس کی شایان شان ہے۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ النِّسَاءِ

باب 5: سورۃ النساء سے متعلق روایات

2941 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُوْلُ

متنِ حدیث: مَرِضْتُ فَأَتَانِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُنِيْ وَقَدْ أُغْمِيَ عَلَيَّ فَلَمَّا أَفَقْتُ قُلْتُ كَيْفَ أَقْضِي فِيْ مَالِيْ فَسَكَتَ عَنِّيْ حَتّٰى نَزَلَتْ (يُوْصِيكُمُ اللّٰهُ فِيْ أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ)

حکم حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَفِيْ حَدِيْثِ الْفَضْلِ بْنِ الصَّبَّاحِ كَلَامٌ أَكْثَرُ مِنْ هٰذَا

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں بیمار ہوا نبی اکرم ﷺ میری عیادت کرنے کے لیے میرے پاس تشریف لائے۔ اس وقت مجھ پر بے ہوشی طاری ہو چکی تھی جب مجھے افاقہ ہوا' تو میں نے عرض کی: میں اپنے مال کے بارے میں کیا فیصلہ کروں؟ تو نبی اکرم ﷺ نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا، یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی:

''اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں یہ حکم دیتا ہے ایک مذکر کا حصہ دو مؤنث کے برابر ہوگا''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

کئی راویوں نے اسے محمد بن منکدر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔

فضل بن صباح کی نقل کردہ روایت کے بارے میں اس سے زیادہ کلام کیا گیا ہے۔

شرح

اللہ کی طرف سے اصول وراثت بیان کرنے میں حکمت:

ارشاد خداوندی ہے:

(الف) يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ''اللہ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے''۔

(ب) يَسْتَفْتُوْنَكَ؟ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ''لوگ آپ سے فتویٰ دریافت کرتے ہیں، آپ فرمادیں: اللہ تعالیٰ تمہیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے''۔

سورۃ نساء مدنی ہے جو چوبیس (۲۴) رکوعات، ایک سوچھہتر (۱۷۶) آیات، تین ہزار سات سو پینتالیس (۳۷۴۵) الفاظ اور سولہ ہزار تیس (۱۶۰۳۰) حروف پر مشتمل ہے۔ اسلامی احکام کی دو اقسام ہیں:

(۱) وہ احکام ہیں جو انسانی زندگی سے متعلق ہیں مثلاً نماز، روزہ اور حج وغیرہ

(۲) وہ احکام ہیں جو میت سے متعلق ہیں اور وہ علم الفرائض کے احکام و مسائل ہیں۔

علم الفرائض تمام علوم وفنون سے افضل ہے، جس کی متعدد وجوہات ہیں:

(i) اس علم کے احکام اللہ تعالیٰ نے شب معراج میں لامکان پر نافذ کیے جبکہ دیگر عبادات کے احکام زمین میں نافذ کیے ہیں۔

(ii) اس علم کو تمام علوم وفنون کے مقابل نصف قرار دیا گیا ہے یعنی علم الفرائض نصف علم اور باقی تمام علوم وفنون کا مجموعہ نصف علم ہے۔

یہ علم انصاف اور حقیقت پر مبنی ہے' کیونکہ اس کے تمام اصول و قوانین اللہ تعالیٰ کی طرف سے وضع کردہ ہیں۔ اس میں تذکیرو تانیث، خورد و کلاں، والدین و اولاد اور بہن و بھائی وغیرہ ورثاء پر ظلم و زیادتی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

فائدہ نافعہ: علم الفرائض کی ایک ایک جزی قرآن وسنت میں کھول کر بیان کردی گئی ہے اور ورثاء میت کے جو حصص مقرر کیے گئے ہیں وہ عقل و قیاس سے بھی گہری مطابقت رکھتے ہیں۔ اگر لوگوں کی صوابدید پر اس علم کے احکام چھوڑ دیے جاتے تو جس آدمی کا زور چلتا وہ اپنی ذات، اقرباء اور ہم خیال لوگوں کو نواز دیتا جبکہ دوسرے حق داروں کو محروم کردیتا۔ اس کے نتیجہ میں قتل و غارت کا ایسا بازار گرم ہوتا کہ زمانہ جاہلیت کی لڑائیوں کی یاد ہر خاندان میں ہمیشہ تازہ رہتی۔ گھر کا سربراہ (خواہ مرد ہو یا عورت)

فوت ہوتے ہی اسلامی اصولوں کے مطابق مال وراثت تقسیم کرنا فرض ہے اس سلسلے میں غفلت وتاخیر سے کام لینا سخت گناہ اور کسی وارث کو محروم کرنا حق تلفی وگناہ کبیرہ ہے۔

آیت کا شانِ نزول: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم امت کے لیے بلکہ دشمنوں کے لیے بھی سراپا رحمت بن کر تشریف لائے۔ سب لوگوں کے ساتھ اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرتے، ہر ایک سے شفقت ومحبت فرماتے اور سب لوگوں کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اپنی زندگی کے آخری وقت میں علالت کا شکار ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ وہ بے ہوشی کے عالم میں تھے اور ہوش میں آنے پر عرض کیا: یارسول اللہ! میں اپنے مال کے بارے میں اپنی اولاد کے لیے فیصلہ کس طرح کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی: يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِي أَوْلَادِكُمْ (یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں مال وراثت کی تقسیم کا حکم دیتا ہے) ایک قول کے مطابق یہ ارشاد خداوندی حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی دولڑکیوں کے بارے میں نازل ہوا تھا۔ ایک روایت کے مطابق دوسرا ارشاد گرامی: يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ بھی اسی موقع پر نازل ہوا تھا۔

2942 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا حَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ حَدَّثَنَا هَمَّامُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَبِى الْخَلِيْلِ عَنْ اَبِىْ عَلْقَمَةَ الْهَاشِمِيِّ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا كَانَ يَوْمُ اَوْطَاسٍ اَصَبْنَا نِسَاءً لَّهُنَّ اَزْوَاجٌ فِى الْمُشْرِكِيْنَ فَكَرِهَهُنَّ رِجَالٌ مِّنَّا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ (وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ اوطاس کے موقع پر ہم نے ایسی خواتین کو پکڑا جن کے شوہر مشرکین میں موجود تھے۔ بعض لوگوں نے ان خواتین کے ساتھ (صحبت کرنے) کو ناپسند کیا' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

''اور شادی شدہ عورتیں' البتہ جو تمہاری ملکیت میں آجائے (ان کا حکم مختلف ہے)''

(امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

2943 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا عُثْمَانُ الْبَتِّيُّ عَنْ اَبِى الْخَلِيْلِ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ

متنِ حدیث: اَصَبْنَا سَبَايَا يَوْمَ اَوْطَاسٍ لَّهُنَّ اَزْوَاجٌ فِىْ قَوْمِهِنَّ فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَتْ (وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اسنادِ دیگر: وَهٰكَذَا رَوَى الثَّوْرِيُّ عَنْ عُثْمَانَ الْبَتِّيِّ عَنْ اَبِى الْخَلِيْلِ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ وَلَيْسَ فِىْ هٰذَا الْحَدِيْثِ عَنْ اَبِىْ عَلْقَمَةَ وَلَا اَعْلَمُ اَنَّ اَحَدًا ذَكَرَ اَبَا عَلْقَمَةَ فِىْ هٰذَا

الْحَدِيْثِ اِلَّا مَا ذَكَرَ هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ

توضیح راوی: وَاَبُو الْخَلِيْلِ اسْمُهُ صَالِحُ بْنُ اَبِىْ مَرْيَمَ

◄► حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے جنگ اوطاس کے دن کچھ قیدیوں کو پکڑا جن کے شوہران کی قوم میں موجود تھے ان کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا گیا' تو یہ آیت نازل ہوئی:

''شادی شدہ عورتیں تم پر حرام ہیں' البتہ جو تمہاری ملکیت میں آجائیں (ان کا حکم مختلف ہے)''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

ثوری نے عثمان بتی کے حوالے سے' ابوخلیل کے حوالے سے' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

اس کی سند میں ابوعلقمہ سے منقول ہونے کا تذکرہ نہیں ہے۔

میرے علم کے مطابق اس روایت میں کسی راوی نے ابوعلقمہ کا تذکرہ نہیں کیا۔ ماسوائے اس روایت کے' جسے ہمام نے قتادہ کے حوالے سے' ذکر کیا ہے۔

ابوخلیل نامی راوی کا نام صالح بن ابومریم ہے۔

شرح

شوہر والی عورتیں حرام لیکن باندیاں بنائے جانے کی صورت میں حلال ہونا:

فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ج (النساء:۲۴)

''یعنی شوہر والی عورتیں حرام ہیں لیکن باندیاں بنائے جانے پر وہ حلال ہیں''۔

اس آیت کا شان نزول احادیث باب میں بیان کیا گیا ہے کہ غزوہ اوطاس کے موقع پر کچھ ایسی عورتوں کو باندیاں بنالیا گیا جن کے شوہران کے قبائل میں بقید حیات تھے۔ جب وہ باندیاں بنانے کی صوت میں مجاہدین میں تقسیم کی گئیں تو کچھ لوگوں کو ان کے ساتھ جماع کرنے میں اشتباہ پیدا ہوا کہ ان کے شوہر ابھی زندہ ہیں' لہٰذا ان کے ساتھ مجامعت منع ہے۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی، وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ الخ۔

اس آیت میں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ وہ عورتیں جن کے شوہر بقید حیات ہوں ان سے نکاح کرنا حرام ہے لیکن جب شوہر انہیں طلاق دے دیں اور وہ اپنی عدت طلاق پوری کرلیں ان سے نکاح کرنا جائز ہوگا۔ اسی طرح جب یہ عورتیں باندیوں کی حیثیت سے مسلمانوں کے قبضہ میں آجائیں تو ان کے ساتھ جماع کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ جب وہ باندیاں بنا کر دارالاسلام لائی گئیں تو ان کی پہلی حیثیت تبدیل ہوگئی اور پہلے شوہروں کے ساتھ ان کا نکاح باقی نہ رہا۔ لہٰذا ان سے جماع کرنے

میں بھی مضائقہ نہیں۔

2944 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى الصَّنْعَانِیُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ عَنْ شُعْبَةَ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ بَكْرِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

متنِ حدیث: عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْكَبَائِرِ قَالَ الشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَقَوْلُ الزُّوْرِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰى: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ صَحِیْحٌ

اختلافِ سند: وَرَوَاهُ رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ عَنْ شُعْبَةَ وَقَالَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ بَكْرٍ وَّلَا یَصِحُّ

◄► حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' نبی اکرم ﷺ کا کبیرہ گناہوں کے بارے میں یہ فرمان نقل کرتے ہیں: آپ نے فرمایا:

(کبیرہ گناہ یہ ہیں) کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرانا' والدین کی نافرمانی کرنا' کسی کو قتل کرنا اور جھوٹی بات کہنا۔ (یا جھوٹی گواہی دینا)

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب صحیح'' ہے۔

روح بن عبادہ نے شعبہ کے حوالے سے اسے نقل کیا ہے۔

انہوں نے یہ بات بیان کی ہے: عبداللہ بن ابوبکر کے حوالے سے منقول ہے۔ تاہم یہ بات درست نہیں ہے۔

2945 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا حُمَیْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ بَصْرِیٌّ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا الْجُرَیْرِیُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَكْرَةَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَلَا اُحَدِّثُكُمْ بِاَكْبَرِ الْكَبَائِرِ قَالُوْا بَلٰى یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ قَالَ وَجَلَسَ وَكَانَ مُتَّكِئًا قَالَ وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ اَوْ قَالَ قَوْلُ الزُّوْرِ قَالَ فَمَا زَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُهَا حَتّٰى قُلْنَا لَیْتَهٗ سَكَتَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰى: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ

◄► عبدالرحمٰن بن ابوبکرہ اپنے والد کے حوالے سے' یہ بات نقل کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی: کیا میں تمہیں بڑے کبیرہ گناہوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ تو لوگوں نے عرض کی: جی ہاں! یارسول اللہ (بتایئے) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرانا' والدین کی نافرمانی کرنا (راوی بیان کرتے ہیں:) نبی اکرم ﷺ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے' حالانکہ پہلے آپ نے ٹیک لگائی ہوئی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا: جھوٹی گواہی دینا (راوی کو شک ہے شاید) یہ الفاظ ہیں' جھوٹ بولنا۔

راوی بیان کرتے ہیں: اس کے بعد نبی اکرم ﷺ اس جملے کی تکرار کرتے رہے، یہاں تک کہ ہم نے یہ سوچا کہ اب آپ خاموش ہو جائیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

2946 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ مُهَاجِرِ بْنِ قُنْفُذٍ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُنَيْسٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: اِنَّ مِنْ اَكْبَرِ الْكَبَائِرِ الشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَالْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ وَمَا حَلَفَ حَالِفٌ بِاللّٰهِ يَمِيْنَ صَبْرٍ فَاَدْخَلَ فِيْهَا مِثْلَ جَنَاحِ بَعُوْضَةٍ اِلَّا جُعِلَتْ نُكْتَةً فِيْ قَلْبِهٖ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ اُمَامَةَ الْاَنْصَارِيُّ هُوَ ابْنُ ثَعْلَبَةَ وَلَا نَعْرِفُ اسْمَهٗ وَقَدْ رَوٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَادِيْثَ

◆◆ حضرت عبداللہ بن انیس جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: کبیرہ گناہوں میں' کسی کو خدا کا شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا' جھوٹی قسم اٹھانا (شامل ہیں) جو شخص اللہ تعالیٰ کے نام کی جھوٹی قسم اٹھائے گا جبکہ وہ قسم ہی فیصلہ کن ہو' وہ شخص اس میں مچھر کے پر جتنا جھوٹ شامل کر دے' تو اس کے دل میں قیامت تک کے لیے ایک (سیاہ) نکتہ ڈال دیا جائے گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

ابوامامہ انصاری ابن ثعلبہ ہیں ہمیں ان کے نام کا علم نہیں ہے۔

انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے چند احادیث نقل کی ہیں۔

2947 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ فِرَاسٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: اَلْكَبَائِرُ الْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ اَوْ قَالَ الْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ شَكَّ شُعْبَةُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: کبیرہ گناہوں میں (یہ شامل ہے) کسی کو خدا کا شریک ٹھہرانا' والدین کی نافرمانی کرنا (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) جھوٹی قسم اٹھانا' یہ شک شعبہ نامی راوی کو ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2946۔ اخرجه احمد (۴۹۵/۳)۔

2947۔ اخرجه البخاری (۵۶۴/۱۱): کتاب الایمان و النذور: باب: الیمین الغموس، حدیث (۶۶۷۵)، (طرفاه فی ۶۸۷۰، ۶۹۲۰) و النسائی (۸۹/۷): کتاب تحریم الدم: باب: ذکر الکبائر، حدیث (۴۰۱۱)، (۶۳/۸): کتاب القسامة: باب: ما جاء فی کتاب القصاص۔ حدیث (۴۸۶۸)، والدارمی (۱۹۱/۲): کتاب الدیات: باب: التشدید فی قتل النفس، و احمد (۲۰۱/۲)۔

شرح

چند بڑے کبیرہ گناہ:

ارشاد خداوندی ہے:

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ○ (النساء:۳۱)

''جن گناہوں سے تمہیں بچنے کا حکم دیا گیا ہے اگر تم ان سے اجتناب کرتے رہے تو ہم تمہاری غلطیاں معاف کر دیں گے اور ہم تمہیں معزز مقام میں داخل کر دیں گے''۔

کبیرہ گناہ کی تعریف کے حوالے سے کثیر اقوال ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(۱) جس گناہ پر کوئی مذمت و وعید وارد ہو۔

(۲) وہ گناہ ہے، جس کی حد (سزا) مقرر کی گئی ہو۔

(۳) جس کے مرتکب پر لعنت کی گئی ہو۔

(۴) جس میں خرابی اس گناہ کے برابر ہو جس کے بارے میں وعید یا حد یا لعنت وارد ہو۔

(۵) اعمال و عبادات میں کاہلی و سستی سے کام لینا۔

کبیرہ کا مقابل صغیرہ ہے یعنی ایسا گناہ جس پر مذکورہ تعریفات میں سے کوئی تعریف صادق نہ آئے۔ احادیث باب میں اکبر الکبائر بیان کیے گئے ہیں، وہ چھ ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات، احکام اور صفات کے تقاضوں میں کسی کو شریک سمجھنا۔

(۲) والدین کی نافرمانی کرنا (بشرطیکہ ان کا حکم شرعی احکام کے منافی نہ ہو)

(۳) کسی شخص کو ناحق قتل کرنا، کیونکہ ایک آدمی کا قتل تمام لوگوں کے قتل کرنے کے برابر ہے۔

(۴) جھوٹ بولنا، کیونکہ اس کا شمار علامات منافقت میں ہوتا ہے۔

(۵) جھوٹی گواہی پیش کرنا، کیونکہ اس سے ناتلافی جان و مالی نقصان کا قوی اندیشہ ہوتا ہے۔

(۶) جھوٹی قسم کھانا، کیونکہ اس سے بھی مقابل کا مالی نقصان یقینی ہوتا ہے۔

بخاری و مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں: اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات ہلاک کن امور سے بچنے کا حکم دیا اور وہ سات امور درج ذیل ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک بنانا۔

(۲) جادو کرنا۔

(۳) کسی شخص کو ناحق قتل کرنا۔

(۴) سود کھانا۔

(۵) یتیم کا ناحق مال کھانا۔

(۶) دشمن سے جہاد کے وقت پیٹھ پھیرنا۔

(۷) مومن، بے گناہ اور پاک دامن خواتین پر تہمت لگانا۔ (مشکوٰۃ المصابیح رقم الحدیث: ۵۲)

سوال: کسی روایت میں اکبر الکبائر تین، کسی میں پانچ اور کسی میں سات بیان کیے گئے ہیں۔ اس طرح احادیث میں تعارض ہوا؟

جواب: (۱) جس طرح حکیم ہر مریض کے لیے مختلف دوائی تجویز کرتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی موقع کی مناسبت سے مختلف گناہ بیان فرمائے تاکہ لوگ ان سے اجتناب کر کے اپنی اصلاح کر لیں۔

(۲) روایات میں حد و تعداد مراد نہیں ہے بلکہ اصلاحی پہلو کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مریض کا الگ علاج تجویز فرمایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

2948 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنِ ابْنِ اَبِیْ نَجِیحٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ

متنِ حدیث: اَنَّهَا قَالَتْ یَغْزُو الرِّجَالُ وَلَا تَغْزُو النِّسَاءُ وَاِنَّمَا لَنَا نِصْفُ الْمِیْرَاثِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی (وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰی بَعْضٍ) قَالَ مُجَاهِدٌ وَّاَنْزَلَ فِیْهَا (اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ) وَكَانَتْ اُمُّ سَلَمَةَ اَوَّلَ ظَعِیْنَةٍ قَدِمَتِ الْمَدِیْنَةَ مُهَاجِرَةً

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ مُرْسَلٌ

اختلافِ سند: وَرَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنِ ابْنِ اَبِیْ نَجِیحٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ مُّرْسَلٌ اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَذَا وَكَذَا

◆◆ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: انہوں نے عرض کی: مرد جہاد میں شریک ہوتے ہیں۔ خواتین جہاد میں شریک نہیں ہوتی ہیں۔ ہمیں وراثت کا نصف حصہ ملتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

''اللہ تعالیٰ نے تم میں سے کچھ لوگوں کو تم میں سے بعض پر جو فضیلت دی ہے اس حوالے سے آرزو نہ کرو۔''

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: اسی طرح سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تھی:

''بے شک مسلمان مرد اور عورتیں'' سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا وہ پہلی خاتون تھیں' جو ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئی تھی۔

یہ روایت ''مرسل'' ہے۔ بعض راویوں نے اسے ابن ابی نجیح کے حوالے سے' مجاہد کے حوالے سے نقل کیا ہے: سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات بیان کی ہے۔

2949 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِیْنَارٍ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ وَّلَدِ اُمِّ سَلَمَةَ

متنِ حدیث: عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَا اَسْمَعُ اللّٰهَ ذَكَرَ النِّسَاءَ فِی الْهِجْرَةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی

2948- اخرجه احمد (۳۲۲/۶)۔

2949- اخرجه الحمیدی (۱۴۴/۱)، حدیث (۳۰۱)۔

(اَنِّیْ لَا اُضِیعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی بَعْضُكُمْ مِنْ بَعْضٍ)

◆◆ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یارسول اللہ! میں نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ہجرت کے حوالے سے خواتین کا بھی ذکر کیا ہو تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

''میں تم میں سے کسی بھی مذکر یا مؤنث کے کیے ہوئے عمل کو ضائع نہیں کروں گا' تم ایک دوسرے کا حصہ ہو۔''

شرح

دنیا کے شرعی احکام میں عورتوں کا مردوں سے کم اور آخرت میں مساوی ہونا:

ارشاد ربانی ہے:

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَافَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰی بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ○ (النساء:۳۲)

''اور تم ایسی بات کی تمنا نہ کرو جس میں اللہ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ مردوں کے لیے وہ حصہ ہے جو انہوں نے کمایا اور عورتوں کے لیے وہ حصہ ہے جو انہوں نے کمایا۔ تم اللہ سے اس کا فضل مانگو، بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے''۔

(ب) فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ (آل عمران:۱۹۵)

''پس اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی کہ بیشک میں تم میں سے کسی کا عمل ضائع نہیں کروں گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت، کیونکہ تم ایک دوسرے کا جز ہو''۔

پہلی آیت کی تفسیر پہلی حدیث باب میں بیان کی گئی ہے کہ بعض مصالح اور حکمتوں کی بناء پر دنیا میں خواتین و حضرات کے شرعی احکام مختلف ہیں۔ مثال کے طور پر حکمرانی کرنا، جہاد کرنا اور اخراجات پورے کرنے کے لیے کمائی کرنا، مردوں کے ذمہ ہے۔ خواتین کے ذمہ یہ امور نہیں ہیں' کیونکہ وہ صنف نازک ہیں۔ مرد کے مقابل عورت کو مال وراثت سے نصف حصہ ملتا ہے' کیونکہ اس کے ذمہ گھریلو اخراجات نہیں ہیں۔ علاوہ ازیں اسے اپنے والدین، اولاد، شوہر اور بہن بھائیوں کی طرف سے بھی وراثت کا حصہ مل جاتا ہے۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ خواتین کو اپنے تفاوت کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی گزارنی چاہیے اور دونوں کو اپنے اپنے فرائض انجام دینے چاہیے۔ مرد کو عورت اور عورت کو مرد بننے کی تمنا نہیں کرنی چاہیے۔ ہر ایک کا دائرہ کار اللہ تعالیٰ نے متعین کر دیا ہے۔ مرد پورا مہینہ نماز ادا کرتا ہے جبکہ عورت مہینے کے کچھ دن نماز نہیں پڑھتی۔ اسی طرح معاملات میں مرد کے مقابل عورت کی گواہی نصف ہے یعنی گواہی کے اعتبار سے دو عورتیں ایک مرد کے برابر ہیں۔ عورت ایام حمل، وضع حمل کی تکلیف برداشت کرتی ہے

اور بچے کو دودھ پلانے کی خدمت انجام دیتی ہے جبکہ مردان امور سے فارغ ہے۔ تاہم خواتین وحضرات اپنے اپنے دائرہ کار میں رہتے ہوئے باہم معاونت کر سکتے ہیں۔

ام المؤمنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے چچازاد بھائی حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، زوجین نے مکہ میں اسلام قبول کیا۔ اپنے شوہر کے ساتھ پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر مدینہ طیبہ کی طرف۔ اس طرح آپ ذوالہجرتین کا درجہ رکھتی ہیں۔ شوہر کے انتقال کر جانے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔

دوسری آیت کی تفسیر دوسری حدیث باب میں بیان کی گئی ہے کہ آخرت میں خواتین وحضرات میں تفاوت نہیں رہے گا بلکہ برابر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے صاف فرمادیا کہ میں آخرت میں کسی کا ایک نیک عمل ضائع نہیں کروں گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ خواہ صراحتاً آیت میں خواتین کی ہجرت قبول کرنے کا ذکر نہیں ہے مگر اجمالاً موجود ہے کہ مردوں کی طرح عورت کی ہجرت بھی قابل قبول اور باعث اجر وثواب ہے۔

علاوہ ازیں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ الخ۔ (احزاب:۵۳)

اس آیت میں پہلے ایسے دس امور بیان کیے گئے ہیں جن میں خواتین وحضرات مساوی ہیں۔ پھر فرمایا گیا ہے: اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے گا اور اجر عظیم سے نوازے گا۔ وہ دس امور درج ذیل ہیں:

(۱) اسلام: اطاعت وفرمانبرداری کرنے والے خواتین وحضرات

(۲) ایمان: اسلامی عقائد وافکار کے حامل خواتین وحضرات

(۳) قنوت: اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے خواتین وحضرات

(۴) صادق وراست باز: معاملات میں صداقت سے کام لینے والے خواتین وحضرات

(۵) صبر وبردباری: تحمل وہمت سے کام لینے والے خواتین وحضرات

(۶) خشوع: عجز وانکسار والے خواتین وحضرات

(۷) صدقہ: ایثار وقربانی دینے والے خواتین وحضرات

(۸) صوم: روزہ رکھنے والے خواتین وحضرات

(۹) شرم وحیا: اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے خواتین وحضرات

(۱۰) ذکر: اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والے خواتین وحضرات۔

2950 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ اَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَقْرَاَ عَلَيْهِ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ

2950- اخرجه ابن ماجه (۲/۳، ۱٤۰): كتاب الزهد: باب: الحزن و البكاء، حديث (٤١٩٤)، و ابن خزيمة (۲/ ۳۰٤)، حديث (١٤٥٤).

فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ مِنْ سُوْرَةِ النِّسَآءِ حَتّٰى اِذَا بَلَغْتُ (فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا) غَمَزَنِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ فَنَظَرْتُ اِلَيْهِ وَعَيْنَاهُ تَدْمَعَانِ

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰكَذَا رَوٰى اَبُو الْاَحْوَصِ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ وَاِنَّمَا هُوَ اِبْرَاهِيْمُ عَنْ عَبِيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ

◆◆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے مجھے حکم دیا۔ میں آپ کے سامنے تلاوت کروں' نبی اکرم ﷺ اس وقت منبر پر تشریف فرما تھے۔ میں نے آپ کے سامنے سورۃ النساء پڑھنی شروع کی' جب میں اس آیت پر پہنچا۔

''اس وقت کیا عالم ہوگا جب ہم ہر امت میں سے شہید لائیں گے اور تمہیں ان سب پر گواہ کے طور پر لائیں گے''۔

نبی اکرم ﷺ نے اپنے دست مبارک کے ذریعے میری طرف اشارہ کیا' جب میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

ابواحوص نے اس روایت کو اعمش کے حوالے سے' ابراہیم کے حوالے سے' علقمہ کے حوالے سے' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ یہ روایت ابراہیم کے حوالے سے' عبیدہ کے حوالے سے بھی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

2951 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبِيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ

متنِ حدیث: قَالَ قَالَ لِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْرَاْ عَلَيَّ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَقْرَاُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ اُنْزِلَ قَالَ اِنِّىْ اُحِبُّ اَنْ اَسْمَعَهٗ مِنْ غَيْرِىْ فَقَرَاْتُ سُوْرَةَ النِّسَاءِ حَتّٰى اِذَا بَلَغْتُ (وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا) قَالَ فَرَاَيْتُ عَيْنَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَهْمِلَانِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ اَبِى الْاَحْوَصِ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْاَعْمَشِ نَحْوَ حَدِيْثِ مُعَاوِيَةَ بْنِ هِشَامٍ

◆◆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: میرے سامنے تلاوت کرو! میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں آپ کے سامنے تلاوت کروں؟ جبکہ آپ پر اسے نازل کیا گیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے یہ بات پسند ہے' میں اسے دوسرے کی زبانی سنوں (حضرت عبداللہ فرماتے ہیں) میں نے سورۃ النساء پڑھنی شروع کی جب میں اس آیت پر پہنچا۔

''ہم تمہیں ان سب پر گواہ بنا کر لے آئیں گے''۔

2951۔ اخرجه البخاری (۷۱۲/۸): کتاب فضائل القرآن: باب: من احب ان یستمع القرآن من غیره حدیث (۵۰۴۹)، اطرافه (۵۰۵۰)، (۵۰۵۶)، ومسلم (۱۴۳/۳): کتاب صلاة المسافرین و قصرها: باب: فضل استماع القرآن و طلب القراءة من حافظه للاستماع۔ (حدیث ۸۰۰/۲۴۷) و ابوداؤد (۳۴۸/۲): کتاب العلم: باب: من القصص، حدیث (۳۶۶۸)، و احمد (۳۸۰/۱، ۴۳۲)۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب میں نے نبی اکرم ﷺ کی طرف دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔
(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت ابوحوص کی نقل کردہ روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔
سوید نے ابن مبارک کے حوالے سے سفیان کے حوالے سے اعمش کے حوالے سے معاویہ بن ہشام کی نقل کردہ روایت کی مانند روایت نقل کی ہے۔

شرح

دوسرے سے تلاوت سننے کا فائدہ:

ارشاد خداوندی ہے:

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ۝ (النساء:۴۱)

''پس اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان لوگوں پر گواہی دینے کے لیے لائیں گے''۔

اس آیت کا مضمون احادیث باب میں بیان کیا گیا ہے، اس کا اختصار یہ ہے کہ جن لوگوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کے احکام نہیں مانے اور شتر بے مہار کی طرح زندگی گزار کر دنیا سے رخصت ہو گئے، انہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہونا پڑے گا۔ انبیاء علیہم اسلام ان کے خلاف گواہی دیں گے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء علیہم السلام کی حمایت میں گواہی پیش کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی کے بعد ان لوگوں پر فرد جرم عائد کی جائے گی اور مشیت باری تعالیٰ کے مطابق انہیں سزا دی جائے گی۔

جس طرح خود تلاوت قرآن کرنا باعث ثواب ہے' اسی طرح غیر سے تلاوت سننا بھی باعث خیر و برکت ہے۔ دوسرے کے تلاوت کرنے کی صورت میں سننا واجب ہے اور شخصیت پر اس کی تاثیر یقینی ہوتی ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تلاوت قرآن سے متاثر ہو کر رقیق القلب ہوئے' حق کی طرف مائل ہوئے اور قبول اسلام کے لیے مجبور ہوئے۔ جنات کی جماعت نے زبان نبوت سے تلاوت قرآن سن کر اسلام قبول کیا تھا۔ احادیث باب سے تاثیر تلاوت کی حقیقت عیاں ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے مخصوص انداز سے تلاوت قرآن کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سماعت فرما کر اس قدر متاثر ہوئے کہ آپ کی چشمان مبارکہ سے آنسو بہہ نکلے۔

فائدہ نافعہ: محض دوسروں کی تلاوت یا ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈر وغیرہ سے تلاوت پر اکتفا کرنا محرومی ہے۔ بلاشبہ تلاوت قرآن بہترین عبادت، باعث خیر و برکت اور اطمینان قلب کا ذریعہ ہے۔ لہٰذا منتخب آیات اور سورتوں کو اپنے معمولات یومیہ میں شامل کرنا چاہیے۔

2952 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِىْ جَعْفَرٍ الرَّازِيِّ عَنْ عَطَاءٍ

بْنِ السَّائِبِ عَنْ اَبِىْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ قَالَ

متن حدیث: صَنَعَ لَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ طَعَامًا فَدَعَانَا وَسَقَانَا مِنَ الْخَمْرِ فَاَخَذَتِ الْخَمْرُ مِنَّا وَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَقَدَّمُوْنِىْ فَقَرَاْتُ قُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ لَا اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ وَنَحْنُ نَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ قَالَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى (يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكَارٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ہمارے لیے کھانا تیار کیا۔ انہوں نے ہمیں بلالیا اور ہمیں شراب پلائی شراب نے ہم پر اثر کیا (یعنی ہم پر مدہوشی طاری ہوئی) اسی دوران نماز کا وقت ہو گیا۔ ان لوگوں نے مجھے آگے کر دیا میں نے یوں تلاوت شروع کی:

قُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ لَا اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ وَنَحْنُ نَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ

تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

(يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكَارٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ)

''اے ایمان والو! جب تم نشے کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب مت جاؤ' اس وقت تک جب تک تمہیں یہ علم نہ ہو جو تم پڑھ رہے ہو''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب صحیح'' ہے۔

شرح

حالت نشہ میں نماز جائز نہ ہونا:

ارشاد خداوندی ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ (النساء: ۴۳)

''اے ایمان والو! تم نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ حتیٰ کہ تمہیں معلوم ہو جائے جو تم کہتے ہو''۔

اس آیت کا شان نزول حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کا اختصار یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دعوت کی، وہ کھانے پر ان کے گھر گئے اور کھانے کے بعد شراب پیش کی گئی جو انہوں نے نوش کی۔ شراب نوشی کے سبب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نشہ چڑھ گیا۔ نماز کا وقت ہونے پر آپ کو بطور امام مصلیٰ پر کھڑا کر دیا گیا۔ نماز میں سورۃ الکافرون کی قرأت یوں کی: قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ○ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ○ وَ نَحْنُ نَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ (آپ فرما دیں کہ اے کافرو! میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم کرتے ہو اور ہم اس کی عبادت کرتے ہیں جس کی تم عبادت کرتے ہو) یعنی وَ لَآ

2952- اخرجه ابوداؤد (۲/ ۳۵۰): كتاب الاشربة: باب: من تحريم الخمر حديث (۳۶۷۱)، وابن حميد ص (۵۶)، حديث (۸۲).

اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ o الخ کی جگہ: وَ نَحْنُ نَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ پڑھ لیا۔ مفہوم کے اعتبار سے یہ دو متعارض اور قابل مؤاخذہ چیزیں ہیں۔ اس موقع پر مندرجہ بالا آیت نازل کی گئی جس میں یہ حکم بیان کیا گیا ہے کہ حالت نشہ میں تم نماز کے قریب بھی نہ جاؤ' کیونکہ نشہ کی حالت میں تم سے فاش اغلاط کا صدور ہو جاتا ہے اور یہ بات قابل مؤاخذہ ہے۔ ہاں نشہ ختم ہو جائے اور ہوش و عقل بحال ہو جائے تو تم نماز پڑھ سکتے ہو۔

سوال: اس آیت اور حدیث باب سے ثابت ہوتا ہے کہ عین نماز کے وقت شراب منع ہے تا کہ نماز میں قرأت کی غلطی نہ ہو جبکہ اوقات نماز سے قبل اور بعد میں شراب نوشی جائز ہے۔ حالانکہ شراب نوشی ہمہ وقت خواہ نماز کا وقت ہو یا نہ ہو، حرام قطعی ہے؟

جواب: اس واقعہ کا تعلق ابتداء اسلام کے ساتھ ہے، جب شراب جائز تھی۔ شراب بتدریج حرام کی گئی ہے۔ ابتداً اوقات نماز میں شراب حرام قرار دی گئی اور بعد میں ہمہ وقت حرام قرار دی گئی۔

2953 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّهُ حَدَّثَهُ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ

متنِ حدیث: اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ خَاصَمَ الزُّبَيْرَ فِيْ شِرَاجِ الْحَرَّةِ الَّتِيْ يَسْقُوْنَ بِهَا النَّخْلَ فَقَالَ الْاَنْصَارِيُّ سَرِّحِ الْمَاءَ يَمُرُّ فَاَبٰى عَلَيْهِ فَاخْتَصَمُوْا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلزُّبَيْرِ اسْقِ يَا زُبَيْرُ وَاَرْسِلِ الْمَاءَ اِلٰى جَارِكَ فَغَضِبَ الْاَنْصَارِيُّ وَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ فَتَغَيَّرَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ يَا زُبَيْرُ اسْقِ وَاحْبِسِ الْمَاءَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَى الْجَدْرِ فَقَالَ الزُّبَيْرُ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَحْسِبُ هٰذِهِ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ فِيْ ذٰلِكَ (فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ) الْاٰيَةَ

قولِ امام بخاری: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: سَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُوْلُ قَدْ رَوٰى ابْنُ وَهْبٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ وَيُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ نَحْوَ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَرَوٰى شُعَيْبُ بْنُ اَبِيْ حَمْزَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنِ الزُّبَيْرِ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک انصاری کا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حرہ سے آنے والی پانی کی نالی کے بارے میں جھگڑا ہو گیا' جس کے ذریعے لوگ اپنے باغات کو سیراب کیا کرتے تھے۔ انصاری نے کہا: پانی کو چلتا رہنے دیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اس بات کا انکار کیا وہ لوگ اپنا مقدمہ لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو یہ فرمایا: اے زبیر تم (اپنے باغ کو) سیراب کر لو اور پھر پانی کو اپنے پڑوسی کے لیے چھوڑ دو۔ اس بات پر انصاری غصے میں آ گیا اس نے عرض کی: یارسول اللہ (آپ نے یہ فیصلہ اس لیے دیا ہے)' کیونکہ یہ آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں (راوی بیان کرتے ہیں:) تو نبی اکرم ﷺ کا چہرہ مبارک (غصے کی وجہ سے) متغیر ہو گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: اے زبیر! تم (اپنے باغ کو) سیراب کرو۔ اور پانی کو روک کے رکھو، یہاں تک کہ وہ منڈیروں تک پہنچ جائے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ یہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! میں یہ سمجھتا ہوں یہ آیت اسی بارے میں نازل ہوئی تھی۔
''تمہارے پروردگار کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے' جب تک آپس کے اختلافی معاملات میں تمہیں حاکم تسلیم نہ کریں''۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے امام بخاری کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے' ابن وہب نے اس روایت کو لیث بن سعد کے حوالے سے نقل کیا ہے' جبکہ یونس نے زہری کے حوالے سے' عروہ کے حوالے سے' حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے اس روایت کی مانند روایت نقل کی ہے۔

شعیب بن حمزہ نے زہری کے حوالے سے' عروہ بن زبیر کے حوالے سے' اس کو نقل کیا ہے۔ انہوں نے اس کی سند میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا تذکرہ نہیں کیا۔

شرح

مسلمانوں کے باہمی اختلافات کا شرعی طریقہ کے مطابق فیصلہ کرنا:

فرمان خداوندی ہے:

فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۝ (النساء:۶۵)

''آپ کے پروردگار کی قسم! وہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک وہ اپنے اختلافی معاملات میں آپ کو حاکم نہ مان لیں، پھر وہ اپنے دلوں میں آپ کے فیصلہ سے متعلق کوئی تنگی نہ پائیں اور مکمل طور پر اطاعت کریں''۔

کسی کو حاکم تسلیم کرنے کے تین درجات ہیں:

(۱) تصدیق وایمان: اس کا فقدان عنداللہ کفر ہے اور منافقین میں اس کی کمی موجود تھی۔

(۲) اقرار: یعنی زبان سے تسلیم کرنا، اس کا فقدان عندالناس کفر ہے۔

(۳) عمل: یعنی اصلاح وتقویٰ ہے، اس کا فقدان فسق ہے۔

اس آیت کا شان نزول حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک دفعہ ایک انصاری صحابی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے مابین پانی کے مسئلہ میں تنازع ہو گیا، نالیوں کا پانی پہلے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے باغ کو سیراب کرتا پھر انصاری کے کھیت کی طرف آتا تھا۔ یہ تنازع حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ نے فریقین کی گفتگو سن کر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم اپنا کھیت سیراب کر کے پانی اپنے انصاری بھائی کے کھیت کی طرف چھوڑ دو۔ اس پر انصاری نے ناراض ہو کر کہا: یا رسول اللہ! زبیر آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں اس لیے فیصلہ ان کے حق میں کر دیا ہے۔ اس پر آپ ناراض ہوئے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم اپنے کھیت کو خوب (لبالب) سیراب کرو پھر دوسرے کے لیے پانی چھوڑنا۔ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا فیصلہ انصاری کی رعایت کے لیے فرمایا تھا پھر معاملہ تنازع کی شکل اختیار کر گیا تو شریعت کے مطابق فیصلہ فرمادیا' کیونکہ پہلے کا حق بھی پہلے ہوتا ہے اور اس کی فراغت پر دوسرے کا حق شروع ہوتا ہے۔ اس موقع پر مندرجہ بالا آیات نازل ہوئی۔

فائدہ نافعہ: اس آیت میں دل میں تنگی سے مراد ایمانی تنگی ہے، کیونکہ طبعی تنگی عنداللہ معاف ہوتی ہے اور اس کا مؤاخذہ بھی نہیں ہوتا۔

2954 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ يَزِيْدَ يُحَدِّثُ

متنِ حدیث: عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ فِي هٰذِهِ الْآيَةِ (فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِئَتَيْنِ) قَالَ رَجَعَ نَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ اُحُدٍ فَكَانَ النَّاسُ فِيهِمْ فَرِيْقَيْنِ فَرِيْقٌ يَقُوْلُ اقْتُلْهُمْ وَفَرِيْقٌ يَقُوْلُ لَا فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةَ (فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِئَتَيْنِ) وَقَالَ اِنَّهَا طِيبَةُ وَقَالَ اِنَّهَا تَنْفِي الْخَبَثَ كَمَا تَنْفِي النَّارُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیحِ راوی: وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ هُوَ الْاَنْصَارِيُّ الْخَطْمِيُّ وَلَهُ صُحْبَةٌ

◆◆ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں۔

''تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ منافقین کے بارے میں تم دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے ہو؟''

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بتایا: غزوۂ اُحد کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کے ساتھ جانے والوں میں سے کچھ لوگ واپس آ گئے' تو عام لوگوں (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کے ان کے حوالے سے' دو فریق بن گئے۔ ان میں سے ایک فریق کا یہ کہنا تھا: ان لوگوں کو قتل کر دو یہ جنگ میں شرکت کئے بغیر واپس آ گئے۔ (یہ منافق ہیں) ایک گروہ کا یہ کہنا تھا: ایسا نہیں ہوگا' تو اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

''تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم منافقین کے بارے میں تم دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے ہو۔''

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (مدینہ منورہ) طیب ہے۔ یہ ناپا کی کو اس طرح باہر نکال دیتا ہے' جسے آگ لوہے کی میل (زنگ) کو نکال دیتی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2954۔ اخرجه البخاري (۱۰٤/۸): كتاب التفسير: باب: (فما لكم في المنفقين فئتين و الله اركسهم) (النساء: ۸۹) حديث (٤٥٨٩)، و مسلم (۱۰۰۷/۲-۱۰۰۶): كتاب الحج: باب: المدينة تنفي شرارها، حديث (۱۳۸٤/٤٩٠)، واحمد (۱۸٤/٥، ۱۸۷، ۱۸۸) و ابن حميد ص (۱۰۸)، حديث (۲٤۲).

شرح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مصلحت کی بنا پر منافقین کو قتل نہ کرنا:

ارشاد خداوندی ہے:

فَمَالَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ط اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ط وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ○ (النساء:۸۸)

''پس تمہیں کیا ہوا کہ منافقوں کے بارے میں دو گروہوں میں بٹ گئے؟ حالانکہ بدعملی کی وجہ سے اللہ نے انہیں الٹا پھیر دیا ہے؟ کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ اللہ نے جنہیں گمراہ کیا ہے انہیں ہدایت دو؟ اور اللہ تعالیٰ جسے گمراہ کرے تم اس کے لیے ہرگز (ہدایت کا) راستہ نہیں پا سکتے''۔

اس آیت کا شان نزول حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے، جس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ غزوہ احد کے موقع پر جب اسلامی لشکر ''مقام ستوط'' (یہ مقام مدینہ طیبہ اور احد پہاڑ کے درمیان ہے) پر پہنچا تو رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے آگے جانے سے انکار کرتے ہوئے اعلان کیا کہ ہم نے مدینہ میں رہتے ہوئے دشمن کا مقابلہ کرنے کا مشورہ دیا تھا جو تسلیم نہیں کیا گیا، ہم بلاوجہ دشمن کے ہاتھوں اپنی جانیں ضائع نہیں کر سکتے اور اپنے دوستوں پر مشتمل ایک تہائی (تین سو افراد) لشکر لے کر واپس پلٹ آیا۔ اس نازک موقع پر عبداللہ بن ابی کی منافقانہ اس حرکت کا مقصد اسلامی لشکر کو متزلزل اور خوفزدہ کرنا تھا جس کے نتیجہ میں قبیلہ اوس سے بنو حارثہ اور قبیلہ خزرج سے بنوسلمہ کے پاؤں بھی ڈگمگانے لگے اور وہ بھی واپسی کا سوچنے لگے لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں ثابت قدم رکھا۔

غزوۂ احد سے فراغت پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مدینہ طیبہ پہنچے تو منافقین کے بارے سوچنے لگے کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟ کچھ صحابہ کی رائے تھی کہ انہیں قتل کر دیا جائے تا کہ آئندہ وہ ایسی حرکت نہ کر پائیں جبکہ دوسرے صحابہ کی رائے اس کے برعکس تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے عفو و درگزر کا برتاؤ کیا۔

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے ایک یہ بھی حرکت کی جس سے اس کا نفاق مزید کھل کر سامنے آ گیا تھا، اس نے اعلان کیا: جب ہم مدینہ واپس جائیں گے تو عزت والا وہاں سے ذلیل کو نکال باہر کرے گا۔ (المنافقون:۸) صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بلکہ اس کے اپنے بیٹے نے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے قتل کرنے کا مشورہ دیا تھا مگر آپ نے یہ بات کہتے ہوئے مشورہ تسلیم نہ کیا کہ تا قیامت لوگ یہ بات کہتے رہیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو بھی معاف نہ کیا اور انہیں تہہ تیغ کر دیا تھا۔

اس موقع پر مندرجہ بالا آیت نازل ہوئی جس میں یہ درس دیا گیا ہے کہ منافقوں کے بارے میں مسلمانوں کے دو گروہ نہیں ہونے چاہیے بلکہ ان میں اتحاد و اتفاق کی فضا قائم رہنی چاہیے۔

فائدہ نافعہ: منافق وہ شخص ہے، جس کا ظاہر و باطن یکساں نہ ہو، وہ بظاہر اسلامی تعلیمات پر عامل ہو لیکن اس کے باطن میں

کفر ہو۔ منافق، کافر سے بھی زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ اس کی مشہور دو علامات ہیں:

(۱) ظاہر باطن یکساں نہ ہونا

(۲) طاقت کے مطابق ہجرت نہ کرنا۔

دورِ رسالت میں مکہ معظمہ میں کچھ لوگ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے تھے لیکن انہوں نے حسب طاقت ہجرت نہیں کی تھی جو اسلام کی علامت تھی، وہ لوگ یقیناً منافق تھے۔ یاد رہے کہ حقیقی منافق صرف دورِ رسالت میں تھے جبکہ بعد کے دور میں مجازی منافق ہو سکتے ہیں۔

2955 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الزَّعْفَرَانِيُّ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ بْنُ عُمَرَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: يَجِيءُ الْمَقْتُولُ بِالْقَاتِلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ نَاصِيَتُهُ وَرَأْسُهُ بِيَدِهِ وَأَوْدَاجُهُ تَشْخَبُ دَمًا يَقُولُ يَا رَبِّ هٰذَا قَتَلَنِي حَتّٰى يُدْنِيَهُ مِنَ الْعَرْشِ قَالَ فَذَكَرُوْا لِابْنِ عَبَّاسٍ التَّوْبَةَ فَتَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ (وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهٗ جَهَنَّمُ) قَالَ مَا نُسِخَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَلَا بُدِّلَتْ وَاَنّٰى لَهُ التَّوْبَةُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اختلافِ سند: وَقَدْ رَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ نَحْوَهٗ وَلَمْ يَرْفَعْهُ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: قیامت کے دن مقتول اپنے قاتل کو ساتھ لے کر آئے گا۔ اس مقتول کی پیشانی اور اس کا سر اس کے ہاتھ میں ہوگا' اور اس کی شہ رگ سے خون بہہ رہا ہوگا۔ وہ عرض کرے گا: میرے پروردگار! اس نے مجھے قتل کیا تھا، یہاں تک کہ وہ اس قاتل کو عرش کے قریب لے آئے گا۔

راوی بیان کرتے ہیں: انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے توبہ کا تذکرہ کیا' تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ آیت تلاوت کی:

''جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے' تو اس کی جزاء جہنم ہے''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ فرمایا: یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی' اس کا حکم تبدیل نہیں ہوا ہے' پھر توبہ کی گنجائش کہاں ہوگی؟

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

بعض راویوں نے اس روایت کو عمرو بن دینار کے حوالے سے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی کی مانند نقل کیا ہے' تاہم انہوں نے اسے ''مرفوع'' حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا۔

2955- اخرجه النسائي (۸۷/۷): كتاب تحريم الدم: باب تعظيم الدم، حديث (٤٠٠٥).

شرح

مومن کو عمداً قتل کرنے والے کی توبہ قبول ہونا:

ہمارا اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ کسی مومن کو عمداً قتل کرنا، گناہ کبیرہ ہے جبکہ گناہ کبیرہ کا مرتکب اسلام سے خارج اور کفر میں داخل نہیں ہوتا بلکہ مسلمان ہی رہتا ہے اور اس کی توبہ قابل قبول ہے۔ اکبرالکبائر میں سے ایک ایسا گناہ ہے جو نا قابل معافی ہے اور اس کا مرتکب کافر ہو جاتا ہے وہ ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا۔ اس سلسلے میں ارشاد ربانی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ

''بیشک اللہ شرک معاف نہیں کرے گا اور اس کے علاوہ جو گناہ بھی ہے جسے چاہے گا معاف کر دے گا''۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ صرف شرک نا قابل معافی گناہ ہے۔ قتل عمد خواہ گناہ کبیرہ ہے لیکن یہ قابل معافی ہے اور اس کا مرتکب کافر نہیں ہوتا۔

سوال: ارشاد خداوندی ہے:

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ۝ (النساء: ۹۳)

''اور جو شخص کسی مومن کو عمداً قتل کرے پس اس کا ٹھکانہ جہنم ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوگا، اس پر لعنت کرے گا اور اللہ نے اس کے لیے بہت بڑی سزا تیار کر رکھی ہے''۔

اس آیت میں مومن کے قاتل کے لیے پانچ سزائیں بیان کی گئی ہیں:

(۱) دخول جہنم

(۲) جہنم میں ہمیشہ رہنا

(۳) اللہ کا غضبناک ہونا

(۴) لعنت باری کا حقدار ہونا

(۵) عذاب عظیم کا حقدار ہونا۔

آیت میں بیان کردہ یہ سزائیں بتا رہی ہیں کہ مومن کو عمداً قتل کرنا نا قابل معافی گناہ ہے اور اس کی بخشش نہیں ہوگی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی بیان کردہ حدیث باب سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے؟

جواب: (۱) جمہور آئمہ کا موقف ہے کہ مومن کو عمداً قتل کرنے والا خواہ گناہگار ہے لیکن وہ کافر نہیں ہوتا۔

(۲) یہ تمام سزائیں احترام آدمیت کی بنا پر بیان کی گئی ہیں۔

(۳) مومن کا قاتل خواہ جہنم میں سزا بھگتے گا بالآخر اسلام کی برکت سے نکالا جائے گا۔ پھر جنت میں داخل کیا جائے گا۔

(۴) حدیث باب مصلحت پر محمول ہے ورنہ اس روایت کے راوی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک بھی مومن کے قاتل کی توبہ قابل قبول اور گناہ قابل معافی ہے۔

(۵) جمہور محدثین اور اکثر آئمہ فقہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قتل مومن گناہ کبیرہ اور قابل مؤاخذہ ہے مگر قابل معافی ہے جس سے قاتل کافر نہیں ہوتا۔ صرف شرک ایسا گناہ ہے جو نا قابل معافی و توبہ ہے اور اس کا مرتکب مرتد ہو کر دائمی جہنمی بن جاتا ہے۔

2956 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِیْ رِزْمَةَ عَنْ اِسْرَآئِيْلَ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: مَرَّ رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ سُلَيْمٍ عَلٰی نَفَرٍ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهٗ غَنَمٌ لَهٗ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ قَالُوْا مَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا لِيَتَعَوَّذَ مِنْكُمْ فَقَامُوْا فَقَتَلُوْهُ وَاَخَذُوْا غَنَمَهٗ فَاَتَوْا بِهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی (يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰی اِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: بنوسلیم سے تعلق رکھنے والا ایک شخص کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس سے گزرا' اس شخص کے ساتھ اس کی بکریاں بھی تھیں' اس شخص نے ان حضرات کو سلام کیا' تو یہ حضرات بولے: اس نے آپ لوگوں سے بچنے کے لیے آپ کو سلام کیا ہے' یہ لوگ اٹھے اور انہوں نے اسے قتل کر دیا' اور اس کی بکریاں حاصل کر لیں' پھر یہ حضرات وہ بکریاں لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' تو اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت نازل کی۔

''اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں سفر کرو' تو (معاملات کی) چھان بین کر لیا کرو اور جو شخص تمہیں سلام کرے اس کے بارے میں یہ نہ کہو' تم مومن نہیں ہو''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

اس بارے میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث منقول ہے۔

شرح

ایمان کے معاملہ میں احتیاط برتنا:

ارشاد ربانی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓی اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ

2956۔ اخرجه احمد (۱/ ۲۲۹، ۲۷۲، ۳۲٤).

مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ؕ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ○ (النساء:۹۴)

''اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں سفر کرو تو تحقیق کر لیا کرو ایسے شخص کے بارے میں جو تمہارے سامنے اطاعت شعار ہوا سے یوں نہ کہو کہ مسلمان نہیں ہے۔ (اگر) تم دنیوی زندگی کی دولت چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ کے پاس بہت دولت ہے، تمہاری بھی قبل ازیں ایسی حالت تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان فرمایا ہے، پس تم ہر معاملہ میں تحقیق کر لیا کرو۔ بیشک اللہ باخبر ہے تمہارے اعمال سے جو تم انجام دیتے ہو''۔

اس آیت کا شان نزول حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قبیلہ بنوسلیم کا ایک شخص جس کے پاس بکریاں تھیں، صحابہ کی ایک جماعت کے پاس سے گزرا اور اس نے انہیں سلام کہا۔ جماعت نے خیال کیا کہ اس نے محض اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے اور تلوار سے بچانے کے لیے سلام کیا ہے جبکہ حقیقت میں وہ مسلمان نہیں ہے وہ اٹھے اور اسے قتل کر دیا اور بکریوں پر قبضہ کر لیا۔ وہ بکریاں لے کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس موقع پر یہ آیت مبارکہ نازل کی گئی۔

اس آیت کا دوسرا شان نزول یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے ایک کلمہ گو شخص کو قتل کر دیا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: اے اسامہ! تو نے کلمہ گو شخص کو کیوں قتل کیا ہے؟ عرض کیا: یارسول اللہ! یہ شخص مسلمان نہیں تھا بلکہ اس نے تلوار سے اپنی جان بچانے کے لیے کلمہ پڑھا تھا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار ناراضگی کرتے ہوئے فرمایا: اَفَلَا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهِ حَتّٰى تَعْلَمَ اَقَالَهَا اَمْ لَا؟ کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا کہ اس نے کلمہ پڑھا ہے یا نہیں پڑھا؟ (صحیح مسلم، رقم الحدیث:۹۶)

مندرجہ بالا آیت اور احادیث سے معلوم ہوا کہ ایمان کے معاملہ میں نہایت احتیاط سے کام لینا چاہیے اور محض اپنے گمان کی بنیاد پر نہ تو کسی کو کافر قرار دینا چاہیے اور نہ قتل کرنا چاہیے۔ اس سلسلے میں ظاہر پر عمل کیا جائے اور باطن کا معاملہ اللہ و رسول کے سپرد کرنا چاہیے، دلوں کے احوال انسان نہیں جانتا۔ جب کسی شخص میں ایمان کی کوئی قولی یا فعلی علامت پائی جائے یعنی وہ کلمہ پڑھتا ہے اور نماز ادا کرتا ہے تو اسے مسلمان قرار دیا جائے گا اور اس کے ساتھ کافر والا معاملہ ہرگز نہیں کیا جائے گا۔

2957 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا نَزَلَتْ (لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ) اَلْاٰيَةَ جَآءَ عَمْرُو ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

وَكَانَ ضَرِيْرَ الْبَصَرِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا تَاْمُرُنِيْ اِنِّيْ ضَرِيْرُ الْبَصَرِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى هٰذِهِ الْاٰيَةَ (غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ) اَلْاٰيَةَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيْتُوْنِيْ بِالْكَتِفِ وَالدَّوَاةِ اَوِ اللَّوْحِ وَالدَّوَاةِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَّيُقَالُ عَمْرُو ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ وَّيُقَالُ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ وَّهُوَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَائِدَةَ وَاُمُّ مَكْتُوْمٍ اُمُّهٗ

◄◄ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی:

''اہل ایمان میں سے بیٹھے ہوئے لوگ برابر نہیں ہیں''

تو عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' وہ نابینا تھے۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے بارے میں آپ کیا حکم دیتے ہیں؟ کیونکہ میں تو نابینا ہوں' تو اللہ تعالیٰ نے یہ الفاظ نازل کیے۔

''وہ لوگ جنہیں کوئی ضرر نہ ہو''

تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے پاس (اونٹ کے) شانے کی ہڈی اور دوات لے آؤ (راوی کو شک ہے' شاید یہ الفاظ ہیں) کوئی تختی اور دوات لے آؤ (تاکہ میں اس کو املاء کروا دوں)

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ایک قول کے مطابق ان کا نام عمرو بن ام مکتوم ہے' اور ایک قول کے مطابق عبداللہ بن عمرو بن ام مکتوم ہے۔

یہ صاحب عبداللہ بن زائدہ ہیں ام مکتوم ان کی والدہ تھی۔

2958 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الزَّعْفَرَانِيُّ حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ الْكَرِيْمِ سَمِعَ مِقْسَمًا مَوْلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّهٗ قَالَ (لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ) عَنْ بَدْرٍ وَّالْخَارِجُوْنَ اِلٰى بَدْرٍ لَّمَّا نَزَلَتْ غَزْوَةُ بَدْرٍ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَحْشٍ وَابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ اِنَّا اَعْمَيَانِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَهَلْ لَنَا رُخْصَةٌ فَنَزَلَتْ (لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ) وَ (فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ) (عَلَى الْقَاعِدِيْنَ دَرَجَةً) فَهٰؤُلَاءِ الْقَاعِدُوْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ (وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا) دَرَجَاتٍ مِّنْهُ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرِ اُولِي الضَّرَرِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ

توضیح راوی: وَّمِقْسَمٌ يُقَالُ هُوَ مَوْلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ وَيُقَالُ هُوَ مَوْلٰى ابْنِ عَبَّاسٍ وَّكُنْيَتُهٗ اَبُو الْقَاسِمِ

◄◄ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ آیت پڑھی۔

''اہل ایمان میں سے بیٹھے ہوئے لوگ جنہیں کوئی ضرر نہ ہو، وہ برابر نہیں ہیں''

2958- اخرجه البخاری (۱۰۸/۸): کتاب التفسیر: باب: (لا یستوی القعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر و المجهدون فی سبیل الله)، حدیث (۴۵۹۵)، (۳۲۸/۷): کتاب المغازی: باب (۵) حدیث (۳۹۵۴).

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اس سے مراد وہ لوگ ہیں' جو غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہوئے' اور وہ لوگ ہیں' جو غزوۂ بدر میں شریک ہوئے' جب غزوہ بدر کا موقع آیا' تو حضرت عبداللہ بن جحش بن ام مکتوم نے یہ کہا: یا رسول اللہ! ہم لوگ تو نابینا ہیں' تو کیا ہمارے لیے کوئی رخصت ہے؟ تو یہ آیت نازل ہوئی:

''اہلِ ایمان میں سے بیٹھے رہ جانے والے (یعنی جہاد میں شرکت نہ کرنے والے) وہ لوگ جنہیں کوئی ضرر لاحق نہ ہو' وہ برابر نہیں ہیں''۔

''اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو فضیلت عطا کی ہے''۔

''ان لوگوں پر جو بیٹھے رہ گئے (یعنی جہاد میں شریک نہیں ہوئے) ایک درجے (کی فضیلت عطا کی ہے)''۔

تو یہ بیٹھے ہوئے لوگ وہ تھے' جنہیں کوئی ضرر لاحق نہیں تھا۔ (ارشادِ باری تعالیٰ ہے:)

''اللہ تعالیٰ نے جہاد میں حصہ لینے والوں کو بیٹھے رہ جانے والوں پر عظیم اجر کے حوالے سے فضیلت دی ہے''۔

یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے درجات ہیں (اور ان لوگوں کو) ان اہلِ ایمان پر فضیلت حاصل ہے' جنہیں کوئی ضرر لاحق نہیں تھا اور وہ جہاد میں شریک نہیں ہوئے۔

یہ روایت اس سند کے حوالے سے ''حسن غریب'' ہے' جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔

مقسم نامی راوی عبداللہ بن حارث کے آزاد کردہ غلام ہیں اور ایک قول کے مطابق حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ ان کی کیفیت ابوالقاسم ہے۔

2959 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِيْ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ

متنِ حدیث: رَاَيْتُ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ جَالِسًا فِي الْمَسْجِدِ فَاَقْبَلْتُ حَتّٰى جَلَسْتُ اِلٰى جَنْبِه فَاَخْبَرَنَا اَنَّ زَيْدَ ابْنَ ثَابِتٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْلٰى عَلَيْهِ (لَا يَسْتَوِى الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ) (وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ) قَالَ فَجَاءَهُ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ وَّهُوَ يُمْلِيْهَا عَلَيَّ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ لَوْ اَسْتَطِيْعُ الْجِهَادَ لَجَاهَدْتُّ وَكَانَ رَجُلًا اَعْمٰى فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَخِذُهُ عَلٰى فَخِذِيْ فَثَقُلَتْ حَتّٰى هَمَّتْ تَرُضُّ فَخِذِيْ ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْهِ (غَيْرُ اُولِى الضَّرَرِ)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: هٰكَذَا رَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ نَحْوَ هٰذَا وَرَوٰى مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ قَبِيْصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَّفِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ رِوَايَةُ رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ

2959۔ اخرجه البخاری (۵۳/۶): كتاب الجهاد و السير: باب: قول الله عزوجل: (لا يستوى القعدون من المؤمنين غير اولى الضرر) (النساء ۹۵) حديث (۲۸۳۲)، (۱۰۸/۸): كتاب التفسير: باب: لا يستوى القاعدون حديث (۴۵۹۲)، و النسائى (۹/۶): كتاب الجهاد: باب: فضل المجاهدين على القاعدين، حديث (۳۰۹۹) و احمد (۱۸۴/۵)

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَجُلٍ مِّنَ التَّابِعِيْنَ رَوَاهُ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ الْاَنْصَارِيُّ عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ وَمَرْوَانُ لَمْ يَسْمَعْ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مِنَ التَّابِعِيْنَ

◄► حضرت سہل بن سعد ساعدی فرماتے ہیں: میں نے مروان بن حکم کو مسجد میں بیٹھے ہوئے دیکھا میں اس کے پاس گیا اور اس کے پاس بیٹھ گیا اس نے مجھے بتایا: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے مجھ سے یہ بات بیان کی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے مجھے اس بات کی املاء کروائی۔

''اہلِ ایمان میں سے بیٹھے ہوئے لوگ اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے لوگ برابر نہیں ہیں''

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے بتایا: اسی دوران حضرت ابن ام مکتوم آئے' نبی اکرم ﷺ یہ آیت مجھے لکھوا رہے تھے۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ، اللہ کی قسم! اگر میں جہاد میں شریک ہونے کی طاقت رکھتا تو جہاد میں ضرور شریک ہوتا' یہ صاحب نابینا تھے' تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر یہ آیت نازل کی: اس وقت نبی اکرم ﷺ کا زانوں میرے زانوں پر تھا' تو مجھے اتنا وزن محسوس ہوا کہ مجھے لگا کہ میرا زانوں ٹوٹ جائے گا' پھر نبی اکرم ﷺ کی یہ کیفیت ختم ہوئی' تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ الفاظ نازل کئے تھے:

''جنہیں کوئی ضرر نہ ہو''۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس حدیث میں یہ خصوصیت ہے: اسے صحابی نے ایک تابعی سے روایت کیا ہے۔

حضرت سہل بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ نے اسے مروان بن حکم سے نقل کیا ہے' اور مروان نے نبی اکرم ﷺ سے حدیث کا سماع نہیں کیا' وہ تابعی ہیں۔

شرح

جہاد میں شرکت والوں اور نہ کرنے والوں کا موازنہ اور معذوروں کا شرعی حکم:

ارشادِ ربانی ہے:

لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (النساء:۹۵،۹۶)

''بغیر کسی عذر کے گھروں میں بیٹھنے والے مسلمان اور اللہ کی راہ میں اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کرنے والے مسلمان برابر نہیں ہو سکتے۔ اللہ نے ان لوگوں کو اعلیٰ درجہ کی برتری عطا فرمائی ہے جو اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں ان لوگوں پر جو (گھروں میں) بیٹھنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک سے عمدہ گھر (جنت) کا وعدہ کیا

ہے اور اللہ نے جہاد کرنے والوں کو گھروں میں بیٹھنے والوں پر عظیم برتری بخشی ہے یعنی اللہ کی جانب سے انہیں بلندی درجات، بخشش اور مہربانی کرنے کے انعامات دیے گئے ہیں۔ اللہ بہت بخشش کرنے والا اور بہت مہربانی کرنے والا ہے''۔

فائدہ نافعہ: **من المؤمنین**: القاعدون کی صفت اول جبکہ **غیر اولی الضرر** صفت ثانی ہے۔ **درجات منه، مغفرة** اور **رحمة** تینوں **اجرًا عظیما** سے بدل ہیں۔

سوال: (۱) پہلی آیت میں لفظ ''**قاعدین**'' تین بار استعمال ہوا ہے، پہلی جگہ میں قاعدین کے ساتھ ''غیر اولی الضرر'' کی قید موجود ہے جبکہ دوسری دونوں جگہوں میں نہیں ہے۔ کیا دوسری دونوں جگہوں میں بھی یہ قید ملحوظ ہوگی یا نہیں؟

جواب: جس طرح پہلی آیت میں پہلی جگہ لفظ ''**قاعدین**'' کے ساتھ ''**غیر اولی الضرر**'' کی قید ہے، اسی طرح دوسری اور تیسری جگہ میں بھی یہ قید ملحوظ ہے لیکن اختصار کی بنا پر ترک کی گئی ہے۔

سوال: پہلی آیت میں مجاہدین کی فضیلت کے ضمن میں لفظ ''**درجة**'' (واحد) اور دوسری آیت میں لفظ ''**درجات**'' (جمع) استعمال ہوا ہے، ان دونوں میں کیا فرق ہے؟

جواب: پہلی آیت میں لفظ ''**درجة**'' سے نفس جہاد کے لحاظ سے تفاوت مراد ہے جبکہ دوسری آیت میں جہاد اور دیگر اعمال کے اعتبار سے تفاوت مراد ہے۔

اس مضمون کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ غیر معذور لوگ جو جہاد میں شریک نہیں ہوئے، وہ مرتبہ و مقام اور اجر و ثواب کے اعتبار سے ان لوگوں کے مساوی نہیں ہو سکتے جو اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ جہاد میں شریک ہوئے ہیں بلکہ مجاہدین کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عظیم تر درجہ کی برتری عطا کی گئی ہے۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے فریقین سے جنت میں گھر عنایت کرنے کا وعدہ فرمایا ہے، کیونکہ دخول جنت کے لیے 'جہاد' شرط نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں ایک مشہور روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا، نماز قائم کی اور روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے، خواہ اس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا ہو یا اس زمین میں بیٹھا رہا ہو جس میں وہ پیدا ہوا۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم یہ خوشخبری لوگوں کو سنا دیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (ابھی یہ بات رہنے دو اس لیے کہ) جنت میں سو درجات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے جہاد فی سبیل اللہ کرنے والوں کے لیے تیار کیے ہیں، ہر دو درجوں کے مابین زمین و آسمان کا فرق ہے۔ پس جب تم اللہ تعالیٰ سے جنت طلب کرو تو ''فردوس'' کا سوال کرو، کیونکہ یہ جنت میں اعلیٰ درجہ ہے۔ اس کی بلندی پر عرش الٰہی ہے اور فردوس سے جنت کی نہریں نکلتی ہیں۔ (مشکوۃ المصابیح، رقم الحدیث: ۳۷۸۷)

جہاد سے پیچھے رہنے والے معذور مسلمانوں کا جہاں تک تعلق ہے یعنی لنگڑے اور اندھے وغیرہ۔ معذور ہونے کی وجہ سے ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل و کرم ہے کہ ان کو مجاہدین کے ساتھ لاحق کیا جائے گا۔ غزوہ تبوک سے واپسی پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ وہ تمہارے ساتھ چال نہیں چلے اور انہوں نے تمہارے ساتھ میدان جہاد کی طرف

سفر نہیں کیا لیکن وہ تمہارے ساتھ تھے، کیونکہ انہیں عذر نے روک رکھا ہے"۔

حضرت عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا تعارف: آپ صحابہ کبار میں شمار ہوتے تھے، ثانی مؤذن رسول کے منصب پر فائز تھے، غزوات میں شرکت کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مدینہ کے نائب تعینات کیے جاتے، تیرہ (۱۳) بار نیابت مدینہ کی خدمات انجام دیں اور ام مکتوم آپ کی والدہ ہیں۔ جب آیت لَا يَسْتَوِى الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ الخ نازل ہوئی تو اس کے ساتھ "غَيْرُ أُولِى الضَّرَرِ" کے الفاظ نازل نہیں ہوئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت اسی طرح لکھوا بھی دی تھی۔ جب صحابہ کے مجمع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھ کر سنائی تو حضرت عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! میں معذور شخص ہوں! اس سلسلے میں میرے لیے کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر آثار وحی نمایاں ہوئے حتیٰ کہ اسی آیت کے حصہ کے طور پر یہ الفاظ نازل ہوئے: "غَيْرُ أُولِى الضَّرَرِ" پھر آیت کے ساتھ مناسب ترتیب سے یہ الفاظ لکھا دیے گئے۔ حضرت عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جنگ قادسیہ میں شریک ہوئے، اسلامی لشکر کا جھنڈا انہیں کے ہاتھ میں تھا اور اسی جنگ میں انہوں نے جام شہادت نوش کیا۔

یاد رہے احکام کے حوالے سے آیات کا نزول اسی طرح ہوا کرتا تھا، پہلے معاشرہ میں کوئی واقعہ پیش آتا تھا پھر لوگوں کے ذہنوں میں اس کے اسلامی حل کی طلب پیدا ہوتی تو آیت نازل ہو جاتی تھی اور صحابہ موقع کی مطابقت سے اس کا مفہوم آسانی سے سمجھ جاتے تھے جبکہ وہی مفہوم اس آیت کا شان نزول قرار پاتا تھا۔

غَيْرُ أُولِى الضَّرَرِ: آیت کے اس جملہ سے تمام معذورین کو جہاد سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ لفظ "ضرر" سے مراد "نقصان" ہے اور اس سے جہاد میں نہ شریک ہونے کے تمام شرعی اعذار مراد ہیں مثلاً اپاہج ہونا، لنگڑا ہونا، نابینا ہونا اور نحیف وضعیف ہونا وغیرہ۔

فائدہ نافعہ: دوسری حدیث باب میں حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو بطور نابینا پیش کیا گیا ہے، یہ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ سے تسامح ہوا ہے۔ ہاں ان کے بھائی ابواحمد بن جحش رضی اللہ عنہ ضرور نابینا تھے۔ جن کا نام "عبد" تھا۔

2960 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ عَمَّارٍ يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بَابَاهُ عَنْ يَعْلَى بْنِ اُمَيَّةَ قَالَ

متنِ حدیث: قُلْتُ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اِنَّمَا قَالَ اللّٰهُ (اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمْ) وَقَدْ اَمِنَ النَّاسُ فَقَالَ عُمَرُ عَجِبْتُ مِمَّا عَجِبْتَ مِنْهُ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ صَدَقَةٌ تَصَدَّقَ اللّٰهُ بِهَا عَلَيْكُمْ فَاقْبَلُوْا صَدَقَتَهٗ

2960- اخرجه مسلم (۳/۶ - الابی): كتاب صلاة المسافرين و قصرها: باب: صلاة المسافرين و قصرها، حديث (۶۸۶/۴)، و ابوداؤد (۳۸۴/۱): كتاب الصلاة: باب: صلاة المسافر، حديث (۱۱۹۹، ۱۲۰۰)، والنسائى (۱۱۶/۳): كتاب تقصير الصلاة فى السفر: باب: (۱)، حديث (۱۴۳۳)، و ابن ماجه (۳۳۹/۱): كتاب اقامة الصلاة و السنة فيها: باب: تقصير الصلاة فى السفر، حديث (۱۰۶۵)، و الدارمى (۳۵۴/۱): كتاب الصلاة: باب: قصر الصلاة فى السفر، واحمد (۲۵/۱، ۳۶)، وابن خزيمة (۷۱/۲)، حديث (۹۴۵)۔

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

''اگر تمہیں خوف ہو تو نماز کو مختصر کرلیا کرو''

تو اب تو لوگ امن کی حالت میں آگئے ہیں' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس بات پر تمہیں حیرت ہو رہی ہے۔ میں بھی اس پر حیران ہوا تھا میں نے اس کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا' تو آپ نے ارشاد فرمایا: یہ وہ صدقہ ہے: جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا کیا ہے' تو اس کے دیے ہوئے صدقے کو قبول کرو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

دوران سفر نماز میں قصر انعام خداوندی ہونا:

ارشاد ربانی ہے:

وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ إِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ○ (النساء:۱۰۱)

''اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم نماز میں قصر کرو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر تمہیں کافروں کی طرف سے پریشانی کا اندیشہ ہو تو بیشک کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں''۔

اس آیت میں دو مضامین بیان کیے گئے ہیں:

(۱) دوران سفر مسلمانوں کو جو نماز قصر کرنے کی اجازت دی گئی ہے یہ مشروط ہے دشمن کا خوف ہونے پر یعنی کفار کی طرف سے نقصان پہنچانے کا اندیشہ ہو تو نماز مختصر (قصر کی شکل میں) پڑھی جائے تو جائز ہے۔ جزیرۃ العرب مسلمان ہو گیا اور ایک کافر بھی باقی نہ رہا پھر بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نماز میں قصر کرتے رہے۔ یہ مثال ہمارے سامنے ہے کہ حجۃ الوداع کے سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک لاکھ سے زائد صحابہ موجود تھے لیکن آپ نے پورا سفر نماز قصر ادا فرمائی تھی۔

سوال: ارشاد خداوندی سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز قصر کے جواز کے لیے دشمن کا خطرہ ہونا شرط ہے، اس شرط (خطرہ) کے ختم ہونے کے بعد عقلاً اس کا جواز بھی ختم ہونا چاہیے تھا پھر نماز قصر کا جواز باقی کیوں رکھا گیا ہے؟

جواب: (۱) اس اہم سوال کا جواب زبان نبوت سے حدیث باب میں دیا گیا ہے، قصر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لیے صدقہ (خیرات) ہے' تو تم اسے قبول کرو۔ یعنی نماز میں قصر کرنے کا جواز اللہ تعالیٰ کی جانب سے خیرات ہے اور خیرات دینے کے بعد واپس نہیں لی جاتی۔ اس لیے اس کا جواز باقی رکھا گیا ہے۔

(۲) اس آیت میں دوسرا اہم مضمون یہ بیان کیا گیا ہے کہ دوران سفر نماز میں قصر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ حضرت

امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ دوران سفر نماز میں قصر کرنا مباح ہے لیکن ساتھ ہی اتمام کی بھی اجازت ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ یہاں اباحت کی تعبیر یہ ہوگی کہ جب نماز میں قصر کی اجازت اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کے لیے دی گئی ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کا مسلمانوں پر انعام ہے اور انعام خداوندی کو قبول کرنا واجب ہوتا ہے جبکہ اسے واپس کرنا یا قبول نہ کرنا گناہ ہے۔ لہٰذا دوران سفر شرعی نماز میں قصر کرنا واجب ہے اور اتمام کی صورت میں نمازی گناہ گار ہوگا، کیونکہ وہ انعام خداوندی کو ٹھکرائے گا۔

الحاصل: آپ کے نزدیک دوران سفر شرعی نماز میں قصر کرنا واجب ہے اور عمداً پوری نماز ادا کرنا گناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

فائدہ نافعہ: نماز میں قصر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ تین نمازوں:

(۱) نماز ظہر (۲) نماز عصر (۳) نماز عشاء میں چار رکعت فرائض کی بجائے دو رکعت ادا کرنا۔

علاوہ ازیں نوافل وسنن اور واجبات حسب معمول ادا کیے جائیں گے، کیونکہ ان میں قصر نہیں ہے۔ اسی طرح نماز فجر اور نماز مغرب میں بھی قصر جائز نہیں ہے۔

2961 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْهُنَائِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَقِيْقٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ بَيْنَ ضَجْنَانَ وَعُسْفَانَ فَقَالَ الْمُشْرِكُوْنَ اِنَّ لِهٰؤُلَاءِ صَلَاةً هِيَ اَحَبُّ اِلَيْهِمْ مِنْ اٰبَائِهِمْ وَاَبْنَائِهِمْ هِيَ الْعَصْرُ فَاَجْمِعُوْا اَمْرَكُمْ فَمِيْلُوْا عَلَيْهِمْ مَيْلَةً وَّاحِدَةً وَّاَنَّ جِبْرِيْلَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَهُ اَنْ يَّقْسِمَ اَصْحَابَهُ شَطْرَيْنِ فَيُصَلِّيَ بِهِمْ وَتَقُوْمُ طَائِفَةٌ اُخْرٰى وَرَاءَهُمْ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ثُمَّ يَاْتِي الْاٰخَرُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ مَعَهُ رَكْعَةً وَّاحِدَةً ثُمَّ يَاْخُذُ هٰؤُلَاءِ حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ فَتَكُوْنُ لَهُمْ رَكْعَةٌ رَكْعَةٌ وَّلِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَانِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

فی الباب: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَّزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّجَابِرٍ وَّاَبِيْ عَيَّاشٍ الزُّرَقِيِّ وَابْنِ عُمَرَ وَحُذَيْفَةَ وَاَبِيْ بَكْرَةَ وَسَهْلِ بْنِ اَبِيْ حَثْمَةَ

توضیح راوی: وَاَبُوْ عَيَّاشٍ الزُّرَقِيُّ اسْمُهٗ زَيْدُ بْنُ صَامِتٍ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ضجنان اور عسفان کے درمیان کسی جگہ پر پڑاؤ کیا تو مشرکین نے کہا: ان لوگوں کے نزدیک نماز ان کے آباؤ اجداد اور اولاد سے زیادہ محبوب ہے یہ عصر کی نماز تھی تو تم لوگ اکٹھے ہو کر

2961- اخرجه النسائي (۱۷٤/۳): كتاب صلاة الخوف: باب: (۱٦)، حديث (۱٥٤٤)، واحمد (۵۲۲/۲).

ایک ہی مرتبہ ان پر حملہ کردو' حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے' اور آپ کو یہ کہا: آپ اپنے اصحاب کو دو حصوں میں تقسیم کردیں۔ آپ ان میں سے ایک حصے کو نماز پڑھائیں اور دوسرا گروہ دشمن کے مقابلے میں کھڑا رہے' وہ لوگ اپنے ہتھیار اور بچاؤ کا سامان تیار کر کے رکھیں' پھر دوسرا گروہ آئے اور وہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک رکعت ادا کرے۔ پہلے لوگ اپنے ہتھیار اور اسلحے کو تیار رکھیں' پھر لوگوں کی ایک' ایک رکعت ہوگی اور نبی اکرم ﷺ کی دو رکعت ہو جائیں گی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے' اور عبداللہ بن شقیق کی حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کردہ روایت کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

اس بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت جابر، حضرت ابوعیاش زرقی حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت حذیفہ حضرت سہل بن ابوحثمہ (رضی اللہ عنہم) سے احادیث منقول ہیں۔

ابوعیاش زرقی کا نام زید بن صامت ہے۔

شرح

نماز خوف کا جواز:

ارشاد ربانی ہے:

وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ ۚ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ ۠ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَ اَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا۝ (النساء:۱۰۲)

''اور جب آپ لوگوں میں موجود ہوں اور آپ لوگوں کو نماز پڑھانا چاہیں تو لوگوں کا ایک گروہ آپ کے ساتھ کھڑا ہو وہ اس حالت میں بھی ہتھیاروں سے لیس رہیں، پس جب وہ لوگ سجدہ کرلیں۔ آپ سے پیچھے ہٹ جائیں، دوسرا گروہ جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی وہ آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے آجائے، یہ لوگ بھی اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامان سے لیس رہیں۔ کفار تو چاہتے ہیں کہ تم اپنے ہتھیاروں اور سامان سے غافل ہو جاؤ، پس یک دم تم پر حملہ آور ہو جائیں۔ تم پر مضائقہ نہیں ہے اگر تمہیں بارش کے سبب تکلیف ہو یا بیماری کی حالت میں اپنے ہتھیاروں سے لیس رہو اور تم اپنی حفاظت کرو۔ بیشک اللہ نے کافروں کے لیے شدید عذاب تیار کر رکھا ہے''۔

اس آیت میں صلوٰۃ خوف پڑھنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ اس آیت کا شان نزول حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مقام ضجنان اور عسفان کے درمیان میں دشمن سے مقابلہ کرنے کے لیے پہنچے تو کفار نے

کہا کہ مسلمانوں کو نماز عصر اپنے والدین اور اولاد سے بھی زیادہ عزیز ہے، جب وہ نماز میں مصروف ہو جائیں تو ان پر یک بارگی حملہ کر دیا جائے۔ اس موقع پر باذن اللہ حضرت جبرائیل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ اپنے صحابہ کو نماز پڑھانے کے لیے دو حصوں میں تقسیم کر لیں، ایک گروہ کو آپ نماز پڑھائیں جبکہ دوسرا گروہ دشمن کے مقابل رہے، نماز پڑھنے والے لوگ ہتھیاروں سے لیس رہیں، ایک رکعت ادا کرنے کے بعد یہ گروہ دشمن کے مقابل چلا جائے اور دوسرا گروہ بھی مسلح ہو کر آپ کی اقتداء میں نماز ادا کرے۔ اس طرح لوگوں کی ایک ایک رکعت ہوگی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو رکعت ہو جائیں گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہو جائیں گے جبکہ مقتدی کھڑے ہو کر بغیر قرأت کے دوسری رکعت مکمل کریں گے۔ پھر سلام پھیر کر دشمن کے مقابل چلے جائیں گے۔ پھر پہلا گروہ آ کر بغیر قرأت کے ایک رکعت پڑھے گا۔ اس موقع پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی جس میں صلوٰۃ خوف ادا کرنے کا مختصر اور جامع طریقہ بیان کیا گیا ہے۔

صلوٰۃ خوف ادا کرنے کا یہ طریقہ اس وقت اختیار کیا جائے گا کہ جب تمام مجاہدین ایک امام کی اقتداء میں باجماعت ادا کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہیں۔ صلوٰۃ خوف کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ دونوں گروہ اپنے الگ الگ امام کی اقتداء میں باری باری باجماعت نماز ادا کریں۔ یہ دونوں طریقے تب ہیں جب گھمسان کی جنگ نہ ہو اور گھمسان کی جنگ کی صورت میں جماعت ساقط ہو جاتی ہے اور قبلہ رخ بھی ضروری نہیں ہوتا، انفرادی طور پر نماز پڑھی جائے گی اور جس طرف بھی منہ کر کے نماز پڑھی جائے جائز ہوگی۔

2962 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ اَحْمَدَ بْنِ اَبِیْ شُعَيْبٍ اَبُوْ مُسْلِمٍ الْحَرَّانِیُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْحَرَّانِیُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَتَادَةَ بْنِ النُّعْمَانِ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ اَهْلُ بَيْتٍ مِّنَّا يُقَالُ لَهُمْ بَنُو اُبَيْرِقٍ بِشْرٌ وَّبُشَيْرٌ وَّمُبَشِّرٌ وَّكَانَ بُشَيْرٌ رَجُلًا مُنَافِقًا يَقُوْلُ الشِّعْرَ يَهْجُو بِهٖ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَنْحَلُهُ بَعْضَ الْعَرَبِ ثُمَّ يَقُوْلُ قَالَ فُلَانٌ كَذَا وَكَذَا قَالَ فُلَانٌ كَذَا وَكَذَا فَاِذَا سَمِعَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ الشِّعْرَ قَالُوْا وَاللّٰهِ مَا يَقُوْلُ هٰذَا الشِّعْرَ اِلَّا هٰذَا الْخَبِيْثُ اَوْ كَمَا قَالَ الرَّجُلُ وَقَالُوْا ابْنُ الْاُبَيْرِقِ قَالَهَا قَالَ وَكَانُوْا اَهْلَ بَيْتِ حَاجَةٍ وَّفَاقَةٍ فِى الْجَاهِلِيَّةِ وَالْاِسْلَامِ وَكَانَ النَّاسُ اِنَّمَا طَعَامُهُمْ بِالْمَدِيْنَةِ التَّمْرُ وَالشَّعِيْرُ وَكَانَ الرَّجُلُ اِذَا كَانَ لَهٗ يَسَارٌ فَقَدِمَتْ ضَافِطَةٌ مِّنَ الشَّامِ مِنَ الدَّرْمَكِ ابْتَاعَ الرَّجُلُ مِنْهَا فَخَصَّ بِهَا نَفْسَهٗ وَاَمَّا الْعِيَالُ فَاِنَّمَا طَعَامُهُمُ التَّمْرُ وَالشَّعِيْرُ فَقَدِمَتْ ضَافِطَةٌ مِّنَ الشَّامِ فَابْتَاعَ عَمِّیْ رِفَاعَةُ بْنُ زَيْدٍ حِمْلًا مِّنَ الدَّرْمَكِ فَجَعَلَهٗ فِیْ مَشْرُبَةٍ لَّهٗ وَفِى الْمَشْرُبَةِ سِلَاحٌ وَّدِرْعٌ وَّسَيْفٌ فَعُدِیَ عَلَيْهِ مِنْ تَحْتِ الْبَيْتِ فَنُقِبَتِ الْمَشْرُبَةُ وَاُخِذَ الطَّعَامُ وَالسِّلَاحُ فَلَمَّا اَصْبَحَ اَتَانِیْ عَمِّیْ رِفَاعَةُ فَقَالَ يَا ابْنَ اَخِیْ اِنَّهٗ قَدْ عُدِیَ عَلَيْنَا فِیْ لَيْلَتِنَا هٰذِهٖ فَنُقِبَتْ مَشْرُبَتُنَا وَذُهِبَ بِطَعَامِنَا وَسِلَاحِنَا قَالَ فَتَحَسَّسْنَا فِى الدَّارِ وَسَاَلْنَا فَقِيْلَ لَنَا قَدْ رَاَيْنَا بَنِیْ اُبَيْرِقٍ اسْتَوْقَدُوْا فِیْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَلَا

2962۔ تفرد به الترمذي كما جاء في (التحفة) (٨/٢٨٠)، حديث (١١٠٧٢)

نَرٰی فِیمَا نَرٰی اِلَّا عَلٰی بَعْضِ طَعَامِکُمْ قَالَ وَکَانَ بَنُو اُبَیْرِقٍ قَالُوْا وَنَحْنُ نَسْاَلُ فِی الدَّارِ وَاللّٰہِ مَا نُرٰی صَاحِبَکُمْ اِلَّا لَبِیْدَ بْنَ سَهْلٍ رَجُلٌ مِّنَّا لَهٗ صَلَاحٌ وَّاِسْلَامٌ فَلَمَّا سَمِعَ لَبِیْدٌ اخْتَرَطَ سَیْفَهٗ وَقَالَ اَنَا اَسْرِقُ فَوَاللّٰہِ لَیُخَالِطَنَّکُمْ هٰذَا السَّیْفُ اَوْ لَتُبَیِّنُنَّ هٰذِهِ السَّرِقَةَ قَالُوْا اِلَیْکَ عَنْهَا اَیُّهَا الرَّجُلُ فَمَا اَنْتَ بِصَاحِبِهَا فَسَاَلْنَا فِی الدَّارِ حَتّٰی لَمْ نَشُکَّ اَنَّهُمْ اَصْحَابُهَا فَقَالَ لِیْ عَمِّیْ یَا ابْنَ اَخِی لَوْ اَتَیْتَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَذَکَرْتَ ذٰلِکَ لَهٗ قَالَ قَتَادَةُ فَاَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اِنَّ اَهْلَ بَیْتٍ مِّنَّا اَهْلَ جَفَاءٍ عَمَدُوْا اِلٰی عَمِّیْ رِفَاعَةَ بْنِ زَیْدٍ فَنَقَبُوْا مَشْرَبَةً لَّهٗ وَاَخَذُوْا سِلَاحَهٗ وَطَعَامَهٗ فَلْیَرُدُّوْا عَلَیْنَا سِلَاحَنَا فَاَمَّا الطَّعَامُ فَلَا حَاجَةَ لَنَا فِیْهِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَآمُرُ فِیْ ذٰلِکَ فَلَمَّا سَمِعَ بَنُو اُبَیْرِقٍ اَتَوْا رَجُلًا مِّنْهُمْ یُقَالُ لَهٗ اُسَیْرُ بْنُ عُرْوَةَ فَکَلَّمُوْهُ فِیْ ذٰلِکَ فَاجْتَمَعَ فِیْ ذٰلِکَ نَاسٌ مِّنْ اَهْلِ الدَّارِ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ قَتَادَةَ بْنَ النُّعْمَانِ وَعَمَّهٗ عَمَدَا اِلٰی اَهْلِ بَیْتٍ مِّنَّا اَهْلِ اِسْلَامٍ وَّصَلَاحٍ یَّرْمُوْنَهُمْ بِالسَّرِقَةِ مِنْ غَیْرِ بَیِّنَةٍ وَّلَا ثَبْتٍ قَالَ قَتَادَةُ فَاَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَکَلَّمْتُهٗ فَقَالَ عَمَدْتَّ اِلٰی اَهْلِ بَیْتٍ ذُکِرَ مِنْهُمْ اِسْلَامٌ وَّصَلَاحٌ تَرْمِیْهِمْ بِالسَّرِقَةِ عَلٰی غَیْرِ ثَبْتٍ وَّلَا بَیِّنَةٍ قَالَ فَرَجَعْتُ وَلَوَدِدْتُّ اَنِّیْ خَرَجْتُ مِنْ بَعْضِ مَالِیْ وَلَمْ اُکَلِّمْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ ذٰلِکَ فَاَتَانِیْ عَمِّیْ رِفَاعَةُ فَقَالَ یَا ابْنَ اَخِی مَا صَنَعْتَ فَاَخْبَرْتُهٗ بِمَا قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ فَلَمْ یَلْبَثْ اَنْ نَّزَلَ الْقُرْاٰنُ (اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الْکِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَا اَرَاکَ اللّٰہُ وَلَا تَکُنْ لِّلْخَائِنِیْنَ خَصِیْمًا) بَنِیْ اُبَیْرِقٍ (وَاسْتَغْفِرِ اللّٰہَ) اَیْ مِمَّا قُلْتَ لِقَتَادَةَ (اِنَّ اللّٰہَ کَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا وَّلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِیْنَ یَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ خَوَّانًا اَثِیْمًا یَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا یَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰہِ) اِلٰی قَوْلِهٖ (غَفُوْرًا رَّحِیْمًا) اَیْ لَوِ اسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ لَغَفَرَ لَهُمْ (وَمَنْ یَّکْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا یَکْسِبُهٗ عَلٰی نَفْسِهٖ) اِلٰی قَوْلِهٖ (اِثْمًا مُّبِیْنًا) قَوْلَهٗ لِلَبِیْدٍ (وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ وَرَحْمَتُهٗ) اِلٰی قَوْلِهٖ (فَسَوْفَ نُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا) فَلَمَّا نَزَلَ الْقُرْاٰنُ اَتٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالسِّلَاحِ فَرَدَّهٗ اِلٰی رِفَاعَةَ فَقَالَ قَتَادَةُ لَمَّا اَتَیْتُ عَمِّیْ بِالسِّلَاحِ وَکَانَ شَیْخًا قَدْ عَشَا اَوْ عَسٰی فِی الْجَاهِلِیَّةِ وَکُنْتُ اُرٰی اِسْلَامَهٗ مَدْخُوْلًا فَلَمَّا اَتَیْتُهٗ بِالسِّلَاحِ قَالَ یَا ابْنَ اَخِی هُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَعَرَفْتُ اَنَّ اِسْلَامَهٗ کَانَ صَحِیْحًا فَلَمَّا نَزَلَ الْقُرْاٰنُ لَحِقَ بُشَیْرٌ بِالْمُشْرِکِیْنَ فَنَزَلَ عَلٰی سُلَافَةَ بِنْتِ سَعْدِ ابْنِ سُمَیَّةَ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ (وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِیْرًا اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَاءُ وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِیْدًا) فَلَمَّا نَزَلَ عَلٰی سُلَافَةَ رَمَاهَا حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ بِاَبْیَاتٍ مِّنْ شِعْرِهٖ فَاَخَذَتْ رَحْلَهٗ فَوَضَعَتْهُ عَلٰی رَاْسِهَا ثُمَّ خَرَجَتْ بِهٖ فَرَمَتْ بِهٖ فِی الْاَبْطَحِ ثُمَّ قَالَتْ اَهْدَیْتَ لِیْ شِعْرَ حَسَّانَ مَا کُنْتَ تَاْتِیْنِیْ بِخَیْرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ لَّا نَعْلَمُ اَحَدًا اَسْنَدَهٗ غَیْرَ مُحَمَّدِ بْنِ سَلَمَةَ الْحَرَّانِیِّ

وَرَوٰى يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ مُرْسَلٌ لَمْ يَذْكُرُوْا فِيْهِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ

توضیح راوی: وَقَتَادَةُ بْنُ النُّعْمَانِ هُوَ اَخُو اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ لِاُمِّهٖ وَاَبُوْ سَعِيْدٍ اسْمُهُ سَعْدُ بْنُ مَالِكِ بْنِ سِنَانٍ

◆◆ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ انصار کا ایک گھرانہ تھا جسے بنوابیرق کہا جاتا تھا جو تین افراد تھے' بشر، بشیر، مبشر، بشر منافق تھا جو شاعر تھا اور اپنی شاعری کے ذریعے نبی اکرم ﷺ کے اصحاب کی ہجو کیا کرتا تھا پھر وہ ان اشعار کو دوسرے عرب' کی طرف منسوب کر دیتا تھا اور یہ کہتا تھا فلاں نے یہ، یہ کہا ہے، جب نبی اکرم ﷺ کے اصحاب اس شعر کو سنتے تو یہ کہتے: اللہ کی قسم! یہ شعر اسی خبیث نے کہے ہوں گے۔ (بعض راویوں نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں) وہ یہ کہتے: یہ اشعار ابن ابیرق نے کہے ہو گے۔ راوی بیان کرتے ہیں: یہ لوگ زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام دونوں میں غریب لوگ تھے مدینہ منورہ میں لوگوں کی زیادہ تر خوراک کھجور اور جو ہوا کرتے تھے اگر کوئی شخص خوشحال ہوتا تھا' تو وہ شام کی طرف سے آنے والے قافلے سے میدہ خرید لیتا تھا۔ جسے وہ خود اکیلا ہی کھاتا تھا۔ اس کے گھر والوں کو کھجورے اور جو ہی ملتے تھے۔ ایک مرتبہ شام کی طرف سے ایک قافلہ آیا' تو میرے چچا رفاعہ بن زید نے میدے کا ایک توڑا خریدا اور اسے اپنے بالا خانے میں رکھ دیا' جہاں ہتھیار، تلواریں وغیرہ رکھے ہوئے تھے ایک دن کسی نے ان کے گھر کے نیچے سے نقب لگا کر ان کا میدہ اور وہ ہتھیار چوری کر لیے۔ اگلے دن صبح رفاعہ آئے: بولے بھتیجے گزشتہ رات ہمارے ساتھ بڑی زیادتی ہوئی۔ ہمارے بالا خانے میں سے اناج اور ہتھیار چوری ہو گئے ہیں جب ہم نے اپنے محلے والوں سے تحقیق کی' تو ہمیں بتایا گیا (یعنی اہل محلہ نے کہا) ہم لوگوں نے بنوالبرق کو آگ جلاتے ہوئے دیکھا تھا' تو ہمارا یہ خیال ہے کہ انہوں نے ہی آپ لوگوں کے اناج کو چوری کیا ہے۔ جب ہم اہل محلہ سے پوچھ گچھ کر رہے تھے' تو بنوابیرق یہ کہہ رہے تھے: اللہ کی قسم! ہمارا یہ خیال ہے' ان کے ساتھی لبید بن سہل نے یہ چوری کی ہے (راوی کہتے ہیں) وہ ایک نیک اور مسلمان آدمی تھے۔ جب لبید نے یہ بات سنی' تو انہوں نے اپنی تلوار نکال لی اور بولے: میں نے چوری کرنی ہے۔ اللہ کی قسم! اب یا تو یہ تلوار تمہارے اندر پیوست ہوگی' یا تم بتاؤ گے کس نے چوری کی ہے؟ تو ان لوگوں نے کہا: آپ اسے دور ہی رکھیں۔ آپ نے چوری نہیں کی ہوگی (راوی کہتے ہیں) ہم محلے میں پوچھ گچھ کر رہے تھے، یہاں تک کہ ہمیں اس بات کا یقین ہو گیا ہے کہ بنوابیرق نے ہی چوری کی ہے۔ اس پر میرے چچا نے کہا: اے بھتیجے! اگر تم نبی اکرم ﷺ کے پاس جاؤ اور اس کا ذکر کرو (شاید آپ کوئی مشورہ دیں)

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' اور میں نے عرض کی: ایک گھرانے کے لوگوں نے میرے چچا کے ساتھ زیادتی کی ہے' اور نقب لگا کر ان کا اناج اور ہتھیار وغیرہ چوری کر لیے ہیں۔ جہاں تک اناج کا تعلق ہے اس کی' تو ہمیں اتنی ضرورت نہیں' لیکن انہیں ہمارے ہتھیار واپس کرنے چاہیے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں جلد ہی اس بارے میں فیصلہ کرتا ہوں بنوابیرق نے جب اس بارے میں سنا تو وہ اپنے قوم کے فرد اسیر بن عروہ کے پاس آئے اور اس سے اس بارے میں بات چیت کی' پھر بہت سے محلے والے بھی یہ کہتے ہیں اکٹھے ہو گئے۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! قتادہ بن نعمان کے چچا نے اس گھرانے پر جان بوجھ کر الزام لگایا ہے' حالانکہ ہم لوگ مسلمان بھی ہیں۔ نیک بھی ہیں' ان لوگوں نے کسی ثبوت

کے بغیر ان پر چوری کا الزام لگایا ہے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے آپ سے بات چیت کی' تو آپ نے ارشاد فرمایا: تم نے ایک ایسے گھرانے پر الزام لگایا ہے' جن کے مسلمان اور نیک ہونے کا ذکر کیا جارہا ہے' تم نے کسی ثبوت کے بغیر چوری کا الزام لگا دیا ہے۔ قتادہ کہتے ہیں: میں واپس آ گیا۔

اور میری یہ خواہش ہوئی کہ کاش میرا بھی کچھ مال چوری ہو جاتا' لیکن میں اس بارے میں نبی اکرم ﷺ سے بات نہ کرتا' پھر میرے چچا رفاعہ میرے پاس آئے اور انہوں نے دریافت کیا: اے بھتیجے! کیا ہوا؟ میں نے انہیں نے بتایا: نبی اکرم ﷺ نے جو مجھ سے فرمایا تھا' تو انہوں نے کہا: اب اللہ ہی سے مدد مانگی جاسکتی ہے' تو تھوڑے ہی عرصے بعد قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی:

''بے شک ہم نے تمہاری طرف کتاب نازل کی ہے تاکہ تم لوگوں کے درمیان انصاف کرو۔ اس کے مطابق' جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے سامنے ظاہر کیا ہے' اور تم خیانت کرنے والوں کی طرف سے پیروکار نہ بنو۔''

یہاں خیانت کرنے والوں سے مراد بنو ابیرق ہیں۔

''تم نے جو کہا اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت کرو' یعنی تم نے قتادہ سے جو کہا ہے۔

''بے شک اللہ تعالیٰ مغفرت کرنے والا ہے' اور رحم کرنے والا ہے' اور تم ان لوگوں کی طرف سے فریق نہ بنو' جو اپنی ذات کے ساتھ خیانت کرتے ہیں' بے شک اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والے کو اور گناہگار شخص کو پسند نہیں کرتا' وہ لوگ انسانوں سے چھپ سکتے ہیں' لیکن اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپ سکتے'' یہ آیت یہاں تک ہے: غفورًا رحیمًا۔

''یعنی اگر وہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا لبید کرتے ہیں' تو اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کر دے گا' جو شخص گناہ کرے گا' تو وہ اپنے خلاف کمائے گا'' یہ آیت یہاں تک ہے'' کھلا گناہ'' اس سے مراد ان لوگوں کا لبید پر الزام لگانا تھا۔

''اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی'' یہ آیت یہاں تک ہے۔

''تو ہم عنقریب انہیں عظیم اجر عطا کریں گے''

جب قرآن کا حکم نازل ہو گیا' تو نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں وہ ہتھیار لائے گئے۔ تو نبی اکرم ﷺ نے وہ ہتھیار حضرت رفاعہ کو واپس کر دیئے۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: جب میں وہ ہتھیار لے کر اپنے چچا کے پاس آیا' تو وہ بڑی عمر کے آدمی تھے۔ ان کی بینائی زمانہ جاہلیت میں کمزور ہو چکی تھی۔ میں ان کے اسلام کے بارے میں کچھ مشکوک تھا' لیکن میں ان کے پاس آیا تو انہوں نے فرمایا: اے میرے بھتیجے! یہ اللہ کی راہ کے لیے مخصوص ہیں۔ (یعنی میں ان کا صدقہ کرتا ہوں) تو اس سے مجھے اندازہ ہوا کہ ان کا اسلام بالکل ٹھیک تھا۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: جب قرآن کا حکم نازل ہوا' تو بنو ابیرق میں سے بشیر جا کر مشرکین سے مل گیا اس نے سلافہ بنت سعد بن سمیہ کے ہاں پڑاؤ کیا' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

''جو شخص ہدایت نازل ہو جانے کے بعد' اپنے رسول کی مخالفت کرے اور اہلِ ایمان کے راستے کی بجائے دوسرے راستے کی

پیروی کرے تو ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف اس نے رخ کیا ہے پھر اسے جہنم تک پہنچائیں گے جو بہت برا ٹھکانہ ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ اس چیز کی مغفرت نہیں کرے گا کہ کسی کو اس کا شریک ٹھہرایا جائے۔ وہ اس کے علاوہ جس کی مغفرت چاہے گا کر دے گا اور جو شخص کسی کو اللہ کا شریک بنائے گا۔ وہ انتہائی گمراہی کا شکار ہو گا۔''

جب بشیر نے سلافہ کے ہاں پڑاؤ کیا تو حضرت حسان بن ثابت نے اپنے چند اشعار میں اس عورت کی بھی ہجو کی اس خاتون نے بشیر کا ساز و سامان سر پر رکھا اور اسے ساتھ لے کر نکلی اور جا کر کھلے میدان میں پھینک دیا اور پھر اس سے بولی: تم میرے لیے تحفے کے طور پر حسان بن ثابت کے شعر لے کر آئے ہو؟ تم میرے لیے کوئی اچھی چیز لے کر نہیں آئے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے ہمارے علم کے مطابق صرف محمد بن سلمہ نے اس کی سند بیان کی ہے۔

یونس بن بکیر اور دیگر راویوں نے اسے محمد بن اسحاق کے حوالے سے عاصم بن عمر کے حوالے سے ''مرسل'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔ ان حضرات نے اس کی سند میں عاصم کے والد اور دادا کا ذکر نہیں کیا۔

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے والدہ کی طرف سے شریک بھائی ہیں۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا نام سعد بن مالک بن سنان ہے۔

شرح

سورۂ نساء کی گیارہ آیات کا نزول ایک واقعہ کی مناسبت سے ہونا:

سورۂ نساء کی گیارہ آیات (از ۱۰۵ تا ۱۱۶) پیش آنے والے ایک واقعہ کی مناسبت سے نازل ہوئیں۔ وہ واقعہ حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ خاندان بنو بیرق کا بشیر نامی شخص منافق تھا، جس نے ایک رات حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کے مکان میں نقب زنی کر کے کچھ ہتھیار اور آٹا چرا لیا۔ صبح ہونے پر پڑوسیوں سے اس بارے میں دریافت کیا گیا تو قرائن سے بشیر کا نام سامنے آیا۔ بنو بیرق بشیر کی حمایت میں تھے اور انہوں نے اسے بچانے کے لیے بطور چور حضرت لبید رضی اللہ عنہ کا نام لیا۔ حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ نے صورتحال کے بارے میں اپنے بھتیجے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کے ذریعے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلے میں تحقیق کرنے کا وعدہ کیا۔

خاندان بنو بیرق کو معلوم ہوا کہ اس واقعہ کی اطلاع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ چکی ہے اور آپ نے اس بارے میں تحقیق کا بھی وعدہ کر لیا ہے، وہ اپنے خاندان کے ''اُسیر'' نامی شخص کے پاس جمع ہوئے اور باہم مشاورت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یوں عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ! حضرت قتادہ اور حضرت رفاعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بلا دلیل ہم پر چوری کا الزام عائد کیا ہے جبکہ ہم دیندار لوگ ہیں۔ اس ملاقات اور گفتگو سے ان کا مقصود یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری حمایت میں گفتگو فرمائیں گے اور چوری کا معاملہ رفع دفع ہو جائے گا۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر

ہوئے تو آپ نے فرمایا: اے قتادہ! بلا دلیل کسی دیندار شخص پر کوئی الزام عائد نہیں کرنا چاہیے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات اپنے چچا حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کو بتائی' اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرتے ہوئے انہوں نے خاموشی اختیار کر لی۔ اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ چوری ثابت ہوگئی، مال برآمد ہوگیا اور بشیر منافق ناراض ہو کر مرتد ہوگیا۔ ارتداد کے بعد وہ مدینہ چھوڑ کر مکہ میں جا کر ایک ضعیف عورت کے مکان میں ٹھہر گیا۔ اس کی منافقت وارتداد کے حوالے سے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے کہے ہوئے اشعار عورت تک پہنچے تو اس نے بشیر کو فوراً اپنے مکان سے نکال باہر کیا۔ ایک زمانہ تک وہ ذلیل وخوار ہو کر ادھر ادھر گھومتا رہا۔ اس نے پھر ایک مکان میں نقب زنی کی اور مکان کی دیوار اس پر گری وہ اس کے نیچے دب کر واصل جہنم ہوگیا۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ خاندان بنو بیرق زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام میں فقر کے ہاتھوں دو چار اور غریب و محتاج تھا۔ اس دور میں عام لوگوں کی خوراک کھجوریں اور جو تھی لیکن بہت کم لوگ تھے جن کے پاس گندم کی روٹی تیار ہوتی تھی۔ ملک شام سے اونٹوں پر گندم کا آٹا آتا اور صاحب حیثیت لوگ خرید کر اپنے گھر میں جمع کر لیتے تھے۔ حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ نے بھی گندم کا آٹا اور ہتھیار اپنے گھر رکھے ہوئے تھے جو بشیر نہایت چالاکی اور عیاری سے رات کے وقت نقب زنی کے ذریعے دونوں اشیاء چوری کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ صبح ہونے پر چور کو تلاش کرنے کی کوشش کی گئی تو خاندان بنو بیرق کے مشہور شخص ''بشیر'' کا نام سامنے آیا۔ ان لوگوں نے چوری کی ذلت ورسوائی سے بچنے کے لیے پہلے حضرت لبید رضی اللہ عنہ کو چور قرار دیا پھر اس میں کامیابی نہ ہوئی تو یہ الزام ایک یہود پر عائد کر دیا۔

2963 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ اَسْلَمَ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ عَنْ اِسْرَآئِيلَ عَنْ ثُوَيْرِ بْنِ اَبِيْ فَاخِتَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ

متنِ حدیث: قَالَ مَا فِي الْقُرْاٰنِ اٰيَةٌ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ (اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ)

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ فَاخِتَةَ اسْمُهٗ سَعِيْدُ بْنُ عِلَاقَةَ وَثُوَيْرٌ يُكْنٰى اَبَا جَهْمٍ وَّهُوَ رَجُلٌ كُوْفِيٌّ مِّنَ التَّابِعِيْنَ وَقَدْ سَمِعَ مِنِ ابْنِ عُمَرَ وَابْنِ الزُّبَيْرِ وَابْنُ مَهْدِيٍّ كَانَ يَغْمِزُهٗ قَلِيْلًا

◆◆ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے: میرے نزدیک قرآن کی سب سے زیادہ محبوب آیت یہ ہے۔

''بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کی مغفرت نہیں کرے گا کہ کسی کو اس کا شریک ٹھہرایا جائے' اس کے علاوہ جس کی چاہے مغفرت فرمائے گا۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

ابوفاختہ نامی راوی کا نام سعید بن علاقہ ہے' جبکہ ثویر نامی راوی کی کنیت ابوجہم ہے۔ یہ کوفہ کے رہنے والے صاحب ہیں' انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے حدیث کا سماع کیا ہے۔

ابن مہدی نے ان پر کچھ تنقید کی ہے۔

شرح

مسلمانوں کو پرامید رکھنے اور ڈھارس بندھانے والی آیت:

ارشاد ربانی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ج

''بیشک اللہ تعالیٰ شرک معاف نہیں کرے گا اور اس کے علاوہ جو گناہ چاہے گا معاف کردے گا''۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت میرے نزدیک سب سے زیادہ عزیز ہے' کیونکہ اس میں مسلمان کو ڈھارس بندھائی گئی ہے۔ وہ اس طرح کہ شرک کے علاوہ اس کا ہر گناہ قابل معافی ہے۔ جب کوئی مشرک مسلمان ہو جائے تو وہ مشرک نہیں رہتا، اس کی دائمی سزا بھی باقی نہیں رہتی اور وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جنتی بن جاتا ہے۔ اسی طرح مرتکب الکبائر بھی توبہ کے بعد گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے، کیونکہ توبہ کے بعد مسلمان کے ذمہ گناہ باقی نہیں رہتا۔

شرک کے علاوہ گناہوں کے معاف کیے جانے کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) اعمال خیر کرنے اور کبائر سے اجتناب کرنے کے سبب۔

(۲) بغیر مؤاخذہ کے اللہ تعالیٰ کا محض اپنے فضل و کرم سے معاف کرنا۔

(۳) مرتکب کا اپنے گناہوں سے توبہ کرنے کے باعث۔

شرک نا قابل معافی گناہ ہونے کی وجہ:

اس امر میں کوئی شک نہیں ہے کہ شرک اکبر الکبائر اور نا قابل معافی گناہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بارہا اس بات (عقیدہ) کو بیان فرمایا ہے کہ وہ اکیلا ہے، والدین سے پاک ہے، اولاد سے منزہ ہے، ازلی و ابدی ہے، کائنات کا خالق و مالک ہے اور اس کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔ پھر اس عقیدہ کے خلاف کسی کو اس کا شریک قرار دینا یا پھر ہمسر یا اولاد سمجھنا، اس کے خلاف کھلم کھلی بغاوت ہے جبکہ باغی کی سزا نا قابل معافی ہوتی ہے۔

سوال: جب کوئی مشرک، اسلام قبول کرلے تو اس کا اسلام قابل قبول ہوگا یا نہیں؟

جواب: مشرک اسلام قبول کرے تو اس کا اسلام قابل قبول ہوگا اور اس کا دائمی مقام جنت ہوگا۔ یاد رہے کہ یہ بھی محض اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم ہے کہ مرنے سے قبل کوئی شخص اپنے گناہوں کی توبہ کرلے یا مشرک اسلام قبول کرلے تو وہ دائمی جہنمی نہیں رہتا۔

فائدہ نافعہ: اس آیت اور حدیث سے اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ مترشح ہوتا ہے کہ شرک کے علاوہ ہر گناہ قابل معافی اور قابل توبہ ہے۔ مرتکب الکبائر توبہ کیے بغیر فوت ہو جائے تو آخرت میں اس کی بخشش ہو جائے گی اور اس کا دائمی مقام جنت ہوگا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی لیے فرمایا تھا کہ میرے نزدیک یہ آیت عزیز ترین ہے کیونکہ یہ مسلمان کو ڈھارس بندھانے والی ہے۔ تاہم جو شرک حالت شرک میں مر جائے وہ دائمی جہنمی ہے۔

2964 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ اَبِي عُمَرَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِي زِيَادٍ الْمَعْنَى وَاحِدٌ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ مُحَيْصِنٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسِ بْنِ مَخْرَمَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا نَزَلَ (مَنْ يَعْمَلْ سُوْءًا يُجْزَ بِهِ) شَقَّ ذٰلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ فَشَكَوْا ذٰلِكَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قَارِبُوْا وَسَدِّدُوْا وَفِيْ كُلِّ مَا يُصِيْبُ الْمُؤْمِنَ كَفَّارَةٌ حَتَّى الشَّوْكَةَ يُشَاكُهَا اَوِ النَّكْبَةَ يُنْكَبُهَا

توضیح راوی: ابْنُ مُحَيْصِنٍ هُوَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مُحَيْصِنٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، جب یہ آیت نازل ہوئی:

"جو شخص کوئی برائی کرے گا اس کا بدلہ اس کو مل جائے گا۔"

یہ بات مسلمانوں کے لیے بڑی پریشانی کا باعث بنی، انہوں نے اس کی شکایت نبی اکرم ﷺ سے کی تو آپ نے ارشاد فرمایا: اس طرح تم تفریق سے بچو اور ٹھیک رہو! بندہ مومن کو جو بھی پریشانی لاحق ہوتی ہے۔ اس کا اجر اسے ملے گا، یہاں تک کہ اسے کانٹا چبھتا ہے، یا کوئی مشکل پیش آتی ہے (تو اس کا اجر بھی قیامت کے دن ملے گا)

ابن محیصن کا نام عمر بن عبدالرحمٰن بن محیصن ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

شرح

مصائب ومشکلات کا مسلمان کے لیے کفارہ بننا:

ارشادِ خداوندی ہے:

مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ (النساء:۱۲۳)

"جو شخص بھی برا کام کرے گا، اسے اس کی سزا دی جائے گی"۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بہت پریشان ہوئے کہ آخرت میں سزا سے کوئی شخص بھی نہیں بچ سکے گا، کیونکہ ہر انسان سے کوئی نہ کوئی غلطی یا گناہ ضرور ہو جاتا ہے۔ انہوں نے یہ پریشان کن بات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔ آپ نے جواب میں فرمایا: مسلمان کو جو بھی تکلیف

2964- اخرجه مسلم (١٩٩٣/٤): كتاب البر و الصلة و الآداب: باب: ثواب المومن فيما يصيبه من مرض او حزن او نحو ذلك حتى الشوكة يشاكها، حديث (٢٥٧٤/٥٢)، و احمد (٢٤٨/٢)، و الحميدي (٤٨٥/٢)، حديث (١١٤٨).

پہنچتی ہے وہ گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے حتیٰ کہ اسے جو کانٹا لگتا ہے اس سے بھی گناہ معاف ہوتے ہیں۔ اس سے ملتی جلتی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ مسلمان کو جو بخار یا تکلیف پہنچتی ہے یا کانٹا چبھتا ہے وہ اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے حتیٰ کہ کوئی شخص اپنی جیب سے کوئی چیز تلاش کرتا ہے لیکن وہ دوسری جیب میں ہوتی ہے اور وہ نہ ملنے کی وجہ سے جو پریشانی لاحق ہوتی ہے اس سے بھی گناہ معاف کیے جاتے ہیں۔ اس آیت کے آغاز میں یہ الفاظ ہیں: لَیْسَ بِاَمَانِیِّکُمْ وَلَا اَمَانِیِّ اَهْلِ الْکِتَابِ یعنی تمہاری اور اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کی امیدوں سے کچھ بھی نہیں ہوتا۔ مطلب یہ ہے کہ مسلمان کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ محض امیدیں باندھے اور عمل خیر نہ کرے۔ بلکہ اسے چاہیے کہ اعمال حسنہ کرے، اعمال سیئہ سے اجتناب کرے پھر کوئی غلطی ہو جائے تو مایوس نہ ہو' کیونکہ ارشاد خداوندی ہے: لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہیں ہونا چاہیے"۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مکمل طور پر شیطان مایوس ہوتا ہے۔ ایک روایت کے مطابق مسلمان کو اس کی جان، اولاد اور مال کی وجہ سے جو اذیت پہنچتی ہے وہ گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے۔

2965 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ مُوْسٰی وَعَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ عَنْ مُوْسَی بْنِ عُبَیْدَةَ اَخْبَرَنِیْ مَوْلٰی ابْنِ سِبَاعٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ یُحَدِّثُ عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ الصِّدِّیْقِ قَالَ

متنِ حدیث: کُنْتُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاُنْزِلَتْ عَلَیْهِ هٰذِهِ الْاٰیَةَ (مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِهٖ وَلَا یَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا) فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا اَبَا بَکْرٍ اَلَا اُقْرِئُكَ اٰیَةً اُنْزِلَتْ عَلَیَّ قُلْتُ بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَاَقْرَاَنِیْهَا فَلَا اَعْلَمُ اِلَّا اَنِّیْ قَدْ کُنْتُ وَجَدْتُّ انْقِصَامًا فِیْ ظَهْرِیْ فَتَمَطَّاْتُ لَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاْنُكَ یَا اَبَا بَکْرٍ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ وَاَیُّنَا لَمْ یَعْمَلْ سُوْٓءًا وَّاِنَّا لَمُجْزَوْنَ بِمَا عَمِلْنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا اَنْتَ یَا اَبَا بَکْرٍ وَّالْمُؤْمِنُوْنَ فَتُجْزَوْنَ بِذٰلِكَ فِی الدُّنْیَا حَتّٰی تَلْقَوُا اللّٰهَ وَلَیْسَ لَکُمْ ذُنُوْبٌ وَّاَمَّا الْاٰخَرُوْنَ فَیُجْمَعُ ذٰلِكَ لَهُمْ حَتّٰی یُجْزَوْا بِهٖ یَوْمَ الْقِیَامَةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ وَّفِیْ اِسْنَادِهٖ مَقَالٌ

وَمُوْسٰی بْنُ عُبَیْدَةَ یُضَعَّفُ فِی الْحَدِیْثِ ضَعَّفَهٗ یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ وَّاَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَّمَوْلَی ابْنِ سِبَاعٍ مَجْهُوْلٌ وَّقَدْ رُوِیَ هٰذَا الْحَدِیْثُ مِنْ غَیْرِ هٰذَا الْوَجْهِ عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ وَّلَیْسَ لَهٗ اِسْنَادٌ صَحِیْحٌ اَیْضًا

فی الباب: وَفِی الْبَابِ عَنْ عَآئِشَةَ

◄► حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے' وہ فرماتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کے پاس موجود تھا آپ پر یہ آیت نازل ہوئی:

"جو شخص برائی کرے گا اس کو اس کا بدلہ مل جائے گا' اور وہ شخص اپنے لیے اللہ تعالیٰ کے علاوہ' اور کوئی ولی یا مددگار نہیں

2965- اخرجه احمد (٦/١)، و عبد بن حميد ص (٣١)، حديث (٧)

پائے گا۔''

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابوبکر! میں تمہارے سامنے وہ آیت تلاوت نہ کروں؟ جو ابھی نازل ہوئی ہے' تو میں نے عرض کی: یارسول اللہ! جی ہاں' راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے میرے سامنے یہ آیت تلاوت کی' تو مجھے یہ محسوس ہوا جیسے میری کمر ٹوٹ جائے گی۔ میں نے اپنے جسم کو جھٹکا دیا نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے دریافت کیا: کیا ہوا؟ تو میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے والدین آپ پر قربان جائیں' ہم میں سے کون ایسا شخص ہے' جو کسی برائی کا ارتکاب نہیں کرتا' تو کیا ہمیں ان سب اعمال کی سزا ملے گی؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابوبکر! تمہیں اور دوسرے تمام مسلمانوں کو دنیا میں اس کا بدلہ دے دیا جائے گا تا کہ تم لوگ جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو' تو تمام گناہوں سے پاک ہو جاؤ' البتہ دوسرے لوگوں (یعنی کفار) کی تمام برائیاں جمع کی جائیں گی' تا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ دے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔ اس کی سند پر اعتراض کیا ہے

یحییٰ بن سعید اور امام احمد بن حنبل نے موسیٰ بن عبیدہ نامی راوی کو ضعیف قرار دیا ہے۔ مولیٰ ابن سباع مجہول ہے۔ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' تاہم اس کی سند بھی مستند نہیں ہے۔ اصحاب میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی حدیث منقول ہے۔

شرح

مسلمان کو گناہوں سے پاک کر کے دنیا سے اٹھایا جانا:

ارشادِ ربانی ہے:

مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ○ (النساء: ۱۲۳)

''جو شخص برائی کرتا ہے' اسے اس کی سزا دی جائے گی اور اس کے لیے اللہ کے علاوہ کوئی نہ مونس ہو گا اور نہ مددگار''۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ اس کا اختصار یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: اے ابوبکر! کیا میں تجھے نازل شدہ آیت نہ سناؤں؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہاں! ضرور سنائیں۔ آپ نے یہ آیت سنائی۔ پس میں نہیں جانتا ہوں مگر یہ بات کہ میں نے اپنی پشت میں شکستگی محسوس کی' میں نے اس پر انگڑائی لی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! آپ کا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس ارشاد خداوندی کے مطابق آخرت میں ہم لوگوں کو ضرور سزا بھگتنا ہو گی! آپ نے جواب میں فرمایا: اے ابوبکر! مسلمان کو دنیا میں ہی اس کے گناہوں کی سزا دی جاتی ہے اور جب وہ وفات کی شکل میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے' اس کے ذمہ کوئی گناہ نہیں ہوتا اور وہ پاک و صاف پیش کیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس نڈر مسلمان اور کافر اپنے گناہوں کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں پیش کیے جاتے ہیں اور قیامت کے دن انہیں ان کی سزا دی جائے گی۔

ایک دوسری روایت میں بھی یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی نیکیوں کو قبول کرتا ہے، اس کے گناہوں کو مصائب ومشکلات کے سبب معاف کرتا ہے اور اسے پاک وصاف کر کے دنیا سے اٹھایا جاتا ہے۔

فائدہ نافعہ: زیر بحث حدیث میں لفظ: "اَلْمُؤْمِنُوْنَ" سے مراد کامل مسلمان ہیں جنہیں دنیا میں ہی پاک وصاف کر دیا جاتا ہے۔ لفظ "اَلْاٰخِرُوْنَ" سے مراد ناقص ونام نہاد (منافق) مسلمان اور کافر ہیں جو گناہوں کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوتے ہیں پھر آخرت کی سزا ان کا مقدر بنتی ہے۔

2966 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ مُعَاذٍ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: خَشِيَتْ سَوْدَةُ اَنْ يُّطَلِّقَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ لَا تُطَلِّقْنِيْ وَاَمْسِكْنِيْ وَاجْعَلْ يَوْمِيْ لِعَآئِشَةَ فَفَعَلَ فَنَزَلَتْ (فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَّالصُّلْحُ خَيْرٌ)

آثارِ صحابہ: فَمَا اصْطَلَحَا عَلَيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ جَائِزٌ كَاَنَّهٗ مِنْ قَوْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کو یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ شاید نبی اکرم ﷺ انہیں طلاق دے دیں گے۔ انہوں نے عرض کی: آپ مجھے طلاق نہ دیں آپ مجھے نکاح میں برقرار رکھیں۔ میری باری کا دن عائشہ (رضی اللہ عنہا) کو دے دیں تو نبی اکرم ﷺ نے ایسا ہی کیا' تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

"ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں ہوگا' اگر وہ آپس میں کوئی بات طے کر لیں اور یہ طے کرنا بہتر ہے۔"

جب میاں بیوی کوئی چیز طے کر لیں تو وہ درست ہوتا ہے۔ شاید یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

شرح

نزاع سے صلح بہتر ہونا:

فرمان خداوندی ہے:

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ط وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ط وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ط وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ○

(النساء:۱۲۸)

"اگر کسی خاتون کو اپنے خاوند کی نافرمانی یا بے پرواہی کا خوف ہو وہ دونوں باہم مصالحت کا راستہ اختیار کر لیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہے اور صلح بہتر ہے۔ دل لالچ کے پھندے میں ہیں، اگر تم نیکی اور پرہیزگاری اختیار کرو تو اللہ کو

تمہارے کاموں کا علم ہے جو تم کرتے ہو"۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ ابن سعد کی ایک روایت کے مطابق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دی پھر اس سلسلے میں رجوع فرمالیا تھا۔ ابن اسعد کی یہ روایت درست نہیں ہے بلکہ صحیح روایت جامع ترمذی کی ہے، جس میں مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق نہیں دی تھی۔ ہاں حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کچھ آثار وقرائن سے محسوس کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں طلاق دینے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ انہوں نے آپ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اپنی باری حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دے دی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول کرلیا، کیونکہ انہوں نے اپنی مرضی سے عرض کردیا تھا کہ اب انہیں زن وشوہر کے معاملہ سے دلچسپی باقی نہیں رہی۔

صلح کی راہ اختیار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ فریقین اپنے حقوق کے دائرہ کار میں رہتے ہوئے کچھ حقوق کی قربانی دے کر مصالحت اختیار کرلیں تو بہتر ہے مثلاً زوجین میں سے بیوی حق مہر یا نان ونفقہ یا شوہر کی متعدد ازواج ہونے کی صورت میں اپنا حق ازدواجی (رات کا حق) چھوڑ کر اپنے زوج سے مصالحت کرلیں۔ صلح کرنے کا معیار دوسری صحیح حدیث میں یوں بیان کیا گیا ہے: اَلصُّلْحُ جَائِزٌ بَیْنَ الْمُسْلِمِیْنَ اِلَّا صُلْحًا حَرَّمَ حَلَالًا اَوْ اَحَلَّ حَرَامًا یعنی مسلمانوں کے مابین ہر صلح جائز ہے لیکن ایسی صلح جائز نہیں ہے، جس سے کسی حرام چیز کو حلال کرنا یا حلال چیز کو حرام کرنا لازم آتا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

2967 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ عَنْ اَبِی السَّفَرِ عَنِ الْبَرَاءِ

متنِ حدیث: قَالَ اٰخِرُ اٰيَةٍ اُنْزِلَتْ اَوْ اٰخِرُ شَیْءٍ نَزَلَ (يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِی الْكَلَالَةِ)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّاَبُو السَّفَرِ اسْمُهٗ سَعِيْدُ بْنُ اَحْمَدَ الثَّوْرِیُّ وَيُقَالُ ابْنُ يُحْمِدَ

◆◆ حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: سب سے آخر میں یہ آیت نازل ہوئی:

"لوگ تم سے حکم دریافت کرتے ہیں تم یہ فرمادو! کلالہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے۔"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے اور ابوسفر کا نام سعید بن احمد ثوری ہے۔ بعض نے انہیں ابن یحمد ثوری بھی کیا ہے۔

2968 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ عَنْ اَبِیْ بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ

متنِ حدیث: جَآءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِی الْكَلَالَةِ) فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُجْزِئُكَ اٰيَةُ الصَّيْفِ

◆◆ حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی: یارسول

2967۔ اخرجه مسلم (۱۲۳۷/۳): کتاب الفرائض: باب: آخر آیة انزلت آیة الکلالة، حدیث (۱۶۱۸/۱۳).

2968۔ اخرجه ابوداؤد (۱۳۴/۲): کتاب الفرائض باب من کان ليس له ولد وله اخوات، حدیث (۲۸۸۹)، و احمد (۲۹۳/۴، ۲۹۵).

اللہ! (اس آیت کی تفسیر کیا ہے؟)

''لوگ تم سے حکم دریافت کرتے ہیں تم یہ فرما دو! اللہ تعالیٰ کلالہ کے بارے میں حکم دیتا ہے''۔

تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ تمہارے لیے گرمیوں میں نازل ہونے والی آیت کافی ہے۔

شرح

کلالہ کی تعریف:

ارشاد خداوندی ہے:

(الف) وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَـهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ (النساء:۱۲)

(ب) يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِى الْكَلٰلَةِ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَـهٗۤ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ (النساء:۱۷۶)

(الف) اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کا ترکہ بٹتا ہو جس نے ماں باپ، اولاد کچھ نہ چھوڑے اور ماں کی طرف سے اس کا بھائی یا بہن ہے' تو ان میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا''۔

(ب) اے محبوب! تم سے فتویٰ پوچھتے ہیں؟ آپ فرما دیں کہ اللہ تمہیں ''کلالہ'' میں فتویٰ دیتا ہے۔ اگر کسی مرد کا انتقال ہو جائے جو بے اولاد ہے اور اس کی ایک بہن ہو تو ترکہ میں اس کی بہن کا آدھا حصہ ہے''۔

لفظ: کلالۃ: فعل ثلاثی مجرد مضاعف كُلَّ يَكِلُّ باب ضَرَبَ يَضْرِبُ سے مصدر ہے' جس کا لغوی معنی ہے: ضعیف ہونا، لاغر ہونا، کمزور ہونا۔ وراثت کی اصطلاح میں کلالہ کا معنی ہے: ایسی میت ہے' جس نے اپنا والد اور ایسی اولاد نہ چھوڑی ہو جو وارث بن سکتی ہو یا ایسا شخص مراد ہے' جس کے اصول وفروع موجود نہ ہوں۔

مندرجہ دونوں آیات کی تفسیر احادیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ پہلی آیت موسم سرما میں نازل ہوئی جبکہ دوسری آیت موسم گرما میں نازل ہوئی۔ کسی صحابی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ''کلالہ'' کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے جواب میں فرمایا: تمہارے لیے موسم گرما میں نازل ہونے والی آیت کافی ہے۔ ایک روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: فَمَنْ لَّمْ يَتْرُكْ وَلَدًا وَّلَا وَالِدًا فَوَرَثَتُهٗ كَلَالَةٌ یعنی جس شخص نے نہ اولاد چھوڑی ہو اور نہ باپ تو اس کے ورثاء کلالہ ہیں۔

ان آیات اور احادیث میں کلام کے حوالے سے دو اہم مسائل بیان کیے گئے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

(ا) لفظ: ولد: کا لغوی معنی ہے: اولاد۔ اس معنی میں تعمیم ہے۔ لہٰذا اس کا اطلاق جس طرح حقیقی اولاد لڑکوں اور لڑکیوں پر ہوتا ہے اسی طرح نیچے والی اولاد یعنی پوتوں، پوتیوں، نواسوں اور نواسیوں پر بھی ہوتا ہے۔ تاہم علم میراث کے قانون کے مطابق میت کے بیٹے یا پوتے موجود ہوں تو بالاتفاق ہر قسم کے بہن بھائی (خواہ حقیقی ہوں یا علاتی اور اخیافی) وراثت سے محروم رہیں گے۔ اگر میت کی صرف مؤنث اولاد یعنی بیٹیاں موجود ہوں تو بالاتفاق بہن بھائی وراثت کے حقدار قرار پائیں گے۔ بھائی تیسرے درجہ میں

عصبہ بنفسہ بنیں گے اور بہنیں بھائیوں سے مل کر عصبہ بالغیر بنیں گی جبکہ بہنیں لڑکیوں سے مل کر عصبہ مع الغیر قرار پائیں گی۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں: اِجْعَلُوا الْاَخَوَاتِ مَعَ الْبَنَاتِ عَصَبَةً یعنی تم بہنوں کو بیٹیوں کے ساتھ عصبہ بناؤ۔ اس سلسلے میں دو مشہور احادیث مبارکہ ہیں:

(۱) دور رسالت میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے بیٹی کے لیے نصف اور بہن کے لیے نصف حصہ مقرر کیا تھا۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث: ۶۷۴۱)

(۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ کرتا ہوں: بیٹی کے لیے نصف حصہ ہے اور پوتی کے لیے سدس جبکہ باقی ماندہ بہن کے لیے ہے' کیونکہ لفظ "ولد" سے عام معنی مراد نہیں ہے بلکہ صرف مذکر اولاد مراد لی گئی ہے۔

(۲) لفظ "ولـد" کی طرح لفظ "والـد" کے لغوی معنی میں بھی تعمیم ہے یعنی اس کا اطلاق باپ اور دادا دونوں پر ہوتا ہے۔ علم میراث کے ضابطہ کے مطابق اگر میت کا باپ موجود ہو تو بالاتفاق سب بہن بھائی محروم رہتے ہیں۔ میت کا دادا موجود ہونے کی صورت میں آئمہ کا اختلاف ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ میت کے باپ کی طرح دادا موجود ہونے کی صورت میں بھی تمام بہن بھائی وراثت سے محروم رہیں گے' کیونکہ لفظ "والد" کے معنی میں تعمیم ہے، اس کا اطلاق باپ اور دادا دونوں پر ہوتا ہے اور دونوں کا حکم بھی یکساں ہونا چاہیے۔ صاحبین کا نقطہ نظر ہے کہ میت کے دادا کی موجودگی میں بہن بھائی وراثت سے محروم نہیں رہتے بلکہ وارث بنتے ہیں۔ لفظ "والد" کے معنی میں تعمیم نہیں ہے بلکہ تخصیص ہے، جس کا اطلاق صرف باپ پر ہوتا ہے۔ جس طرح لفظ "ولد" کا اطلاق صرف مذکر اولاد پر ہوتا ہے، اسی طرح لفظ "والد" کا اطلاق بھی صرف باپ پر ہوتا ہے۔

بعض سورتوں کے مختلف نام:

سوال: بعض سورتوں کے ایک سے زائد نام ہیں، وہ سورتیں کون کون سی ہیں؟

جواب: قرآن کریم کی وہ سورتیں جن کے نام ایک سے زائد ہیں وہ تعداد میں سینتیس ہیں۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) سورۃ فاتحہ

سورۃ فاتحہ کے پچیس نام ہیں:

(۱) ام القرآن (۲) السبع المثانی (۳) فاتحۃ الکتاب (۴) فاتحۃ القرآن (۵) ام الکتاب (۶) الحمد (۷) القرآن العظیم (۸) الکنز (۹) الوافیۃ (۱۰) الکافیہ (۱۱) الاساس (۱۲) النور (۱۳) سورۃ الحمد (۱۴) سورۃ الشکر (۱۵) سورۃ الحمد الاولی (۱۶) سورۃ الحمد القصریٰ (۱۷) الراقیۃ (۱۸) الشفاء (۱۹) الشافیۃ (۲۰) سورۃ الصلوٰۃ (۲۱) سورۃ الدعاء (۲۲) سورۃ السوال (۲۳) سورۃ تعلیم المسئلۃ (۲۴) سورۃ المناجات (۲۵) سورۃ التفویض۔

(۲) سورۃ بقرہ:

سورۃ بقرہ کے تین نام ہیں:

(i) سورۃ بقرہ (ii) سنام القرآن (iii) فسطاط القرآن۔

(۳) سورۃ آل عمران:

اس کے تین نام ہیں:

(i) سورۃ طیبہ (ii) سورۃ آل عمران (iii) سورۃ الزہرا۔

(۴) سورۃ مائدہ:

اس کے تین نام ہیں:

(i) سورۃ العقود (ii) سورۃ المنقذہ (iii) سورۃ المائدہ۔

(۵) سورۃ الانفال:

اس کے دونام ہیں:

(i) سورۃ الانفال (ii) سورۃ البدر۔

(۶) سورۃ برأت:

اس کے تیرہ نام ہیں:

(۱) سورۃ برأت (۲) سورۃ الفاضحۃ (۳) سورۃ العذاب (۴) سورۃ التوبہ (۵) سورۃ المقشقشہ (۶) سورۃ المنقرہ (۷) سورۃ المثیرہ (۸) سورۃ الحافرہ (۹) سورۃ المبعثرہ (۱۰) سورۃ المخزیۃ (۱۱) سورۃ المنکلہ (۱۲) سورۃ المشردہ (۱۳) سورۃ المدمدمہ۔

(۷) سورۃ النحل:

اس کے دونام ہیں:

(i) سورۃ النحل (ii) سورۃ النعم

(۸) سورۃ الاسراء:

اس کے تین نام ہیں:

(i) سورۃ الاسراء (ii) سورۃ سبحان (iii) سورۃ بنی اسرائیل

(۹) سورۃ الکہف:

اس کے تین نام ہیں:

(i) سورۃ الکہف (ii) سورۃ اصحاب کہف (iii) سورۃ الحائلۃ

(۱۰) سورۃ طٰہٰ:

اس کے دو نام ہیں:

(i) سورۃ طٰہٰ (ii) سورۃ الکلیم

(۱۱) سورۃ الشعراء:

اس کے تین نام ہیں:

(i) سورۃ الشعراء (ii) سورۃ النحل (iii) سورۃ سلیمان

(۱۲) سورۃ السجدہ:

اس کے دو نام ہیں:

(i) سورۃ السجدہ (ii) سورۃ المضاجع

(۱۳) سورۃ فاطر:

اس کے دو نام ہیں:

(i) سورۃ الملائکۃ (ii) سورۃ فاطر

(۱۴) سورۃ یٰسین:

اس کے پانچ نام ہیں:

(i) سورۃ قلب القرآن (ii) سورۃ یٰسین (iii) سورۃ الحمد (iv) سورۃ مدافعہ (v) سورۃ قاضیہ

(۱۵) سورۃ زمر:

اس کے چار نام ہیں:

(i) سورۃ طول (ii) سورۃ زمر (iii) سورۃ غافر (iv) سورۃ المومن

(۱۶) سورۃ فصلت:

اس کے تین نام ہیں:

(i) سورۃ فصلت (ii) سورۃ سجدہ (iii) سورۃ مصابیح

(۱۷) سورۃ الجاثیۃ:

اس کے تین نام ہیں:

(i) سورۃ الجاثیۃ (ii) سورۃ الشریعۃ (iii) سورۃ الدھر

(۱۸) سورۃ محمد:

اس کے دو نام ہیں:

(i) سورۃ محمد (ii) سورۃ قتال

(۱۹) سورۃ ق:

اس کے دو نام ہیں:

(i) سورۃ ق (ii) سورۃ الباسقات

(۲۰) سورۃ قمر:

اس کے تین نام ہیں:

(i) سورۃ قمر (ii) سورۃ مبیضہ (iii) سورۃ اقترب

(۲۱) سورۃ رحمٰن:

اس کے دو نام ہیں:

(i) سورۃ رحمٰن (ii) سورۃ عروس القرآن

(۲۲) سورۃ مجادلہ:

اس کے دو نام ہیں:

(i) سورۃ مجادلہ (ii) سورۃ ظہار

(۲۳) سورۃ الحشر:

اس کے دو نام ہیں:

(i) سورۃ الحشر (ii) سورۃ بنی نضیر

(۲۴) سورۃ الممتحنہ:

اس کے تین نام ہیں:

(i) سورۃ الممتحنہ (ii) سورۃ امتحان (iii) سورۃ المرأۃ

(۲۵) سورۃ الصّف:

اس کے دو نام ہیں:

(i) سورۃ الصّف (ii) سورۃ الحواریین

(۲۶) سورۃ الطلاق:

اس کے دو نام ہیں:

(i) سورۃ الطلاق (ii) سورۃ النساء القصریٰ

(۲۷) سورۃ التحریم:

اس کے تین نام ہیں:

(i) سورۃ التحریم (ii) سورۃ المتحرم (iii) سورۃ لم تحرم

(۲۸) سورۃ ملک:

اس کے سات نام ہیں:

(۱) سورۃ ملک (۲) سورۃ تبارک (۳) سورۃ مانعہ (۴) سورۃ المنجیہ (۵) سورۃ مجادلہ (۶) سورۃ واقیہ (۷) سورۃ الممانعہ

(۲۹) سورۃ المعارج:

اس کے تین نام ہیں:

(i) سورۃ المعارج (ii) سورۃ الواقعہ (iii) سوال السائل

(۳۰) سورۃ نباء:

اس کے چار نام ہیں:

(i) سورۃ نبا (ii) سورۃ عم (iii) سورۃ التساؤں (iv) سورۃ المعصرات

(۳۱) سورۃ لم یکن:

اس کے چھ نام ہیں:

(i) سورۃ لم یکن (ii) سورۃ اہل کتاب (iii) سورۃ بینہ (iv) سورۃ قیامہ (v) سورۃ البریۃ (iv) سورۃ الانفاک

(۳۲) سورۃ ارأیت الذی:

اس کے تین نام ہیں:

(i) سورۃ الکافرون (ii) سورۃ المقشقشہ (iii) سورۃ العبادہ

(۳۴) سورۃ النصر:

اس کے دو نام ہیں:

(i) سورۃ النصر (ii) سورۃ التودیع

(۳۵) سورۃ تبت:

اس کے دو نام ہیں:

(i) سورۃ تبت (ii) سورۃ المسد

(۳٦) سورۃ الاخلاص:

اس کے تین نام ہیں:

(i) سورۃ الاخلاص (ii) سورۃ التوحید (iii) سورۃ الاساس

(۲۷) سورۃ فلق اور سورۃ الناس:

دونوں سورتوں کے دو دو نام ہیں:

(i) سورۃ فلق و سورۃ الناس (ii) معوذتین

قرآن میں استعمال ہونے والے حروف تہجی کی تفصیل:

الف:۴۸۸۷٦۔ب:۱۴۲۸۔ت:۱۱۰۹۵۔ث:۱۲۷٦۔ج:۳۲۷۳۔ح:۳۷۹۳۔خ:۲۴۱٦۔د:۵٦۰۲۔ذ:۴٦۷۷۔ر۱۱۷۹۳۔ز:۱۵۹۰۔س:۵۸۹۔ش:۲۲۵۳۔ص:۲۰۱۲۔ض:۱۲۰۷۔ط:۱۲۷۷۔ظ:۸۴۲۔ع:۹۲۲۰۔غ:۲۲۰۸۔ف:۸۴۹۹۔ق:٦۸۱۳۔ک:۹۵۰۰۔ل:۳۴۳۲۔م:۳٦۵٦۰۔ن:۴۰۱۹۰۔و:۲۵۵۳٦۔ہ:۱۹۰۷۰۔لا:۳۷۲۰۔ی:۴۵۹۱۹

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الْمَائِدَةِ

باب 6: سورۃ مائدہ سے متعلق روایات

2969 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مِّسْعَرٍ وَّغَيْرِهٖ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَوْ عَلَيْنَا اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا) لَاتَّخَذْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ عِيْدًا فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اِنِّيْ اَعْلَمُ اَيَّ يَوْمٍ اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ اُنْزِلَتْ يَوْمَ عَرَفَةَ فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ طارق بن شہاب بیان کرتے ہیں: ایک یہودی نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا ہے: اے امیر المؤمنین! اگر

2969۔ اخرجه البخاری (۱۱۹/۸): کتاب التفسیر: باب: (الیوم اکملت لکم دینکم) (المائدہ: ۳)، حدیث (٤٦٠٦)، و تقدم فی کتاب البخاری: باب: حجة الوداع، حدیث (٤٤٠٧)، و مسلم (۲۳۱۲/٤): کتاب التفسیر: باب: حدیث (۳، ۳۰۱۷/٤) و النسائی (۲۵۱/۵): کتاب مناسك الحج باب: ما ذکر من یوم عرفة، حدیث (۳۰۰۲)، (۱۱٤/۸): کتاب الایمان و شرائعة: باب: زیادة الایمان، حدیث (۵۰۱۲)، و احمد (۲۸/۱)، و الحمیدی (۱۹/۱)، حدیث (۳۱)، و ابن حمید ص (٤٠) حدیث (۳۰).

یہ آیت ہم پر نازل ہوئی ہوتی۔

"آج کے دن ہم نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا' اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے سے راضی ہو گئے"۔

تو ہم لوگ اس دن کو عید کا دن قرار دیتے' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے یہ پتا ہے کہ یہ کس دن نازل ہوئی تھی؟ یہ آیت عرفات کے دن نازل ہوتی تھی جب جمعہ کا دن تھا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

2970 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَمَّارِ بْنِ اَبِىْ عَمَّارٍ قَالَ

متنِ حدیث: قَرَاَ ابْنُ عَبَّاسٍ (اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا) وَعِنْدَهٗ يَهُوْدِيٌّ فَقَالَ لَوْ اُنْزِلَتْ هٰذِهٖ عَلَيْنَا لَاتَّخَذْنَا يَوْمَهَا عِيْدًا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَاِنَّهَا نَزَلَتْ فِيْ يَوْمِ عِيْدٍ فِيْ يَوْمِ جُمْعَةٍ وَّيَوْمِ عَرَفَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ

◆◆ عمار بن ابوعمار بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ آیت تلاوت کی:

"آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا' اور تم پر اپنی تمام نعمت تمام کر دی اور تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے سے راضی ہو گیا"

اس وقت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس یہودی موجود تھا اس نے کہا: اگر یہ آیت ہم لوگوں پر نازل ہوئی ہوتی' تو ہم اس دن کو عید کا دن قرار دیتے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیت جس دن نازل ہوئی تھی اس دن دو عیدیں تھیں' ایک جمعہ کا دن تھا اور دوسرا عرفات کا دن تھا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہونے کے حوالے سے "غریب" ہے۔

شرح

ایک ممتاز آیت مبارکہ:

سورۃ مائدہ ۱۶ رکوعات، ۱۲۰ آیات، ۲۶۲۵ کلمات اور ۱۲۴۲۲ حروف پر مشتمل ہے۔ اس سورۃ میں دسترخوان کا ذکر ہے' جس وجہ سے اس کا نام "المائدہ" رکھا گیا ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدہ:۳)

''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا، میں نے تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور میں نے تمہارے لیے اسلام کو دین منتخب کیا''۔

تفسیر ومفہوم:

کمال دین سے مراد ہے کہ نزول قرآن کریم کا جو مقصد تھا وہ پورا ہو گیا ہے اور وہ لوگوں کو شریعت و دین سے سرفراز کرنا تھا۔ اتمام نعمت سے مراد ہے کہ اب مزید کسی چیز کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اس ارشاد گرامی میں دین کی نسبت مومنوں کی طرف کرنے اور نعمت کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنے کی وجہ یہ ہے کہ دین کو غلبہ مسلمانوں کی محنت، تبلیغ اور کوشش سے حاصل ہوتا ہے جبکہ عطاء نعمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔

کمال دین سے مراد یہ ہرگز نہیں ہے کہ سابقہ انبیاء علیہم السلام کا دین نامکمل و ناقص تھا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر نبی کا دین ان کے ظاہری زمانہ میں تو مکمل تھا لیکن بعد میں ہر قوم نے اس میں ترمیم کر کے ناقص بنا دیا تھا یعنی دین کو ناقص اقوام کے اعتبار سے کہا جاتا ہے مثلاً بچے کا لباس عمر کے لحاظ سے کامل ہوتا ہے لیکن زمانہ شباب کے اعتبار سے ناقص ہوتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، آپ کی امت آخری امت ہے اور آپ کی شریعت آخری شریعت ہے جو دین اسلام کہلاتی ہے۔ یہ دین وشریعت ہر اعتبار سے مکمل ہے اور تا قیامت مکمل رہے گی حتیٰ کہ اسی پر عمل معیار نجات ہے۔

نزول آیت کا زمانہ اور وقت:

یہ آیت ۱۰ھ کو مقام عرفہ میں جمعۃ المبارک کے دن، جبل رحمت کے پاس اور نماز عصر کے بعد نازل ہوئی تھی۔ گویا حجۃ الوداع کا موقع تھا کہ ایک لاکھ سے زائد مسلمان حاضر تھے، بابرکت دن تھا، بابرکت مقام تھا اور قبولیت دعا کا وقت تھا کہ یہ آیت مبارکہ نازل کی گئی۔

اس آیت کی فضیلت و اہمیت احادیث باب میں بیان کی گئی ہے کہ ایک یہودی حضرت فاروق اعظم یا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: اگر یہ آیت ہمارے نبی علیہ السلام پر نازل ہوتی تو ہم اس کے نزول کے دن کو بطور عید منایا کرتے۔ ان بزرگوں نے جواب دیا: تم ایک عید کی بات کرتے ہو اس آیت مبارکہ کے نزول کے دن ہماری دو عیدیں تھیں:

(۱) یوم عرفہ (۲) یوم جمعۃ المبارک۔

الغرض ہمیں نئی عید منانے یا تقریب منعقد کرنے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے، کیونکہ ہم اس آیت کی اہمیت وعظمت کو خوب جانتے ہیں کہ اس کے نزول کے دن ہماری دو عیدیں تھیں۔ بعد میں خواہ ایک عید آگے پیچھے ہو جاتی ہے لیکن ایک عید (قیام عرفہ، حج) باقاعدگی سے منعقد کی جاتی ہے، جس میں لاکھوں مسلمان شرکت کی سعادت حاصل کرتے ہیں اور تا قیامت یہ اعزاز حاصل کرتے رہیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

2971 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِى الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: يَمِيْنُ الرَّحْمٰنِ مَلْاٰى سَحَّاءُ لَا يُغِيْضُهَا اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ قَالَ اَرَاَيْتُمْ مَا اَنْفَقَ مُنْذُ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فَاِنَّهُ لَمْ يَغِضْ مَا فِىْ يَمِيْنِهٖ وَعَرْشُهُ عَلَى الْمَآءِ وَبِيَدِهِ الْاُخْرٰى الْمِيْزَانُ يَرْفَعُ وَيَخْفِضُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مذاہبِ فقہاء: وَتَفْسِيْرُ هٰذِهِ الْاٰيَةِ (وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوْطَتَانِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ) وَهٰذَا حَدِيْثٌ قَدْ رَوَتْهُ الْاَئِمَّةُ نُؤْمِنُ بِهٖ كَمَا جَآءَ مِنْ غَيْرِ اَنْ يُّفَسَّرَ اَوْ يُتَوَهَّمَ هٰكَذَا قَالَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْاَئِمَّةِ مِنْهُمْ سُفْيَانُ الثَّوْرِىُّ وَمَالِكُ بْنُ اَنَسٍ وَّابْنُ عُيَيْنَةَ وَابْنُ الْمُبَارَكِ اَنَّهٗ تُرْوٰى هٰذِهِ الْاَشْيَاءُ وَيُؤْمَنُ بِهَا وَلَا يُقَالُ كَيْفَ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: رحمان کا دایاں ہاتھ خزانے سے بھرا ہوا ہے' وہ ہمیشہ اسے خرچ کرتا رہتا ہے۔ دن اور رات کے (یعنی مسلسل) خرچ کرنے سے' کسی بھی وقت اس میں کوئی کمی نہیں آتی۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم نے اس بات پہ غور کیا ہے۔ اس نے جب سے زمین آسمان کو پیدا کیا۔ اس وقت سے خرچ کر رہا ہے' اور پھر بھی اس کے دست عنایت میں کوئی کمی نہیں آئی' اس کا عرش پانی پر ہے۔ اور اس کے دوسرے ہاتھ میں میزان ہے۔ جسے وہ جھکاتا اور بلند کرتا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہ حدیث اس آیت کی تفسیر میں ہے۔

''یہودیوں نے یہ کہا اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے حالانکہ ان (یہودیوں) کے اپنے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔''

اس حدیث کے بارے میں آئمہ نے یہ بات بیان کی ہے' اس پر ایمان لایا جائے گا جیسا کہ یہ منقول ہے۔ اس کی کوئی وضاحت نہیں کی جائے گی اور اس بارے میں اپنے ذہن سے کوئی بات بیان نہیں کی جائے گی۔

کئی ائمہ نے یہ بات بیان کی ہے: جن میں سفیان ثوری، امام مالک، ابن عیینہ، ابن مبارک شامل ہیں۔ (جو یہ فرماتے ہیں) اس طرح کی روایت کو نقل کر دیا جائے گا۔ ان پر ایمان رکھا جائے گا' لیکن یہ وضاحت نہیں کی جائے گی کہ اس سے مراد کیا ہے؟

شرح

اللہ تعالیٰ کا فیاض و کریم ہونا:

ارشادِ ربانی ہے:

2971- اخرجه مسلم (۳/۷٤٤- الابی): كتاب الزكاة: باب: الحث على النفقة و تبشير المنفعة بالخلفة، حديث (۳٦/۹۹۳)، و ابن ماجه (۷۱/۱): كتاب المقدمة: باب: فيما انكرته الجهمية، حديث (۱۹۷).

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ

(المائدہ:۶۴)

''اور یہود نے کہا: اللہ کا ہاتھ بند ہو چکا ہے، ان لوگوں کے ہاتھ بند ہوں! یہ بات کہنے کی وجہ سے ان پر لعنت کی گئی بلکہ اس کے تو دونوں ہاتھ کھلے ہیں وہ جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے''۔

اس آیت مبارکہ کا شان نزول یوں ہے کہ جب باذن خداوندی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے تو جہاں مسلمانوں نے آپ کے استقبال کی صورت میں اظہار مسرت کیا تھا وہاں یہود نے بغض وعداوت کا مظاہرہ بھی کیا تھا۔ مشیت خداوندی سے رزق میں کمی واقع ہوگئی اور پیداوار میں قلت آگئی جبکہ لوگوں میں مسلسل اضافہ ہو رہا تھا۔ روزی میں کمی پیدا کرنے کی حکمت اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمائی ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ○ (الاعراف:۹۴)

''ہم جس بستی میں کسی نبی کو بھیجتے ہیں تو وہاں کے لوگوں پر تنگی اور بیماری مسلط کر دیتے ہیں تا کہ وہ ڈھیلے پڑ جائیں''۔

رزق میں کمی کا منشاء یہود کی اصلاح اور انہیں ڈھیلا کرنا تھا لیکن وہ تکبر وغرور کا پہاڑ بن گئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف گفتگو کر کے گستاخی کا ارتکاب کرتے ہوئے کہا: اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بند ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بالترتیب ان کی گفتگو کا جواب دیا گیا ہے۔ پہلے تو انہیں جواب دیا گیا: رب کرے کہ ان کے ہاتھ بند ہو جائیں پھر ان پر لعنت کی گئی اور بعد ازاں عظمت باری تعالیٰ بیان ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں جیسے چاہے خرچ کرتے ہیں۔

حدیث باب میں اس آیت مبارکہ کی تفسیر بیان کی گئی ہے' جس سے اللہ تعالیٰ کی فیاضی وجوادی اور بندہ نوازی کا اظہار ہوتا ہے۔ اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

☆ اللہ تعالیٰ کے پاس رزق کثیر ہے جس سے دوستوں اور دشمنوں سب کو نوازتا ہے۔

☆ اس کی فیاضی وجوادی اور فضل وکرم کا دریا شب وروز بہہ رہا ہے' جس سے سب لوگ مستفید ہوتے ہیں۔

☆ جس طرح زمین وآسمان کا زمانہ تخلیق سے لے کر اب تک کا حساب لگانا دشوار ہے بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ کی فیاضی وجوادی اور خرچ کرنے کا حساب لگانا بھی ممکن نہیں ہے۔

☆ زمین وآسمان کی تخلیق سے قبل اللہ تعالیٰ کی حکومت پانی پر موجود تھی۔

☆ اللہ تعالیٰ کی فیاضی حکمت پر مبنی ہے اور تنگی بھی جس کا تصور حقیقی انسانی عقل میں نہیں آسکتا۔

فائدہ نافعہ: وہ امور جو انسان کی صفت بن سکتے ہوں، ان کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا متشابہات کہلاتے ہیں۔ حدیث باب متشابہات کا ذخیرہ ہے۔ متشابہات پر ایمان رکھنا ضروری ہے اور اس کی تفصیل وگہرائی تک رسائی ناممکن ہے۔ لہٰذا ایسی روایات بیان کرتے وقت تفصیل سے اجتناب کرنا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

2972 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ سَعِيْدٍ

الْجُرَيْرِيّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيقٍ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحْرَسُ حَتّٰى نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ (وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ) فَاَخْرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاْسَهُ مِنَ الْقُبَّةِ فَقَالَ لَهُمْ يَا اَيُّهَا النَّاسُ انْصَرِفُوْا فَقَدْ عَصَمَنِي اللّٰهُ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا نَصْرُ ابْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيبٌ وَّرَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحْرَسُ وَلَمْ يَذْكُرُوْا فِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: پہلے نبی اکرم ﷺ کی حفاظت کی جاتی تھی، یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی:

"اللہ تعالیٰ تمہیں لوگوں سے محفوظ رکھے گا"

تو نبی اکرم ﷺ نے اپنا سر مبارک خیمے سے باہر نکالا اور لوگوں سے ارشاد فرمایا: اے لوگو! تم لوگ واپس چلے جاؤ! کیونکہ اللہ تعالیٰ نے میری (حفاظت کا وعدہ) کرلیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث "غریب" ہے۔

اس روایت کو بعض راویوں نے جریری کے حوالے سے عبداللہ بن شقیق سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں: پہلے نبی اکرم ﷺ کی حفاظت کی جاتی تھی۔ انہوں نے اس کی سند میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ نہیں کیا۔

شرح

مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم حفاظت الٰہی میں:

ارشاد ربانی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (المائدہ:۶۷)

"اے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ آپ کی طرف اتارا گیا ہے، اسے بیان فرمادیں! اگر آپ ایسا نہ کریں گے تو اللہ کا پیغام آپ نے نہ پہنچایا اور اللہ آپ کو لوگوں سے بچالے گا۔ بیشک اللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا"۔

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی رشد و ہدایت کے لیے بطور معلم انبیاء علیہم السلام کو مبعوث کرنے کا سلسلہ شروع کیا، حضرت آدم علیہ السلام اس سلسلہ کے پہلے اور حضرت مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخری نبی ہیں۔ بطور نصاب انہیں کتب وصحائف عنایت فرمائے گئے اور ان پر لوگوں کو تبلیغ کرنا فرض قرار دیا گیا۔ ہر نبی نے اپنی اپنی قوم کو بغیر خوف وخطر کے اللہ تعالیٰ کا پیغام توحید واحکام

مکمل طور پر پہنچا دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کا پیغام توحید دینے اور تبلیغ احکام کا سلسلہ اپنے گھر سے شروع کیا پھر دوستوں اور دشمنوں سب کو تبلیغ فرمائی۔ دوران تبلیغ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھروں کی بارش کی گئی، قاتلانہ حملے کیے گئے اور ناشائستہ جملے کسے گئے۔

آپ نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے یہ سب کچھ برداشت کرلیا چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم محبوب رب العالمین ہیں اور محب اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتا کہ محبوب کو گزند پہنچے تو رب کائنات نے اعلان فرمایا: اے محبوب! میں آپ کو دشمنوں سے بچاؤں گا یعنی جس طرح قرآن کریم تحریف سے محفوظ ہے کہ وہ حفاظت خداوندی میں ہے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی دشمن نقصان نہیں پہنچا سکتا' کیونکہ آپ حفاظت خداوندی میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو یہ مقام ہے: وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ یعنی اے محبوب! ہم نے آپ کا ذکر بلند کر دیا''۔ یہی وجہ ہے کہ اذان، اقامت اور نماز وغیرہ میں ذکر خداوندی کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ذکر ہے۔

سوال: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حفاظت خداوندی میں تھے تو طائف میں پتھروں کی بارش کر کے زخمی کیوں کیے گئے، کفار مکہ ویہود مدینہ نے آپ کو کیوں ستایا اور غزوہ احد کے موقع پر آپ کا دانت مبارک کیوں شہید کیا گیا؟

جواب: بلاشبہ یہ واقعات درست ہیں لیکن ان کا تعلق مندرجہ بالا آیت کے نزول سے قبل زمانہ سے ہے، لہٰذا یہ اعتراض ناقابل توجہ ہے۔

2973 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا شَرِيْكٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ بَذِيمَةَ عَنْ اَبِىْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَمَّا وَقَعَتْ بَنُو اِسْرَآئِيلَ فِى الْمَعَاصِى نَهَتْهُمْ عُلَمَاؤُهُمْ فَلَمْ يَنْتَهُوا فَجَالَسُوهُمْ فِىْ مَجَالِسِهِمْ وَوَاكَلُوْهُمْ وَشَارَبُوْهُمْ فَضَرَبَ اللّٰهُ قُلُوْبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ وَّلَعَنَهُمْ (عَلٰى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ) قَالَ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ مُتَّكِئًا فَقَالَ لَا وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ حَتّٰى تَاْطُرُوْهُمْ عَلَى الْحَقِّ اَطْرًا

قولِ امام دارمی: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ يَزِيْدُ وَكَانَ سُفْيَانُ الثَّوْرِىُّ لَا يَقُوْلُ فِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمِ بْنِ اَبِى الْوَضَّاحِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ بَذِيمَةَ عَنْ اَبِىْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ وَبَعْضُهُمْ يَقُوْلُ عَنْ اَبِىْ عُبَيْدَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب بنی اسرائیل

2973- اخرجه ابوداؤد (۵۲۴/۲، ۵۲۵): كتاب الملاحم: باب: الامر و النهى، حديث (۴۳۳۶)، و ابن ماجه (۱۳۲۷/۲): كتاب الفتن: باب: الامر بالمعروف و النهى عن المنكر، حديث (۴۰۰۶).

گناہوں میں مبتلا ہوئے تو ان کے علماء نے انہیں روکنے کی کوشش کی لیکن وہ لوگ باز نہیں آئے۔ اس کے باوجود ان کے علماء ان لوگوں کے ساتھ بیٹھتے رہے۔ ان کے ساتھ کھاتے پیتے رہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ایک جیسے کر دیئے اور حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی زبانی ان لوگوں پر لعنت کی اس کی وجہ یہ تھی: انہوں نے نافرمانی کی تھی اور حد سے تجاوز کیا تھا۔

راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے پہلے آپ نے ٹیک لگائی ہوئی تھی اور ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم لوگ اس وقت تک نجات نہیں پا سکتے۔ جب تک تم ظالم کو ظلم سے روکو گے نہیں۔

عبداللہ بن عبدالرحمان (امام دارمی) نے یہ بات بیان کی ہے۔ یزید نے یہ بات بیان کی ہے۔ سفیان ثوری نے اس کی سند میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کا تذکرہ نہیں کیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

یہی روایت محمد بن مسلم کے حوالے سے علی کے حوالے سے ابوعبیدہ کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے اس کی مانند منقول ہے۔

بعض راویوں نے اسے ابوعبیدہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے ''مرسل'' روایت کے طور پر روایت کیا ہے۔

2974 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ بَذِيمَةَ عَنْ اَبِىْ عُبَيْدَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: اِنَّ بَنِىْ اِسْرَآئِيْلَ لَمَّا وَقَعَ فِيْهِمُ النَّقْصُ كَانَ الرَّجُلُ فِيْهِمْ يَرٰى اَخَاهُ عَلَى الذَّنْبِ فَيَنْهَاهُ عَنْهُ فَاِذَا كَانَ الْغَدُ لَمْ يَمْنَعْهُ مَا رَاٰى مِنْهُ اَنْ يَّكُوْنَ اَكِيْلَهٗ وَشَرِيْبَهٗ وَخَلِيْطَهٗ فَضَرَبَ اللّٰهُ قُلُوْبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ وَّنَزَلَ فِيْهِمُ الْقُرْاٰنُ فَقَالَ (لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِىْۤ اِسْرَآئِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ) فَقَرَاَ حَتّٰى بَلَغَ (وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ) قَالَ وَكَانَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ فَقَالَ لَا حَتّٰى تَاْخُذُوْا عَلٰى يَدِ الظَّالِمِ فَتَاْطُرُوْهُ عَلَى الْحَقِّ اَطْرًا

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ الطَّيَالِسِيُّ وَاَمْلَاهُ عَلَيَّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمِ بْنِ اَبِى الْوَضَّاحِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ بَذِيمَةَ عَنْ اَبِىْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ

◆◆ ابوعبیدہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب بنی اسرائیل کے درمیان خامیاں آنا شروع ہوئیں تو ان میں سے کوئی ایک شخص اپنے کسی بھائی کو گناہ کرتے ہوئے دیکھتا تھا تو اسے روکتا تھا لیکن جب اگلا دن آتا تھا تو اسے گناہ کرتے دیکھ کر اسے روکتا نہیں تھا کیونکہ اس نے اس دوسرے شخص کے ساتھ کھانا ہوتا تھا پینا ہوتا تھا میل جول رکھنا ہوتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کے دل ایک جیسے کر دیئے، ان لوگوں کے بارے میں (قرآن) کی یہ آیت نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کیا' ان پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبانی لعنت کی گئی' یہ اس وجہ سے ہے' جو انہوں نے نافرمانی کی اور حد سے تجاوز کیا۔''

(راوی بیان کرتے ہیں:) نبی اکرم ﷺ نے اس آیت کو تلاوت کیا اور یہاں تک تلاوت کیا:

''اگر وہ لوگ اللہ تعالیٰ' اس کے نبی اور اس کی طرف سے جو نازل کیا گیا ہے' اس پر ایمان لاتے' تو کفار کو دوست نہ بناتے لیکن ان میں سے اکثر لوگ نافرمان ہیں۔''

راوی بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ پہلے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے، آپ ﷺ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا: نہیں! تم اس وقت تک ٹھیک نہیں ہو سکتے' جب تک تم ظالم کا ہاتھ پکڑ کر اسے حق کی طرف نہ لے آؤ۔

اس روایت کو بندار نے ایک اور سند کے ہمراہ' ابوعبیدہ کے حوالے سے' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

شرح

تبلیغ دین کے لیے خوب محنت کرنا:

ارشاد ربانی ہے:

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ ۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ○ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ○ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ○ وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ○

(المائدہ: ۷۸-۸۱)

''حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ (علیہما السلام) کی زبان سے بنی اسرائیل کے کافر لوگوں پر لعنت بھیجی گئی، ان کی نافرمانی اور حد سے تجاوز کرنے کی وجہ سے جو بری بات کرتے باہم ایک دوسرے کو منع نہ کرتے، وہ یقیناً بہت برے کام کرتے تھے۔ ان میں تم بہت سے لوگوں کو دیکھو گے جو کافروں سے دوستی کرتے ہیں، بہت بری چیز ہے جو انہوں نے آگے بھیجی یہ کہ اللہ کا ان پر غضب ہوا اور وہ عذاب میں ہمیشہ رہیں گے''۔ اور اگر وہ ایمان لاتے اللہ اور نبی پر اور جو ان کی طرف اترا تو کافروں سے دوستی نہ کرتے لیکن ان میں سے بہت سے لوگ فاسق ہیں''۔

آیات واحادیث کا مفہوم:

مندرجہ آیات اور احادیث باب میں کئی اہم تاریخی امور بیان کر کے امت محمدی کو اپنی اصلاح کرنے اور دوسروں کو تبلیغ کرنے کا درس دیا گیا ہے۔

☆ کفار و مشرکین اپنے افعال و کردار کے باعث لعنت کے لائق ہیں، آخرت میں ان کے لیے دائمی عذاب ہے۔

☆ ان لوگوں کی اپنے ہم خیال اور ہم عقیدہ لوگوں کے ساتھ دوستی ہے جبکہ دوسرے لوگوں سے عداوت و دشمنی ہے۔

☆ ان لوگوں سے مراد یہود مدینہ اور مشرکین مکہ ہیں جنہوں نے خفیہ طور پر معاونت و دوستی کا معاہدہ کر رکھا تھا۔ دونوں طاقتیں ہمہ وقت اسلام کے خلاف برسر پیکار رہا کرتی تھیں۔

☆ کفار و مشرکین مسلمانوں کے خیر خواہ اور دوست نہیں ہو سکتے، لہٰذا مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ وہ انہیں اپنا دوست ہرگز نہ بنائیں۔

☆ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ نیابت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فریضہ انجام دیتے ہوئے تبلیغ اسلام خوب کریں' کیونکہ ایمان کا تقاضا ہے کہ تبلیغ کا سلسلہ وسیع سے وسیع تر کیا جائے تا کہ کفار، بے دین اور مشرکین اسلام کی طرف مائل ہو جائیں۔

☆ خلفائے راشدین، صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین میں جذبہ تبلیغ اسلام کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا جس کے نتیجہ میں اسلام جزیرۃ العرب تک محدود نہ رہا بلکہ دور دراز ممالک میں پہنچ گیا تھا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی زبان سے جن لوگوں پر لعنت فرمائی تھی وہ ''اصحاب ایلہ'' تھے جو منع ہونے کے باوجود حیلوں بہانوں سے ہفتہ کے دن بھی مچھلی کا شکار کیا کرتے تھے۔

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے جن لوگوں پر لعنت کی گئی وہ ''اصحاب مائدہ'' تھے، جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں سے بھرا ہوا دستر خوان اتارا اور انہیں حکم دیا گیا تھا کہ وہ دوسرے دن کے لیے بچا کر نہ رکھیں لیکن انہوں نے نافرمانی کرتے ہوئے نعمتوں کو دوسرے دن کے لیے بچا کر رکھنا شروع کر دیا۔ اس کے سبب ان پر لعنت کی گئی جن کی تعداد پانچ ہزار تھی۔

2975 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ اَخْبَرَنَا اِسْرَآئِيْلُ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُرَحْبِيْلَ اَبِيْ مَيْسَرَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ

متنِ حدیث: اَنَّهٗ قَالَ اللّٰهُمَّ بَيِّنْ لَنَا فِي الْخَمْرِ بَيَانَ شِفَاءٍ فَنَزَلَتِ الَّتِيْ فِي الْبَقَرَةِ (يَسْاَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ) الْاٰيَةَ فَدُعِيَ عُمَرُ فَقُرِئَتْ عَلَيْهِ فَقَالَ اللّٰهُمَّ بَيِّنْ لَنَا فِي الْخَمْرِ بَيَانَ شِفَاءٍ فَنَزَلَتِ الَّتِيْ فِي النِّسَاءِ (يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكَارٰى) فَدُعِيَ عُمَرُ فَقُرِئَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ بَيِّنْ لَنَا فِي الْخَمْرِ بَيَانَ شِفَاءٍ فَنَزَلَتِ الَّتِيْ فِي الْمَائِدَةِ (اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطَانُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ) اِلٰى قَوْلِهٖ (فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ) فَدُعِيَ عُمَرُ فَقُرِئَتْ عَلَيْهِ فَقَالَ انْتَهَيْنَا انْتَهَيْنَا

اختلافِ روایت: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ رُوِيَ عَنْ اِسْرَآئِيْلَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مُرْسَلٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ اِسْرَآئِيْلَ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِيْ مَيْسَرَةَ عَمْرِو بْنِ شُرَحْبِيْلَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ اللّٰهُمَّ

2975- اخرجه ابوداؤد (۳۴۹/۲): كتاب الاشربة: باب: في تحريم الخمر، حديث (۳۶۷۰)، والنسائي (۲۸۶/۸): كتاب الاشربة: باب: تحريم الخمر، حديث (۵۵۴۰)، واحمد (۵۳/۱).

بَيِّنْ لَنَا فِي الْخَمْرِ بَيَانَ شِفَاءٍ فَذَكَرَ نَحْوَهُ وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ يُوْسُفَ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک مرتبہ انہوں نے کہا: اے اللہ! شراب کے بارے میں ہم پر واضح نازل کر دے تو سورۃ البقرۃ کی یہ آیت نازل ہوئی:

''لوگ تم سے شراب اور جوئے کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔''

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا اور ان کے سامنے یہ آیت سنائی گئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر دعا کی، اے اللہ! ہمارے لیے شراب کے بارے میں واضح حکم نازل کر دے۔ تو سورۃ النساء میں موجود یہ آیت نازل ہوئی:

''اے ایمان والو! نماز کے قریب نہ جاؤ جب تم نشے کی حالت میں ہو۔''

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا اور ان کے سامنے یہ آیت تلاوت کی گئی تو انہوں نے پھر یہ کہا: اے اللہ! ہمارے لیے شراب کے بارے میں واضح حکم نازل کر دے۔ تو سورۃ المائدہ کی یہ آیت نازل ہوئی۔

''شیطان یہ چاہتا ہے کہ وہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان عداوت اور بغض ڈال دے۔''

یہ آیت یہاں تک ہے ''تو کیا تم باز آ جاؤ گے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا اور ان کے سامنے یہ آیت تلاوت کی گئی تو انہوں نے کہا: ہم باز آ گئے، ہم باز آ گئے۔

یہی روایت اسرائیل کے حوالے سے ''مرسل'' حدیث کے طور پر منقول ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ کہا تھا: اے اللہ! شراب کے بارے میں ہمارے لیے واضح حکم نازل کر دے۔

اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے اور یہ روایت محمد بن یوسف کی نقل کردہ روایت سے زیادہ مستند ہے۔

شرح

حرمت شراب کا حکم تدریجاً نازل ہونا:

ارشاد خداوندی ہے:

وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا (النحل: ۶۷)

''اور کھجور اور انگور کے پھلوں سے تم شراب اور کھانے کی عمدہ اشیاء تیار کرتے ہو''۔

اس آیت میں آئندہ شراب حرام کرنے کا لطیف اشارہ تھا لیکن استحساناً اس کا ذکر ترک کر دیا گیا تھا۔ زمانہ جاہلیت میں انگور کا استعمال کثرت سے ہوتا تھا لیکن خمر کے ذکر نہ کرنے میں بھی کوئی حکمت مضمر تھی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے حضور یوں دعا کی: اللهم بين لنا في الخمر بيان شفاء (اے اللہ! تو ہمارے لیے شراب کے بارے میں تسلی بخش حکم نازل کر دے) آپ کی دعا کا مقصد حرمت شراب کے حکم کا نزول تھا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ط قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ اِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ط وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ط قُلِ الْعَفْوَ ط كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ○ (البقرہ:۲۱۹)

''لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں حد دریافت کرتے ہیں؟ آپ انہیں فرمادیں کہ ان میں بہت بڑا گناہ ہے اور کچھ فوائد بھی ہیں، ان کا گناہ ان کے فوائد سے بڑا ہے۔ وہ لوگ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا چیز خرچ کریں؟ آپ فرمادیں جو زائد ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہیں نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ تم غور وفکر کرو''۔

اس آیت میں شراب کی خرابیاں اور اس کے فوائد بتائے گئے ہیں لیکن ابھی حرام نہیں قرار دی گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ آیت سنائی گئی تو انہوں نے پھر یہی دعا کی: اے پروردگار! شراب کے بارے میں کوئی تسلی بخش حکم نازل کردے! اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَاتَقُوْلُوْنَ (البقرہ:۴۳)

''اے ایمان والو! تم نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ حتیٰ کہ تمہیں معلوم ہوجائے کہ تم کیا کہہ رہے ہو''۔

اس آیت میں صرف نماز کے وقت شراب حرام ہونے کا حکم نازل ہوا تھا لیکن مکمل طور پر شراب حرام نہیں ہوئی تھی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے پھر دعا کی: اے اللہ! تو شراب کے بارے میں واضح اور تسلی بخش حکم نازل فرمادے۔ اس پر یہ ارشاد ربانی نازل ہوا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ج فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ○ (المائدہ:۹۰،۹۱)

''اے ایمان والو! بیشک شراب، جوا، بت اور پانسے پلید ہیں اور شیطان کے کام ہیں' پس تم ان سے بچو تاکہ تم فلاح پاجاؤ۔ بیشک شیطان چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کی وجہ سے تم میں دشمنی اور بغض ڈال دے۔ وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز سے روکے، پس کیا تم باز آنے والے ہو؟''

ان آیات میں شراب کو قطعی حرام قرار دیا گیا ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو یہ آیات سنائی گئیں تو ان کی تسلی وتشفی ہوگئی۔ آیت کے آخری حصہ: فهل انتم منتهون کے جواب میں انہوں نے یوں کہا: نعم! نحن منتهون ہاں! ہم رکنے والے ہیں۔

فائدہ نافعہ: احکام خداوندی کو بتدریج نافذ کرنے میں کئی حکمتیں ہیں:

☆ احکام کو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے اور عمل کرنے میں سہولت ہوتی ہے۔

☆ لوگوں کے لیے پریشانی نہیں ہوتی بلکہ مؤثر ترین طریقہ ہے۔

☆ اس پر عمل کرنے میں آسانی ہونے کے علاوہ تبلیغ کرنے میں بھی سہولت ہوتی ہے۔

سوال: بظاہر شراب نوشی اور جوئے سے انسان کو سکون حاصل ہوتا ہے کیونکہ نشہ سے ذہنی سکون حاصل ہوتا ہے اور جوئے میں جیت کی صورت میں مال ہاتھ آتا ہے۔ پھر انہیں نقصان دہ کیوں قرار دیا گیا ہے تو اس کی وجہ کیا ہے؟ نیز ان کے نقصانات کیا ہیں؟

جواب: شراب اور جوئے کا سکون وقتی ہے جبکہ ان کے نقصانات مستقل اور دائمی ہیں، وقتی فائدہ یا سکون کالعدم ہوتا ہے۔ تاہم ان کے نقصان بے شمار ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(۱) شراب نوشی سے انسان کی عقل بے کار ہو جاتی ہے اور نشئی مسلمانوں کے لیے غلط جملے استعمال کرتا ہے جس سے باہم نفرت اور عداوت پیدا ہو جاتی ہے جبکہ یہ نفرت قتل و غارت تک بھی پہنچا دیتی ہے۔ اسی طرح جوئے میں ہارنے کی وجہ سے جب مال دوسرے شخص کے ہاتھ میں جاتا ہے تو اس سے عداوت و نفرت پیدا ہوتی ہے۔

(۲) شراب اور جوئے کی وجہ سے وقت ضائع ہوتا ہے جو واپس نہیں آسکتا۔ علاوہ ازیں انسان ذکر الٰہی کی دولت سے محروم رہتا ہے جبکہ مسلمان کو ہمہ وقت ذکر و فکر میں مصروف رہنا چاہیے۔

(۳) شراب نوشی اور جوئے کے نشہ میں مصروفیت کی وجہ سے انسان نمازوں کی ادائیگی سے محروم ہو سکتا ہے جبکہ ترک نماز گناہ کبیرہ اور اس کا انکار کفر ہے۔

(۴) شراب خور اور جوئے سے سرشار شخص محض ان دو گناہوں تک محدود نہیں رہتا بلکہ زنا کاری کا بھی ارتکاب کر لیتا ہے اور یہ زنا اپنی ماں اور بہن سے بھی ممکن ہوتا ہے۔

2976 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ اِسْرَآئِيْلَ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ

متنِ حدیث: مَاتَ رِجَالٌ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ تُحَرَّمَ الْخَمْرُ فَلَمَّا حُرِّمَتِ الْخَمْرُ قَالَ رِجَالٌ كَيْفَ بِاَصْحَابِنَا وَقَدْ مَاتُوْا يَشْرَبُوْنَ الْخَمْرَ فَنَزَلَتْ (لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَآمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَقَدْ رَوَاهُ شُعْبَةُ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ اَيْضًا

◆◆ حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ کے کچھ اصحاب رضی اللہ عنہم شراب کی حرمت نازل ہونے سے پہلے انتقال کر چکے تھے۔ جب شراب کو حرام قرار دیا گیا تو کچھ افراد نے یہ کہا: ہمارے ان ساتھیوں کا کیا انجام ہوگا؟ جو ایسی حالت میں فوت ہوئے جبکہ وہ شراب پیا کرتے تھے؟ تو اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

"جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہوگا اس چیز کے بارے میں جو وہ پہلے کھا چکے ہوں جبکہ (بعد میں) انہوں نے پرہیزگاری اختیار کی اور ایمان لائے اور نیک اعمال کیے۔"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اس روایت کو شعبہ نے ابواسحاق کے حوالے سے' حضرت براء رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

2977 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ قَالَ قَالَ الْبَرَاءُ

متنِ حدیث: مَاتَ نَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ يَشْرَبُوْنَ الْخَمْرَ فَلَمَّا نَزَلَ تَحْرِيْمُهَا قَالَ نَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَيْفَ بِاَصْحَابِنَا الَّذِيْنَ مَاتُوْا وَهُمْ يَشْرَبُوْنَهَا فَنَزَلَتْ (لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوْا) الْاٰيَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم میں سے کچھ افراد کا انتقال ایسی حالت میں ہوا کہ وہ لوگ شراب پیا کرتے تھے' جب اس کی حرمت کا حکم نازل ہوا' تو نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے کچھ افراد نے یہ کہا: ہمارے ان ساتھیوں کا کیا انجام ہوگا؟ جو ایسی حالت میں انتقال کر گئے کہ وہ شراب پیا کرتے تھے؟ تو اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

''جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے ان پر کوئی گناہ نہیں ہے۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2978 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِىْ رِزْمَةَ عَنْ اِسْرَآئِيْلَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ الَّذِيْنَ مَاتُوْا وَهُمْ يَشْرَبُوْنَ الْخَمْرَ لَمَّا نَزَلَ تَحْرِيْمُ الْخَمْرِ فَنَزَلَتْ (لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوْا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَآمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! ان لوگوں کے بارے میں آپ ﷺ کی کیا رائے ہے؟ جو ایسی حالت میں وصال کر چکے ہیں کہ وہ شراب پی لیا کرتے تھے؟ (یہ واقعہ اس وقت پیش آیا) جب شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا تھا۔ تو اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

''جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ اس چیز کے بارے میں' جو وہ پہلے کھا چکے ہوں گے' جبکہ بعد میں انہوں نے پرہیزگاری اختیار کی ہو' ایمان لائے ہوں اور نیک اعمال کیے ہوں۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2979 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيْعٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُسْهِرٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ

2978۔ اخرجه احمد (۱/۲۳٤، ۲۷۲، ۲۹۵، ۳۰٤)۔

2979۔ اخرجه مسلم (٤/۱۹۱۰): كتاب الفضائل: باب: من فضائل عبد الله بن مسعود و امه رضى الله عنهما، حديث (۱۰۹/۲٤۵۹)۔

اِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

متن حدیث: لَمَّا نَزَلَتْ (لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوْا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَآمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ) قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْتَ مِنْهُمْ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، جب یہ آیت نازل ہوئی:

''ان لوگوں پر کوئی گناہ نہیں ہے' جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے، اس چیز کے بارے میں جو کہ وہ پہلے کھا چکے ہوں' جبکہ بعد میں انہوں نے پرہیزگاری اختیار کی ہو' ایمان لے آئے ہوں اور نیک اعمال کیے ہوں۔''

(حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: تم بھی ان لوگوں میں سے ایک ہو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

حرمت شراب سے قبل شراب نوشی گناہ نہ ہونا:

ارشاد ربانی ہے:

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (المائدہ:۹۳)

''جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے، ان پر کوئی گناہ نہیں ہے جو کچھ انہوں نے کھایا جبکہ وہ ڈرتے رہے ہوں اور ایمان رکھتے ہوں اور انہوں نے اچھے کام کیے ہوں۔ پھر وہ ڈرتے رہے اور ایمان رکھتے ہوں، پھر وہ ڈرتے ہوں اور اچھے کام کرتے ہوں اور اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے''۔

اس آیت کے دو شان نزول ہیں، جو درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بعض صحابہ کرام حرمت شراب سے قبل وفات پا چکے تھے، پھر شراب حرام قرار دیئے جانے پر کچھ لوگوں نے دریافت کیا کہ ہمارے وہ بھائی جو حرمت شراب سے قبل دنیا سے رخصت ہو گئے تھے، آخرت میں ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا؟ اس سوال کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حرمت شراب کا حکم نازل ہونے پر بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے ان بھائیوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا جو حرمت شراب کے زمانہ سے قبل دنیا سے رخصت ہو گئے تھے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

اس آیت میں تین اہم امور بیان کیے گئے ہیں:

(۱) یہ آیت ان صحابہ کرام کے بارے میں نازل کی گئی ہے جو حرمت شراب سے قبل وفات پا گئے، فتح مکہ کے سال شراب حرام قرار دی گئی تھی۔ صحابہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارے ان مسلمان بھائیوں کا کیا حال ہوگا جو حرمت شراب سے قبل دنیا سے رخصت ہو گئے تھے مثلاً غزوہ احد کے موقع پر بعض صحابہ شراب نوشی کے بعد میدان میں اترے تھے پھر وہ جام شہادت نوش کر گئے تھے۔ ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا؟ اس سوال کا جواب اس آیت میں دیا گیا ہے کہ اگر وہ ایماندار ہوں، گناہوں سے اجتناب کرتے ہوں اور اعمال خیر کرتے ہوں تو حرمت شراب سے قبل وہ دنیا سے رخصت ہو گئے ہوں تو محض شراب نوشی کی وجہ سے ان سے مؤاخذہ نہیں کیا جائے گا۔

(۲) آخری حدیث باب سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ آیت ان صحابہ کے حق میں نازل ہوئی ہے جو حرمت شراب کے بعد بقید حیات رہے۔ ان سے متعلق یہ حکم بیان کیا گیا ہے کہ وہ ایماندار ہوں، شراب نوشی نہ کریں، خدا سے ڈریں اور اعمال صالحہ کریں تو فلاح پا جائیں گے۔

(۳) ایمان اور عمل دونوں مسلسل ترقی پذیر رہتے ہیں، انسان کو چاہیے کہ ہمہ وقت ایمان اور اعمال خیر میں ترقی کر کے مرتبہ ''احسان'' تک پہنچے، کیونکہ رب کائنات ایسے لوگوں سے بہت محبت فرماتا ہے اور انہیں اپنا محبوب بنا لیتا ہے۔

فائدہ نافعہ: آیت اور احادیث باب کا خلاصہ ہمارے بیان کردہ مضمون میں آچکا ہے لہٰذا مزید وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔

سوال: زیر بحث آیت میں لفظ ''تقویٰ'' تین بار استعمال ہوا ہے جبکہ ایک لفظ کو بار بار استعمال کرنا اصول فصاحت و بلاغت کے منافی ہے۔ پھر اس تکرر کی کیا وجہ ہے؟

جواب: (۱) اس لفظ کے تکرار سے مراد تقویٰ کی اہمیت بیان کرنا اور لوگوں میں اسے اپنانے کا جذبہ پیدا کرنا ہے۔

(۲) پہلی بار تقویٰ کا مقصد کفر سے احتراز کرنا، دوسری بار تقویٰ سے مراد کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرنا اور تیسری بار تقویٰ سے منشا صغیرہ گناہوں سے پرہیز کرنا ہے۔

(۳) پہلی بار تقویٰ سے مراد صفت تقویٰ کا ابتدائی مرتبہ ہے، دوسری بار تقویٰ سے مراد اس پر ثابت قدم رہنا ہے اور تیسری بار تقویٰ سے مراد لوگوں پر ظلم وستم کرنے سے بچنا ہے۔

2980 سند حدیث: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ اَبُوْ حَفْصٍ الْفَلَّاسُ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متن حدیث: اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اِذَا اَصَبْتُ اللَّحْمَ انْتَشَرْتُ لِلنِّسَاءِ وَاَخَذَتْنِيْ شَهْوَتِيْ فَحَرَّمْتُ عَلَيَّ اللَّحْمَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ (يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبَاتِ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلَالًا طَيِّبًا)

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَّرَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ سَعْدٍ مُّرْسَلًا لَيْسَ فِيْهِ عَنِ ابْنِ

عَبَّاسٍ وَّرَوَاهُ خَالِدُ الْحَذَّاءُ عَنْ عِكْرِمَةَ مُرْسَلًا

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! جب میں گوشت کھاتا ہوں' تو خواتین کی طلب زیادہ ہو جاتی ہے، شہوت غالب آ جاتی ہے، اس لیے میں نے اپنے اوپر گوشت کو حرام کر دیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت نازل کی:

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے جو پاکیزہ چیزیں حلال قرار دی ہیں انہیں حرام قرار نہ دو' اور حد سے تجاوز نہ کرو! بے شک اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنیوالوں کو پسند نہیں کرتا' اللہ تعالیٰ نے جو حلال پاکیزہ رزق تمہیں عطا کیا ہے اس میں سے کھاؤ۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

بعض راویوں نے اسے عثمان بن سعد کے حوالے سے ''مرسل'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔ اس میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہونے کا تذکرہ نہیں ہے۔

خالد حذاء نے اسے عکرمہ کے حوالے سے ''مرسل'' طور پر نقل کیا ہے۔

شرح

اللہ کی حلال اشیاء کو حرام کرنے کی ممانعت ہونا:

ارشاد خداوندی ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ○ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْۤ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ○ (المائدہ: ۸۷، ۸۸)

''اے ایمان والو! تم اللہ کی حلال کردہ اشیاء کو حرام نہ کرو اور نہ حد سے بڑھو، بیشک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور تم کھاؤ اللہ کے عطا کردہ حلال و طیب رزق کو اور تم اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو''۔

ان آیات کا شان نزول حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے، جس کا اختصار یہ ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! جب میں گوشت کھاؤں تو مجھ پر شہوت کا غلبہ ہو جاتا ہے اور جماع کی طرف طبیعت مائل ہو جاتی ہے، اس لیے میں نے اپنے اوپر گوشت کھانا حرام قرار دے لیا ہے؟ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ اشیاء کو حرام قرار دینے سے منع کیا گیا ہے۔

حلال اشیاء کو حرام قرار دینے کی صورتیں:

حلال اشیاء کو حرام قرار دینے کی چند صورتیں اور ان کا حکم درج ذیل ہے:

(۱) انسان جن حلال اشیاء کو حرام قرار دے تو ان کی حرمت کا اعتقاد بھی رکھتا ہو، ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے'

کیونکہ یہ صورت صراحتاً احکام خداوندی میں مداخلت ہے۔

(۲) کوئی شخص نذر مان لے کہ وہ فلاں حلال چیز کو اپنے استعمال میں نہیں لائے گا یا اس نے کسی حلال چیز کو اپنی ذات پر حرام سمجھ لیا ہو اور اس کا خیال ہو کہ فلاں چیز کو شریعت میں حرام ہونا چاہیے تھا لیکن اس کے نہ کرنے کے باوجود میں نے اسے اپنے اوپر حرام قرار دے لیا ہے۔ ایسی صورت میں وہ شخص کافر تو نہیں ہوگا مگر سخت گناہگار ہوگا۔

(۳) کوئی شخص کسی حلال وطیب چیز کو کسی عذر کی وجہ سے اپنے اوپر حرام سمجھ لیتا ہے اور اس سے چند ایام تک اجتناب کرے بشرطیکہ وہ اسے حلال ہی قرار دیتا ہو تو ایسی صورت میں وہ گناہگار نہیں ہوگا۔

فائدہ نافعہ: جب کوئی شخص کسی حلال چیز کو اپنے اوپر حرام قرار دے لے یا اس کو استعمال میں نہ لانے کی قسم کھالے، ایسی صورت میں اس چیز کو استعمال میں لانا اور قسم توڑنا ضروری ہے جبکہ اس پر قسم توڑنے کا کفارہ دینا واجب ہوگا۔

2981 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا مُنْصُوْرُ بْنُ وَرْدَانَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ الْاَعْلٰى عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِى الْبَخْتَرِيِّ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا نَزَلَتْ (وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا) قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فِيْ كُلِّ عَامٍ فَسَكَتَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فِيْ كُلِّ عَامٍ قَالَ لَا وَلَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ (يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْاَلُوْا عَنْ اَشْيَاءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ عَلِيٍّ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، جب یہ آیت نازل ہوئی:

''اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ کے لیے حج کرنا لازم ہے۔ اس شخص پر جو وہاں تک پہنچنے کی سبیل رکھتا ہو۔''

لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! کیا ہر سال؟ نبی اکرم ﷺ خاموش رہے۔ لوگوں نے پھر عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! کیا ہر سال؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ اگر میں ہاں کہہ دیتا' تو یہ (ہر سال کرنا) فرض ہو جاتا۔

تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

''اے ایمان والو! ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو جو تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں بری لگیں۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے' اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کے بارے میں ''غریب'' ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اس بارے میں احادیث منقول ہیں۔

2982 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرٍ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ

2982۔ اخرجه البخاری (۱۳۰/۸): کتاب التفسیر: باب: (لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسوکم) (المائدة: ۱۰۱)، حدیث (۴۶۲۱)، و مسلم (۱۸۳۲/۴): کتاب الفضائل: باب: توقیرہ صلی اللہ علیہ وسلم و ترك اکثار سواله عما لا ضرورة الیه، حدیث (۲۳۵۹/۱۳۵)، و الدارمی (۳۰۶/۲): کتاب الرقاق: باب: لو تعلمون ما اعلم، و احمد (۲۰۶/۳، ۲۱۰، ۲۶۸).

اَخْبَرَنِىْ مُوْسٰى بْنُ اَنَسٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ

متن حدیث: قَالَ رَجُلٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَبِىْ قَالَ اَبُوْكَ فُلَانٌ فَنَزَلَتْ (يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْاَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک شخص نے عرض کی: میرا والد کون ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہارا باپ فلاں شخص ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں، تو اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

''اے ایمان والو! ایسی چیزوں کے بارے میں دریافت نہ کرو کہ اگر انہیں تمہارے سامنے ظاہر کیا جائے' تو تمہیں برا لگے۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

شرح

فضول گفتگو سے احتراز کرنا:

ارشاد خداوندی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَاِنْ تَسْئَلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ○ (المائدہ:۱۰۱)

''اے ایمان والو! تم ایسی اشیاء کے بارے میں سوال مت کرو کہ وہ ظاہر کی جائیں تو تم بری محسوس کرو اور اگر تم زمانہ نزول قرآن میں ان اشیاء کے بارے میں دریافت کرو گے تو وہ تم پر ظاہر کر دی جائیں گی۔ اللہ نے ان (سوالات) سے درگزر فرمایا اور اللہ بہت بخشنے والا بڑا بردبار ہے''۔

اس آیت کے دو شان نزول احادیث باب میں بیان کیے گئے ہیں، جن کا خلاصہ درج ذیل ہے:

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب یہ آیت: وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (لوگوں پر اللہ تعالیٰ کے لیے بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے جو اس تک پہنچنے کی طاقت رکھتے ہیں) نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے مسلسل تین یا چار بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: یا رسول اللہ! کیا ہر سال حج فرض ہے؟ آپ نے ہر بار خاموشی اختیار فرمائی مگر آخری بار سوال کرنے پر فرمایا: حج زندگی میں ایک بار فرض ہے، اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال فرض ہو جاتا''۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں ضرورت سے زائد سوال کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ فضول سوال کرنے کی وعید کے حوالے سے ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: اعظم المسلمين جرما من سئل عن شئی لم يحرم فحرم من اجل مسئلته یعنی مسلمانوں میں بڑا مجرم وہ شخص ہے' جس نے کسی حلال چیز کے بارے میں سوال کیا اور وہ حرام قرار دی گئی''۔

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ شریعت نے جن اشیاء کو حلال یا حرام قرار دیا ہے ان پر عمل کرو اور جن امور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت اختیار فرمایا ہے ان کے بارے میں سوالات کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان احکام کے بارے میں مجھ سے سوالات مت کرو جن کو میں نے چھوڑ دیا ہے' کیونکہ تم سے پہلے لوگ انبیاء کرام سے کثرت سوالات اور ان کی مخالفت کی وجہ سے ہلاک ہو گئے تھے۔(سنن ابن ماجہ، جلد ثانی ص ۳۱)

زمانہ کے اعتبار سے سوالات کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

(۱) زمانہ نزول قرآن میں سوالات کرنا جن کے جواب میں ایسے احکام نافذ ہو سکتے ہیں جو مشقت پر مبنی ہوں یا ان پر عمل کرنا دشوار ہو۔پھر ان کے نزول کے بعد ان پر عمل کرنے میں سستی ہو گی تو اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مؤاخذہ ہو گا۔لہٰذا فضول سوالات ممنوع ہیں۔

(۲) زمانہ نزول قرآن کے بعد علماء سے سوالات کرنا خواہ اس ممانعت میں داخل نہیں ہیں لیکن فضول ہونے کی وجہ سے منع ہیں' کیونکہ اس بات کا خطرہ ہے کہ کوئی شخص اس وجہ سے اعمال خیر کرنے سے محروم ہو جائے اور علماء کی توہین کی وجہ سے سزا کا حقدار بن جائے۔

(۳) لوگ حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی قریشی رضی اللہ عنہ کے نسب پر شک کرتے اور مختلف قسم کی باتیں بناتے تھے' جو ان پر ناگوار گزرتی تھیں۔حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کا منہ بند کرنے کے لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: یا رسول اللہ! میرے والد کا نام کیا ہے؟ آپ کی طرف سے جواب دیا گیا کہ تمہارے والد ''حذافہ'' ہیں۔اگر بالفرض معاملہ اور ہوتا تو ''حذافہ'' والد نہ ہوتے تو حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ بے قصور ہونے کے باوجود تاحیات پریشان رہتے اور مورد الزام ٹھہرائے جاتے۔اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

فائدہ نافعہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شریعت میں خود مختار ہیں جس چیز کو آپ چاہیں حلال قرار دے دیں اور جس کو چاہیں حرام قرار دے دیں۔کسی حکم کے بارے میں آپ ہاں فرما دیں تو وہ فرض ہو جائے۔نگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے، یہی صحابہ کا عقیدہ و نظریہ تھا۔کسی کے نسب کی صحت کی وضاحت صرف نبی غیب دان ہی کر سکتے ہیں' کیونکہ نبی براہ راست اللہ تعالیٰ کا شاگرد ہوتا ہے اور اللہ کی طرف سے اسے پڑھا کر دنیا میں مبعوث کیا جاتا ہے۔

سوال: کیا ہر سوال کرنا ممنوع ہے یا مخصوص سوالات ہیں؟

جواب: فضول سوالات یا علماء سے امتحاناً سوالات کرنا ممنوع و حرام ہے۔تاہم شرعی احکام پر مشتمل سوالات کرنا تا کہ ان پر عمل کیا جائے حرام نہیں ہے۔اس کے جواز کے سلسلہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: شِفَاءُ الْعِيِّ السُّوَال' یعنی درماندہ کا علاج سوال ہے۔ارشاد ربانی ہے: فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ 'یعنی اگر تمہیں کسی معاملہ میں علم نہ ہو تو علماء سے دریافت کرو'۔ان دلائل سے ثابت ہوا کہ ہر سوال حرام نہیں ہے'۔

2983 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اَبِیْ خَالِدٍ عَنْ قَيْسٍ

بْنِ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيقِ

متنِ حدیث: اَنَّهُ قَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّكُمْ تَقْرَئُوْنَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ) وَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اِنَّ النَّاسَ اِذَا رَاَوْا ظَالِمًا فَلَمْ يَاْخُذُوْا عَلٰى يَدَيْهِ اَوْشَكَ اَنْ يَّعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ مِّنْهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اختلافِ سند: وَقَدْ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ ابْنِ اَبِيْ خَالِدٍ نَحْوَ هٰذَا الْحَدِيْثِ مَرْفُوْعًا وَّرَوٰى بَعْضُهُمْ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ قَيْسٍ عَنْ اَبِيْ بَكْرٍ قَوْلَهٗ وَلَمْ يَرْفَعُوْهُ

◆◆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، اے لوگو تم یہ آیت تلاوت کرتے رہو:

''اے ایمان والو! تم پر لازم ہے کہ اپنی فکر کرو جب تم ہدایت حاصل کر چکے ہو تو گمراہ شخص تم کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا''

(حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا) میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جب لوگ کسی ظالم کو دیکھیں گے اور اس کے ہاتھ نہیں روکیں گے تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب پر عذاب نازل کرے گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

کئی راویوں نے اسے اسماعیل بن ابوخالد کے حوالے سے اسی کی مانند ''مرفوع'' حدیث کے طور پر نقل کیا ہے۔

جبکہ بعض راویوں نے اسے اسماعیل کے حوالے سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اپنے قول کے طور پر نقل کیا ہے۔ انہوں نے اسے ''مرفوع'' حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا۔

2984 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ يَعْقُوْبَ الطَّالَقَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا عُتْبَةُ بْنُ اَبِيْ حَكِيْمٍ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ جَارِيَةَ اللَّخْمِيُّ عَنْ اَبِيْ اُمَيَّةَ الشَّعْبَانِيِّ قَالَ

متنِ حدیث: اَتَيْتُ اَبَا ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيَّ فَقُلْتُ لَهٗ كَيْفَ تَصْنَعُ بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ قَالَ اَيَّةُ اٰيَةٍ قُلْتُ قَوْلُهٗ تَعَالٰى (يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ) قَالَ اَمَا وَاللّٰهِ لَقَدْ سَاَلْتَ عَنْهَا خَبِيْرًا سَاَلْتُ عَنْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَلِ ائْتَمِرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنَاهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ حَتّٰى اِذَا رَاَيْتَ شُحًّا مُطَاعًا وَّهَوًى مُتَّبَعًا وَّدُنْيَا مُؤْثَرَةً وَّاِعْجَابَ كُلِّ ذِيْ رَاْيٍ بِرَاْيِهٖ فَعَلَيْكَ بِخَاصَّةِ نَفْسِكَ وَدَعِ الْعَوَامَّ فَاِنَّ مِنْ وَّرَائِكُمْ اَيَّامًا الصَّبْرُ فِيْهِنَّ مِثْلُ الْقَبْضِ عَلَى الْجَمْرِ لِلْعَامِلِ فِيْهِنَّ مِثْلُ اَجْرِ خَمْسِيْنَ رَجُلًا يَّعْمَلُوْنَ مِثْلَ عَمَلِكُمْ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ وَزَادَنِيْ غَيْرُ عُتْبَةَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَجْرُ خَمْسِيْنَ مِنَّا اَوْ مِنْهُمْ قَالَ بَلْ اَجْرُ خَمْسِيْنَ مِنْكُمْ

2984۔ اخرجه ابوداؤد (۵۲۶/۲): كتاب الملاحم: باب: من الامر و النهي، حديث (۴۳۴۱)، و ابن ماجه (۱۳۳۰/۲): كتاب الفتن: باب: قوله تعالى: (يايها الذين امنوا عليكم انفسكم) (المائدة: ۱۰۵)، حديث (۴۰۱۴).

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ ابوامیہ شیبانی بیان کرتے ہیں، میں حضرت ابوثعلبہ خشنی کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے ان سے کہا: اس آیت کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے دریافت کیا: کون سی آیت کے بارے میں؟ میں نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں:

''اے لوگو تم اپنی فکر کرو جب تم ہدایت حاصل کر چکے ہو تو گمراہ ہونیوالا تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔''

تو حضرت ابوثعلبہ خشنی نے فرمایا: اللہ کی قسم! تم نے اس کے بارے میں ایسے شخص سے سوال کیا ہے جو اس سے واقف ہے۔ میں نے اس بارے میں نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا: تم نیکی کا حکم کرتے رہو اور برائی سے روکتے رہو، یہاں تک کہ جب تم یہ صورتحال دیکھو کہ کنجوس شخص کی اطاعت کی جانے لگے خواہش نفس کی پیروی کی جانے لگے دنیا کو ترجیح دی جانے لگے ہر شخص اپنی رائے کو پسند کرے تو ایسی صورت میں تم صرف اپنی فکر کرو اور لوگوں کو چھوڑ دو کیونکہ اس کے بعد جو دن آئیں گے ان میں صبر کرنا اسی طرح ہوگا جیسے انگارے پر ہاتھ رکھ دینا۔ ان ایام میں عمل کرنے والے شخص کو ایسے پچاس آدمیوں جتنا اجر ملے گا جو تمہارے عمل کی مانند عمل کرتے ہوں گے۔

عبداللہ بن مبارک نے یہ بات بیان کی ہے، عتبہ کے علاوہ دیگر راویوں نے یہ اضافی بات نقل کی ہے۔

عرض کی گئی: یارسول اللہ ﷺ! وہ پچاس آدمی جن کا ذکر کیا گیا ہم میں سے (شمار) ہوں گے یا ان میں سے ہوں گے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ پچاس آدمی تم میں سے ہوں گے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

شرح

اصلاح احوال کی کوشش کے بعد آدمی کا معذور ہونا:

ارشاد ربانی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ (المائدہ:۱۰۵)

''اے ایمان والو! تم اپنی فکر کرو جب تم راہ راست پر ہو گے تو کوئی گمراہ شخص تمہیں گمراہ نہیں کر سکتا''۔

اس آیت کا ایک نظر مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو اپنی فکر دامن گیر ہونی چاہیے اور دوسرے لوگوں کی اصلاح احوال ضروری نہیں ہے۔ ہر انسان نے اپنے اپنے اعمال کا جواب دینا ہے، لہٰذا ''جیسا کرو گے ویسا بھرو گے'' مقولہ درست ہے۔ اس آیت کا یہ مفہوم درست نہیں ہے بلکہ اس کا صحیح مفہوم وہ ہے جو احادیث باب میں زبان نبوت سے بیان کیا گیا ہے۔ روایات میں جو تفسیر بیان کی گئی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ خود بھی برائیوں سے بچنا چاہیے اور اعمال صالحہ کرنے چاہییں بلکہ دوسروں کو بھی اعمال صالحہ کرنے اور اعمال سیئہ سے اجتناب کرنے کی تبلیغ کرنی چاہیے۔ دوسروں کو اعمال صالحہ کرنے اور برائیوں سے روکنے کی تبلیغ کرنا واجب ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلغوا عنی ولو کان ایۃ ''یعنی تم پہنچاؤ خواہ ایک آیت ہو'' ایک روایت میں ہے

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کسی برائی کو دیکھو اسے اپنی طاقت (ہاتھ) سے روکو، اگر اس کی ہمت نہ ہو تو زبان سے روکو اور اگر اس کی بھی قوت نہ ہو تو کم از کم اسے دل سے برا خیال کرو۔ یہ ایمان کا ادنٰی مرتبہ ہے۔ قرآن وسنت میں امت محمدی کی فضیلت اور خصائص کے حوالے سے جو امور بیان کیے گئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے: تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مسلمانوں کو اپنی فکر کے ساتھ دوسروں کی اصلاح احوال کی کوشش کرنا چاہیے اور اس کے عواقب ونتائج اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دینے چاہییں۔

2985 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ اَحْمَدَ بْنِ اَبِىْ شُعَيْبٍ الْحَرَّانِىُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْحَرَّانِىُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِى النَّضْرِ عَنْ بَاذَانَ مَوْلٰى اُمِّ هَانِئٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: عَنْ تَمِيْمٍ الدَّارِىِّ فِىْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ (يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ) قَالَ بَرِئَ مِنْهَا النَّاسُ غَيْرِىْ وَغَيْرَ عَدِىِّ بْنِ بَدَّاءٍ وَّكَانَا نَصْرَانِيَّيْنِ يَخْتَلِفَانِ اِلَى الشَّامِ قَبْلَ الْاِسْلَامِ فَاَتَيَا الشَّامَ لِتِجَارَتِهِمَا وَقَدِمَ عَلَيْهِمَا مَوْلًى لِبَنِىْ هَاشِمٍ يُقَالُ لَهُ بُدَيْلُ بْنُ اَبِىْ مَرْيَمَ بِتِجَارَةٍ وَّمَعَهُ جَامٌ مِّنْ فِضَّةٍ يُرِيْدُ بِهِ الْمَلِكَ وَهُوَ عُظْمُ تِجَارَتِهِ فَمَرِضَ فَاَوْصٰى اِلَيْهِمَا وَاَمَرَهُمَا اَنْ يُّبَلِّغَا مَا تَرَكَ اَهْلَهُ قَالَ تَمِيْمٌ فَلَمَّا مَاتَ اَخَذْنَا ذٰلِكَ الْجَامَ فَبِعْنَاهُ بِاَلْفِ دِرْهَمٍ ثُمَّ اقْتَسَمْنَاهُ اَنَا وَعَدِىُّ بْنُ بَدَّاءٍ فَلَمَّا قَدِمْنَا اِلٰى اَهْلِهِ دَفَعْنَا اِلَيْهِمْ مَا كَانَ مَعَنَا وَفَقَدُوا الْجَامَ فَسَاَلُوْنَا عَنْهُ فَقُلْنَا مَا تَرَكَ غَيْرَ هٰذَا وَمَا دَفَعَ اِلَيْنَا غَيْرَهُ قَالَ تَمِيْمٌ فَلَمَّا اَسْلَمْتُ بَعْدَ قُدُوْمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ تَاَثَّمْتُ مِنْ ذٰلِكَ فَاَتَيْتُ اَهْلَهُ فَاَخْبَرْتُهُمُ الْخَبَرَ وَاَدَّيْتُ اِلَيْهِمْ خَمْسَ مِائَةِ دِرْهَمٍ وَّاَخْبَرْتُهُمْ اَنَّ عِنْدَ صَاحِبِىْ مِثْلَهَا فَاَتَوْا بِهِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهُمُ الْبَيِّنَةَ فَلَمْ يَجِدُوْا فَاَمَرَهُمْ اَنْ يَّسْتَحْلِفُوْهُ بِمَا يُقْطَعُ بِهِ عَلٰى اَهْلِ دِيْنِهِ فَحَلَفَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ (يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ) اِلٰى قَوْلِهِ (اَوْ يَخَافُوْا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ) فَقَامَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ وَرَجُلٌ اٰخَرُ فَحَلَفَا فَنُزِعَتِ الْخَمْسُ مِائَةِ دِرْهَمٍ مِّنْ عَدِىِّ بْنِ بَدَّاءٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَّلَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِصَحِيْحٍ

توضیحِ راوی: وَّاَبُو النَّضْرِ الَّذِىْ رَوٰى عَنْهُ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ هٰذَا الْحَدِيْثَ هُوَ عِنْدِىْ مُحَمَّدُ بْنُ السَّائِبِ الْكَلْبِىُّ يُكْنٰى اَبَا النَّضْرِ وَقَدْ تَرَكَهُ اَهْلُ الْعِلْمِ بِالْحَدِيْثِ وَهُوَ صَاحِبُ التَّفْسِيْرِ

قولِ امام بخاری: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ يَقُوْلُ مُحَمَّدُ بْنُ السَّائِبِ الْكَلْبِىُّ يُكْنٰى اَبَا النَّضْرِ وَلَا نَعْرِفُ لِسَالِمٍ اَبِى النَّضْرِ الْمَدَنِىِّ رِوَايَةً عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ مَّوْلٰى اُمِّ هَانِئٍ وَّقَدْ رُوِىَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ شَىْءٌ مِّنْ هٰذَا عَلَى الْاِخْتِصَارِ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ

◄► حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اس آیت کے بارے میں یہ بات نقل کرتے

ہیں:

''(ارشاد باری تعالیٰ ہے) اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی ایک کو موت آ جائے' تو تمہارے درمیان گواہی کا حکم ہے۔''

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میرے اور عدی بن بداء کے علاوہ سب لوگ اس سے بری ہو گئے۔ (راوی بیان کرتے ہیں:) یہ دونوں حضرات اسلام قبول کرنے سے پہلے عیسائی تھے' اور شام آیا جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ یہ دونوں حضرات تجارت کی غرض سے شام گئے ہوئے تھے، وہاں بنو ہاشم کا غلام ان دونوں کے پاس آیا، اس کا نام بدیل بن ابومریم تھا۔ وہ تجارت کی غرض سے آیا تھا، اس کے پاس چاندی کا بنا ہوا ایک مرتبان تھا، وہ یہ چاہتا تھا کہ بادشاہ کو یہ برتن پیش کرے' کیونکہ یہ اس کے سامان تجارت میں سب سے بڑی چیز تھی لیکن وہ غلام بیمار ہو گیا' تو اس نے ان دونوں حضرات کو یہ تلقین کی' یعنی وصیت کی اور یہ کہا: وہ جو کچھ چھوڑ کر جائے گا وہ اس کے مالکوں تک پہنچا دیں۔ حضرت تمیم داری بیان کرتے ہیں، جب اس غلام کا انتقال ہو گیا' تو ہم نے اس برتن کو ایک ہزار درہم میں بیچ دیا اور وہ رقم آپس میں تقسیم کر لی پھر واپس آ کر ہم نے وہ سامان اس کے اصل مالکوں تک پہنچا دیا لیکن اس سامان میں پیالہ نہیں تھا۔ انہوں نے ہم سے اس پیالے کے بارے میں دریافت کیا: تو ہم نے کہا: اس مرحوم نے تو یہی کچھ چھوڑا تھا۔ اس نے اس کے علاوہ ہمیں اور کوئی چیز نہیں دی تھی۔

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ آنے کے بعد جب میں نے اسلام قبول کیا' تو میں نے اپنے گناہ کا ازالہ کرنا چاہا۔ میں اس غلام کے مالکوں کے گھر گیا' انہیں یہ ساری بات بتائی اور انہیں پانچ سو درہم دے کر یہ بھی بتا دیا کہ میرے ساتھی کے پاس بھی اتنی ہی رقم ہے' تو وہ لوگ عدی کو لے کر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے گواہ طلب کیے مگر وہ ان کے پاس نہیں تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہدایت کی: عدی سے اس کے دین کی سب سے عظیم ترین چیز کی قسم لے لیں۔ تو عدی نے قسم اٹھالی تو اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

''اے ایمان والو! تمہارے درمیان گواہی ہونی چاہیے۔''

تو عمرو بن عاص اور ایک اور صاحب کھڑے ہوئے' اور انہوں نے گواہی دی کہ وہ پیالہ بدیل کے پاس تھا اور عدی نے جھوٹ کہا ہے' تو عدی بن بداء سے زبردستی پانچ سو درہم لیے گئے۔

یہ ''حدیث غریب'' ہے۔ اس کی سند صحیح نہیں ہے۔ اس روایت کو محمد بن اسحاق کے حوالے سے نقل کرنے والے راوی ابونضر کا نام محمد سائب کلبی ہے۔ اہل علم نے ان سے احادیث روایت کرنا ترک کر دیا تھا۔ یہ صاحب تفسیر کے بڑے ماہر ہیں۔

میں نے امام بخاری کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے' محمد بن سائب کی کنیت ابونضر ہے۔

ہمارے علم کے مطابق سالم ابونضر نے ابوصالح جوام ہانی کے غلام ہیں' ان سے کوئی روایت نقل نہیں کی ہے۔

یہی روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' اس سے مختصر طور پر دوسری سند کے ہمراہ منقول ہے۔

2986 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ عَنِ ابْنِ اَبِي زَائِدَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِي الْقَاسِمِ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ اَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متن حدیث: خَرَجَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ سَهْمٍ مَعَ تَمِیْمِ الدَّارِیِّ وَعَدِیِّ بْنِ بَدَّاءٍ فَمَاتَ السَّهْمِیُّ بِاَرْضٍ لَّیْسَ فِیْهَا مُسْلِمٌ فَلَمَّا قَدِمْنَا بِتَرِكَتِهِ فَقَدُوْا جَامًا مِّنْ فِضَّةٍ مُّخَوَّصًا بِالذَّهَبِ فَاَحْلَفَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ وُجِدَ الْجَامُ بِمَكَّةَ فَقِیْلَ اشْتَرَیْنَاهُ مِنْ عَدِیٍّ وَّتَمِیْمٍ فَقَامَ رَجُلَانِ مِنْ اَوْلِیَاءِ السَّهْمِیِّ فَحَلَفَا بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَا اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَاَنَّ الْجَامَ لِصَاحِبِهِمْ قَالَ وَفِیْهِمْ نَزَلَتْ (یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَیْنِكُمْ)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ وَّهُوَ حَدِیْثُ ابْنِ اَبِیْ زَائِدَةَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، بنوسہم سے تعلق رکھنے والا ایک شخص حضرت تمیم داری اور عدی بن بداء کے ہمراہ روانہ ہوا۔ راستے میں ایک ایسی جگہ پر اس سہمی شخص کا انتقال ہو گیا جہاں کوئی مسلمان نہیں تھا۔ جب بقیہ دونوں صاحبان اس کا ترکہ لے کر آئے تو اس میں چاندی کا بنا ہوا ایک برتن نہیں تھا جس پر سونے کا کام ہوا تھا' تو نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں سے قسم لی۔ بعد میں وہ برتن مکہ میں مل گیا' تو بتایا گیا کہ ہم نے تو یہ برتن تمیم اور عدی سے خریدا ہے۔ تو اس سہمی شخص کے پسماندگان میں سے دو آدمی اٹھے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم اٹھاتے ہوئے کہا: ہماری شہادت ان دونوں کی شہادت کے مقابلے میں (ثابت ہونے کی زیادہ حقدار ہے) اور یہ برتن ان کے ساتھی کا ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں، ان لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

''اے ایمان والو! تمہارے درمیان گواہی ہونی چاہیے۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے' اور یہ وہ حدیث ہے' جو ابن ابی زائدہ کے حوالے سے' منقول ہے۔

شرح

غیر مسلم وصی کی قسم کے مطابق کیے ہوئے فیصلہ کے خلاف خیانت نمایاں ہونے پر فیصلہ ورثاء کی قسموں سے تبدیل ہو جائے گا

ارشاد خداوندی ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَیْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِیْنَ الْوَصِیَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَیْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِیْبَةُ الْمَوْتِ ؕ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَیُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِیْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰی ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِیْنَ ۝ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰۤی اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّاۤ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ یَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِیْنَ اسْتَحَقَّ عَلَیْهِمُ الْاَوْلَیٰنِ فَیُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَاۤ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَیْنَاۤ ۖ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ ذٰلِكَ

2986- اخرجه البخاری (۴۸۰/۵): كتاب الوصايا: باب: قول الله عزوجل (يايها الذين امنوا شهدة بينكم) (المائدة: ۱۰۶)، حديث (۲۷۸۰)، و ابوداؤد (۳۳۱/۲): كتاب الاقضية: باب: شهادة اهل الذمة و من الوصية من السفر، حديث (۳۶۰۵).

اَدْنٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَآ اَوْ يَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌ ۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ (المائدہ:۱۰۶تا۱۰۸)

''اے ایمان والو! تمہاری آپس کی گواہی جب تم میں کسی کو موت آئے وصیت کرتے وقت تم میں سے دو معتبر شخص ہیں یا غیروں میں سے دو جب تم ملک میں سفر کو جاؤ پھر تمہیں موت کا حادثہ پہنچے، ان دونوں کو نماز کے بعد روکو وہ اللہ کی قسم کھائیں اگر تمہیں کچھ شک پڑے، ہم حلف کے بدلے کچھ مال نہ خریدیں گے اگرچہ قریب کا رشتہ دار ہو اور اللہ کی گواہی نہ چھپائیں گے، ایسا کریں تو ہم ضرور گناہگاروں میں ہیں۔ پھر اگر پتہ چلے کہ وہ کسی گناہ کے سزاوار ہوئے تو ان کی جگہ دو اور کھڑے ہوں ان میں سے کہ اس گناہ یعنی جھوٹی گواہی نے ان کا حق لے کر ان کو نقصان پہنچاؤ جو میت سے زیادہ قریب ہوں تو اللہ کی قسم کھائیں کہ ہماری گواہی زیادہ ٹھیک ہے ان دو کی گواہی سے اور ہم حد سے نہ بڑھے، ایسا ہو تو ہم ظالموں میں ہوں۔ یہ قریب تر ہے اس سے کہ گواہی جیسی چاہیے ادا کریں یا ڈریں کہ کچھ قسمیں رد کر دی جائیں ان کی قسموں کے بعد اور اللہ سے ڈرو اور حکم سنو اور اللہ بے حکموں کو راہ نہیں دیتا''۔

ان آیات کا شان نزول احادیث باب میں بیان کیا گیا ہے، ان کا اختصار یہ ہے کہ قبیلہ بنو سہم کا ایک شخص حضرت بدیل بن ابی مریم رضی اللہ عنہ اپنا تجارتی سامان لے کر ملک شام پہنچا، اس وقت وہاں تمیم داری اور عدی بن بداء بھی موجود تھے۔ سہمی کا اچانک انتقال ہو گیا اس کے سامان میں چاندی کا ایک پیالہ تھا جس پر سونے کا کام کیا گیا تھا۔ تمیم داری اور عدی دونوں نے پیالہ ایک ہزار درہم میں فروخت کر کے دونوں نے رقم باہم تقسیم کر لی۔ پھر دونوں حضرت بدیل رضی اللہ عنہ کا سامان لے کر مدینہ آئے اور ورثاء کو مرحوم کا سامان فراہم کیا گیا تو اس میں چاندی کا پیالہ موجود نہیں تھا' کیونکہ مرحوم نے اپنے تمام سامان کی لسٹ بنا کر سامان میں رکھ دی تھی۔ ورثاء نے لسٹ کے مطابق سامان چیک کیا تو پیالہ موجود نہیں تھا۔ یہ مسئلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے دونوں آدمیوں سے حلف لیا جبکہ ورثاء کی کوششوں سے مکہ معظمہ سے پیالہ دستیاب ہو گیا اور متعلقہ لوگوں نے کہا: ہم نے یہ پیالہ تمیم داری اور عدی بن ابی مریم سے خریدا ہے۔ اس پر سہمی کے ورثاء میں سے دو شخص کھڑے ہوئے اور انہوں نے قسم کھائی اور کہا: ہماری قسم زیادہ معتبر ہے' کیونکہ سامان ہمارے قریشی شخص کا تھا، لہٰذا ہم زیادہ حقدار ہیں۔ اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

(۱) حضرت بدیل بن ابی مریم رضی اللہ عنہ نے وصال سے قبل اپنے سامان کی لسٹ تیار کر کے اپنے سامان میں رکھ دی تھی تاکہ جب یہ امانت ورثاء کے پاس پہنچے تو اس کے مطابق وہ سامان وصول کر سکیں۔ تمیم اور عدی نے سامان سے پیالہ نکال لیا لیکن لسٹ پر ان کی نظر نہ پڑی۔ ورثاء کو سامان پیش کیا گیا تو پیالہ موجود نہیں تھا' کیونکہ لسٹ میں پیالہ درج تھا۔ تمیم و عدی سے پیالہ کے بارے میں دریافت کرنے پر انہوں نے انکار کیا اور ساتھ ہی اپنے آپ کو سچا ثابت کرنے کے لیے قسمیں کھائیں تو فیصلہ ان کے حق میں کر دیا گیا۔ اس موقع پر پہلی آیت نازل ہوئی۔ جب پیالہ دستیاب ہوا اور صورت حال سامنے آئی تو دوسری اور تیسری آیات نازل ہوئیں۔ ورثاء کی قسموں کے بعد دوسرا فیصلہ کر دیا گیا۔

(۲) شرعی نقطہ نظر سے کسی بھی معاملہ میں گواہ مدعی کے ذمہ ہوتے ہیں اور منکر پر قسم لازم ہوتی ہے۔ اس مسئلہ میں ورثاء کے

پاس چونکہ گواہ موجود نہیں تھے جبکہ تمیم وعدی نے اپنے آپ کو خیانت سے پاک وصاف ثابت کرنے کے لیے قسمیں کھائیں۔ مکہ کے سنار سے چاندی کا پیالہ دستیاب ہونے پر ان سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب میں کہا: ہم نے مرحوم سے پیالہ خرید لیا تھا اور ہم نے پہلے خریدنے کا ذکر اس لیے نہیں کیا تھا کہ ہمارے پاس خریدنے کے گواہ موجود نہیں تھے جبکہ ورثاء نے بیع کا انکار کیا' کیونکہ ان کے پاس لسٹ بطور دلیل موجود تھی۔ تاہم ان کے پاس گواہ نہیں تھے جس پر انہوں نے قسمیں کھائیں تو فیصلہ ان کے حق میں کر دیا گیا۔

سوال: آیات واحادیث میں بیان کردہ مسئلہ میں غیر مسلموں کی طرف سے کیونکہ اس زمانہ میں تمیم وعدی دونوں عیسائی تھے) خیانت وگڑ بڑ ثابت ہوتی ہے۔ دریافت طلب یہ بات ہے کہ اگر ایسی خیانت کسی مسلمان کی طرف سے ہوتو اس کا کیا حکم ہوگا؟

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ کسی مسلمان سے ایسی خیانت یا گڑبڑ متوقع نہیں ہے۔ اگر غلطی سے کسی مسلمان سے ایسی حرکت سرزد ہو جائے تو اس کا فیصلہ اجتہاد کے دائرہ میں رہتے ہوئے کیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

2987 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ قَزَعَةَ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ حَبِيبٍ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ خِلَاسِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: اُنْزِلَتِ الْمَائِدَةُ مِنَ السَّمَآءِ خُبْزًا وَّلَحْمًا وَّاُمِرُوْا اَنْ لَّا يَخُونُوْا وَلَا يَدَّخِرُوْا لِغَدٍ فَخَانُوْا وَادَّخَرُوْا وَرَفَعُوْا لِغَدٍ فَمُسِخُوا قِرَدَةً وَّخَنَازِيْرَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

اختلافِ سند: قَدْ رَوَاهُ اَبُوْ عَاصِمٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِیْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ خِلَاسٍ عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ مَوْقُوفًا وَّلَا نَعْرِفُهٗ مَرْفُوْعًا اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ الْحَسَنِ بْنِ قَزَعَةَ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ حَبِيبٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِیْ عَرُوْبَةَ نَحْوَهٗ وَلَمْ يَرْفَعْهُ وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ الْحَسَنِ بْنِ قَزَعَةَ وَلَا نَعْلَمُ لِلْحَدِيْثِ الْمَرْفُوْعِ اَصْلًا

◆◆ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: آسمان سے ایسا دسترخوان نازل کیا گیا جس پر روٹی اور گوشت موجود تھے۔ ان لوگوں کو یہ حکم دیا کہ وہ اس میں خیانت نہ کریں اور اسے کل کے لیے سنبھال کر نہ رکھیں لیکن ان لوگوں نے اس میں خیانت کی اور اسے اگلے دن کے لیے بھی سنبھال کر رکھ لیا جس کے نتیجے میں ان کے چہرے مسخ کر کے ان کی شکلیں بندروں اور خنزیروں کی شکل میں تبدیل کر دی گئیں۔

اس روایت کو ابوعاصم اور دیگر راویوں نے سعید بن ابوعروبہ کے حوالے سے' قتادہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' خلاس کے حوالے سے' حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے ''موقوف'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

یہ روایت حسن نامی راوی کی نقل کردہ روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔ ہمارے علم کے مطابق اس روایت کے ''مرفوع'' ہونے کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

شرح

حواریوں پر مائدہ کا نزول ہونا:

ارشاد ربانی ہے:

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مَعَكُمْ ۭ لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْھٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰي خَآىِٕنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۠ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰي يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۭ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَاۗءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۭ قَدْ جَاۗءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝ (المائدہ: ۱۲ تا ۱۵)

''اور بیشک اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ہم نے ان میں بارہ سردار قائم کیے اور اللہ نے فرمایا بیشک میں تمہارے ساتھ ہوں ضرور اگر تم نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی تعظیم کرو اور اللہ کو قرض حسنہ دو بیشک میں تمہارے گناہ اتار دوں گا اور ضرور تمہیں باغوں میں لے جاؤں گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں۔ پھر اس کے بعد جو تم میں سے کفر کرے گا وہ ضرور سیدھی راہ سے بہکا۔ تو ان کی کسی بدعہدیوں پر ہم نے انہیں لعنت کی اور ان کے دل سخت کر دیئے، اللہ کی باتوں کو ان کے ٹھکانوں سے بدلتے ہیں اور بھلا بیٹھے بڑا حصہ ان نصیحتوں کا جو انہیں دی گئیں۔ اور تم ہمیشہ ان کی ایک نہ ایک دغا پر مطلع ہوتے رہو گے سوا تھوڑوں کے تو انہیں معاف کر دو اور ان سے درگزر کرو۔ بیشک احسان کرنے والے اللہ کو محبوب ہیں اور جنہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نصاریٰ ہیں ہم نے ان سے عہد لیا تو وہ بھلا بیٹھے بڑا حصہ ان نصیحتوں کا جو انہیں دی گئیں، تو ہم نے ان کے آپس میں قیامت کے دن تک بیر اور بغض ڈال دیا اور عنقریب اللہ انہیں بتا دے گا جو کچھ کرتے تھے۔ اے کتاب والو! بیشک تمہارے پاس یہ رسول تشریف لائے کہ تم پر ظاہر فرماتے ہیں بہت سی وہ چیزیں جو تم نے کتاب میں چھپا ڈالی تھیں اور بہت سی معاف فرماتے ہیں۔ بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب''۔

ان آیات کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے کہ بنی اسرائیل نے اپنے مشہور نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا: کیا اللہ تعالیٰ ہمارے لیے آسمان سے کھانے کا دسترخوان اتار سکتا ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تم لوگ اگر ایمان دار ہو تو اللہ تعالیٰ کو نہ آزماؤ اور مجھ سے معجزہ کا مطالبہ نہ کرو۔ انہوں نے کہا یہ مطالبہ کر کے نہ تو ہم اللہ تعالیٰ کو آزماتے ہیں اور نہ آپ سے معجزہ طلب

کرتے ہیں بلکہ ہمارا مقصد اپنے آپ کو مطمئن کرنا ہے۔ اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا کی: اے پروردگار! تو ہمارے لیے آسمان سے کھانوں کا دسترخوان نازل کردے کہ وہ ہمارے لیے اور ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لیے عید کا دن قرار پائے اور تیری طرف سے میری حقانیت وصداقت کی علامت ہو۔ اس کے بعد منکرین پر ایسا عذاب نازل کر کہ اس جیسا عذاب کسی قوم پر نازل نہ کیا گیا ہو۔

سوال یہ ہے کہ پھر مائدہ اترا تھا یا نہیں؟ اس بارے میں مفسرین کے دو اقوال ہیں: ایک قول کے مطابق خوان نعمت نازل ہوا تھا اور بنی اسرائیل اس سے خوب لطف اندوز ہوئے تھے۔ بالآخر انہوں نے عام کھانے کا مطالبہ کر دیا تھا۔ دوسرے قول کے مطابق مائدہ نازل نہیں ہوا تھا۔ حضرت امام حسن بصری اور حضرت امام مجاہد رحمہما اللہ تعالیٰ بھی نزول خوان کا انکار کرتے ہیں۔ اس بارے میں جمہور مفسرین ومحدثین کا اتفاق ہے کہ بنی اسرائیل پر مائدہ نازل کیا گیا تھا جو روٹی اور گوشت پر مشتمل تھا' کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ہیں، آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور نزول مائدہ کی دعا کی تھی اور یہ بعید از عقل ہے کہ نبی علیہ السلام دعا کریں اور اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو قبول نہ فرمائے۔ نزول مائدہ کے وقت بنی اسرائیل کو ہدایت کی گئی تھی کہ تم نے خیانت نہیں کرنی اور دوسرے دن کے لیے ذخیرہ نہیں کرنا ہے لیکن یہ قوم بڑی نافرمان تھی، انہوں نے خیانت کی اور دوسرے دن کے لیے ذخیرہ کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں سزا یہ دی گئی کہ ان کی شکلیں بندروں اور خنزیروں کی بنادی گئیں۔

2988 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِیْنَارٍ عَنْ طَاوُوسٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ

متنِ حدیث: قَالَ یُلَقَّی عِیْسٰی حُجَّتَهٗ فَلَقَّاهُ اللّٰهُ فِیْ قَوْلِهٖ (وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ یَا عِیْسٰی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ) قَالَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَقَّاهُ اللّٰهُ (سُبْحَانَكَ مَا یَكُوْنُ لِیْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ) الْاٰیَةَ كُلَّهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، (اللہ تعالیٰ) قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دلیل سکھائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں اسی بات کی وضاحت کی گئی ہے۔"

"جب اللہ تعالیٰ یہ فرمائے گا: اے عیسیٰ بن مریم کیا تم نے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر مجھے اور میری ماں دونوں کو معبود بنالو۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے یہ بات نقل کی ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ انہیں یہ جواب القاء کرے گا (تم یہ کہو) تو پاک ہے' مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے کہ میں ایسی بات کہوں جس کا مجھے حق نہیں ہے۔"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

اللہ کی طرف سے قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال اور اس کا جواب:

ارشاد خداوندی ہے:

وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَ اُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَاۤ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۞ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَاۤ اَمَرْتَنِيْ بِهٖۤ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبَّكُمْ ۚ وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَ اَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۞ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۞

(المائدہ:۱۱۶تا۱۱۸)

”اور جب اللہ فرمائے گا اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو دو خدا بنالو اللہ کے سوا؟ عرض کرے گا: پاکی ہے تجھے مجھے روا نہیں کہ وہ بات کہوں جو مجھے نہیں پہنچتی اور اگر میں نے ایسا کہا ہو تو ضرور تجھے معلوم ہوگا، تو جانتا ہے جو میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہے۔ بیشک تو ہی ہے سب غیبوں کا خوب جاننے والا، میں نے تو ان سے نہ کہا مگر وہی جو تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب اور تمہارا بھی رب۔ میں ان پر مطلع تھا جب تک میں ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا تو تو ہی ان پر نگاہ رکھتا تھا اور ہر چیز تیرے سامنے حاضر ہے۔ اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہے“۔

ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتوں کے سامنے انبیاء علیہم السلام سے سوالات ہوں گے اور وہ اپنی اپنی امتوں کے سامنے جواب دیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہ سوال ہوگا کہ بے شمار لوگوں نے آپ کو معبود قرار دے رکھا تھا، تو آپ نے انہیں تعلیم دی تھی کہ میں اور میری والدہ دونوں معبود ہیں؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے یہ جواب دیا جائے گا: اے پروردگار! تو معبودِ حقیقی ہے، تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے تو پھر میں شریک بنانے کی قابل نفرت حرکت کیسے کرسکتا تھا؟ اگر میں نے ایسی بات کی ہوتی تو وہ تیرے علم میں ہوتی' کیونکہ تو ان امور کو بھی جانتا ہے جو میرے دل میں ہیں جبکہ میں انہیں ذاتی طور پر نہیں جانتا۔ تاہم میں نے تو لوگوں کو وہی بات کہی تھی جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ معبودِ حقیقی ہے، تم اسی کی عبادت کرو جو میرا پروردگار ہے اور تمہارا بھی۔ میں ان کے احوال سے مطلع رہا جب تک ان میں موجود رہا یعنی میری موجودگی میں لوگوں نے نہ مجھے معبود قرار دیا تھا اور نہ میری والدہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو۔ جب تو نے مجھے زمین سے اٹھالیا تو تو ہی ان کا نگہبان تھا، انہوں نے مجھے اور میری والدہ کو معبود قرار دے لیا تھا۔ اے پروردگار! اگر تو انہیں معاف کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں عذاب دے تو زبردست حکمت کا مالک ہے۔

سوال: یہ سوال و جواب قرآن کریم میں بیان کرنے کا مقصد کیا ہے؟
جواب: قرآن کریم میں یہ سوال و جواب بیان کرنے کے دو مقاصد ہیں:
(۱) نصاریٰ (عیسائیوں) کو اس بات سے خبردار کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ معبود حقیقی ہے اور وہ بیوی اور اولاد سے پاک ہے۔لہٰذا تم جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس کا بیٹا قرار دے کر معبود اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو اس کی بیوی قرار دے کر معبود ہونے کا عقیدہ رکھتے ہو یہ درست نہیں ہے۔لہٰذا اس نظریہ سے اظہار برأت ضروری ہے۔
(۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جواب دنیا میں بیان کرنے سے عیسائی حضرات کو اس بات سے متنبہ کرنا مقصود ہے کہ وہ قیامت کے دن کی ذلت و خواری سے بچنے کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ہرگز ہرگز معبود نہ مانیں بلکہ اس سے تائب ہو کر محض اللہ تعالیٰ کو معبود حقیقی ہونے کا عقیدہ رکھیں اور اسلام کے دامن سے وابستہ ہو جائیں تا کہ انہیں دارین میں کامیابی حاصل ہو سکے۔
فائدہ نافعہ: ان آیات اور حدیث باب میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی نہیں دی گئی بلکہ انہیں دشمنوں سے بچانے کے لیے آسمان پر اٹھالیا گیا، آج بھی آسمان چہارم پر تشریف فرما ہیں۔قرب قیامت میں آپ آسمان سے نزول فرمائیں گے، شریعت محمدیہ کے مطابق زندگی گزاریں گے، نکاح فرمائیں گے، اولاد ہوگی اور وصال ہوگا۔پھر روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مدفون ہوں گے۔زمین میں نزول کے بعد آپ قرآن کا مطالعہ کریں گے اور قیامت کے دن ان سے کیے جانے والے سوال اور اپنے جواب سے مطلع ہو جائیں گے۔
سوال: اللہ تعالیٰ قلب سے پاک ہے تو پھر اس کے لیے "دل" کا لفظ کیوں استعمال کیا گیا ہے؟
جواب: بلاشبہ اللہ تعالیٰ "دل" سے پاک ہے لیکن یہاں مشابہت، مشاکلت کے لیے استعمال کی گئی ہے یعنی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے "نفس" استعمال ہوا تو اللہ تعالیٰ کے لیے بھی یہی لفظ بطور استعارہ ومجاز استعمال کیا گیا ہے۔
فائدہ نافعہ: ہم اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام تلامیذ الٰہی ہیں، وہ ذاتی طور پر کچھ بھی نہیں جانتے مگر اللہ تعالیٰ کی عطاء سے سب کچھ جانتے ہیں یعنی ان کا علم عطائی ہے جبکہ اللہ کا علم حقیقی وذاتی ہے۔اس طرح دونوں علموں کے درمیان زمین وآسمان کا فرق ہے، لہٰذا اسے شرک قرار دینا جہالت و بے دینی ہے۔

2989 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ حُيَيٍّ عَنْ اَبِىْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو

آثارِ صحابہ: قَالَ اٰخِرُ سُوْرَةٍ اُنْزِلَتِ الْمَآئِدَةُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

آثارِ صحابہ: وَّرُوِىَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ قَالَ اٰخِرُ سُوْرَةٍ اُنْزِلَتْ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ بَعْدَ الْمَآئِدَةِ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، سب سے آخر میں نازل ہونیوالی سورت سورۃ المائدہ ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ بات نقل کی گئی ہے کہ سب سے آخر میں نازل ہونیوالی سورت سورۃ الفتح ہے۔ یہ سورۂ مائدہ کے بعد نازل ہوئی۔

شرح

نزول کے اعتبار سے قرآن کریم کی آخری سورۃ:

آیات کے اعتبار سے سب سے پہلے سورۃ علق کی پہلی تین آیات اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝ الخ پہلی وحی کے طور پر نازل ہوئیں۔ سورتوں کے اعتبار سے سورۃ المدثر، سورۃ الفاتحہ اور سورۃ المطففین بالترتیب نازل ہوئیں۔ نازل ہونے والی سب سے آخری آیت کے بارے میں مختلف اقوال ہیں:

(۱) اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا بروایت مشہور۔

(۲) يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ (النساء) بروایت حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ

(۳) وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ (البقرہ:۲۸۱) بروایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔

نزول کے اعتبار سے قرآن کریم کی آخری سورۃ کون سی ہے؟ اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق دو اقوال ہیں:

(۱) آخری نازل ہونے والی سورۃ مائدہ ہے۔

(۲) آخری نازل ہونے والی سورۃ نصر ہے۔

دوسرا قول زیادہ معتبر اور حقیقت کے قریب ترین ہے۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الْاَنْعَامِ

باب 7: سورۃ انعام سے متعلق روایات

2990 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ نَاجِيَةَ بْنِ كَعْبٍ عَنْ عَلِيٍّ

متنِ حدیث: اَنَّ اَبَا جَهْلٍ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّا لَا نُكَذِّبُكَ وَلٰكِنْ نُكَذِّبُ بِمَا جِئْتَ بِهٖ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى (فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ)

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ نَاجِيَةَ اَنَّ اَبَا جَهْلٍ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ نَحْوَهٗ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ عَلِيٍّ وَهٰذَا اَصَحُّ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ابوجہل نے نبی اکرم ﷺ سے کہا: ہم آپ ﷺ کو جھوٹا قرار نہیں دیتے، ہم اس

چیز کی تکذیب کرتے ہیں' جو آپ ﷺ لے کر آئے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت نازل کی:

''بے شک یہ لوگ تمہاری تکذیب نہیں کرتے، بلکہ یہ ظالم اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔''

یہی روایت ایک اور سند کے حوالے سے' ابواسحاق کے کے حوالے سے ناجیہ کے حوالے سے' منقول ہے۔

''ابوجہل نے نبی اکرم ﷺ سے کہا'': اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔ اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کا تذکرہ نہیں ہے' اور یہ روایت زیادہ مستند ہے۔

شرح

اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی و تشفی دیئے جانا:

سورۃ الانعام بیس (۲۰) رکوعات، ۱۶۵ آیات، ۳۶۲۵ کلمات اور ۱۴۳۱۰ حروف پر مشتمل ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝

(الانعام: ۳۳)

''بیشک ہم اس بات سے آگاہ ہیں کہ ان کی باتیں آپ کو پریشان کرتی ہیں، وہ آپ کی تکذیب نہیں کرتے ہیں بلکہ یہ ظالم دراصل اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں''۔

اس آیت کا شان نزول حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے کہ اعلان نبوت کے بعد جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ اسلام کا سلسلہ شروع کیا تو رؤساء و مشرکین مکہ آپ کا تمسخر اڑاتے اور آپ کی ہر بات کی تکذیب کرتے۔ ان ظالم لوگوں میں سے ابوجہل تکذیب و عداوت میں پیش پیش تھا۔ ابوجہل نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: ہم لوگ آپ کی تکذیب نہیں کرتے بلکہ ان امور کی تکذیب کرتے ہیں جو ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اس موقع پر متعدد آیات مبارکہ نازل کی گئیں جن میں سے ایک یہ آیت بھی تھی۔ ان آیات میں دشمنوں سے پیش آنے والی پریشان کن صورتحال کے بارے میں تسلی و تشفی دی گئی ہے کہ اے محبوب! آپ کو پریشان نہیں ہونا چاہیے، یہ باطل پرست لوگ آپ کی تکذیب نہیں کرتے بلکہ حقیقت میں ہمارے احکام کی تکذیب کرتے ہیں' کیونکہ آپ حقانیت کے ترجمان اور ہمارے مبعوث کردہ ہیں۔

اس واقعہ کی تفصیل دوسری روایت میں یوں بیان کی گئی ہے کہ ایک دفعہ کفار قریش کے دو مشہور سرداروں ابوجہل اور اخنس بن شریق کی ملاقات ہوئی۔ اس موقع پر اخنس نے ابوجہل سے کہا کہ اس وقت ہمارے سوا تیسرا شخص موجود نہیں ہے، آپ مجھے سچ سچ بتائیں کہ محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں یا نہیں؟ اس پر ابوجہل نے قسم کھا کر کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں مگر ہمارے انکار کی وجہ یہ ہے کہ قبیلہ قریش کی ایک شاخ بنوقصی میں تمام خوبیاں جمع ہو جائیں اور قبیلہ قریش اس سے محروم رہ جائے تو یہ امر ہمارے لیے ناقابل برداشت ہے' کیونکہ حجاج کو پانی پلانے، بیت اللہ کی تولیت اور کلید برداری کا اعزاز ان کے پاس ہے۔ پھر اب اگر ہم نبوت بھی ان کی تسلیم کر لیں تو قریش کے پاس کیا چیز باقی رہ جاتی ہے؟ گویا کفار قریش اور مشرکین مکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت و صداقت کا انکار نہیں کرتے تھے بلکہ آیات باری تعالیٰ کا انکار کرتے تھے۔

2991 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ

متنِ حدیث: لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعُوْذُ بِوَجْهِكَ فَلَمَّا نَزَلَتْ (اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَاتَانِ اَهْوَنُ اَوْ هَاتَانِ اَيْسَرُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی:

''تم فرمادو! وہ اس بات کی قدرت رکھتا ہے کہ تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے کی طرف سے تم پر عذاب بھیج دے۔''

تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں تیری ذات کی پناہ مانگتا ہوں۔

جب یہ آیت نازل ہوئی:

''یا وہ تمہیں گروہوں میں تقسیم کردے یا ایک دوسرے سے لڑا دے۔''

تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ دونوں ہلکے عذاب ہیں (راوی کو شک ہے) شاید یہ الفاظ ہیں: یہ دونوں آسان ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2992 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ اَبِیْ بَكْرِ بْنِ اَبِیْ مَرْيَمَ الْغَسَّانِيِّ عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ

متنِ حدیث: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ (قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ) فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا اِنَّهَا كَائِنَةٌ وَّلَمْ يَاْتِ تَاْوِيْلُهَا بَعْدُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے یہ بات نقل کرتے ہیں (ارشاد باری تعالیٰ ہے:)

''تم یہ فرمادو! وہ اس بات کی قدرت رکھتا ہے کہ تمہارے اوپر کی طرف سے یا تمہارے نیچے کی طرف سے تمہارے اوپر عذاب نازل کرے۔''

تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''یہ ہوگا کیونکہ اس کے بعد اس کی تاویل (یعنی اس حکم کو منسوخ قرار دینے کا حکم) نہیں آئی''۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

2991۔ اخرجه البخاری (۱٤۱/۸): کتاب التفسیر: باب: (قل هو القادر علی ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم) (الانعام: ٦٥)، حدیث (٤٦٢٨) طرفاه فی (۷۳۱۳، ۷٤۰٦)، واحمد (۳۰۹/۳)، والحمیدی (۵۳۰/۲)، حدیث (۱۲۵۹)۔

2992۔ اخرجه احمد (۱۷۰/۱)۔

شرح

کفار کے حق میں نازل شدہ آیت کا حکم عام ہونا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّ يُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ (الانعام:۶۵)

''آپ فرما دیں اللہ اس پر قادر ہے کہ کوئی عذاب تمہارے اوپر سے اتار دے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے بھیج دے یا تمہیں گروہوں کی شکل میں باہم لڑا دے اور تمہارے بعض کے ہاتھوں سے بعض کو سختی کا مزا چکھا دے''۔

یہ آیت کفار کے حق میں نازل ہوئی ہے لیکن احادیث باب سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کا حکم عام ہے جو مسلمانوں کو بھی شامل ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں''۔ آپ کی اس دعا سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار کی طرح یہ عذاب مسلمانوں پر بھی نازل ہوسکتا ہے۔ تاہم ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کی دعا کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کوئی بھی عذاب نازل نہ فرمائے تو اس کی مشیت ہے۔

اس سلسلے میں ایک دوسری حدیث بھی موجود ہے، جس کا اختصار یہ ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں چل رہے تھے کہ مسجد بنی معاویہ کے پاس سے گزرے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے اور دو رکعت نماز ادا کی پھر ہم نے بھی دو رکعت نماز ادا کی۔ اس موقع پر آپ دعا میں مصروف ہو گئے اور تا دیر دعا کرتے رہے۔ آپ نے فرمایا: میں نے اللہ تعالیٰ سے تین دعائیں مانگی ہیں، دو قبول کر لی گئی ہیں اور تیسری سے روکا گیا ہوں۔ قبول شدہ دو دعائیں یہ ہیں:

(۱) اے اللہ! میری امت کو غرقاب نہ کیا جائے۔

(۲) میری امت کو قحط سالی اور بھوک سے ہلاک نہ کیا جائے۔ تیسری دعا جس سے روکا گیا ہے، وہ یہ ہے: اے اللہ! میری امت کو باہم جنگ و جدال سے ہلاک نہ کیا جائے۔

دوسری حدیث باب سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت مذکور میں بیان کردہ پہلے دو عذاب ابھی تک نازل نہیں ہوئے اور ان کا وقوع یقینی ہے جو کسی وقت بھی آسکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عالم اسلام کو ان سے محفوظ رکھے۔

2993 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ اَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

2993۔ اخرجه البخاری (۱/۱۰۹): کتاب الایمان: باب: ظلم دون ظلم، حدیث (۳۲)، و اطرافه فی (۳۳۶۰، ۳۴۲۸، ۳۴۲۹، ۴۷۷۶، ۶۹۱۸، ۶۹۳۷)؛ و مسلم (۱/۳۹۰ - الابی): کتاب الایمان: باب: صدق الایمان و اخلاصه، حدیث (۱۲۴/۱۹۷)، و احمد (۱/۳۷۸، ۴۲۴، ۴۴۴).

متن حدیث: لَمَّا نَزَلَتْ (الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ) شَقَّ ذٰلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاَيُّنَا لَا يَظْلِمُ نَفْسَهُ قَالَ لَيْسَ ذٰلِكَ اِنَّمَا هُوَ الشِّرْكُ اَلَمْ تَسْمَعُوْا مَا قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ (يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، جب یہ آیت نازل ہوئی:

''جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ ظلم کو شامل نہیں کیا۔''

تو یہ بات مسلمانوں پر بہت گراں گزری تو انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کون ایسا شخص ہے؟ جو اپنے اوپر ظلم نہیں کرتا؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس سے مراد یہ نہیں ہے، اس سے مراد شرک ہے۔ کیا تم نے وہ بات نہیں سنی؟ جو لقمان نے اپنے بیٹے سے کہی تھی (جس کا ذکر قرآن نے ان الفاظ میں کیا ہے)

''اے میرے بیٹے! کسی کو اللہ کا شریک نہ ٹھہرانا! بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

ظلم سے ظلم عظیم مراد ہونا:

ارشاد خداوندی ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يَلْبِسُوْۤا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ۝ (الانعام:۸۲)

''وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم (کفر و شرک) کے ساتھ نہ ملایا، وہی لوگ ثابت قدم اور ہدایت یافتہ ہیں''۔

اس آیت کی تفسیر و توضیح حدیث میں بیان کی گئی ہے۔ لفظ ''عدل'' کا معنی ہے: وضع الشيء عرفي محله یعنی کسی چیز کو اس کے مناسب محل میں رکھنا یا استعمال کرنا۔ اس کی ضد ظلم ہے، جس کا معنی ہے: وضع الشيء في غير محله یعنی کسی چیز کو غیر مناسب جگہ میں رکھنا۔ مشکیزے کا دودھ نامناسب وقت میں استعمال کرنے پر کہا جاتا ہے: ظلمت السقاء یعنی میں نے مشکیزے پر زیادتی کی ہے۔ استعمال شدہ دودھ کو ''ظلیم'' کہا جاتا ہے۔ اسی زمین کو بے موقع کھودنے کو کہا جاتا ہے: ظلمت الارض یعنی میں نے زمین پر زیادتی کی جبکہ جگہ کو ''ارض مظلومة'' کہا جاتا ہے۔ پھر لفظ ''ظلم'' حق سے تجاوز کرنے کے معنی میں استعمال ہونے لگا خواہ وہ تجاوز اعتقادی یا عملی اور قلیل ہو یا کثیر۔ پھر لفظ ''ظلم'' کا اطلاق گناہ پر ہونے لگا خواہ وہ صغیرہ ہو یا کبیرہ، شرک ہو یا نفاق۔ قرآن کریم میں یہ لفظ ان تمام معانی میں استعمال ہوا ہے۔ صحابہ کرام نے آیت میں استعمال ہونے والے لفظ ''ظلم'' سے عملی گناہ مراد لیا جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہاں یہ معنی مراد نہیں ہے بلکہ ظلم سے مراد ظلم اعتقادی ہے۔

2994 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ اَبِيْ هِنْدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ

عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ

متن حدیث: كُنْتُ مُتَّكِئًا عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَتْ يَا اَبَا عَائِشَةَ ثَلَاثٌ مَنْ تَكَلَّمَ بِوَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ فَقَدْ اَعْظَمَ عَلَى اللّٰهِ الْفِرْيَةَ مَنْ زَعَمَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَاٰى رَبَّهٗ فَقَدْ اَعْظَمَ الْفِرْيَةَ عَلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ (لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيْرُ) (وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ) وَكُنْتُ مُتَّكِئًا فَجَلَسْتُ فَقُلْتُ يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْظِرِيْنِيْ وَلَا تُعْجِلِيْنِيْ اَلَيْسَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى (وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى) (وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ) قَالَتْ اَنَا وَاللّٰهِ اَوَّلُ مَنْ سَاَلَ عَنْ هٰذَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا ذَاكَ جِبْرِيْلُ مَا رَاَيْتُهٗ فِي الصُّوْرَةِ الَّتِيْ خُلِقَ فِيْهَا غَيْرَ هَاتَيْنِ الْمَرَّتَيْنِ رَاَيْتُهٗ مُنْهَبِطًا مِّنَ السَّمَآءِ سَادًّا عِظَمُ خَلْقِهٖ مَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ زَعَمَ اَنَّ مُحَمَّدًا كَتَمَ شَيْئًا مِّمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَقَدْ اَعْظَمَ الْفِرْيَةَ عَلَى اللّٰهِ يَقُوْلُ اللّٰهُ (يَا اَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ) وَمَنْ زَعَمَ اَنَّهٗ يَعْلَمُ مَا فِيْ غَدٍ فَقَدْ اَعْظَمَ الْفِرْيَةَ عَلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ (قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَمَسْرُوْقُ بْنُ الْاَجْدَعِ يُكْنٰى اَبَا عَائِشَةَ وَهُوَ مَسْرُوْقُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَكَذَا كَانَ اسْمُهٗ فِي الدِّيْوَانِ

مسروق بیان کرتے ہیں: میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ٹیک لگا کر بیٹھا تھا' تو انہوں نے فرمایا: اے ابوعائشہ! تین چیزیں ایسی ہیں' جن میں سے ایک بھی کوئی کہے تو اس نے اللہ تعالیٰ کی طرف بہت بڑی جھوٹی بات کی نسبت کی۔ جو شخص یہ کہے: حضرت محمد ﷺ نے اپنے پروردگار کا دیدار کیا ہے' تو اس نے اللہ تعالیٰ کی طرف غلط بات کی نسبت کی' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے:

''بصارت اس کا ادراک نہیں کرسکتی وہ بصارت کا ادراک کرسکتا ہے وہ لطف رکھنے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔''

(دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے)

''کسی انسان کے بس میں یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ کلام کرے البتہ وحی کے ذریعے یا حجاب کے پیچھے سے اللہ اس سے کلام کرسکتا ہے۔''

مسروق بیان کرتے ہیں، میں ٹیک لگا کر بیٹھا ہوا تھا، میں سیدھا ہو کر بیٹھ گیا، میں نے کہا: اے ام المؤمنین! آپ ذرا غور فرمائیں کہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ (آپ جلدی نہ کیجئے)

کیا اللہ تعالیٰ نے یہ بات ارشاد نہیں فرمائی ہے:

2994- اخرجه البخاری (۶/۳۶۱): کتاب بدء الخلق: باب: اذا قال احدکم "آمین". و الملائکة فی السماء، حدیث (۳۲۳۵)، و مسلم (۱/۵٤۱، ۵٤۲): کتاب الایمان: باب: معنی قول الله عزوجل، (و لقد رء اه نزلة اخری)، و هل رای النبی صلی الله علیه وسلم ربه لیلة الاسراء، حدیث (۱۷۷/۲۸۷)، واحمد (۶/۲۳۶/۲٤۱).

''تو اس نے اسے دوسری مرتبہ اترتے ہوئے دیکھا۔''

(دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے)

''اور اس نے اسے افق مبین میں دیکھا ہے۔''

تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے اس بارے میں سب سے پہلے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا تھا' تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا: وہ جبرائیل علیہ السلام تھے انہیں۔ جس طرح پیدا کیا گیا ہے (میں نے) انہیں اس شکل میں صرف دو دفعہ دیکھا ہے۔

میں نے دیکھا: انہوں نے آسمان اور زمین کے درمیان پوری جگہ کو گھیر لیا تھا۔

(پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا) اور جو شخص یہ کہے: حضرت محمد ﷺ نے اس چیز میں سے کچھ چھپایا ہے' جو اللہ تعالیٰ نے ان پر نازل کیا ہے' تو اس شخص نے اللہ تعالیٰ کی طرف بہت بڑے جھوٹ کی نسبت کی' کیونکہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے:

''اے رسول! تم اس چیز کی تبلیغ کردو' جو تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔''

اور جو شخص یہ کہے: وہ (یعنی نبی اکرم، یا وہ شخص خود) جانتا ہے کہ کل کیا ہوگا' تو اس نے اللہ تعالیٰ کی طرف بہت بڑے جھوٹ کی نسبت کی۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''آسمانوں اور زمینوں میں موجود کوئی شخص غیب نہیں جانتا صرف اللہ جانتا ہے۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

مسروق بن اجدع کی کنیت ابوعائشہ ہے۔ یہ صاحب مسروق بن عبدالرحمٰن ہیں۔

دیوان میں ان کا نام اسی طرح ہے۔

شرح

اللہ تعالیٰ کا سب نگاہوں کو پانا جبکہ نگاہوں کا اللہ تعالیٰ کو نہ پانا:

ارشاد ربانی ہے:

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۡ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ○ (الانعام:۱۰۳)

''اسے نگاہیں نہیں پا سکتیں جبکہ وہ نگاہوں کو پا سکتا ہے۔ وہ بڑا باریک بین باخبر ہے''۔

لفظ ''ادراک'' کا معنی ہے پانا، حاصل کرنا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے: ادرك الصلوٰة یعنی فلاں آدمی نے نماز پالی۔ ادرك القطار یعنی اس شخص نے ریل کار کو پالیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس سے ''احاطہ'' مراد لیا ہے۔

اس آیت اور حدیث باب کی روشنی میں ایک اہم مسئلہ ہے' جس میں اختلاف پایا جاتا ہے، وہ ہے رویت باری تعالیٰ کا مسئلہ۔ بعض مفسرین ومحدثین کا موقف ہے کہ دنیا میں نہ تو کسی نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے اور نہ کوئی اسے دیکھ سکتا ہے۔ انہوں نے اسی آیت اور حدیث باب سے استدلال کیا ہے۔ جمہور مفسرین اور محدثین کا نقطہ نظر ہے کہ اس دنیا فانی میں عام شخص تو اللہ تعالیٰ کو ہرگز نہیں

دیکھ سکتا لیکن معراج کی رات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بلاواسطہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کا کئی بار شرف حاصل کیا۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رایت ربی فی احسن صورۃ یعنی میں نے اللہ تعالیٰ کو بہترین صورت میں ملاحظہ کیا۔ علاوہ ازیں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے خواب میں ایک سوایک بار زیارت کا شرف حاصل کیا۔ جمہور کی طرف سے بعض محدثین ومفسرین کے دلائل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ ان دلائل سے عام آدمی کا تذکرہ ہے نہ کہ خاص کا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی خاص ہی نہیں بلکہ اخص ہے۔ نیز معجزہ معراج بیداری میں ہوا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رویت باری تعالیٰ کا شرف حاصل کیا۔ اس کے علاوہ آپ کو منامی (خواب میں) کئی معراج بھی ہوئے جن کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بستر سے جدا نہیں ہوئے تھے۔ آپ کا جسمانی و بیداری معراج برحق ہے، جس کی تصریح قرآن وسنت میں موجود ہے۔

2995 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى الْبَصْرِيُّ الْحَرَشِيُّ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْبَكَّائِيُّ حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ عَنْ سَعِيدِ ابْنِ جُبَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: اَتَى اُنَاسٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ اَنَاْكُلُ مَا نَقْتُلُ وَلَا نَاْكُلُ مَا يَقْتُلُ اللّٰهُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ (فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيَاتِهِ مُؤْمِنِيْنَ) اِلٰى قَوْلِهٖ (وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَيْضًا وَرَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، کچھ افراد نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور بولے: ہم اس جانور کو کھا سکتے ہیں جسے ہم مارتے ہیں اور ہم اسے نہیں کھا سکتے جسے اللہ تعالیٰ نے مارا ہو؟ تو اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت نازل کی:

"جس پر اللہ کا نام ذکر کیا گیا ہو اس میں سے کھا لو اگر تم اس کی آیات پر ایمان رکھتے ہو۔"

یہ آیت یہاں تک ہے "اگر تم ان کی پیروی کرو، تو تم مشرک ہو جاؤ گے۔"

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔

بعض راویوں نے اسے سعید بن جبیر کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے "مرسل" حدیث کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

2995۔ اخرجه ابوداؤد (۱۱۱/۲): کتاب الذبائح: باب: من ذبائح اهل الکتاب، حدیث (۲۸۱۹)۔

شرح

مردار کی حرمت پر سوال اور اس کا جواب:

ماکول اللحم دموی جانور کے حلال ہونے کی دو شرائط ہیں:

(۱) جانور کو چھری وغیرہ سے ذبح کرنا، کیونکہ دم مسفوح جو انسانی صحت کے لیے نہایت مضر ہے کہ وہ مکمل طور پر خارج ہو جائے۔

(۲) جانور کو ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا۔ دونوں شرائط میں سے اگر ایک بھی نہ پائی جائے تو وہ جانور حرام ہوگا۔ قربانی کی دو اقسام ہیں:

پہلی تو وہ ہے جو ہر سال دسویں ذوالحجہ کو سنت ابراہیمی کے طور پر جانور ذبح کیا جاتا ہے۔ دوسری عام قربانی ہے کہ گوشت کھانے کے لیے سال بھر میں کسی بھی وقت جانور ذبح کیا جاسکتا ہے۔ بہرحال ماکول اللحم جانور کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لینا ضروری ہے۔ وہ جانور جس پر ذبح کے وقت عمداً اللہ کا نام نہ لیا یا غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو، وہ حرام ہے اور اس کا کھانا ممنوع ہے۔

حدیث باب میں ایک اہم شبہ کا جواب دیا گیا ہے، شبہ یہ تھا کہ ہم اپنے مارے ہوئے جانور کو جائز سمجھ کر کھا سکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے مارے ہوئے جانور کو حرام قرار دے کر نہیں کھا سکتے۔ یہ عجیب بات ہے جو عقل و دانش میں نہیں آسکتی؟ یہی شبہ صحابہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا تھا۔ دراصل یہ کفار و مشرکین کی طرف سے اعتراض تھا، جس کا جواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے یوں دیا گیا ہے:

فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ٥ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ قَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ وَ اِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ٥ وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ ٥ وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ اِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ وَ اِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَ اِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ٥ (الانعام: ۱۱۸ تا ۱۲۱)

”تم کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو، اگر تم اس کی آیات مانتے ہو۔ اور تمہیں کیا ہوا کہ اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا وہ تم سے مفصل بیان کر چکا جو کچھ تم پر حرام ہوا مگر جب تمہیں اس سے مجبوری ہو اور بیشک بہت سے اپنی خواہشوں سے گمراہ کرتے ہیں بے جانے۔ بیشک تیرا رب حد سے بڑھنے والوں کو خوب جانتا ہے، چھوڑ دو کھلا اور چھپا گناہ وہ جو گناہ کماتے ہیں عنقریب اپنی کمائی کی سزا پائیں گے اور اسے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اور بیشک وہ حکم عدولی ہے۔ بیشک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں ڈالتے ہیں کہ تم سے جھگڑیں اور اگر تم ان کا کہنا مانو

تو اس وقت تم مشرک ہو"۔

ان آیات میں مشرکین کے سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ یہ لوگ جہالت کی وجہ سے ایسی باتیں کرتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حلت وحرمت کے احکام تفصیلاً بیان کیے جاچکے ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ احکام کو اپنائیں اور کفار ومشرکین کی باتوں پر کان نہ دھریں' کیونکہ شیطان انہیں اعتراضات کرنے اور لڑائی کرنے پر برانگیختہ کرتا ہے۔ تاہم مجبوری اور اضطراری حالت میں بقدرے ضرورت حرام چیز کا استعمال بھی جائز ہو جاتا ہے۔

2996 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ دَاوُدَ الْأَوْدِيِّ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

متنِ حدیث: مَنْ سَرَّهُ اَنْ يَّنْظُرَ اِلَى الصَّحِيفَةِ الَّتِي عَلَيْهَا خَاتَمُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْيَقْرَاْ هٰذِهِ الْاٰيَاتِ (قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ) الْاٰيَةَ اِلٰى قَوْلِهٖ (لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، جو شخص یہ چاہتا ہو کہ وہ کسی ایسے صحیفے کو دیکھے جس پر حضرت محمد ﷺ کی مہر لگی ہوئی ہو' تو وہ ان آیات کو پڑھ لے:

"تم فرمادو! تم لوگ آگے آؤ! میں تمہارے سامنے اس چیز کی تلاوت کروں جو تمہارے پروردگار نے تم پر حرام قرار دیا ہے"۔

یہ آیت یہاں تک ہے "تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

شرح

احکام عشرہ پر مشتمل آیات مبارکہ:

ارشاد ربانی ہے:

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ (الانعام: ۱۵۲ تا ۱۵۳)

"اور تم یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ لیکن اچھے طریقے سے حتیٰ کہ وہ سن شباب کو پہنچ جائے اور ناپ تول میں پورا پورا کر کے انصاف کرو۔ ہم کسی شخص پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے۔ جب تم بات کرو تو انصاف پر مبنی ہو اگرچہ تمہارے رشتہ دار کا معاملہ ہو اور اللہ ہی کا عہد پورا کرو، یہ تمہیں تاکید فرمائی کہ کہیں تم نصیحت مانو۔ اور یہ ہے میرا

سیدھا راستہ تم اس پر چلو اور راہیں نہ چلو کہ تمہیں اس کی راہ سے جدا کر دیں گی۔ یہ تمہیں حکم فرمایا: کہیں تمہیں پرہیزگاری ملے"۔

ان آیات اور حدیث باب میں دس اہم احکام بیان کیے گئے ہیں جن کی وجہ سے ان آیات کی اہمیت عیاں ہو جاتی ہے۔ تو وہ دس احکام درج ذیل ہیں:

(۱) عبادت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا
(۲) والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا
(۳) غربت وافلاس کے سبب اولاد کو قتل نہ کرنا
(۴) برائی اور بے حیائی کے کاموں سے احتراز کرنا
(۵) کسی شخص کو ظلماً قتل نہ کرنا
(۶) کسی یتیم کا مال ظلماً نہ کھانا
(۷) کسی چیز کے ماپ تول میں کمی سے کام نہ لینا
(۸) فیصلہ کرتے وقت یا شہادت کے دوران ظلم نہ کرنا
(۹) اللہ تعالیٰ کے عہد و پیمان کو پورا کرنا
(۱۰) صراط مستقیم کو ترک کر کے دوسرا راستہ اختیار نہ کرنا

2997 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ عَنِ ابْنِ اَبِیْ لَيْلٰى عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ

متنِ حدیث: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيَاتِ رَبِّكَ) قَالَ طُلُوْعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَّرَوَاهُ بَعْضُهُمْ وَلَمْ يَرْفَعْهُ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں ہے (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

"یا تمہارے پروردگار کی کوئی نشانی آ جائے۔"

اس سے مراد سورج کا مغرب کی طرف سے طلوع ہونا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

بعض راویوں نے اسے نقل کیا ہے اور "مرفوع" حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا ہے۔

2998 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا يَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ فُضَيْلِ بْنِ غَزْوَانَ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ

2997۔ اخرجه احمد (۳/۳۱، ۹۸)، و عبد بن حميد، حديث (۹۰۲)۔

2998۔ اخرجه مسلم (۱/۱۳۷ - الابی): كتاب الايمان: باب: بيان الزمن الذى لا يقبل فيه الايمان، حديث (۱۵۸/۲۴۹)، و احمد (۴۴۵)۔

اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: ثَلَاثٌ اِذَا خَرَجْنَ لَمْ (يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ) اَلْاٰيَةَ الدَّجَّالُ وَالدَّابَّةُ وَطُلُوْعُ الشَّمْسِ مِنَ الْمَغْرِبِ اَوْ مِنْ مَغْرِبِهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَاَبُوْ حَازِمٍ هُوَ الْاَشْجَعِيُّ الْكُوْفِيُّ وَاسْمُهُ سَلْمَانُ مَوْلٰى عَزَّةَ الْاَشْجَعِيَّةِ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: تین چیزیں ایسی ہیں کہ جب وہ نکل آئیں گی اس وقت کسی شخص کو اس کا ایمان لانا فائدہ نہیں دے گا، وہ شخص جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو۔ دجال، دابۃ الارض اور سورج کا مغرب سے نکل آنا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

ابوحازم نامی راوی اشجعی کوفی ہیں۔ ان کا نام سلمان ہے۔ یہ عزۃ اشجعیہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

شرح

قیامت کی ایک نشانی مغرب سے آفتاب کا طلوع ہونا:

ارشاد ربانی ہے:

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ○ (الانعام:۱۵۸)

"کس کے انتظار میں ہیں مگر یہ کہ آئیں ان کے پاس فرشتے یا تمہارے رب کا عذاب یا تمہارے رب کی ایک نشانی آئے۔ جس دن تمہارے رب کی وہ ایک نشانی آئے گی کسی جان کو ایمان لانا کام نہ دے گا جو پہلے ایمان نہ لائی تھی یا اپنے ایمان میں کوئی بھلائی نہ کمائی تھی۔ تم فرماؤ: رستہ دیکھو ہم بھی دیکھتے ہیں"۔

اس آیت کی تفسیر و توضیح احادیث باب میں کی گئی ہے۔ ان میں تین علامات قیامت بیان کی گئی ہیں:

(۱) خروج دجال (۲) خروج دابۃ الارض (۳) آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا۔

احادیث باب کے مطابق آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا، علامات قیامت میں سے بڑی علامت ہے۔ اس کے ظاہر ہونے پر توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا اور کسی کافر کا کلمہ طیبہ پڑھنا معتبر نہیں ہوگا یعنی کسی کا ایمان معتبر نہیں ہوگا۔ مغرب سے طلوع آفتاب کے بعد ایک سو بیس (۱۲۰) سال تک دنیا قائم رہے گی۔

فائدہ نافعہ: جب آفتاب مغرب سے طلوع ہوگا توبہ اور ایمان لانے کا دروازہ بند ہو جائے گا لیکن بقول علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ کچھ عرصہ بعد یہ حکم تبدیل ہو جائے گا کہ توبہ کا دروازہ کھل جائے گا اور ایمان لانا معتبر ہوگا۔ بعض محدثین و مفسرین فرماتے ہیں:

آفتاب کے مغرب سے طلوع پر توبہ وایمان کا غیر معتبر ہونے کا مدار مشاہدہ پر ہوگا یعنی جس نے اپنی آنکھوں سے طلوع آفتاب دیکھا ہوگا اس کی توبہ وایمان غیر معتبر ہوگا اور جس نے نہ دیکھا ہوگا اس کا معتبر ہوگا۔

سوال: آیت میں ان علامات قیامت کی واضح طور پر نشاندہی کیوں نہیں کی گئی جن کے ظہور کے بعد کفار کا ایمان لانا معتبر نہیں ہوگا اور مسلمانوں کے لیے توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا جبکہ احادیث باب میں وہ علامات ثلاثہ بیان کردی گئی ہیں؟

جواب: (۱) احادیث مبارکہ قرآن کی تفسیر ہیں اور دونوں وحی کا درجہ رکھتی ہیں خواہ قرآن وحی جلی و متلو ہے اور احادیث وحی خفی اور غیر متلو ہے۔

(۲) قرآن کی طرح حدیث بھی احکام شرعی میں حجت ہے، کیونکہ یہ کلام نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

(۳) لوگوں کو اس بات سے خبردار کرنا مقصود تھا کہ قیامت برپا ہونے کے قرب کی وجہ سے توبہ کا دروازہ کسی وقت بھی بند ہوسکتا ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو ہمہ وقت صراط مستقیم پر چلنے اور اعمال صالحہ کرنے کی عادت بنانی چاہیے اور گناہوں سے تائب رہنا چاہیے۔

2999 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَقَوْلُهُ الْحَقُّ اِذَا هَمَّ عَبْدِیْ بِحَسَنَةٍ فَاكْتُبُوْهَا لَهٗ حَسَنَةً فَاِنْ عَمِلَهَا فَاكْتُبُوْهَا لَهٗ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا وَاِذَا هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَا تَكْتُبُوْهَا فَاِنْ عَمِلَهَا فَاكْتُبُوْهَا بِمِثْلِهَا فَاِنْ تَرَكَهَا وَرُبَّمَا قَالَ لَمْ يَعْمَلْ بِهَا فَاكْتُبُوْهَا لَهٗ حَسَنَةً ثُمَّ قَرَاَ (مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اس کا فرمان حق ہے جب میرا بندہ کسی ایک نیکی کا ارادہ کرتا ہے' تو تم اس کو ایک نیکی کے طور پر نوٹ کرلو اور اگر وہ اس پر عمل کرے' تو تم اس کو دس گنا کے طور پر نوٹ کرلو اور جب وہ کسی برائی کا ارادہ کرے' تو تم اسے نوٹ نہ کرو اور اگر وہ اسے کرلے' تو تم اسے ایک برائی کے طور پر نوٹ کرو اگر وہ اسے چھوڑ دے (بعض اوقات راوی نے یہ الفاظ استعمال کیے ہیں)

اگر وہ اس پر عمل نہ کرے تو تم اسے بھی ایک نیکی کے طور پر نوٹ کرو۔

پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی:

''جو شخص نیکی کرے گا اسے اس کا دس گنا اجر ملے گا۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

2999۔ اخرجه البخاری (۱۳/۴۷۳): کتاب التوحید: باب: قول الله تعالٰی، (یریدون ان یبدلوا کلم الله) (الفتح: ۱۵)، حدیث (۷۵۰۱)، ومسلم (۱/۳۹۷۔ الابی): حدیث (۲۰۳/۱۲۸)، واحمد (۲/۲۴۲).

شرح

عمل صالح کا کریمانہ اور گناہ کا انصاف پر مبنی قانون:

ارشاد ربانی ہے:

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○

(المائدہ:۱۶۰)

''جو شخص ایک نیکی کرتا ہے اسے دس نیکیوں کا اجر ملے گا اور جو شخص کسی معصیت کا ارتکاب کرتا ہے، اس کی سزا اس کے برابر ہے اور اس سلسلہ میں لوگوں پر ظلم نہیں کیا جائے گا''۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں کی گئی ہے۔ حدیث باب بھی حدیث قدسی ہے، جس کا مضمون اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جبکہ اسے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے الفاظ میں ادا کیا ہے۔ نیکی اور گناہ کے حوالے سے اس میں ایک خوبصورت ضابطہ بیان کیا گیا ہے۔ اس روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی نیکی کا قصد کرتا ہے لیکن کسی وجہ سے نیکی نہیں کر پاتا تو اس کے لیے ایک نیکی کا ثواب لکھا جاتا ہے اور اگر نیکی کر لیتا ہے، تو اس کے لیے دس نیکیوں کے برابر ثواب لکھا جاتا ہے۔ اس کے برعکس وہ کسی گناہ کرنے کا قصد کرتا ہے مگر خوف خدا کی وجہ سے گناہ کو عملی جامہ نہیں پہناتا تو اس کے نامہ اعمال میں گناہ نہیں لکھا جاتا بلکہ اس کے لیے ایک نیکی کا ثواب لکھا جاتا ہے جبکہ کسی مانع کی وجہ سے گناہ نہ کرنے سے نہ ثواب لکھا جاتا ہے نہ گناہ اگر وہ گناہ۔ کا ارتکاب کر لیتا ہے، تو اس کے لیے ایک گناہ لکھا جاتا ہے۔ یہ ضابطہ بیان کرنے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ آیت تلاوت فرمائی۔

سوال: اس آیت اور حدیث میں ایک نیکی کا ثواب دس نیکیوں کے برابر بیان کیا گیا ہے جبکہ دوسری روایات میں ایک نیکی کا ثواب ستر یا سو بلکہ اس سے بھی زیادہ بیان کیا گیا ہے۔ یہ تو تعارض ہوا؟

جواب: روایات میں تحدید عدد مقصود نہیں ہے یعنی مطلب یہ ہے کہ ایک نیکی کا کم از کم اجر دس نیکیوں کے مساوی ہے اور اس سے زائد بھی ہے لیکن زائد کا تعین نہیں ہے، کیونکہ ستر یا سو وغیرہ والی روایات میں بھی تحدید عدد مراد نہیں ہے بلکہ کثرت مراد ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الْاَعْرَافِ

باب 8: سورۂ اعراف سے متعلق روایات

3000 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَاَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا) قَالَ

3000- اخرجه احمد (۳/۱۲۵، ۲۰۹).

حَمَّادٌ هٰكَذَا وَاَمْسَكَ سُلَيْمَانُ بِطَرَفِ اِبْهَامِهٖ عَلٰى اُنْمُلَةِ اِصْبَعِهِ الْيُمْنٰى قَالَ فَسَاخَ الْجَبَلُ (وَخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الْوَرَّاقُ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ عَنْ حَمَّادِ ابْنِ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◄► حضرت انس رضی اللہ عنہ (نبی اکرم ﷺ) کے بارے میں نقل کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

''جب اس کے پروردگار نے پہاڑ پر تجلی کی' تو اسے ٹکڑے' ٹکڑے کر دیا۔''

حماد نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے، اس طرح اس کے بعد سلمان نامی راوی نے انگوٹھے کے کنارے کو دائیں ہاتھ کی انگلی پر رکھ کر فرمایا: تو وہ پہاڑ پھٹ گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہو کر گر گئے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

ہم اس روایت کو صرف حماد بن مسلمہ کے حوالے سے' منقول ہونے کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

عبدالوہاب نے یہ روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے نقل کی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

شرح

سورۃ الاعراف ۲۴ رکوعات' ۲۰۵ آیات' ۳۸۴۲ کلمات اور ۱۳۴۶۴ حروف پر مشتمل ہے۔ یہ سورۃ مکی ہے مگر آیت: ۱۶۳ کے بعد کی پانچ یا آٹھ آیات مدنی ہیں۔

کوہ طور پر تجلی باری تعالیٰ کا ظہور:

ارشاد خداوندی ہے:

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَ كَلَّمَهٗ رَبُّهٗ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ (الاعراف:۱۴۳)

''اور جب موسیٰ ہمارے وعدہ پر حاضر ہوا اور اس سے اس کے رب نے کلام فرمایا عرض کی، اے رب میرے! مجھے اپنا دیدار دکھا کہ میں تجھے دیکھوں؟ فرمایا: تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا، ہاں اس پہاڑ کی طرف دیکھ یہ اگر اپنی جگہ ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا۔ پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ گرا بے ہوش ہو کر۔ پھر جب ہوش ہوا بولا: پاکی ہے تجھے' میں تیری طرف رجوع لایا اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں''۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات دینے کے لیے چالیس ایام تک کوہ طور پر طلب فرمایا، مدت پوری ہونے پر باہم لطف و کرم اور شفقت بھری باتیں ہوئیں جس کے نتیجہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام میں اشتیاق ملاقات بڑھا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور نہایت ادب سے شرف زیارت حاصل کرنے کے لیے عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا کہ آپ مجھے نہیں دیکھ سکتے، آپ کی طرف سے دیدار کرنے پر اصرار ہوا تو جواب ملا: اے پیارے موسیٰ! آپ سامنے والے پہاڑ کو دیکھیں، اگر وہ اپنی جگہ برقرار رہا تو آپ مجھے دیکھ سکیں گے ورنہ نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر نہایت معمولی تجلی فرمائی تو وہ جل کر ریزہ ریزہ ہو گیا جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر زمین پر گر گئے۔ حدیث باب میں تجلی کی مقدار بیان کی گئی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے انگوٹھے سے چھوٹی انگلی (خنصر) کے سرے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بیان فرمائی تھی۔ مطلب یہ ہے کہ جب معمولی تجلی فرمانے سے پہاڑ دھنس گیا یا ریزہ ریزہ ہو گیا یا جل کر سرمہ بن گیا اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ جیسے اولی العزم پیغمبر بے ہوش ہو کر گر گئے تو پھر اس خالق و مالک کی شایان تجلی فرمانے کا کیا عالم ہوگا؟

اس واقعہ سے چند امور ثابت ہوئے:

☆ اللہ تعالیٰ بڑی قدرت کا مالک ہے، جس کے مقابل کوئی بھی نہیں ہو سکتا اور وہ ہر اعتبار سے وحدہ لاشریک ہے۔

☆ مقبول بندوں کا اللہ کی بارگاہ میں بہت بلند مقام ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ سے دنیا میں گفتگو کرنا اور زیارت سے مشرف ہونا ممکن ہے لیکن یہ اعزاز معراج کی رات امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوا۔

3001 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ زَيْدِ ابْنِ اَبِي اُنَيْسَةَ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ مُّسْلِمِ بْنِ يَسَارٍ الْجُهَنِيِّ

متنِ حدیث: اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ سُئِلَ عَنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ (وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غَافِلِيْنَ) فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْاَلُ عَنْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ ثُمَّ مَسَحَ ظَهْرَهُ بِيَمِيْنِهٖ فَاَخْرَجَ مِنْهُ ذُرِّيَّةً فَقَالَ خَلَقْتُ هٰؤُلَاءِ لِلْجَنَّةِ وَبِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ يَعْمَلُوْنَ ثُمَّ مَسَحَ ظَهْرَهُ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ ذُرِّيَّةً فَقَالَ خَلَقْتُ هٰؤُلَاءِ لِلنَّارِ وَبِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ يَعْمَلُوْنَ فَقَالَ رَجُلٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَفِيْمَ الْعَمَلُ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ اِذَا خَلَقَ الْعَبْدَ لِلْجَنَّةِ اسْتَعْمَلَهٗ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَمُوْتَ عَلٰى عَمَلٍ مِّنْ اَعْمَالِ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَيُدْخِلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ وَاِذَا خَلَقَ الْعَبْدَ لِلنَّارِ اسْتَعْمَلَهٗ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ حَتّٰى يَمُوْتَ عَلٰى عَمَلٍ مِّنْ اَعْمَالِ اَهْلِ النَّارِ فَيُدْخِلَهُ اللّٰهُ النَّارَ

3001۔ اخرجه مالك (٨٩٨/٢): كتاب القدر: باب: النهي عن القول بالقدر، حديث (٢)، و ابوداؤد (٦٣٩/٢): كتاب السنة: باب: القدر، حديث (٤٧٠٣)، (٤٧٠٤)، و احمد (٤٤/١)۔

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

توضیح راوی: وَّمُسْلِمُ بْنُ يَسَارٍ لَّمْ يَسْمَعْ مِنْ عُمَرَ وَقَدْ ذَكَرَ بَعْضُهُمْ فِيْ هٰذَا الْاِسْنَادِ بَيْنَ مُسْلِمِ بْنِ يَسَارٍ وَّبَيْنَ عُمَرَ رَجُلًا مَجْهُوْلًا

◆◆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا گیا:

''اور جب تمہارے پروردگار نے آدم کی اولاد کو ان کی پشتوں میں سے لیا اور انہیں ان کے اپنے بارے میں گواہ بناتے ہوئے دریافت کیا: کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ تو انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! ہے، ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں (ایسا اس لیے کیا) تاکہ تم قیامت کے دن یہ نہ کہو: ہم تو اس سے غافل تھے۔''

تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بتایا، میں نے نبی اکرم ﷺ کو سنا، آپ ﷺ سے اس کے بارے میں دریافت کیا گیا: تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا' تو ان کی پشت پر دایاں دستِ قدرت پھیرا اور اس میں سے ان کی ذریت کو نکال دیا، پھر ارشاد فرمایا:

میں نے ان لوگوں کو جنت کے لیے اور اہل جنت کا سا عمل کرنے کے لیے پیدا کیا ہے' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا اور اس میں سے کچھ ذریت کو نکالا اور فرمایا: میں نے ان لوگوں کو جہنم کے لیے اور اہل جہنم کا سا عمل کرنے کے لیے پیدا کیا ہے' تو ایک شخص نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! عمل کیوں کیا جائے؟ راوی بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو جنت کے لیے پیدا کرتا ہے' تو اسے اہل جنت کا سا عمل کرنے کی توفیق بھی دیتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ شخص مرتا ہے' تو اہل جنت کا سا عمل کر رہا ہوتا ہے' اور پھر وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے' اور جب وہ کسی بندے کو جہنم کے لیے پیدا کرتا ہے' تو اس سے اہل جہنم کا سا عمل لیتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ مرتا ہے' تو اہل جہنم کا سا عمل کر رہا ہوتا ہے' تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل کر دیتا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

مسلم بن یسار نامی راوی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے احادیث کا سماع نہیں کیا ہے۔

بعض راویوں نے اس کی سند میں مسلم بن یسار اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان ایک شخص کا تذکرہ کیا ہے' جو مجہول ہے۔

3002 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ مَسَحَ ظَهْرَهٗ فَسَقَطَ مِنْ ظَهْرِهٖ كُلُّ نَسَمَةٍ هُوَ خَالِقُهَا مِنْ ذُرِّيَّتِهٖ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَجَعَلَ بَيْنَ عَيْنَىْ كُلِّ اِنْسَانٍ مِّنْهُمْ وَبِيْصًا مِّنْ نُوْرٍ ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلٰى اٰدَمَ فَقَالَ اَىْ رَبِّ مَنْ هٰؤُلَآءِ قَالَ هٰؤُلَآءِ ذُرِّيَّتُكَ فَرَاٰى رَجُلًا مِّنْهُمْ فَاَعْجَبَهٗ وَبِيْصُ مَا بَيْنَ عَيْنَيْهِ فَقَالَ اَىْ رَبِّ مَنْ هٰذَا فَقَالَ هٰذَا رَجُلٌ مِّنْ اٰخِرِ

الْأُمَمِ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ يُقَالُ لَهُ دَاوُدُ فَقَالَ رَبِّ كَمْ جَعَلْتَ عُمْرَهُ قَالَ سِتِّينَ سَنَةً قَالَ أَيْ رَبِّ زِدْهُ مِنْ عُمْرِي أَرْبَعِينَ سَنَةً فَلَمَّا قُضِيَ عُمْرُ آدَمَ جَاءَهُ مَلَكُ الْمَوْتِ فَقَالَ أَوَلَمْ يَبْقَ مِنْ عُمْرِي أَرْبَعُونَ سَنَةً قَالَ أَوَلَمْ تُعْطِهَا ابْنَكَ دَاوُدَ قَالَ فَجَحَدَ آدَمُ فَجَحَدَتْ ذُرِّيَّتُهُ وَنَسِيَ آدَمُ فَنَسِيَتْ ذُرِّيَّتُهُ وَخَطِئَ آدَمُ فَخَطِئَتْ ذُرِّيَّتُهُ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا' تو ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا تو ان کی پشت میں سے ہر ایک جان نیچے گر پڑی جسے اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن تک ان کی اولاد میں پیدا کرنا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی پیشانی میں نور کی چمک رکھ دی پھر ان لوگوں کو حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے پیش کیا گیا اور انہیں بتایا گیا: اے آدم علیہ السلام یہ تیری اولاد ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ان میں سے ایک شخص کو دیکھا جس کی پیشانی کی چمک حضرت آدم علیہ السلام کو پسند آئی تو انہوں نے دریافت کیا: اے میرے پروردگار! یہ کون شخص ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ تمہاری اولاد میں بعد کے زمانے میں ایک شخص پیدا ہوگا' جس کا نام داؤد ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے دریافت کیا: اے میرے پروردگار! تو نے اس کی عمر کتنی مقرر کی ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ساٹھ سال۔ تو حضرت آدم علیہ السلام نے کہا: اے میرے پروردگار! میری عمر میں سے چالیس برس کا اس کی عمر میں اضافہ کر دے۔

(نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں) جب حضرت آدم علیہ السلام کی عمر ختم ہوگئی' تو موت کا فرشتہ ان کے پاس آیا' تو حضرت آدم علیہ السلام نے دریافت کیا: ابھی میری عمر کے چالیس سال باقی ہیں؟ تو فرشتے نے کہا: کیا آپ نے وہ اپنے صاحبزادے حضرت داؤد کو نہیں دے دیئے تھے؟ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: تو حضرت آدم علیہ السلام نے اس بات کا انکار کر دیا یہی وجہ ہے: ان کی اولاد بھی انکار کر دیتی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو یہ بات بھلا دی گئی' تو ان کی اولاد بھی بھول جاتی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے خطا ہوئی' تو ان کی اولاد سے بھی خطا ہو جاتی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

شرح

عالم ارواح میں الست کی وضاحت:

ارشادِ خداوندی ہے:

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَى شَهِدْنَا أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غَافِلِينَ ۝ أَوْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِنْ بَعْدِهِمْ أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ ۝ (الاعراف: ۱۷۲تا۱۷۳)

''اے میرے محبوب! یاد کرو جب تمہارے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی نسل نکالی اور انہیں خود ان پر گواہ کیا۔ کیا میں تمہارا رب نہیں؟ سب بولے کیوں نہیں، ہم گواہ ہوئے کہ کہیں قیامت کے دن کہو کہ ہمیں اس کی خبر نہ تھی یا کہو کہ شرک تو پہلے ہمارے باپ دادا نے کیا اور ہم ان کے بعد بچے رہے، تو کیا تو ہمیں اس پر ہلاک فرمائے گا جو اہل باطل نے کیا''۔

احادیث باب میں ان آیات کی تفسیر و توضیح کی گئی ہے' جس میں چند امور کی نشان دہی کی گئی ہے جو درج ذیل ہیں:

اول: مذکورہ آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ذریت آدم کو ان کی پشت سے برآمد کیا جبکہ احادیث باب سے اولاد آدم کی پشت سے ذریت کو برآمد کرنے کا ذکر ہے۔ اس طرح یہ تو تعارض ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ابتداء اللہ تعالیٰ نے ذریت کو پشت آدم سے برآمد کیا اور بعدازاں ذریت کو اولاد آدم کی پشت سے برآمد کیا۔ لہٰذا تعارض باقی نہ رہا۔

دوم: آیات و احادیث میں مسئلہ تقدیر کی وضاحت بھی ہے کہ تقدیر کی دو جانبیں ہوتی ہیں ایک کا تعلق ذات باری کے ساتھ ہوتا ہے کہ ازل سے یہ طے شدہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوتا ہے۔ یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ کسی واقعہ کے پیش آنے کے بعد اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہوتا ہے' کیونکہ ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ کا علم کامل نہیں رہے گا جبکہ اس ذات کا علم کامل ہے اور نقص سے پاک ہے۔ مسئلہ تقدیر کی جانب ثانی کا تعلق مخلوق کے ساتھ ہوتا ہے کہ انہیں دونوں راستوں سے آگاہ کیا گیا ہے کہ اگر وہ شعور و دانش سے کام لیتے ہوئے نیکی و اطاعت کا راستہ اختیار کرے گی تو اس کا نتیجہ جنت کی شکل میں سامنے آئے گا۔ اگر انہوں نے نافرمانی و گناہ کا راستہ اختیار کیا تو جہنم کی شکل میں نتیجہ سامنے آئے گا۔

سوم: عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو ذریت، پشت آدم سے برآمد کی گئی تھی وہ محض ارواح کی شکل میں نہیں تھی بلکہ مثالی اجسام کی صورت میں تھی' کیونکہ ایک روایت میں: ''كـامثـال الذر'' کے الفاظ بھی موجود ہیں۔ وہ ارواح اجسام مثالی یعنی چیونٹیوں کی صورت میں تھیں، جن میں سے بعض کے رنگ سفید اور بعض کے سیاہ تھے۔ رنگ کا اظہار اجسام پر ہوتا ہے نہ کہ ارواح پر، خواہ وہ اجسام مثالی ہوں یا حقیقی ہوں۔

چہارم: عالم ارواح میں ذریت آدم سے جو ''عہد الست'' لیا گیا تھا، اس کا اہم مقصد توحید باری تعالیٰ اور ربوبیت خداوندی کا اقرار تھا تا کہ قیامت کے دن اولاد آدم یہ بہانہ سازی یا عذر پیش نہ کر سکے کہ ہمیں پیغام توحید نہیں پہنچا تھا یا ہمارے آباؤ اجداد شرک میں مبتلا تھے تو ان کی اتباع میں ہم سے بھی شرک صادر ہو گیا تھا۔ علاوہ ازیں انسان کی پیدائش کے وقت ان کے کانوں میں اذان و اقامت کہنے کا مقصد بھی ''عہد الست'' کی یاد دہانی ہے۔

سوال: جب تمام لوگوں نے عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ کے حضور اقرار و عہد کر لیا تھا تو پھر دنیا میں اس کی خلاف ورزی کیوں کی؟

جواب: عالم ارواح میں ذات باری تعالیٰ اور تجلی خداوندی کا رعب اس قدر تھا کہ کسی میں مجال انکار نہیں تھا جبکہ دنیا میں' یہ معاملہ نہیں ہے، جس وجہ سے کفار و مشرکین نے عہد شکنی کی اور خلاف ورزی پر کمربستہ ہو گئے۔

سوال: ''عہد الست'' کہاں لیا گیا تھا؟

جواب: (۱) یہ عہد عالم ارواح میں لیا گیا تھا۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق یہ عہد حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین پر اتارنے کے بعد وادی نعمان (میدان عرفات) میں لیا گیا تھا۔

سوال: انسان اس وقت بے شعور تھا، پھر عہد و پیمان کیسے لیا گیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے بقدر ضرورت شعور عطا کر دیا تھا، اسی لیے تو اس نے اقرار عہد کیا تھا۔

سوال: حدیث باب میں ہے: زدہ من عمری اربعین سنة جبکہ دوسری روایت میں ہے: جعلت لابنی داؤد ستین سنة یعنی ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے چالیس سال اور دوسری میں ہے ساٹھ سال اپنی عمر حضرت داؤد علیہ السلام کو دی تو یہ تعارض ہوا؟

جواب: (۱) حضرت آدم علیہ السلام نے پہلے چالیس سال کی عمر عنایت کی پھر اس پر بیس سال عمر کا اضافہ کیا تھا۔

(۲) چالیس سال والی روایت راجح ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کے بارے میں حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: ھذا الحدیث حسن جبکہ ساٹھ سال والی روایت کے بارے میں فرمایا: ھذا حدیث غریب۔

3003 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا حَمَلَتْ حَوَّاءُ طَافَ بِهَا اِبْلِيْسُ وَكَانَ لَا يَعِيْشُ لَهَا وَلَدٌ فَقَالَ سَمِّيْهِ عَبْدَ الْحَارِثِ فَسَمَّتْهُ عَبْدَ الْحَارِثِ فَعَاشَ وَكَانَ ذٰلِكَ مِنْ وَّحْيِ الشَّيْطَانِ وَاَمْرِهٖ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهٗ مَرْفُوْعًا اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عُمَرَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ قَتَادَةَ وَرَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنْ عَبْدِ الصَّمَدِ وَلَمْ يَرْفَعْهُ عُمَرُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ شَيْخٌ بَصْرِيٌّ

◆◆ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جب سیدہ حوا رضی اللہ عنہا حاملہ ہوئیں تو شیطان نے ان کے گرد چکر لگایا جس کے نتیجے میں ان کا کوئی بچہ زندہ نہیں رہتا تھا۔ شیطان نے ان سے کہا: آپ اپنے بیٹے کا نام عبدالحارث رکھیں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا' تو وہ بچہ زندہ رہا۔ یہ چیز شیطان کی طرف سے اشارے اور اس کی ہدایت کی وجہ سے تھی۔

(امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔ ہم اس حدیث کے ''مرفوع'' ہونے کو صرف عمر بن ابراہیم کی نقل کردہ روایت کے حوالے سے جانتے ہیں۔

بعض راویوں نے اسے عبدالصمد کے حوالے سے نقل کیا ہے' اور ''مرفوع'' کے طور پر نقل نہیں کیا ہے۔

عمر بن ابراہیم بصرہ کے رہنے والے ایک بزرگ آدمی ہیں۔

3003- اخرجه احمد (۱۱/۵)۔

شرح

تمام امور میں اللہ تعالیٰ کا مؤثر حقیقی ہونا:

ارشاد ربانی ہے:

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ○ فَلَمَّآ اٰتٰهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ (الاعراف:۱۸۹تا۱۹۰)

''وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑ و بنایا کہ اس سے چین پائے، پھر جب مرد اس پر چھایا اسے ایک ہلکا سا پیٹ رہ گیا تو اس کے ساتھ چلتی رہی، پھر جب بوجھل پڑی دونوں نے اپنے رب سے دعا کی ضرور اگر تو ہمیں جیسا چاہیے بچہ دے گا تو بیشک ہم شکر گزار ہوں گے۔ پھر جب اس نے انہیں جیسا چاہا بچہ عطا فرمایا، انہوں نے اس کی عطا میں اس کے ساجھی ٹھہرا لیے تو اللہ تعالیٰ کو برتری ہے ان کے شرک سے''۔

آیات قرآنی اور حدیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم پر تین احسانات کا ذکر کیا ہے تا کہ وہ اس کا شکر ادا کرے۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) اللہ تعالیٰ نے نفس انسانی سے پیدا کیا ہے اور کسی حیوان سے پیدا نہیں کیا یعنی اشرف المخلوقات ہونے کا اعزاز بخشا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے جوڑا بھی اس جنس سے بنایا تا کہ باہم ملاپ سے راحت وسکون حاصل کریں کیونکہ جنس جنس کی طرف مائل ہوتی ہے اور غیر جنس کی طرف میلان نہیں ہوتا۔

(۳) جوڑے کے ملاپ سے اولاد جیسی نعمت عطا فرمائی جو تا حیات والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک، دل کا سکون اور سہارا بنتی ہے۔

اس بات میں شک نہیں ہے کہ ہر نعمت من جانب اللہ ہوتی ہے اور غیر کا اس میں عمل دخل ہرگز نہیں ہوتا۔ یہ بھی ایک نا قابل تردید حقیقت ہے کہ تمام امور میں مؤثر حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات ہوتی ہے لیکن اس کی عنایت سے انبیاء، صالحین اور اولیاء کی دعاؤں میں بھی تاثیر ہے۔ ان کی دعاؤں اور چاہنے سے اللہ تعالیٰ معاملات حل فرما دیتا ہے۔ مثلاً اولاد ہونا، نرینہ اولاد ہونا، باران رحمت کا نزول ہونا، رزق میں وسعت ہونا، دین ودنیا کی دولت میسر آنا اور دارین کی فلاح حاصل ہونا۔ اس سلسلے میں حدیث قدسی کے الفاظ ہیں: لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ (او كما قال عليه السلام) یعنی جب نیک بندہ کسی معاملے میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے پورا کر دیتا ہے۔

فائدہ نافعہ: بتوں کی تردید میں وارد ہونے والی آیات اور روایات کو بنیاد بنا کر انبیاء کرام، اولیاء، صالحین، علماء ربانیین اور شہداء کو پتھروں (بتوں) کی طرح غیر مؤثر قرار دینا جہالت وگمراہی ہے۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الْاَنْفَالِ

باب 9: سورۃ الانفال سے متعلق روایات

3004 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ بَهْدَلَةَ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ جِئْتُ بِسَيْفٍ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ شَفٰى صَدْرِىْ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اَوْ نَحْوَ هٰذَا هَبْ لِىْ هٰذَا السَّيْفَ فَقَالَ هٰذَا لَيْسَ لِىْ وَلَا لَكَ فَقُلْتُ عَسٰى اَنْ يُّعْطٰى هٰذَا مَنْ لَّا يُبْلِىْ بَلَائِىْ فَجَائَنِى الرَّسُوْلُ فَقَالَ اِنَّكَ سَاَلْتَنِىْ وَلَيْسَ لِىْ وَاِنَّهٗ قَدْ صَارَ لِىْ وَهُوَ لَكَ قَالَ فَنَزَلَتْ (يَسْاَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ) الْاٰيَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَقَدْ رَوَاهُ سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ مُصْعَبٍ اَيْضًا

فی الباب: وَفِى الْبَاب عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ

◆◆ مصعب بن سعد اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، غزوۂ بدر کے موقع پر میں اپنی تلوار لے کر آیا، میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی طرف سے میرا سینہ ٹھنڈا کر دیا ہے یا اس کی مانند کوئی لفظ کہے، تو آپ ﷺ مجھے یہ تلوار ہبہ کر دیں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ نہ مجھے ملے گی نہ تمہیں ملے گی۔ تو میں نے سوچا کہ شاید یہ کسی ایسے شخص کو دی جائے گی جو میری طرح کی صورتحال میں مبتلا نہیں ہوا تھا۔ اس کے بعد (نبی اکرم ﷺ یا آپ ﷺ کا قاصد) میرے پاس آیا اور نبی اکرم ﷺ نے یہ فرمایا: تم نے یہ مجھ سے جس وقت مانگی تھی اس وقت یہ میری نہیں تھی اب یہ میری ہو گئی ہے لہٰذا یہ تمہیں ملی۔

راوی بیان کرتے ہیں: اس وقت یہ آیت نازل ہوئی تھی:

"لوگ تم سے مالِ غنیمت کے بارے میں دریافت کرتے ہیں"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

اس روایت کو سماک بن حرب نے بھی مصعب کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

اس بارے میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

3004۔ اخرجه مسلم (۱۳٦٧/۳): كتاب الجهاد و السير: باب: الانفال، حديث (۳۳، ۳٤، ۱۷٤۸)، (۱۸۷۷/٤): كتاب فضائل الصحابة: باب: فضل سعد بن ابى وقاص رضى الله عنه، حديث (٤۳، ۱۳/٤٤ ۲٤)، و ابوداؤد (۸٦/۲): كتاب الجهاد: باب: فى النفل، حديث (۲۷٤۰)، و احمد (۱۷۸/۱، ۱۸۱، ۱۸۵)، وابن حميد ص (۷٤)، حديث (۱۳۲)۔

شرح

مالِ غنیمت اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہونا:

سورۃ انفال دس رکوعات، ستتر (۷۷) آیات، ۱۶۴۳ کلمات اور ۶۲۹۴ حروف پر مشتمل ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۠ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ (الانفال:۱)

''لوگ آپ سے مالِ غنیمت کے بارے میں پوچھتے ہیں آپ فرمادیں: مالِ غنیمت اللہ اور رسول کے لیے ہے۔ پس تم اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح رکھو۔ تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم مومن ہو''۔

انفال کا معنی ومفہوم:

لفظ ''انفال''، نفل کی جمع ہے، جس کے معنی ومفہوم میں متعدد اقوال ہیں:

(۱) اموالِ غنیمت مراد ہے۔

(۲) مسلمان انفرادی طور پر مشرکین کی جو چیز حاصل کرلیں یا چھین لیں مثلاً غلام، سواری، کپڑے اور تلوار وغیرہ۔

(۳) انفال سے مراد خمس ہے۔

(۴) اموالِ غنیمت سے زائد وہ چیز ہے جو امیر وقت لشکر کے کسی فرد یا بعض افراد کو بطور ترغیب وانعام دیتا ہے۔

(۵) وہ اموال مراد ہیں جو مشرکین اور دشمن کے مسلمانوں کے ہاتھ آتے ہیں مثلاً اشیاء خورد ونوش، ہتھیار، سواریاں، غلام، اسلحہ اور تلواریں وغیرہ۔

موقع کی مناسبت سے ان میں سے کوئی بھی معنی مراد لیا جاسکتا ہے۔ مذکورہ بالا آیت کے متعدد شان نزول بیان کیے گئے ہیں۔

(۱) غزوۂ بدر کے موقع پر مسلمان مجاہدین تین حصوں میں تقسیم ہوگئے تھے۔ ایک گروپ دشمن کے مقابل تھا جنہوں نے مشرکین کے حملہ کو پسپا کردیا تھا اور انہوں نے دشمن کو میدان چھوڑنے اور مکہ جانے پر مجبور کردیا تھا۔ دوسرا گروہ مالِ غنیمت جمع کرنے میں مصروف تھا اور انہوں نے دشمن کے اموال کو ایک جگہ میں جمع کرلیا تھا۔ تیسرا گروہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت و دفاع کی خدمات انجام دے۔ اختتام جنگ پر یہ نتیجہ سامنے آیا کہ چودہ مسلمان شہید، ستر کافر مارے گئے اور ستر مشرکین قیدی بنالیے گئے۔ اب مالِ غنیمت تقسیم کرنے کا موقع آیا تو مجاہدین کا ہر گروہ اپنی اپنی خدمات کے نتیجہ میں اموالِ غنیمت پر اپنا استحقاق ظاہر کرنے لگا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(۲) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ غزوہ بدر کے موقع پر ان کے بھائی حضرت عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو ان کے عوض انہوں نے سعید بن العاص کو واصل جہنم کیا اور اس کی تلوار لے کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں حاضر ہوئے، وہ چاہتے تھے کہ یہ تلوار انہیں مل جائے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تلوار اموالِ غنیمت میں جمع کرانے کا حکم دیا۔ پھر بعد میں مالِ غنیمت تقسیم ہونے سے قبل یا بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تلوار انہیں عنایت فرمادی۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

غزوہ بدر کے وقوع کی وجہ اور واقعہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ قافلہ ابوسفیان کے آنے کا علم ہوا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشاورت کی تو صحابہ نے مختلف مشورے دیئے جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعراض کیا۔ اس موقع پر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں جان ہے اگر آپ ہمیں سمندر میں گھوڑے دوڑانے کا حکم دیں یا برک الغماد تک گھوڑے دوڑانے کا حکم دیں تو ہم اطاعت کریں گے۔ آپ نے مجاہدین کو میدان بدر میں جمع کیا، وہاں قریش کے پانی پلانے والے ملے جن میں ایک سیاہ فام غلام تھا۔ مسلمانوں نے اسے پکڑلیا اور اس پر زور دے کر دریافت کیا کہ ابوسفیان کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا: ابوسفیان کے بارے میں تو مجھے علم نہیں ہے، تاہم اس کے دوست ابوجہل، شیبہ، عتبہ اور امیہ بن خلف وہاں موجود ہیں۔ صحابہ نے اس غلام کو پیٹا اور قافلہ ابوسفیان کے بتانے پر مجبور کیا، اس نے پھر کہا: ابوسفیان کا تو مجھے علم نہیں ہے لیکن اس کے ساتھی ابوجہل، شیبہ، عتبہ اور امیہ بن خلف وہاں موجود ہیں۔ صحابہ نے یہ جواب سن کر پھر اسے پکڑ کر پیٹا اور ابوسفیان کے بارے میں دریافت کیا۔ پاس کھڑے ہو کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کر رہے تھے اور آپ نے نماز سے فارغ ہو کر صحابہ سے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے یہ عجیب بات ہے کہ جب غلام سچ بول رہا ہے، تو تم اسے سزا دیتے ہو اور جب وہ جھوٹ بولنے کی کوشش کرتا ہے، تو اسے چھوڑ دیتے ہو؟ آپ نے ہر کافر کے گرنے کی جگہ کی نشاندہی فرمادی۔ پھر کوئی کافر بتائے گئے مقام سے متجاوز نہ ہوا۔ (الصحیح للمسلم، رقم الحدیث: ۱۷۷۹)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ غزوہ بدر کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خیمہ میں انکساری سے یوں دعا کر رہے تھے: اے اللہ! اگر تو نے اس موقع پر مسلمانوں کی مدد نہ کی اور مسلمانوں کو ہلاک کر دیا تو تاقیامت زمین پر تیری عبادت نہ ہوگی۔ اس موقع پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ سے عرض کیا: یارسول اللہ! جب اللہ تعالیٰ نے آپ سے کامیابی ونصرت سے نوازنے کا وعدہ کرلیا ہے، تو وہ آپ کو ضرور کامیابی سے ہمکنار کرے گا اور آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ وہ اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا۔ اس موقع پر آپ کے کندھے سے کپڑا گر گیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کپڑا پکڑ کر نہایت ادب سے آپ کے کندھے پر رکھ دیا۔

غزوۂ بدر کا نتیجہ:

غزوہ بدر اسلام اور کفر کا پہلا معرکہ تھا جس میں مسلمانوں کی تعداد طالوت کے مطابق تین سو تیرہ (۳۱۳) تھی جبکہ دشمن کی تعداد ایک ہزار سے زائد تھی۔ فریقین میں مقابلہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی معاونت کے لیے فرشتے بھی نازل کر دیئے تھے۔ اس غزوہ کے موقع پر بڑے بڑے رؤسا قریش اور کفار واصل جہنم ہوئے مثلاً ابوجہل، عتبہ، شیبہ اور امیہ بن خلف وغیرہ۔ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے پیشگی ان کے گرنے کی جونشاندہی فرمائی تھی تو ان مقامات سے کوئی ایک انچ بھی آگے پیچھے نہیں ہوا تھا۔اس موقع پر چودہ مسلمان کام آئے جبکہ ستر کفار مارے گئے اور ستر قیدی بنائے گئے۔

غزوۂ بدر کے قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک:

غزوۂ بندر کے نتیجہ میں ستر مشرکین قتل ہوئے تھے اور ستر کو قیدی بنایا گیا تھا۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے قیدیوں کے ساتھ معاملہ کرنے کے بارے میں مشاورت کی۔صحابہ کی مختلف آراء سامنے آئیں۔حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ یہ قیدی جس جس مسلمان کے رشتہ دار ہیں اس کے سپرد کیے جائیں اور وہ انہیں اپنے ہاتھ کے ساتھ قتل کرے تاکہ دشمن کو آئندہ مسلمانوں کے مقابل آنے کی جرأت نہ ہو۔حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمیں اسلحہ وغیرہ کی شدید ضرورت ہے۔لہٰذا ان قیدیوں سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دیا جائے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رائے کو پسند فرمایا۔آپ نے اعلان کر دیا ہر قیدی فدیہ دے کر چھوٹ سکتا ہے۔جو قیدی فدیہ ادا کرنے سے قاصر ہے وہ چار چار مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے تو وہ آزاد ہو سکتا ہے۔

علاوہ ازیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو قیدیوں کے خورد ونوش اور دیگر ضروریات کو پیش نظر رکھنے کی ہدایات جاری فرمائیں۔

مسئلہ مالِ غنیمت کا خلاصہ:

دشمن سے مقابلہ اور جنگ کے نتیجہ میں دشمن کا جو بھی ساز وسامان، اسلحہ، سواریاں اور غلام وغیرہ مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں، یہ سب کی سب اشیاء مالِ غنیمت میں شامل ہوں گی۔اس مال سے پانچواں حصہ اللہ اور رسول کا ہے جبکہ باقی چار حصے مجاہدین میں تقسیم کر دیے جائیں گے۔اگر کسی مجاہد کو کوئی کنیز میسر آتی تو وہ بغیر نکاح کے اس کے ساتھ جماع کرنے کا مجاز ہوتا تھا۔غلام ملنے کی صورت میں اس سے خدمت لینے یا اسے فروخت کرنے کی بھی اجازت تھی۔

3005 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ اِسْرَآئِيلَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَدْرٍ قِيْلَ لَهُ عَلَيْكَ الْعِيرَ لَيْسَ دُوْنَهَا شَیْءٌ قَالَ فَنَادَاهُ الْعَبَّاسُ وَهُوَ فِیْ وَثَاقِهِ لَا يَصْلُحُ وَقَالَ لِاَنَّ اللّٰهَ وَعَدَكَ اِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ وَقَدْ اَعْطَاكَ مَا وَعَدَكَ قَالَ صَدَقْتَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ غزوۂ بدر سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ سے کہا گیا: آپ ﷺ قافلے کا بھی تعاقب کریں کیونکہ اس قافلے کے ساتھ حفاظتی دستے کے طور پر کوئی نہیں تھا۔

3005- اخرجه احمد (۱/۲۲۸، ۳۱٤، ۳۲٦).

راوی بیان کرتے ہیں، تو حضرت عباس نے بلند آواز میں کہا: وہ اس وقت بندھے ہوئے تھے' یہ ٹھیک نہیں ہوگا۔ انہوں نے یہ بھی کہا: اس کی وجہ یہ ہے: اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ساتھ یہ وعدہ کیا ہے: یہ دو میں سے ایک گروہ (پر آپ ﷺ غالب آ جائیں گے) تو اللہ تعالیٰ نے یہ چیز آپ ﷺ کو عطا کر دی ہے' جس کا اس نے آپ ﷺ کے ساتھ وعدہ کیا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم نے ٹھیک کہا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3006 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ الْيَمَامِيُّ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ زُمَيْلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ

متنِ حدیث: نَظَرَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْمُشْرِكِيْنَ وَهُمْ اَلْفٌ وَّاَصْحَابُهُ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَّبِضْعَةَ عَشَرَ رَجُلًا فَاسْتَقْبَلَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقِبْلَةَ ثُمَّ مَدَّ يَدَيْهِ وَجَعَلَ يَهْتِفُ بِرَبِّهِ اللّٰهُمَّ اَنْجِزْ لِيْ مَا وَعَدْتَنِيْ اللّٰهُمَّ اٰتِنِيْ مَا وَعَدْتَنِيْ اللّٰهُمَّ اِنْ تُهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةَ مِنْ اَهْلِ الْاِسْلَامِ لَا تُعْبَدُ فِي الْاَرْضِ فَمَا زَالَ يَهْتِفُ بِرَبِّهِ مَادًّا يَّدَيْهِ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ حَتّٰى سَقَطَ رِدَاؤُهُ مِنْ مَنْكِبَيْهِ فَاَتَاهُ اَبُوْ بَكْرٍ فَاَخَذَ رِدَائَهُ فَاَلْقَاهُ عَلٰى مَنْكِبَيْهِ ثُمَّ الْتَزَمَهُ مِنْ وَّرَائِهِ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ كَفَاكَ مُنَاشَدَتَكَ رَبَّكَ اِنَّهُ سَيُنْجِزُ لَكَ مَا وَعَدَكَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى (اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِيْنَ) فَاَمَدَّهُمُ اللّٰهُ بِالْمَلَائِكَةِ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ عُمَرَ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ عَنْ اَبِيْ زُمَيْلٍ

توضیحِ راوی: وَّاَبُوْ زُمَيْلٍ اسْمُهُ سِمَاكٌ الْحَنَفِيُّ وَاِنَّمَا كَانَ هٰذَا يَوْمَ بَدْرٍ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ بات بتائی، ایک مرتبہ (غزوۂ بدر کے موقع پر) نبی اکرم ﷺ نے مشرکین کی طرف دیکھا تو وہ ایک ہزار تھے' اور نبی اکرم ﷺ کے اصحاب تین سو سے کچھ زیادہ تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے قبلہ کی طرف رُخ کیا، آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے اور پروردگار سے التجا کرنے لگے، اے اللہ! تو نے میرے ساتھ جو وعدہ کیا ہے اسے پورا کر دے۔ اے اللہ! اگر تو نے مسلمانوں کی اس جماعت کو ہلاک کر دیا تو پھر روئے زمین پر تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے اور قبلہ کی طرف کیے، اسی طرح آپ ﷺ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں دعا کرتے رہے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کی چادر آپ ﷺ کے کندھوں سے گر گئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ کی چادر کو پکڑ کر اسے آپ ﷺ کے کندھوں پر رکھا اور پھر آپ ﷺ کو پیچھے کی طرف سے

3006- اخرجه مسلم (۱۳۸۳/۳): كتاب الجهاد والسير: باب: الامداد بالملائكة من غزوة بدر و اباحة الغنائم، حديث (۱۷۶۳/۵۸)، و ابوداؤد (۶۸/۲): كتاب الجهاد: باب: في فداء الاسير بالمال، حديث (۲۶۹۰)، و احمد (۳۰/۱، ۳۲)، و عبد بن حميد ص (۴۱)، حديث (۳۱).

بھیج لیا اور عرض کی: اے اللہ کے نبی! آپ ﷺ نے اپنے پروردگار سے بڑی التجا کر لی ہے اس نے آپ ﷺ کے ساتھ جو وعدہ کیا ہے وہ اسے ضرور پورا کرے گا' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

''اور جب تم اپنے پروردگار سے مدد مانگ رہے تھے' تو اس نے تمہاری دُعا کو قبول کیا (اور یہ فرمایا) میں تمہاری طرف ایک ہزار فرشتے بھیج رہا ہوں' جو آگے پیچھے ہوں گے۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کے حوالے سے' ہم اس روایت کو صرف عکرمہ کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں جسے انہوں نے ابوزمیل سے نقل کیا ہے۔ ابوزمیل نامی راوی کا نام سماک حنفی ہے۔ یہ غزوۂ بدر کا واقعہ ہے۔

شرح

دعا نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے غزوہ بدر کے موقع پر فرشتوں کی آمد:

ارشاد ربانی ہے:

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۝ (الانفال:۹)

''یاد کرو اس وقت کو جب تم اپنے پروردگار سے مدد کے لیے پکار رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بیشک میں ایک ہزار مسلسل فرشتوں کے ذریعے تمہاری مدد کرنے والا ہوں''۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی دعا کی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔ غزوہ بدر کے موقع پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصی اور گڑگڑا کر مجاہدین کی کامیابی کے لیے دعا کی جو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔ اس دعا کی قبولیت کا ذکر مذکورہ آیت میں موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ میں کامیابی کا وعدہ فرمایا اور فرشتوں کے ذریعے مجاہدین کی مدد فرمائی چونکہ مجاہدین تعداد میں دشمن کے مقابل کم تھے، اس لیے ایک ہزار فرشتوں کے ذریعے مدد کی گئی۔

اس طویل اور عجز و انکسار پر مشتمل دعا کے موقع پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! جب اللہ تعالیٰ نے آپ سے مدد کرنے اور نصرت سے سرفراز کرنے کا وعدہ کر لیا ہے' تو وہ ضرور اپنا وعدہ پورا کرے گا اور کامیابی سے ہمکنار کرے گا۔ اس موقع پر مذکورہ آیت نازل ہوئی جس میں مسلسل ایک ہزار فرشتے بھیج کر مدد کرنے کا ذکر ہے۔ فرشتوں کی آمد سے مجاہدین کے حوصلے بلند ہو گئے، دشمن کی نظروں میں مجاہدین کی تعداد زیادہ معلوم ہوتی تھی۔ جنگ کے موقع پر مشرکین نے مسلمانوں کی طاقت کے سامنے نہ ٹھہر سکے' ستر قتل ہوئے جن میں بڑے بڑے سردار اور مشہور شخصیات شامل تھیں۔ علاوہ ازیں ستر قیدی بنا لیے گئے اور باقی دشمن میدان چھوڑ کر مکہ کی طرف بھاگ نکلے جو مکہ پہنچے بغیر نہ رکے۔

سوال: یہاں فرشتوں کی تعداد ایک ہزار بتائی گئی ہے جبکہ سورۃ آل عمران میں تین ہزار اور پانچ ہزار بتائی گئی ہے۔ اس طرح

آیات میں تعارض ہوا؟

جواب: مواقع کے اعتبار سے فرشتوں کی تعداد مختلف بیان کی گئی ہے۔ غزوۂ بدر کے موقع پر فرشتوں کی تعداد ایک ہزار تھی۔ غزوہ احد میں نازل ہونے والے فرشتوں کی تعداد تین ہزار بلکہ پانچ ہزار فرشتے نازل کرنے کا مشروط طور پر وعدہ کیا گیا تھا۔

سوال: کثیر تعداد میں فرشتوں کے نازل کرنے میں کیا حکمت ہے حالانکہ ہزاروں دشمنوں کو ختم کرنے کے لیے ایک فرشتہ ہی کافی ہوتا ہے؟

جواب: کثرت سے فرشتوں کے نزول کی حکمت اس ارشاد خداوندی میں بیان کی گئی ہے: وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ط وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ○ اللہ نے فرشتوں کے نزول کو تمہارے لیے خوشخبری اور دلوں کو اطمینان بخشنے کا ذریعہ بنایا ہے' کامیابی اللہ کے ہاتھ میں ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔ مطلب یہ ہے فرشتے عملی طور پر لڑتے نہیں ہیں بلکہ مجاہدین کی تعداد میں اضافہ کرتے ہیں، مسلمانوں کے دلوں کو مطمئن اور دشمن کے دلوں کو مرعوب کرتے ہیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا آیت سے تعجب انگیز استنباط کرنا:

ارشاد ربانی ہے:

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ○ (الانفال:۷)

''اور جب اللہ نے تم سے وعدہ کرلیا کہ دو گروہوں میں سے ایک تمہارے لیے ہے۔ تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ غیر مسلح گروہ تمہارے لیے ہو، اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے کہ حق کو اپنے کلمات سے ثابت کردے اور کفار کی جڑ اکھاڑ دے''۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ دوراندیش اور نکتہ خیز ذہن کے مالک تھے۔ حالت کفر میں غزوۂ بدر کے نتیجہ میں گرفتار ہونے والے قیدیوں میں شامل تھے' غزوہ بدر کے بعد کچھ لوگوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور مشاورت عرض کیا: یارسول اللہ! اب اس کامیابی کے بعد ہم تجارتی قافلہ یعنی ابوسفیان کے قافلہ پر بھی قبضہ کرسکتے ہیں۔ اس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: جب اللہ نے آپ لوگوں سے ایک قافلہ کا وعدہ کیا تھا' اس پر کامیابی حاصل کرلی ہے' تو اب تجارتی قافلہ پر قبضہ کرنے کا جواز نہیں بنتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اس بات کا علم ہوا تو فرمایا: میرے چچا عباس بالکل درست کہتے ہیں۔ ساتھ ہی آپ نے اپنے صحابہ کو تجارتی قافلہ پر حملہ آور ہونے سے منع کردیا تھا۔

فائدہ نافعہ: علمی گفتگو یا نصیحت آمیز نکات پر مشتمل گفتگو کسی کی ملک نہیں ہے بلکہ ہر انسان سے اس کا صدور ممکن ہے۔ نصیحت آموز بات خواہ کافر سے بھی حاصل ہو، اس کے اخذ کرنے اور اس کو معمول بہ بنانے میں عار محسوس نہیں کرنی چاہیے۔ ثابت ہوا اگر شاگرد استاد کو، مرید اپنے پیر کو، اولاد اپنے والدین کو اور مقتدی اپنے امام کو اچھا مشورہ دے اس کو قبول کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

3007 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُهَاجِرٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ يُوْسُفَ عَنْ اَبِىْ بُرْدَةَ ابْنِ اَبِىْ مُوْسٰى عَنْ اَبِيْهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَىَّ اَمَانَيْنِ لِاُمَّتِىْ (وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ) فَاِذَا مَضَيْتُ تَرَكْتُ فِيْهِمُ الْاِسْتِغْفَارَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

حکم حدیث: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

توضیح راوی: وَاِسْمٰعِيْلُ بْنُ مُهَاجِرٍ يُضَعَّفُ فِى الْحَدِيْثِ

◄► ابو بردہ اپنے والد حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے میری اُمت کے بارے میں دو طرح کی امان مجھ پر نازل کی ہے (اس نے فرمایا ہے)

''اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ ان لوگوں کو عذاب دے جبکہ تم ان میں موجود ہو اور وہ انہیں عذاب نہیں دے گا جب تک وہ مغفرت طلب کرتے رہیں گے۔''

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب میں رخصت ہو جاؤں گا تو قیامت تک کے لیے تمہارے درمیان استغفار چھوڑ جاؤں گا۔

یہ ''حدیث غریب'' ہے۔ اسماعیل بن مہاجر نامی راوی کو علم حدیث میں ''ضعیف'' قرار دیا گیا ہے۔

شرح

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مسعود کی برکت سے عذاب سے محفوظ ہونا

ارشاد خداوندی ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ (الانفال: ۳۳)

''اور اللہ کی شایان شان نہیں ہے کہ وہ انہیں عذاب میں گرفتار کرے حالانکہ آپ ان میں تشریف فرما ہوں اور اللہ تعالیٰ کی یہ بھی شان نہیں ہے کہ بخشش مانگنے والوں پر عذاب نازل کرے''۔

اس سے ماقبل آیت میں کفار و مشرکین کی طرف سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ اعتراض کیا گیا تھا کہ اگر ہم لوگ غلطی پر ہیں اور آپ حق پر ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم پر عذاب کیوں نازل نہیں کیا جاتا تا کہ ہمارا وجود ختم ہو جائے؟ اس آیت میں اس اہم سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم لوگوں پر نزول عذاب نہ ہونا، اس کی بارگاہ میں تمہاری مقبولیت کی علامت نہیں ہے بلکہ اس کی وجہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مسعود کی برکت ہے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں اور کفار سب کے لیے سراپا رحمت بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔

اعلان نبوت کے بعد جب کفار مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور آپ کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے تو آپ اہل طائف کو دعوت اسلام دینے کے لیے تشریف لے گئے۔ انہوں نے بھی آپ کی دعوت کو ٹھکرا دیا اور اپنے

نو جوانوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا۔ انہوں نے آپ پر پتھروں کی بارش کر دی، آپ کے جسم مبارک کو زخمی کر دیا اور خون سے جوتے بھر گئے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتہ حاضر ہوا اور عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ! اگر آپ پسند کرتے ہیں تو میں منکرین دعوت کو ہلاک کر دوں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: میں اس کی اجازت نہیں دے سکتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے زحمت بنا کر نہیں بلکہ رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اگر آج ان لوگوں نے میری دعوت کو قبول کرنے کے بجائے ٹھکرا دیا ہے، تو میں بالکل مایوس نہیں ہوں بلکہ مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ ان لوگوں کی آنے والی نسلیں ضرور اسلام قبول کریں گی اور بتوں کی عبادت کے بجائے اللہ تعالیٰ کی ریاضت کریں گی۔

یہ نا قابل تردید حقیقت ہے کہ پہلی امتوں کے لوگ جب ایک گناہ میں مبتلا ہوتے تھے تو ان پر عذاب الٰہی نازل ہو جاتا تھا لیکن امت محمدیہ کثیر گناہوں میں مبتلا ہے مگر عذاب سے محفوظ ہے۔ اس کی وجہ بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اور آپ کے وجود مسعود کی برکت ہے۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ فرما رکھا ہے کہ آپ کی امت پر پہلی امتوں جیسا عذاب نہیں نازل کیا جائے گا۔

3008 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ رَجُلٍ لَمْ يُسَمِّهِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَاَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ عَلَى الْمِنْبَرِ (وَاَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ) قَالَ اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ اَلَا اِنَّ اللّٰهَ سَيَفْتَحُ لَكُمُ الْاَرْضَ وَسَتُكْفَوْنَ الْمُؤْنَةَ فَلَا يَعْجِزَنَّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَلْهُوَ بِاَسْهُمِهِ

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: وَقَدْ رَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ رَوَاهُ اَبُوْ اُسَامَةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ وَحَدِيثُ وَكِيعٍ اَصَحُّ

توضیح راوی: وَصَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ لَمْ يُدْرِكْ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ وَقَدْ اَدْرَكَ ابْنَ عُمَرَ

◆◆ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے منبر پر یہ آیت تلاوت کی:

"اور جہاں تک تم سے ہو سکے ان کے مقابلے کے لیے قوت تیار کرو۔"

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یاد رکھنا قوت سے مراد تیر اندازی ہے۔ یہ بات آپ ﷺ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی (پھر فرمایا) یاد رکھنا اللہ تمہارے لیے زمین کو فتح کر دے گا، اور تم لوگ محنت مشقت سے محفوظ ہو جاؤ گے، اس وقت کوئی شخص اپنے تیروں سے غافل نہ ہو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) راویوں نے اس روایت کو اُسامہ بن زید کے حوالے سے صالح بن کیسان سے نقل کیا ہے۔ ابو اسامہ اور دیگر راویوں نے اسے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، جبکہ وکیع کی نقل کردہ روایت درست ہے۔ صالح بن کیسان نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ پایا ہے۔

شرح

دشمن کے مقابلہ کے لیے حسب طاقت تیاری کرنا:

ارشاد خداوندی ہے:

وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ (الانفال:۶۰)

''اے مسلمانو تم ان (دشمنوں) کے لیے حسب طاقت ہتھیار تیار رکھو''۔

حدیث باب میں آیت مذکورہ بالا کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بر سر منبر یہ آیت تلاوت فرما کر یوں خطاب فرمایا: اے میرے صحابہ! عنقریب فتوحات کا سلسلہ شروع ہو جائے گا، تم محنت سے بے نیاز ہو جاؤ گے اور تم تیراندازی کو ہرگز نظر انداز نہ کرو۔

اس آیت میں لفظ ''قوۃ'' استعمال ہوا ہے جو دور حاضر کے تمام اسلحہ جات اور ہتھیاروں کا مصداق بن سکتا ہے یعنی تمام جنگی ساز و سامان مثلاً ایٹمی قوت، ٹینک، جنگی طیاروں، آب دوز کشتیوں، بندوقوں، توپوں، آہن پوش کروزوں اور میزائلوں پر اس کا اطلاق ہو سکتا ہے۔

اس حدیث اور آیت میں مسلمانوں کو دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے بھرپور تیاری کرنے کا درس دیا گیا ہے۔ یہ قوت اور تیاری مسلمانوں کے لیے عبادت کا درجہ رکھتی ہے۔اس سلسلے میں چند روایات درج ذیل ہیں۔

(۱) حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے پاس تشریف لائے تو وہ غور وفکر کر رہے تھے، آپ نے دریافت فرمایا: تم لوگ کس معاملہ میں غور وفکر کر رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں۔آپ نے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں غور وفکر نہ کرو بلکہ اس کی مخلوق کے بارے میں غور وفکر کرو۔

(کنز العمال، رقم الحدیث ۵۷۱۴)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں غور وخوض کرو اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں غور وفکر نہ کرو۔

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک گھڑی غور وفکر کرنا ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے۔(جامع الصغیر، رقم الحدیث ۵۸۹۷)

آیت مذکورہ کے آخری حصہ میں جہاد کے لیے گھوڑے باندھنے اور تیار کرنے کا ذکر بھی موجود ہے۔ جہاد کے لیے گھوڑے تیار کرنے کی فضیلت بھی احادیث مبارکہ میں بیان کی گئی ہے۔اس سلسلہ میں چند ایک احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا: یارسول اللہ! سب سے افضل کون سا عمل ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا۔ میں نے پھر دریافت کیا: سب سے افضل غلام کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ غلام ہے جو اس کے مالک کے ہاں زیادہ نفیس اور زیادہ مہنگا ہو۔(صحیح بخاری رقم الحدیث ۲۵۱۸)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گھوڑے تین قسم کے ہیں:

(۱) گھوڑا انسان کے لیے باعث اجر ہے۔

(۲) گھوڑا انسان کے گناہوں کی پردہ پوشی کا سبب ہے۔

(۳) گھوڑا انسان کے لیے باعث معصیت ہے۔

جو گھوڑا باعث اجر وثواب ہے وہ ہے جسے انسان نے اللہ کی راہ میں باندھا اور چراگاہ میں اس کی رسی دراز رکھی۔ وہ چراگاہ میں جہاں تک چرے گا اس کی نیکیاں شمار ہوں گی۔ اگر وہ اس کی رسی کاٹ دے گا وہ جتنی جگہوں میں چرے گا اور لید کرے گا وہ سب اس کی نیکیاں شمار ہوں گی۔ اگر گھوڑا دریا کے کنارے سے گزرے اور وہ پانی پی لیتا ہے خواہ مالک پانی پلانے کا قصد نہ بھی کرے وہ بھی اس کی نیکیوں میں شمار ہوگا۔ جو شخص سوال سے احتراز کرنے کے لیے گھوڑا اور سواری میں اللہ اور اس کے بندے کے حقوق کو نظر انداز نہ کرے وہ اس کے لیے باعث ستر ہوگا۔ جو گھوڑا انسان کے لیے باعث معصیت ہے وہ ہے جو تکبر وغرور کے لیے رکھا ہوا ہو یا ریاکاری کے لیے رکھا ہو۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۲۸۶۰)

(۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو عورتوں کے بعد سب سے زیادہ محبت گھوڑوں سے تھی۔ (سنن نسائی، رقم الحدیث ۳۵۶۶)

(۴) حضرت ابو وہب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم انبیاء کرام کے ناموں پر نام رکھو۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ محبوب نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔ تم گھوڑوں کو باندھ کر رکھو، ان کی پیشانیوں اور ان کی رانوں کو ملو۔ دین کی سربلندی اور مسلمانوں کے دفاع کے لیے انہیں رکھو نہ کہ زمانہ جاہلیت کے بدلے لینے کے لیے۔ تم ایسے گھوڑے رکھو جن کے ماتھے، ہاتھ اور پاؤں سرخ اور سفید ہوں یا ان کے ماتھے، ہاتھ اور پاؤں سیاہ ہوں۔ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۲۵۴۳)

دور رسالت میں مجاہدین گھوڑوں کو جہاد کے لیے استعمال کرتے تھے لیکن عصر حاضر میں ان کی جگہ طیاروں، ٹینکوں اور بکتر بند گاڑیوں نے لی ہے۔ تاہم گھوڑوں کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ اساس یہی ہیں۔ زمانہ کی تبدیلی کے باوجود مجاہدین امن کے زمانہ میں گھوڑوں کو اپنے استعمال میں لاتے ہیں۔ یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ عصر جدید میں ٹینکوں، طیاروں اور میزائلوں کے حصول اور تیاری میں گھوڑوں جیسا اجر وثواب ہے۔

سوال: اسلحہ جات کے ذریعے دشمن کو مرعوب کرنے کا کیا فائدہ ہے؟

جواب: مسلمانوں کی قوت اور اسلحہ جات کی تیاری سے دشمن کو مرعوب کرنے کے کئی فوائد ہیں:

(۱) دشمن مسلمانوں کے مقابلہ میں آنے سے پرہیز کرے گا۔

(۲) دشمن مرعوب ہوکر مسلمانوں کی ماتحتی قبول کرے گا۔

(۳) دشمن مسلمانوں کی حکومت کے تحت ذمی کی حیثیت سے رہنا پسند کرے گا۔

(۴) دشمن مسلم دشمن قوتوں کا ساتھ دینے سے پرہیز کرے گا۔

(۵) اسلامی حکومت کی ماتحتی قبول کر کے جزیہ دینے کو پسند کرے گا۔

(۶) یہ مرعوبیت دشمن کے قبول اسلام کا باعث بھی بن سکتی ہے۔

3009 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ اَبِيْ عُبَيْدَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ وَّجِيءَ بِالْاَسَارٰى قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَقُوْلُوْنَ فِيْ هٰٓؤُلَآءِ الْاَسَارٰى فَذَكَرَ فِي الْحَدِيْثِ قِصَّةً طَوِيْلَةً فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْفَلِتَنَّ مِنْهُمْ اَحَدٌ اِلَّا بِفِدَاءٍ اَوْ ضَرْبِ عُنُقٍ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِلَّا سُهَيْلَ ابْنَ بَيْضَاءَ فَاِنِّيْ قَدْ سَمِعْتُهٗ يَذْكُرُ الْاِسْلَامَ قَالَ فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَمَا رَاَيْتُنِيْ فِيْ يَوْمٍ اَخْوَفَ اَنْ تَقَعَ عَلَيَّ حِجَارَةٌ مِّنَ السَّمَآءِ مِنِّيْ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ قَالَ حَتّٰى قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا سُهَيْلَ ابْنَ الْبَيْضَاءِ قَالَ وَنَزَلَ الْقُرْاٰنُ بِقَوْلِ عُمَرَ (مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ) اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَاتِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

توضیحِ راوی: وَاَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ اَبِيْهِ

◄► حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، غزوۂ بدر کے دن جب قیدیوں کو لایا گیا' تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم لوگ ان قیدیوں کے بارے میں کیا مشورہ دیتے ہو۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے پورا قصہ اس حدیث میں نقل کیا ہے۔ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ان میں سے کوئی بھی شخص صرف فدیہ دے کر یا گردن کٹوا کر واپس جا سکے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! سہیل بن بیضاء کا استثناء کر لیں کیونکہ میں نے اسے اسلام کا ذکر کرتے ہوئے سنا ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ خاموش رہے۔ راوی بیان کرتے ہیں: اس دن مجھے اپنے بارے میں سب سے زیادہ اس بات کا خوف ہوا کہ میرے اوپر آسمان سے پتھر برسنا نہ شروع ہو جائیں۔ راوی بیان کرتے ہیں: لیکن نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا: سہیل بن بیضاء کا حکم مستثنیٰ ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورے کے مطابق قرآن کا حکم نازل ہوا۔

''نبی کے لیے یہ بات مناسب نہیں تھی کہ وہ قیدیوں کو اپنے ہاں رکھے جب تک خونریزی نہ کر لے۔''

یہ آیت آخر تک ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) (امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔ ابوعبیدہ نے اپنے والد سے احادیث کا سماع نہیں کیا۔

3010 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنِيْ مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ زَائِدَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: لَمْ تَحِلَّ الْغَنَائِمُ لِاَحَدٍ سُوْدِ الرُّؤُسِ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانَتْ تَنْزِلُ نَارٌ مِّنَ السَّمَآءِ فَتَاْكُلُهَا قَالَ سُلَيْمَانُ الْاَعْمَشُ فَمَنْ يَّقُوْلُ هٰذَا اِلَّا اَبُوْ هُرَيْرَةَ الْاٰنَ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ وَّقَعُوْا فِي الْغَنَائِمِ قَبْلَ اَنْ تَحِلَّ لَهُمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى (لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ الْاَعْمَشِ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں، تم سے پہلے کسی بھی اُمت کے لیے مالِ غنیمت کو حلال قرار نہیں دیا گیا۔ پہلے زمانے میں آسمان سے آگ نازل ہوتی تھی اور اسے ختم کر دیتی تھی۔

سلیمان اعمش نے یہ بات بیان کی ہے۔ یہ بات حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کون کہہ سکتا ہے؟

راوی بیان کرتے ہیں: غزوۂ بدر کے موقع پر لوگوں نے مالِ غنیمت اکٹھا کرنا شروع کر دیا تھا حالانکہ وہ ابھی ان کے لیے حلال قرار نہیں دیا گیا تھا' تو اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

''اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے بارے میں پہلے سے طے شدہ فیصلہ نہ ہوتا تو تمہیں اُسے لینے کی وجہ سے عظیم عذاب لاحق ہوتا۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے' اور اعمش سے منقول ہونے کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

شرح

اللہ کی طرف سے پیشگی آنے والا نوشتہ:

ارشادِ خداوندی ہے:

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ۭ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (الانفال: ۶۷ تا ۶۹)

''نبی کی شایانِ شان نہیں ہے کہ اس کے لیے قیدی موجود ہوں حتیٰ کہ وہ پورے طریقے سے قتل کر دیئے جائیں۔ تم دنیا کا ساز و سامان جبکہ اللہ تعالیٰ آخرت کو پسند کرتا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ اگر اللہ کی جانب سے پیشگی نوشتہ نہ آیا ہوتا تو جو مال تم نے حاصل کیا ہے اس کی وجہ سے بھاری عذاب نازل ہوتا۔ جو کچھ تم نے غنیمت سے پایا ہے، اس کو حلال سمجھ کر کھاؤ، اللہ سے ڈرو۔ بیشک اللہ بہت معاف کرنے والا بڑا مہربان ہے''۔

ان آیات کی تفسیر احادیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مالِ غنیمت حلال کیا گیا ہے جبکہ دیگر انبیاء علیہم السلام کے لیے حلال نہیں تھا۔ اسی طرح مالِ غنیمت امت محمدیہ کے لیے حلال قرار دیا گیا ہے جبکہ پہلی امتوں کے لیے حلال نہیں تھا۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیگر انبیاء کرام پر اور امت محمدی کو دیگر امتوں پر حلت مالِ غنیمت کی وجہ سے برتری حاصل

ہے۔

آیات مبارکہ اور احادیث باب میں قیدیوں کے ساتھ سلوک کرنے کی بھی تفصیل بیان کی گئی ہے۔حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بارگاہ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا تھا: یارسول اللہ! آپ کو قیدیوں کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہیے؟ اس بارے میں اپنے صحابہ سے مشاورت فرمائیں۔آپ نے صحابہ سے مشاورت کی تو کچھ نے انہیں قتل کر دینے کا مشورہ دیا جن میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا نام نمایاں ہے۔ کچھ صحابہ نے مشورہ دیا کہ فدیہ لے کر قیدیوں کو چھوڑ دیا جائے، ان لوگوں میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا نام سرفہرست تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مشورہ کو قبول فرمایا اور قیدیوں میں اعلان کر دیا کہ فدیہ ادا کر کے رہائی حاصل کر سکتے ہیں۔تاہم جو فدیہ بھی ادا نہیں کر سکتے وہ چار چار مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھا کر رہائی حاصل کر سکتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو درس وتدریس اور لکھنے پڑھنے کے عمل سے کتنی محبت تھی۔تاہم تاریخ اسلام میں غزوہ بدر کے نتیجہ میں گرفتار ہونے والے پہلے قیدی تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کے ساتھ حسن سلوک مثالی بلکہ مہمانوں جیسا تھا۔ایسی خدمت خلق، دشمن سے حسن اخلاق اور ان کی مہمان نوازی کی مثال تاریخ انسانیت پیش کرنے سے قاصر ہے۔

قیدیوں کے بارے میں صحابہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشاورت فرمانے اور صحابہ کی طرف سے مشورہ دینے کے حوالے سے ایک جامع روایت صحیح مسلم میں مذکور ہے۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ غزوہ بدر کے موقع پر مسلمانوں نے ستر کافروں کو قتل کیا اور ستر کو قیدی بنا لیا۔ جب انہیں قید کر لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہما وغیرہ صحابہ سے مشورہ کیا۔حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قیدیوں سے فدیہ وصول کر کے چھوڑ دینے کا مشورہ دیا' کیونکہ ممکن ہے اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عنایت فرما دے اور وہ دولت ایمان سے مالا مال ہو جائیں۔علاوہ ازیں ہمیں جنگی ساز وسامان کی بھی ضرورت ہے اور اس صورت میں ہماری بظاہر معاونت بھی ہو جائے گی۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس بارے میں میرا مشورہ اس سے مختلف ہے کہ قیدی جس کا رشتہ دار اس کے سپرد کیا جائے اور وہ اسے اپنے ہاتھ سے قتل کرے تاکہ دشمن کو آئندہ مسلمانوں کے مقابلے میں آنے کی جرأت نہ ہو۔اس طرح سرداران قریش بھی مرعوب ہو جائیں گے اور مسلمانوں سے لڑائی کرنے سے احتراز کریں گے۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مطابق تھی اور کثیر صحابہ کی رائے بھی یہی تھی۔اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آنسو بہا رہے تھے وجہ بکاء دریافت کی گئی تو آپ نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ کا عذاب قریب آ چکا تھا اس لیے میں آنسو بہا رہا ہوں۔اس موقع پر یہ آیات نازل کی گئیں جن میں قیدیوں کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔

سوال: ان آیات واحادیث باب کے مطالعہ سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آپ اور بعض صحابہ کی رائے جو قیدیوں سے فدیہ وصول کرنے کی تھی' کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عتاب فرمایا گیا ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شایان شان نہیں ہو سکتا؟

جواب (۱) اس عتاب کے مخاطب حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا اجلہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نہیں ہیں بلکہ وہ لوگ ہیں جو ضعیف

العقیدہ اور نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے۔

(۲) انبیاء سابقین اور امم سابقہ کے لیے مالِ غنیمت حلال نہیں تھا۔ غزوۂ بدر کے موقع پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے لیے مالِ غنیمت حلال قرار دیا گیا تھا، تو پھر عتاب کیسا؟

(۳) کتاب من اللہ سبق کا مصداق وہ وحی غیر متلو ہے جو حضرت جبرائیل علیہ السلام لائے تھے یعنی پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اختیار دیا گیا تھا' لہٰذا منشاء خداوندی کی مخالفت کی وجہ سے گرفت نہیں کی گئی۔ فِيمَا اَخَذْتُمْ اور مِمَّا غَنِمْتُمْ سے مراد زرِ فدیہ ہے۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ التَّوْبَةِ

باب 10: سورہ توبہ سے متعلق روایات

3011 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَّابْنُ اَبِي عَدِيٍّ وَّسَهْلُ بْنُ يُوْسُفَ قَالُوْا حَدَّثَنَا عَوْفُ بْنُ اَبِي جَمِيْلَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ الْفَارِسِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: قُلْتُ لِعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ مَا حَمَلَكُمْ اَنْ عَمَدْتُّمْ اِلَى الْاَنْفَالِ وَهِيَ مِنَ الْمَثَانِيْ وَاِلٰى بَرَاءَةٌ وَّهِيَ مِنَ الْمِئِيْنَ فَقَرَنْتُمْ بَيْنَهُمَا وَلَمْ تَكْتُبُوْا بَيْنَهُمَا سَطْرَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَوَضَعْتُمُوْهَا فِي السَّبْعِ الطُّوَلِ مَا حَمَلَكُمْ عَلٰى ذٰلِكَ فَقَالَ عُثْمَانُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا يَاْتِيْ عَلَيْهِ الزَّمَانُ وَهُوَ تَنْزِلُ عَلَيْهِ السُّوَرُ ذَوَاتُ الْعَدَدِ فَكَانَ اِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ الشَّيْءُ دَعَا بَعْضَ مَنْ كَانَ يَكْتُبُ فَيَقُوْلُ ضَعُوْا هٰؤُلَآءِ الْاٰيَاتِ فِي السُّوْرَةِ الَّتِيْ يُذْكَرُ فِيْهَا كَذَا وَكَذَا وَاِذَا نَزَلَتْ عَلَيْهِ الْاٰيَةَ فَيَقُوْلُ ضَعُوْا هٰذِهِ الْاٰيَةَ فِي السُّوْرَةِ الَّتِيْ يُذْكَرُ فِيْهَا كَذَا وَكَذَا وَكَانَتِ الْاَنْفَالُ مِنْ اَوَائِلِ مَا اُنْزِلَتْ بِالْمَدِيْنَةِ وَكَانَتْ بَرَاءَةٌ مِّنْ اٰخِرِ الْقُرْاٰنِ وَكَانَتْ قِصَّتُهَا شَبِيْهَةً بِقِصَّتِهَا فَظَنَنْتُ اَنَّهَا مِنْهَا فَقُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُبَيِّنْ لَنَا اَنَّهَا مِنْهَا فَمِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ قَرَنْتُ بَيْنَهُمَا وَلَمْ اَكْتُبْ بَيْنَهُمَا سَطْرَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فَوَضَعْتُهَا فِي السَّبْعِ الطُّوَلِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَوْفٍ عَنْ يَزِيْدَ الْفَارِسِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

توضیح راوی: وَيَزِيْدُ الْفَارِسِيُّ هُوَ مِنَ التَّابِعِيْنَ قَدْ رَوٰى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ غَيْرَ حَدِيْثٍ وَّيُقَالُ هُوَ يَزِيْدُ بْنُ هُرْمُزَ وَيَزِيْدُ الرَّقَاشِيُّ هُوَ يَزِيْدُ بْنُ اَبَانَ الرَّقَاشِيُّ وَهُوَ مِنَ التَّابِعِيْنَ وَلَمْ يُدْرِكِ ابْنَ عَبَّاسٍ اِنَّمَا رَوٰى عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَّكِلَاهُمَا مِنْ اَهْلِ الْبَصْرَةِ وَيَزِيْدُ الْفَارِسِيُّ اَقْدَمُ مِنْ يَزِيْدَ الرَّقَاشِيِّ

◄► حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کہا: کس چیز نے آپ کو اس بات کی ترغیب دی کہ آپ سورہ انفال کو جو مثانی میں سے ہے' سورہ توبہ کے ساتھ ملا دیں' جو دو سو آیات والی سورت ہے' (آپ نے ان

3011- اخرجه ابوداؤد (۲۶۸/۱): کتاب الصلاة: باب: من جهر بها، حديث (۷۸۶)، واحمد (۵۷/۱، ۶۹).

دونوں کو ملا دیا اور ان دونوں کے درمیان "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کی سطر نہیں لکھی اور آپ نے اسے سبع طوال میں شامل کر دیا' آپ کو کس چیز نے اس بات کی ترغیب دی؟

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: نبی اکرم ﷺ پر جس طرح مختلف زمانہ آتا رہا اسی اعتبار سے آپ ﷺ پر مختلف سورتیں نازل ہوتی رہیں اور یہ کئی سورتیں ہیں۔ جب بھی نبی اکرم ﷺ پر کوئی چیز نازل ہوتی' تو آپ ﷺ کسی لکھنے والے کو بلاتے اور یہ ارشاد فرماتے: ان آیات کو فلاں سورۃ میں رکھ دو جس میں فلاں فلاں چیز کا ذکر ہے' اور جب آپ ﷺ پر کوئی آیت نازل ہوتی' تو آپ ﷺ یہ ارشاد فرماتے: اس آیت کو فلاں سورۃ میں رکھ دو جس میں اس چیز کا ذکر ہے۔ سورۃ انفال ان سورتوں میں سے ہے' جو مدینہ منورہ میں ابتدائی دور میں نازل ہوئی اور سورۃ براۃ نازل ہونے کے اعتبار سے قرآن پاک کی آخری سورتوں میں سے ہے' اور اس کا مضمون اس کے مضمون کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے اس لیے میں نے یہ گمان کیا کہ یہ اس کا حصہ ہوگی۔ اسی دوران نبی اکرم ﷺ کا انتقال ہو گیا' لیکن نبی اکرم ﷺ نے ہمارے سامنے یہ بات واضح نہیں کی کہ یہ اس سورۃ کا حصہ ہے۔ اسی لیے میں نے ان دونوں کو ساتھ ملا دیا اور ان دونوں کے درمیان "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کی سطر نہیں لکھی اور میں نے اسے سبع طوال میں شامل کر دیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

یزید فارسی نامی راوی تابعین کے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں' انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے دوسری روایت نقل کی ہے۔ ایک قول کے مطابق ان کا نام یزید بن ہرمز ہے۔

یزید رقاشی نامی راوی کا نام یزید بن ابان رقاشی ہے۔ یہ بھی تابعین کے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں' لیکن انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا زمانہ نہیں پایا' انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے احادیث روایت کی ہیں۔

یہ دونوں صاحبان بصرہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

یزید فارسی' یزید رقاشی سے پہلے زمانے کے ہیں۔ (یعنی عمر میں بڑے ہیں)

شرح

سورۃ انفال اور سورۃ توبہ کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ لکھنے کی وجہ:

اس سورۃ کے تیرہ نام ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) سورۃ برأت (۲) سورۃ الفاضحہ (۳) سورۃ العذاب (۴) سورۃ توبہ (۵) سورۃ المقشقشہ (۶) سورۃ المنقرۃ
(۷) سورۃ الحافرۃ (۸) سورۃ المثیرۃ (۹) سورۃ المبعثرۃ (۱۰) سورۃ المخزیۃ (۱۱) سورۃ المنکلۃ (۱۲) سورۃ المشردۃ
(۱۳) سورۃ المدمدمۃ (الاتقان للسیوطی جلد اول ص ۶۷)

یہ سورۃ ایک سو تیس (۱۳۰) آیات، سولہ (۱۶) رکوع، چار ہزار آٹھ سو نوے (۴۸۹۰) کلمات اور دس ہزار چار سو اسی (۱۰۴۸۰) حروف پر مشتمل ہے۔

آیات کے اعتبار سے سورتوں کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

(۱) سبع طول: اس میں سات بڑی سورتیں آجاتی ہیں جو سورۃ بقرہ سے لے کر سورۃ توبہ تک ہیں۔

(۲) مئون: اس میں وہ سورتیں آتی ہیں جو سو یا سو سے کچھ زائد آیات پر مشتمل ہیں۔

(۳) مثانی: یہ لفظ مثنیٰ کی جمع ہے، اس سے مراد ہے: پھیری جانے والی سورتیں یعنی وہ سورتیں جو سو سے کم آیات پر مشتمل ہوں۔

(۴) مفصلات: وہ سورتیں ہیں جو چھوٹی چھوٹی آیات پر مشتمل ہیں۔ یہ سورۃ ق سے لے کر سورۃ الناس تک ہیں۔

فائدہ نافعہ: سورۃ الانفال پچھتر (۷۵) آیات پر مشتمل ہے۔ لہٰذا وہ مثانی میں شامل ہیں جبکہ سورۃ برأت ایک سو انتیس (۱۲۹) آیات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ''مئون'' میں داخل ہے۔ دونوں سورتوں کی مجموعی تعداد آیات دو سو چار (۲۰۴) ہونے کی وجہ سے ''سبع طول'' میں شمار ہوں گی۔

حدیث باب میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایک اہم سوال کا جواب دیا گیا ہے۔ سوال یہ تھا کہ سورۃ انفال اور سورۃ توبہ کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ لکھنے کی وجہ کیا ہے حالانکہ تمام قرآن میں ہر سورت کے آغاز میں بسم اللہ لکھی ہوئی ہے؟

اس اہم سوال کا جواب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف سے دیا گیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ نزول قرآن کا سلسلہ ۲۳ سال تک جاری رہا جب حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر دربار نبوت میں حاضر ہوتے تو جہاں یہ پیغام خداوندی عرض کرتے کہ اس آیت کو فلاں سورت کی فلاں آیت کے بعد رکھیں وہاں یہ بھی گزارش کرتے کہ یہاں سے نئی سورت کا آغاز ہوا چاہتا ہے اور یہاں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھی جائے یعنی ہر سورت کے آغاز میں تسمیہ کا بھی نزول ہوتا تھا۔ پھر اسی ترتیب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خدام (کاتبین وحی) سے لکھوا لیتے تھے۔ گویا تسمیہ کا نزول اور ترتیب میں اس کے رکھنے کا مقصد دونوں سورتوں کے مابین امتیاز و فرق کرنا تھا۔ سورۃ توبہ کے نزول کے وقت بسم اللہ نازل نہیں ہوئی، نہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس کے لکھنے کا کہا اور نہ ہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کاتبین وحی سے لکھوائی بلکہ دونوں سورتوں کے مابیان جگہ خالی چھوڑی گئی تا کہ دونوں کے درمیان فرق ہو جائے۔

خواہ سورۃ انفال مدنی زندگی کے آغاز میں نازل ہوئی جبکہ سورۃ برأت مدنی دور کے آخری حصہ میں نازل ہوئی لیکن دونوں کے درمیان مضامین کے اعتبار سے مطابقت و مناسبت موجود ہے۔ دور رسالت میں دونوں سورتوں کو ''قرینتین'' (ملی ہوئی سورتیں) کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ اسی وجہ سے دونوں سورتوں کو تسمیہ کی فصل کے بغیر لکھا جاتا ہے۔ دور عثمانی میں جب قرآن کریم کو ایک قرأت کے مطابق ترتیب دیا گیا تو اس موقع پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی باہمی مشاورت سے دونوں سورتوں کے مابین تسمیہ نہیں لکھی گئی بلکہ جگہ خالی چھوڑی گئی تھی۔

سورۃ انفال اور سورۃ توبہ کے مابین مناسبت:

سورۃ انفال اور سورۃ توبہ کے مابین اسلامی ریاست کے خارجی و داخلی احکام، صلح و جنگ کے اصول، مؤمنین و منافقین اور کفار

کے احکام اور معاہدوں اور مواثیق کے احکام کی تفصیل کے اعتبار سے مناسبت موجود ہے۔ علاوہ ازیں دونوں سورتوں میں مشرکین کو مسجد حرام میں داخل ہونے کی ممانعت، اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب، منافقین کی سازشوں سے آگاہ کرنے کے مضامین بیان ہوئے ہیں۔ سورۃ توبہ میں سورۃ انفال کے مضامین واحکام بطور تتمہ بیان کیے گئے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: سورۃ انفال کا مثانی سے تعلق ہے جبکہ سورۃ برأت مئون سے متعلق ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ دونوں کے درمیان بسم اللہ رکھ کر امتیاز نہیں کیا گیا؟ آپ نے اس سورۃ کو سبع طوال میں کیوں درج کیا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ایک عرصہ تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر لمبی لمبی سورتوں کا نزول ہوتا رہا۔ جب آپ پر کوئی آیت نازل ہوتی تو کاتب وحی کو طلب کر کے لکھنے کا حکم دیتے اور ساتھ ہی فلاں سورت میں فلاں آیت کے بعد لکھنے کا بھی حکم صادر فرماتے۔ سورۃ انفال کا نزول مدنی دور کے آغاز میں اور سورۃ برأت کا نزول مدنی دور کے بالکل اختتام میں ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ انفال اور سورۃ برأت کے امتیاز کو بیان نہ فرمایا تھا حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا تھا۔ تاہم دونوں کے قصص و مضامین یکساں تھے، اس وجہ سے ہم نے خیال کیا کہ سورۃ برأت، سورۃ انفال کا حصہ ہے اور دونوں کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھ کر فصل بھی نہ کی گئی۔ (المستدرک ج جلد ۲ ص ۲۲۱)

نزول کے اعتبار سے سورۃ برأت کا نمبر ۱۱۴ ہے۔ یہ سورۃ غزوۂ تبوک کے موقع پر ۹ھ میں نازل ہوئی۔ جس میں بیت اللہ کا حج فرض قرار دیا گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں تاریخ اسلام میں ۹ھ میں مسلمانوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں پہلا حج ادا کیا۔ آئندہ سال یعنی ۱۰ھ میں مسلمانوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں پہلا اور آخری حج ادا کیا۔

اس سورۃ کا بیشتر حصہ غزوہ تبوک کے موقع پر نازل ہوا، اس موقع پر مسلمانوں کی مالی حالت بہتر نہیں تھی۔ اس عسرت کے زمانہ میں غزوۂ تبوک میں شامل نہ ہو کر منافقین نے خوب اپنی منافقت کا مظاہرہ کیا۔ ان کی اس قابل مذمت حرکت کا انکشاف بھی سورۃ برأت میں کیا گیا ہے۔

3012 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ شَبِيبِ بْنِ غَرْقَدَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْاَحْوَصِ حَدَّثَنَا اَبِيْ

متنِ حدیث: اَنَّهٗ شَهِدَ حَجَّةَ الْوَدَاعِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَذَكَّرَ وَوَعَظَ ثُمَّ قَالَ اَيُّ يَوْمٍ اَحْرَمُ اَيُّ يَوْمٍ اَحْرَمُ اَيُّ يَوْمٍ اَحْرَمُ قَالَ فَقَالَ النَّاسُ يَوْمُ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَاِنَّ دِمَائَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ وَاَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا اَلَا لَا يَجْنِيْ جَانٍ اِلَّا عَلٰى نَفْسِهٖ وَلَا يَجْنِيْ وَالِدٌ عَلٰى وَلَدِهٖ وَلَا وَلَدٌ عَلٰى وَالِدِهٖ اَلَا اِنَّ الْمُسْلِمَ اَخُو الْمُسْلِمِ فَلَيْسَ يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ مِّنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ اِلَّا مَا اَحَلَّ مِنْ نَّفْسِهٖ اَلَا وَاِنَّ كُلَّ رِبًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوْعٌ لَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ غَيْرَ رِبَا الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَاِنَّهٗ مَوْضُوْعٌ كُلُّهٗ اَلَا وَاِنَّ كُلَّ دَمٍ كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ

مَوْضُوْعٌ وَّاَوَّلُ دَمٍ وُضِعَ مِنْ دِمَاءِ الْجَاهِلِيَّةِ دَمُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ كَانَ مُسْتَرْضَعًا فِي بَنِي لَيْثٍ فَقَتَلَتْهُ هُذَيْلٌ اَلَا وَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَاِنَّمَا هُنَّ عَوَانٍ عِنْدَكُمْ لَيْسَ تَمْلِكُوْنَ مِنْهُنَّ شَيْئًا غَيْرَ ذٰلِكَ اِلَّا اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ فَاِنْ فَعَلْنَ فَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا اِنَّ لَكُمْ عَلٰى نِسَائِكُمْ حَقًّا وَّلِنِسَائِكُمْ عَلَيْكُمْ حَقًّا فَاَمَّا حَقُّكُمْ عَلٰى نِسَائِكُمْ فَلَا يُوْطِئْنَ فُرُشَكُمْ مَنْ تَكْرَهُوْنَ وَلَا يَاْذَنَّ فِي بُيُوْتِكُمْ لِمَنْ تَكْرَهُوْنَ اَلَا وَاِنَّ حَقَّهُنَّ عَلَيْكُمْ اَنْ تُحْسِنُوْا اِلَيْهِنَّ فِي كِسْوَتِهِنَّ وَطَعَامِهِنَّ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

وَقَدْ رَوَاهُ اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ شَبِيْبِ بْنِ غَرْقَدَةَ

◆◆ سلیمان بن عمرو بیان کرتے ہیں: میرے والد نے مجھے یہ بات بتائی ہے: وہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کے ساتھ موجود تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی۔ پھر آپ ﷺ نے وعظ ونصیحت کی۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کون سا دن زیادہ حرمت والا ہے' کون سا دن زیادہ حرمت والا ہے' کون سا دن واضح حرمت والا ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں: لوگوں نے جواب دیا: حج اکبر کا دن یارسول اللہ ﷺ! نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہاری جانیں' تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں تمہارے لیے اسی طرح قابل احترام ہیں۔ جس طرح یہ دن اس شہر میں' اس مہینے میں قابل احترام ہے۔ خبردار! ہر زیادتی کرنے والا اپنے ساتھ ہی زیادتی کرتا ہے۔ والد اپنے بیٹے کے جرم کا ذمہ دار نہیں ہوگا' اور بیٹا اپنے والد کے جرم کا ذمہ دار نہیں ہوگا۔ یاد رکھنا ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے' تو کسی بھی مسلمان کے لیے اپنے بھائی کی صرف وہی چیز جائز ہوگی جسے وہ اپنی ذات کے حوالے سے' بھی جائز سمجھتا ہو' اور یاد رکھو! زمانہ جاہلیت کا ہر سود معاف ہے۔ تمہارے اصل مال تمہاری ملکیت شمار ہوں گے' اور نہ تم زیادتی کرو اور نہ تمہارے ساتھ زیادتی کی جائے۔ عباس بن عبدالمطلب نے جو سود دیا ہے وہ سارے کا سارا معاف ہے' اور یہ بھی یاد رکھنا کہ زمانہ جاہلیت کا ہر خون معاف ہے۔ زمانہ جاہلیت کا سب سے پہلا خون جو میں معاف کر رہا ہوں' وہ حارث بن عبدالمطلب کا خون ہے' جو بنولیث کے ہاں دودھ پینے کے لیے بھیجے گئے تھے' تو ہذیل قبیلے والوں نے انہیں قتل کر دیا تھا۔ یاد رکھو! خواتین کے بارے میں بھلائی کی وصیت قبول کرو! کیونکہ وہ تمہارے زیر ملکیت ہیں۔ تم انہیں (مارنے پیٹنے کی) کوئی اجازت نہیں رکھتے ماسوائے اس صورت کے کہ وہ واضح طور پر بے حیائی کا ارتکاب کریں۔ اگر وہ ایسا کریں تو تم ان کے بستر الگ کر دو' اور انہیں مارو' لیکن اس میں زیادتی نہ کرو۔ اگر وہ تمہاری بات مان جائیں تو تم ان کے خلاف بہانے تلاش نہ کرو۔ یہ بات یاد رکھو تمہارا تمہاری بیویوں پر حق ہے' اور تمہاری بیویوں کا بھی تم پر حق ہے۔ تمہارا حق تمہاری بیویوں پر یہ ہے: وہ تمہارے بستر کے پاس ایسے شخص کو نہ آنے دیں جسے تم ناپسند کرتے ہو (یعنی گھر میں نہ آنے دے) اور وہ تمہارے گھر میں ان لوگوں کو اندر نہ آنے دیں جنہیں تم ناپسند کرتے ہو' اور یہ بات یاد رکھو! ان کا تم پر یہ حق ہے کہ تم ان کے لباس اور کھانے کے معاملے میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

ابواحوص نے شبیب بن غرقدہ کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے۔

3013 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ بْنِ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا اَبِیْ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ

متنِ حدیث: سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ يَّوْمِ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ فَقَالَ يَوْمُ النَّحْرِ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ سے حج اکبر کے دن کے بارے میں دریافت کیا: تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ قربانی کا دن ہے۔

3014 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ

آثارِ صحابہ: قَالَ يَوْمُ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ يَوْمُ النَّحْرِ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا الْحَدِيْثُ اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ

اسنادِ دیگر: لِاَنَّهٗ رُوِیَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ مَّوْقُوْفًا وَّلَا نَعْلَمُ اَحَدًا رَفَعَهٗ اِلَّا مَا رُوِیَ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ وَقَدْ رَوٰى شُعْبَةُ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ مَّوْقُوْفًا

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: حج اکبر کا دن قربانی کا دن ہے۔

(امام ترمذی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) یہ روایت محمد بن اسحاق کی نقل کردہ روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے: یہ روایت دیگر حوالوں سے ابواسحاق کے حوالے سے حارث کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ''موقوف'' روایت کے طور پر منقول ہے۔

ہمارے علم کے مطابق کسی نے بھی اسے ''مرفوع'' حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا' ماسوائے اس روایت کے جسے محمد بن اسحاق کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے۔ شعبہ نے اس روایت کو ابواسحاق' عبداللہ بن مرہ' حارث کے حوالے حضرت علی سے ''موقوف'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

شرح

حج اکبر اور حج اصغر:

ارشادِ خداوندی ہے:

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ ؕ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِی اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ (برات:۳)

''اور سب لوگوں کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان ہے حج اکبر کے دن بیشک اللہ مشرکین سے بری ہے اور اس کا رسول بھی۔ پس اگر تم توبہ کرلو تو تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر تم نے اعراض کیا تو خوب جان لو کہ بیشک تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ آپ کفار کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیں''۔

ہر مسلمان، عاقل، بالغ اور صاحب نصاب جو بیت اللہ تک جانے کی قوت رکھتا ہو، اس پر زندگی میں ایک بار حج کرنا فرض ہے۔ قوت ہونے کے باوجود حج نہ کرنا یا تاخیر سے کام لینا گناہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرضیت حج کا اعلان کیا تو ایک صحابی نے دریافت کیا: یارسول اللہ! کیا حج ہر سال فرض ہے؟ آپ نے سکوت اختیار فرمایا: صحابی نے تین بار سوال کیا تو آپ نے خاموشی اختیار فرمائی۔ پھر آپ نے فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال حج فرض ہو جاتا اور اس کے ادا نہ کرنے کی وجہ سے تم گناہگار ہوتے۔ لہٰذا تم بلاوجہ سوالات نہ کیا کرو، کیونکہ تم سے پہلے لوگ اپنے نبی کی مخالفت کرنے اور کثرت سوالات کی وجہ سے ہلاک ہو گئے تھے۔

سوال: دریافت طلب یہ بات ہے کہ حج اکبر اور حج اصغر کے درمیان کیا فرق ہے؟

جواب: (۱) ایام حج میں مخصوص ارکان و مناسک کے ادا کرنے کو حج اکبر کہا جاتا ہے اور عمرہ کو حج اصغر کہا جاتا ہے۔

(۲) ایام حج میں مخصوص ارکان و مناسک کی صورت میں جمعہ کے دن ادا کیے جانے والے کو حج اکبر اور جمعہ کے علاوہ کسی دن میں ادا کیے جانے والے حج کو ''حج اصغر'' کہا جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حج اکبر اور حج اصغر کے بارے میں اقوال اسلاف:

حج اکبر اور حج اصغر کے بارے میں اسلاف کے مختلف اقوال ہیں:

(۱) حضرت علی اور حضرت امام زہری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے: حج اکبر یوم نحر ہے۔

(۲) حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حج اکبر یوم النحر ہے اور حج اصغر عمرہ ہے۔

(۳) حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حج اکبر یوم نحر ہے اور حج اصغر عمرہ ہے۔

(۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حج اکبر اور حج اصغر کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا: حج اکبر یوم نحر ہے۔

(۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عمار اور حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا: حج اکبر یوم النحر ہے۔

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے چار اقوال نقل فرمائے ہیں:

(i) حج اکبر یوم عرفہ ہے۔

(ii) حج اکبر یوم نحر ہے۔

(iii) حج اکبر یوم طواف زیارت ہے۔

(iv) ایام حج میں ادا کیا جانے والا حج اکبر ہے۔

ان اقوال میں تعارض نہیں ہے کیونکہ موقع کی مناسبت سے ہر حج، حج اکبر ہے۔

عام طور پر لوگ جمعۃ المبارک کے دن ادا کیے جانے والے حج کو حج اکبر کہتے ہیں، یہ حقیقت کے قریب تر ہے خواہ اس پر نقلی دلیل موجود نہیں ہے۔اس کی وجہ ''آوازہ خلق نقارہ خدا است'' ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جس چیز کو مسلمان اچھا تصور کریں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہوتی ہے۔ اسی طرح جس چیز کو مسلمان برا خیال کریں، وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی بری ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں اس روایت سے بھی اس نظریہ کی تائید ہوتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: افضل الایام، یوم عرفہ ہے اور جب یہ جمعہ کے دن آئے تو یہ بغیر جمعہ ستر حج سے افضل ہے۔ (اتحاف السعادۃ المتقین، ج ۴ ص ۲۷۴)

جمعۃ المبارک کے دن کو سید الایام قرار دیا گیا ہے اور ایک روایت کے مطابق اسے مسلمانوں کے لیے ''یوم العید'' بھی قرار دیا گیا ہے۔ یوم جمعۃ المبارک کی فضیلت کے بارے میں چند ایک روایات پیش کی جاتی ہیں، جن سے یوم جمعہ کے دن ادا کیے جانے والے حج کو ''حج اکبر'' کا درجہ حاصل ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں دوسری اور تیسری حدیث باب سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یوم موعود قیامت کا دن ہے، یوم مشہود یوم عرفہ ہے اور شاہد یوم الجمعہ ہے۔

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعۃ المبارک سے بہتر کوئی دن نہیں جس میں آفتاب طلوع ہوا ہو یا غروب ہوا ہو۔ اس دن ایک گھڑی ایسی ہے جس میں جو بھی دعا کی جائے اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کا دن سید الایام ہے، اس میں آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے، اسی دن انہیں جنت میں داخل کیا گیا، اسی دن وہ جنت سے باہر نکالے گئے اور اسی دن قیامت قائم ہوگی۔

(۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جمعۃ المبارک کے دن سب مسلمانوں کی بخشش فرما دیتا ہے۔

خطبہ حجۃ الوداع کے نکات:

۹ھ میں مسلمانوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں پہلا حج ادا کیا۔ ۱۰ھ میں ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں پہلا اور آخری حج ادا کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حج کے موقع پر دنیا بھر سے آئے مسلمانوں سے تاریخی خطاب فرمایا جو خطبہ ''حجۃ الوداع'' کے نام سے مشہور ہے۔ اس خطبہ کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

انسان کی عزت و ناموس اور جان و مال کا تحفظ:

فرمایا: اے لوگو! تمہاری عزتیں، تمہارا خون اور تمہارا مال و دولت اسی طرح محترم ہے جس طرح آج کا دن، آج کا شہر اور یہ

مہینہ محترم ہے۔

زیادتی کا ذمہ دار ظالم:

فرمایا: جنایت کا مرتکب خود ذمہ دار ہے اور دوسرا شخص ذمہ دار نہیں ہے' یعنی جو شخص دوسرے کو نقصان پہنچاتا ہے، اس کی تلافی اسی کے ذمہ ہے، نہ کہ دوسرے شخص کے ذمہ ہے۔ ارشاد نبوی ہے کہ مقتول کے عوض قاتل کے باپ یا اس کی اولاد کو قتل نہیں کیا جائے گا، کیونکہ قاتل اپنے فعل کا ذمہ دار ہے نہ کہ دوسرا شخص۔

اخوت اسلامی کا رشتہ:

فرمایا: سنو! ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے' کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کی کوئی چیز اس کی اجازت کے بغیر لے۔ یعنی ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی کوئی چیز اس کی اجازت کے بغیر نہ اپنے قبضہ میں کرے اور نہ اپنے استعمال میں لائے' کیونکہ یہ حرکت رشتہ اخوت کے منافی اور قابل نفرت ہے۔

سود کا خاتمہ:

فرمایا: اے لوگو! بیشک زمانہ جاہلیت کا سود ختم کیا جاتا ہے، تمہارے لیے صرف اصل اموال ہیں۔ تم کسی پر ظلم نہ کرو اور نہ کوئی تم پر ظلم کرنے پائے۔ علاوہ عباس بن عبدالمطلب کے سود کے پس وہ تمام کا تمام ختم کیا جاتا ہے۔

فائدہ نافعہ: اس اقتباس کے ترجمہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زبان نبوت سے جب سود ختم کرنے کا اعلان ہوا تو حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے سود کو ختم نہیں کیا گیا تھا بلکہ وہ باقی رکھا گیا تھا حالانکہ یہ بات درست نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سمیت سب کے سود کو ختم کر دیا تھا۔ اس روایت میں ''غیر ربا العباس'' جو الفاظ (غیر حرف استثناء کے ساتھ) درست نہیں ہیں۔ صحیح تعبیر صحیح مسلم کے الفاظ میں استعمال ہوئے ہیں: **وربا الجاهلية موضوع و اول ربا اضع، ربانا: ربا عباس بن عبدالمطلب، فانه موضوع كله** (صحیح مسلم، کتاب الحج رقم الحدیث ۱۴۷) زمانہ جاہلیت کا سود ختم کیا جاتا ہے، پہلا سود جسے میں ختم کرنا چاہتا ہوں ہمارا سود یعنی حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا سود ہے۔ پس یہ تمام کا تمام ختم کیا جاتا ہے۔

اگر سود باقی رکھا جاتا تو لوگوں پر زیادتی اور ظلم ہوتا اور اگر اصل مال بھی ختم کیا جاتا تو مالکوں پر ظلم ہوتا، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محض سود کے خاتمہ اور اصل رقم مالکوں کو واپس کرنے کا اعلان کر کے سب کو ظلم وستم سے بچالیا۔ دیگر امراض کی طرح زمانہ جاہلیت میں سودی کاروبار بھی عروج پر تھا اور اسلام نے اس کا خاتمہ کر دیا۔ سودی کاروبار میں بہت سی قباحتیں ہیں مثلاً ظلم وزیادتی، کدورت و عداوت پیدا ہونا، صلہ رحمی کا انقطاع اور قتل وغارت کی نوبت آنا۔

خونی مطالبہ کا خاتمہ:

فرمایا: سنو! زمانہ جاہلیت کا خونی مطالبہ ختم کیا جاتا ہے، زمانہ جاہلیت کا پہلا خونی مطالبہ جو میں ختم کرنا چاہتا ہوں، وہ حارث

بن عبدالمطلب کا خون ہے۔ وہ بنولیث میں دودھ پیتا تھا، ہذیل نے اسے قتل کر دیا تھا۔

فائدہ نافعہ: قریش کے مشہور خاندان "عبدالمطلب" کا "ایاس بن ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب" نامی شیر خوار بچہ تھا، جو قبیلہ لیث میں رضاعت کے لیے بھیجا گیا تھا۔ ایک دن قبیلہ ہذیل کے ایک شخص نے بچے پر پتھر پھینکا جس کے نتیجہ میں وہ ہلاک ہو گیا۔ خاندان عبدالمطلب ایک زمانہ سے اس بچے کے خون کا مطالبہ کر رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کی طرح زمانہ جاہلیت کے خون کے مطالبہ کا بھی خاتمہ کر دیا اور سب سے قبل اپنے خاندان کے بچے ایاس بن ربیعہ کے خون کا مطالبہ ختم کیا تھا۔

عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا:

فرمایا: سنو! میں تمہیں عورتوں کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرو، وہ تمہارے ماتحت ہیں لیکن تمہاری مملوک نہیں ہیں۔ تمہیں ان پر صرف احتباس حاصل ہے۔ اگر وہ نافرمانی کریں تو تم ہلکی سزا یا تادیب کر سکتے ہو، پھر اگر وہ اطاعت کریں تو ان پر سختی نہ کرو اور نہ کوئی دوسرا راستہ اختیار کرو۔ تم انہیں بلاوجہ پریشان نہ کرو۔

فائدہ نافعہ: عورتیں بھی مردوں کی طرح انسان ہیں، ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا ضروری ہے۔ اگر عورت سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو اسے مارے بغیر تادیب کی اجازت ہے۔ تاہم بلاوجہ اسے پریشان کرنا یا بات بات پر طلاق دینے کی دھمکی دینا، انسانی وقار کے منافی ہے، جس کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔

حقوق زوجین:

فرمایا: تمہارا تمہاری عورتوں پر حق ہے اور تمہاری عورتوں کا تم پر حق ہے۔ تمہارا تمہاری عورتوں پر حق یہ ہے کہ (تمہاری عدم موجودگی میں) وہ تمہارے بستر پر کسی کو نہ آنے دیں اور جن لوگوں کو تم ناپسند کرتے ہو، انہیں تمہارے گھروں میں نہ آنے دیں۔ تمہاری عورتوں کا تم پر حق یہ ہے کہ تم ان کے لیے لباس اور کھانے کا اہتمام کرو۔

فائدہ نافعہ: زوجین کا باہم تعلق و رشتہ چولی دامن کا ہے۔ دونوں اپنے اپنے حقوق و فرائض کو پیش نظر رکھیں اور ظلم و زیادتی سے مکمل احتراز کریں تو گھر جنت نظیر بن سکتا ہے ورنہ دنیا میں جہنم ہے۔

3015 **سند حدیث:** حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ وَّعَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ

متن حدیث: بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَرَاءَةٌ مَعَ اَبِىْ بَكْرٍ ثُمَّ دَعَاهُ فَقَالَ لَا يَنْبَغِىْ لِاَحَدٍ اَنْ يُّبَلِّغَ هٰذَا اِلَّا رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِىْ فَدَعَا عَلِيًّا فَاَعْطَاهُ اِيَّاهَا

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

◄◄ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ سورہ براۃ (توبہ) کو بھجوایا پھر انہیں بلوایا اور ارشاد فرمایا: اس کی تبلیغ کرنے کے لیے یہ مناسب ہے کہ میرے خاندان کا کوئی فرد ایسا کرے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور یہ سورۃ انہیں دی (اور انہیں اعلان کرنے کی ہدایت کی)۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کے حوالے سے "غریب" ہے۔

3016 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ حُسَيْنٍ عَنِ الْحَكَمِ ابْنِ عُتَيْبَةَ عَنْ مِقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَا بَكْرٍ وَّاَمَرَهُ اَنْ يُّنَادِيَ بِهٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ ثُمَّ اَتْبَعَهُ عَلِيًّا فَبَيْنَا اَبُوْ بَكْرٍ فِيْ بَعْضِ الطَّرِيْقِ اِذْ سَمِعَ رُغَاءَ نَاقَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَصْوَاءِ فَخَرَجَ اَبُوْ بَكْرٍ فَزِعًا فَظَنَّ اَنَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا هُوَ عَلِيٌّ فَدَفَعَ اِلَيْهِ كِتَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمَرَ عَلِيًّا اَنْ يُّنَادِيَ بِهٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ فَانْطَلَقَا فَحَجَّا فَقَامَ عَلِيٌّ اَيَّامَ التَّشْرِيْقِ فَنَادٰى، ذِمَّةُ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ بَرِيْئَةٌ مِّنْ كُلِّ مُشْرِكٍ فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّلَا يَحُجَّنَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَّلَا يَطُوْفَنَّ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ وَّلَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَّكَانَ عَلِيٌّ يُنَادِيْ فَاِذَا عَيِيَ قَامَ اَبُوْ بَكْرٍ فَنَادٰى بِهَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو (حج کے موقع پر امیر بنا کر) بھیجا اور انہیں یہ ہدایت کی کہ وہ ان کلمات کا اعلان کروادیں۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کے پیچھے بھیجا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ابھی راستے میں تھے کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی اونٹنی کی مخصوص آواز سنی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تیزی سے باہر آئے۔ وہ یہ سمجھے کہ شاید نبی اکرم ﷺ تشریف لائے ہیں' لیکن اس پر تو حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کا مکتوب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ ہدایت کی تھی: ان کلمات کا اعلان وہ کریں۔ پھر یہ دونوں حضرات روانہ ہو گئے۔ ان دونوں نے حج کیا' تو ایام تشریق میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے' اور انہوں نے یہ اعلان کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ہر مشرک سے بری الذمہ ہیں۔ تم لوگ ۴ ماہ تک اس علاقے میں گھوم پھر سکتے ہو۔ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کر سکے گا' اور کوئی شخص برہنہ ہو کر بیت اللہ کا طواف نہیں کر سکے گا' اور جنت میں صرف مومن داخل ہوں گے۔

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ اعلان کرتے رہے، یہاں تک کہ جب وہ تھک گئے' تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے' اور انہوں نے بھی یہ اعلان کیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے' اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے' جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔

3017 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ زَيْدِ بْنِ يُثَيْعٍ قَالَ

متنِ حدیث: سَاَلْنَا عَلِيًّا بِاَيِّ شَيْءٍ بُعِثْتَ فِي الْحَجَّةِ قَالَ بُعِثْتُ بِاَرْبَعٍ اَنْ لَّا يَطُوْفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ وَّمَنْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهْدٌ فَهُوَ اِلٰى مُدَّتِهٖ وَمَنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُ عَهْدٌ فَاَجَلُهُ اَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ وَّلَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا نَفْسٌ مُّؤْمِنَةٌ وَّلَا يَجْتَمِعُ الْمُشْرِكُوْنَ وَالْمُسْلِمُوْنَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ مِّنْ حَدِيْثِ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ وَرَوَاهُ الثَّوْرِیُّ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ بَعْضِ اَصْحَابِهٖ عَنْ عَلِيٍّ

فی الباب: وَّفِى الْبَاب عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ زَيْدِ بْنِ يُثَيْعٍ عَنْ عَلِيٍّ نَحْوَهُ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ زَيْدِ بْنِ اُثَيْعٍ عَنْ عَلِيٍّ نَحْوَهُ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَقَدْ رُوِىَ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ كِلْتَا الرِّوَايَتَيْنِ يُقَالُ عَنْهُ عَنِ ابْنِ اُثَيْعٍ وَّعَنِ ابْنِ يُثَيْعٍ وَّالصَّحِيْحُ هُوَ زَيْدُ بْنُ يُثَيْعٍ وَّقَدْ رَوٰى شُعْبَةُ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ زَيْدٍ غَيْرَ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَوَهِمَ فِيْهِ وَقَالَ زَيْدُ بْنُ اُثَيْلٍ وَّلَا يُتَابَعُ عَلَيْهِ

◆◆ زید بن یثیع بیان کرتے ہیں: ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا حج کے موقع پر آپ رضی اللہ عنہ کو کن چیزوں کے ہمراہ بھیجا گیا تھا' تو انہوں نے جواب دیا: مجھے چار چیزوں کے ہمراہ بھیجا گیا تھا ایک یہ کہ بیت اللہ کا طواف کوئی برہنہ شخص نہیں کر سکے گا' جس شخص کا نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کوئی معاہدہ ہو وہ اپنی مخصوص مدت تک ہوگا' اور جس شخص کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کا کوئی معاہدہ نہیں ہے' تو اس کی مدت چار ماہ ہے (ایسے لوگ اپنا بندوبست خود کر لیں) اور جنت میں صرف مومن داخل ہوگا' اور اس سال کے بعد (حج کے موقع پر) مشرکین اور مسلمان اکٹھے نہیں ہوں گے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہ روایت ابن عیینہ کے حوالے سے' منقول ہے' جسے انہوں نے ابواسحاق سے نقل کیا ہے۔

سفیان ثوری نے اسے ابواسحاق کے حوالے سے' ان کے بعض اساتذہ کے حوالے سے' حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

اس میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہونے کا ذکر ہے۔

نصر بن علی اور دیگر راویوں نے اسے اپنی سند کے حوالے سے زید بن یثیع کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

علی بن خشرم نے اپنی سند کے حوالے سے زید بن اثیع کے حوالے سے حضرت علی سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابن عیینہ کے حوالے سے یہ دونوں روایات منقول ہیں۔ ان کے حوالے سے راوی کا نام ابن اثیع بھی نقل کیا گیا ہے اور ابن یثیع بھی نقل کیا گیا ہے۔ تاہم صحیح لفظ زید بن یثیع ہے۔

شعبہ نے ابواسحاق کے حوالے سے زید سے دوسری روایت نقل کی ہے۔ تاہم انہوں نے اس میں وہم کیا اور راوی کا نام زید بن اثیل ذکر کر دیا ہے۔ اس بارے میں ان کی متابعت نہیں کی گئی ہے۔

شرح

بڑے حج کے دن کا اعلان:

حج فرض ہونے پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر کر کے روانہ فرمایا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی اپنی اونٹنی پر سوار کر کے روانہ کیا تاکہ وہ اعلانات برأت کریں۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ قافلہ حجاج کے پاس پہنچے تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: کیا آپ امیر کی حیثیت سے آئے ہیں یا مامور؟ جواب میں فرمایا: امیر کی حیثیت سے نہیں بلکہ مامور کی حیثیت سے آیا ہوں، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سورۃ برأت کے اعلانات کرنے کے لیے بھیجا ہے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ حج کے موقع پر آپ خود یا آپ کا کوئی قریبی عزیز اعلانات برأت کریں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا۔ حج کے موقع پر انہوں نے چار اعلانات کیے جو درج ذیل ہیں:

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی شخص کے درمیان عہد و پیمان تھا تو وہ مقررہ میعاد تک برقرار رہے گا' جس کے لیے کوئی عہد نہیں ہے، اسے چار ماہ کی مہلت دی جاتی ہے۔

(۲) جنت میں صرف مومن ہی داخل ہو سکے گا۔

(۳) آئندہ سال سے کوئی شخص عریاں حالت میں بیت اللہ کا طواف نہیں کر سکے گا۔

(۴) آئندہ سال سے مشرکین کو حج نہیں کر سکیں گے یعنی کفار کو حج کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔

حج سے فراغت پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے میرے پیچھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا تھا، کیا حج میں تبدیلی کے بارے میں کوئی حکم نازل ہوا تھا؟ فرمایا کوئی نیا حکم نازل نہیں ہوا تھا سوائے اس کے اعلانات برأت میں خود کروں یا اپنے کسی قریبی عزیز کے ذریعے کراؤں۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے اپنے قریبی عزیز حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اعلانات کے لیے منتخب کیا تھا۔

3018 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا رِشْدِيْنُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ دَرَّاجٍ عَنْ اَبِي الْهَيْثَمِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِذَا رَاَيْتُمُ الرَّجُلَ يَعْتَادُ الْمَسْجِدَ فَاشْهَدُوْا لَهٗ بِالْاِيْمَانِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى (اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ)

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ دَرَّاجٍ عَنْ اَبِي الْهَيْثَمِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ اِلَّا اَنَّهٗ قَالَ يَتَعَاهَدُ الْمَسْجِدَ

حکم حدیث: قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

توضیح راوی: وَأَبُو الْهَيْثَمِ اسْمُهُ سُلَيْمَانُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ الْعُتْوَارِيُّ وَكَانَ يَتِيمًا فِي حِجْرِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ اس کا مسجد میں آنے کا معمول ہے' تو تم اس کے بارے میں ایمان کی گواہی دو' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

"بے شک اللہ تعالیٰ کی مساجد کو وہ شخص آباد کرتا ہے' جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو۔"

حضرت ابوسعید خدری' نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند روایت نقل کرتے ہیں' تاہم اس کے الفاظ یہ ہیں۔

"يتعاهد المسجد" (یعنی باقاعدگی سے مسجد آتا ہے)"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔

ابوہیثم نامی راوی کا نام سلیمان بن عمرو بن عبدالعتواری ہے۔ یہ یتیم تھے' اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے زیر پرورش تھے۔

شرح

مساجد کی تعمیر مسلمان ہی کر سکتے ہیں:

ارشاد خداوندی ہے:

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ○ (التوبہ:۱۸)

"بے شک مساجد کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، وہ نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ وہ اللہ کے علاوہ کسی سے ڈرتے نہیں ہیں، پس وہ عنقریب ہدایت حاصل کر لیں گے"۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے کہ مشرکین مکہ اپنی جاہلانہ اور مشرکانہ رسومات ادا کرنے کو عبادت و تعمیر مسجد حرام قرار دیتے تھے اور اس پر فخر بھی کیا کرتے تھے کہ وہ بیت اللہ کے متولی و نگران بھی ہیں۔ اس آیت میں ان کی اس فکر و نظریہ کی تردید کی گئی ہے کہ مشرکین میں یہ لیاقت نہیں ہے کہ وہ مسجد حرام اور بیت اللہ کی تولیت و آبادکاری کی خدمات انجام دیں' کیونکہ یہ عقائد و افکار کے اعتبار سے نجس ہیں اور نجس لوگ یہ خدمات انجام دینے کے اہل نہیں ہو سکتے۔ ان اداروں کی آبادکاری، تولیت اور تعمیر کی خدمات وہ لوگ انجام دے سکتے ہیں جو خوش عقیدہ اور اعمال صالحہ کے جامع ہیں۔

تعمیر کا معنی و مفہوم:

لفظ تعمیر کا معنی ہے: عمر الدار، اس نے مکان تعمیر کیا، عمر المنزل یعنی اس نے گھر بسایا اور آباد کیا۔ تعمیر مسجد کے دو مطالب ہو سکتے ہیں:

(۱) مسجد کی تعمیر کرنا، اس کے کسی ٹوٹے پھوٹے حصہ کی مرمت کرنا اور زیارت کرنا

(۲) مسجد کو آباد کرنا، اس کی زیبائش کرنا، اس کی صفائی کرنا، اس میں روشنی کا اہتمام کرنا۔ علاوہ ازیں مسجد کو دنیوی باتوں سے محفوظ رکھنا اور اس میں ذکر و عبادت کرنا اور درس و تدریس کا سلسلہ جاری کرنا ہے۔

اس مفہوم کے اعتبار سے وقف جگہ، تعمیر مسجد اور اس کی آبادکاری کی خدمات صرف مسلمان ادا کر سکتے ہیں' کیونکہ وہ حسن عقائد اور اعمال صالحہ کے سبب اس کے اہل ہیں۔ اس کے برعکس مشرکین اور کفار ان خدمات کے اہل ہرگز نہیں ہو سکتے، کیونکہ وہ مشرکانہ عقائد و رسومات کی وجہ سے نجس ہیں اور نجس لوگ مسجد میں داخل نہیں ہو سکتے۔

مسجد کے لیے غیر مسلموں سے چندہ لینے کے بارے میں مذاہب آئمہ:

مسجد کی تعمیر و ترقی اور آبادکاری کے لیے کیا غیر مسلموں سے چندہ وصول کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک غیر مسلم کا مسجد کے لیے جگہ وقف کرنا جائز ہے۔ ان کا خیال ہے کہ مسلمان کی طرح محض ذمی تعمیر مسجد کے لیے جگہ وقف کرے تو جائز ہے لیکن دیگر کفار و مشرکین کی طرف سے جائز نہیں ہے۔ اس کی وجہ جواز نفع مسلمان ہے۔ تاہم یہود و نصاریٰ کی عبادت گاہوں کے لیے وقف کرنا جائز نہیں ہے۔

(۲) حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ تعمیر مسجد میں کفار کی طرف سے حصہ لینا جائز نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں علامہ ابوالحسن علی بن محمد شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

سورۃ توبہ کی آیت ۱۸ کے دو مطالب ہو سکتے ہیں:

(۱) کفار کی طرف سے تعمیر مساجد جائز نہیں ہے' کیونکہ مساجد محض اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور ان کو صرف ایمان کے ساتھ تعمیر کیا جا سکتا ہے۔

(۲) کفار کے لیے مسجدوں میں داخلہ ممنوع ہے اور وہ زیارت کے لیے اور عبادت کے لیے مساجد میں نہیں آ سکتے۔

(حاشیہ دسوقی علی شرح کبیر ج۴ ص۸۷)

(۳) حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ کفار کی طرف سے تعمیر مساجد جائز نہیں ہے۔ اس سلسلے میں علامہ دسوقی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

کفار و ذمی کا تعمیر مسجد کرنا جائز نہیں (ایضاً)

(۴) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک کفار کی طرف سے مساجد تعمیر کرنا روا نہیں ہے۔ چنانچہ اس بارے میں علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:

ذمی کا اس چیز کے لیے وقف کرنا صحیح ہے جو اس کے اور ہمارے دونوں کے نزدیک عبادت ہو۔ اس لیے ذمی کا حج اور مسجد کی غرض سے وقف کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ وہ محض ہمارے لیے عبادت گاہ ہے ذمی کے لیے نہیں ہے۔ ذمی کی جانب سے گرجا کے

لیے وقف کرنا بھی درست نہیں ہے' کیونکہ وہ محض اس کے نزدیک تو عبادت ہے لیکن ہمارے لیے عبادت نہیں ہے۔ تاہم مسجد قدس کے لیے اس کی طرف سے وقف کرنا جائز ہے' کیونکہ مسجد قدس اس کے لیے اور ہمارے لیے عبادت ہے''۔

(منحۃ الخالق علی البحر الرائق ج۵ ص۱۸۹)

خلیفہ اعلیٰ حضرت حضرت علامہ امجد علی اعظمی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وہ کام جس کے لیے وقف کرنا ہے فی نفسہ ثواب کا کام ہو یعنی واقف کے نزدیک بھی وہ ثواب کا کام ہو اور واقع میں بھی ثواب کا کام ہو۔ اگر ثواب کا کام نہیں تو وقف صحیح نہیں الخ۔ اگر نصرانی نے حج وعمرہ کے لیے وقف کیا جب بھی وقف صحیح نہیں ہے کہ اگرچہ یہ کار ثواب ہے مگر اس کے اعتقاد میں ثواب کا کام نہیں الخ۔ ذمی نے اپنے گھر کو مسجد بنایا اور اس کی شکل صورت بالکل مسجد کی سی کر دی اور اس میں نماز پڑھنے کی مسلمانوں کو اجازت بھی دے دی اور مسلمانوں نے اس میں نماز پڑھی بھی جب بھی مسجد نہیں ہوگی اور اس کے مرنے کے بعد میراث جاری ہوگی۔ یونہی اگر گھر کو گرجا وغیرہ بنا دیا جب بھی اس میں میراث جاری ہوگی۔

(بہار شریعت حصہ ۱۰ ص ۲۹)

تعمیر مسجد کے امور جواز:

تعمیر مسجد کے جواز کا انحصار امور خمسہ پر ہے:

ایمان باللہ:

اس لیے کہ مساجد میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جاتی ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان نہیں رکھتا، اس کا عبادت گاہ تعمیر کرانا بھی جائز نہیں ہے۔

ایمان بالآخرت:

جو شخص آخرت پر ایمان نہیں رکھتا، اس کا کوئی عمل محرک عبادت نہیں ہوسکتا۔

قیام صلوٰۃ:

جو شخص تارک نماز ہو اس کا عمل تعمیر مسجد بھی درست نہیں ہوگا۔ اس لیے یہ بات مضحکہ خیز ہے کہ جو خود نماز نہ پڑھے اور دوسروں کے لیے عبادت گاہ تعمیر کرائے۔

ادائیگی زکوٰۃ:

نماز کی طرح زکوٰۃ کا ادا کرنا بھی مسجد کی زینت ہے، کیوں نمازیوں میں مساکین، غرباء اور مسافرین لوگ ہوتے ہیں جو زکوٰۃ کے حقدار ہوتے ہیں۔

اللہ کے علاوہ کسی سے خوف نہ کرنا:

تعمیر مسجد کے جواز کا انحصار اس پر بھی ہے' کہ اللہ سے خوف کیا جائے' کیونکہ بعض اوقات مسجد کی ترقی اور تعمیر میں غیر مسلم اور

منافق لوگ حائل ہو جاتے ہیں۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتا، وہ ان لوگوں کی مخالفت کو کسی خاطر میں لائے بغیر ان کا مقابلہ کرتا ہے اور ان کے مذموم مقاصد کو خاک میں ملا دیتا ہے۔

ایمان بالرسول ذکر نہ کرنے کی وجہ:

جن امور خمسہ پر تعمیر مسجد کا انحصار ہے۔ ان میں ایمان بالرسول کو کیوں نظر انداز کیا گیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایمان باللہ، ایمان بالرسول کو بھی مستلزم ہے' لہٰذا اسے الگ سے ذکر کرنے کی ہرگز ضرورت نہیں تھی۔ اس سلسلے میں ایک ارشاد خداوندی ہے: مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (الفتح:۲۹) یعنی جس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو "رسول اللہ" تسلیم نہ کیا اس نے اللہ تعالیٰ کو تسلیم نہ کیا؟ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس میں نماز کا ذکر ہے جبکہ نماز سے قبل اذان اور اقامت پڑھی جاتی ہے اور ان دونوں میں "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" کا ذکر موجود ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ اس بحث میں نماز کا ذکر موجود ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بارے میں تعلیم دیتے ہوئے فرمایا: تم اس طرح نماز ادا کرو جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔ اس روایت کے مطابق نماز کے ضمن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر موجود ہے۔ لہٰذا اسے الگ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

تعمیر مساجد میں حصہ لینے کی فضیلت:

جس طرح قرآن وسنت میں نماز کے فضائل بیان کیے گئے ہیں اسی طرح تعمیر مساجد کے بھی فضائل بیان کیے گئے ہیں۔ اس سلسلے میں چند ایک احادیث مبارکہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

(۱) جب مسجد نبوی کی از سر نو تعمیر کے بارے میں لوگوں نے بہت سے اعتراضات کیے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا: آپ لوگوں نے بہت سے اعتراضات کیے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے مسجد تعمیر کی اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں اس کا گھر بنائے گا۔

(جامع الاصول: رقم الحدیث ۸۷۱۹)

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس دن سات آدمیوں کو اپنے سایہ رحمت میں جگہ دے گا جس دن اس سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا:

(۱) سلطان عادل

(۲) جس نے اللہ کی عبادت میں جوانی گزاری ہوگی

(۳) جس شخص کا دل مسجد سے باہر آنے کے بعد بھی مسجد سے متعلق ہوگا

(۴) وہ دو شخص جو اللہ کی محبت میں اکٹھے ہوئے اور اس کی محبت میں الگ ہوئے

(۵) جس شخص نے علیحدگی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور آنسو بہائے

(۶) جس شخص کو کسی خوبصورت عورت نے دعوت زنا دی تو اس نے خوف خدا کی وجہ سے انکار کر دیا

(۷) وہ شخص جو اس قدر چھپا کر صدقہ وخیرات کرے کہ دائیں ہاتھ سے دے تو بائیں ہاتھ کو علم نہ ہو۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۱۰۳)

(۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہے تو اسے ایک نماز کا اجر ملتا ہے، جو محلے کی مسجد میں نماز پڑھتا ہے اسے پچیس نمازوں کا اجر ملتا ہے اور جو جامع مسجد میں نماز پڑھتا ہے اسے پانچ سو نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔ جو شخص مسجد اقصیٰ اور میری مسجد (مسجد نبوی) میں نماز پڑھتا ہے اسے پچاس ہزار نمازوں کا جبکہ مسجد حرام میں نماز پڑھنے والے کو ایک لاکھ نماز کا ثواب عطا کیا جاتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۱۴۱۳)

کسی شخص کو مسجد کی حفاظت کرتے ہوئے دیکھو تو اس کے ایمان کی گواہی دو۔ (سنن دارمی، رقم الحدیث ۱۳۲۳)

(۵) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو لوگ اندھیروں میں چل کر مساجد تک جاتے ہیں انہیں قیامت کے دن نور تام کی خوشخبری سنا دو۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث ۵۸۰۰)

مسجد کے احکام وآداب:

مسجد کے آداب واحکام کے حوالے سے چند احادیث مبارکہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

(۱) مسجد میں داخل ہوتے وقت تحیۃ المسجد نماز (نوافل) ادا کرنی چاہیے۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو شخص مسجد میں داخل ہو تو وہ بیٹھنے سے قبل دو رکعت ادا کرے۔

(۲) بدبودار کوئی چیز کھا کر مسجد میں نہیں جانا چاہیے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے بدبودار درخت کھایا وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے، اس لیے جس چیز سے انسانوں کو تکلیف ہوتی ہے اس سے فرشتوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔

(۳) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے ہاں تمام اعمال اچھے اور برے پیش کیے گئے تو میں نے ان میں سے سب سے زیادہ اچھا اس چیز کو دیکھا جو راستے سے دور کر دی گئی ہو۔ سب سے زیادہ بری چیز یہ دیکھی کہ بلغم کو مسجد میں دفن کیے بغیر چھوڑ دینا ہے۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۵۵۴)

(۴) مسجد میں آنے کا نیت کے مطابق ثواب دیا جاتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جس نیت سے مسجد میں آتا ہے اسی کے مطابق اسے حصہ (ثواب) دیا جاتا ہے۔

(۵) مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کرنا منع ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسی شخص کو مسجد میں خرید وفروخت کرتے ہوئے دیکھو تو تم کہو: اللہ تعالیٰ تیری تجارت میں نفع نہ دے۔ جب تم کسی شخص کو اپنی گم شدہ چیز کا مسجد میں اعلان کرتے ہوئے دیکھو تو تم کہو: اللہ کرے کہ وہ تیری چیز دستیاب نہ ہو۔ (سنن دارمی، رقم الحدیث ۱۴۰۱)

(۶) مسجد میں دنیوی گفتگو کرنا منع ہے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ وہ مسجد میں دنیوی گفتگو کریں گے، تم ان کے پاس نہ بیٹھنا اور اللہ کو ان کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔
(مشکوٰۃ المصابیح، رقم الحدیث ۷۴۳)

(۷) حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے مسجد کے باہر ''بطحا'' نامی کھلی جگہ بنوا دی

تھی اور آپ نے فرمادیا تھا: جو شخص بجھارتیں ڈالنا چاہتا ہو، پہیلیاں ڈالنا چاہتا یا اشعار پڑھنا چاہتا ہو وہ اس مقام میں چلا جائے۔

(مؤطا امام مالک رقم الحدیث ۲۴۴)

(۸) بچوں، پاگلوں اور برے لوگوں کو مسجد میں آنے سے روکا جائے گا۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بچوں، اپنے پاگلوں، اپنے برے لوگوں، اپنی خرید وفروخت، اپنے لڑائی جھگڑوں، اپنی آوازوں، اپنی تلواروں اور اپنی حدود قائم کرنے کو مسجد سے دور رکھو۔ جمعہ کے دن بکثرت تم مسجد میں آؤ اور مسجد کے پاس وضو کرنے کی جگہ بناؤ۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۶)

ان روایات میں صراحت سے آداب و احکام مساجد بیان کیے گئے جنہیں ہمہ وقت پیش نظر رکھنا از بس ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

3019 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنْ إِسْرَآئِيلَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا نَزَلَتْ (وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ) قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ فَقَالَ بَعْضُ أَصْحَابِهِ أُنْزِلَ فِي الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ مَا أُنْزِلَ لَوْ عَلِمْنَا أَيُّ الْمَالِ خَيْرٌ فَنَتَّخِذَهُ فَقَالَ أَفْضَلُهُ لِسَانٌ ذَاكِرٌ وَّقَلْبٌ شَاكِرٌ وَّزَوْجَةٌ مُّؤْمِنَةٌ تُعِينُهُ عَلَى إِيمَانِهِ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

قولِ امام بخاری: سَأَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمٰعِيلَ فَقُلْتُ لَهُ سَالِمُ بْنُ أَبِي الْجَعْدِ سَمِعَ مِنْ ثَوْبَانَ فَقَالَ لَا فَقُلْتُ لَهُ مِمَّنْ سَمِعَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمِعَ مِنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَّذَكَرَ غَيْرَ وَاحِدٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی:

"وہ لوگ جو سونے اور چاندی کا خزانہ جمع کرتے ہیں۔"

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ سفر میں شریک تھے۔ آپ ﷺ کے بعض اصحاب نے یہ بات بیان کی ہے' سونے اور چاندی کے بارے میں تو آیت نازل ہوگئی ہے' اگر ہمیں یہ علم ہوتا کہ کون سا مال بہتر ہے؟ تو ہم اسے اختیار کر لیتے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سب سے زیادہ اب فضیلت والا (مال) وہ زبان ہے' جو ذکر کرتی ہو' وہ دل ہے' جو شاکر ہو' وہ بیوی ہے' جو مومن ہو جو آدمی کی اس کے ایمان کے معاملے میں مدد کرے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: میں نے امام بخاری سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا: میں نے ان سے کہا: سالم بن

3019۔ اخرجه ابن ماجه (۵۹٦/۱): كتاب النكاح: باب: فضل افضل النساء حديث (۱۸۵٦)، و احمد (۲۷۸/۵، ۲۸۲)۔

ابوالجعد نامی راوی نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے احادیث سنی ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا: نہیں۔ میں نے ان سے دریافت کیا: پھر انہوں نے کون سے صحابی سے احادیث سنی ہیں، تو امام بخاری نے جواب دیا: انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے احادیث سنی ہیں۔ پھر امام بخاری نے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی ذکر کیا۔

شرح

لسان ذاکر، قلب شاکر اور مومن بیوی بہترین متاع حیات ہونا:

فرمان خداوندی ہے:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ (التوبہ: ۳۴)

''اور وہ لوگ جو سونا اور چاندی ذخیرہ کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے' پس آپ انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیں''۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ مال و دولت کو صحیح اور جائز طریقہ سے کمانا کوئی بری بات نہیں ہے بلکہ بری بات تو یہ ہے کہ اس کمائی ہوئی دولت کو اللہ تعالیٰ اور رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے مطابق خرچ نہ کی جائے۔ یعنی زکوٰۃ اور عشر ادا نہ کرنا اور جہاد کے لیے صرف نہ کرنا۔ وہ دولت جس سے اللہ کا حق ادا نہ کیا جائے وہ آخرت میں مالک کے لیے وبالِ جان بن جائے گی جس سے جان چھڑانا مشکل ہو جائے گا۔ اس کی وعید اس آیت اور اس کے بعد والی آیت میں صاف الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔ وہ دولت ایک طرف عذاب کا باعث بنے گی اور دوسری طرف اسے گرم کر کے مالک کے پہلوؤں کو داغا جائے گا۔ علاوہ ازیں وہ مال بچھوؤں اور سانپوں کی شکل میں مالک سے چمٹے گا اور کہے گا کہ میں تیرا وہ مال ہوں جس کی تو زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ ناجائز کمایا ہوا مال یا وہ مال جس کی زکوٰۃ ادا نہیں کی ہوگی آخرت میں باعث عذاب ہوگا۔

یہ آیت دراصل حالت سفر میں نازل ہوئی تھی، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں سونا اور چاندی جمع کرنے سے روک دیا گیا ہے' تو پھر ہمارے لیے نافع و مفید دولت کی وضاحت بھی فرما دی جائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جواب دیا گیا کہ بہترین دولت تین امور ہیں:

(۱) لسان ذاکر (۲) قلب شاکر (۳) مومن بیوی۔

لسان ذکر:

زبان، انسان کے لیے اعظم الاعضاء ہے اور رئیس الاعضاء بھی۔ اس کا صحیح استعمال مفید ہے اور غلط استعمال باعث ندامت و مواُخذہ ہے۔ اس کو تلاوت قرآن، درس و تدریس اور وعظ نصیحت، ذکر الٰہی اور ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے استعمال ہونا چاہیے۔ تاہم گالی گلوچ، بدکلامی، غیبت و چغلی کھانے کے لیے ہرگز استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مجھے اپنی زبان اور شرمگاہ پر قابو پانے کی ضمانت دیتا ہے میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں' زبان سے کافر کلمہ طیبہ

پڑھ لیتا ہے، تو وہ جنتی بن جاتا ہے اور اسی کے ذریعے مسلمان (معاذ اللہ) اسلام کا انکار کردے تو جہنمی بن جاتا ہے۔

قلب شاکر:

لسان کی طرح قلب بھی رئیس الاعضاء ہے۔ یہ عظیم صفت کا حامل ہے کہ کائنات میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اس میں سما جاتا ہے۔ انسان تاحیات اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت کا بھی شکرادا کرتا رہے، اس کا شکرادا نہیں کرسکتا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شمار نہیں ہوسکتا، اسی طرح اس کی نعمتوں کا شکر بھی ادا نہیں ہوسکتا۔ تاہم پھر بھی شکر نہ کرنے سے کرنا بہتر ہے۔ اس سلسلے میں ارشاد خداوندی ہے: لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ یعنی اگر تم میری نعمتوں کا شکرادا کرو گے تو میں تمہیں زیادہ عنایت کروں گا۔

مومن بیوی

دنیا کی بہترین دولت کا حصہ مومن بیوی کو بھی قرار دیا گیا ہے۔ زوجین اگر اپنے اپنے حقوق و فرائض کے دائرہ میں رہتے ہوئے زندگی گزاریں تو گھر جنت نظیر بن جاتا ہے، ورنہ جہنم سے کم نہیں ہوتا۔ خواہ اسلام نے عورت پر کمائی کرنا لازم قرار نہیں دیا لیکن شوہر کی کمائی ہوئی دولت کی وہ نگران و محافظ ہوتی ہے۔ شوہر کی خدمت کرنا، اولاد کی پرورش کرنا، گھر کی نگہبانی کرنا او عصمت کی حفاظت کرنا، اس پر فرض ہے۔

نمازی، تقویٰ کی پیکر اور مومن بیوی یقیناً شوہر کے لیے اللہ کی بہترین نعمت ثابت ہوتی ہے۔ ایک دفعہ صحابہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے تعظیمی سجدہ کی اجازت طلب کی تو آپ نے جواب میں فرمایا: اگر میری امت میں سجدہ تعظیمی کی اجازت ہوتی تو میں بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے لیکن میری شریعت میں اس کی ہرگز اجازت نہیں ہے۔ اس روایت سے زوجین بالخصوص شوہر کے حقوق کا پتہ چلتا ہے۔

زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد مال کا باعث عذاب نہ ہونا:

وہ دولت جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی گئی ہو یا وہ مال جو ناجائز طریقہ سے حاصل کیا گیا ہو، مالک کے لیے باعث عذاب ہوگا۔ تاہم زکوٰۃ ادا کرنے کی صورت میں مال مالک کے لیے باعث عذاب نہیں ہوگا۔ اس سلسلے میں چند ایک احادیث مبارکہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ الخ۔ تو صحابہ کرام پر شاق گزری۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تمہارے معاملہ کو ہلکا کرواتا ہوں۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! یہ آیت آپ کے صحابہ پر شاق گزری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی طرف سے زکوٰۃ اس لیے فرض قرار دی گئی ہے تاکہ تمہارا مال پاک ہوجائے اور تمہارے بعد والوں کے لیے وراثت واجب ہے۔ (المستدرک للحاکم ج۲ص ۳۳۳)

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کردی تو تم نے اپنے مال کا حق ادا کردیا جو تم پر فرض تھا۔ (سنن الکبریٰ للبیہقی ج۴ص ۸۴)

(۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ جس مال کی تم نے زکوٰۃ ادا کر دی ہو وہ خواہ سات زمینوں کے نیچے ہو وہ کنز نہیں ہے اور جس مال کی تم نے زکوٰۃ ادا نہیں کی وہ خواہ ظاہر ہو پھر بھی وہ کنز ہے۔

(۴) حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ میں سونے کے کڑے پہنتی تھی میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: یارسول اللہ! کیا یہ کنز تو نہیں ہے؟ (جس پر عذاب وارد ہوا ہے؟) آپ نے جواب میں فرمایا: جو مال زکوٰۃ کی حد تک پہنچ گیا ہو اور اس کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی ہو، وہ کنز نہیں ہے۔ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۱۵۶۴)

زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد مال جمع کرنے میں اختلاف صحابہ

زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد دولت جمع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

اکثر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ مؤقف تھا کہ وہ کنز جس کی اللہ تعالیٰ نے مذمت کی ہے اور عذاب کی وعید سنائی ہے' کا مصداق وہ کنز ہے' جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی گئی ہو۔ جس کنز کی زکوٰۃ ادا کی گئی ہو تو وہ مذموم نہیں ہے بلکہ جائز ہے۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ جو دولت بھی ذخیرہ کی جائے خواہ اس کی زکوٰۃ ادا کی گئی ہو یا نہ وہ اس کنز کا مصداق ہے۔ انہوں نے اس آیت کے ظاہری مضمون سے استدلال کیا ہے کہ سونا چاندی جمع کرنے والوں کے اجسام داغے جائیں گے۔

ایک روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن ابی ہذیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میرے صاحب نے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سونا اور چاندی کے لیے ہلاکت ہو! میرے صاحب نے کہا کہ پھر وہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی رفاقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ نے فرمایا ہے کہ سونے چاندی کے لیے ہلاکت ہو؟ پھر ہم کس مال کو حاصل کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لسان ذاکر، قلب شاکر اور آخرت میں مدد کرنے والی بیوی۔ (کنز العمال، رقم الحدیث ۶۳۱۴)

حضرت زید بن وہب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے مقام الربذہ (جو مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے) میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو حیرانگی کے عالم میں دریافت کیا: حضور! یہاں قیام کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا: میں ملک شام میں تھا پھر میرا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان اس آیت کے بارے میں اختلاف ہوا: اَلَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (التوبہ: ۳۴) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ یہ آیت اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور میرا مؤقف تھا کہ یہ آیت ہمارے اور اہل کتاب کے بارے میں اتری ہے۔ ہمارے دونوں کے مابین بحث ہوگئی، انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس میری شکایت بھیج دی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مجھے مدینہ طیبہ طلب کیا۔ مدینہ پہنچنے پر لوگ میرے پاس ہجوم کی شکل میں جمع ہوگئے گویا انہوں نے پہلی بار مجھے دیکھا ہو۔ لوگوں کی اس کیفیت نے مجھے دلبرداشتہ کیا اور اس بارے میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گزارش کی تو انہوں نے فرمایا: تم مدینہ طیبہ کے قریب جہاں چاہو قیام پذیر ہو جاؤ' تو میں یہاں آکر ٹھہر گیا ہوں۔

احنف بن قیس کا بیان ہے کہ میں مدینہ طیبہ میں آیا، قریش کی ایک جماعت میں بیٹھ گیا۔ وہاں ایک ایسا شخص آیا جس کا چہرہ اور جسم سخت تھا اور اس نے موٹا لباس پہن رکھا تھا۔ وہ قریش کے پاس کھڑا ہوا اور کہا: دولت جمع کرنے والوں کو اس گرم پتھر کی خوشخبری دو جس کو دوزخ کی آگ میں گرم کیا جائے گا اور وہ کسی کے پستان کے سر پر رکھا جائے گا یہاں تک کہ وہ اس کے کندھے کی باریک ہڈی سے خارج ہو جائے گا، پھر وہ کندھے کی باریک ہڈی پر رکھا جائے گا جو اس کے پستان کے سر سے نکل آئے گا۔ وہ اسی طرح مسلسل حرکت کرتا رہے گا۔ لوگوں نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور کسی کو بھی جواب دیتے ہوئے میں نے نہیں سنا حتیٰ کہ وہ واپس پلٹ گیا۔ میں نے اس کے پیچھے جانے کی کوشش کی تو وہ ایک ستون کے پاس بیٹھ گیا۔ میں نے خیال کیا شاید ان لوگوں نے آپ کی گفتگو کو ناپسند کیا ہو، اس پر اس نے جواب دیا: ان لوگوں کو شعور نہیں ہے۔ ایک دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے طلب کیا اور میرے حاضر ہونے پر آپ نے فرمایا: اے ابوذر! کیا تم احد پہاڑ دیکھ رہے ہو؟ میں آفتاب کی طرف دیکھا اور میں نے خیال کیا کہ شاید آپ مجھے کسی کام کے لیے روانہ کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں دیکھ رہا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو مجھے پسند نہیں ہے کہ اس سے تین دینار سے زیادہ میں اپنے پاس رکھوں اور میں وہ سب اللہ کی راہ میں خرچ کر دوں۔ پھر یہ لوگ دنیا کو جمع کرنے میں مصروف ہیں اور انہیں شعور نہیں ہے۔ میں نے دریافت کیا آپ کا قریشی لوگوں کے ساتھ کیا معاملہ ہے، اس لیے نہ تو آپ ان کے پاس جاتے ہیں اور نہ ان سے سوال کرتے ہیں؟ انہوں نے جواب میں کہا: قسم بخدا! میں ان سے نہ دنیوی سوال کروں گا اور نہ دینی سوال کروں گا حتیٰ کہ میں اللہ تعالیٰ اور رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ جاؤں۔ (مسند امام احمد ج ۵ ص ۱۶۰) اس روایت اور اس مضمون کی دیگر روایات سے استدلال کرتے ہوئے بعض صحابہ نے دنیوی دولت جمع کرنے سے احتراز کیا تھا اور ان لوگوں کے رئیس حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ تھے، انہوں نے لوگوں سے الگ تھلگ رہ کر زندگی گزارنے کا فیصلہ کیا تھا۔

3020 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ يَزِيْدَ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ عَنْ غُطَيْفِ بْنِ اَعْيَنَ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ

متنِ حدیث: اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ عُنُقِي صَلِيبٌ مِّنْ ذَهَبٍ فَقَالَ يَا عَدِيُّ اطْرَحْ عَنْكَ هٰذَا الْوَثَنَ وَسَمِعْتُهٗ يَقْرَاُ فِيْ سُوْرَةِ بَرَاءَةٌ (اتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ) قَالَ اَمَا اِنَّهُمْ لَمْ يَكُوْنُوْا يَعْبُدُوْنَهُمْ وَلٰكِنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا اَحَلُّوْا لَهُمْ شَيْئًا اسْتَحَلُّوْهُ وَاِذَا حَرَّمُوْا عَلَيْهِمْ شَيْئًا حَرَّمُوْهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ السَّلَامِ بْنِ حَرْبٍ

توضیح راوی: وَغُطَيْفُ بْنُ اَعْيَنَ لَيْسَ بِمَعْرُوْفٍ فِي الْحَدِيْثِ

◄◄ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، میرے گلے میں سونے کی بنی ہوئی صلیب موجود تھی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عدی! اس بت کو اپنے سے دور کر دو۔

حضرت عدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: پھر میں نے آپ ﷺ کو سورہ توبہ کی یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے سنا۔

''انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور مذہبی پیشواؤں کو معبود بنا لیا۔''

حضرت عدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یہ لوگ ان کی عبادت نہیں کرتے تھے لیکن ان کا معاملہ یہ تھا کہ جب وہ مذہبی پیشوا ان کے لیے کسی چیز کو حلال قرار دیتے تھے تو یہ اسے حلال سمجھ لیتے تھے اور جب وہ لوگ ان کے لیے کسی چیز کو حرام قرار دیتے تھے تو یہ بھی اسے حرام سمجھ لیتے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔ ہم اس روایت کو صرف عبدالسلام بن حرب کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

اس کے راوی غطیف بن اعین علم حدیث میں معروف نہیں ہیں۔

شرح

آئمہ واولیاء کی ذاتی تحلیل وتحریم کو تسلیم کرنے کی مذمت:

ارشاد خداوندی ہے:

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ (التوبۃ:۳۱)

''وہ لوگ جنہوں نے اللہ کے علاوہ اپنے علماء اور اپنے مقتداؤں کو خدا مان لیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی' انہیں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا حکم تھا۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ پاک ہے اس چیز سے جس کو وہ شریک ٹھہراتے ہیں''۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ اس کا اختصار یہ ہے کہ مشہور شخصیت حاتم طائی کا بیٹا حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ جو پہلے عیسائی تھے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کی گردن میں صلیب لٹکی ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے عدی! تم صلیب اتاردو! ساتھ ہی آپ نے سورۃ براۃ کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اس پر عدی بن حاتم نے عرض کیا: ہم تو اپنے علماء اور پیشواؤں کو معبود نہیں مانتے اور نہ ان کی پرورش کرتے ہیں۔ پھر یہ ارشاد خداوندی کیسے درست ہوسکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ لوگ خواہ ان کی عملی طور پر عبادت نہیں کرتے تھے لیکن ان کی حلال کردہ یا حرام کردہ اشیاء کو وہ حلال اور حرام تسلیم کرتے تھے' ان کا یہ اختیار تسلیم کرنا بھی عبادت کے زمرے میں آتا ہے۔ اس کا ماحاصل یہ ہے کہ جس طرح غیر اللہ کی عبادت کرنا حرام ہے اسی طرح غیر اللہ کی طرف سے حلال یا حرام قرار دی ہوئی چیز کو تسلیم کرنا بھی شرک کی ایک قسم ہے' جس سے احتراز واجتناب ضروری ہے۔

سوال: ابن حزم وغیرہ لکھتے ہیں کہ آئمہ فقہ کی تقلید بھی اس آیت کے زمرے میں آتی ہے جو حرام ہے، کیونکہ تقلید کا مطلب یہی ہے کہ کسی کی بات کو بغیر دلیل کے تسلیم کرنا اور اسے معمول بہ بنانا؟

جواب: آئمہ فقہ اور مجتہدین اس آیت کے زمرے میں ہرگز نہیں آتے اور جن لوگوں نے کھینچا تانی کر کے اس آیت میں لانے کی لا حاصل کوشش کی ہے، یہ ان کے ذہن کی ناہمواری اور تنقید برائے مخالفت کا نتیجہ ہے۔ حقیقت پر مبنی بات یہ ہے کہ ان کی تقلید من حیث ھو ھو نہیں کی جاتی بلکہ من حیث نائب الشریعت کی جاتی ہے۔ اس کے جواز کے دلائل قرآن وسنت میں بکثرت مذکور ہیں۔ علاوہ ازیں خواہ تقلید کا معنیٰ ہے کسی دلیل کے بغیر بات کو تسلیم کرنا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ہر مسئلہ پر ان بزرگوں نے قرآن وسنت سے دلائل کے انبار لگا دیئے جو ان کی کتب میں موجود ہیں۔ دور جدید میں اس بات پر اجماع امت منعقد ہو چکا ہے کہ تقلید کے بغیر قرآن وسنت کی گہرائی سے مسائل واحکام کا استنباط کرنا ناممکن ہے، کیونکہ آئمہ اربعہ بالخصوص حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے پایہ کا آج تک کوئی صاحب تقویٰ اور صاحب علم وفضل پیدا نہیں ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت داتا گنج بخش، حضرت مجدد الف ثانی، حضرت خواجہ معین الدین چشتی، حضرت شاہ رکن عالم ملتانی اور حضرت ایشان رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے مقتدر اولیاء ان کی مقلد ہونے پر فخر کرتے ہیں۔

قرآن وسنت کے مقابل مذہبی پیشواؤں کو ترجیح دینے کی مذمت:

قرآن وحدیث کے مقابل کسی مذہبی پیشوا کی کوئی حیثیت نہیں ہے کہ اس کی بات کو تسلیم کیا جائے۔ اس لیے کہ قرآن کلام الٰہی ہے جو ذات باری کی طرح بے مثل ہے۔ حدیث حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے جو آپ کی ذات کی طرح بے مثال ہے۔ لہٰذا اس کا مقابل ہو ہی نہیں سکتا جس کی بات کو تسلیم کیا جائے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ کیا یہودیوں نے اپنے احبار اور عیسائیوں نے اپنے رہبانوں کی عبادت کی تھی؟ اس آیت کا صحیح مصداق کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ان لوگوں نے اپنے پیشواؤں کی عبادت نہیں کی تھی لیکن ان کی حلال کردہ یا حرام کردہ اشیاء کو ضرور تسلیم کیا تھا یعنی جن حلال چیزوں کو انہوں نے حرام قرار دیا اور حرام چیزوں کو حلال قرار دیا انہوں نے اسے تسلیم کرلیا اور یہی بات اپنے پیشواؤں کو خدا ماننا ہے۔ (احکام القرآن للجصاص ج ۸ ص ۵۴)

حدیث باب سے بھی اس مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے کہ قرآن وحدیث کے مقابل کسی پیشوا کی بات کو تسلیم کرنا، گمراہی کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ آئمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے بھی یہی بات لوگوں کو ذہن نشین کروائی ہے مثلاً حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے کسی قول کے مخالف حدیث صحیح دستیاب ہو جائے تو میرے قول کو ترک کردو اور حدیث پر عمل کرو اور یہی میرا مذہب ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اگر میرا قول کسی حدیث سے متصادم ہو تو میرے قول کو دیوار پر مارو اور حدیث پر عمل کرو۔ آئمہ اربعہ پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کی بارش نازل فرمائے کہ انہوں نے کثیر پیشواؤں کے اقوال کے خلاف احادیث پر خود عمل کیا ہے اور لوگوں کو اس کا درس دیا ہے۔ اس طرح انہوں نے عملی طور پر گمراہی کی جڑ کاٹ دی ہے۔ فی زمانہ قیامت یہ ہے کہ کسی محترم شخصیت کے سامنے قرآن وحدیث کی دلیل پیش کی جائے جس سے اس کی بات یا عمل متصادم ہو تو وہ اسے تسلیم کرنے کے بجائے تاویلات کا نا ختم ہونے والا سلسلہ شروع کر دیتی ہے۔ اس طرز عمل کے نتیجہ میں دین کو نہیں بلکہ گمراہی کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ گمراہی، بے عملی، ہٹ دھرمی اور جہالت ایسے امراض ہیں جن کا علاج نہیں ہوسکتا۔

نبی کے سوا کسی بشر کا معصوم نہ ہونا:

اہل سنت و جماعت کے مطابق انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ کے علاوہ کوئی بشر معصوم نہیں ہے۔ صحابہ کرام، اولیاء اور صالحین اللہ تعالیٰ کی مشیت سے محفوظ ہو سکتے ہیں لیکن معصوم نہیں ہیں۔ اس بارے میں بطور دلیل چند ایک احادیث مبارکہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

(۱) مروان بن الحکم کا بیان ہے کہ میں حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی خدمت میں موجود تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حج تمتع سے منع کیا جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حج تمتع کے قصد سے احرام باندھا اور یوں کہا: میں کسی کے کہنے پر سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ترک نہیں کر سکتا۔

(۲) حضرت سالم رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حج تمتع کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا: یہ جائز ہے۔ سائل نے کہا: آپ کے والد گرامی تو حج تمتع سے منع کیا کرتے تھے؟ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب میں فرمایا: آپ یہ بتائیں میرے والد ایک کام سے منع کرتے ہوں جبکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے کرنے کا حکم دیتے ہوں تو میں باپ کی بات مانوں گا یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی؟ اس نے کہا: اس صورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کیا جائے گا۔ اس پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج تمتع کیا ہے۔ (جامع ترمذی، رقم الحدیث ۸۲۵)

(۳) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ذکر کیا گیا کہ وہ کہا کرتے تھے کہ اہل خانہ کے رونے کی وجہ سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ اہل خانہ کے رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے بلکہ آپ نے یوں فرمایا تھا: کافر میت پر اس کے اہل خانہ کے رونے سے اس کے عذاب میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں یہ ارشاد ربانی کافی ہے: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی (الانعام: ۱۶۴)

(۴) حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کو طلب کیا پھر انہیں نذر آتش کروا دیا۔ جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے فرمایا: اگر میں ہوتا تو انہیں نذر آتش نہ کرواتا، اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے عذاب کی مثل عذاب نہ دو لیکن میں انہیں قتل کروا دیتا، اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنا دین تبدیل کرے اسے قتل کر دو۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۶۹۲۲)

(۵) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک زانیہ حاملہ عورت کو رجم کرنے کا قصد کیا تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو بچہ شکم مادر میں ہے اسے قتل کرنے کا آپ کے پاس کیا جواز ہے؟ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: لَوْلَا مُعَاذٌ لَهَلَكَ عُمَرُ یعنی معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔

(۶) نکاح کے چھ ماہ بعد ایک عورت کے ہاں بچہ پیدا ہو گیا، یہ مقدمہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا گیا، آپ

نے اس عورت کو رجم کرنے کا حکم دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اس خاتون کو رجم کرنا درست نہیں ہے' کیونکہ حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے۔ اس سلسلہ میں ارشاد خداوندی ہے: خواتین دو سال تک بچوں کو دودھ پلائیں۔ (البقرہ:۲۲۳) حمل اور دودھ چھڑانے کی کل مدت تیس ماہ ہے۔ (الاحقاف:۱۵) یہ بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کی طرف رجوع کر لیا تھا۔

3021 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ اَيُّوبَ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ اَنَسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ اَبَا بَكْرٍ حَدَّثَهُ قَالَ قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ فِي الْغَارِ لَوْ اَنَّ اَحَدَهُمْ يَنْظُرُ اِلٰى قَدَمَيْهِ لَاَبْصَرَنَا تَحْتَ قَدَمَيْهِ فَقَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ مَا ظَنُّكَ بِاثْنَيْنِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ اِنَّمَا يُعْرَفُ مِنْ حَدِيْثِ هَمَّامٍ تَفَرَّدَ بِهٖ وَقَدْ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ حَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ هَمَّامٍ نَحْوَ هٰذَا

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ بات بتائی: میں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی، ہم اس وقت غارِ ثور میں موجود تھے، اگر کوئی شخص اپنے پاؤں کی طرف نظر کرے' تو ہمیں اپنے پاؤں کے نیچے دیکھ لے گا' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابوبکر! ایسے دو افراد کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے؟ جن کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

یہ روایت ہمام نامی راوی سے منقول ہے۔

حبان بن ہلال اور دیگر راویوں نے اسے ہمام نامی راوی کے حوالے سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

شرح

نبی وصدیق حفاظت خداوندی میں:

ارشادِ ربانی ہے:

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ۗ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○ (التوبۃ:۴۰)

3021۔ اخرجه البخاري (۱۱/۷): كتاب فضائل الصحابة: باب: مناقب المهاجرين و فضلهم، حديث (۳۶۵۳)، و طرفاه في (۳۹۲۲، ۴۶۶۳)، و مسلم (۱۸۵۴/۴): كتاب فضائل الصحابة رضي الله عنهم، باب: من فضائل ابي بكر الصديق رضي الله عنه، حديث (۲۳۸۱/۱)، و احمد (۴/۱)، و عبد بن حميد ص (۳۰)، حديث (۲).

''اگر تم نے ان (رسول کریم) کی مدد نہ کی تو بیشک اللہ نے ان کی مدد کی جب کفار نے انہیں (وطن سے) نکال دیا تھا درانحالیکہ وہ دونوں میں سے دوسرے تھے، جب غار میں تھے۔ جب وہ اپنے ساتھی سے فرما رہے تھے: تم غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے' تو اللہ نے ان پر طمانیت قلب اتاری اور ان کی ایسے لشکر سے مدد کی جسے تم دیکھ نہیں سکتے۔ کفار کی باتوں کو نیچا کر دیا اور اللہ کا دین ہی بلند و بالا ہے اور اللہ غالب و حکمت والا ہے''۔

اس آیت میں ہجرت مدینہ کے ابتدائی سفر کا واقعہ بیان ہوا ہے۔ جب مشرکین مکہ نے مسلمانوں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مظالم ڈھانے کی انتہا کر دی تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو مکہ سے ہجرت کر جانے کی اجازت دے دی۔ انبیاء سابقین بھی اقوام کے مظالم کی وجہ سے ہجرت کرتے رہے تھے۔

ہجرت کی اجازت ملنے پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر سفر کا آغاز کیا۔ آپ مکہ سے نکل کر غار ثور میں پہنچے۔ کوہ ثور میں دو غار ہیں: ایک کشادہ ہے' جس میں چار پانچ آدمی آرام کر سکتے ہیں اور اس میں ٹھنڈی ریت موجود ہے۔ دوسرا غار تنگ ہے' جس میں بمشکل دو آدمی ٹھہر سکتے ہیں اور چھپ سکتے ہیں۔

دونوں غار استعمال میں رہے چھپنے کے لیے تنگ غار جبکہ آرام کرنے کے لیے کشادہ غار۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے کندھوں پر سوار کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوہ ثور کے غار تک لے گئے۔ پھر غار کے منہ پر آپ کو کھڑا کر کے اندر داخل ہوئے، اسے خوب صاف کیا تا کہ کوئی موذی جانور آپ کو نقصان نہ پہنچا سکے۔ غار کو صاف کرنے کے بعد آپ کی خدمت میں عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ اندر تشریف لے آئیں۔ کفار مکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعاقب میں نکلے اور تلاش کرتے ہوئے غار کے منہ کے پاس پہنچ گئے۔ اندر کی طرف سے کفار صاف دکھائی دے رہے تھے۔ اس موقع پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کفار ہمیں دیکھ سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا اے صدیق! تم غم مت کرو، اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے غار کے منہ پر مکڑی نے جالا بن دیا اور کبوتری نے اس میں انڈے دے دیے۔ کفار صورتحال کو دیکھ کر کہنے لگے کہ یہ مکڑی کا جالا اور کبوتری کے انڈے اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس غار میں نہیں ہیں۔ یہ خیال کرتے ہوئے کفار غار کے منہ سے واپس پلٹ آئے۔

غار میں داخل ہونے کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایک سوراخ پر اپنا پاؤں رکھ کر بیٹھ گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہو کر ان کی گود میں سر اقدس رکھ کر آرام فرما ہو گئے۔ اسی دوران ایک سانپ نے سوراخ سے نکلنے کی کوشش کی تا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو سکے، اس نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاؤں کو رکاوٹ خیال کرتے ہوئے کاٹ لیا۔ اس کے زہر کی وجہ سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور چند قطرے جسد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر گرے، آپ بیدار ہوئے اور رونے کی وجہ دریافت کی۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے سانپ نے ڈس لیا ہے، آپ نے اپنا لعاب دہن پاؤں پر لگایا تو درد ختم ہو گیا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار ثور میں قیام اور خدمت ایسی نیکی تھی کہ حضرت

عمر فاروق رضی اللہ عنہ تاحیات یہ تمنا کرتے رہے کہ کاش! حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میری زندگی بھر کی نیکیاں لے لیں اور یہ ایک نیکی مجھے دے دیں۔

بوقت ہجرت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی رفاقت کا انتخاب:

ہجرت کا آغاز کرتے وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی چادر عنایت کر کے اپنی چارپائی پر لٹا دیا اور مختلف اشیاء پر مشتمل ایک فہرست تھماتے ہوئے فرمایا: یہ لوگوں کی امانتیں ہیں، لوگوں کو واپس کر کے مدینہ آ جانا۔ پھر سفر ہجرت کی رفاقت کے لیے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا اور سفر کا آغاز کیا۔ اس سفر کے پہلے مرحلہ میں غار ثور میں پہنچے جہاں تین ایام تک قیام رہا۔

قیام غار کے دوران حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے آپ کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کفار مکہ کی سرگرمیوں سے مطلع کرتے، آپ کے غلام عامر بن فہیرہ دن بھر بکریاں چراتے پھر شام کے وقت غار ثور کے پاس پہنچ جاتے اور صاحبزادی حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا شام کے وقت کھانا پہنچاتی رہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا: یارسول اللہ! ہم غار میں ہیں، کسی دشمن نے ہمارے قدموں کے نشانات دیکھ لیے تو وہ ہم تک پہنچ سکتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! تمہارا ان دونوں کے بارے میں کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ تعالیٰ ہے۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۳۶۵۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رات کے وقت غار ثور میں پہنچے اس موقع پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! غار میں پہلے مجھے جانے دیں، آپ نے اجازت دے دی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غار میں داخل ہوئے، ٹٹول ٹٹول کر غار کے سوراخوں کا جائزہ لیا، پھر اپنے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر ان کو بند کیا۔ تاہم ایک سوراخ باقی رہ گیا جس پر اپنی ایڑی رکھ دی۔ پھر بارگاہ رسالت میں اندر تشریف لانے کے لیے عرض کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: اے ابوبکر! تمہارا کپڑا کہاں ہے؟ آپ نے تمام صورتحال عرض کر دی۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ اٹھا کر یوں دعا کی: اے اللہ! ابوبکر کو جنت میں بھی میری رفاقت سے نوازنا۔

(سبل الہدیٰ والرشاد، ج ۳ ص ۲۴۰)

دخول غار، اس کی صفائی اور سوراخوں کو بند کرنے کے حوالے سے واقعہ یوں بھی بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار میں داخل ہوئے اور اس میں جو بھی سوراخ تھے ان میں اپنی انگلیاں داخل کر دیں اور بڑے سوراخ میں ران تک اپنی ٹانگ داخل کر دی۔ پھر عرض کیا: یارسول اللہ! اب آپ غار میں تشریف لے آئیں، میں نے آپ کے لیے جگہ تیار کر لی ہے۔ رات بھر سانپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ٹانگ میں ڈنگ مارتا رہا، انہوں نے بڑی تکلیف میں رات گزاری۔ صبح کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! یہ کیا ہوا؟ ان کی پوری ٹانگ سوجی ہوئی تھی۔ عرض کیا: یارسول اللہ! یہ سانپ کے بار بار ڈسنے کا اثر ہے۔ فرمایا: تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟ عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے آپ کی نیند اور آرام میں خلل ڈالنا پسند نہیں کیا۔ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس ان کی ٹانگ پر پھیرا تو وہ درست ہوگئی۔(الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ ج ۱ص ۱۰۲)
حضرت امام ابن اسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت کے مطابق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تین ایام تک غار میں رہے۔قریش نے آپ کو واپس لانے والے کے لیے ایک سو اونٹ بطور انعام دینے کا اعلان کیا۔حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ دن بھر قریش مکہ کی باتیں سنتے اور رات کے وقت جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے عرض کر دیتے تھے۔حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے واپس جانے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام عامر بن فہیرہ دن بھر بکریاں چرانے کے بعد غار کے منہ پر بکریاں لے آتے اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی آمد و رفت کے نشانات مٹ جاتے۔تین دن تک شام کے وقت حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کھانا پہنچاتی رہیں۔غار ثور میں تین دن تک قیام کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے۔

(سیرت ابن ہشام ج ۲ص ۹۹)

کفار مکہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرنے میں ناکام ہوگئے تو کھوجی لایا گیا تاکہ آپ کو تلاش کرنے کا سراغ لگایا جاسکے۔کھوجی پاؤں کے نشانات پر چلتا ہوا غار ثور تک پہنچا پھر رک گیا۔اسے معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار میں ہیں یا یہاں سے کسی دوسری جگہ روانہ ہوگئے ہیں۔مکڑی کا جالا اور کبوتری کے انڈے اس بات کو ظاہر کر رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار میں موجود نہیں ہیں۔پھر دشمن واپس چلے گئے۔(الجامع لاحکام القرآن ج ۸ص ۱۷۵)

افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وجوہات:

انبیاء علیہم السلام کے بعد افضل الخلق حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔آپ کی افضلیت کی کثیر وجوہات ہیں جن میں سے چند ایک ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

(۱) مندرجہ بالا آیت کے مطابق جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غمگین ہوئے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا: اے ابوبکر! آپ غم نہ کریں۔اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے انہیں تسلی دینا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بہت بڑی فضیلت ہے۔

(۲) قریش مکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کے مختلف منصوبے بنا رہے تھے،اس دوران رات کی تاریکی میں اپنی رفاقت کے لیے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا انتخاب کرنا،آپ کے ایمان،خلوص اور فضیلت کی دلیل ہے۔

(۳) سفر ہجرت جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے حکم سے اختیار کیا تھا اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتخاب بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا تھا۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایسی ہستی ہیں جن پر اللہ تعالیٰ اور رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو اعتماد تھا۔

(۴) ارشاد خداوندی میں صراحت سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صحابیت بیان کی گئی ہے جبکہ دیگر صحابہ کی صحابیت احادیث سے ثابت ہے۔

(۵) اکثر مواقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی نیابت سے نوازا تھا' مثلاً پہلا حج آپ کی قیادت میں ادا کیا گیا، ہجرت کے موقع پر رفاقت کے لیے آپ کا انتخاب کیا گیا اور وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ نے متفقہ طور پر آپ کو اپنا امام ومقتدا تسلیم کرلیا۔

(۶) کسی بھی صحابی کی صحابیت کے انکار سے نص قطعی کا انکار لازم نہیں آتا لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صحابیت کے انکار سے نص قطعی کا انکار لازم آتا ہے' کیونکہ آپ کی صحابیت نص قطعی سے ثابت ہے۔

(۷) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے تو لوگوں نے آپ کے رفیق کو دیکھ کر معلوم کرلیا تھا کہ یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوسکتے ہیں جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر وحضر میں اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔

(۸) آیت مذکورہ سے جہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت ثابت ہوتی ہے وہاں آپ کی نیابت وخلافت بھی ثابت ہوتی ہے۔ وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خواہ ابتداءً صحابہ میں خلافت کے حوالے سے قدرے اختلاف ہوا تھا لیکن بعد میں سب کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اتفاق ہوگیا تھا۔

(۹) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں سفر ہجرت کے دوران میں بالخصوص غار ثور میں انوار نبوت صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قلب وذہن پر منقش ہوئے وہ آپ کا ہی حصہ ہوسکتا تھا۔

(۱۰) قبول اسلام سے لے کر وفات تک عروج دین وترقی اسلام کے حوالے سے آپ کی خدمات اتنی کثیر ہیں کہ کوئی دوسرا صحابہ آپ کے سامنے عشر عشیر بھی نہیں ہوسکتا۔

(۱۱) زمانہ خلافت میں جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے سینہ کو روشن کردیا تو تدوین قرآن کے حوالے سے آپ کی خدمت ایک تاریخی کارنامہ ہے جو صرف اور صرف آپ کا حصہ ہوسکتا تھا۔

3022 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحٰقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُولُ

متنِ حدیث: لَمَّا تُوُفِّيَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ دُعِيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلصَّلٰوةِ عَلَيْهِ فَقَامَ إِلَيْهِ فَلَمَّا وَقَفَ عَلَيْهِ يُرِيدُ الصَّلٰوةَ تَحَوَّلْتُ حَتّٰى قُمْتُ فِي صَدْرِهِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَعَلٰى عَدُوِّ اللّٰهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُبَيٍّ الْقَائِلِ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا يَعُدُّ أَيَّامَهُ قَالَ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَبَسَّمُ حَتّٰى إِذَا أَكْثَرْتُ عَلَيْهِ قَالَ أَخِّرْ عَنِّي يَا عُمَرُ إِنِّي خُيِّرْتُ فَاخْتَرْتُ قَدْ قِيلَ لِي (اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ) لَوْ أَعْلَمُ أَنِّي لَوْ زِدْتُ عَلَى السَّبْعِينَ غُفِرَ لَهُ لَزِدْتُ قَالَ ثُمَّ صَلّٰى عَلَيْهِ وَمَشٰى مَعَهُ فَقَامَ عَلٰى قَبْرِهِ حَتّٰى فُرِغَ مِنْهُ قَالَ فَعُجِبَ لِي وَجُرْأَتِي عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهُ

3022- اخرجه البخاري (۳/ ۲۷۰): كتاب الجنائز: باب: ما يكره من الصلاة على المنافقين و الاستغفار للمشركين، حديث (۱۳۶٦)، وطرفاه في (٤٦٧١)، و النسائي (٤/ ٦٧): كتاب الجنائز: باب: الصلاة على المنافقين، حديث (۱۹٦٦)، و احمد، (۱/ ۱٦) و عبد بن حميد ص (۳۵) حديث (۱۹).

وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ فَوَاللّٰهِ مَا كَانَ اِلَّا يَسِيرًا حَتّٰى نَزَلَتْ هَاتَانِ الْاٰيَتَانِ (وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ) اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ قَالَ فَمَا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَهٗ عَلٰى مُنَافِقٍ وَّلَا قَامَ عَلٰى قَبْرِهٖ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے' جب عبداللہ بن اُبی کا انتقال ہوا' تو نبی اکرم ﷺ کو اس کی نماز جنازہ پڑھنے کی دعوت دی گئی۔ نبی اکرم ﷺ اٹھ کر اس کی طرف جانے لگے۔ جب نبی اکرم ﷺ نماز جنازہ پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے' تو میں مڑا اور آپ ﷺ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ اللہ تعالیٰ کے دشمن عبداللہ بن اُبی کی نماز جنازہ ادا کریں گے؟ اس نے فلاں فلاں دن یہ یہ بات کہی تھی۔ میں نے وہ ساری باتیں گنوا دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ مسکرا دیئے۔ جب میں نے اپنی بات پر بہت زیادہ اصرار کیا' تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عمر! میرے سامنے سے ہٹ جاؤ، مجھے اختیار دیا گیا' تو میں نے اختیار قبول کر لیا۔ مجھ سے یہ کہا گیا:

''تم ان کے لیے دعائے مغفرت کرو' یا دعائے مغفرت نہ کرو' اگر تم ان کے لیے ستر مرتبہ بھی دعائے مغفرت کرو' تو اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت نہیں کرے گا''

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر مجھے یہ پتہ ہو کہ ستر مرتبہ مغفرت طلب کرنے سے اس کی بخشش ہو جائے گی' تو میں اس سے زیادہ مرتبہ ایسا کر لوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، پھر نبی اکرم ﷺ نے اس کی نماز جنازہ ادا کی۔ اس کے جنازے کے ساتھ گئے اور اس کے دفن ہونے تک شریک رہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، مجھے خود پر حیرت ہوئی کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے کس جرأت کا مظاہرہ کیا۔ باقی اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں' لیکن اللہ تعالیٰ کی قسم! ابھی زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ یہ دو آیات نازل ہو گئیں۔

''ان میں سے جو بھی شخص مر جائے تم نے کبھی بھی اس کی نماز جنازہ ادا نہیں کرنی اور اس کی قبر پر کھڑے نہیں ہونا۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے کسی بھی منافق کی نماز جنازہ ادا نہیں کی اور کسی منافق کی قبر پر کھڑے نہیں ہوئے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وفات دی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

3023 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ

متنِ حدیث: جَآءَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُبَيٍّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ مَاتَ اَبُوْهُ فَقَالَ

اَعْطِنِیْ قَمِیْصَكَ اُكَفِّنْهُ فِیْهِ وَصَلِّ عَلَیْهِ وَاسْتَغْفِرْ لَهٗ فَاَعْطَاهُ قَمِیْصَهٗ وَقَالَ اِذَا فَرَغْتُمْ فَاٰذِنُوْنِیْ فَلَمَّا اَرَادَ اَنْ یُّصَلِّیَ جَذَبَهٗ عُمَرُ وَقَالَ اَلَیْسَ قَدْ نَهَی اللّٰهُ اَنْ تُصَلِّیَ عَلَی الْمُنَافِقِیْنَ فَقَالَ اَنَا بَیْنَ خِیْرَتَیْنِ (اسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ) فَصَلّٰی عَلَیْهِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ (وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ) فَتَرَكَ الصَّلٰوةَ عَلَیْهِمْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، عبداللہ بن ابی کا بیٹا "عبداللہ" نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب اس کا والد فوت ہوگیا تھا اس نے عرض کی، آپ ﷺ مجھے اپنی قمیص عنایت کریں تا کہ میں اس قمیص میں اسے (یعنی اپنے باپ کو) کفن دوں اور آپ ﷺ اس کی نماز جنازہ ادا کیجئے اور اس کے لیے دعائے مغرت کیجئے۔ تو نبی اکرم ﷺ نے اپنی قمیص اسے عطا کر دی اور ارشاد فرمایا: جب تم (نہلا دھلا کر کفن دے کے) فارغ ہو جاؤ تو مجھے بتا دینا۔ جب نبی اکرم ﷺ اس کی نماز جنازہ ادا کرنے کے لیے اٹھنے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا دامن کھینچا اور عرض کی: کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بات سے منع نہیں کیا کہ آپ ﷺ منافقوں کی نماز جنازہ ادا کریں؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے دو باتوں کا اختیار دیا گیا ہے کہ تم ان کے لیے دعائے مغفرت کرو یا دعائے مغفرت نہ کرو۔ (راوی بیان کرتے ہیں:) نبی اکرم ﷺ نے اس کی نماز جنازہ ادا کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

"اب ان میں سے جو بھی شخص فوت ہو تم نے اس کی نماز جنازہ ادا نہیں کرنی اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑے ہونا ہے۔"

تو نبی اکرم ﷺ نے ان (منافقین) کی نماز جنازہ ادا کرنا ترک کر دی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

منافق کی نماز جنازہ پڑھنے، دعائے مغفرت کرنے اور کفن دفن میں حصہ لینے کی ممانعت:

ارشاد خداوندی ہے:

وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ○ (التوبۃ:۸۴) اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِیْنَ مَرَّةً فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ○ (التوبۃ:۸۰)

"(اے محبوب!) آپ ان (منافقوں) کی میت پر کبھی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔ بیشک

3023۔ اخرجه البخاری (۱۶۵/۳): كتاب الجنائز: باب: الكفن فی القمیص الذی یكف اولا یكف و من كفن بغیر قمیص، حدیث (۱۲۶۹)، و اطرافه فی (۴۶۷۰، ۴۶۷۲، ۵۷۹۶) و مسلم (۲۱۴۱/۴): كتاب صفات المنافقین و احكامهم، حدیث (۲۷۷۴/۳)، (۱۸۶۵/۴): كتاب فضائل الصحابة: باب: من فضائل عمر رضی الله عنه، حدیث (۲۴۰۰/۲۵)، و النسائی (۳۶/۴): كتاب الجنائز: باب: القمیص فی الكفن، حدیث (۱۹۰۰)، و ابن ماجه (۴۸۷/۱) كتاب الجنائز: باب: من الصلاة علی اهل القبلة، حدیث (۱۵۲۳)، و احمد (۸/۲)۔

انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا جبکہ فسق (نافرمانی) کی حالت میں وہ مرے ہیں۔ آپ ان (منافقوں) کے لیے بخشش کی دعا کریں یا نہ کریں۔ اگر آپ ان کے لیے ستر بار بھی بخشش کی دعا کریں گے تو اللہ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا۔ اس لیے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا''۔

سورۃ توبہ کی آیت ۸۴ کا شان نزول:

ان دونوں آیات کی تفسیر احادیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ ان کا اختصار یہ ہے کہ سرزمین مدینہ منورہ میں اہل کتاب اور مسلمانوں کے علاوہ ایک گروہ منافقین کا بھی موجود تھا۔ یہ گروہ بارہ افراد پر مشتمل تھا جو ہمہ وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف گندی زبان استعمال کرتا تھا۔ اس کا رئیس عبداللہ بن ابی تھا۔ ابوجہل لعین کے بیٹے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی طرح عبداللہ بن ابی کا بیٹا ''عبداللہ'' بھی پکا اور سچا مسلمان تھا۔ غزوہ تبوک سے واپسی پر رئیس المنافقین فوت ہو گیا۔ اس کا بیٹا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض گزار ہوا: یارسول اللہ! میرے باپ کے کفن میں شامل کرنے کے لیے اپنا کرتا مبارک عنایت فرما دیں۔ آپ نے از راہ شفقت اسے کرتا عنایت کر دیا۔ دوسری یہ التجا کی کہ ان کی نماز جنازہ بھی آپ پڑھائیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ پڑھانے کے لیے بھی تیار ہو گئے' کیونکہ ابھی تک ان کی نماز جنازہ پڑھانے کی ممانعت کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ تاہم سورۃ توبہ کی آیت اسی (۸۰) نازل ہو چکی تھی، جس میں منافقین کے لیے دعا بخشش کرنے یا نہ کرنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آزاد رکھا گیا تھا۔ جب آپ نے عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے کا وعدہ کر لیا تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اصرار کی حد تک نماز جنازہ نہ پڑھانے کے بارے میں عرض کرتے رہے۔ آپ نے نماز جنازہ پڑھائی اور قبرستان پر تشریف لے گئے۔ اس موقع پر سورۃ توبہ کی آیت چراسی (۸۴) نازل ہوئی جس میں منافقوں، مشرکوں اور کافروں کی نماز جنازہ پڑھنے، ان کے لیے استغفار کرنے اور ان کے کفن دفن میں حصہ لینے سے بھی منع کر دیا گیا۔

سوال: اسلامی تعلیمات کے مطابق جہاد فی سبیل اللہ بھی عبادت سے کم نہیں ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ غزوہ تبوک کے بعد منافقین کو جہاد میں شریک ہونے سے منع کیوں کیا گیا تھا؟

جواب: منافقین کا مسلمانوں کے ساتھ معاونت و مطابقت کا معاملہ مخالفت کی صورت میں سامنے آیا بالخصوص غزوہ تبوک کے موقع پر یہ گروہ مختلف بہانے بنا کر مسلمانوں سے پیچھے رہ گیا اور گھروں میں بیٹھا رہا۔ مسلمانوں کی واپسی پر یہ لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مختلف حیلوں اور بہانوں سے جہاد میں عدم شرکت کے عذر پیش کرنے لگے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ ہمدردانہ رویہ ترک کرنے، بائیکاٹ کرنے اور انہیں آئندہ جہاد میں شریک ہونے سے ممانعت کا حکم نازل کیا۔ اس ممانعت سے مقصود محض ان سے علیحدگی' عدم موافقت او اظہار نفرت تھا۔ علاوہ ازیں مسلمانوں کو تاکیداً حکم دیا گیا کہ وہ منافقین کی نماز جنازہ نہ پڑھیں، ان کے کفن دفن میں حصہ نہ لیں اور ان کے لیے دعائے مغفرت سے اجتناب کریں۔

عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے کی وجوہات:

یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ مدینہ طیبہ میں منافقین کا گروہ بارہ افراد پر مشتمل تھا، جن کا قائد رئیس المنافقین عبداللہ

بن ابی تھا۔ اس کے مرنے پر اس کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی خواہش کے مطابق نہ صرف اس کے کفن کے لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کرتا عنایت فرمایا تھا بلکہ اس کی نماز جنازہ بھی پڑھائی تھی۔ سوال یہ ہے کہ اس کی منافقت واضح ہونے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ کیوں پڑھائی تھی؟ اس کی متعدد وجوہات ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(۱) خواہ عبداللہ بن ابی منافق بلکہ رئیس المنافقین تھا لیکن وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر نماز ادا کرتا، روزے رکھتا اور دیگر اسلامی معمولات بجالاتا تھا۔ اس طرح وہ بظاہر مسلمان تھا اور ظاہری حکم پر عمل کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔

(۲) اس کا بیٹا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پکا سچا مسلمان اور عاشق رسول تھا، اس کی حوصلہ افزائی فرمانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی تھی۔

(۳) رئیس المنافقین کی قوم کے ساتھ حسن سلوک اور تالیف القلوب کے پیش نظر نماز جنازہ پڑھائی گئی جس کے نتیجہ میں اس کی قوم کے بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے تھے۔

(۴) ابتداً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین اور کفار کے ساتھ جہاد کا حکم دیا گیا تھا اور منافقین کے بارے میں ابھی واضح حکم نازل نہیں ہوا تھا۔

(۵) جس شخص کا دین کے ساتھ معمولی سا بھی تعلق تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ مشفقانہ رویہ اختیار فرماتے تھے تاکہ کفار و مشرکین کو یہ بات کہنے کا موقع نہ ملے کہ آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ سخت رویہ اختیار کیے ہوئے ہیں۔

(۶) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میرا کرتا عبداللہ بن ابی کے عذاب میں ہرگز تخفیف نہیں کرے گا لیکن مجھے اس بات کا یقین ہے کہ اس وجہ سے ایک ہزار آدمی مسلمان ہو جائیں گے۔

مشرکین کے لیے دعائے استغفار کی ممانعت کے باوجود عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے کی وجوہات:

سوال: اللہ تعالیٰ کی طرف سے کفار و مشرکین کے لیے استغفار کرنے کی واضح ممانعت ہجرت سے قبل فرما دی تھی، عبداللہ بن ابی کی وفات ۹ھ میں ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت کے نو سال بعد عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ کیوں پڑھائی تھی؟

جواب: (۱) ایسے استغفار کی ممانعت کی گئی تھی جس کا مقصد مغفرت کا حصول ہو لیکن عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ یا استغفار کا مقصد مغفرت کا حصول نہیں تھا بلکہ اس کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی دلجوئی اور اس کی قوم کی تالیف القلوب مقصود تھی۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو استغفار کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں اختیار دیا گیا تھا جبکہ نماز جنازہ میں بھی استغفار کرنا ہی مقصود ہوتا ہے۔

(۳) استغفار کرنے کی ممانعت سے مراد اس شخص کے حق میں ہے جو حالت شرک میں مرا ہو اور یہ ممانعت اس کو شامل نہیں ہے جو اظہار دین کرتا ہوا مرا ہو۔

عبداللہ بن ابی کے حق میں استغفار کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان محبوبیت کے منافی نہ ہونا:

قرآن کریم میں واضح طور پر فرمایا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خواہ ستر بار یا اس سے بھی زائد مرتبہ مغفرت کی دعا کریں تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت نہیں فرمائے گا۔ سوال یہ ہے کہ آپ کی دعا کی عدم قبولیت آپ کی شان محبوبیت کے منافی تو نہیں ہے؟

اس اہم سوال کا جواب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان محبوبیت کے منافی تو تب ہو جب استغفار سے مراد حصول مغفرت ہو لیکن یہاں استغفار سے مراد تالیف القلوب اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی دلجوئی ہے۔ اس سلسلے میں ارشاد خداوندی ہے:

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا (الکہف:۲۹)

''آپ فرما دیں کہ حق تمہارے پروردگار کی طرف سے ہے، پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر اختیار کرے۔ بیشک ہم نے ظالم لوگوں کے لیے آگ تیار کر رکھی ہے، جس کی چار دیواری ان کو گھیرے ہوئے ہے''۔

اس آیت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو ایمان اختیار کرنے کی طرح کفر اختیار کرنے کی بھی اجازت حاصل ہے حالانکہ کفر اختیار کرنے کی صورت میں عذاب جہنم کی وعید سنائی گئی ہے۔

حضرت امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ آیت ماقبل آیت سے اس طرح مربوط ہے کہ مال دار مشرکین نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا تھا کہ اگر آپ فقراء کو اپنے پاس سے بھگا دیں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے فرمایا: آپ ان کی طرف التفات نہ فرمائیں اور ان لوگوں سے یہ کہیں کہ دین حق اللہ کی طرف سے ہے، اگر تم نے اس کو قبول کر لیا تو تم کو نفع ہوگا اور اگر تم نے اس کو قبول نہیں کیا تو تم کو نقصان ہوگا۔ یہ جو فرمایا ہے: ''جو پسند کرے کفر کرے'' قرآن کریم میں کثیر مقامات میں امر کا لفظ طلب فعل کے معنی میں استعمال نہیں ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے: اس جگہ امر کا صیغہ تہدید اور وعید کے لیے استعمال ہوا ہے، تخییر کے لیے نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر ج۵ ص۴۸۴)

اس آیت کی تفسیر میں علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ رقم طراز ہیں:

اس آیت میں امر اور تخییر اپنی حقیقت پر محمول نہیں ہے بلکہ یہاں مجازاً یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان مالدار کافروں کی کوئی پرواہ نہیں ہے اور کفر کا حکم دینا مراد نہیں ہے بلکہ یہ ان کو رسوا کرنے سے کنایہ ہے۔ (روح المعانی ج۱۵ ص۲۶۷)

میت کی تدفین کے بعد قبر پر ذکر الٰہی کرنے سے اذان بر قبر پر استدلال ہونا:

میت کی تدفین کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قبر پر ٹھہرتے تھے اور میت کے حق میں دعا کرتے اور فرماتے کہ اللہ تعالیٰ اسے منکر ونکیر کے سوالات کے جواب میں ثابت قدم رکھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میت کی تدفین سے فراغت پر اس کی قبر پر رکے رہتے تھے اور فرماتے تھے: اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اس کے لیے ثابت

قدم رہنے کی دعا کرو، کیونکہ اب اس سے سوال کیا جائے گا۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جس دن حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی میت کو اپنے ہاتھ کے ساتھ قبر میں اتارا، پھر ان کی قبر پر مٹی ہموار کر دی۔ آپ نے کہا: سبحان اللہ! ہم بھی تا دیر سبحان اللہ! کہتے رہے۔ آپ سے دریافت کیا گیا: یا رسول اللہ! آپ تا دیر سبحان اللہ کیوں کہتے رہے ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: نیک آدمی پر قبر تنگ ہو گئی تھی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے کشادہ کر دی۔ (مسند احمد، ج ۱ص ۳۶۰)

اس روایت سے علماء نے اذان برقبر کے بارے میں استدلال کیا ہے۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ قبر پر استغفار کرنا بھی ذکر الٰہی ہے اور اذان بھی ذکر الٰہی ہے، لہٰذا اس مفہوم کے اعتبار سے دونوں ہم معنی ہیں۔

سیدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے ایمان پر استدلال:

زیر بحث آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی مشرک کی قبر پر کھڑا ہونے سے منع کیا گیا۔ روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے اپنی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر انور کی زیارت کی اجازت طلب کی جو آپ کو دے دی گئی۔ اگر بالفرض وہ مشرکہ ہوتیں تو اجازت ہرگز نہ ملتی۔ علاوہ ازیں حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا توحید پر تھیں اور بذریعہ وحی آپ کو اس کی صحت سے مطلع کیا گیا تھا۔ یہ اعتراض درست نہیں ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ توحید پر ہوتیں اور مشرکہ نہ ہوتیں تو طلب اجازت کے بغیر آپ ان کی قبر پر تشریف لے جاتے۔ آپ کے اجازت طلب کرنے میں دراصل حکمت اپنے علم کو مقرر اور ثابت کرنا تھا۔ (روح المعانی ج ۱۰ ص ۱۵۵)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عبداللہ بن ابی کے کفن کے لیے قمیص عطا کرنے کی وجوہات:

زیر بحث حدیث میں مذکور ہے کہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کی وفات پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بطور کفن قمیض عطا کی گئی تھی۔ سوال یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے کفن کے لیے اپنی قمیص کیوں عنایت کی جبکہ اس کا نفاق بھی کھلا ہوا تھا؟ اس عنایت کی کئی وجوہات ہیں:

(۱) ابوجہل کے بیٹے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی طرح رئیس المنافقین کا بیٹا عبداللہ بھی مسلمان، صحابی رسول اور نہایت مخلص تھا جس کی دلجوئی کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کرتا عنایت کیا تھا۔

(۲) صلح حدیبیہ کے موقع پر مشرکین کی طرف سے عبداللہ بن ابی کو عمرہ کرنے کی اجازت دی گئی تھی لیکن اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت کرتے ہوئے عمرہ کرنے سے انکار کر دیا تھا تاکہ اس کا بدلہ ہو جائے۔

(۳) اس موقع پر قمیص دینے سے انکار کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ کے منافی تھا، کیونکہ آپ کی طرف سے کسی سائل کو محروم نہیں کیا گیا تھا۔

(۴) اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ خصوصی حکم نازل ہو چکا تھا: وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝ (الضحیٰ

:۱۰) ”آپ سائل کو نہ جھڑکیں“۔ اس ارشاد پر عمل کرتے ہوئے آپ نے قمیص عنایت کرنے سے انکار نہ کیا۔

(۵) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب بھی کوئی سوال کیا گیا، آپ نے اس سے انکار نہ فرمایا بشرطیکہ وہ چیز آپ کے پاس موجود ہوتی۔

(۶) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ دراز قد تھے، غزوہ بدر کے موقع پر انہیں عبداللہ بن ابی کی قمیص کے سوا کسی کی قمیص پوری نہیں آتی تھی، عبداللہ بن ابی نے اپنی قمیص اتار کر انہیں پیش کر دی تھی۔ اس کے مرنے پر اس کے کفن کے طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انہیں کرتا عنایت کر دیا تھا تا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو دیئے ہوئے کرتے کا بدلہ ہو جائے۔

اس سلسلے میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی مشہور روایت ہے کہ غزوۂ بدر کے موقع پر عباس اور دوسرے قیدی پیش کیے گئے۔ عباس پر کپڑا نہیں تھا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے کرتا تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن عبداللہ بن ابی کے علاوہ کسی کا کرتا ان کے ناپ کا نہیں تھا۔ آپ نے عبداللہ بن ابی کی قمیص لے کر انہیں پہنا دی۔ یہ قمیص اتار کر پیش کرنا، عبداللہ بن ابی کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان تھا، اس کے مرنے پر اس کے کفن میں شامل کرنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کرتا عنایت کر کے اس کا بدلہ اتار دیا۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۳۰۰۸)

(۷) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری قمیص اس کے عذاب کو دور نہیں کر سکتی، مجھے یقین ہے اس کے قبیلہ کے لوگ اسلام قبول کریں گے۔ چنانچہ اس احسان کے نتیجہ میں ایک ہزار آدمی کفر سے تائب ہو کر اسلام میں د

(۸) اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بے شمار خصوصیات سے نوازا گیا تھا، ان میں سے ایک یہ بھی کہ آپ کی زبان اقدس سے کبھی لفظ "لا" (حرف نفی، انکار) جاری نہیں ہوا تھا خواہ سائل مسلم ہوتا یا غیر مسلم۔

3024 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ اَبِىْ اَنَسٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِىْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ

متنِ حدیث: اَنَّهُ قَالَ تَمَارٰى رَجُلَانِ فِى الْمَسْجِدِ الَّذِىْ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ فَقَالَ رَجُلٌ هُوَ مَسْجِدُ قُبَاءَ وَقَالَ الْاٰخَرُ هُوَ مَسْجِدُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ مَسْجِدِىْ هٰذَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ عِمْرَانَ بْنِ اَبِىْ اَنَسٍ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ مِّنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ وَرَوَاهُ اُنَيْسُ بْنُ اَبِىْ يَحْيٰى عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ

3024۔ اخرجه مسلم (۱۰۱۵/۲): كتاب الحج: باب: بيان ان المسجد الذى اس على التقوى۔ حديث (۱۳۹۸/۵۱٤)، والنسائى (۳٦/۲): كتاب المساجد: باب: ذكر المسجد الذى اسس حديث (٦٩٧)، و احمد (۸/۳) وابن ابى شيبة (۳۷۲/۲) و الحاكم (۳۳٤/۲) عن و كيع عن اسامة بن زيد و ابن حبان فى (صحيحه) (٤٨٣/٤): كتاب الصلاة: باب: المساجد، حديث (١٦٠٦).

سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، دو آدمیوں کے درمیان اس مسجد کے بارے میں بحث ہوگئی جس کی بنیاد پہلے دن تقویٰ پر رکھی گئی تھی (کہ اس سے مراد کون سی مسجد ہے؟) ایک شخص نے کہا: اس سے مراد مسجد قباء ہے۔ دوسرے نے کہا: اس سے مراد مسجد نبوی ﷺ ہے' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس سے مراد میری مسجد ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔ اور عمران بن ابوانس سے منقول ہونے کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

یہی روایت حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' دیگر سند سے بھی منقول ہے۔

انیس بن ابویحییٰ نامی راوی نے اپنے والد کے حوالے سے' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے اسے روایت کیا ہے۔

3025 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ الْحَارِثِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ اَبِيْ مَيْمُوْنَةَ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متنِ حدیث: نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِيْ اَهْلِ قُبَاءَ (فِيْهِ رِجَالٌ يُحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ) قَالَ كَانُوْا يَسْتَنْجُوْنَ بِالْمَآءِ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِيْهِمْ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ وَاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَّمُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: یہ آیت اہل قباء کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔

''اس میں وہ لوگ ہیں' جو اچھی طرح سے پاکیزگی حاصل کرنے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی اچھی طرح پاکیزگی حاصل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

راوی بیان کرتے ہیں: وہ لوگ پانی کے ذریعے استنجاء کیا کرتے تھے' تو ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوایوب انصاری' حضرت انس بن مالک اور حضرت محمد بن عبداللہ بن سلام (رضی اللہ عنہم) سے بھی احادیث منقول ہیں۔

3025۔ اخرجہ ابوداؤد (۱۱/۱) کتاب الطھارۃ: باب: الاستنجاء بالماء، حدیث (۴۴)، وابن ماجہ (۱۲۸/۱): کتاب الطھارۃ و سننھا: باب: الاستنجاء بالماء، حدیث (۳۵۷)۔

شرح

اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى کا مصداق:

ارشادِ خداوندی ہے:

لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ○ (التوبۃ:۱۰۸)

"(اے محبوب!) آپ ان (مسجد ضرار) میں ہرگز کھڑے نہ ہوں، البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد روزِ اول سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے یعنی مسجد قبا اس لائق ہے کہ آپ اس میں تشریف فرما ہوں۔ اس میں ایسے لوگ موجود ہیں جو طہارت کاملہ کو پسند کرتے ہیں۔ خوب پاک وصاف لوگوں کو اللہ پسند کرتا ہے"۔

اس آیت کی تفسیر وتوضیح احادیث باب میں کی گئی ہے۔ پہلی حدیث باب کا مصداق مسجد نبوی اور دوسری حدیث کا مصداق مسجد قبا ہے۔

سوال: احادیث باب کا مطالعہ کرنے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ پہلی حدیث کا مصداق مسجد قبا اور دوسری روایت کا مصداق مسجد نبوی ہے، اس طرح ان دونوں روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: حقیقت میں دونوں روایات میں تعارض نہیں ہے، وہ اس طرح کہ کے شان نزول کے اعتبار سے اس آیت کا مصداق مسجد قبا ہے اور الفاظ کے عموم کے اعتبار سے اس کا مصداق مسجد نبوی بلکہ دنیا کی ہر مسجد مراد ہے، جس کی بنیاد حسن نیت اور تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔

آیت اور احادیث کا اختصار یہ ہے کہ ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قبا میں تشریف لے گئے اور وہاں کے لوگوں سے دریافت فرمایا: آپ لوگوں نے پاک وصاف ہونے کا کون سا طریقہ اختیار کر رکھا ہے، جس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعریف فرمائی ہے؟ انہوں نے جواباً عرض کیا: یارسول اللہ! ہم نے کوئی خاص معمول یا طریقہ اختیار نہیں کر رکھا بلکہ استنجاء کے وقت ڈھیلے استعمال کرنے کے بعد پانی بھی استعمال کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: پس یہی بات ہے، جس وجہ سے تمہاری تعریف کی گئی ہے، لہٰذا تم اس کا التزام کرو"۔

مسجد نبوی اور روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی فضیلت:

مسجد نبوی اور روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے فوائد وفضائل احادیث مبارکہ میں بیان کیے گئے ہیں۔ اس سلسلے میں چند ایک احادیث مبارکہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

(۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی نے اپنے گھر نماز ادا کی اسے ایک نماز کا ثواب عطا کیا جاتا ہے، جس نے محلہ کی مسجد میں نماز ادا کی اسے پچیس نمازوں کا ثواب دیا جاتا ہے، جو جامع مسجد

میں نماز پڑھتا ہے اسے پانچ سو نمازوں کا ثواب ملتا ہے، جو مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھتا ہے اسے پچاس ہزار نمازوں کا ثواب دیا جاتا ہے، جس نے میری مسجد (مسجد نبوی) میں نماز پڑھی اسے پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے اور جس نے مسجد حرام میں نماز ادا کی اسے ایک لاکھ نمازوں کا ثواب دیا جاتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۱۴۱۳)

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے میری مسجد میں اس طرح چالیس نمازیں ادا کیں کہ ان میں سے کوئی فوت نہ ہو، اس کے لیے آگ سے نجات، عذاب سے نجات اور نفاق سے نجات لکھی جاتی ہے۔ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۵۲۱)

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کی جگہ جنت کے ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑا ہے اور میرا منبر حوض پر ہے۔ (مصنف عبدالرزاق، رقم الحدیث ۵۲۴۳)

(۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔ (سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۷۷)

(۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے میری وفات کے بعد حج کر کے میری زیارت کی گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث ۱۳۴۹۷)

(۶) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ سے بے وفائی کی۔ (کتاب المجروحین لابن حبان ج ۳ ص ۷۳)

مسجد قبا کی فضیلت:

مسجد اقصیٰ، مسجد حرام اور مسجد نبوی کی طرح مسجد قبا کی فضیلت بھی احادیث مبارکہ میں بیان کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں چند ایک روایات درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ میں مسجد قبا میں تشریف لے جاتے تھے کبھی پیدل اور کبھی سواری پر۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بھی یہی معمول تھا۔

(۲) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اہل قبا نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارے لیے مسجد تعمیر ہونی چاہیے۔ آپ نے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں سے فرمایا: تم لوگوں میں سے ایک شخص کھڑا ہو اور وہ اونٹنی پر سوار ہو، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور اونٹنی پر سوار ہوئے جبکہ اونٹنی نے کوشش کی لیکن وہ اٹھ نہ سکی۔ وہ آ کر اپنی جگہ میں بیٹھ گئے۔ پھر حسب حکم حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اونٹنی پر سوار ہوئے، اسے اٹھا کر چلانے کی کوشش کی لیکن وہ چلانے میں کامیاب نہ ہو سکے پھر وہ بھی واپس آ کر بیٹھ گئے۔ بعد ازاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، اونٹنی پر سوار ہوئے اور اسے اٹھا کر چلانے میں کامیاب ہوگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! اونٹنی کی مہار ڈھیلی چھوڑ دو تا کہ وہ آسانی سے گھوم سکے اور جہاں تک اونٹنی گھومے وہاں تک مسجد بناؤ' کیونکہ اونٹنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی پابند ہے۔ (المعجم الکبیر، رقم الحدیث ۲۰۴۳)

(۴) حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد قبا میں نماز کا ثواب ایک عمرہ کے برابر ہے۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۱۴۱۱)

مسجد ضرار کی مذمت:

خواہ تعمیر مسجد کا مقصد مسلمانوں میں اجتماعیت واتحاد اور عبادت وریاضت ہوتا ہے لیکن تاریخ میں ایک مسجد ایسی بھی تعمیر کی گئی تھی جس کا مقصد مسلمانوں میں افتراق وانتشار کی فضا قائم کرنا اور شیطان کو خوش کرنا تھا۔ اس مسجد کا تذکرہ قرآن میں موجود ہے اور اس کا نام "مسجد ضرار" تھا جو مدینہ طیبہ میں منافقوں نے تعمیر کی تھی۔ یہ مسجد منافقین نے جمعۃ المبارک کے دن مکمل کی تھی۔ انہوں نے تین ایام تک جمعہ، ہفتہ اور اتوار نمازیں پڑھیں جبکہ پیر کے دن یہ مسجد گرا دی گئی تھی۔

منافقوں نے جب یہ مسجد مکمل کی تو بزعم خویش افتتاح کرانے کے لیے بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقوں کے خطرناک منصوبہ سے بذریعہ وحی مطلع کر دیا گیا تھا اور اس مسجد میں جانے اور نماز پڑھانے سے منع کر دیا تھا۔ علاوہ ازیں اس مسجد کی تعمیر کے مذموم مقاصد سے بھی آپ کو مطلع کر دیا گیا کہ یہ مسجد مسلمانوں میں انتشار پھیلانے، اللہ ورسول کے خلاف لڑنے والوں کے لیے کمین گاہ کے طور پر استعمال کرنے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لیے بنائی گئی ہے۔

پانی سے استنجاء کرنے کی اہمیت:

پیشاب یا پاخانہ کرتے وقت استنجاء صرف ڈھیلوں یا صرف پانی سے یا دونوں سے کیا جا سکتا ہے۔ استنجاء کے وقت ڈھیلوں اور پانی دونوں کا استعمال کرنا افضل ہے۔ اس کی اہمیت وفضیلت زیر بحث آیت میں بیان کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں اس بارے میں احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ آیت (التوبۃ: ۱۰۸) اہل قبا کے حق میں نازل ہوئی اور وہ پانی کے ساتھ استنجاء کرتے تھے۔ (سنن کبریٰ ج ۱ ص ۱۰۵)

(۲) حضرت عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل قبا سے یوں فرمایا: میں نے اللہ سے سنا ہے کہ وہ تمہاری طہارت حاصل کرنے کی تعریف کرتا ہے، تم لوگ کس طرح طہارت حاصل کرتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: یا رسول اللہ! ہمیں اس بارے میں زیادہ علم تو نہیں ہے مگر ہمارے ہمسائے بیت الخلاء سے فارغ ہو کر اپنی سرینوں کو پانی سے خوب صاف کرتے ہیں اور ہم بھی ان کی طرح طہارت حاصل کرتے ہیں۔ (المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۱۵۵)

3026 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِى اِسْحٰقَ عَنْ اَبِى الْخَلِيْلِ كُوْفِيٌّ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ

3026- اخرجه النسائي (٤/٩١): كتاب الجنائز: باب: النهي عن الاستغفار للمشركين حديث (٢٠٣٦)، و احمد (١/٩٩، ١٣٠) من طريق ابى الخليل عن على رضى الله عنه

متن حدیث: سَمِعْتُ رَجُلًا يَسْتَغْفِرُ لِاَبَوَيْهِ وَهُمَا مُشْرِكَانِ فَقُلْتُ لَهُ اَتَسْتَغْفِرُ لِاَبَوَيْكَ وَهُمَا مُشْرِكَانِ فَقَالَ اَوَلَيْسَ اسْتَغْفَرَ اِبْرَاهِيمُ لِاَبِيْهِ وَهُوَ مُشْرِكٌ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَتْ (مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْهِ

◆◆ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے ایک شخص کو سنا جو اپنے والدین کے لیے دعائے مغفرت کر رہا تھا حالانکہ وہ دونوں مشرک تھے تو میں نے اس سے کہا: کیا تم اپنے والدین کے لیے دعائے مغفرت کر رہے ہو حالانکہ وہ دونوں مشرک تھے؟ تو اس نے کہا: کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کے لیے دعائے مغفرت نہیں کی تھی؟ حالانکہ وہ بھی مشرک تھا۔ میں نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا' تو یہ آیت نازل ہوئی:

''نبی کے لیے اور اہلِ ایمان کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لیے دعائے مغفرت کریں۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

اس بارے میں سعید بن مسیب نے اپنے والد کے حوالے سے' حدیث نقل کی ہے۔

شرح

کفار و مشرکین کے لیے دعائے مغفرت کرنے کی ممانعت ہونا:

ارشاد خداوندی ہے:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ۭ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ۝ (التوبۃ: ۱۱۳، ۱۱۴)

''نبی اور مومنوں کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکوں کے لیے بخشش طلب کریں خواہ وہ ان کے رشتہ دار ہوں جبکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ وہ جہنمی ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے عرفی باپ کے لیے استغفار کرنا اس وعدہ کی بنا پر تھا جو انہوں نے کیا تھا۔ جب ان پر یہ بات واضح ہو گئی کہ وہ اللہ کا دشمن ہے' تو وہ اس سے بیزار ہو گئے۔ بیشک ابراہیم بہت نرم دل بہت بردبار تھے''۔

ان آیات کا شانِ نزول حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام جب عازم ہجرت ہو کر بیت المقدس کی طرف روانہ ہونے لگے تو اپنے عرفی باپ سے یہ بات کہی کہ میں آپ کے لیے دعائے مغفرت کرتا رہوں گا۔ یہ دعا ان کی ظاہری زندگی میں کرنے کا وعدہ تھا۔ کافر کے حق میں ظاہری زندگی میں استغفار کرنے کا مطلب اس کی ہدایت اور صراط مستقیم پر آنا ہے۔ اس طرح کی دعا آج بھی کی جا سکتی ہے۔ جب کسی مشرک کی وفات حالت کفر و شرک میں ہو جائے

تو اس کے حق میں دعا کرنا منع وحرام ہے، کیونکہ دنیا سے جانے کے بعد اس کی مغفرت وبخشش کا معاملہ ختم ہو گیا بلکہ اللہ کی بارگاہ میں پیش ہو گیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو مشرک کے حق میں دعا واستغفار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان اپنے اعزا واقارب کے حق میں استغفار کرتے تھے، انہیں اس سے منع کر دیا گیا۔ اس سلسلے میں پہلا واقع ابوطالب کا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابوطالب سے فرمایا: جب تک اللہ تعالیٰ کی جانب سے مجھے منع نہ کیا جائے گا میں آپ کے لیے استغفار کرتا رہوں گا، اس موقع پر یہ دونوں آیات نازل ہوئیں۔

ابوطالب کے ایمان کا مسئلہ:

والد گرامی حضرت عبداللہ پیدائش سے قبل انتقال فرما گئے۔ چھ سال کی عمر میں والدہ محترمہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا، آٹھ سال کی عمر ہونے پر دادا جان عبدالمطلب کا وصال ہوا پھر تادیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا ابوطالب کی زیر کفالت رہے۔ اعلان نبوت کے وقت بھی ابوطالب بقید حیات تھے۔ لوگوں بالخصوص قریش کی طرف سے بے حد مخالفت کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرتے رہے اور آپ کی معاونت بھی۔ ایک دفعہ کفار مکہ اور قریش مکہ ابوطالب کے پاس آئے اور بطور شکایات کہا: آپ اپنے بھتیجے کو سمجھائیں کہ وہ ہمارے خداؤں، معبودوں اور مذہب کی مخالفت نہ کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہونے پر ابوطالب نے کفار کے خداؤں کی مخالفت نہ کرنے کا مشورہ دیا۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پر جوش اعلان کیا: اے چچا! قسم بخدا! اگر میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے ہاتھ پر چاند رکھ دیا جائے تو پھر خاموشی اختیار کرنے کا کہا جائے تو میں اپنا پروگرام ہرگز ترک نہیں کروں گا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی معاونت اور دفاع کے حوالے سے ابوطالب کی خدمات مسلمہ ہیں لیکن ان کے ایمان کا مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ کلمہ طیبہ پڑھ کر وہ مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ حضرت سعید بن میتب رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی میتب بن حزن کے حوالے سے بیان کرتے ہیں ابوطالب کی وفات کے وقت ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ موجود تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں فرمایا: اے چچا! آپ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جائیں میں آپ کی اللہ تعالیٰ کے حضور سفارش کروں گا! ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ دونوں نے کلمہ طیبہ پڑھنے سے منع کرتے ہوئے کہا: اے ابوطالب! کیا آپ عبدالمطلب کی ملت کو ترک کرنا پسند کریں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے چچا! جب تک اللہ تعالیٰ مجھے منع نہ کردے میں آپ کے حق میں استغفار کرتا رہوں گا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ الخ نبی اور ایمان والوں کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے حق میں استغفار کریں۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۴۳۳)

اس سے ماقبل آیات میں بقید حیات کفار اور منافقین کے حق میں استغفار کرنے کی ممانعت کی گئی تھی جبکہ اس آیت میں مردہ کفار کے حق میں استغفار کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔

سوال: اس آیت کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ ابو طالب کے حق میں نازل ہوئی ہے، درست نہیں ہے' کیونکہ ابو طالب کی وفات ہجرت سے تین سال قبل ہوئی تھی جبکہ سورۃ توبہ مدنی زندگی کے آخر میں نازل ہوئی تھی؟

جواب: (۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حسب وعدہ قبل از ہجرت سے لے کر مدنی زندگی کے آخری مہینوں تک استغفار کرتے رہے ہوں۔ پھر یہ آیت نازل ہونے پر استغفار ترک کر دیا ہو۔

(۲) سورۃ توبہ کے مدنی ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کی اکثر آیات بعد از ہجرت اور مدینہ میں نازل ہوئی ہوں جبکہ بعض آیات قبل از ہجرت اور مکی زندگی میں نازل ہوئی ہوں۔

ایمان ابی طالب کے حوالے سے ایک اعتراض اور اس کا جواب:

ایمان ابی طالب کے حوالے سے ایک اعتراض یہ پیش کیا جاتا ہے کہ جب ابو طالب کا آخری وقت آیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس گئے اور فرمایا: اے چچا! لا الہ الا اللہ پڑھ لو میں قیامت کے دن آپ کے حق میں شفاعت کروں گا؟ انہوں نے جواب میں کہا: اے بھتیجے! اگر میرے بعد خاندان کے لوگوں کی طرف سے آپ پر یہ طعنہ نہ ہوتا کہ ابو طالب نے موت کے خوف سے کلمہ پڑھ لیا تھا تو میں ضرور کلمہ پڑھ لیتا اور کلمہ بھی آپ کو خوش کرنے کے لیے پڑھتا۔ یہ بات کہہ کر ابو طالب دنیا سے رخصت ہو گئے۔ دنیا سے رخصت ہوتے وقت ان کے ہونٹوں نے حرکت کی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کان لگا کر سنا پھر اعلان کیا: قسم بخدا! یا رسول اللہ! آپ جو کلمہ پڑھانا چاہتے تھے، انہوں نے پڑھ لیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً فرمایا: میں نے نہیں سنا۔ (سیرت ابن ہشام ج۱ص ۲۳۸)

اس حدیث کے کئی جواب دیئے گئے ہیں:

(۱) اس روایت کا راوی مجہول ہے' جس وجہ سے یہ قابل استدلال نہیں ہے۔

(۲) یہ روایت اس زمانہ سے متعلق ہے جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ مسلمان نہیں ہوئے تھے

(۳) اس روایت کے آخری حصہ میں صراحت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا اور فرمایا تھا: میں نے نہیں سنا۔

(۴) یہ روایت اس صحیح روایت سے متصادم ہے جو بخاری و مسلم میں موجود ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ابو طالب کی آخرت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا: میں نے انہیں دیکھا کہ وہ ٹخنوں تک آگ میں ہیں اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے آخری طبقہ میں ہوتے۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۳۸۸۳، صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۰۹)

فائدہ نافعہ: امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایمان ابی طالب اور مسئلہ ایمان یزید بن معاویہ پر سکوت ہے یعنی ہم انہیں کافر یا صاحبان ایمان نہیں کہیں گے بلکہ خاموشی اختیار کریں گے۔

سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے ایمان کے حوالے سے ایک اعتراض اور اس کا جواب:

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے ایمان کے حوالے سے ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ آپ ایماندار نہیں بلکہ مشرکہ تھیں

(معاذ اللہ) اور اس پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا جاتا ہے۔ وہ روایت یوں ہے کہ ایک دفعہ ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں قبرستان گئے، آپ نے ہمیں بیٹھنے کا حکم دیا تو ہم بیٹھ گئے۔ آپ چند قبور کے پاس سے گزر کر ایک قبر کے پاس پہنچے اور وہاں تادیر دعا کرتے رہے، پھر آپ رونے لگے اور آپ کی آواز سن کر ہم بھی رونے لگے۔ پھر آپ ہمارے پاس آئے تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے آپ سے دریافت کیا! یارسول اللہ! آپ کو کس چیز نے رونے پر مجبور کیا اور آپ کو دیکھ کر ہم بھی گھبرا کر رونے لگے تھے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: آپ لوگوں نے جس قبر کے پاس مجھے مناجات کرتے ہوئے ملاحظہ کیا تھا، وہ میری والدہ آمنہ بنت وہب کی قبر تھی، میں نے اللہ تعالیٰ سے ان کی قبر انور کی زیارت کی اجازت طلب کی جو مجھے دے دی گئی۔ پھر میں نے ان کے لیے استغفار کی اجازت طلب کی جس کی مجھے اجازت نہ دی گئی۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: نبی اور مسلمانوں کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے حق میں استغفار کریں خواہ ان کے رشتہ دار وا قارب ہوں"۔ پس بیٹے کے دل میں اپنی والدہ کے بارے میں جو رقت ہوتی ہے وہ میرے دل میں اپنی والدہ کی پیدا ہوئی جس وجہ سے میں نے رونا شروع کر دیا تھا۔ (المستدرک للحاکم ج۲ص۳۳۶)

اس روایت سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ آمنہ بنت وہب (رضی اللہ عنہا) مشرکہ تھیں اور مسلمان نہ تھیں۔ (معاذ اللہ) اس اعتراض کے کئی جوابات ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(۱) اس آیت کا صحیح شان نزول ابوطالب کے حق میں بیان ہوا ہے، جس کی تفصیل سطور مذکورہ میں گزر چکی ہے جو بخاری و مسلم کے حوالہ سے بیان کی گئی ہے۔

(۲) اس روایت کی سند میں ابن جریج مدلس اور ایوب بن ہانی ضعیف ہیں، جس وجہ سے یہ روایت قابل استدلال نہیں ہے۔

(۳) حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک قبرستان میں نہیں تھی بلکہ ابواء مقام پر ایک ہی تھی۔

(۴) جہاں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر کی زیارت نہ ملنے کا تعلق ہے، اس بارے میں صحیح اور قابل استدلال روایت درج ذیل ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر کی زیارت کی تو آپ روئے اور پاس والے لوگ بھی رونے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے پروردگار سے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کرنے کی اجازت طلب کی جو مجھے دے دی گئی۔ پھر میں نے ان کے لیے استغفار کرنے کی اجازت طلب کی جو مجھے نہ دی گئی۔ پس تم لوگ زیارت قبور کیا کرو، کیونکہ یہ تمہیں آخرت کی یاد دلاتی ہے۔ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۳۲۳۴)

اس روایت میں صراحت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کی قبر کی زیارت کرنے کی اجازت دی گئی لیکن استغفار کرنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی جس کی وجہ یہ ہے کہ استغفار کرنا معصیات کو مستلزم ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کو یہ گوارا نہیں تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کو گناہگار لوگوں میں شمار کیا جائے پھر گناہوں کی معافی کے لیے استغفار و مناجات کی ضرورت پیش آئے۔

مشرکین کے حق میں دعا مغفرت کرنے کی وجوہات:

مستشرقین، مشرکین اور کفار کی طرف سے اسلام پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ یہ شدت پسند مذہب ہے، جس کی تعلیمات سے واضح ہوتا ہے کہ کفار و مشرکین کے ساتھ دوستی نہیں کرنی چاہیے اور نہ ان کے لیے استغفار و دعا کرنی چاہیے جبکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کفار و مشرکین کے حق میں استغفار و دعا کیا کرتے تھے۔ اس سلسلے میں چند روایات درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: اے پروردگار! میری قوم کی مغفرت کر، کیونکہ یہ نہیں جانتے۔ (مجمع الزوائد ج۶ ص ۱۱۷)

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ غزوہ احد کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے والے دانتوں میں سے ایک نچلا دانت شہید ہو گیا اور آپ نے اپنے چہرے سے خون صاف کرتے ہوئے کہا: اے اللہ! میری قوم کی مغفرت کر، کیونکہ یہ نہیں جانتے۔ (مجمع الزوائد ج ا ص ۴۴۱)

(۳) ایک مشہور روایت میں ہے کہ غزوۂ احد کے موقع پر جب کفار روانہ ہو گئے اور مسلمان خواتین مجاہدین کی معاونت کے لیے آئیں، ان میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی تھیں۔ انہوں نے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو زخمی حالت میں دیکھا تو آپ سے لپٹ گئیں اور پانی سے زخم صاف کرنے لگیں جبکہ خون مسلسل بہہ رہا تھا۔ انہوں نے چٹائی کا ایک حصہ جلا کر اس کی راکھ زخموں پر رکھی تو خون بند ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر فرمایا: اللہ تعالیٰ اس قوم پر بہت غضبناک ہو گا جس نے اپنے نبی کے چہرہ کو زخمی کر دیا۔ پھر آپ نے یہ دعا کی: اے اللہ! میری قوم کی مغفرت فرما، کیونکہ یہ جانتے نہیں ہیں۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری ج ۷ ص ۳۷۳)

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعائیں اپنی طرف سے نہیں کیں بلکہ انبیاء سابقین کی طرف سے بطور حکایت یا نقل فرمائی ہیں۔ اس بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: گویا میں اس وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ انبیاء سابقین میں سے اس نبی کی حکایت کر رہے تھے جس کو ان کی قوم نے نقصان پہنچایا تھا۔ آپ اپنے چہرہ انور سے خون صاف کرتے ہوئے کہہ رہے تھے: اے اللہ! میری قوم کی مغفرت کر، کیونکہ یہ نہیں جانتے۔ (مسند احمد، ج ا ص ۴۳۲)

دوسرا جواب یہ ہے کہ مردہ کفار و مشرکین کے حق میں دعا کرنا منع ہے، کیونکہ ان کے کفر و شرک کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہوتا ہے۔ تاہم بقید حیات مشرکین و کفار کے حق میں استغفار و دعا کرنا جائز ہے، کیونکہ ایسی دعا کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں حق کی طرف آنے اور ہدایت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس کے جواز میں اب بھی کوئی قباحت نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بقید حیات کفار و مشرکین کے بارے میں دعا کی تھی نہ کہ مردہ کفار کے لیے۔

زندہ کفار و مشرکین کے حق میں استغفار و دعا کرنے کا جواز:

بقید حیات کافر والدین، اساتذہ، دوست واحباب اور عزیز واقارب کے حق میں استغفار و دعا کرنا جائز ہے لیکن ان کے مرنے کے بعد ان کے بارے میں استغفار و دعا کرنا منع ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ مسلمان اپنے مردوں کے حق میں استغفار کیا کرتے تھے، پھر جب یہ آیت نازل ہوئی تو انہوں نے مردوں کے بارے میں استغفار کرنا چھوڑ دیا تھا۔ انہیں زندہ مشرکین کے حق میں استغفار کرنے سے منع نہیں کیا گیا، حتیٰ کہ وہ دنیا سے رخصت ہو جائیں۔

بقید حیات مشرکین کے بارے میں استغفار کرنے کے بارے میں چند ایک روایات درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مسلمانوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ثقیف کے تیروں نے بھون کر رکھ دیا ہے، آپ ان کے خلاف اللہ تعالیٰ سے دعا کریں؟ آپ نے جواب دیا: اے پروردگار! ثقیف کو ہدایت عطا کر۔ (مسند احمد، ج ۳ ص ۳۴۳)

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ طفیل اور اس کے ساتھیوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! دوس نے کفر اختیار کرلیا اور اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا، آپ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کریں؟ پس کہا گیا اب دوس ہلاکت کا شکار ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دعا کی: اے اللہ! دوس کو ہدایت عطا کر اور ان کو یہاں لے آ"۔ (دلائل النبوت ج ۲ ص ۷۹)

(۳) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دعا کی: اے اللہ! ابوجہل بن ہشام یا عمر بن خطاب کے ذریعے اسلام کو غلبہ عطا فرما! پھر آئندہ صبح کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور اسلام قبول کر لیا۔ (مسند احمد، ج ۲ ص ۹۵)

آذر کے حق میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے استغفار کرنے کی وجہ:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے مردہ مشرکین کے بارے میں استغفار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اپنے عرفی باپ آذر کے حق میں استغفار کیا تھا لیکن جب اس کے بارے میں انکشاف ہو گیا کہ وہ اسلام قبول نہیں کرے گا تو آپ اس سے بیزار ہو گئے تھے۔ آپ کو اس کے ایمان نہ لانے کی وجہ بذریعہ وحی معلوم ہوئی یا آذر کے کفر پر مرنے کے سبب۔

بروز قیامت آذر کی شفاعت کرنے کی وجہ:

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے عرفی باپ آذر سے دنیا میں بیزار ہو گئے تھے لیکن قیامت کے دن ان کے حق میں شفاعت کریں گے۔ اس بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنے عرفی باپ آذر سے قیامت کے دن اس حالت میں ملاقات ہوگی کہ ان کا چہرہ خاک آلود اور سیاہ ہوگا۔ آپ ان سے فرمائیں گے کہ کیا میں آپ سے نہیں کہا تھا کہ میری نافرمانی نہ کریں؟ آپ کے عرفی باپ کہیں گے کہ میں آج آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں گے: اے پروردگار! تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ میں تمہیں قیامت کے دن کسی معاملہ میں شرمندہ نہیں کروں گا اور اس سے زیادہ شرمندگی کیا ہو سکتی ہے کہ میرے عرفی باپ جنت سے دور رہیں؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملے گا: میں نے جنت کو کفار پر حرام قرار دے دیا ہے۔ پھر حکم ہوگا: اے ابراہیم! آپ

ملاحظہ کریں کہ آپ کے پاؤں کے نیچے کیا ہے؟ آپ دیکھیں گے تو آذر مسخ شدہ گندگی میں بجو کی شکل میں ہوگا۔ پھر اسے پاؤں سے پکڑ کر جہنم میں پھینکا جائے گا۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۳۳۵۰)

سوال یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس اصول سے لاعلم نہیں تھے کہ مشرکین کی مغفرت ناممکن ہے۔ پھر آپ نے اپنے عرفی باپ آذر کی قیامت کے دن شفاعت کیوں کریں گے جبکہ دنیا میں اپنے عرفی باپ سے بیزار بھی ہو گئے تھے؟

اس کے کئی جوابات ہیں:

(۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے عرفی باپ آذر کی قیامت کے دن شفاعت نہیں کریں گے بلکہ عذر پیش کریں گے کہ کوئی مشرک جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

(۲) حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے عرفی باپ آذر سے بیزار ہو گئے تھے، اس روایت میں دعا (شفاعت) کرنے سے مراد عذاب میں تخفیف کرنا ہے ورنہ آخرت میں مشرک کی مغفرت ناممکن ہے۔

3027 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

متنِ حدیث: لَمْ اَتَخَلَّفْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةٍ غَزَاهَا حَتّٰى كَانَتْ غَزْوَةُ تَبُوْكَ اِلَّا بَدْرًا وَّلَمْ يُعَاتِبِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَدًا تَخَلَّفَ عَنْ بَدْرٍ اِنَّمَا خَرَجَ يُرِيْدُ الْعِيرَ فَخَرَجَتْ قُرَيْشٌ مُغِيْثِيْنَ لِعِيرِهِمْ فَالْتَقَوْا عَنْ غَيْرِ مَوْعِدٍ كَمَا قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَلَعَمْرِيْ اِنَّ اَشْرَفَ مَشَاهِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ لَبَدْرٌ وَّمَا اُحِبُّ اَنِّيْ كُنْتُ شَهِدْتُهَا مَكَانَ بَيْعَتِيْ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ حَيْثُ تَوَاثَقْنَا عَلَى الْاِسْلَامِ ثُمَّ لَمْ اَتَخَلَّفْ بَعْدُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى كَانَتْ غَزْوَةُ تَبُوْكَ وَهِيَ اٰخِرُ غَزْوَةٍ غَزَاهَا وَآذَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ بِالرَّحِيلِ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهٖ قَالَ فَانْطَلَقْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا هُوَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ وَحَوْلَهُ الْمُسْلِمُوْنَ وَهُوَ يَسْتَنِيْرُ كَاسْتِنَارَةِ الْقَمَرِ وَكَانَ اِذَا سُرَّ بِالْاَمْرِ اسْتَنَارَ فَجِئْتُ فَجَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ اَبْشِرْ يَا كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ بِخَيْرِ يَوْمٍ اَتٰى عَلَيْكَ مُنْذُ وَلَدَتْكَ اُمُّكَ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اَمِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اَمْ مِنْ عِنْدِكَ قَالَ بَلْ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ تَلَا هٰؤُلَاءِ الْاٰيَاتِ (لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ) حَتّٰى بَلَغَ (اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ) قَالَ وَفِيْنَا اُنْزِلَتْ اَيْضًا (اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ) قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اِنَّ مِنْ تَوْبَتِيْ اَنْ لَّا اُحَدِّثَ اِلَّا صِدْقًا وَّاَنْ اَنْخَلِعَ مِنْ مَالِيْ كُلِّهٖ صَدَقَةً اِلَى اللّٰهِ وَاِلٰى رَسُوْلِهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ

3027- اخرجه البخارى (۷۱۷/۷): كتاب المغازى: باب: حديث كعب بن مالك حديث (۴۴۱۸) مطولا، طرفه من (۲۷۵۷، ۳۵۵۶، ۳۸۸۹۔) و مسلم (۲۱۲۰/۴): كتاب التوبة: باب: حديث توبة كعب و صاحبه حديث (۲۷۶۹/۵۳) مطولاً، و ابوداؤد (۲۶۲/۲): كتاب الطلاق، باب: فيما عنى به الطلاق، حديث (۲۲۰۲)، (۲۷۸۱، ۳۳۱۷، ۱۷۷۳)۔ والنسائى (۱۵۴/۶): كتاب الطلاق: باب: طلاق العبد، حديث (۳۴۲۶) والحديث (۳۴۲۴، ۳۴۲۵)، وابن ماجه (۴۴۶/۱): كتاب اقامة الصلاة و السنة فيها: باب: ما جاء فى الصلاة، حديث (۱۳۹۳)، و احمد (۴۵۶/۳، ۴۵۹، ۴۵۵، ۴۵۴)، (۳۹۰/۶، ۳۸۷)۔

فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ فَقُلْتُ فَإِنِّي أُمْسِكُ سَهْمِيَ الَّذِي بِخَيْبَرَ قَالَ فَمَا أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ نِعْمَةً بَعْدَ الْإِسْلَامِ أَعْظَمَ فِي نَفْسِي مِنْ صِدْقِي رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ صَدَقْتُهُ أَنَا وَصَاحِبَايَ وَلَا نَكُونُ كَذَبْنَا فَهَلَكْنَا كَمَا هَلَكُوا وَإِنِّي لَأَرْجُو أَنْ لَا يَكُونَ اللّٰهُ أَبْلَى أَحَدًا فِي الصِّدْقِ مِثْلَ الَّذِي أَبْلَانِي مَا تَعَمَّدْتُ لِكَذِبَةٍ بَعْدُ وَإِنِّي لَأَرْجُو أَنْ يَحْفَظَنِي اللّٰهُ فِيمَا بَقِيَ

اسنادِ دیگر: قَالَ وَقَدْ رُوِيَ عَنِ الزُّهْرِيِّ هٰذَا الْحَدِيثُ بِخِلَافِ هٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَدْ قِيلَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ عَمِّهِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ كَعْبٍ وَقَدْ قِيلَ غَيْرُ هٰذَا وَرَوَى يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ

◆◆ عبدالرحمٰن بن کعب اپنے والد (حضرت کعب بن مالک) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے جس بھی غزوہ میں شرکت کی میں ان میں سے کسی ایک میں بھی نبی اکرم ﷺ سے پیچھے نہیں رہا، یہاں تک کہ غزوہ تبوک کا موقع آ گیا' البتہ غزوۂ بدر میں' میں شریک نہیں ہوا تھا' لیکن نبی اکرم ﷺ نے ایسے کسی شخص پر بھی ناراضگی کا اظہار نہیں کیا تھا جو غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہوا تھا' کیونکہ نبی اکرم ﷺ تو اصل میں قریش کے قافلے کے تعاقب میں نکلے تھے' اور قریش اپنے قافلے کی مدد کے لیے نکلے تھے' تو باقاعدہ کسی منصوبے کے بغیر ان کا سامنا ہو گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی یہ بات ارشاد فرمائی ہے' اور مجھے اپنی زندگی کی قسم! لوگ یہ سمجھتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے جن غزوات میں شرکت کی ان میں سب سے زیادہ فضیلت غزوۂ بدر کو حاصل ہے' لیکن بہرحال میری یہ خواہش نہیں ہے کہ شب عقبہ کی بیعت میں شرکت کرنے کی بجائے کاش میں غزوۂ بدر میں شریک ہوا ہوتا (وہ شب عقبہ) جب ہم نے اسلام پر ثابت قدم رہنے کا عہد کیا تھا۔ اس کے بعد میں کبھی بھی کسی جنگ میں نبی اکرم ﷺ سے پیچھے نہیں رہا، یہاں تک کہ غزوہ تبوک کا موقع آ گیا اور یہ وہ آخری غزوہ ہے' جس میں نبی اکرم ﷺ نے شرکت کی۔

نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو روانگی کا حکم دیا۔

(راوی بیان کرتے ہیں:) اس کے بعد انہوں نے طویل حدیث نقل کی ہے۔

(آگے چل کر وہ یہ فرماتے ہیں)۔

میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ کے اردگرد مسلمان موجود تھے، آپ ﷺ کا چہرہ مبارک چاند کی طرح چمک رہا تھا، جب آپ ﷺ کسی بات پر خوش ہوتے تھے' تو وہ اسی طرح چمکتا تھا، میں آیا اور آ کر آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے کعب بن مالک! تمہیں اپنی پیدائش کے بعد آنے والے سب سے بہترین دن کی مبارک ہو۔ میں نے عرض کی: اے اللہ کے نبی ﷺ! یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے' یا آپ ﷺ کی طرف سے ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں' بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

پھر نبی اکرم ﷺ نے ان آیات کی تلاوت کی:

''اللہ تعالیٰ نے نبی پر' مہاجرین پر اور انصار پر بڑا اکرم کیا' جنہوں نے تنگی کے موقع پر نبی کی پیروی کی''۔

نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت یہاں تک تلاوت کی:

''بے شک اللہ تعالیٰ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔''

حضرت کعب بیان کرتے ہیں، یہ آیت بھی ہمارے بارے میں نازل ہوئی تھی۔

''اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور سچوں کے ساتھ رہو۔''

حضرت کعب بیان کرتے ہیں، میں نے عرض کی، اے اللہ کے نبی ﷺ! میری توبہ میں یہ بات شامل ہے کہ اب میں جب بھی بات کروں گا' تو سچ بولوں گا' اور میں اپنا تمام مال صدقے کے طور پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہوں۔ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اس میں سے کچھ مال اپنے پاس رہنے دو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہوگا۔ تو میں نے عرض کی، خیبر میں جو میرا حصہ ہے میں اسے اپنے پاس رکھتا ہوں۔

حضرت کعب بیان کرتے ہیں، اسلام قبول کرنے کے بعد میرے نزدیک اللہ تعالیٰ نے میرے اوپر سب سے بڑی نعمت یہ کی کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سچ بولا۔ میں نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ سچ بولا اور میرے دو ساتھیوں نے بھی اور ہم جھوٹ بول کر ہلاکت کا شکار ہونے والوں میں شامل نہیں ہوئے' جیسا کہ دیگر لوگ ہو گئے تھے' اور مجھے یہ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سچ کے حوالے سے' کسی بھی شخص کو اس طرح کی آزمائش میں مبتلا نہیں کیا جس طرح مجھے آزمائش میں مبتلا کیا۔ اس کے بعد میں نے کبھی بھی جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بولا اور مجھے امید ہے کہ باقی زندگی میں بھی اللہ تعالیٰ مجھے اس سے محفوظ رکھے گا۔

امام زہری کے حوالے سے' یہ روایت اس سے مختلف سند کے ساتھ منقول ہے۔

ایک قول کے مطابق یہ عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کعب کے حوالے سے' ان کے والد کے حوالے سے' حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

ایک قول اس سے مختلف ہے۔

یونس بن یزید نامی راوی نے اس روایت کو زہری کے حوالے سے' عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مالک کے حوالے سے نقل کیا ہے: ان کے والد نے حضرت کعب بن مالک کے حوالے سے' انہیں یہ حدیث سنائی ہے۔

شرح

غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ جانے والے تین صحابہ کا واقعہ:

ارشاد ربانی ہے:

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ

الصّٰدِقِیْنَ o (التوبۃ: ۱۱۷تا۱۱۹)

''بیشک اللہ نے نبی پر فضل کیا اور ان مہاجرین وانصار پر بھی جنہوں نے تنگی کے وقت نبی کی پیروی کی جبکہ اس کے بعد قریب تھا کہ ایک جماعت کے دل اپنی جگہ سے ہل جاتے پھر اس کے بعد اس نے ان کی توبہ قبول کر لی۔ بیشک وہ ان پر، بہت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے۔ اس نے ان تین پیچھے رہنے والوں کی توبہ قبول کی جن کا معاملہ مؤخر کر دیا گیا تھا حتیٰ کہ زمین وسیع ہونے کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی اور ان کی جانیں بھی ان پر تنگ ہوگئیں۔ انہوں نے اس بات کا یقین کر لیا تھا کہ ان کے لیے اللہ کے علاوہ کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔ پھر اس نے ان کی توبہ قبول کی تاکہ وہ اس پر ثابت قدم رہیں۔ بیشک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا، بہت رحم کرنے والا ہے۔ اے ایمان والو! تم اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ''۔

ان آیات کی مختصر مگر جامع تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ اس کی تفصیل سطور ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے توبہ کرنے اور اللہ تعالیٰ کے توبہ قبول کرنے کی وجوہات:

غزوہ تبوک کے موقع پر بعض لوگوں نے حیلے بہانے بنا کر جنگ میں شرکت نہ کرنے کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی جو آپ نے عنایت فرما دی۔ اس سے ماقبل آیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں خطاب ہوا تھا:

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ (التوبۃ: ۴۳)

''اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے آپ نے ان لوگوں کو (پیچھے رہنے کی) کیوں اجازت دی ہے''۔

اگر پہلے آپ کو منع کیا گیا ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اجازت دینا مکروہ تنزیہی یا ترک اولیٰ یا ترک افضل ہوتا۔ اس مسئلہ کا اصل حل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر حال پر عمل کرنے کے پابند ہیں جبکہ باطنی معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہوتا ہے۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حضرمی اور ایک کندی شخص کے مابین فیصلہ کیا تو دونوں کی طرف سے یہی دعویٰ تھا کہ آپ نے میرے خلاف فیصلہ کیا ہے جبکہ حق میرا تھا۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ظاہر کے مطابق عمل کرتا ہوں اور باطن اللہ کے سپرد کر دیتا ہوں۔ (تحفۃ الطالب بہ معرفت احادیث مختصر ابن حاجب ص ۱۴۵)

اس مقام پر یہی کہا جا سکتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اجتہاد کی بنا پر اجازت دی تھی۔ اگر بالفرض اجتہادی خطا ہو تب بھی ایک نیکی کے حقدار قرار پاتے ہیں اور اجتہاد صواب کی صورت میں دو نیکیوں کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توبہ قبول کرنے سے مراد آپ کے درجات کی بلندی ہے۔ احکام باری تعالیٰ پر عمل کی غرض سے توبہ واستغفار کرنا آپ کے معمولات میں شامل تھا۔ اس سلسلہ میں چند ایک روایات ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں سنا ہے: قسم بخدا! میں ایک دن میں ستر بار سے زیادہ اللہ سے توبہ واستغفار کرتا ہوں۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۷ ص ۳۲۵)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اللہ کی طرف توبہ کرو،

کیونکہ میں ہر روز سو بار توبہ کرتا ہوں۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۱۰۸۱)

(۴) حضرت اغر مزنی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے دل پر غفلت طاری ہو جاتی ہے اور میں اللہ سے ایک دن میں سو بار استغفار کرتا ہوں۔ (عمل الیوم واللیۃ للنسائی، رقم الحادیث ۴۴۷)

فائدہ نافعہ: یہاں غفلت سے مراد امت کو وعظ ونصیحت، خورد ونوش اور دیگر عوارض بشریہ پیش آنے کے سبب اللہ تعالیٰ کی طرف سے توجہ کامل نہ رہنا ہے۔

سوال: توبہ واستغفار کرنا ارتکاب معصیت کو مستلزم ہوتا ہے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو معصوم ہیں؟

جواب: اس شبہ کے متعدد جوابات ہیں:

(۱) انبیاء علیہم السلام تمام مخلوق سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے عبادت گزار ہوتے ہیں لیکن کوشش کے باوجود کما حقہ عبادت نہیں کر پاتے اور اس تقصیر کے باعث اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے ہیں۔

(۲) انبیاء علیہم السلام اپنی امت کے گناہوں اور ان کی تعلیم کے لیے استغفار کرتے ہیں۔

(۳) بتقاضائے بشریت خورد ونوش، غور وفکر، غزوات میں شرکت، امت سے گفت وشنید اور وظیفہ زوجیت وغیرہ امور میں شامل ہونے کے سبب اپنے عالی مرتبہ کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف کامل توجہ نہ رہنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے ہیں۔

نوٹ: اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توبہ قبول کرنے سے مراد آپ پر فضل وکرم اور درجات ومراتب میں ترقی ہے۔

مہاجرین اور انصار کی توبہ قبول کرنے کی وجوہات:

توبہ واستغفار وہ شخص کرتا ہے جو معصیت کا مرتکب ہو، یہاں مہاجرین وانصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے توبہ کرنے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی توبہ قبول کرنے کی وجہ کیا ہے؟ اس شبہ کے کئی جوابات ہیں:

(۱) غزوہ تبوک کا سفر پر مشقت اور پر صعوبت تھا، اس دوران میں مسلمانوں کو مختلف وساوس آتے تھے۔ جب کسی کے دل میں وسوسہ گزرتا تو وہ توبہ کرتا اور اس سے نجات حاصل کرنے کے لیے دعا بھی کرتا' ان کی بکثرت توبہ کی وجہ سے یہ آیت نازل ہوئی۔

(۲) اس سفر کے دوران میں مسلمانوں سے کچھ معصیات کا ارتکاب ہوا ہوگا جو مصائب ومشکلات برداشت کرنے کی وجہ سے اللہ کی طرف سے معاف فرما دیئے گئے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نبی کی توبہ قبول کی اور ان مہاجرین وانصار کی بھی جنھوں نے نبی کی پیروی کی۔ حقیقت میں مہاجرین وانصار کے گناہ معاف کیے گئے تھے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دین میں عالی مرتبہ ہونے کی وجہ سے شامل کیا گیا ہے۔

(۳) انسان زندگی بھر لغزشوں، تسامح اور سہو کا شکار رہتا ہے جن کا تعلق صغائر یا ترک افضل اور خلاف اولیٰ سے ہے۔ غزوہ تبوک کے سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے سختیاں اور تکلیفیں برداشت کیں تو اللہ تعالیٰ نے مطلع فرما دیا کہ یہ

مصائب وتکالیف ان کی لغزشوں اور تسامح وغیرہ کے لیے کفارہ بن گئیں۔ یہ تکالیف ومشکلات ان کے خلوص کے سبب توبہ کے قائم مقام ہوگئیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے آیت کا مضمون بیان کر دیا جس میں نبی اور مہاجرین وانصار سب کو شامل کیا گیا ہے۔
(تفسیر کبیر ج۶ ص۱۶۲)

غزوہ تبوک کی تنگی کی کیفیت:

آیت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوہ تبوک کے موقع پر مسلمانوں کو بہت سی تکالیف اور مشکلات سے دوچار ہونا پڑا تھا لیکن ایسے حالات میں بھی انہوں نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اعراض نہیں کیا تھا بلکہ پیروی کی جو ان کی شایان شان تھا۔ سوال یہ ہے کہ اس مقدس سفر میں مسلمانوں کو پیش آنے والی مشقتوں اور سختیوں کی تفصیل کیا ہے؟ اس کے جواب میں چند روایات درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ تبوک کے سفر میں ہمیں مختلف مشکلات کا سامنا تھا مثلاً سواری، پانی اور زادراہ۔ سواری کی مشکل یہ تھی کہ ایک اونٹ پر دس مسلمان باری باری سوار ہوتے تھے۔ پانی کی مشکل اس حد تک تھی کہ اونٹ کو ذبح کر کے اس کی اوجھڑی نچوڑ کر پیتے تھے، زادراہ کی مشکل اس حد تک تھی کہ گٹھلی چوس کر پھر پانی پی کر گزارا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں ان کے پاس جلے ہوئے جوتے جو ناک پکڑ کر منہ میں ڈالے جاتے تھے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم ج۶ ص۱۸۹۹)

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں غزوہ تبوک کے سفر میں تھے، لوگوں کا زادراہ ختم ہوگیا حتیٰ کہ بعض مسلمانوں نے اپنی سواریوں کو ذبح کرنے کا قصد کر لیا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! لوگوں کے باقی ماندہ زادراہ کو جمع کر کے اس پر آپ دعا فرمائیں۔ آپ نے ایسا ہی کیا۔ جس مسلمان کے پاس جو چیز بھی بطور زادراہ باقی تھی، وہ جمع کر لی گئیں۔ گٹھلی چوس کر پھر پانی پی کر لوگ گزارا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے بچے ہوئے زادراہ جمع کر کے ان پر دعا کی تو وہ پر ہوگئے۔ اس موقع پر آپ نے یوں دعا کی: میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ جو شخص ان شہادتوں پر یقین رکھتے ہوئے اللہ سے ملاقات کرے گا، وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (البدایۃ والنہایۃ ج۳ ص۶۰۳)

(۳) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ آپ لشکر سے متعلق تنگی کی تفصیل بیان کریں؟ اس پر آپ نے فرمایا: ہم لوگ شدید گرمی کے موسم میں تبوک کی طرف روانہ ہوئے۔ ہم ایسی جگہ ٹھہرے جہاں پانی نہ ہونے کی وجہ سے ہمیں پیاس لگی، ہم نے خیال کیا کہ ہماری گردنیں ٹوٹ جائیں گی حتیٰ کہ ایک شخص دوسرے آدمی سے پانی طلب کرتا تو مایوسی کے علاوہ کوئی چیز حاصل نہ ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ شخص اپنے اونٹ کو ذبح کر کے اس کی اوجھڑی نچوڑ کر پیتا تھا اور باقی ماندہ اپنے سینہ پر ڈال لیتا تھا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ دعا کریں! آپ نے فرمایا: اے صدیق! آپ کیا چاہتے ہیں؟ کیا آپ پانی چاہتے ہیں؟ جواب دیا: ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور ابھی ہاتھ نیچے نہیں کیے تھے کہ باران رحمت کا نزول شروع ہوگیا اور لوگوں نے اپنے برتن بھر لیے۔ (الطبقات الکبریٰ ج۳ ص۱۲۷)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بار بار توبہ قبول کرنے کی وجہ:

مذکورہ بالا آیات پر ایک نظر ڈالی جائے تو ان میں تکرار معلوم ہوتا ہے کہ پہلی آیت کے آغاز میں فرمایا: اللہ نے نبی کی توبہ قبول کی اور مہاجرین اور انصار کی۔ اس آیت کے اختتام میں بھی توبہ قبول کرنے کا ذکر ہے۔ اس کے بعد پھر فرمایا: اس نے ان کی توبہ قبول کی۔ اس طرح یہ تکرار ہے جو فصاحت و بلاغت کے منافی ہے جبکہ قرآن کریم کلام خداوندی اور فصاحت و بلاغت کا سرچشمہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں عبارت میں تکرار ہرگز نہیں ہے اور ہر مضمون اپنی اپنی جگہ پر مناسب و برمحل اور فصاحت و بلاغت کے اصولوں کے عین مطابق ہے۔ وہ اس طرح کہ پہلی بار گناہوں کا ذکر کیے بغیر توبہ کا ذکر کیا، دوبارہ ان کے گناہوں کا ذکر کر کے توبہ قبول کرنے کا ذکر ہوا جس سے صحابہ کی عظمت و شان اجاگر کرنا مقصود ہے اور تیسری بار توبہ قبول کرنے کا ذکر کرنے سے مسلمانوں کے قلوب کو شاداں و فرحاں کرنا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی بار بار توبہ قبول کرتا ہے۔

بندہ جب تک اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی توبہ کرتا رہتا ہے، تو اللہ تعالیٰ بھی ان کے گناہ معاف کر کے توبہ قبول کرتا رہتا ہے بشرطیکہ بندہ بصدق دل سے آئندہ گناہ نہ کرنے کا وعدہ بھی کرتا رہے۔ اس مضمون کی تائید میں چند روایات درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گناہوں سے توبہ کرنے والے کی مثال اس آدمی کی ہے، جس سے کسی گناہ کا ارتکاب نہ کیا ہو اور جو شخص گناہ سے استغفار کرے جبکہ وہ مرتکب معصیت بھی ہوتا ہو، اس کی مثال اس شخص کی ہے جو اپنے پروردگار سے مذاق کرتا ہو۔ (شعب الایمان، رقم الحدیث ۷۱۷۸)

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ایک بندہ گناہ کرتا ہے اور یوں کہتا ہے: اے اللہ! میرے گناہ معاف کر دے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے گناہ کیا اور وہ جانتا ہے کہ اس کا رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور گناہ پر مؤاخذہ کرتا ہے۔ وہ بندہ دوبارہ گناہ کرتا ہے پھر کہتا ہے: اے میرے رب! میرے گناہ بخش دے، پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے گناہ کیا اور وہ جانتا ہے کہ اس کا رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور گناہ پر گرفت کرتا ہے۔ وہ بندہ تیسری بار گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے: اے میرے رب! میرے گناہ بخش دے! پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے گناہ کیا اور اس کو معلوم ہے کہ اس کا رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور گناہ پر گرفت کرتا ہے، تو جو چاہے کر میں نے تجھے بخش دیا ہے۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۴۹۲)

مخلفین تبوک کا تعارف اور ان کی توبہ کا واقعہ:

کسی عذر کے بغیر تین آدمی قصداً غزوہ تبوک میں شریک نہ ہوئے، ان کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:

(۱) حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ: مدینہ طیبہ کے مشہور قبیلہ خزرج کے بنوسلمہ خاندان سے آپ کا تعلق تھا، بیعت عقبہ ثانیہ میں شریک ہوئے۔ بدر اور تبوک کے علاوہ تمام غزوات میں شامل ہوئے۔ آپ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تین مشہور شعراء میں سے ایک تھے۔ غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے کا واقعہ آپ کے حوالے سے بیان ہوا ہے۔

(۲) حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ: آپ کا انصار مدینہ اور بنو واقف خاندان سے تعلق تھا۔ تبوک کے علاوہ تمام غزوات

میں شریک ہوئے۔ آیات لعان آپ کے واقعہ کے بارے میں نازل ہوئیں۔

(۳) حضرت مرارہ بن الربیع رضی اللہ عنہ: مدینہ منورہ کے معروف قبیلہ اوس اور خاندان بنوعمرو بن عوف سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ تبوک کے علاوہ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور شجاعت و بہادری کے خوب جوہر دکھائے۔

غزوہ تبوک کے مخلفین میں سے ایک حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ غزوہ تبوک میں عدم شرکت، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے حق گوئی، مسلمانوں کی طرف سے معاشرتی مقاطعہ اور اپنی قبولیت توبہ کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ میں غزوہ بدر اور غزوہ تبوک کے علاوہ تمام غزوات میں شریک ہوا۔ غزوہ بدر کے موقع پر پیچھے رہ جانے والوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عتاب نہیں فرمایا لیکن غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے والے لوگوں پر خوب عتاب فرمایا تھا۔ غزوۂ تبوک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلان کے باوجود میں پیچھے رہ گیا تھا، اس موقع پر مالی اعتبار سے میں خوب خوشحال تھا، جہاد میں شرکت کے لیے میرے پاس دو اونٹ تھے جبکہ اس سے قبل کسی غزوہ کے موقع پر میرے پاس نہیں تھے۔ آپ نے مسلمانوں کو غزوہ میں شرکت کے بارے میں تیاری کا بھی حکم دیا تھا۔ اس موقع پر مسلمانوں کی تعداد کثیر تھی۔ لوگوں کے دلوں میں جذبہ جہاد خوب اجاگر ہو چکا تھا، کسی مسلمان کا بھی ارادہ پیچھے رہنے کا نہیں تھا' کیونکہ ہر ایک جانتا تھا کہ پیچھے رہنے کی صورت میں بذریعہ وحی راز فاش ہو جائے گا۔ اس موقع پر درختوں کے سائے زیادہ اور پھل خوب تیار ہو چکے تھے۔ میں روزانہ تیاری کا سوچتا پھر ارادہ بدل لیتا تھا، میں یہ بھی خیال کرتا کہ جب بھی روانہ ہونا چاہوں گا بغیر کسی رکاوٹ کے روانہ ہو سکوں گا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو لے کر ایک صبح روانہ ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سخت موسم گرما میں دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے روانہ ہوئے۔ میں مسلسل تذبذب کا شکار رہا اور کوئی فیصلہ نہ کر سکا، کبھی یہ سوچتا کہ سواری کا انتظام ہے میں جلدی سے انہیں جا ملوں گا لیکن لشکر دور نکل چکا تھا اور جہاد میں شرکت میرے مقدر میں نہیں تھی۔ لشکر کے روانہ ہونے کے بعد مدینہ میں صرف ان لوگوں سے ملاقات ہوتی جو جہاد میں شرکت سے معذور تھے یا منافق لوگ تھے۔ تبوک پہنچنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا: کعب بن مالک کو کیا ہوا؟ بنوسلمہ کے ایک شخص نے جواب دیا: یارسول اللہ! انہیں دو چادروں اور دو پہلوؤں کو دیکھنے نے روک لیا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے بری بات کہی ہے۔ یارسول اللہ! قسم بخدا! ہم اس کے بارے میں خیر کے علاوہ کچھ نہیں جانتے۔ یہ بات سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔

جب مجھے معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لا رہے ہیں تو میری پیشانی پر مسرت رقص کرنے لگی۔ جھوٹی باتیں بنانے کا سوچنے لگا، رات کو اپنے اہل خانہ سے بھی باتیں بنانے کا مشورہ کرتا رہا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی سے بچ سکوں۔ جب آپ کی تشریف آوری کا وقت قریب آیا تو تمام حیلے بہانے اور عذر ذہن سے حرف غلط کی طرح مٹ گئے۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ حاضری کے وقت جھوٹ کو پاس نہیں آنے دوں گا' سچ سچ بات عرض کر دوں گا اور اسی میں بھلائی ہے۔ صبح کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری ہوئی' حسب معمول آپ مسجد میں آئے اور نوافل ادا فرمائے۔ پھر لوگوں سے مخاطب ہوئے۔ آخر میں آپ ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے جو غزوہ تبوک میں شامل نہیں ہوئے تھے، وہ حیلے بہانے بنانے لگے اور قسمیں کھا کر آپ کو

خوش کرنے لگے۔ آپ نے بظاہر ان کا عذر قبول کر کے اعراض فرمایا۔ ان کی تعداد اسی سے زائد تھی۔ آپ نے ان کے عذر کو قبول کیا، ان سے بیعت لی اور ان کے حق میں استغفار بھی کیا لیکن حسب معمول ان کا باطنی معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا حتیٰ کہ میں بھی حاضر خدمت ہوا۔ جب میں نے سلام عرض کیا تو آپ ناراضگی کے انداز میں مسکرا دیئے۔ آپ نے دریافت فرمایا: جہاد میں عدم شرکت کی وجہ کیا ہے؟ کیا تمہارے پاس سواری نہیں؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر میں دنیادار کسی شخص کے سامنے ہوتا تو حیلے بہانے سے اسے مطمئن کر لیتا لیکن آپ اللہ کے رسول ہیں، آپ کے سامنے جھوٹا عذر اور جھوٹ ہرگز نہیں چل سکتا، کیونکہ بذریعہ وحی آپ کو حقیقت حال سے مطلع کر دیا جائے گا، آپ اور اللہ تعالیٰ مجھ سے ناراض ہو جائیں گے۔ اگر میں آپ سے حقیقت پر مبنی اور سچی بات عرض کروں گا تو خواہ وقتی طور پر آپ ناراض ہوں گے لیکن مجھے امید ہے کہ آپ عنقریب راضی بھی ہو جائیں گے۔ پھر میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! قسم بخدا! میرا کوئی عذر نہیں تھا، پیچھے رہنے کے وقت میں خوشحال بھی تھا اور میرے پاس سواری بھی موجود تھی۔ آپ نے فرمایا: اس آدمی نے سچ بولا ہے۔ پھر فرمایا: تم یہاں سے اٹھ جاؤ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس بارے میں خود فیصلہ کر دے۔ میں وہاں سے اٹھا اور بنوسلمہ کے کچھ لوگ میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھ سے کہا: قسم بخدا! ہمیں معلوم نہیں ہے کہ اس سے قبل آپ سے کوئی گناہ ہوا ہو، آپ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی عذر کیوں نہیں پیش کر دیا جس طرح دوسرے لوگوں نے عذر پیش کیا تھا اور آپ کی طرف سے استغفار کرنے سے آپ کا گناہ معاف ہو جاتا؟ وہ مجھ سے اس بارے میں اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ میں نے خیال کیا کہ آپ کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہو کر کوئی عذر پیش کر دوں۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ میرے جیسا معاملہ کسی اور سے بھی پیش آیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: دو شخصوں سے پیش آیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی آپ کی طرح حکم دیا ہے۔ میں نے ان دونوں کے نام دریافت کیے تو انہوں نے کہا: وہ مرارہ بن ربیع عامری اور ہلال بن امیہ واقفی ہیں۔ ان کا نام سن کر میں پھر اپنے خیال میں آ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو منع کر دیا کہ وہ ہم سے گفتگو کریں۔ سب لوگوں نے ہم سے معاشرتی مقاطع کر لیا جو ہمارے لیے قیامت سے کم نہیں تھا۔ ہم تینوں آدمی لوگوں کے لیے اجنبی ہو گئے اور زمین بھی ہمارے لیے اجنبی ہو گئی تھی۔ اسی حال میں پچاس راتیں گزر گئیں۔ میرے دوسرے دو ساتھی اپنے گھروں میں بند ہو گئے اور گھروں میں اس عتاب کی وجہ سے روتے رہتے تھے لیکن میں ان سے طاقتور تھا۔ میں گھر سے باہر آ جاتا، بازاروں میں گھومتا اور نمازوں میں شامل ہوتا مگر کوئی بھی آدمی مجھ سے گفتگو نہیں کرتا تھا۔ نماز سے فراغت پر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سلام بھی عرض کرتا تھا، پھر دل میں خیال کرتا کہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سلام کا جواب دیا ہے یا نہیں؟ پھر آپ کے پاس نماز پڑھتا اور دوران نماز میں آپ کی جانب بھی دیکھتا تھا، آپ میری طرف دیکھتے لیکن جب میں آپ کو دیکھتا تو آپ اعراض فرماتے تھے۔ ایک دفعہ میں بازار گیا تو وہاں ملک شام کے ایک شخص سے ملاقات ہوئی جو غلہ فروخت کرنے کے لیے آیا تھا، وہ یہ بات کہہ رہا تھا کہ کوئی ہے جو کعب بن مالک سے میری ملاقات کرا دے؟ لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا۔ وہ میرے پاس آیا اور اس نے مجھے غسان کے بادشاہ کا خط دیا جس میں تحریر تھا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تمہارے صاحب نے تم پر ظلم کیا ہے اور اللہ نے تمہیں ذلیل و رسوا کر دیا ہے! آپ ہمارے پاس آ جائیں ہم آپ کی دلجوئی کریں گے۔ میں نے اس خط کو نذر آتش کر دیا۔ جب پچاس میں سے چالیس دن گزر گئے تو

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد میرے پاس آیا۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مجھے یہ پیغام دیا کہ میں اپنی بیوی سے علیحدگی اختیار کرلوں۔ میں نے دریافت کیا کہ میں اسے طلاق دے دوں یا ویسے ہی الگ ہو جاؤں؟ جواب ملا کہ ویسے ہی الگ ہو جاؤ اور اس سے قرابت نہ کرو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے دوسرے ساتھیوں کو بھی یہی حکم دیا تھا۔ انہوں نے بھی اپنی بیویوں سے علیحدگی اختیار کرلی تھی۔ تاہم دوسرے ساتھیوں کی بیویوں کو اپنے اپنے شوہر کی خدمت کرنے کی اجازت دی گئی تھی۔

جب پچاس دن پورے ہو گئے تو میں ایک دن فجر کی نماز اپنے گھر کی چھت پر ادا کر رہا تھا، فراغت نماز پر تنگ دلی کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور زمین اپنی وسعت کے باوجود مجھ پر تنگ ہو چکی تھی۔ میں نے اچانک سلع پہاڑ سے کسی پکارنے والے کی صدا سنی وہ کہہ رہا تھا: اے کعب بن مالک! تمہیں بشارت ہو! میں اسی وقت سجدہ میں گر گیا، معلوم ہو گیا کہ اب کشادگی ہو گی۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز کے بعد اعلان کیا کہ ہماری توبہ قبول ہو گئی ہے۔ پھر ہر طرف سے لوگ آکر مجھے اور میرے ساتھیوں کو مبارک دینے لگے۔ قبیلہ اسلم کے شخص نے مجھے پکار کر خوشخبری دی تو میرے پاس کپڑوں کا ایک جوڑا تھا جو میں نے اسے دے دیا اور اس کے علاوہ میرے پاس کوئی چیز نہیں تھی ورنہ وہ بھی میں اسے اس خوشی میں فراہم کر دیتا۔

میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے تیار ہوا اور لوگ بھی گروہ در گروہ مبارک باد دینے کے لیے میرے پاس آرہے تھے۔ میں مسجد میں پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں لوگوں کے جھرمٹ میں تشریف فرما تھے۔ سب سے پہلے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ مجھے دیکھ کر اٹھے، مصافحہ کیا اور مبارک باد دی۔ جب میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کیا تو آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: مبارک ہو! تمہاری زندگی بھر کا کوئی دن اس دن سے بہتر نہیں ہوسکتا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ قبولیت توبہ آپ کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! قبولیت توبہ کی خوشی میں، میں اپنا مال اللہ کی راہ میں صدقہ کرنا چاہتا ہوں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: حسب ضرورت مال اپنے پاس رکھ لو اور باقی اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کر دو۔

قسم بخدا! میں ہمیشہ سچ بولوں گا، کیونکہ صداقت میں عزت اور دارین کی کامیابی ہے۔

(ماخوذ از صحیح بخاری، رقم الحدیث ۴۶۷۵، سنن کبریٰ للنسائی، رقم الحدیث ۸۱۰)

3028 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ السَّبَّاقِ

متنِ حدیث: اَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ حَدَّثَهُ قَالَ بَعَثَ اِلَيَّ اَبُوْ بَكْرِ الصِّدِّيْقُ مَقْتَلَ اَهْلِ الْيَمَامَةِ فَاِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عِنْدَهُ فَقَالَ اِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَدْ اَتَانِي فَقَالَ اِنَّ الْقَتْلَ قَدِ اسْتَحَرَّ بِقُرَّاءِ الْقُرْاٰنِ يَوْمَ الْيَمَامَةِ وَاِنِّي لَاَخْشَى اَنْ يَّسْتَحِرَّ الْقَتْلُ بِالْقُرَّاءِ فِي الْمَوَاطِنِ كُلِّهَا فَيَذْهَبَ قُرْاٰنٌ كَثِيْرٌ وَّاِنِّي اَرٰى اَنْ تَاْمُرَ بِجَمْعِ الْقُرْاٰنِ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ لِعُمَرَ كَيْفَ اَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عُمَرُ هُوَ وَاللهِ خَيْرٌ فَلَمْ يَزَلْ

3028- اخرجه البخاري (١٩٤/٨)، كتاب التفسير: باب: لقد جاء كم رسول-، حديث (٤٦٧٩)، واحمد (١٠/١، ١٣)، (١٨٨/٥).

يُرَاجِعُنِیْ فِیْ ذٰلِكَ حَتّٰی شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرِیْ لِلَّذِیْ شَرَحَ لَهٗ صَدْرَ عُمَرَ وَرَاَیْتُ فِیْهِ الَّذِیْ رَاٰی قَالَ زَیْدٌ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اِنَّكَ شَابٌّ عَاقِلٌ لَّا نَتَّهِمُكَ قَدْ كُنْتَ تَكْتُبُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْوَحْیَ فَتَتَبَّعِ الْقُرْاٰنَ قَالَ فَوَاللّٰهِ لَوْ كَلَّفُوْنِیْ نَقْلَ جَبَلٍ مِّنَ الْجِبَالِ مَا كَانَ اَثْقَلَ عَلَیَّ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ قُلْتُ كَیْفَ تَفْعَلُوْنَ شَیْئًا لَمْ یَفْعَلْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ هُوَ وَاللّٰهِ خَیْرٌ فَلَمْ یَزَلْ یُرَاجِعُنِیْ فِیْ ذٰلِكَ اَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ حَتّٰی شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرِیْ لِلَّذِیْ شَرَحَ لَهٗ صَدْرَهُمَا صَدْرَ اَبِیْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ فَتَتَبَّعْتُ الْقُرْاٰنَ اَجْمَعُهٗ مِنَ الرِّقَاعِ وَالْعُسُبِ وَاللِّخَافِ یَعْنِی الْحِجَارَةَ وَصُدُوْرِ الرِّجَالِ فَوَجَدْتُّ اٰخِرَ سُوْرَةِ بَرَاءَةٌ مَعَ خُزَیْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ (لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ عبید بن سباق بیان کرتے ہیں، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ بات بتائی: جنگ یمامہ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے بلوایا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عمر میرے پاس آئے اور انہوں نے یہ کہا: جنگ یمامہ میں قرآن پاک کے بہت سے حافظ شہید ہو گئے ہیں اور مجھے یہ اندیشہ ہے کہ اگر اسی طرح مختلف جگہوں پر حفاظ کرام شہید ہوتے رہے تو قرآن پاک کا بڑا حصہ ضائع ہو سکتا ہے اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ قرآن پاک کو (کتابی شکل میں) اکٹھا کرنے کا حکم دیں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: میں وہ کام کیسے کر سکتا ہوں جو نبی اکرم ﷺ نے نہیں کیا، تو عمر نے کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ زیادہ بہتر ہے۔ وہ مسلسل اس بارے میں میرے ساتھ بات کرتے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی اس کے بارے میں وہی شرح صدر عطا کیا جو شرح صدر عمر کو عطا کیا تھا اور میری بھی اس بارے میں وہی رائے ہو گئی جو عمر کی رائے تھی۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نوجوان ہو سمجھدار ہو ہم تم پر کوئی الزام عائد نہیں کرتے (یعنی تمہارا کردار قابل تعریف ہے) تم نبی اکرم ﷺ کے لیے وحی کی کتابت بھی کرتے رہے ہو تو اس لیے تم قرآن پاک کو تلاش کرو۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، اللہ کی قسم! اگر مجھے وہ یہ حکم دیتے کہ میں ایک پہاڑ کو اس کی جگہ سے منتقل کر دوں تو وہ میرے لیے اس سے زیادہ بوجھل نہ ہوتا۔ میں نے ان سے کہا: آپ حضرات ایک ایسا کام کیوں کرنا چاہ رہے ہیں جو نبی اکرم ﷺ نے نہیں کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! یہ زیادہ بہتر ہے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلسل میرے ساتھ اس بارے میں بات کرتے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی اس بارے میں وہی شرح صدر عطا کر دیا جو ان دونوں حضرات کو عطا کیا تھا تو میں نے قرآن پاک کو تلاش کرنا شروع کیا۔ میں نے اسے چمڑے کے مختلف ٹکڑوں کھجور کے پتوں پتھروں اور لوگوں کے سینوں سے اکٹھا کیا۔

سورہ توبہ کی آخری آیت مجھے حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے ملی (وہ آیت یہ ہے)

''تمہارے پاس رسول آیا ہے جو تم سے ہی تعلق رکھتا ہے تمہارا مشقت کا شکار ہونا اسے گراں گزرتا ہے وہ تمہاری بھلائی کا حریص ہے اور مومنوں کے لیے مہربان اور رحم کرنے والا ہے اگر تم پھر بھی منہ پھیر لو تو اے رسول! تم فرما دو کہ میرے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہے اس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے میں نے اسی پر توکل کیا اور وہ عظیم عرش کا پروردگار ہے۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

دورِ صدیقی میں تدوینِ قرآن کی خدمت

جب وحی نازل ہوتی تھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کاتبین وحی میں سے کسی کو طلب کرتے اور نازل شدہ آیت یا سورۃ لکھوا لیتے تھے۔ یہ قرآن مختلف اشیاء درختوں کے پتوں، کھجور کی شاخوں اور باریک وسفید پتھروں میں تحریر تھا۔ تئیس سالوں میں نزول قرآن کا سلسلہ مکمل ہوا تو اس کی تحریر بھی مکمل تھی۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور میں جنگ یمامہ لڑی گئی جس میں کثیر تعداد میں حفاظ قرآن جام شہادت نوش کر گئے۔ موقع کی مناسبت سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قرآن کریم کو یکجا تدوین (جمع) کرنے کا مشورہ دیا کہ حفاظ قرآن کے اٹھ جانے سے قرآن ضائع جانے کا امکان ہے۔ آپ نے جواب دیا: جو کام دور رسالت میں نہیں ہوا یا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نہیں کیا، میں وہ کیسے کر سکتا ہوں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلسل اس مسئلہ پر اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا اور وہ اس اہم خدمت کے لیے تیار ہو گئے۔ آپ نے اس اہم خدمت کے لیے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا انتخاب فرمایا جو کاتب وحی ہونے کے علاوہ جوان ہمت بھی تھے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو طلب کر کے انہیں تدوین وجمع قرآن کا حکم دیا، انہوں نے بھی ابتداء یہی بات کہتے ہوئے انکار کر دیا تھا کہ جو کام رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کروایا وہ میں کیسے کر سکتا ہوں؟ بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان کا سینہ بھی روشن کر دیا اور ان پر اصل صورتحال اور ضرورت آشکار ہوگئی۔ وہ ذہنی طور پر جمع قرآن کی خدمت انجام دینے کے لیے بھی تیار ہو گئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں مختلف اشیاء پر تحریر شدہ قرآن کو نہایت احتیاط سے یکجا کرنے کا حکم دیا۔ وہ بخوشی جمع قرآن کی خدمت انجام دیتے رہے حتیٰ کہ تائید ایزدی سے اس اہم مقصد میں کامیابی حاصل ہوئی۔ سورۃ توبہ کی آخری آیت: لَقَدْ جَآءَكُمْ الخ، دستیاب نہیں ہو رہی تھی بالآخر یہ بھی حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے دستیاب ہوگئی۔ اس طرح دور صدیقی میں مختلف اشیاء پر تحریر شدہ قرآن یکجا جمع کیا گیا اور سرکاری ریکارڈ میں لیا گیا۔

3029 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَنَسٍ

متن حدیث: اَنَّ حُذَيْفَةَ قَدِمَ عَلٰى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ وَكَانَ يُغَازِى اَهْلَ الشَّامِ فِىْ فَتْحِ اَرْمِيْنِيَةَ وَاَذْرَبِيجَانَ مَعَ اَهْلِ الْعِرَاقِ فَرَاٰى حُذَيْفَةُ اخْتِلَافَهُمْ فِى الْقُرْاٰنِ فَقَالَ لِعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَدْرِكْ هٰذِهِ الْاُمَّةَ قَبْلَ اَنْ يَّخْتَلِفُوْا فِى الْكِتَابِ كَمَا اخْتَلَفَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى فَاَرْسَلَ اِلٰى حَفْصَةَ اَنْ اَرْسِلِىْ اِلَيْنَا بِالصُّحُفِ نَنْسَخُهَا فِى الْمَصَاحِفِ ثُمَّ نَرُدُّهَا اِلَيْكِ فَاَرْسَلَتْ حَفْصَةُ اِلٰى عُثْمَانَ بِالصُّحُفِ فَاَرْسَلَ عُثْمَانُ اِلٰى زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَّسَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ وَّعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ اَنِ انْسَخُوا الصُّحُفَ فِى الْمَصَاحِفِ وَقَالَ لِلرَّهْطِ الْقُرَشِيِّيْنَ الثَّلَاثَةِ مَا اخْتَلَفْتُمْ اَنْتُمْ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ فَاكْتُبُوْهُ بِلِسَانِ قُرَيْشٍ فَاِنَّمَا نَزَلَ بِلِسَانِهِمْ حَتّٰى نَسَخُوا الصُّحُفَ فِى الْمَصَاحِفِ بَعَثَ عُثْمَانُ اِلٰى كُلِّ اُفُقٍ بِمُصْحَفٍ مِّنْ تِلْكَ الْمَصَاحِفِ الَّتِىْ نَسَخُوْا قَالَ الزُّهْرِىُّ وَحَدَّثَنِىْ خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ قَالَ فَقَدْتُ اٰيَةً مِّنْ سُوْرَةِ الْاَحْزَابِ كُنْتُ اَسْمَعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَؤُهَا (مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ) فَالْتَمَسْتُهَا فَوَجَدْتُّهَا مَعَ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ اَوْ اَبِىْ خُزَيْمَةَ فَاَلْحَقْتُهَا فِىْ سُوْرَتِهَا قَالَ الزُّهْرِىُّ فَاخْتَلَفُوْا يَوْمَئِذٍ فِى التَّابُوْتِ وَالتَّابُوْهِ فَقَالَ الْقُرَشِيُّوْنَ التَّابُوْتُ وَقَالَ زَيْدٌ التَّابُوْهُ فَرُفِعَ اخْتِلَافُهُمْ اِلٰى عُثْمَانَ فَقَالَ اكْتُبُوْهُ التَّابُوْتُ فَاِنَّهٗ نَزَلَ بِلِسَانِ قُرَيْشٍ قَالَ الزُّهْرِىُّ فَاَخْبَرَنِىْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ كَرِهَ لِزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ نَسْخَ الْمَصَاحِفِ وَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ اُعْزَلُ عَنْ نَّسْخِ كِتَابَةِ الْمُصْحَفِ وَيَتَوَلَّاهَا رَجُلٌ وَّاللّٰهِ لَقَدْ اَسْلَمْتُ وَاِنَّهٗ لَفِىْ صُلْبِ رَجُلٍ كَافِرٍ يُرِيْدُ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ وَّلِذٰلِكَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ يَّا اَهْلَ الْعِرَاقِ اكْتُمُوا الْمَصَاحِفَ الَّتِىْ عِنْدَكُمْ وَغُلُّوْهَا فَاِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ (وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ) فَالْقُوا اللّٰهَ بِالْمَصَاحِفِ قَالَ الزُّهْرِىُّ فَبَلَغَنِىْ اَنَّ ذٰلِكَ كَرِهَهٗ مِنْ مَّقَالَةِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رِجَالٌ مِّنْ اَفَاضِلِ اَصْحَابِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَّهُوَ حَدِيْثُ الزُّهْرِىِّ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِهٖ

◆◆ امام زہری بیان کرتے ہیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی ہے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، وہ آرمینیا اور آذربائیجان فتح کرنے کے لیے اہل عراق کے ساتھ مل کر اہل شام کے ساتھ جنگ کر رہے تھے، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کے درمیان قرآن پاک کے بعض مقامات کے بارے میں اختلاف دیکھا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کہا: اے امیر المومنین! آپ اس امت کو سنبھال لیجئے اس سے پہلے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے بارے میں اس طرح اختلاف کرنے لگیں جس طرح یہود و نصاریٰ کے درمیان اختلاف ہو گیا تھا، تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو پیغام بھیجا کہ آپ اپنا مصحف ہمیں بھیج دیں، تاکہ ہم اس کی مختلف نقلیں تیار کر لیں۔ پھر ہم وہ آپ کو واپس کر دیں گے، تو سیدہ

3029- اخرجه البخارى (۲٦/٦): كتاب الجهاد و السير: باب: قول الله عزوجل (من المومنين رجال صدقوا ما عهدوا الله عليه) (الاحزاب: ۲۳)، حديث (۲۸۰۷)، و اطرافه من (۴۰۴۹، ۴٦۷۹، ۴۷۸۴، ۴۹۸٦، ۴۹۸۸، ۴۹۸۹، ۷۱۹۱، ۷۴۲۵)، واحمد (۱۸۸/۵، ۱۸۹)، و عبد بن حميد ص (۱۰۹)، حديث (۲۴٦)

حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنا قرآن پاک کا نسخہ بھجوایا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ' حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ' حضرت عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو بلوایا (اور یہ ہدایت کی) تم لوگ اس کی مختلف نقلیں تیار کرو، پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قریش سے تعلق رکھنے والے تین افراد کے بارے میں فرمایا: جس معاملے میں آپ تینوں اور زید بن ثابت کے درمیان اختلاف ہو جائے' تو آپ نے اس لفظ کو قریش کی لغت کے مطابق لکھنا ہے' کیونکہ یہ انہی کی زبان پر نازل ہوا ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: جب قرآن پاک کی وہ نقلیں تیار ہو گئیں' تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں دور دراز کے علاقوں میں بھجوا دیا۔

امام زہری بیان کرتے ہیں، خارجہ بن زید نے یہ بات بیان کی ہے، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، سورہ احزاب کی ایک آیت مجھے نہیں ملی جو میں نے نبی اکرم ﷺ کی زبانی سن رکھی تھی اور آپ ﷺ نے اس کی تلاوت کی تھی۔

"اہلِ ایمان میں سے بعض لوگ وہ ہیں' جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے ہوئے عہد کو پورا کیا ان میں سے بعض نے اپنی نذر کو پورا کر لیا اور بعض انتظار کر رہے ہیں۔"

میں نے اس کی تلاش شروع کی' تو مجھے یہ حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس ملی (راوی کو شک ہے' یا شاید یہ الفاظ ہیں) ابوخزیمہ کے پاس ملی تو میں نے اس کو اس سورۃ میں شامل کر دیا۔

امام زہری بیان کرتے ہیں، ان حضرات نے قرآن پاک میں استعمال ہونے والے لفظ "تابوت" اور "تابوہ" کے بارے میں اختلاف کیا' تو قریشیوں نے کہا یہ لفظ "تابوت" ہے' جبکہ حضرت زید نے یہ فرمایا: یہ لفظ "تابوہ" ہے۔

یہ اختلافی معاملہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہوا' تو انہوں نے فرمایا، اس کو لفظ "تابوت" لکھو کیونکہ قرآن پاک قریش کی لغت پر نازل ہوا ہے۔

امام زہری بیان کرتے ہیں، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے مجھے یہ بات بتائی ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ بات ناگوار گزری کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ قرآن پاک کی نقل تیار کریں۔ انہوں نے یہ فرمایا: مسلمانو! مجھے قرآن پاک کی نقل تیار کرنے سے الگ رکھا گیا ہے' اور یہ کام اس شخص کو سونپا گیا ہے' جو میرے اسلام قبول کرنے کے وقت ایک کافر کی پیٹھ میں تھا (یعنی یہ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے' جب میں نے اسلام قبول کیا تھا) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مراد حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے۔

یہی وجہ ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یہ فرمایا کرتے تھے، اے اہل عراق! تم اپنے پاس موجود قرآن پاک کو سنبھال کر رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

"جو شخص جس چیز کو چھپائے گا وہ قیامت کے دن اپنی چھپائی ہوئی چیز کو ساتھ لے کر آئے گا۔"

(حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا) تم اپنے مصحف کو ساتھ لے کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جانا۔

امام زہری بیان کرتے ہیں: مجھے یہ بات پتہ چلی ہے نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے بعض اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ بات پسند نہیں آئی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہ روایت زہری سے منقول ہے اور ہم اسے صرف انہی کے حوالے سے منقول ہونے کے طور پر جانتے ہیں۔

شرح

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا امت کو ایک قرأت پر جمع کرنا:

عرب کے سات مشہور قبائل کی لغات پر قرآن نازل کیا گیا پھر اس میں سات قرأتوں میں پڑھنے کی گنجائش رکھی گئی تھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں شام والوں کی عراق والوں کے ساتھ آرمینیہ اور آذربائیجان فتح کرنے کے لیے جنگ لڑی گئی، اس جنگ میں حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ انہوں نے دوران جنگ لوگوں کو مختلف انداز میں تلاوت قرآن کرتے ہوئے سنا۔ واپسی پر انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اس عجوبہ اور قرآن میں اختلاف سے آگاہ کیا، ساتھ ہی مشورہ دیا کہ قرآن پر امت کو متفق کرنے کی کوشش کی جائے ورنہ دیگر آسمانی کتب کی طرح قرآن بھی قابل یقین نہیں رہے گا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کو یکجا کیا، ایک قرأت کے مطابق جمع کروایا، سورتوں کے درمیان تسمیہ لکھوائی جو سورتوں کے درمیان فصل کے لیے نازل ہوئی تھی اور دوسری قرأتوں کی گنجائش کو ختم کردیا۔ اس طرح دور عثمانی میں امت کو ایک قرأت پر متفق کرنے کے لیے ایک نسخہ مدون کیا گیا جو مرکز میں رکھا گیا اور اس کی نقول دیگر مقامات پر روانہ کی گئیں۔ اس نسخہ کے علاوہ دیگر نسخوں کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی، اس لیے تلف کرنے کے لیے وہ نذرِ آتش کردیے گئے اور ممکنہ فتنہ ہمیشہ کے لیے ختم ہوگیا۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ يُوْنُسَ

باب 11: سورہ یونس سے متعلق روایات

3030 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبِيْ لَيْلٰى عَنْ صُهَيْبٍ

متنِ حدیث: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ) قَالَ اِذَا دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ نَادٰى مُنَادٍ اِنَّ لَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ مَوْعِدًا يُرِيْدُ اَنْ يُّنْجِزَكُمُوْهُ قَالُوْا اَلَمْ يُبَيِّضْ وُجُوْهَنَا وَيُنْجِنَا مِنَ النَّارِ وَيُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ قَالَ فَيُكْشَفُ الْحِجَابُ قَالَ فَوَاللّٰهِ مَا اَعْطَاهُمُ اللّٰهُ شَيْئًا اَحَبَّ اِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ اِلَيْهِ

اختلافِ روایت: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ هٰكَذَا رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ مَرْفُوْعًا رَوَاهُ سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى قَوْلَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ

عَنْ صُهَيْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں، نبی اکرم ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں:

''وہ لوگ' جنہوں نے اچھائی کی ان کے لیے اچھائی بھی ہوگی اور اس میں مزید اضافہ بھی ہوگا۔''

(نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں) جب اہل جنت' جنت میں داخل ہو جائیں گے' تو ایک شخص یہ اعلان کرے گا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمہارے لیے ایک وعدہ ہے' اور اللہ تعالیٰ یہ ارادہ فرماتا ہے: وہ اسے پورا کردے' تو وہ لوگ کہیں گے: کیا اس نے ہمارے چہروں کو روشن نہیں کر دیا' اور ہمیں جہنم سے نجات نہیں دے دی اور جنت میں داخل نہیں کر دیا (اب کیا باقی رہ گیا ہے؟) نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ حجاب کو ہٹائے گا۔ نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے انہیں' جو چیزیں بھی عطا کی تھیں' ان میں سے کوئی بھی چیز ان لوگوں کے نزدیک اس سے زیادہ محبوب نہیں ہوگی کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دیدار کر لیں۔

یہ حماد بن سلمہ سے اسی طرح منقول ہے۔ کئی راویوں نے اسے حماد بن سلمہ کے حوالے سے ''مرفوع'' حدیث کے طور پر نقل کیا ہے۔

سلیمان بن مغیرہ نامی راوی نے اس روایت کو ثابت کے حوالے سے' عبدالرحمٰن بن ابولیلیٰ کے حوالے سے' ان کے قول کے طور پر نقل کیا ہے۔ انہوں نے اس کی سند میں اس بات کا تذکرہ نہیں کیا: یہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

شرح

اس سورت میں مشہور پیغمبر حضرت یونس علیہ السلام کا تذکرہ ہے، جس مناسبت سے اس کا نام ''سورہ یونس'' تجویز ہوا۔ یہ سورت مکی ہے جو گیارہ (۱۱) رکوع، ایک سو دس (۱۱۰) آیات، ایک ہزار پانچ سو بیاسی (۱۵۸۲) کلمات اور چھ ہزار پانچ سو سڑسٹھ (۶۵۶۷) حروف پر مشتمل ہے۔

جنت میں سب سے بڑی نعمت دیدار خداوندی کا حصول:

ارشاد خداوندی ہے:

لِلَّذِينَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ط وَلَا يَرْهَقُ وُجُوهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ط اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ ○ (یونس:۲۶)

''جن لوگوں نے نیک عمل کیے ان کے لیے اچھی جزا ہے اور اس کے علاوہ بھی، ان کے چہروں پر نہ سیاہی مسلط ہوگی اور نہ رسوائی۔ وہی جنت والے ہیں، جو اس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ نیکوکار لوگوں کو اعمال صالحہ کا اجر عنایت کیا جائے گا، انہیں جنت میں داخل کیا جائے گا اور جنت کی ہر نعمت سے سرفراز کیا جائے گا۔ پھر آخر میں جنت کی سب سے بڑی اور بے مثال نعمت

"دیدار خداوندی" سے نوازا جائے گا۔ آخرت یعنی جنت میں یہ نعمت ہر مسلمان کو میسر ہوگی لیکن دنیا میں یہ دولت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رکھی گئی تھی جو شب معراج میں آپ کو حاصل ہوئی۔

دیدار خداوندی میں مذاہب:

آخرت میں یعنی اہل جنت کو دیدار خداوندی حاصل ہوگا یا نہیں؟ اس بارے میں اختلاف ہے۔ معتزلہ، خوارج اور بعض مرجئہ کا موقف ہے کہ دیدار خداوندی ناممکنات میں سے ہے، لہٰذا یہ نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ دیدار کے لیے دیدار کرانے والے کا مقابل ہونا اور دیکھنے والے کی بصری شعاعیں اس سے متصل ہونا شرائط ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ ان امور سے پاک ہے۔ اہل حق کا کہنا ہے کہ آخرت میں یعنی جنت میں دیدار خداوندی کی دولت سب مسلمانوں کو حاصل ہوگی، جہاں تک مذکورہ شرائط کا تعلق ہے، ذات باری تعالیٰ ان شرائط سے بری ہے، کیونکہ آخر وہ بھی تو دیکھتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ بغیر سمت و جہت کے دیکھ سکتا ہے' تو وہ ان شرائط کے بغیر اپنا دیدار کروا بھی سکتا ہے۔

جنت کی وجہ تسمیہ اور اس کے نام:

لفظ "جنت" کا لغوی معنیٰ ہے: باغ۔ اس کا اصطلاحی معنیٰ ہے: مسلمانوں کی آرامگاہ ہے' جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ چونکہ باغ کے پھلوں کے انواع واقسام کی نعمتیں اس میں موجود ہوں گی، بلکہ اس سے بھی زیادہ نعمتیں ہوں گی جن کے بارے میں انسان سوچ بھی نہیں سکتا۔ اس لیے اسے "جنت" کہا جاتا ہے۔

جنت کے سات نام ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) دارالسلام (۲) دارالجلال (۳) جنت عدن (۴) جنت الماویٰ (۵) جنت الخلد (۶) جنت الفردوس (۷) جنت النعیم۔

قیامت کے دن مسلمانوں کی عزت افزائی:

حدیث پاک میں ہے: الدنیا مزرعة الاخرة یعنی دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ کھیت میں جو چیز بوئی جاتی ہے وہی پیدا ہوتی ہے اور دوسری چیز پیدا نہیں ہوسکتی۔ انسان دنیا میں جو اعمال کرتا ہے، آخرت میں ان کی جزاوسزا حاصل کرے گا یعنی اعمال صالحہ کرنے کا اجر وثواب حاصل کرے گا اور اعمال سیۂ کرنے کی سزا بھگتے گا۔ پھر نیک عمل کا اجر دس گنا سے لے کر ستر (۷۰) گنا بلکہ سات سو گنا تک عطا ہوگا مثلاً کوئی شخص اپنے گھر میں نماز ادا کرتا ہے' تو ایک نماز کا، مسجد میں باجماعت پڑھتا ہے' تو ستائیس نمازوں کا، مسجد نبوی یا مسجد اقصیٰ میں ادا کرتا ہے' تو پچاس ہزار نمازوں کا اور مسجد حرام میں پڑھتا ہے' تو ایک لاکھ نمازوں کا اجر وثواب ملے گا۔ ہاں یہی عبادت رمضان المبارک کے مقدس مہینہ میں کی جائے تو اس اجر وثواب میں کئی گناہ اضافہ ہوجاتا ہے۔

مسلمان جو عمل صالحہ کرتا ہے، اس کا آخرت میں یہ اجر وثواب محض سمجھانے یا ترغیب کے لیے بیان کیا گیا ہے، ورنہ ایسے اجر سے نوازا جائے گا جس کا تصور اس کے کبھی ذہن میں بھی نہیں آیا ہوگا۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت مبارکہ: لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ط کی تفسیر میں فرمایا: جب جنتی لوگ جنت میں داخل ہوجائیں گے تو

ایک منادی یہ اعلان کرے گا: تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس ایک وعدہ ہے! اہل جنت کہیں گے: کیا اللہ نے ہمارے چہروں کو سفید نہیں کیا، کیا اس نے ہمیں جہنم سے نجات نہیں دی اور کیا اس نے ہمیں جنت میں داخل نہیں کیا؟ ملائکہ کہیں گے کیوں نہیں! فرمایا: پھر حجاب اٹھا دیا جائے گا اور اہل جنت دیدار خداوندی سے سرفراز ہوں گے۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۱۸۷)

یادرہے یہاں ''حجاب'' سے مراد معروف ''حجاب'' نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے جلال وانوار کا حجاب ہے کہ اگر وہ یہاں دنیا میں کھول دیئے جائیں تو منتہائے نظر تک مخلوق کو جلا کر راکھ کر دیں۔

3031 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ مِصْرَ قَالَ

متنِ حدیث: سَاَلْتُ اَبَا الدَّرْدَاءِ عَنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ (لَهُمُ الْبُشْرٰى فِی الْحَيَاةِ الدُّنْيَا) قَالَ مَا سَاَلَنِیْ عَنْهَا اَحَدٌ مُنْذُ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهَا فَقَالَ مَا سَاَلَنِیْ عَنْهَا اَحَدٌ غَيْرُكَ مُنْذُ اُنْزِلَتْ فَهِیَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الْمُسْلِمُ اَوْ تُرٰى لَهُ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ رُفَيْعٍ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ مِصْرَ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ فَذَكَرَ نَحْوَهُ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّیُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ بَهْدَلَةَ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَلَيْسَ فِيْهِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ

◆◆ عطاء بن یسار ایک مصری شخص کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں، وہ صاحب فرماتے ہیں، میں نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا۔

''ان لوگوں کے لیے دنیاوی زندگی میں خوشخبری ہے۔''

تو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: جب سے میں نے نبی اکرم ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا ہے اس کے بعد کبھی بھی کسی نے مجھ سے اس بارے میں سوال نہیں کیا اور نبی اکرم ﷺ نے بھی یہ بات ارشاد فرمائی تھی، جب سے یہ آیت نازل ہوئی ہے تمہارے علاوہ اور کسی نے بھی اس بارے میں مجھ سے سوال نہیں کیا۔ یہ آیت سچے خوابوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی جنہیں مسلمان دیکھتا ہے (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) جو اسے دکھائے جاتے ہیں۔

ایک اور سند کے ہمراہ عطاء بن یسار کے حوالے سے مصر سے تعلق رکھنے والے ایک فرد کے حوالے سے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اسی طرح کی روایت منقول ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ ابوصالح کے حوالے سے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند منقول ہے۔

تاہم اس کی سند میں عطاء بن یسار سے منقول ہونے کا ذکر نہیں ہے۔ اس بارے میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔

شرح

دنیا میں مومن کو خواب کے ذریعے خوشخبری ملنا:

ارشاد خداوندی ہے:

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ؁

(یونس: ۶۴)

"ان کے لیے دنیا اور آخرت کی زندگی میں خوشخبری ہے۔ اللہ کا فیصلہ تبدیل نہیں ہوتا۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔"

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ اس کا اختصار یہ ہے کہ ایک مصری شخص نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے جواب میں کہا: جب سے میں نے اس آیت کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو تمہارے علاوہ کسی نے مجھ سے سوال نہیں کیا۔ جب میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی فرمایا تھا کہ جب سے یہ آیت نازل ہوئی ہے تمہارے علاوہ کسی نے مجھ سے اس بارے میں سوال نہیں کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے مراد نیک خواب ہیں یا دنیا کی زندگی میں اچھے خواب (یعنی بشارت ہیں) اور آخرت میں اس سے مراد بشارت جنت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: یہ اچھے خواب ہیں جن کے ذریعے مومن کو بشارت دی گئی ہے، یہ نبوت کا چالیسواں حصہ ہیں۔ جو آدمی یہ خواب دیکھے وہ (دوسروں کو) خبر دے سکتا ہے اور جس نے اس کے علاوہ کوئی چیز دیکھی وہ شیطان کی جانب سے ہے جو غم میں مبتلا کرنے والی ہے، لہٰذا اسے چاہیے کہ وہ بائیں جانب تھوک دے اور اس بارے میں کسی کو مطلع نہ کرے۔ (مسند احمد، رقم الحدیث: ۷۰۴۴)

3032 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ يُوْسُفَ بْنِ مِهْرَانَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا اَغْرَقَ اللّٰهُ فِرْعَوْنَ قَالَ (اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ) فَقَالَ جِبْرِيْلُ يَا مُحَمَّدُ فَلَوْ رَاَيْتَنِیْ وَاَنَا اٰخُذُ مِنْ حَالِ الْبَحْرِ فَاَدُسُّهٗ فِیْ فِيْهِ مَخَافَةَ اَنْ تُدْرِكَهُ الرَّحْمَةُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

3032۔ اخرجه احمد (۱/ ۲۴۵، ۳۰۹)، و عبد بن حميد ص (۲۲۲)، حديث (۶۶۴).

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب اللہ تعالیٰ فرعون کو ڈبونے لگا تو وہ بولا: میں اس بات پر ایمان لاتا ہوں کہ اس ذات کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے' جس پر بنی اسرائیل ایمان رکھتے ہیں، تو حضرت جبرائیل نے یہ بات بتائی: اے حضرت محمد ﷺ! کاش آپ اس وقت مجھے دیکھ رہے ہوتے کہ جب میں سمندر کا کیچڑ حاصل کر کے اسے اس کے منہ میں ٹھونس رہا تھا۔ اس اندیشے کے تحت کہ کہیں رحمت اس تک نہ پہنچ جائے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے۔

3033 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلَى الصَّنْعَانِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ اَخْبَرَنِي عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ وَّعَطَاءُ ابْنُ السَّائِبِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: ذَكَرَ اَحَدُهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ ذَكَرَ اَنَّ جِبْرِيْلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ يَدُسُّ فِيْ فِيْ فِرْعَوْنَ الطِّيْنَ خَشْيَةَ اَنْ يَّقُوْلَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَيَرْحَمُهُ اللّٰهُ اَوْ خَشْيَةَ اَنْ يَّرْحَمَهُ اللّٰهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں' آپ ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے بارے میں یہ بات ذکر کی' وہ فرعون کے منہ میں مٹی ٹھونس رہے تھے۔ اس اندیشے کے تحت کہ کہیں وہ "لا الٰہ الا اللہ" نہ پڑھ لے اور اللہ تعالیٰ اس پر رحمت نہ کر دے۔ (راوی کو شک ہے' یا شاید یہ الفاظ ہیں) اس اندیشے کے تحت کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہ کر دے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث اس سند کے حوالے سے "حسن صحیح غریب" ہے۔

شرح

حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرف سے فرعون کے منہ میں کیچ ٹھونسنا:

ارشادِ ربانی ہے:

وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا ؕ حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ○ آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ○ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ○ (سورۂ یونس: ۹۰ تا ۹۲)

"اور ہم نے بنی اسرائیل کو عبور کرا دیا تو فرعون اور اس کے لشکر نے دشمنی و بغاوت سے تعاقب کیا۔ جب وہ غرق ہونے لگا تو اس نے کہا: میں اس پر ایمان لایا جس پر بنو اسرائیل ایمان لائے اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ (فرمایا:) اب

3033۔ اخرجه احمد (۱/ ۲۴۰، ۳۴۰)۔

(ایمان) جبکہ قبل ازیں تو نافرمان اور فسادی لوگوں میں سے تھا؟ پس آج سے ہم تیرے جسم کو محفوظ رکھیں گے تاکہ تو بعد میں آنے والے لوگوں کے لیے نشانِ عبرت ثابت ہو۔ اور بیشک بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہیں۔"

ان آیات کی تفسیر احادیث باب میں کی گئی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لیے دریا عبور کرنے کے لیے راستہ بنا دیا اور وہ بحفاظت گزر گئے' فرعون اپنا لشکر لے کر ان کے تعاقب میں دریا میں بنائے ہوئے راستہ سے گزرنے لگا تو اللہ تعالیٰ نے اسے غرقاب کیا، اس نے اس وقت کہا: میں اس اللہ پر ایمان لایا جس پر بنی اسرائیل ایمان رکھتے ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: اے محمد! اگر اس وقت آپ دیکھتے تو میری حالت یہ تھی کہ میں نے کالی کیچ لے کر فرعون کے منہ میں ٹھونس دی تا کہ رحمت باری تعالیٰ اس کی طرف متوجہ نہ ہو سکے اور اس کے ایمان ونجات کا سامان نہ بن جائے۔

فرعون کے ایمان کو قبول نہ کرنے کی وجوہات:

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی دعا کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اور وہ حسب حکم مصر سے بنی اسرائیل کو لے کر روانہ ہوئے جبکہ فرعون اور اس کا لشکر ان کے تعاقب کے لیے نکلا۔ راستہ میں دریا پڑتا تھا، اب آگے دریا ہے اور پیچھے دشمن، اس حالت میں اللہ کے حکم سے دریا نے راستہ بنا دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو لے کر بحفاظت دریا کو عبور کر لیا۔ فرعون اپنے لشکر کو لے کر اسی بنائے گئے خشک راستہ سے دریا عبور کرنے لگا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے دریا کا راستہ ختم ہو گیا، فرعون اور فرعونی لشکر غرق ہونے لگا۔ اس موقع پر فرعون نے اپنے ایمان کا اعلان کرتے ہوئے کہا: میں اس خدا پر ایمان لایا جس پر بنی اسرائیل ایمان رکھتے ہیں اور اللہ کی طرف سے اس کے ایمان کو مسترد کر دیا گیا۔ سوال یہ ہے کہ فرعون کے ایمان کو قبول کرنے کے بجائے مسترد کیوں کیا گیا؟

اس اہم سوال کے متعدد جوابات ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱- دراصل فرعون نزول عذاب کے وقت ایمان لایا تھا جبکہ اس وقت ایمان لانا معتبر نہیں ہوتا۔ اس سلسلہ میں ارشاد ربانی ہے:

فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ○ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ○ (المؤمن: ۸۴تا۸۵)

"پس جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو کہا: ہم اللہ پر ایمان لائے جو وحدہ ہے اور ہم نے ان کا انکار کیا جن کو ہم اس کا شریک ٹھہراتے تھے۔ پس ان کے ایمان نے ان کو کوئی فائدہ نہ دیا جب انہوں نے ہمارے عذاب کو دیکھ لیا۔ یہ اللہ کا وہ قانون ہے جو اس سے پہلے اس کے بندوں پر گزر چکا ہے اور وہاں کافروں نے سخت نقصان اٹھایا۔"

۲- فرعون، اللہ تعالیٰ کا عذاب دیکھ کر وقتی طور پر ایمان لایا تھا اور اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کے جلال وربوبیت کا اقرار نہیں تھا بلکہ جان بچانا تھا۔

۳- ایمان کی تکمیل کے لیے محض اقرار توحید کافی نہیں ہوتا بلکہ ایمان رسالت بھی ضروری ہوتا ہے، فرعون نے صرف لَآ اِلٰـهَ

اِلَّا اللّٰهُ کہالیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا اعتراف نہیں کیا تھا۔اس لیے اس کا ایمان قبول نہ کیا گیا۔کوئی شخص لاکھوں بار اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھتا رہے لیکن جب تک اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ نہ پڑھے گا وہ مسلمان نہیں ہوسکتا۔

فرعون کے منہ میں مٹی ڈالنے کے حوالے سے ایک اشکال اور اس کا جواب

جب فرعون غرق ہونے لگا تو اس نے کلمہ توحید لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھ کر ایمان لانے کی کوشش کی اور نیکی کے معاملہ میں اس کی معاونت کی بجائے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس کے منہ میں گارا ڈال کر رکاوٹ کیوں پیدا کی؟ ایمان لانے میں رکاوٹ ڈالنا کفر ہے، تو کیا حضرت جبرائیل علیہ السلام اسے کفر پر رکھنا چاہتے تھے؟ ایمان کے مسئلہ میں معاونت و نرمی اختیار کرنے کا حکم ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام سے یوں فرمایا:

فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ○ (طٰهٰ:۴۴)

''پس تم دونوں فرعون سے نرم لہجہ میں گفتگو کرو شاید وہ نصیحت حاصل کرے یا اللہ سے ڈر جائے۔''

اس ارشاد گرامی سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی چاہتا تھا کہ فرعون ایمان لے آئے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا جائے کہ وہ اس کے منہ میں مٹی ڈالے تاکہ وہ ایمان نہ لائے؟

ان تمام شبہات اور اعتراضات کا جواب یہ ہے کہ فرعون زندگی بھر اللہ کی نشانیوں کے انکار اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی گستاخیوں کی وجہ سے اس درجہ تک پہنچ چکا تھا کہ اس کا توبہ کرنا اور ایمان لانا قابل قبول نہیں ہوسکتا تھا۔ چونکہ شیطان کی طرح فرعون بھی راندہ درگاہ ہو چکا تھا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا گیا تاکہ اس کے منہ میں مٹی ڈال کر اعلان کر دیں کہ اس کی توبہ قابل قبول ہے اور نہ ایمان۔

صداقتِ قرآن کی تاریخی شہادت:

فرعون کے غرق ہو جانے پر اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا: اس کے جسم کو تا قیامت محفوظ رکھا جائے گا تاکہ اسے دیکھ کر لوگ عبرت حاصل کریں کہ یہ وہی شخص ہے، جس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا لیکن اب بے جان و مردہ حالت میں پڑا ہوا ہے۔ اس کی لاش مصر میں محفوظ ہے جو آج بھی دیکھی جاسکتی ہے۔ مصر پر مختلف ادوار میں غیر مسلموں کی حکومت بھی قائم رہی لیکن کسی میں ہمت نہیں ہوئی کہ اس کی لاش کو ضائع کر سکے۔ یہ لاش آج بھی صداقت قرآن اور صداقتِ رسالت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیل ہے۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ هُوْدٍ

باب 12: سورۂ ہود سے متعلق روایات

3034 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ عَنْ وَكِيْعِ بْنِ حُدُسٍ عَنْ عَمِّهٖ اَبِيْ رَزِيْنٍ قَالَ

3034- اخرجه ابن ماجه (۱/ ٦٤): مقدمة: باب فيما انكرت الجهمية، حديث (۱۸۲)، و احمد (۴/ ۱۱، ۱۲).

متن حدیث: قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیْنَ کَانَ رَبُّنَا قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَ خَلْقَہٗ قَالَ کَانَ فِیْ عَمَاءٍ مَا تَحْتَہٗ ھَوَاءٌ وَّمَا فَوْقَہٗ ھَوَاءٌ وَّخَلَقَ عَرْشَہٗ عَلَی الْمَآءِ قَالَ اَحْمَدُ بْنُ مَنِیْعٍ قَالَ یَزِیْدُ بْنُ ھَارُوْنَ الْعَمَاءُ اَیْ لَیْسَ مَعَہٗ شَیْءٌ

اسنادِ دیگر: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: ھٰکَذَا رَوٰی حَمَّادُ بْنُ سَلَمَۃَ وَکِیْعُ بْنُ حُدُسٍ وَّیَقُوْلُ شُعْبَۃُ وَاَبُوْ عَوَانَۃَ وَھُشَیْمٌ وَّکِیْعُ بْنُ عُدُسٍ وَّھُوَ اَصَحُّ

توضیح راوی: وَاَبُوْ رَزِیْنٍ اسْمُہٗ لَقِیْطُ بْنُ عَامِرٍ

حکم حدیث: قَالَ وَھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ

◆◆ حضرت ابورزین بیان کرتے ہیں، میں نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے ہمارا پروردگار کہاں تھا؟ تو آپ ﷺ نے ارشادفرمایا، وہ ایک بادل میں تھا جس کے نیچے بھی ہوا تھی اس کے اوپر بھی ہوا تھی اور اس نے اپنے عرش کو پانی پر پیدا کیا۔

احمد نامی راوی بیان کرتے ہیں: یزید نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے (حدیث میں استعمال ہونے والے لفظ) ''العماء'' سے مراد ایسی چیز ہے' جس کے ساتھ اور کوئی چیز نہ ہو۔

امام ترمذی بیان کرتے ہیں: حماد بن سلمہ نے سند میں راوی کا نام اسی طرح نقل کیا ہے، وکیع بن حدس جبکہ شعبہ نامی راوی نے اور ابوعوانہ نے اور ہشیم نے اسے وکیع بن عدس سے نقل کیا ہے' اور یہ زیادہ درست ہے۔

حضرت ابورزین رضی اللہ عنہ کا نام لقیط بن عامر ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

شرح

آغاز کائنات کی تفصیل:

سورہ ھود مکی ہے جو دس رکوع، ایک سو تئیس (۱۲۳) آیات، ایک ہزار چھ سو پچیس الفاظ (۱۶۲۵) اور چھ ہزار نو سو پانچ (۶۹۰۵) حروف پر مشتمل ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

وَھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ وَّ کَانَ عَرْشُہٗ عَلَی الْمَآءِ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّکُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْ' بَعْدِ الْمَوْتِ لَیَقُوْلَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِنْ ھٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ○

(ھود: ۷)

اور وہی ہے' جس نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا اور اس کا عرش پانی پر تھا، تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ کس کا عمل اچھا ہے۔ اور اگر آپ ان سے کہیں کہ تم مرنے کے بعد یقیناً زندہ کیے جاؤ گے تو کافر ضرور یہ بات کہیں گے کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان ہوئی ہے۔ حدیث باب سے ملتی جلتی ایک صحیح بخاری میں بھی موجود ہے۔ ان روایات کا اختصار یہ ہے کہ حضرت عمران رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ قبیلہ بنوتمیم کے کچھ غریب لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ کے پاس اس وقت نوازنے کے لیے کوئی چیز موجود نہیں تھی۔ آپ نے انہیں فرمایا: اے بنوتمیم! تمہیں خوشخبری ہو (برکتوں اور دعاؤں کی) ان لوگوں نے دو بار عرض کیا: ہمیں کسی چیز سے نوازیں؟ آپ کے چہرہ انور پر ناراضگی کے آثار نمایاں ہوئے۔ پھر یمن کے کچھ لوگ حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے ان سے فرمایا: اے اہل یمن! خوشخبری قبول کرو! انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم خوشخبری قبول کرتے ہیں، ہم حصول مال کے لیے نہیں بلکہ حصول دین کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔ آپ ہمیں کائنات کے آغاز کے بارے میں بتائیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا:

كان الله ولم يكن شيء غيره، وكان عرشه على الماء وكتب في الذكر كل شيء وخلق السموٰت والارض (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۳۱۹۱)

"صرف اللہ موجود تھا اور اس کے سوا کوئی چیز موجود نہیں تھی۔ اس کا عرش پانی پر تھا، اس نے ہر چیز لکھ دی تھی۔ آسمانوں اور زمینوں کو اسی نے پیدا کیا۔"

علاوہ ازیں سطور ذیل میں ہم اس آیت اور حدیث کی وضاحت دیگر دلائل وشواہد کی روشنی میں پیش کرتے ہیں۔

سات آسمانوں اور سات زمینوں کو چھ دنوں میں پیدا کرنا:

مذکورہ آیت میں صراحت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں اور سات زمینوں کو چھ ایام میں پیدا فرمایا تھا۔ چھ دنوں سے مراد تقدیراً چھ ایام ہیں یا چھ ایام کا دورانیہ ہے، کیونکہ اس وقت ایام ولیالی کا وجود نہیں تھا کہ ان کا اندازہ لگایا جا سکے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے دن زمین کو پیدا کیا، اتوار کے دن اس میں پہاڑ پیدا کیے، پیر کے دن درختوں کو پیدا کیا، منگل کے دن ناپسندیدہ اشیاء کو پیدا کیا، بدھ کے دن نور پیدا کیا، جمعرات کے دن حیوانات پھیلا دیئے اور جمعہ کے دن بعد نماز عصر (حضرت) آدم (علیہ السلام) کی تخلیق فرمائی۔
(مسند امام احمد، ج:۳، رقم الحدیث: ۸۳۴۹)

عرش کے پانی کے اوپر ہونے کے حوالے سے احادیث مبارکہ:

ایک زمانہ ایسا تھا کہ عرش الٰہی پانی کے اوپر تھا اور اس بارے میں کثیر روایات ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمینوں اور آسمانوں کو پیدا کرنے سے ہزار سال قبل مخلوق کی تقدیر لکھی اور اس کا عرش پانی پر تھا۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۳۱۹۱)

۲- حضرت رزین رضی اللہ عنہ کا بیان ہے میں عرض گزار ہوا: یارسول اللہ! اپنی مخلوق کو پیدا کرنے سے قبل اللہ تعالیٰ کہاں تھا؟ آپ نے جواب میں فرمایا: وہ عماء میں تھا یعنی نہ اس کے اوپر ہوا تھی اور نہ اس کے نیچے ہوا تھی اور اس کا عرش پانی پر تھا۔
(مسند امام احمد، ج:۴، ص:۱۱)

فائدہ نافعہ: اس روایت میں حرف ''ما'' میں دو احتمال ہیں:

(۱) ما موصولہ ہو: اس صورت میں اس کا معنیٰ ہوگا کہ بادل کے اوپر ہوا تھی اور اس کے نیچے بھی ہوا تھی۔

(۲) ما نافیہ ہو: اس صورت میں معنیٰ ہوگا: نہ بادل کے اوپر ہوا تھی اور نہ اس کے نیچے ہوا تھی۔

عرش کے پانی کے اوپر ہونے کے حوالے سے علماء کے مختلف اقوال:

یہ مضمون روایات میں مذکور ہے کہ زمین و آسمان کی تخلیق سے قبل عرش الٰہی پانی پر تھا، اس کے مفہوم میں علماء کی مختلف آراء ہیں جن میں سے چند ایک ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- علامہ نظام الدین حسن بن محمد نیشاپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: کعب بن احبار نے کہا: اللہ تعالیٰ نے سبز یاقوت پیدا کیا پھر اس کو نظر ہیبت سے دیکھا تو وہ لرزتا ہوا پانی بن گیا، پھر ہوا کو پیدا کیا اور اس کی پشت پر پانی رکھا، پھر عرش کو پانی پر رکھا۔ حضرت ابوبکر اصم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عرش پانی کے ساتھ ملصلق ہے' کیونکہ اس لحاظ سے عرش اب بھی پانی پر ہے۔ علامہ زمخشری نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ اس وقت عرش کے نیچے پانی کے سوا اور کوئی مخلوق نہیں تھی اور اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ عرش اور پانی کو آسمانوں اور زمینوں سے پہلے پیدا کیا۔

۲- امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اس کا عرش پانی پر تھا''۔ اللہ تعالیٰ نے یہ اپنی عجیب و غریب قدرت کے اظہار کے لیے فرمایا، کیونکہ کسی عمارت کو بنانے والا اپنی عمارت کو سخت زمین پر پانی سے دور رکھ کر بناتا ہے، تاکہ اس کی عمارت منہدم نہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پانی پر بنایا تاکہ عقل والے اس کی قدرت کے کمال کو جان لیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت پر دلالت ہے، کیونکہ عرش تمام آسمانوں اور زمینوں سے زیادہ بڑا ہے، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اس کو پانی پر قائم کیا ہے۔ پس اگر اللہ تعالیٰ بغیر کسی ستون کے کسی وزنی چیز کو رکھنے پر قادر نہ ہوتا اور اللہ تعالیٰ نے پانی کو بھی بغیر کسی سہارے کے قائم کیا۔ نیز عرش کے پانی پر ہونے کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ عرش پانی کے ساتھ ملتصق ہے، یہ اس طرح ہے جیسے کہا جاتا ہے آسمان زمین کے اوپر ہے۔ (تفسیر کبیر، ج:۶، ص:۱۹۲، ۳۲۰)

۳- علامہ قاضی بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: عرش اور پانی کے درمیان کوئی حائل نہیں تھا، ایسا نہیں ہے کہ عرش پانی کی پیٹھ پر رکھا ہوا تھا۔ (تفسیر بیضاوی، ج:۱، ص:۱۲۵)

۴- امام قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا، کعب احبار سے روایت ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے سبز یاقوت کو پیدا کیا، پھر اس کو نظر ہیبت سے دیکھا تو وہ پانی ہو گیا، پھر اس نے پانی پر اپنا عرش رکھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: اس وقت نہ آسمان تھا نہ زمین تھی۔

حقیقت حال کو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے اور جو چیز ہمیں قطعی طور پر معلوم ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قدیم ہے' اس سے پہلے کوئی چیز نہ تھی، پھر اس نے اپنے علم ازلی کے مطابق اپنے ارادہ اور اپنی قدرت سے جو چاہا پیدا کیا۔ ہم جانتے ہیں کہ عرش، کرسی،

پانی، ہوا یا زمین یا آسمان، ان میں سے کوئی چیز بھی ازل میں نہیں تھی، کیونکہ ان میں سے ہر چیز ممکن ہے اور ہر ممکن حادث ہے اور حوادث کا ازل میں ہونا محال ہے۔ ہم کو یہ معلوم ہے کہ اس طرح تخت اجسام کو اٹھائے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس طرح عرش کا اللہ کو اٹھانا محال ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کا جسم ہونا لازم آئے گا اور: اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ○ (طٰہٰ:۵) کے محامل واضح ہیں اور اس کی تاویلات صحیحہ ہیں۔ البتہ شریعت نے کسی تاویل یا محمل کو معین نہیں فرمایا، اس لیے اس میں توقف کرنا چاہیے اور صرف اس پر ایمان رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے۔ (الجالا حکام القرآن، ج:۹،ص:۹، المفلہم، ج:۶،ص:۶۷۰)

۵- علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: اس میں کوئی شک نہیں پانی سے مراد وہی پانی ہے جو عناصر اربعہ میں سے ایک عنصر ہے اور عرش سے مراد وہی عرش معروف ہے اور عرش کے پانی پر ہونے کا معنیٰ عام ہے خواہ عرش پانی سے متصل ہو یا منفصل۔

۶- علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو پیدا کیا۔ ان تمام روایات میں تطبیق اس طرح ہے کہ ہر چیز کی اولیت اضافی ہے اور ہر وہ چیز جس کے متعلق کہا گیا ہے کہ اس کو سب سے پہلے پیدا کیا گیا ہے، اس کا معنیٰ ہے: اس کو اپنی بعد والی چیزوں کے اعتبار سے پہلے پیدا کیا ہے اور ہر چیز کو ذکر میں لکھ دیا ہے۔ اس کا معنیٰ ہے کل کائنات کی تقدیر کو لوح محفوظ میں ثابت کر دیا۔

نیز کہا: تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کس کا عمل نیک ہے یعنی یہ آسمان اور زمین عبث پیدا نہیں کیے گئے بلکہ اس سے مقصود انسانوں اور جنات کی آزمائش ہے کہ ان میں سے کون نیک عمل کرتا ہے۔ نیک عمل سے مراد یہ ہے کہ قرآن وسنت کے مطابق اخلاص سے عمل کیے جائیں۔ فرائض، واجبات اور سنتوں پر عمل کیا جائے اور محرمات اور مکروہات کو ترک کیا جائے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سوئے ہوئے شخص کے پاس سے گزرے، فرمایا: اے سونے والے! اٹھ اور عبادت کر۔ اس نے کہا: اے روح اللہ! میں عبادت کر چکا ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا: تم نے کیا عبادت کی ہے؟ اس نے جواب دیا: میں نے دنیا کو دنیا والوں کے لیے چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا: تم سو جاؤ، تم عابدین پر فائق ہو۔

ضحاک نے کہا: اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ تا کہ وہ آزمائے تم میں سے کون زیادہ شکر کرنے والا ہے۔ مقاتل نے کہا: تم میں سے کون اللہ سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم میں سے کون اللہ تعالیٰ کی زیادہ اطاعت کرنے والا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو تلاوت کرنے کے بعد فرمایا: تم میں سے کون زیادہ اچھی عقل والا ہے اور اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے زیادہ بچنے والا ہے اور اللہ کی اطاعت میں زیادہ جلدی کرنے والا ہے۔ (عمدۃ القاری، ج:۱۵،ص:۱۰۹، الجامع لاحکام القرآن، ج:۹،ص:۱۰، جامع البیان، رقم الحدیث:۱۳۹۰۸)

۷- علامہ ابوالعلاء ہمدانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: علماء کا اس بات میں اختلاف ہے کہ پہلے عرش کو پیدا کیا یا پہلے قلم کو؟ اکثر کے نزدیک پہلے عرش کو پیدا کیا۔ امام ابن جریر اور ان کے متبعین نے کہا: پہلے قلم کو پیدا کیا۔ امام ابن حازم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ سو سال کی مسافت پر لوح کو پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ عرش پر تھا پھر اس نے مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے قلم سے فرمایا: تو لکھ! اس نے کہا: میں کیا لکھوں؟ فرمایا: قیامت تک مخلوق کے متعلق میرا عمل لکھ۔ سبحان کی تفسیر میں انہوں

نے کہا: عرش کو قلم سے پہلے پیدا کیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا اور اس سے فرمایا: تو لکھ! اس نے دریافت کیا: میں کیا لکھوں؟ حکم دیا: تو تقدیر لکھ۔ اس نے قیامت تک ہونے والی تمام چیزیں لکھ دیں۔ حضرت امام مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ابتداء عرش، پانی اور ہوا سے کی اور زمین کو پانی سے پیدا کیا۔ (فتح الباری، شرح صحیح بخاری، ج:۶ص:۲۸۹)

3035 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِىْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يُمْلِىْ وَرُبَّمَا قَالَ يُمْهِلُ لِلظَّالِمِ حَتّٰى اِذَا اَخَذَهٗ لَمْ يُفْلِتْهُ ثُمَّ قَرَاَ (وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَا اَخَذَ الْقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ) الْاٰيَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ نَحْوَهٗ وَقَالَ يُمْلِىْ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعِيْدِ الْجَوْهَرِىُّ عَنْ اَبِىْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ بُرْدَةَ عَنْ جَدِّهٖ اَبِىْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ وَقَالَ يُمْلِىْ وَلَمْ يَشُكَّ فِيْهِ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی۔

"بے شک اللہ تعالیٰ موقع دیتا ہے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے، یہاں تک کہ جب اس کی گرفت کرتا ہے تو پھر اسے بالکل نہیں چھوڑتا۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

"اور اسی طرح تمہارے پروردگار کی گرفت ہے جب اس نے اس بستی پر گرفت کی جو ظالم تھی۔"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

ابواسامہ نامی راوی نے اسے برید نامی راوی سے اسی طرح نقل کیا ہے۔ جس میں یہ الفاظ ہیں۔

"وہ موقع دیتا ہے۔"

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند منقول ہے اور اس میں یہ الفاظ ہیں۔

"وہ موقع دیتا ہے" (اس لفظ میں راوی کو شک نہیں ہے)۔

3035- اخرجه البخاری (۸/۲۰۵): كتاب التفسير: باب: (و كذلك اخذ ربك اذا اخذ القرى) (هود: ۱۰۲)، حديث (۴۶۸۶) ومسلم (۱۹۹۷/۴): كتاب البر و الصلة و الآداب: باب: تحريم الظلم، حديث (۲۵۸۳/۶۱)، و ابن ماجه (۱۳۳۲/۲): كتاب الفتن: باب: العقوبات، حديث (۴۰۱۸)۔

شرح

اللہ تعالیٰ کا ظالم کو مہلت دینا:

ارشاد ربانی ہے:

وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ۝ (ھود:۱۰۲)

''اور آپ کے پروردگار کی ایسی پکڑ ہے جب وہ پکڑتا ہے بستیوں کو اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والی ہوتی ہیں۔ بیشک اس کی پکڑ دردناک سخت ہے۔''

اس آیت اور حدیث باب میں اللہ تعالیٰ کا قانون امہال بیان کیا گیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کی گرفت جلدی سے نہیں کرتا بلکہ انہیں مہلت دیتا ہے۔ پھر وہ جب حد کو عبور کرتے ہیں اور بغاوت کی انتہا کر دیتے ہیں تو اچانک اللہ تعالیٰ ان کی گرفت کرتا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں بخاری و مسلم کی روایت کے الفاظ ہیں: ان اللہ یملی الظالم حتی اذا اخذہ لم یفلتہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے حتیٰ کہ جب اس کا مؤاخذہ کرتا ہے' تو اسے چھوڑتا ہے۔

ظالم دو قسم کے ہو سکتے ہیں:

(۱) اہل ایمان: ظالم اگر مسلمان ہو تو اسے مہلت دینے کا مقصد ہے کہ وہ اپنے گناہوں سے تائب ہو کر اپنے پروردگار کو خوش کر لے اور آخرت کے عذاب سے اپنے آپ کو محفوظ کر لے۔

(۲) اہل کفر: ظالم اگر کافر ہو تو اسے مہلت دینے کا مقصد ہے کہ وہ مزید گناہوں، ظلم و زیادتی اور بغاوت و سرکشی کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے آخرت میں عذاب الٰہی کا مستحق قرار پائے۔

کفار کو سزا دینا عدل کا تقاضا ہونا:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے کفار، مشرکین اور منافقین کو دنیا میں ہلاک کرنا یا آخرت میں عذاب دینا، ان پر ظلم و زیادتی ہرگز نہیں ہے بلکہ عدل و حکمت کا تقاضا ہے۔ اس مسئلہ کے چند ایک محامل درج ذیل ہیں:

۱- ان لوگوں کے کفر اور معصیت کی وجہ سے انہیں عذاب میں مبتلا کرنا ظلم و زیادتی ہرگز نہیں ہے بلکہ انہوں نے اس سزا کا سامان خود فراہم کیا ہے۔

۲- ایک نافرمان شخص کو محض اس کی نافرمانی کے مطابق سزا دینا عین عدل کا تقاضا ہے، کیونکہ ظلم و زیادتی تو تب ہو جب ایک شخص کو دو کے یا اس سے بھی زائد افراد کے برابر عذاب و سزا میں مبتلا کیا جائے۔

۳- مسلمانوں کی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے کفار کو بھی ہر قسم کی نعمتوں سے نوازا جاتا ہے لیکن دونوں کے درمیان لطیف سا فرق یہ ہے کہ مسلمان نعمتوں کو استعمال میں لانے کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتا ہے جبکہ کفار نعمتوں کو تو استعمال میں لاتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتے، یہی وجہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے حقدار قرار پاتے ہیں۔

3036 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ هُوَ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ

متنِ حدیث: قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ) سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ فَعَلٰى مَا نَعْمَلُ عَلٰى شَيْءٍ قَدْ فُرِغَ مِنْهُ اَوْ عَلٰى شَيْءٍ لَّمْ يُفْرَغْ مِنْهُ قَالَ بَلْ عَلٰى شَيْءٍ قَدْ فُرِغَ مِنْهُ وَجَرَتْ بِهِ الْاَقْلَامُ يَا عُمَرُ وَلٰكِنْ كُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عَمْرٍو

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، جب یہ آیت نازل ہوئی:

''ان میں سے کچھ لوگ خوش بخت ہیں اور کچھ بد بخت''

میں نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا، میں نے عرض کی، اے اللہ کے نبی ﷺ! ہم عمل کس بنیاد پر کریں؟ ایک ایسی صورت کے بارے میں جو طے ہو چکی ہے؟ یا ایسی صورتحال کے بارے میں جو ابھی طے نہیں ہوئی؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم ایک ایسی چیز کے بارے میں سوچ کر کرو جو طے ہو چکی ہے، قلم جاری ہو چکے ہیں' لیکن ہر شخص کے لیے وہ چیز آسان کر دی جاتی ہے' جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے' اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔ ہم اسے عبدالملک بن عمرو نامی راوی کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

شرح

انسان کی نیک بختی اور بد بختی کا طے شدہ ہونا:

ارشادِ ربانی ہے:

يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّ سَعِيْدٌ ○ فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّ شَهِيْقٌ ○ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ○ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ○ (ھود:۱۰۸-۱۰۵)

''جب وہ (قیامت کا) دن آئے گا اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی شخص بات نہیں کر سکے گا۔ ان میں سے بعض بد بخت ہوں گے اور بعض نیک بخت ہوں گے۔ پس جو بد بخت ہوں گے وہ جہنم میں جائیں گے، ان کے لیے اس میں چیخ و

3036- اخرجه ابن حميد ص (۳۶)، حديث (۲۰)

پکار ہوگی۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان وزمین باقی رہیں گے مگر جتنا آپ کا پروردگار چاہے گا۔ بیشک آپ کا پروردگار جس چیز کا ارادہ کرتا ہے وہ ضرور کرتا ہے اور نیکوکار لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ پس وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان وزمین باقی رہیں گے۔ مگر جتنا آپ کا پروردگار چاہے گا۔ یہ مسلسل عطاء ہے۔''

قرآن کریم اور حدیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے نیکوکار اور بدکار لوگوں کا انجام اور نتیجہ طے شدہ (تقدیر کے مطابق) ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: یارسول اللہ! ہم اعمال کس بنیاد پر کرتے ہیں یعنی جب معاملہ طے شدہ ہے تو ہم عمل کیوں کرتے ہیں اور ان کا فائدہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: اعمال خیر یا بد کرنا بھی طے شدہ ہے جس کے مطابق یہ کیے جاتے ہیں۔ ہر ایک کا نیک بخت اور جنتی ہونا یا بد بخت اور جہنمی ہونا بھی تقدیر کے مطابق ہے۔

وقوع قیامت پر دلیل:

جس طرح دنیا دار العمل ہے اسی طرح آخرت دار الجزاء ہے اور انسان دنیا میں جو عمل کرتا ہے آخرت میں اس کی جزاء یا سزا کا حقدار ہوگا۔ موجودہ عالم کو عالم دنیا اور آخرت کو عالم قیامت یا عالم جزاء وسزا کہا جاتا ہے۔ قرآنی فیصلہ کے مطابق آخرت کا وقوع اور قیامت کا قیام یقینی ہے جس کا منکر مسلمان نہیں ہوسکتا۔ دنیا میں کچھ لوگ ظلم وستم کرتے ہیں اور سزا کے بغیر دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح بعض مظلوم ہوتے ہیں اور وہ بغیر جزاء کے دنیا سے چل بستے ہیں۔ یہ ضروری اور عدل وانصاف کا تقاضا ہے کہ ظالم کو سزا دی جائے اور مظلوم کو جزاء دی جائے تو اس کے لیے الگ جہان ہونا چاہیے تھا جس میں عدل وانصاف اور جزاء وسزا کا نظام قائم کیا جاسکے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ پہلا عالم ختم کیا جائے تا کہ اعمال کا خاتمہ ہو جائے، کیونکہ جب تک یہ جہاں موجود ہے اعمال کا سلسلہ جاری رہتا ہے مثلاً کوئی شخص مسجد تعمیر کرواتا ہے، یہ صدقہ جاریہ ہے جس کا ثواب بعد از موت بھی جاری رہتا ہے۔ اسی طرح جو سینما کسی بھی شکل میں دنیا میں فحاشی کا اڈہ کھول دیتا ہے تو مرنے کے بعد بھی اس کا گناہ اس کے نامہ اعمال میں مسلسل لکھا جاتا ہے۔ عالم دنیا کو ختم کرنے بر جزاء وسزا کے لیے ایک نیا جہان قائم کرنا بھی ضروری ہے اور اسی کا نام قیامت ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ عالم دنیا کی تخلیق فرمائی اسی طرح اسے ختم کرنے کی بھی قوت رکھتا ہے۔ پھر اسی طرح عالم آخرت یا قیامت قائم کرنے کی بھی قوت رکھتا ہے۔

قیامت کے دن لوگوں کا سعید وشقی ہونے میں منحصر ہونا:

مذکورہ آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ قیامت کے دن دو قسم کے لوگ ہوں گے سعید اور شقی۔ سوال یہ ہے کہ جو پاگل یا بچے ہوں گے کیا یہ تیسری قسم ہوگی یا ان دونوں اقسام میں داخل ہوں گے؟

اس اہم سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ دونوں قسم کے لوگ ان سے خارج ہوں گے، کیونکہ اہل محشر سے مراد وہ لوگ ہیں جن سے حساب لیا جائے گا۔

سوال: اہل اعراف کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ نہ جنت میں جائیں گے اور نہ دوزخ میں جائیں گے۔ کیا یہ بھی ان دو قسم

کے لوگوں سے خارج ہوں گے یا ان میں داخل ہوں گے؟

جواب: پاگلوں اور بچوں کی طرح اہل اعراف بھی ان دونوں اقسام کے لوگوں سے خارج ہیں، کیونکہ ان کی صراحت قرآن میں نہیں ہے۔

سوال: سعید وہ لوگ ہوں گے جن کا ثواب زیادہ ہوگا اور شقی وہ لوگ ہوں گے جن کا عذاب زیادہ ہوگا۔ ایسے لوگ بھی ہوں گے جن کا ثواب اور عذاب برابر ہوگا۔ کیا یہ لوگ بھی ان دونوں قسموں میں داخل ہوں گے یا نہیں؟

جواب: قرآنی مضمون کے مطابق صرف دو قسم کے لوگ ہوں گے مسلمان اور کفار جبکہ تیسری قسم کا تصور نہیں ہے، لہٰذا یہ لوگ بھی ان سے خارج ہوں گے۔

سعید اور شقی لوگوں کی وضاحت احادیث مبارکہ سے:

قرآن کریم کی طرح احادیث مبارکہ میں بھی سعید و شقی لوگوں کی وضاحت موجود ہے، اس سلسلے میں چند ایک احادیث مبارکہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ ہمیں بتائیں ہم لوگ جو اعمال کرتے ہیں یہ طے شدہ ہیں یا ابتداء ہیں (یعنی یہ تقدیر میں لکھے جا چکے ہیں یا نہیں)؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ان سے فراغت ہو چکی ہے۔ اے ابن خطاب! ہر عمل آسان کیا جا چکا ہے اور سعید لوگ سعادت کے لیے عمل کرتے ہیں اور جو شقی لوگ ہیں وہ شقاوت کے لیے عمل کرتے ہیں۔ (مسند امام احمد، ج:۲، ص:۵۲)

۲- حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے، آپ نے فرمایا: ہر آدمی کا ٹھکانہ لکھا ہوا ہے کہ وہ جنتی ہے یا جہنمی ہے۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہم اسی پر اعتماد کر لیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: تم عمل بھی کرتے رہو اور انسان کے لیے اس کا عمل آسان کر دیا گیا ہے۔ پھر آپ نے قرآن کریم کی یہ آیات تلاوت کیں:

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَ اتَّقٰی ○ وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰی ○ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰی ○ وَ اَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَ اسْتَغْنٰی ○ وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰی ○ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰی ○ (اللیل:۱۰-۵)

''جس شخص نے اللہ کی راہ میں اپنا مال پیش کیا وہ اللہ سے ڈرا اور نیک بات کی تصدیق کی، اس کے لیے عنقریب ہم اعمال آسان کر دیں گے۔ اور جس شخص نے کنجوسی کی اور اللہ سے بے پرواہ رہا اور اس نے اچھی بات کی تکذیب کی، ہم عنقریب اس کے لیے برے اعمال آسان کر دیں گے۔'' (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث:۷۸)

۳- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ سچے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص کی تخلیق چالیس دن تک اپنی ماں کے بطن میں جمع رہتی ہے۔ پھر چالیس ایام کے بعد وہ جمے ہوئے خون کی شکل اختیار کر لیتا ہے، پھر چالیس دن کے بعد وہ خون گوشت کا ٹکڑا بن جاتا ہے۔ پھر اللہ اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجتا ہے جو اس میں روح پھونکتا ہے۔ پھر اسے چار چیزیں لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے: وہ اس کا رزق لکھتا ہے، اس کی موت و حیات لکھتا ہے،

اس کے اعمال لکھتا ہے کہ وہ اچھے اعمال کرے گا یا برے اور اس کے سعید یا شقی ہونا بھی لکھ دیتا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود حق نہیں ہے، تم میں سے کوئی شخص اہل جنت کے اعمال کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے پھر اس پر نوشتہ غالب آجاتا ہے اور اس کا خاتمہ اہل جہنم کے عمل پر ہوتا ہے اور اسے جہنم میں داخل کر دیا جاتا ہے۔ تم میں سے کوئی شخص اہل جہنم کا کام کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور جہنم کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے پھر نوشتہ غالب آجاتا ہے، وہ اہل جنت کا کام شروع کر دیتا ہے اور اسے جنت میں داخل کر دیا جاتا ہے۔ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۴۷۰۸)

۴- حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں ہمارے پاس آئے کہ آپ کے دست اقدس میں دو کتابیں تھیں۔ آپ نے فرمایا: کیا تم لوگ ان کتابوں کے بارے میں جانتے ہو کہ یہ کیسی ہیں؟ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم اس بارے میں نہیں جانتے، آپ اس بارے میں ہمیں بتا دیں۔ آپ نے دائیں ہاتھ والی کتاب کے بارے میں فرمایا: یہ کتاب اللہ کی طرف سے ہے، جس میں اہل جنت کے نام درج ہیں اور ان کے آباؤ اجداد کے نام بھی ہیں حتیٰ کہ قبائل کے نام بھی۔ پھر آخر میں کل تعداد بھی درج ہے، جس میں کمی و اضافہ نہیں ہو سکتا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بائیں ہاتھ والی کتاب کے بارے میں فرمایا: یہ رب العٰلمین کی جانب سے ہے، جس میں اہل جہنم کے نام درج ہیں، ان کے آباؤ اجداد اور ان کے قبائل کے نام بھی ہیں۔ پھر اس کے آخر میں کل تعداد بھی لکھی گئی ہے، جس میں کمی بیشی کا امکان نہیں ہو سکتا۔ آپ کے اصحاب نے کہا: یارسول اللہ! جب سب کچھ لکھا جا چکا ہے، تو پھر ہم عمل کیوں کرتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: تم اعمال صالحہ کرتے رہو اور اعمال صالحہ کے پاس رہو، کیونکہ اہل جنت کا خاتمہ اعمال صالحہ پر کیا جاتا ہے خواہ انہوں نے زندگی میں کیسے ہی اعمال کیے ہوں۔ اہل جہنم کا خاتمہ اہل جہنم کے اعمال پر کیا جاتا ہے کہ خواہ وہ زندگی میں کیسے ہی اعمال کرتے رہے ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کتابوں کو ایک طرف رکھ دیا اور فرمایا: تمہارا پروردگار نوشتہ سے فارغ ہو گیا ہے، اب ایک فریق جنتی ہے اور ایک فریق جہنمی ہے۔ (مسند امام احمد، ج:۲، ص:۱۶۷)

ایک شبہ کا ازالہ:

عموماً ایک شبہ پیدا ہوتا ہے کہ جب انسان کے جنتی یا جہنمی اور سعید یا شقی ہونے کے بارے میں لکھا جا چکا ہے، تو پھر ہمیں عمل کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ازلی علم کے مطابق جانتا تھا کہ بندے کیا کرنے والے ہیں، لہٰذا اپنے علم ازلی کے مطابق تقدیر لکھ دی یعنی جس طرح لوگ کرنے والے تھے اس کے مطابق نوشتہ ہے اور یہ ہرگز نہیں ہے کہ جس طرح تقدیر لکھی جا چکی ہے لوگ اس طرح اعمال کرنے پر مجبور ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ازلی اور تقدیر لوگوں کے اعمال کے مطابق ہے۔ اعمال صالحہ یا غیر صالحہ کرنے میں انسان کو شعور و اختیار دیا گیا ہے۔

تقدیر کی تعریف اور اس کی اقسام:

انسان کو زندگی بھر کئی نشیب و فراز، راحت و غم، صحت و بیماری، کشادگی و تنگی اور کامرانی و ناکامی امور سے گزرنا پڑتا ہے۔ ان تمام امور کا تعلق تقدیر سے ہے۔ انسان کو اعمال کرنے کا اختیار دیا گیا ہے کہ وہ کرے یا نہ کرے مثلاً نماز، روزہ اور حج کر سکتا ہے اور

نہیں بھی کرتا۔ تاہم اعمال خیر کی جزاء اور اعمال سیئہ کی سزا کی وضاحت بھی کر دی گئی ہے۔

تقدیر کی دو اقسام ہیں:

۱- تقدیر مبرم: یہ وہ تقدیر ہے جو اللہ تعالیٰ کے علم ازلی کے مطابق ہے اور اس میں تبدیلی ناممکن ہے، کیونکہ اس میں تبدیلی اللہ تعالیٰ کے جہل کو مستلزم ہے، جو محال ہے۔

۲- تقدیر معلق: یہ وہ تقدیر ہے، جس میں تبدیلی ممکن ہوتی ہے مثلاً دعا اور صدقہ وغیرہ سے یہ تبدیل ہو سکتی ہے۔

تقدیر پر ایمان رکھنا ضروری ہے، اس کا انکار گمراہی و بے دینی اور کفر ہے۔ اثبات تقدیر کے حوالے سے چند ایک احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں:

۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طاقتور مسلمان اللہ تعالیٰ کے ہاں کمزور مسلمان سے زیادہ پسندیدہ ہے، ہر مسلمان میں خیر موجود ہے، جو چیز تمہارے لیے نافع ہو اس کی خواہش کرو اور عاجز مت بنو۔ اگر تم کسی مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ تو یہ بات مت کہو کہ اگر میں فلاں کام کر لیتا تو اس میں مبتلا نہ ہوتا مگر یوں کہو کہ یہ اللہ کی تقدیر ہے، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، کیونکہ لفظ "اگر" شیطانی عمل کے لیے معاون ہے۔ (مسند امام احمد، ج:۱، ص:۲۹۳)

۲- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ایک دن میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر سوار تھا، آپ نے فرمایا: اے بیٹا! میں تمہیں چند باتوں کی تلقین کرتا ہوں! تم دین خداوندی کی حفاظت کرو تو اللہ تمہاری حفاظت کرے گا، تم اللہ کے احکام کی حفاظت کرو تو تم اللہ کی رضا کو پا لو گے۔ تم سوال ہمیشہ اللہ سے کرو، اور مدد صرف اسی سے طلب کرو، کیونکہ فائدہ صرف اسی کی طرف سے پہنچ سکتا ہے اور اس کے علاوہ کائنات کی کوئی ذات فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ اگر وہ ذات تمہیں ضرر نہ پہنچائے تو دنیا کی کوئی طاقت تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ (المعجم الکبیر، رقم الحدیث:۱۲۹۸۸)

۳- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس پر ایمان نہ لائے کہ ہر اچھی اور بری چیز تقدیر سے متعلق ہے۔ اس بات پر یقین کرو کہ جو بھی پریشانی آتی ہے وہ اس سے ٹل نہیں سکتی اور جو مصیبت اس سے ٹل گئی وہ اسے پہنچ نہیں سکتی۔ (جامع ترمذی، رقم الحدیث:۲۱۴۴)

فائدہ نافعہ: مذکورہ بالا بعض احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ تقدیر میں تبدیلی نہیں ہوتی اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ تقدیر میں تبدیلی ممکن ہے۔ ان روایات میں تطبیق اس طرح ہے کہ پہلی قسم کی روایات سے مراد تقدیر مبرم ہے۔ بالکل تبدیل نہیں ہوتی۔ دوسری قسم کی روایت سے مراد تقدیر معلق ہے جو دعا اور صدقہ سے تبدیل ہو جاتی ہے۔

تقدیر پر ایمان رکھنا:

اسلامی تعلیمات اور اسلامی عقائد کے مطابق تقدیر پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اس کا انکار گمراہی اور کفر ہے۔ اس بارے میں قرآن وسنت میں کثیر دلائل ہیں، اس سلسلہ میں چند روایات درج ذیل ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قدریہ (منکرین تقدیر) اس

امت کے مجوسی ہیں۔ اگر یہ بیمار پڑ جائیں تو ان کی عیادت نہ کرو اور اگر مر جائیں تو ان کی نماز جنازہ میں شرکت نہ کرو۔

۲- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر امت میں مجوسی ہوتے ہیں اور میری امت کے مجوسی وہ لوگ ہیں جو تقدیر کے منکر ہیں۔ ان میں سے کوئی شخص مر جائے تو اس کی نماز میں شرکت نہ کرو، ان میں سے کوئی بیمار ہو اس کی عیادت نہ کرو۔ یہ لوگ دجال کے ساتھی ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں دجال کے ساتھ ملا دے گا۔

فائدہ نافعہ: منکرین تقدیر اور مجوسیوں کے عقائد وافکار یکساں ہیں، اس لیے انہیں اس امت کے مجوسی قرار دیا گیا ہے۔ مثلاً مجوسی دو خداؤں کے قائل ہیں:

(۱) یزداں: جو نیکیوں کو پیدا کرتا ہے۔

(۲) اہرمن: جو برائیوں کو پیدا کرتا ہے۔

اسی طرح منکرین تقدیر بھی دو خداؤں کے قائل ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ (۲) انسان: وہ اپنے افعال کو خود پیدا کرتا ہے۔

تقدیر میں بحث کرنے کی ممانعت:

ماقبل بحث سے ثابت ہوا کہ تقدیر برحق ہے اور اس کا انکار کفر ہے۔ تقدیر میں بحث کرنا بھی حرام وممنوع ہے۔ اس بارے میں چند روایات درج ذیل ہیں:

۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت موسیٰ اور حضرت آدم علیہما السلام کی آپس میں بحث ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام سے کہا: آپ ہی وہ ذات ہیں جن کے ذنب (خطاء اجتہادی) کی وجہ سے لوگوں کو جنت سے باہر نکالا گیا اور بدقسمت بنایا گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا: اے موسیٰ! آپ وہی شخص ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے نبوت ورسالت سے نوازا، کیا آپ مجھے اس چیز کے بارے میں ملامت کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے میری پیدائش سے قبل لکھ دیا تھا۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث:۴۷۳۸)

۲- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے: میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں سنا کہ جو شخص تقدیر میں بحث کرتا ہے قیامت کے دن اس سے اس بارے میں دریافت کیا جائے گا۔ جو شخص اس میں بحث نہ کرے گا، اس سے اس بارنے میں سوال بھی نہیں ہوگا۔

۳- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے جبکہ ہم تقدیر کے بارے میں بحث کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے حتیٰ کہ آپ کا چہرہ سرخ ہوگیا، گویا آپ کے رخساروں پر انار نچوڑے گئے ہوں۔ آپ نے فرمایا: کیا تم لوگوں کو اس میں بحث کرنے کا حکم دیا گیا ہے یا میں اس میں بحث کے لیے تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں؟ تم سے پہلے لوگ اس میں بحث کی وجہ سے ہلاک ہوگئے۔ میں تمہیں اس میں بحث نہ کرنے کی قسم دیتا ہوں۔

(مسند ابویعلیٰ، رقم الحدیث:۶۰۴۵)

سعادت وشقاوت کا مفہوم:

اعمال صالحہ کرنے میں اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل ہو جانا سعادت ہے جبکہ اس کا الٹ شقاوت ہے۔ سعادت کی دو اقسام ہیں:

(۱) سعادت دنیوی: وہ ہے جو دنیوی امور سے متعلق ہو مثلاً تجارت میں منافع وغیرہ۔

سعادت دنیوی کی تین اقسام ہیں:

(i) روح کی سعادت: جو ذکر الٰہی اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

(ii) بدن کی سعادت: اس کا حصول صحت، قوت، مفید غذاؤں اور دواؤں سے ممکن ہوتا ہے۔

(iii) سعادت خارجی: جو انسان کے نیک مطلوب ومقصد پر حاصل ہوتی ہے۔

۲۔ سعادت اخروی: یہ انسان کی منزل مقصود یعنی جنت ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

قرآن کریم میں کہا گیا ہے: ”جب تک آسمان وزمین قائم رہیں گے۔“

آسمان وزمین کا قیام دائمی نہیں ہے بلکہ ایک وقت آئے گا کہ یہ زوال پذیر ہو جائیں گے جس سے ثابت ہوتا ہے کفار و مشرکین کو جہنم میں عذاب بھی دائمی نہیں ہوگا بلکہ وقتی ہوگا جبکہ دیگر نصوص سے ثابت ہے کہ جہنم میں کفار کا عذاب وقتی یا عارضی نہیں ہے بلکہ مستقل ہے۔ اس اہم شبہ یا اعتراض کے متعدد جواب دیے گئے ہیں:

(i) آیت میں آسمان وزمین سے مراد دنیوی آسمان وزمین مراد نہیں بلکہ اخروی مراد ہیں جو جنت ودوزخ سے متعلق ہوں گے۔ اہل جنت، جنت میں فضا یا خلا کے نیچے نہیں ہوں گے بلکہ مشیت ایزدی سے کوئی سائبان ہوگا جو ہمیشہ ودائمی ہوگا، کیونکہ عربی زبان میں سائبان کو آسمان بھی کہا جاتا ہے۔

آخرت کے آسمان وزمین، دنیوی آسمان وزمین سے مختلف ہوں گے' اس پر یہ آیت دلیل ہے:

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ (ابراہیم:۴۸)

جس دن زمین دوسری زمین سے بدل جائے گی اور آسمان بھی۔

جنت ودوزخ کے آسمان وزمین، دنیوی آسمان وزمین سے مختلف اور مستقل ہوں گے تو اہل جنت اور اہل جہنم کا قیام بھی مستقل ہوگا جو خلود ودوام کی صفت سے متصف ہوگا۔

(ii) اگر اس آیت سے دنیوی آسمان وزمین مراد ہوں پھر بھی یہ آیت اہل جنت اور اہل جہنم کے قیام، دوام وخلود کے منافی نہیں ہے، کیونکہ اہل عرب کا طریقہ ہے کہ وہ جب کسی چیز کا دوام بیان کرتے ہیں تو آسمان وزمین کے قیام کو استعمال کرتے ہیں اور قرآن کریم بھی اہل عرب کے اسلوب پر نازل ہوا ہے۔ اس طرح آسمان وزمین کے قیام سے مراد خلود ودوام ہے، جس سے اہل جنت اور اہل جہنم کے قیام کا بھی دوام وخلود ثابت ہوتا ہے۔

(iii) یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مقدم کے ثبوت سے تالی کا ثبوت وابستہ ہوتا ہے جبکہ مقدم کی نفی تالی کی نفی کو مستلزم نہیں ہوتی مثلاً ہم یہ بات کہیں: اگر یہ انسان ہے' تو پھر حیوان ہے، یہ قضیہ درست ہے مگر یہ درست نہیں ہوسکتا کہ اگر یہ انسان نہیں ہے' تو پھر حیوان بھی نہیں ہوگا، اس لیے کہ یہ ممکن ہے وہ انسان نہ ہو لیکن گھوڑا ہو۔ علی ھذا القیاس جب تک آسمان وزمین قائم ہیں، وہ دوزخ میں رہیں گے، یہ اس بات کو ہرگز مستلزم نہیں ہے کہ آسمان وزمین معدوم ہو جانے سے وہ جہنم میں موجود نہ ہوں۔

ایک شبہ کا ازالہ:

مستشرقین کی طرف سے یہ شبہ پیدا کیا جاتا ہے کہ جب کفار زمانہ متناہی تک جرم کرتے رہے تو ان کی سزا بھی زمانہ متناہی ہونا چاہیے نہ کہ زمانہ غیر متناہی؟

جواب: کفار کو جو غیر متناہی زمانہ یعنی دائمی سزا دینے کا بیان ہوا ہے یہ ان کی دائمی نیت کے مطابق ہے، کیونکہ کفر کو اختیار کرنے کا ارادہ ان کا مستقل تھا نہ کہ عارضی ووقتی تھا۔

اس مقام پر مستشرقین کی طرف سے ایک یہ شبہ پیدا کیا جاتا ہے کہ کفار کو عذاب میں مبتلا کرنا غیر نافع وغیر مفید ہونے کی وجہ سے قبیح ہے یعنی اس عذاب سے نہ اللہ تعالیٰ کو فائدہ ہے، کیونکہ وہ تو مستغنی وبے پرواہ ہے اور نہ ہی اس سے مسلمانوں کا کوئی نفع و فائدہ ہے؟

جواب: (i) اس دلیل کے اعتبار سے کفار کو بالکل عذاب نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ دلیل کو دائمی عذاب سے خاص کرنا درست نہیں ہے۔

(ii) کفار ومشرکین کو عذاب دینا اللہ تعالیٰ کا عدل اور ان کے جرم کے عین مطابق ہے، جس میں نفع وضرر کو پیش نظر نہیں رکھا گیا۔

غیر مسلموں کو دائمی عذاب دینے کے دلائل:

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ کفار ومشرکین کو دائمی عذاب دیا جائے گا، جس میں انقطاع نہیں ہوگا، اس سلسلے میں قرآن وسنت کے کثیر دلائل موجود ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱- ارشاد ربانی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (النساء:۴۸)

"بیشک اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں کرے گا اور اس کے علاوہ جسے چاہے گا، اسے معاف کردے گا۔"

۲- ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ (النساء:۵۶)

''بیشک جن لوگوں نے ہماری آیات کا انکار کیا، ہم انہیں عنقریب عذاب میں مبتلا کریں گے، جب ان کی کھالیں جل جائیں گی تو ہم انہیں نئی کھالوں سے بدل ڈالیں گے تاکہ وہ عذاب چکھیں۔''

۳-ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَ هُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓىِٕكَ عَلَیْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓىِٕكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ○ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ۚ لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ ○ (البقرہ:۱۶۲-۱۶۱)

''بیشک جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور کفر کی حالت میں وہ مرے تو ان پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ ان کے عذاب میں کمی نہیں کی جائے گی اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔''

اہل جنت کے جنت میں اور اہل جہنم کے جہنم میں ہمیشہ رہنے کے بارے میں احادیث مبارکہ:

مسلمان ہمیشہ جنت میں اور کفار ومشرکین ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ وہ مسلمان جو بطور سزا جہنم میں ڈالے جائیں گے، ان کو وہاں سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا۔ اس مضمون کے حوالے سے چند ایک احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں:

۱-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک منادی یوں اعلان کرے گا: اے اہل جنت! تم ہمیشہ صحت مند رہو گے اور کبھی علیل نہیں ہو گے، تم ہمیشہ زندہ رہو گے اور تمہیں موت نہیں آئے گی، تم ہمیشہ جوان رہو گے اور کبھی بوڑھے نہیں ہو گے، تم ہمیشہ نعمتوں میں رہو گے اور کبھی تنگدست نہیں ہو گے۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث:۲۸۳۷)

۲-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: موت کو ایک مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا اور اسے جنت و دوزخ کے درمیان ذبح کر دیا جائے گا۔ پھر ایک منادی یہ اعلان کرے گا: اے اہل جنت! وہ سر اٹھا کر منادی کی جانب دیکھیں گے۔ منادی کہے گا: کیا تمہیں علم ہے کہ یہ کیا چیز ہے؟ وہ جواب میں کہیں گے: ہاں! یہ موت ہے اور سب اس کو دیکھیں گے۔ پھر منادی اعلان کرے گا: اے اہل جہنم! وہ اپنے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھیں گے، منادی سوال کرے گا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟ وہ جواب میں کہیں گے: ہاں! یہ موت ہے اور سب لوگ اسے دیکھ لیں گے۔ پھر مینڈھے کی شکل میں وہ ذبح کی جائے گی۔ پھر منادی اعلان کرے گا: اے اہل جنت! تم ہمیشہ رہو گے اور اب موت نہیں ہے۔ اے اہل نار! تم اس میں ہمیشہ رہو گے اور اب موت نہیں ہو گی۔

۳-ارشاد ربانی ہے:

لَا یَذُوْقُوْنَ فِیْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى ۚ (الدخان:۵۶)

''وہ اس (جنت) میں موت کا مزہ نہیں چکھیں گے سوائے پہلی موت کے۔''

ان روایات وآیت قرآنی سے ثابت ہوا کہ اہل جنت دائمی طور پر جنت میں رہیں گے، انہیں پریشانی، موت اور مرض لاحق نہیں ہوگا۔ اسی طرح کفار ومشرکین اسلام اور اللہ تعالیٰ کے انکار وعداوت کے نتیجہ میں جہنم میں ڈالے جائیں گے، یہ ان کا عذاب دائمی ہوگا، ان کے اجسام جل جانے کی صورت میں انہیں نئے اجسام فراہم کیے جائیں گے اور ان کے عذاب میں کمی نہیں ہوگی۔

3037 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْاَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

متنِ حدیث: جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ عَالَجْتُ امْرَاَةً فِيْ اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ وَاِنِّيْ اَصَبْتُ مِنْهَا مَا دُوْنَ اَنْ اَمَسَّهَا وَاَنَا هٰذَا فَاقْضِ فِيَّ مَا شِئْتَ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ لَقَدْ سَتَرَكَ اللّٰهُ لَوْ سَتَرْتَ عَلٰى نَفْسِكَ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا فَانْطَلَقَ الرَّجُلُ فَاَتْبَعَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا فَدَعَاهُ فَتَلَا عَلَيْهِ (وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذَّاكِرِيْنَ) اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ هٰذَا لَهُ خَاصَّةً قَالَ لَا بَلْ لِلنَّاسِ كَافَّةً

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اختلافِ سند: وَهٰكَذَا رَوٰى اِسْرَآئِيْلُ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْاَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَرَوٰى سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ وَرِوَايَةُ هٰؤُلَاءِ اَصَحُّ مِنْ رِوَايَةِ الثَّوْرِيِّ وَرَوٰى شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى النَّيْسَابُوْرِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنِ الْاَعْمَشِ وَسِمَاكٌ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ الْاَعْمَشَ وَقَدْ رَوٰى سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت عبداللہ (بن مسعود رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں، ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے آبادی سے باہر ایک عورت کے ساتھ تعلق قائم کیا اور صحبت کرنے کے علاوہ اس کے ساتھ سب کچھ کیا۔ اب میں آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوں، آپ ﷺ میرے بارے میں جو چاہیں فیصلہ کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارا پردہ رکھا تھا۔ اگر تم بھی اپنی ذات کا پردہ رکھتے تو یہ زیادہ بہتر تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس شخص کو کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر وہ شخص چلا گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس شخص کے پیچھے ایک اور شخص کو بھیجا اور اسے بلوایا پھر اس کے سامنے یہ آیت تلاوت کی:

''تم دن کے دونوں کناروں میں اور رات کے کچھ حصے میں نماز قائم کرو بے شک نیکیاں گناہوں کو ختم کر دیتی ہیں یہ نصیحت حاصل کرنے والوں کے لیے نصیحت ہے''۔

3037۔ اخرجه احمد (۱/ ۴۰۶)۔

تو حاضرین میں سے ایک شخص نے عرض کی، کیا یہ حکم صرف اس شخص کے لیے خاص ہے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا' بلکہ سب لوگوں کے لیے (عام حکم ہے)۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس روایت کو اسرائیل نامی راوی نے سماک کے حوالے سے' ابراہیم کے حوالے سے' علقمہ اور اسود کے حوالے سے' اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

جبکہ شعبہ نے اسے سماک کے حوالے سے' ابراہیم کے حوالے سے' اسود کے حوالے سے' عبداللہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

سفیان ثوری نے سماک کے حوالے سے' ابراہیم کے حوالے سے' عبدالرحمٰن بن یزید کے حوالے سے' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

ان تمام حضرات کی نقل کردہ روایت ثوری کی روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

محمد بن یحییٰ نیشاپوری نے محمد بن یوسف کے حوالے سے' سفیان ثوری کے حوالے سے' اعمش اور سماک کے حوالے سے' ابراہیم کے حوالے سے' عبدالرحمٰن بن یزید کے حوالے سے' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند روایت نقل کی ہے۔

محمود بن غیلان نے فضل بن موسیٰ کے حوالے سے' سفیان کے حوالے سے' سماک کے حوالے سے' ابراہیم کے حوالے سے' عبدالرحمٰن بن یزید کے حوالے سے' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اس کی مانند روایت نقل کی ہے' تاہم انہوں نے اس کی سند میں اعمش سے منقول ہونے کا ذکر نہیں کیا۔

سلیمان تیمی نے اس روایت کو ابوعثمان نہدی کے حوالے سے' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

3038 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِىْ لَيْلٰى عَنْ مُّعَاذٍ

متنِ حدیث: قَالَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ رَجُلًا لَقِيَ امْرَاَةً وَّلَيْسَ بَيْنَهُمَا مَعْرِفَةٌ فَلَيْسَ يَاْتِى الرَّجُلُ شَيْئًا اِلٰى امْرَاَتِهٖ اِلَّا قَدْ اَتٰى هُوَ اِلَيْهَا اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ يُجَامِعْهَا قَالَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ (وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذَّاكِرِيْنَ) فَاَمَرَهٗ اَنْ يَّتَوَضَّاَ وَيُصَلِّيَ قَالَ مُعَاذٌ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَهِيَ لَهٗ خَاصَّةً اَمْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ عَامَّةً قَالَ بَلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ عَامَّةً

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ لَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِمُتَّصِلٍ

3038۔ اخرجه احمد (٥/٢٤٤).

توضیح راوی: عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِیْ لَيْلٰى لَمْ يَسْمَعْ مِنْ مُّعَاذٍ وَّمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ مَاتَ فِیْ خِلَافَةِ عُمَرَ وَقُتِلَ عُمَرُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِیْ لَيْلٰى غُلَامٌ صَغِيْرٌ ابْنُ سِتِّ سِنِيْنَ وَقَدْ رَوٰى عَنْ عُمَرَ وَرَآهُ وَرَوٰى شُعْبَةُ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَيْلٰى عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلٌ

◆◆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! ایسے شخص کے بارے میں کیا رائے ہے' جو کسی عورت سے ملتا ہے حالانکہ ان کے درمیان پہلے کوئی جان پہچان نہیں ہے' اور کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ جو تعلق قائم کرتا ہے وہ اس کے ساتھ سب کچھ کر لیتا ہے' البتہ اس کے ساتھ صحبت نہیں کرتا۔

راوی بیان کرتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

''دن کے دونوں کناروں میں اور رات کے کچھ حصے میں نماز قائم کرو، بے شک نیکیاں گناہوں کو ختم کر دیتی ہیں، یہ نصیحت ان لوگوں کے لیے ہے' جو نصیحت حاصل کرتے ہیں۔''

تو نبی اکرم ﷺ نے اس شخص کو یہ ہدایت کی: وہ وضو کر کے نماز ادا کرے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! کیا یہ اس کے لیے مخصوص ہے' یا سب اہلِ ایمان کے لیے عام ہے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ تمام اہلِ ایمان کے لیے عام ہے۔

اس حدیث کی سند متصل نہیں ہے۔

عبدالرحمٰن بن ابولیلیٰ نامی راوی نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے احادیث کا سماع نہیں کیا ہے' کیونکہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا انتقال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں ہوا تھا اور جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے اس وقت عبدالرحمٰن بن ابولیلیٰ ابھی چھ سال کے بچے تھے۔

عبدالرحمٰن بن ابولیلیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' احادیث نقل کی ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زیارت بھی کی ہوئی ہے۔

شعبہ نامی راوی نے اس حدیث کو عبدالملک بن عمر کے حوالے سے' عبدالرحمٰن بن ابولیلیٰ کے حوالے سے ''مرسل'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

3039 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَجُلًا اَصَابَ مِنِ امْرَاَةٍ قُبْلَةَ حَرَامٍ فَاَتَى النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهٗ عَنْ كَفَّارَتِهَا فَنَزَلَتْ (وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ) فَقَالَ الرَّجُلُ اِلَیَّ هٰذِهٖ يَا

3039۔ اخرجه البخاری (۱۲/۲): كتاب اموالقيت الصلاة: باب: الصلاة كفارة حديث (۵۲۶) طرفه فی (۴۶۸۷)، مسلم (۲۱۱۵/۴): كتاب التوبة: باب: قوله تعالىٰ (ان الحسنت يذهبن السيات)، (هود: ۱۱۴)، حديث (۳۹، ۴۰/۲۷۶۳)، و ابن ماجه (۴۴۷/۱): كتاب اقامة الصلاة و السنة فيها: باب: ما جاء من ان الصلاة كفارة، حديث (۱۳۹۸)، و حديث (۴۲۵۴)، و احمد (۳۸۵/۱، ۴۳۰) وابن خزيمة (۱۶۱/۱)، حديث (۳۱۲)۔

رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ لَكَ وَلِمَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ اُمَّتِىْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ ابوعثمان نہدی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، ایک شخص نے ایک عورت کا بوسہ لیا جو اس کے لیے حرام تھا۔ پھر وہ شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے اس کے کفارے کے بارے میں دریافت کیا؟ تو یہ آیت نازل ہوئی:

"دن کے دونوں کناروں میں اور رات کے کچھ حصے میں نماز قائم کرو۔"

اس شخص نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! کیا یہ میرے لیے مخصوص ہے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ تمہارے لیے بھی ہے اور میری امت کا جو بھی فرد اس پر عمل کرے اس کے لیے بھی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3040 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا قَيْسُ بْنُ الرَّبِيْعِ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ عَنْ مُوْسٰى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ اَبِى الْيَسَرِ قَالَ

متنِ حدیث: اَتَتْنِىْ امْرَاَةٌ تَبْتَاعُ تَمْرًا فَقُلْتُ اِنَّ فِى الْبَيْتِ تَمْرًا اَطْيَبَ مِنْهُ فَدَخَلَتْ مَعِىْ فِى الْبَيْتِ فَاَهْوَيْتُ اِلَيْهَا فَتَقَبَّلْتُهَا فَاَتَيْتُ اَبَا بَكْرٍ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ قَالَ اسْتُرْ عَلٰى نَفْسِكَ وَتُبْ وَلَا تُخْبِرْ اَحَدًا فَلَمْ اَصْبِرْ فَاَتَيْتُ عُمَرَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ اسْتُرْ عَلٰى نَفْسِكَ وَتُبْ وَلَا تُخْبِرْ اَحَدًا فَلَمْ اَصْبِرْ فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ اَخَلَفْتَ غَازِيًا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فِىْ اَهْلِهِ بِمِثْلِ هٰذَا حَتّٰى تَمَنّٰى اَنَّهُ لَمْ يَكُنْ اَسْلَمَ اِلَّا تِلْكَ السَّاعَةَ حَتّٰى ظَنَّ اَنَّهُ مِنْ اَهْلِ النَّارِ قَالَ وَاَطْرَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَوِيْلًا حَتّٰى اَوْحَى اللّٰهُ اِلَيْهِ (وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ) اِلٰى قَوْلِهِ (ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ) قَالَ اَبُو الْيَسَرِ فَاَتَيْتُهُ فَقَرَاَهَا عَلَىَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَصْحَابُهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلِهٰذَا خَاصَّةً اَمْ لِلنَّاسِ عَامَّةً قَالَ بَلْ لِلنَّاسِ عَامَّةً

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ وَقَيْسُ بْنُ الرَّبِيْعِ ضَعَّفَهُ وَكِيْعٌ وَغَيْرُهُ وَاَبُو الْيَسَرِ هُوَ كَعْبُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ وَرَوٰى شَرِيْكٌ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ هٰذَا الْحَدِيْثَ مِثْلَ رِوَايَةِ قَيْسِ بْنِ الرَّبِيْعِ

فى الباب: قَالَ: وَفِى الْبَابِ عَنْ اَبِىْ اُمَامَةَ وَوَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ وَاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

◆◆ حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک مرتبہ ایک خاتون کھجوریں خریدنے کے لیے میرے پاس آئی تو میں نے اس سے کہا: گھر کے اندر اس سے زیادہ اچھی کھجوریں پڑی ہوئی ہیں، تو وہ میرے ساتھ گھر کے اندر داخل ہوئی، میں اس کی طرف بڑھا اور میں نے اس کا بوسہ لے لیا، پھر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس واقعے کا تذکرہ کیا' تو انہوں نے

فرمایا: تم اپنی ذات پر پردہ رکھو! توبہ کرو اور اس کے بارے میں کسی کو نہ بتانا' لیکن مجھ سے صبر نہیں ہوا۔ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے اس بات کا تذکرہ کیا' تو آپ نے فرمایا: تم اپنی ذات پر پردہ رکھو! اور توبہ کرو اور اس کے بارے میں کسی کو بتانا' لیکن مجھ سے صبر نہیں ہوا اور میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' اور اس بات کا تذکرہ آپ ﷺ کے سامنے کیا' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (کیا تم نے اللہ کی راہ میں جانے والے شخص کی غیر موجودگی میں اس کی بیوی کے ساتھ یہ حرکت کی ہے) (راوی بیان کرتے ہیں)، یہاں تک ابوالیسر نے یہ آرزو کی کہ کاش وہ اسی وقت اسلام لائے ہوتے۔ انہوں نے یہ سمجھا کہ وہ جہنمی ہیں۔

(حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) نبی اکرم ﷺ نے خاصی دیر تک اپنے سر کو جھکائے رکھا، یہاں تک کہ آپ ﷺ کی طرف یہ وحی نازل کی گئی۔

''دن کے دونوں کناروں اور رات کے کچھ حصے میں نماز قائم کرو۔ بے شک نیکیاں گناہوں کو ختم کر دیتی ہیں یہ نصیحت ان کے لیے ہے' جو نصیحت حاصل کرتے ہیں۔''

حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' تو آپ ﷺ نے یہ آیت میرے سامنے تلاوت کی' تو آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! یہ حکم اس کے لیے مخصوص ہے؟ یا سب لوگوں کے لیے عام ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ سب کے لیے عام ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

قیس بن ربیع نامی راوی کو وکیع اور دیگر محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔

حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ کا نام کعب بن عمرو ہے۔

شریک نامی راوی نے اس روایت کو عثمان بن عبداللہ سے اسی طرح نقل کیا ہے۔ جس طرح قیس بن ربیع نے نقل کیا ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ' حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہم) سے احادیث منقول ہیں۔

شرح

نیکیوں کے سبب گناہوں کا مٹنا:

ارشاد ربانی ہے:

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ۝

(ھود: ۱۱۴)

''دن کے دونوں طرفوں اور رات کے کچھ حصہ میں نماز قائم کریں۔ بیشک نیکیاں، گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔ یہ ان لوگوں

کے لیے نصیحت ہے جو نصیحت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔"

اس آیت کی تفسیر احادیث باب میں بیان کی گئی ہے، جن کا اختصار یہ ہے کہ جب کسی شخص سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو نیکی کرنے کے سبب اس کی غلطی مٹ جاتی ہے مثلاً کسی غیر محرم عورت کا بوسہ لے لیتا ہے، تو اس کا کفارہ یہی ہے کہ کوئی نیکی کرے۔ روایات میں موجود ہے کہ ایک نماز سے لے کر دوسری نماز تک، ایک رمضان سے لے کر دوسرے رمضان تک، ایک حج سے لے کر دوسرے حج تک، ایک عمرہ سے لے کر دوسرے عمرہ تک اور ایک جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ تک انسان سے جو غلطیاں یا گناہ سرزد ہوتے ہیں، وہ ان اعمال صالحہ کی وجہ سے معاف ہو جاتے ہیں جبکہ کبیرہ گناہوں سے احتراز کیا جائے۔ اگر کوئی شخص کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے مثلاً زنا کاری اور قتل وغیرہ تو محض نیک اعمال کرنے سے ایسا گناہ نہیں مٹتا، کیونکہ اس کی شریعت نے سزا مقرر کی ہوئی ہے جو بھگتنا ہوگی۔

نماز کی اہمیت وفضیلت:

اس آیت میں لفظ "حسنات" سے مراد ہر نیک عمل ہے، جس کے کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رضاء وخوشنودی حاصل ہو سکتی ہو مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور صدقہ وغیرہ۔ لفظ "السَّيِّاٰتِ" سے مراد ہر برا عمل ہے، جس کے مرتکب ہونے سے انسان گھن کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص دانستہ یا نادانستہ طور پر کسی غلطی یا گناہ کا ارتکاب کرتا ہے، تو اس کے بعد کوئی عمل صالحہ کر لیتا ہے مثلاً نماز پڑھ لیتا ہے، اس کی برکت سے وہ معاف ہو جاتا ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کسی معاملہ میں پریشان ہوتے یا فکر مند ہوتے، تو نماز ادا فرماتے تھے۔

دن کی دونوں طرفوں کے بارے میں اقوال صحابہ وتابعین:

زیر مطالعہ آیت میں "طَرَفَيِ النَّهَارِ" الفاظ استعمال ہوئے ہیں یعنی دن کی دونوں طرفوں میں نماز قائم کرو۔ اس آیت میں دونوں طرفوں سے مراد کیا ہے؟ اس بارے میں صحابہ کرام اور تابعین کے مختلف اقوال ہیں:

۱- حضرت امام مجاہد اور محمد بن کعب رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک دن کی دونوں طرفوں سے مراد نماز فجر، نماز ظہر اور نماز عصر ہیں۔

۲- حضرت ابن عباس، حضرت حسن اور حضرت ابن زیاد رحمہم اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ دونوں طرفوں سے مراد نماز فجر اور نماز مغرب ہیں۔

۳- حضرت امام ضحاک اور قتادہ رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس سے مراد نماز فجر اور نماز عصر ہے۔

۴- حضرت امام ابن جریر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: دن کی دونوں طرفوں کے بارے میں اولیٰ یہی ہے کہ فجر اور مغرب کے اوقات مراد لیے جائیں۔

وجوب وتر کے بارے میں امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی تائید:

خواہ "طَرَفَيِ النَّهَارِ" کی مراد میں متعدد اقوال ہیں لیکن سب سے قریب اور اولیٰ قول یہ ہے کہ اس سے مراد نماز فجر اور نماز

عصر لی جائے، اس لیے دونوں طرفوں میں سے ایک طرف طلوع شمس ہے اور دوسری جانب غروب شمس ہے۔ طرف اول سے فجر کی نماز اور طرف ثانی سے نماز مغرب مراد لینا درست نہیں ہے، کیونکہ زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ میں رات کا کچھ حصہ بھی شامل ہے۔ لہٰذا مناسب ترین یہی ہے کہ نماز فجر اور نماز عصر مراد ہوں۔

اس بحث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نماز فجر اجالے میں ادا کرنا بھی مستحب ہے، اس طرح طرف نہار واضح ہو جائے گا۔ اس سے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مؤقف کی تائید ہوتی ہے، کیونکہ آپ اس بات کے قائل ہیں کہ نماز فجر کو اجالا میں پڑھنا چاہیے جبکہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز فجر کو تاریکی میں ادا کرنا افضل ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہر موسم میں نماز عصر تاخیر سے پڑھنا بھی مستحب ہے، اور نماز عصر مؤخر کرنے سے اس کا وقت غروب شمس کے قریب پہنچ جائے گا۔

اسی آیت میں فرمایا گیا ہے: زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ لفظ "زُلَفًا" جمع ہے اس سے مراد رات کے تین قریبی اوقات ہیں، اس لیے کہ جمع کے کم از کم افراد تین ہیں۔ وہ تین افراد یہ ہو سکتے ہیں:

(۱) نماز مغرب۔ (۲) نماز عشاء۔ (۳) تیسرا وقت بھی ان دو وقتوں کے قریب ہونا چاہیے، وہ نماز وتر ہو سکتی ہے۔ جس سے نماز وتر کا وجوب ثابت ہے، کیونکہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہی مؤقف ہے جبکہ دیگر آئمہ فقہ کے نزدیک نماز وتر سنت ہے۔

نماز پنجگانہ کی برکت سے گناہ معاف ہونے کے حوالہ سے احادیث مبارکہ:

جمہور صحابہ اور تابعین کا مؤقف ہے کہ نماز پنجگانہ ادا کرنے کی برکت سے انسان کے گناہ اس طرح ڈھل جاتے ہیں جس طرح پانی سے میل کچیل ڈھل جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں چند احادیث مبارکہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھا، اس دوران ایک شخص حاضر ہوا۔ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں گناہ کا مرتکب ہوا ہوں، آپ مجھ پر حد جاری کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار کی، نماز کا وقت آنے پر اس نے آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ جب آپ نے نماز سے فراغت حاصل کی تو وہ شخص آپ کے سامنے کھڑا ہوا اور عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ! میں گناہ کا مرتکب ہوا ہوں۔ آپ مجھ پر کتاب اللہ کا حکم نافذ کریں! آپ نے دریافت کیا: کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز ادا کی ہے؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے نماز ادا کی ہے۔ آپ نے فرمایا: تمہاری نماز کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہارا گناہ معاف کر دیا ہے۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۶۸۲۳)

۲- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: میں نے مدینہ کے ایک حصہ میں ایک عورت کو گرا لیا، اس کے ساتھ جماع کے علاوہ سب کچھ کیا اور میں حاضر خدمت ہوا ہوں کہ میرے بارے میں آپ کا کیا حکم ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آپ کا پردہ رکھا تھا کاش آپ بھی اپنا پردہ رکھتے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا۔ وہ شخص روانہ ہو گیا، آپ نے اسے طلب فرمایا اور اس کے سامنے یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ۝ (ھود: ۱۱۴) لوگوں میں سے ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا یہ حکم اس کے ساتھ خاص ہے؟ آپ نے جواب دیا: نہیں! یہ حکم سب کے لیے ہے۔

۳- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بتاؤ تم میں سے کسی شخص کے دروازہ کے سامنے نہر جاری ہو اور وہ اس میں ایک دن میں پانچ بار غسل کرے تو اس کے جسم پر میل کچیل باقی رہے گا؟ صحابہ نے جواب دیا: نہیں! آپ نے فرمایا: پنجگانہ نمازوں کی بھی ایسی مثال ہے، اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو ان کے سبب معاف کردے گا۔ (سنن نسائی، رقم الحدیث: ۴۶۱)

۴- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام حمران کا بیان ہے کہ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ پانی کا ایک برتن طلب کیا تین مرتبہ پانی انڈیل کر اپنے ہاتھوں کو دھویا، پھر دایاں ہاتھ برتن میں داخل کر کے پانی حاصل کیا اور کلی کی، ناک میں پانی ڈالا، تین بار اپنے چہرے کو دھویا، تین بار اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھویا، اپنے سر کا مسح کیا، پھر اپنے پاؤں ٹخنوں سمیت تین بار دھوئے اور کہا: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے میرے وضو جیسا وضو کیا، پھر اس نے دو رکعت نماز ادا کی جس میں کوئی بات نہ کی ہو، تو اس کے پہلے تمام گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔ (مصنف عبدالرزاق، رقم الحدیث: ۱۳۹)

نفلی نماز سے گناہ معاف ہونا:

نماز پنجگانہ کی طرح نوافل ادا کرنے سے بھی گناہ معاف کیے جاتے ہیں، اس سلسلے میں چند روایات ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے رمضان المبارک میں قیام کیا، اس کے پہلے تمام گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۷۵۹)

۲- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے شب قدر میں قیام کیا، اس کے پہلے تمام گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔ (سنن نسائی، رقم الحدیث: ۲۲۰۶)

۳- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے روزہ رکھا، اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۷۶۰)

۴- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں سنا: جس شخص نے حج کیا، دوران حج اس نے جماع نہ کیا، نہ جماع کرنے کی باتیں کی ہوں، نہ کوئی گناہ کیا ہو تو حج کے بعد وہ اس طرح گھر پلٹتا ہے کہ اس کے ذمہ کوئی گناہ نہیں ہوتا جس طرح پیدا ہوتے وقت اس کے ذمہ کوئی گناہ نہیں تھا۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۲۸۸۹)

۵- حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان کھڑے ہو کر فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا اور اللہ پر ایمان لانا افضل عمل ہے، ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! یہ بتائیں کہ اگر میں اللہ کی راہ میں

قتل کیا جاؤں تو اس سے میرے تمام گناہ معاف جائیں گے؟ آپ نے جواب دیا: ہاں! بشرطیکہ بوقت قتل تم صبر کرنے والے ہو، ثواب کی نیت ہو، آگے بڑھ کر حملہ کرنے والے ہو اور دشمن سے پیٹھ پھیرنے والے نہ ہو۔ پھر آپ نے فرمایا: تم نے کیا کہا تھا؟ اس نے عرض کیا: کیا اللہ کی راہ میں قتل ہونا میرے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اس شرط کے ساتھ کہ تم صبر کرنے والے ہو، ثواب کی نیت ہو، آگے بڑھ کر حملہ کرنے والے ہو اور دشمن سے پیٹھ پھیرنے والے نہ ہو ماسوا قرض کے، یہ بات حضرت جبرائیل (علیہ السلام) نے مجھ سے ابھی کہی ہے۔ (مؤطا امام مالک، رقم الحدیث: ۹۳۳)

۶-حضرت ابن شماسہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم لوگ حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ قریب المرگ ہونے کی وجہ سے رو رہے تھے، انہوں نے کہا: جب میں مسلمان ہوا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! آپ اپنا دست اقدس بڑھائیں تا کہ میں بیعت کرنے کی سعادت حاصل کروں؟ آپ نے اپنا دست اقدس دراز کیا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمرو! کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرا ارادہ ہے کہ میں کچھ شرائط عائد کرلوں! آپ نے فرمایا: تم کیا شرط لگانا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا: میری مغفرت کردی جائے! آپ نے فرمایا: اے عمرو! تمہیں یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ اسلام قبول کرنے سے پہلے تمام گناہ مٹ جاتے ہیں، ہجرت کرنے سے پہلے گناہ مٹ جاتے ہیں اور حج کرنے سے پہلے گناہ مٹ جاتے ہیں۔ (صحیح ابن خزیمہ، رقم الحدیث: ۲۵۱۵)

اعمال صالحہ سے گناہ صغیرہ یا کبیرہ مٹنے میں مذاہب:

سابقہ روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ اعمال صالحہ سے گناہ مٹ جاتے ہیں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ اعمال صالحہ کرنے سے کبیرہ گناہ مثلاً ترک فرض اور ارتکاب حرام وغیرہ مٹ جاتے ہیں یا صرف گناہ صغیرہ مثلاً ترک واجب اور ارتکاب مکروہ تحریمی مٹتے ہیں؟ اس بارے میں اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-فقہاء کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اعمال صالحہ سے صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں جبکہ کبیرہ گناہ توبہ سے یا اللہ تعالیٰ کے فضل محض سے یا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے معاف ہوتے ہیں۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ نمازیں، ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک گناہوں کا کفارہ ہیں جبکہ کبائر سے اجتناب کیا جائے۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۳۳)

حضرت امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اعمال صالحہ سے صغائر معاف ہوتے ہیں اور کبائر اعمال صالحہ سے معاف نہیں ہوتے۔ حضرت قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: جو حدیث میں مذکور ہے یہی اہل سنت کا مذہب ہے، کیونکہ کبائر کی معافی توبہ سے یا اللہ تعالیٰ کے فضل محض ورحمت سے ہوتی ہے۔ حضرت امام ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نماز، روزہ اور حج کبائر کا کفارہ نہیں ہو سکتے، کبائر کا کفارہ صرف توبہ ہے۔ علامہ ابن البر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: اس بات پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ کبائر کا کفارہ محض توبہ ہے۔ (تحفۃ الاحوذی، ج: اص: ۶۵۴)

۲-فرقہ مرجئہ وغیرہ کا مؤقف ہے کہ اعمال صالحہ سے انسان کے تمام گناہ مٹ جاتے ہیں خواہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ ہوں۔ ان

کی دلیل یہ ہے کہ سب سے بڑی نیکی ایمان ہے اور سب سے بڑا گناہ کفر ہے، ایمان لانے سے جب کفر کا خاتمہ ہو جاتا ہے تو پھر اس سے چھوٹے درجے کے گناہ بھی بغیر توبہ کے محض اعمال صالحہ سے مٹنے چاہئیں۔

اہل سنت کی طرف سے اس فرقہ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ یہ محض عقلی وقیاسی دلیل جبکہ اس کے مقابل نص قطعی یعنی قرآن کا فیصلہ ہے: نماز نہ پڑھنے، زکوٰۃ نہ دینے، سود کھانے، قتل کرنے اور مال یتیم کھانے سے انسان کو عذاب دیا جائے گا۔ یہ مضمون احادیث مبارکہ سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں صبر کرنے کا بھی حکم ہے اور ایک معنیٰ کے لحاظ سے نماز کی مشقت پر صبر کرنا مراد ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا (طٰہٰ:۱۳۲)

''اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کریں اور اس کی مشقت پر صبر سے کام لیں۔''

علاوہ ازیں نص قطعی کے مقابل قیاس مردود ہوتا ہے۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ يُوْسُفَ

باب 13: سورۂ یوسف سے متعلق روایات

3041 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ الْخُزَاعِيُّ الْمَرْوَزِيُّ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: إِنَّ الْكَرِيْمَ ابْنَ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ يُوْسُفُ بْنُ يَعْقُوْبَ بْنِ إِسْحٰقَ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ وَلَوْ لَبِثْتُ فِي السِّجْنِ مَا لَبِثَ يُوْسُفُ ثُمَّ جَائَنِي الرَّسُوْلُ اَجَبْتُ ثُمَّ قَرَاَ (فَلَمَّا جَائَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَاسْاَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ اللَّاتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ) قَالَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلٰى لُوْطٍ اِنْ كَانَ لَيَاْوِيْ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ اِذْ قَالَ (لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ) فَمَا بَعَثَ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِهٖ نَبِيًّا اِلَّا فِيْ ذِرْوَةٍ مِّنْ قَوْمِهٖ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ وَعَبْدُ الرَّحِيْمِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو نَحْوَ حَدِيْثِ الْفَضْلِ بْنِ مُوْسٰى اِلَّا اَنَّهُ قَالَ مَا بَعَثَ اللّٰهُ بَعْدَهُ نَبِيًّا اِلَّا فِيْ ثَرْوَةٍ مِّنْ قَوْمِهٖ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو الثَّرْوَةُ الْكَثْرَةُ وَالْمَنَعَةُ

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ رِوَايَةِ الْفَضْلِ بْنِ مُوْسٰى وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: وہ معزز شخص جو ایک انتہائی معزز شخص کے صاحبزادے ہیں جو انتہائی معزز شخص کے صاحبزادے تھے جو انتہائی معزز شخص کے صاحبزادے تھے وہ یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے، جتنا عرصہ حضرت یوسف علیہ السلام قید میں رہے اگر میں اتنا عرصہ قید میں رہتا (پھر

3041- اخرجه البخاري في (الادب المفرد) ص (١٧٧)، حديث (٦٠٩)، ص (٢٦١)، حديث (٩٠٢)، واحمد (٣٢٢/٢، ٣٤٦، ٣٨٤، ٣٨٩، ٤١٦).

میرے پاس حکمران کا) قاصد آتا تو میں اس کے ساتھ چلا جاتا، پھر نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

''جب اس کے پاس قاصد آیا' تو اس نے کہا: تم اپنے آقا کے پاس جاؤ اور دریافت کرو! ان عورتوں کا کیا معاملہ تھا' جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے۔''

نبی اکرم ﷺ نے یہ بات بھی ارشاد فرمائی ہے: اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام پر رحم کرے، انہوں نے ایک زبردست ستون کی پناہ حاصل کرنا چاہی تھی، اللہ تعالیٰ نے ان کے بعد جس بھی نبی کو مبعوث کیا اسے اس کی اپنی قوم کی طرف بھیجا۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

مَا بَعَثَ اللّٰهُ بَعْدَهُ نَبِيًّا اِلَّا فِي ثَرْوَةٍ مِّنْ قَوْمِهٖ

(اللہ تعالیٰ نے ان کے بعد جس بھی نبی کو مبعوث کیا اسے اس کی اپنی قوم کی طرف بھیجا۔)

محمد بن عمرو نامی راوی بیان کرتے ہیں، لفظ ''ثَرْوَةٍ'' کا مطلب کثرت ہے' اور قوت ہے۔

(امام ترمذی بیان کرتے ہیں:) فضل بن موسیٰ نامی راوی کی روایت کے مقابلے میں یہ روایت زیادہ مستند ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

شرح

۱- حضرت یوسف علیہ السلام کی خاندانی عظمت وشان:

سورہ یوسف مکی ہے جو بارہ رکوع، ایک سو گیارہ (۱۱۱) آیات، ایک ہزار سات سو چھہتر (۱۷۷۶) کلمات اور سات ہزار نو سو چھیانوے (۷۹۹۶) حروف پر مشتمل ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْـَٔلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ؕ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ۝ (یوسف:۵۰)

اور بادشاہ نے کہا: یوسف کو میرے پاس لے آؤ، جب ان کے پاس قاصد آیا تو انہوں نے کہا: اپنے آقا کے پاس واپس جاؤ اور اس سے دریافت کرو ان عورتوں کا حال جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے، بیشک میرا پروردگار ان کی سازش سے باخبر ہے۔

حدیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا گیا: من اکرم الناس ؟ لوگوں میں سب سے زیادہ معزز کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جواب دیا گیا: اتقاهم لله! وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ پرہیزگار ہے۔ پھر عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! ہماری مراد دینی فضیلت مقصود نہیں ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا: حضرت یوسف علیہ السلام اللہ کے نبی، حضرت یعقوب علیہ السلام کے لخت جگر، حضرت اسحاق علیہ السلام کے پوتے اور اللہ

کے دوست حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پڑپوتے تھے۔ اس طرح حضرت یوسف علیہ السلام اپنی خاندانی عظمتوں کے مظہر وامین تھے۔ صحابہ نے عرض کیا: ہماری مراد یہ بھی نہیں ہے، اس میں کوئی شک نہیں حضرت یوسف علیہ السلام لوگوں میں سے زیادہ معزز اور اسلاف میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: آپ لوگ لوگوں کے قبائل کی حیثیت کے بارے میں دریافت کر رہے ہیں جن کے مختلف درجات ہوتے ہیں جس طرح کان سے برآمد ہونے والی دھاتیں مختلف نوعیت کی ہوتی ہیں۔ قبائل کی حالت بھی یہی ہے: خيارهم في الجاهلية خيارهم في الاسلام اذا فقهوا یعنی جو لوگ زمانہ جاہلیت میں بہتر تھے، وہ اسلام میں بھی بہتر ہیں بشرطیکہ دینی علم حاصل کریں۔ حاضرین ومخاطبین اس حقیقت سے آگاہ تھے کہ قبیلہ قریش سب سے زیادہ معزز ہے اور اب حالت اسلام میں معزز قبیلہ کا سراغ لگانا چاہتے تھے کہ اب سب سے زیادہ محترم قبیلہ کون سا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس حقیقت کو یوں آشکار کیا گیا کہ جو لوگ پہلے معزز تھے وہی اب بھی صاحب فضیلت ہیں لیکن ایک شرط ہے کہ وہ دینی و مذہبی سوچ رکھتے ہوں۔ اس سلسلے میں بطور مثال سادات کرام کو پیش کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ وہ بھی اس شرط سے مقید ہوں۔

(صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۳۳۸۳)

علم دین کی برکت سے قیامت کے دن علماء کی بخشش ہونا:

علم دین کی برکت اور فضیلت کے سبب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن علماء کی مغفرت فرمادے گا۔ اس بات کا ثبوت واقعہ حضرت یوسف علیہ السلام سے بھی ملتا ہے۔ ساقی حضرت یوسف علیہ السلام سے خواب کی تعبیر معلوم کر کے بادشاہ کے پاس پہنچا تو انہیں یہ تعبیر بہت پسند آئی اور انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے پاس طلب کیا۔ اس سے علم کی عظمت وفضیلت ثابت ہوتی ہے کہ جب علم کی برکت سے دنیوی مصیبت سے نجات حاصل ہو جاتی ہے' تو آخرت کے مصائب سے بھی یقیناً نجات حاصل ہوگی۔

علم دین کی فضیلت کے بارے میں چند ایک احادیث مبارکہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ علماء کرام کو جمع کرے گا اور انہیں یوں فرمائے گا: میں نے تمہارے دلوں میں علم وحکمت کی دولت اس لیے نہیں رکھی تھی کہ میں تمہیں عذاب دوں، تم لوگ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (کنز العمال، رقم الحدیث: ۲۸۸۹۴)

۲- حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن علماء کو اٹھائے گا پھر ان سے یوں مخاطب ہوگا: میں نے اپنا علم تمہیں اس لیے نہیں دیا تھا کہ تمہیں عذاب میں مبتلا کروں، جاؤ میں نے تم کو بخش دیا۔ (مجمع الزوائد، ج:۱، ص:۱۲۶)

۳- حضرت ثعلبہ بن الحکم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر فضل وکرم فرمانے کے لیے اپنی نشست پر جلوہ گر ہوگا تو وہ علماء سے یوں مخاطب ہوگا: میں نے اپنا علم وحکمت تمہیں اس لیے دیا تھا کہ میں تمہاری مغفرت کردوں اور میں بے نیاز ہوں۔ (المعجم الکبیر، رقم الحدیث: ۱۳۸۱)

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت یوسف علیہ السلام کی تحسین فرمانا:

جب بادشاہ کی طرف سے اس کا قاصد حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچا تو آپ نے قید خانہ سے نکلنے سے انکار کر دیا جب تک عائد شدہ تہمت سے برأت حاصل نہ ہو جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یوسف علیہ السلام کے اس جواب کی خوب تحسین فرمائی۔ اس سلسلے میں احادیث مبارکہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے طلب کیا جاتا تو میں فوراً پہنچ جاتا اور اپنے بے قصور ہونے کی حجت تلاش نہ کرتا۔ (جامع البیان، جز:۳، ص:۳۰۷)

۲- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کریم بن کریم بن کریم بن کریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم۔ آپ نے پھر فرمایا: اگر میں قید خانہ میں اتنا عرصہ ٹھہرا رہتا جتنا عرصہ حضرت یوسف علیہ السلام ٹھہرے رہے، پھر قاصد مجھے بلانے کے لیے آتا تو میں ضرور چلا جاتا، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی: فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰی رَبِّكَ فَسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِیْ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ ؕ (یوسف:۵۰) (المعجم الکبیر، ج:۹، رقم الحدیث:۱۷۲)

۳- حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے حضرت یوسف علیہ السلام کے صبر اور ان کے کرم پر تعجب ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے جب ان سے موٹی تازہ گایوں کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ اگر میں ان کی جگہ ہوتا تو میں کبھی جواب نہ دیتا اور جواب کے لیے میں یہ شرط عائد کرتا کہ وہ پہلے مجھے قید خانہ سے رہا کریں۔ مجھے حضرت یوسف کے صبر اور کرم پر تعجب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے کہ جب ان کے پاس قاصد آیا تھا اگر میں ہوتا تو دروازہ کے پاس پہنچ جاتا مگر حضرت یوسف علیہ السلام نے رہائی کے لیے یہ ارادہ کیا کہ ان کی حجت ظاہر ہو جائے۔
(مسند احمد، ج:۳، رقم الحدیث:۸۳۲۷)

جیل سے رہائی میں حضرت یوسف علیہ السلام کے توقف کرنے کی وجوہات:

جب بادشاہِ وقت کی طرف سے قاصد حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا اور پیشی کا پیغام لایا تو آپ نے قید خانہ سے رہائی حاصل کرنے کے لیے توقف سے کام لیا۔ اس کی متعدد وجوہات ہو سکتی ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱- سلطان وقت سے حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف سے یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ آپ کا بے قصور ہونا ان عورتوں سے دریافت کیا جائے، کیونکہ یہ آپ کی انتہائی درجہ کی پارسائی اور پاک دامن ہونے کو نمایاں کرتا ہے۔ اس لیے بالفرض اگر آپ میں ذرہ بھر بھی برائی میں ملوث ہونے کا اندیشہ ہوتا تو وہ عورتیں دوبارہ آپ پر الزام عائد کر سکتی تھیں۔

۲- اگر آپ بادشاہ کے طلب کرنے پر ان کے پاس فوراً پہنچ جاتے تو بادشاہ کے دل میں آپ پر لگائی گئی تہمت کی تاثیر باقی رہتی جبکہ بادشاہ کی تفتیش و تحقیق سے آپ کا پارسا اور بے گناہ ہونا واضح ہو گیا۔

۳- جو شخص عرصہ چودہ سال جیل میں رہا ہو، پھر اچانک اسے رہائی کا پروانہ تھمایا جائے تو وہ یقیناً بے خودی کے عالم میں بلا تردد باہر آنے کی کوشش کرے گا لیکن یہاں معاملہ برعکس ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے صبر و تحمل اور بردباری کی تصویر بن کر جو توقف

کا مظاہرہ کیا، اس سے یقینی طور پر آپ کی طہارت واحتیاط اور بے گناہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔

۴۔ساقی کی وساطت سے بادشاہ کے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر کرنے کے نتیجہ میں آپ کو مزید سات یا نو سال قید میں رہنا پڑا تھا، پھر قاصد کے ذریعے ملنے والے اپنی پیشی کے پیغام کو بالکل اہمیت نہ دی۔ اس سے ایک طرف بادشاہ کے حکم کو اہمیت نہ دینا اور دوسری طرف آپ کی پاک دامنی ثابت ہوتی ہے، یہ طرزِ عمل یقیناً نبی کی شایانِ شان ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی تحسین اور جیل بھرو تحریک کی ممانعت:

خاتم الانبیاء حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر میں حضرت یوسف علیہ السلام کی جگہ میں ہوتا اور بادشاہ کی طرف سے قاصد کے ذریعے رہائی کا پیغام ملنے پر فوراً رہا ہو جاتا۔ آپ کے اس ارشاد گرامی میں ایک طرف حضرت یوسف علیہ السلام کی تحسین پر روشنی پڑتی ہے کہ آپ صابر وشاکر اور اپنے معاملہ میں نہایت محتاط ثابت ہوئے، دوسری طرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ جیل بھرو تحریک منع ہے، جس طرح کہ ہمارے دور کے سیاستدان وقتی حکومت سے نجات حاصل کرنے کے لیے خود گرفتاری پیش کرتے اور کارکنوں کو گرفتاریاں پیش کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ تاہم نبی خواہ آزاد فضا میں ہو یا جیل خانہ میں وہ حقوق اللہ، حقوق العباد اور تبلیغ دین کا سلسلہ جاری رکھتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام بھی جیل خانہ میں نہایت مؤثر انداز میں اپنی قوم کو پیغام خداوندی پہنچاتے رہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی سنت یوسفی پر عمل کرتے ہوئے جیل میں تبلیغ دین کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے تھے اور رہائی کا پروانہ ملنے پر آپ نے قید خانہ کو ترجیح دی اور رہائی کے لیے چند شرائط عائد کیں جو تسلیم کیے جانے پر آپ نے رہائی اختیار فرمائی تھی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا تہمت لگانے والی عورتوں کے ناموں کا تعین نہ کرنا:

دورِ رسالت میں جب کسی صحابی سے غلطی سرزد ہو جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کا نام لیے بغیر عمومی حکم بیان کر دیتے تھے۔ یہ اسلوب یا طرزِ عمل اعلیٰ اخلاق کا مظہر ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف سے تہمت لگانے والی عورتوں بالخصوص عزیز مصر کی بیوی جس نے اس معاملہ میں اہم کردار ادا کیا تھا پھر سلطان سے شکایت لگانے میں بھی پیش پیش تھی، کا بھی نام تک نہیں لیا۔ آپ کے اس طرز اسلوب سے آپ کے اخلاق کریمانہ کا پتہ چلتا ہے۔

زنانِ مصر کی طرف سے حضرت یوسف علیہ السلام کے خلاف سازش کرنے کی وجوہات:

زنانِ مصر کا حسن مثالی اور مشہور تھا، حضرت یوسف علیہ السلام سراپا حسن تھے، وہ آپ پر فریفتہ ہوئیں، بالخصوص عزیز مصر کی بیوی اس بارے میں پیش پیش تھی۔ سوال یہ ہے کہ زنانِ مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام پر تہمت کیوں عائد کی تھی؟ اس کی کئی وجوہات تھیں جن میں چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔زنانِ مصر جب بار بار کوشش کرنے کے باوجود اپنے مقصد کی تکمیل میں کامیاب نہ ہو سکیں، تو انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام پر تہمت عائد کر دی۔

۲- زنانِ مصر میں سے ہر عورت آپ علیہ السلام کے ذریعے اپنی خواہش کی تکمیل چاہتی تھی لیکن اپنے مقصد میں ناکام ہونے کی وجہ سے انتقامی کارروائی کرتے ہوئے آپ پر برائی کی تہمت عائد کردی۔

۳- عزیز مصر کی بیوی کی طرف سے حضرت یوسف علیہ السلام کو بار بار دعوت دینے کے باوجود مقصد کی تکمیل میں ناکامی ہوئی: اولاً حکم خداوندی کی خلاف ورزی تھی، ثانیاً شریف النفس شخص کی طرف سے ایسی خواہش کی تکمیل ناممکن ہوتی ہے، ثالثاً عزیز مصر کے حضرت یوسف علیہ السلام پر بہت سے دنیوی احسانات تھے مثلاً آپ کی پرورش کرنا وغیرہ، رابعاً عزیز مصر نے اپنا بیٹا قرار دے کر حضرت یوسف علیہ السلام کی پرورش کی تھی تو کسی ذی شعور نوجوان بالخصوص نبی علیہ السلام سے بعید ہے کہ جس عورت کو اپنے بچپن کے زمانہ میں اپنی ماں کے قائم مقام قرار دیتا رہا ہو، پھر جوان ہونے پر اس سے برائی کا ارتکاب کرے۔

عزیز مصر کی بیوی کا اقرار اور حصحص الحق کا مفہوم:

ایک مجلس میں عزیز مصر نے عورتوں سے دریافت کیا: اس وقت کیا صورتحال پیش آئی تھی جب تم نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی طرف مائل کرنے کی خواہش ظاہر کی تھی؟

اس ارشاد کے دو مصداق یا محمل ہو سکتے ہیں:

۱- ہر عورت نے اپنی خواہش کی تکمیل کے لیے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی تھی لیکن کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔

۲- زنانِ مصر نے مجموعی طور پر عزیز مصر کی بیوی کی خواہش کی تکمیل کے لیے حضرت یوسف علیہ السلام کو مائل کرنے کی کوشش کی تھی جس میں انہیں ناکامی ہوئی۔

اس مجلس میں عزیز مصر کی بیوی بھی موجود تھی، اس نے اسلوب گفتگو پر غور کیا کہ تفتیش و تحقیق پر مبنی ہے تو اس نے اعتراف کرتے ہوئے کہا: میں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو خود اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی جس میں بری طرح ناکامی ہوئی۔

اس مقام پر "حصحص الحق" الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں۔ جن کا مفہوم ومطلب ہے: اب صورتحال مبہم نہیں رہی بلکہ واضح ہوگئی ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے پارسا و پاک دامن ہونے کے دلائل:

حضرت یوسف علیہ السلام کے پارسا اور پاک دامن ہونے پر کثیر دلائل ہیں جن میں سے چند ایک ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

۱- عزیز مصر کی بیوی نے معاملہ کا اعتراف کرتے ہوئے کہا: میں خود انہیں اپنی طرف مائل کرتی تھی۔

۲- انہوں نے یہ بھی کہا: حضرت یوسف علیہ السلام سچے لوگوں میں سے ہیں۔ (یوسف: ۵۱)

۳- عورتیں حضرت یوسف علیہ السلام کی پارسائی اور پاک دامنی کی شہادت بایں الفاظ پیش کر چکی تھیں: سبحان اللہ! آپ بشر

نہیں بلکہ معزز فرشتہ ہیں۔(یوسف:۳۱)

۴-انہوں نے دوبارہ اعتراف حقیقت کرتے ہوئے کہا: سبحان اللہ! ہم نے آپ (حضرت یوسف علیہ السلام) میں کوئی برائی نہیں دیکھی۔(یوسف:۵۱)

۵-حضرت یوسف علیہ السلام اپنے اس قول میں صادق تھے: اس عورت نے مجھے اپنے نفس کی طرف راغب کرنے کی کوشش کی۔(یوسف:۲۶)

۶-عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی یوں بیان کی:

میں نے آپ کو اپنی طرف مائل کیا تھا لیکن آپ محفوظ رہے۔(یوسف:۳۲)

۷-اس نے دوبارہ اعتراف حقیقت کرتے ہوئے کہا: اب تو حق واضح ہو گیا ہے کہ میں خود انہیں اپنی طرف مائل کرتی تھی۔ (یوسف:۵۱)

۸-اگر بالفرض حضرت یوسف علیہ السلام نے جرم کا ارتکاب کیا ہوتا (معاذ اللہ) تو آپ تفتیش کے لیے عزیز مصر کے پاس پیغام ہرگز نہ بھیجتے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کو اپنی پارسائی وطہارت کا پکا یقین تھا۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الرَّعْدِ

باب 14: سورہ رعد سے متعلق روایات

3042 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْوَلِيْدِ وَكَانَ يَكُوْنُ فِيْ بَنِيْ عِجْلٍ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: اَقْبَلَتْ يَهُوْدُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا يَا اَبَا الْقَاسِمِ اَخْبِرْنَا عَنِ الرَّعْدِ مَا هُوَ قَالَ مَلَكٌ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُوَكَّلٌ بِالسَّحَابِ مَعَهُ مَخَارِيْقُ مِنْ نَّارٍ يَّسُوْقُ بِهَا السَّحَابَ حَيْثُ شَاءَ اللّٰهُ فَقَالُوْا فَمَا هٰذَا الصَّوْتُ الَّذِيْ نَسْمَعُ قَالَ زَجْرُهُ بِالسَّحَابِ اِذَا زَجَرَهُ حَتّٰى يَنْتَهِيَ اِلٰى حَيْثُ اُمِرَ قَالُوْا صَدَقْتَ فَاَخْبِرْنَا عَمَّا حَرَّمَ اِسْرَآئِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ قَالَ اشْتَكٰى عِرْقَ النَّسَا فَلَمْ يَجِدْ شَيْئًا يُّلَائِمُهٗ اِلَّا لُحُوْمَ الْاِبِلِ وَاَلْبَانَهَا فَلِذٰلِكَ حَرَّمَهَا قَالُوْا صَدَقْتَ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، ایک مرتبہ کچھ یہودی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی، اے ابوالقاسم! آپ ہمیں "رعد" کے بارے میں بتائیے کہ وہ کیا چیز ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ ایک فرشتہ ہے جسے بادلوں پر مقرر کیا گیا ہے، اس کے پاس آگ کے کوڑے ہوتے ہیں جن کے ذریعے وہ بادلوں کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق لے کر جاتا ہے۔ انہوں نے عرض کی، وہ آواز کیا ہوتی ہے جسے آپ سنتے ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے

3042- اخرجه احمد (۱/ ۲۷٤).

فرمایا: یہ اس فرشتے کی بادلوں کو ڈانٹنے کی آواز ہوتی ہے' جب وہ انہیں ڈانٹ کر کہتا ہے کہ وہ وہاں تک جائیں جس کا انہیں حکم دیا گیا ہے۔ تو ان یہودیوں نے کہا: آپ ﷺ نے ٹھیک بتایا ہے۔ انہوں نے دریافت کیا: آپ ﷺ ہمیں اس چیز کے بارے میں بتایئے جسے حضرت اسرائیل (حضرت یعقوب علیہ السلام) نے اپنی ذات پر حرام قرار دے دیا تھا۔ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: انہیں ''عرق النساء'' کی بیماری لاحق ہوگئی تھی تو انہیں اس کے لیے مناسب چیز صرف اونٹ کا گوشت اور اونٹ کا دودھ ملی تھی' تو اسی وجہ سے انہوں نے اسے حرام قرار دے دیا تھا۔ یہودیوں نے کہا، آپ نے ٹھیک بتایا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

شرح

سورہ رعد مکی ہے جو چھ رکوع، ۴۵ یا ۴۶ آیات، آٹھ سو پچپن کلمات (۸۵۵) اور تین ہزار چھپن (۳۰۵۶) حروف پر مشتمل ہے۔

گرج کی حقیقت:

ارشاد ربانی ہے:

(الف) وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ۝ (الرعد:۱۳)

(ب) كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ (آل عمران:۹۳)

(الف) اور گرج اسے سراہتی ہوئی اس کی پاکی بیان کرتی ہے اور فرشتے اس کے خوف سے۔ وہ کڑک بھیجتا ہے' تو اسے ڈالتا ہے' جس پر چاہے اور وہ اللہ میں جھگڑتے ہیں۔ اور اس کی پکڑ سخت ہے۔

(ب) سب کھانے بنی اسرائیل کے لیے حلال تھے مگر وہ جو یعقوب نے جو اپنے اوپر حرام کرلیا تھا تورات نازل ہونے سے پہلے۔ آپ فرمائیں کہ تم تورات لاکر پڑھو اگر تم سچے ہو۔

(الف) گرج کی حقیقت:

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے' جس کا مفہوم یہ ہے کہ ایک دفعہ کچھ یہودی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے ''رعد'' کی حقیقت کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ آپ نے جواب میں فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جو بادل پر تعینات ہے اور اس کے ہاتھ میں آگ کا کوڑا ہے' جس کے ساتھ وہ بادل کو ہانک کر وہاں لے جاتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ انہوں نے پھر سوال کیا: یہ جو ہم آواز سنتے ہیں، اس کی حقیقت کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا: دراصل فرشتہ بادل کو مطلوبہ جگہ پر لے جانے کے لیے اسے جھڑکتا ہے۔ ان لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کی تصدیق و

تصویب کی جس سے واضح ہوتا ہے کہ سابقہ کتب سماوی میں بھی یہ مضمون اسی طرح مذکور تھا۔

فائدہ نافعہ: فلاسفہ اور سائنسدان گرج اور بجلی کے ظاہری پہلو کو بیان کرتے ہیں جبکہ شریعت اس کے باطنی پہلو کو واضح کرتی ہے۔ دونوں پہلوؤں میں تضاد و تعارض نہیں ہے جیسے گرمی کی شدت کا بظاہر تعلق سورج سے ہوتا ہے لیکن حقیقت میں یہ جہنم کے اثرات سے ہے۔

''الرعد'' اس آواز کو کہا جاتا ہے جو اجسام سماویہ کی رگڑ سے پیدا ہوتی ہے اور بادل میں سنائی دیتی ہے یعنی دو بادلوں کے ٹکرانے سے گرج اور چمک کے وقت پیدا ہوتی ہے۔ الصواعق، الصاعقۃ کی جمع ہے۔ جس کا معنیٰ ہے: آسمان کی گڑگڑاہٹ ہے جو بارش کے وقت بجلی کی صورت میں بادلوں سے زمین کی طرف اترتی ہے۔ اس کو بجلی بھی کہا جاتا ہے، یہ اس وقت ہوتا ہے جب بادل زمین کے قریب ہوتے ہیں اور یہ آگ جس چیز پر گرتی ہے اسے جلا دیتی ہے۔

اس آیت کا شان نزول یوں بیان کیا جاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے متکبرین میں سے ایک متکبر شخص کو بلانے کے لیے اس کے پاس اپنا خادم بھیجا۔ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ متکبر شخص تکبر و غرور کی وجہ سے نہیں آئے گا۔ آپ نے فرمایا: تم جاؤ اور اسے بلانے کی کوشش کرو، وہ خادم اس کے پاس گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام دیا، تو اس نے کہا: اللہ کیا چیز ہے؟ وہ سونے یا چاندی یا پیتل کا بنا ہوا ہے؟ خادم نے آ کر عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے پیشگی عرض کیا تھا کہ وہ تکبر کی وجہ سے نہیں آئے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ اسے دوبارہ لاؤ۔ وہ خادم دوبارہ اسے بلانے کے لیے گیا، پھر اس نے پہلے والی بات کہی اور واپس آ کر اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کر دیا۔ آپ نے خادم کو تیسری بار متکبر شخص کو بلانے کے لیے روانہ کیا، اس نے تیسری بار بھی پہلی جیسی بات کہی، اسی وقت اللہ تعالیٰ نے اس کے سر پر بجلی گرا دی۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(مجمع الزوائد، ج:۷، ص:۴۷۹)

(ب) حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف سے حرام کردہ اشیاء:

اس آیت کی تفسیر اور مفہوم حدیث باب کے آخری حصہ میں بیان کیا گیا ہے۔ نزول تورات سے قبل بنی اسرائیل پر ہر چیز حلال تھی سوائے ان اشیاء کے جو حضرت یعقوب علیہ السلام نے خود اپنے اوپر حرام قرار دے لی تھیں۔ یہود نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: وہ کونسی اشیاء ہیں جو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے آپ پر حرام قرار دے لی تھیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جواب دیا گیا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام عرق النساء کے مرض میں مبتلا ہوئے (یہ مرض کی وجہ سے چڈوں سے ٹخنوں تک جسم متاثر ہوتا ہے اور درد میں گرفتار ہو جاتا ہے) تو اونٹ کا گوشت اور دودھ انہیں نقصان دہ تھا، آپ نے ان دونوں اشیاء کو اپنے آپ پر حرام قرار دے لیا تاکہ تکلیف میں اضافہ نہ ہو، خواہ آپ کو یہ اشیاء پسند بھی تھیں، پھر آپ کی اولاد نے بھی ان کو اپنے آپ پر حرام قرار دے لیا تھا۔ یہود نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب سن کر کہا: آپ نے صحیح جواب دیا ہے۔ قرآن کریم تمام آسمانی کتب و صحائف کی جامع ہے، جس میں تمام کتب کے مضامین موجود ہیں۔

3043 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خِدَاشٍ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا سَيْفُ بْنُ مُحَمَّدٍ الثَّوْرِيُّ عَنِ الْاَعْمَشِ

عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ

متن حدیث: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ قَوْلِهِ (وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰی بَعْضٍ فِی الْاُكُلِ) قَالَ الدَّقَلُ وَالْفَارِسِیُّ وَالْحُلْوُ وَالْحَامِضُ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ زَيْدُ بْنُ اَبِیْ اُنَيْسَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ نَحْوَ هٰذَا

توضیح راوی: وَسَيْفُ بْنُ مُحَمَّدٍ هُوَ اَخُو عَمَّارِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَعَمَّارٌ اَثْبَتُ مِنْهُ وَهُوَ ابْنُ اُخْتِ سُفْيَانَ الثَّوْرِیِّ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں ہے۔

''اور ہم نے کھانے میں انہیں ایک دوسرے پر فضیلت دی ہے۔''

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس سے مراد پھل کا عمدہ ہونا یا ہلکا ہونا اور میٹھا ہونا یا کڑوا ہونا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

زید بن ابوانیسہ نامی راوی نے اسے اعمش سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

اس کے راوی سیف بن محمد' عمار بن محمد کے بھائی ہیں' جبکہ عمار ان سے زیادہ مستند ہیں اور یہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے بھانجے ہیں۔

شرح

بعض پھلوں کا بعض سے افضل ہونا:

ارشادِ ربانی ہے:

وَفِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّ جَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ زَرْعٌ وَّ نَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّ غَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰی بِمَآءٍ وَّاحِدٍ وَّنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰی بَعْضٍ فِی الْاُكُلِ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ (الرعد:۴)

اور زمین میں ایک دوسرے کے پاس قطعات ہیں، انگوروں کے باغ ہیں اور کھیت ہیں۔ ایک جڑ سے نکلے ہوئے کھجور کے درخت اور الگ الگ بھی ہیں جبکہ سب کو ایک پانی سے سیراب کیا جاتا ہے۔ اور ہم بعض پھلوں کو بعض پر کھانے میں لذت کے اعتبار سے ترجیح دیتے ہیں۔ بیشک ان میں نشانیاں ہیں ایسے لوگوں کے لیے جو شعور رکھتے ہیں۔

مشکل الفاظ کے معانی:

وَفِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ: زمینیں مختلف ہیں جو باہم متصل ہیں لیکن ان کی تاثیر مختلف ہے مثلاً بعض زرخیز ہیں اور بعض بنجر، بعض سخت اور بعض نرم، بعض پہاڑی ہیں اور بعض جنگلی، بعض پتھریلی ہیں اور بعض ریتلی، بعض نخلستان ہیں اور بعض ریگستان، بعض ایسی ہیں جن میں فصلیں پیدا ہوتی ہیں اور بعض میں باغات، بعض میں پھلدار درخت پیدا ہوتے ہیں اور بعض میں سادہ درخت۔

صِنْوَانٌ وَّ غَيْرُ صِنْوَانٍ: صنوان سے مراد ہے: ایک ایسی جڑ ہے، جس سے کئی درخت پیدا ہوتے ہیں۔ غیر صنوان: اس سے مراد وہ مختلف جڑیں ہیں جن سے مختلف درخت پیدا ہوتے ہیں۔

يُسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۣ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ۭ: ایک پانی سے سیراب ہونے والے درخت شکل و صورت، قد و جسامت، کانٹا و پھل، رنگ و نسل، مٹھاس و ذائقہ اور انواع و اقسام کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں۔

زمینوں، درختوں اور پھلوں سے توحید باری تعالیٰ پر دلائل:

زمین کا وجود اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ وہ اس طرح آسمان و زمین کی خاص نسبت و وضع ہے اور اس نسبت اور وضع کے لیے کسی مرجح کا ہونا ضروری ہے اور اس کا قدیم و واجب کی صفت سے متصف ہونا بھی ضروری ہے، وہ ذات باری تعالیٰ ہے۔ زمین سے وجود باری تعالیٰ اور اس کی توحید و وحدانیت پر اس طرح بھی استدلال کیا جا سکتا ہے کہ زمین ہمہ وقت گردش میں ہے، یہ گردش کسی ذات کی طرف سے ہے جو مخصص، واجب اور قدیم ہے، وہ ذات باری تعالیٰ ہے۔

درختوں کے وجود سے ذات باری تعالیٰ اور اس کی توحید و وحدانیت پر استدلال اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ زمین میں بیج بویا جاتا ہے، جس سے کونپل پھوٹتی ہے، جس کا ایک حصہ جڑ ہوتا ہے جو زمین میں گھس جاتا ہے جبکہ دوسرا حصہ تنا ہوتا ہے جو شاخیں بن کر دائیں بائیں اور بلندی کی طرف پھیلتی ہیں۔ درخت محض لکڑی ہے جسے ہم دیکھتے ہیں کہ اس کی طبیعت ایک ہونے کے باوجود جس کا کچھ حصہ جڑ بن کر زمین میں گھس رہا ہے جبکہ دوسرا حصہ تنا کی شکل اختیار کر کے شاخیں بن جاتا ہے، جس کے لیے کسی مرجح کا ہونا ضروری ہے اور وہ قدیم و واحد کی صفت سے بھی متصف ہو اور وہ ذات باری ہے۔

پھلوں سے توحید و وجود باری تعالیٰ پر استدلال یوں کیا جا سکتا ہے کہ پھل اپنے ذائقوں، خوشبوؤں، رنگوں اور جسامت کے اعتبار سے دوسرے پھلوں سے ممتاز و مختلف ہوتے ہیں۔ جن کے لیے کسی مخصص کا ہونا ضروری ہے جو قدیم و واحد ہو، وہ ذات باری تعالیٰ ہے۔

اس آیت کی تفسیر کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مشہور روایت ہے۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بعض کھجوریں دقل اور بعض فارسی ہیں۔ بعض کھجوریں کھٹی ہیں اور بعض کھجوریں میٹھی ہیں۔

(تاریخ بغداد، ج:۹، ص:۲۲۶)

زمین کے مختلف حصوں سے توحید باری تعالیٰ پر دلیل:

جس طرح پھلوں اور درختوں سے توحید باری تعالیٰ پر استدلال کیا جاتا ہے، اسی طرح زمین کے مختلف طبقات اور حصوں سے بھی ذات باری تعالیٰ اور اس کی وحدانیت پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔ وہ اس طرح کہ زمین کی حقیقت ایک ہے، اس کے طبقات مختلف ہیں یعنی بعض بنجر ہیں اور بعض زرخیز، بعض پتھریلے ہیں اور بعض ریتلے، بعض پہاڑ ہیں اور بعض جنگل، بعض خشک ہیں اور بعض سمندر، بعض شیریں ہیں اور بعض کڑوے۔ جب زمین کی ماہیت ایک ہے تو اس میں یہ اوصاف پیدا کرنے والی کوئی مخصوص ذات ہے، جس کا قدیم و واحد ہونا بھی ضروری ہے، وہ ذات باری تعالیٰ ہے جو واجب ہے اور واحد بھی۔

پھلوں کے ذائقوں سے توحید باری تعالیٰ پر دلیل:

جس طرح زمین و آسمان اور درختوں سے وجود باری تعالیٰ اور اس کی وحدانیت پر استدلال کیا جاتا ہے، اسی طرح پھلوں کے ذائقوں سے بھی یہ استدلال کیا جاسکتا ہے۔ جس طرح ایک زمین سے برآمد ہونے والا پانی مختلف ذائقے رکھتا ہے یعنی میٹھا ہوتا ہے اور کڑوا بھی، اسی طرح زمین سے پیدا ہونے والے درختوں کے پھل بھی مختلف ہوتے ہیں مثلاً جسامت و کیفیت، رنگوں اور ذائقوں کے اعتبار سے یکساں نہیں بلکہ مختلف ہوتے ہیں، پھلوں میں یہ ذائقے پیدا کرنے والی کوئی مخصوص ذات ہے، جس کا قدیم و واحد ہونا بھی ضروری ہے، وہ ذات باری تعالیٰ ہے۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَام

باب 15: سورہ ابراہیم سے متعلق روایات

3044 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ شُعَيْبِ بْنِ الْحَبْحَابِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ

متنِ حدیث: اُتِىَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقِنَاعٍ عَلَيْهِ رُطَبٌ فَقَالَ مَثَلُ (كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِى السَّمَآءِ تُؤْتِىْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا) قَالَ هِىَ النَّخْلَةُ (وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ) قَالَ هِىَ الْحَنْظَلُ

اختلافِ سند: قَالَ فَاَخْبَرْتُ بِذٰلِكَ اَبَا الْعَالِيَةِ فَقَالَ صَدَقَ وَاَحْسَنَ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ الْحَبْحَابِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ وَلَمْ يَذْكُرْ قَوْلَ اَبِى الْعَالِيَةِ وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ وَرَوٰى غَيْرُ وَاحِدٍ مِثْلَ هٰذَا مَوْقُوفًا وَّلَا نَعْلَمُ اَحَدًا رَفَعَهُ غَيْرَ حَمَّادِ ابْنِ سَلَمَةَ وَرَوَاهُ مَعْمَرٌ وَّحَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ وَّلَمْ يَرْفَعُوْهُ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّىُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ شُعَيْبِ بْنِ الْحَبْحَابِ عَنْ اَنَسٍ نَحْوَ حَدِيْثِ قُتَيْبَةَ وَلَمْ يَرْفَعْهُ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں کھجوروں کا ایک خوشہ پیش کیا گیا جس پہ تازہ کھجوریں لگی ہوئی تھیں تو نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

''پاک کلمے کی مثال اس پاکیزہ درخت کی طرح ہے جس کی جڑ مضبوط ہوتی ہے اور اس کی شاخ بلندی پر ہوتی ہے وہ اپنا پھل اپنے پروردگار کے حکم کے تحت دیتا ہے۔''

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس سے مراد کھجور کا درخت ہے (پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی)

''اور خبیث کلمے کی مثال اس خبیث درخت کی طرح ہے جو زمین کے اوپر ہی سے اکھاڑ لیا جاتا ہے اور اسے قرار حاصل نہیں ہوتا۔''

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس سے مراد "حنظلہ" ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں، میں نے یہ روایت ابوالعالیہ کو سنائی تو انہوں نے فرمایا: انہوں نے ٹھیک کہا ہے' اور کیا خوب بیان کیا ہے؟

قتیبہ نے یہ روایت ابوبکر کے حوالے سے' ان کے والد کے حوالے سے' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اسی کی مانند نقل کی ہے' جس کا مفہوم یہی ہے' تاہم انہوں نے اسے "مرفوع" روایت کے طور پر نقل نہیں کیا اور اس میں ابوالعالیہ کا قول ذکر نہیں کیا' یہ روایت اس سے زیادہ مستند ہے' جسے حماد بن سلمہ نے نقل کیا ہے۔

کئی راویوں نے اس روایت کو "موقوف" روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

ہمارے علم کے مطابق حماد بن سلمہ کے علاوہ اور کسی نے بھی اسے "مرفوع" حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا۔

معمر، حماد بن زید اور دیگر حضرات نے اسے نقل کیا ہے' لیکن انہوں نے اسے "مرفوع" روایت کے طور پر نقل نہیں کیا۔

احمد بن عبدہ نے حماد بن زید کے حوالے سے' شعیب کے حوالے سے' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے قتیبہ کی مانند روایت کی ہے' تاہم انہوں نے اسے "مرفوع" روایت کے طور پر نقل نہیں کیا۔

شرح

سورہ ابراہیم مکی ہے جو سات (۷) رکوع، باون (۵۲) آیات، آٹھ سو اکتیس (۸۳۱) کلمات اور تین ہزار چار سو چونتیس (۳۴۳۴) حروف پر مشتمل ہے۔

کارآمد اور بے کار درخت کی مثالیں:

ارشادِ ربانی ہے:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ٥ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ ۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا ۗ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ٥ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ِۨاجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ٥ (ابراہیم: ۲۴ تا ۲۶)

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کلمہ پاکیزہ کی مثال کس طرح بیان کی ہے، وہ ایک پاکیزہ درخت ہے' جس کی جڑ زمین میں مضبوط ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں۔ وہ ہمہ وقت اپنے پروردگار کے حکم سے پھل دیتا ہے۔ اور اللہ لوگوں کے لیے مثال بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ ناپاک کلمہ کی مثال اس پلید درخت کی ہے' جس کو زمین کے اوپر سے اکھاڑ دیا گیا ہو اس کے لیے مضبوطی نہیں ہے۔

ان آیات اور حدیث باب میں اچھے درخت کی مثال کھجور کے درخت سے اور برے درخت کی مثال اندرائن سے بیان کی گئی ہے، کھجور خواہ کسی بھی نسل کی ہو بہر حال اس کا ذائقہ بہترین ہوتا ہے۔ اس کے مقابل اندرائن کی بو بھی کڑوی ہوتی ہے اور ذائقہ بھی

کڑوا ہوتا ہے۔

شجرہ طیبہ سے مراد کھجور کا درخت ہونا:

مندرجہ آیات میں ''شجرہ طیبہ'' سے مراد کھجور کا درخت ہے۔ اس سلسلہ میں چند روایات ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کی مثال کھجور کے درخت کی ہے، اگر تم کسی مومن کو اپنا دوست بناؤ تو وہ تمہیں فائدہ دے گا، اگر تم اس سے مشورہ کرو گے تو وہ تمہیں نفع دے گا اور اگر تم اس کے پاس بیٹھو گے تو وہ فائدہ دے گا گویا اس سے ہر حالت میں نفع ہے۔ اسی طرح کھجور کے درخت کی ہر چیز نافع ہے۔ (شعب الایمان، رقم الحدیث: ۹۰۷۲)

۲- حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کی مثال اس درخت کی ہے، جس کی جڑیں زمین میں مضبوط ہوتی ہیں اور ایمان اس کی جڑ ہے جبکہ نماز اصل ہے، زکوٰۃ شاخیں ہیں، روزے اس کے پتے ہیں، باری تعالیٰ کی راہ میں تکلیف برداشت کرنا اس کی روئیداد ہے اور حرام امور سے اجتناب کرنا اس کا پھل ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن، ج: ۹، ص: ۳۱۴)

۳- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: درختوں میں ایک درخت ایسا ہے، جس کے پتے نہیں گرتے اور وہ مومن کی مثل ہے، تم بتاؤ وہ کون سا درخت ہوسکتا ہے؟ لوگوں نے جنگل کے مختلف درختوں کے بارے میں سوچا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے دل میں سوچا کہ وہ کھجور کا درخت ہوسکتا ہے، پھر (کم سن ہونے کی وجہ سے بزرگوں کی موجودگی میں بتانے سے) مجھے حیاء آئی، صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ خود فرمائیے گا کہ وہ کونسا درخت ہے؟ آپ نے خود جواب دیا: وہ کھجور کا درخت ہے۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۸۱۱)

۴- حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھجوروں کا ایک تھال پیش کیا گیا، آپ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں: مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِo تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ ۢبِـاِذْنِ رَبِّهَا (ابراہیم: ۲۵-۲۴) پھر آپ نے فرمایا: یہ کھجور کا درخت ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی: وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ۨ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍo (ابراہیم: ۲۶)

۵- حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بے حیائی اور بے ہودہ باتیں کرنے والے کو پسند نہیں کرتا، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے جب تک امین کو خائن اور خائن کو امین قرار نہ دیا جائے، بے ہودگی اور بے حیائی عام نہ ہو جائے، رشتہ داروں سے قطع رحمی نہ ہو جائے اور پڑوس برے نہ ہو جائیں، قیامت نہیں آئے گی۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے بیشک مسلمان کی مثال سونے کے ٹکڑے کی طرح ہے، اس کا مالک اس پر پھونک مارے تو اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی اور نہ کمی ہوتی ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے کہ مومن کی مثال کھجور کے درخت کی ہے، جس کا پھل نفاست کے ساتھ کھایا جاتا ہے، نفاست کے ساتھ رکھا جاتا ہے اور گر جانے کی صورت میں نہ ٹوٹتا ہے اور نہ خراب ہوتا ہے۔ (مسند احمد، رقم الحدیث: ۶۸۷۲)

کھجور کے درخت اور مومن میں مشابہت کی وجوہات:

کھجور کے درخت اور مومن کے درمیان کئی وجوہات سے مشابہت ہے، جن میں چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ جس طرح کھجور کے درخت کی جڑیں زمین میں مضبوط ہوتی ہیں، اسی طرح مومن کے ایمان کی جڑیں اس کے دل میں مضبوط ہوتی ہیں۔

۲۔ جس طرح کھجور کے تنے اور شاخیں آسمان کی طرف بلند ہوتی ہیں، اسی طرح مومن کے ایمان کی شاخیں یعنی اعمال صالحہ کو فرشتے آسمان کی طرف بلند کرتے ہیں۔

۳۔ جس طرح کھجور کے درخت کا پھل ہمہ وقت اور ہر موسم میں دستیاب ہوتا ہے کبھی تازہ اور کبھی خشک چھواروں کی شکل میں، اسی طرح مومن کامل کا ہر عمل باعث اجر وثواب ہوتا ہے مثلاً اس کا بولنا اور خاموشی، اس کا سونا اور جاگنا، اس کا چلنا اور ٹھہرنا، اس کا کھانا اور پینا، اس کا عبادت وریاضت میں مصروف ہونا اور تقویٰ وغیرہ۔

۴۔ جس طرح کھجور کے درخت کی ہر چیز مفید ونافع ہوتی ہے مثلاً پھل کھانے کے کام آتا ہے، اس کے تنا سے شہتیر بناتے ہیں اور اس کے پتوں سے ٹوپیاں، پنکھے، چٹائیاں اور چنگیریاں وغیرہ تیار کرتے ہیں، اسی طرح مومن کا ہر عمل باعث ثواب ہوتا ہے مثلاً اسے کوئی نعمت دستیاب ہو تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اور مصیبت میں ہو تب بھی صبر کرتا ہے۔

۵۔ کھجور کے درخت کی ایک خاصیت یہ ہے کہ ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہایت درجہ کی عقیدت رکھتا ہے اور محبت کرتا ہے۔ جب مسجد نبوی تعمیر کی گئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے تنے سے ٹیک لگا کر تشریف فرما ہوتے اور خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ جب آپ کے لیے منبر شریف تیار کیا گیا تو وہ اس تنا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت ورفاقت سے محروم ہونے کی وجہ سے بچوں کی طرح رونا شروع کر دیا۔

اس سلسلے میں ایک مشہور روایت سطور ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ مسجد نبوی کی چھت کھجور کے تنوں کے شہتیروں کی تھی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرماتے تو تنا سے ٹیک لگا لیا کرتے تھے۔ جب آپ کے لیے منبر تیار کیا گیا تو آپ منبر پر تشریف فرما ہو کر خطبہ دینے لگے، اس وقت ہم نے کھجور کے ستون کے رونے کی آواز سنی جس طرح بچے والی اونٹنی بچے کے فراق میں روتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ستون پر دست کرم پھیرا تو اس نے رونا بند کر دیا۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۳۵۸۵)

اسی طرح مسلمان کے دل میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عقیدت ومحبت ہے، کیونکہ آپ کی محبت کا نام ایمان ہے، جس سے مسلمان کا دل خالی نہیں ہو سکتا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کے نزدیک میں اس کے باپ، اس کی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

(سنن نسائی، رقم الحدیث: ۵۰۱۴، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۴۴)

شجر طیبہ سے مراد شجر معرفت ہونا:

آیت میں مذکور شجر طیبہ سے مراد شجر معرفت ہے، کیونکہ اس کی اصل ثابت ہونے سے مراد ہے مومن کے دل پر تجلیات الٰہی کا ورود ہے۔ آسمان میں اس کی شاخیں ہونے سے مراد ہے کہ وہ احکام خداوندی کا احترام کرتا ہے، اس کی مخلوق پر شفقت کرتا ہے، ان پر مہربانی کرتا ہے اور ان کی غلطیوں کو معاف کرتا ہے، ان کے شر کو دور کرتا ہے اور ان کی بھلائی کی سعی کرتا ہے۔ کھجور کا درخت ہمہ وقت اپنے پروردگار کے حکم سے پھل دیتا ہے سے مراد ہے، مومن دنیا کی ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو تلاش کرتا ہے، اس کے احکام پر مقدور بھر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور ہر وقت حقانیت پر قائم رہتا ہے۔ پھر اپنے اعمال صالحہ انجام دینے میں ترقی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے خوش ہوتا ہے۔

ناپاک کلمہ اور ناپاک درخت کے مصداق میں مشابہت کی وجوہات:

آیات میں مذکور ناپاک کلمہ اور ناپاک درخت کے درمیان کئی اعتبار سے مشابہت ہے، جن میں سے چند ایک صورتیں درج ذیل ہیں:

۱- حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کے مطابق اس سے مراد حنظلہ ہے۔ حضرت انس اور حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول بھی یہی ہے۔

۲- حضرت ابن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کرتے ہیں کہ ناپاک درخت سے مراد کافر ہے، کیونکہ کافر کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا اور نہ اس کا کوئی عمل اللہ کی طرف بلند ہوتا ہے۔ نیز اس کے عمل کی جڑ زمین میں مضبوط نہیں ہوتی اور نہ آسمان میں اس کی شاخیں ہیں۔

۳- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ اس سے مراد لہسن کا پودا ہے۔

۴- ابو الطیسان، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ یہ ایک مثال ہے اور ایسا کوئی دوسرا درخت پیدا نہیں کیا گیا۔

۵- حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ اس سے مراد "الکشوثی" ہے یہ ایک قسم کی گھاس ہوتی ہے، جس کی شاخیں تو ہوتی ہیں لیکن جڑیں نہیں ہوتیں۔

3045 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ اَخْبَرَنِیْ عَلْقَمَةُ بْنُ مَرْثَدٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ عُبَيْدَةَ يُحَدِّثُ عَنِ الْبَرَاءِ

3045- اخرجه البخاری (۳/۲۸٤): کتاب الجنائز: باب: ما جاء من عذاب القبر، و قول تعالیٰ: (اذ الظلمون فی غمرت الموت—) (الانعام: ۹۳)، حدیث (۱۳٦۹)، و طرفه فی (٤٦۹۹)، و مسلم (٤/۲۲۰۱): کتاب الجنة و صفة نعیمها و اهلها: باب: عرض مقعد المیت من الجنة او النار علیه و اثبات عذاب القبر و التعوذ منه، حدیث (۲۸۷۱/۷۳)، و ابوداؤد (۲/٦۵۱): کتاب السنة: باب: المسألة من القبر و عذاب القبر، حدیث (٤۷۵۰)، والنسائی (٤/۱۰۱): کتاب الجنائز: باب: عذاب القبر، حدیث (۲۰۵۷)، و ابن ماجه (۲/۱٤۲۷): کتاب الزهد: باب: ذکر القبر و البلی، حدیث (٤۲٦۹)، و احمد (٤/۲۸۲)، (٤/۲۹۱).

متن حدیث: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى (يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ) قَالَ فِي الْقَبْرِ اِذَا قِيْلَ لَهٗ مَنْ رَّبُّكَ وَمَا دِيْنُكَ وَمَنْ نَّبِيُّكَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں ہے:

''اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ثابت قول پر ثابت قدم رکھے گا ان کی دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی''

(نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں) اس سے مراد قبر ہے' جب اس (مردے) سے دریافت کیا جائے گا' تمہارا پروردگار کون ہے؟ تمہارا دین کیا ہے' تمہارے نبی کون ہیں؟

امام ترمذی فرماتے ہیں: (امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل ایمان کو دارین میں ثابت قدم رکھنا:

ارشاد خداوندی ہے:

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ○ (ابراہیم: ۲۷)

''اللہ ایمان والوں کو دنیا اور آخرت میں ثابت قدم رکھے گا اور ظالم لوگوں کو پھسلا دے گا۔ اور اللہ جس طرح چاہتا ہے کرتا ہے۔''

اس آیت اور حدیث باب میں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دنیاوی زندگی میں پیش آنے والی بلیات، عالم برزخ میں کیے جانے والے سوالات کے وقت اور قیامت کے دن کی ہولناکیوں کے وقت ثابت قدم رکھے گا۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ جس طرح کفار دنیا میں، عالم برزخ میں اور قیامت کے دن ثابت قدم نہیں رہیں گے، ان کے مقابل اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو دنیا میں، عالم برزخ میں، فرشتوں کی طرف سے سوالات کے وقت اور قیامت کے دن ہر پریشانی میں ثابت قدم رکھے گا۔

فرشتوں کی طرف سے قبر میں سوالات اور ان کے جوابات:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال شفقت اور محبت سے قبر میں فرشتوں کی طرف سے کیے جانے والے سوالات اور جوابات سے بھی اپنی امت کو آگاہ فرمادیا۔ قبر میں انسان سے تین سوالات ہوتے ہیں:

۱- من ربك؟ (تیرا رب کون ہے؟)

۲-ما دينك؟ (تیرا دین کیا ہے؟)
۳-من نبيك؟ (تیرا نبی کون ہے؟)
مسلمان اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ان سوالات کے آسانی اور ثابت قدم رہتے ہوئے جواب دے دیتا ہے لیکن کافر یا منافق یا برائے نام مسلمان جواب دیتے وقت گھبرائے گا اور جوابات ثابت قدم رہتے ہوئے نہیں دے سکے گا۔
قبر میں سوالات وجوابات کے حوالے سے چند احادیث مبارکہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:
۱-حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ، عذاب قبر سے متعلق نازل ہوئی ہے۔ اس سے دریافت کیا جائے گا: تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دے گا: میرا رب اللہ ہے اور میرے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔
۲-حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے، جب کوئی مسلمان فوت ہوتا ہے تو اسے اس کی قبر میں بٹھایا جاتا ہے، اس سے سوال کیا جاتا ہے: تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ اللہ تعالیٰ اسے جوابات دینے میں ثابت قدم رکھتا ہے، وہ جواب میں کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے، میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پھر اس کی قبر وسیع کر دی جاتی ہے اور اس کے لیے اس میں کشادگی کی جاتی ہے۔ بعد ازاں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی: يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ﵝ (ابراہیم:۲۷)
(المعجم الكبير، رقم الحديث:۹۱۴۵)
۳-حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم لوگ ایک انصاری کی نماز جنازہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں گئے، جب لحد تیار کی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر تشریف فرما ہو گئے اور ہم بھی آپ کے اطراف میں بیٹھ گئے گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ اس وقت آپ کے دست اقدس میں لکڑی تھی جس سے آپ زمین کرید رہے تھے، آپ نے اپنا سر اقدس اٹھا کر تین بار فرمایا: عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔ پھر فرمایا: جب لوگ اپنے گھروں کو واپس جاتے ہیں تو میت ضرور اس کے قدموں کی آواز سنتی ہے۔ اس سے یوں کہا جاتا ہے: اے شخص! تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کون ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ ہناد کہتے ہیں کہ اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، اسے بٹھاتے ہیں اور یوں کہتے ہیں: تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے: میرا رب اللہ ہے۔ پھر وہ سوال کرتے ہیں: تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے: میرا دین اسلام ہے۔ پھر وہ سوال کرتے ہیں: وہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجا گیا ہے؟ وہ جواب میں کہتا ہے: وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ وہ سوال کرتے ہیں: تمہیں کیسے معلوم ہوا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے: میں نے کتاب میں پڑھا ہے، میں ان پر ایمان لایا اور میں نے ان کی تصدیق کی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مطابق ہے: يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ پھر آسمان سے ایک منادی اعلان کرتا ہے کہ میرے بندے نے درست کہا ہے، اس کے لیے جنت کا بستر بچھا دو، جنت کا لباس پہنا دو اور اس کے لیے جنت کے دروازے کھول دو۔ پھر اس کے پاس جنت کی ہوائیں اور جنت کی خوشبو آئے گی۔ منتہائے نظر تک اس کی قبر کشادہ کر دی جاتی ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر کی موت کا تذکرہ کیا کہ اس کی روح کو اس کے جسم میں لوٹایا جاتا ہے، اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جو اسے بٹھاتے ہیں اور اس سے یوں کہتے ہیں: تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب میں کہتا ہے: ہائے افسوس! مجھے اس کا علم نہیں ہے۔ پھر اس سے سوال کرتے ہیں: تیرا دین کیا ہے؟ وہ پھر جواب میں کہتا ہے: افسوس! میں نہیں جانتا۔ پھر وہ سوال کرتے ہیں: وہ کون سی شخصیت ہے جو تمہاری طرف بھیجی گئی تھی؟ وہ جواب دیتا ہے: افسوس میں نہیں جانتا۔ پھر آسمان کی طرف سے ایک منادی اعلان کرتا ہے کہ اس نے جھوٹ بکا ہے، اس کے لیے جہنم کا بستر بچھا دو، اسے جہنم کا لباس پہنا دو اور اس کے لیے جہنم کی طرف سے ایک دروازہ کھول دو۔ پھر اس کے پاس جہنم کی تپش، جہنم کی گرم ہوائیں آنا شروع ہو جاتی ہیں اور قبر تنگ کر دی جاتی ہے حتیٰ کہ اس کی ایک جانب کی پسلیاں دوسری طرف نکل آئیں گی، پھر اس پر اندھا اور گونگا (فرشتہ) مقرر کیا جاتا ہے' جس کے ہاتھ میں لوہے کا گرز ہوتا ہے، اس کی ایک ضرب پہاڑ پر لگائی جائے تو وہ ڈھیر ہو جائے۔ پھر وہ گرز اس پر مارے گا جس سے کافر چیخ اٹھے گا، جس کی آواز کو جنات اور انسانوں کے علاوہ سب لوگ سنتے ہیں۔ وہ کافر مٹی ہو جائے گا اور اس میں دوبارہ روح ڈالی جائے گی۔

(سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۴۷۵۳)

۴۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے' تو اس کے پاس سیاہ رنگ کے نیلی آنکھوں والے دو فرشتے آتے ہیں، ان میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے، وہ کہتے ہیں کہ تم اس شخص کے بارے میں کیا کہا کرتے تھے؟ پس وہ جو دنیا میں کہتا ہے وہ کہے گا: اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، وہ کہتے ہیں ہمیں علم تھا کہ تم یہی جواب دو گے۔ پھر اس کی قبر کو ستر ضرب ستر وسیع کیا جاتا ہے، پھر اس کی قبر کو روشن کیا جاتا ہے۔ پھر اسے کہا جاتا ہے: تم سو جاؤ، وہ کہتا ہے کہ میں اپنے اہل خانہ کو جا کر خبر دے دوں! فرشتے اس سے کہتے ہیں تم اس دلہن کی طرح سو جاؤ جسے وہی بیدار کرتا ہے جو اسے زیادہ محبوب ہوتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اسے قبر سے اٹھائے گا۔ اگر وہ منافق ہو تو کہتا ہے: میں نے لوگوں کو جو کہتے ہوئے سنا میں نے وہی کہہ دیا تھا، میں نہیں جانتا۔ فرشتے اسے کہتے ہیں کہ ہم جانتے تھے کہ تو یہی جواب دے گا۔ پھر زمین سے کہا جاتا ہے کہ وہ اس پر تنگ ہو جائے اور آپس میں مل جائے، زمین تنگ ہو کر مل جائے گی۔ پھر اس کی پسلیاں ایک دوسری میں گھس جائیں گی۔ پھر اسے عذاب میں مبتلا کیا جاتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اسے قبر سے اٹھائے گا۔ (صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۳۱۱۷)

۵۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے اسے ڈوبتے ہوئے سورج کی مثل دکھائی دیتی ہے' تو وہ اپنی آنکھیں ملتا ہوا بیٹھ جاتا ہے اور فرشتوں سے کہتا ہے: مجھے نماز پڑھنے دو۔

(سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۴۲۷۲)

۶۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک میت کی تدفین سے فارغ ہوئے تو اس کی قبر پر ٹھہرے رہے اور یوں فرمایا: تم اس کے لیے ثابت قدم رہنے کی درخواست کرو، کیونکہ اب اس سے سوال ہوگا۔

(سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۳۲۲۱)

ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ میت کو قبر میں رکھنے کے بعد مسلمان اور کافر و منافق کے مابین سوالات، منادی کے اعلان،

قبر کی وسعت وتنگی اور راحت وعذاب کے اعتبار سے مختلف معاملہ پیش آتا ہے۔

قبر میں سوالات وجوابات اس امت کی خصوصیات سے ہونا:

یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ تدفین کے بعد میت سے سوالات ہوتے ہیں لیکن سوالات ہونا امت محمدی کی خصوصیات میں سے ہے۔ اس کے دلائل سطور ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

۱- حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر پر سوار ہو کر نجار کے باغ کی طرف جا رہے تھے کہ خچر نے اچانک ٹھوکر کھائی، قریب تھا کہ وہ آپ کو زمین پر گرا دیتا اور وہاں چند قبور تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: ان قبروں کے بارے میں کون جانتا ہے؟ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں جانتا ہوں۔ آپ نے دریافت کیا: یہ لوگ کب مرے تھے؟ اس نے جواب دیا: یہ لوگ زمانہ شرک میں مرے تھے۔ آپ نے فرمایا: اس امت کو قبروں میں آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے، اگر درمیان میں یہ بات نہ ہوتی کہ تم مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں تمہیں عذاب قبر سنوا دیتا جس کو میں سن رہا ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے یوں مخاطب ہوئے: تم لوگ عذاب جہنم سے اللہ کی پناہ طلب کرو! ہم نے کہا: ہم دوزخ کے عذاب سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ پھر فرمایا: تم عذاب قبر سے اللہ کی پناہ طلب کرو! ہم نے پھر کہا: ہم عذاب جہنم سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ پھر فرمایا: ظاہری وباطنی فتنوں سے تم اللہ کی پناہ طلب کرو! ہم نے کہا: ظاہری وباطنی فتنوں سے ہم اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا: تم دجال کے فتنہ سے اللہ کی پناہ طلب کرو! ہم نے کہا: دجال کے فتنہ سے ہم اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۸۶۷)

علامہ ابن البر رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ قبر میں آزمائش میں محض اس امت کو مبتلا کیا جاتا ہے، اور قبر میں سوال وجواب بھی اس امت کی خصوصیات میں سے ہے۔

۲- حضرت امام ابوعبداللہ ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ میت سے سوال ہونا اس امت کا خاصہ ہے، کیونکہ پہلی امتوں کے پاس جب ان کے نبی اللہ تعالیٰ کا پیغام لاتے اور قوم انکار کرتی تو وہ ان سے الگ ہو جاتے جبکہ قوم پر عذاب الٰہی نازل ہو جاتا تھا۔ ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے سراپا رحمت بنا کر بھیجا ہے، ارشاد خداوندی ہے: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ (الانبیاء: ۱۰۷) "اے محبوب! ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔" ان سے عذاب روک لیا گیا، آپ کو جہاد کا حکم دیا گیا حتیٰ کہ جہاد کی برکت سے لوگ اسلام میں داخل ہو جائیں اور اسلام ان کے دلوں میں راسخ ہو جائے، پھر انہیں مہلت دی گئی۔ نفاق کا ظہور ہوا، کچھ لوگ کفر کو چھپاتے اور ایمان کو نمایاں کرتے جبکہ مسلمانوں کے مابین ان کا پردہ رہتا۔ جب وہ فوت ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی قبروں میں امتحان لینے والے بھیجے تاکہ سوال کے سبب ان کا پردہ چاک ہو اور خبیث، طیب سے ممتاز ہو جائے۔ جو دنیا میں ثابت قدم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ قبر میں بھی اسے ثابت قدم رکھتا ہے اور ظالموں کو گمراہی پر برقرار رکھتا ہے۔ (التذکرہ، ج: ۱، ص: ۲۲۹)

جن مسلمانوں کو عذاب قبر اور آزمائش سے محفوظ رکھا جاتا ہے:

کچھ لوگوں کو عذاب قبر اور حساب و آزمائش سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔ وہ پانچ قسم کے لوگ ہیں جن سے متعلق احادیث مبارکہ سطور ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شب و روز سرحد کی حفاظت کرنا ایک مہینے کے روزوں اور قیام (نماز) سے افضل ہے اور جب وہ اسی حال میں فوت ہو جائے تو اس کا وہ عمل اسی طرح جاری رہتا ہے جس پر وہ عمل پیرا ہوتا تھا، اس کا رزق جاری رہتا ہے اور وہ قبر کے فتنوں سے محفوظ رہتا ہے۔ (شرح السنۃ، رقم الحدیث: ۲۶۱۷)

۲- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مرض کی حالت میں مرا وہ شہادت کی موت مرا اور وہ قبر کے حساب سے محفوظ رہے گا اور اسے صبح و شام جنت کا رزق دیا جائے گا۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۱۶۱۵)

۳- حضرت راشد بن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک صحابی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس کی کیا وجہ ہے کہ شہید کے علاوہ سب مسلمانوں سے قبر میں امتحان لیا جاتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: اس کے سر پر تلواروں کا چلنا ان کے امتحان کے لیے کافی ہے۔ (سنن نسائی، رقم الحدیث: ۲۰۵۲)

۴- حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک شہید کی چھ خصوصیات ہیں:

(۱) اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔

(۲) اس کو جنت میں ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے۔

(۳) اس کو عذاب قبر سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔

(۴) اس کے سر پر وقار کا تاج سجایا جاتا ہے، جس کا ایک یاقوت دنیا اور مافیہا سے افضل ہے۔

(۵) اس کا بڑی آنکھوں والی بہتر (۷۲) حوروں سے نکاح کر دیا جاتا ہے۔

(۶) اس کے ستر (۷۰) رشتہ داروں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔ (مسند احمد، ج:۴، ص:۱۳۱)

۵- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک نے ایک قبر پر خیمہ نصب کر لیا اور اسے علم نہیں تھا کہ یہاں قبر ہے، پس وہاں کسی شخص کی قبر تھی جو سورہ الملک کی تلاوت کر رہا تھا حتیٰ کہ اس نے اس سورت کی تلاوت مکمل کی۔ وہ شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے ایک قبر پر خیمہ نصب کیا تھا اور مجھے علم نہیں تھا کہ یہاں کوئی قبر موجود ہے، اس میں ایک شخص سورہ ملک کی تلاوت کر رہا تھا حتیٰ کہ اس نے سورت ختم کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ سورت مانعہ اور منجیہ ہے جو عذاب قبر سے نجات دلاتی ہے۔ (المعجم الکبیر، رقم الحدیث: ۱۲۸۰۱)

۶- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جمعہ کی رات یا دن میں فوت ہو جائے، اللہ تعالیٰ اسے قبر کی آزمائش سے محفوظ رکھتا ہے۔ (مسند احمد، ج:۲، ص:۱۶۹)

اعمال صالحہ کا آخرت میں مفید ہونا:

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ مسلمان کے اعمال صالحہ آخرت میں مفید ہوتے ہیں۔ مفسرین کرام نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے جبکہ ہم اس وقت مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے آج رات (خواب میں) عجیب منظر دیکھا ہے کہ میری امت کے ایک شخص کے پاس ملک الموت روح قبض کرنے کے لیے آیا، اس نے اپنے والدین کے ساتھ جو نیکی کی تھی اس نے ملک الموت کو واپس بھیج دیا۔ میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو ملاحظہ کیا جو عذاب قبر میں مبتلا ہے، اس کے وضو نے اسے عذاب سے بچالیا۔ میں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جسے شیاطین تنگ کر رہے تھے، اس کے پاس اللہ تعالیٰ کا ذکر آیا جس نے اسے شیاطین کے چنگل سے چھڑا لیا۔ میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ پیاس کی وجہ سے اس کی زبان باہر نکلی ہوئی تھی اور وہ جب بھی حوض کے پاس آتا اسے منع کر دیا جاتا، اس کے روزے اس کے پاس آئے اور انہوں نے اسے سیراب کر دیا۔ میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ انبیاء علیہم السلام کا حلقہ ہے جب وہ ان کے پاس جاتا ہے تو اسے دھتکار دیا جاتا ہے، اس کے پاس غسل جنابت آیا جس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر میرے پاس بٹھا دیا۔ میں نے ایک ایسا امتی دیکھا ہے، جس کے دائیں بائیں، آگے پیچھے، اوپر نیچے تاریکی تھی اور وہ ان اندھیروں میں حیران و پریشان تھا، اس کا حج اور عمرہ آیا اور اسے تاریکی سے نکال کر روشنی میں لے آیا۔ میں نے ایک ایسا امتی دیکھا جو مومنوں سے بات کرتا تھا لیکن کوئی مومن اس سے بات نہیں کرتا تھا، اس کا صلہ رحم آیا تو اس نے کہا: اے مومنو! تم اس سے باتیں کرو، سب نے اس سے باتیں کیں۔ اپنی امت کا ایک ایسا شخص دیکھا جو اپنے چہرے سے اپنے ہاتھوں کے ذریعے آگ کے شعلوں کو دور کر رہا ہے، اس کے پاس اس کا صدقہ آیا جو شعلوں اور اس کے چہرہ کے درمیان حجاب بن گیا اور اس کے سر پر سایہ فگن ہو گیا۔ میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا جسے عذاب کے فرشتوں نے پکڑا ہوا تھا، اس کے پاس اس کا امر بالمعروف و نہی عن المنکر آیا اسے ان کے ہاتھوں سے چھڑا دیا اور رحمت کے فرشتوں کے ہاتھوں دے دیا۔ میں نے اپنا ایک ایسا امتی دیکھا کہ وہ گھٹنوں کے بل گرا ہوا تھا، اس کے اور اللہ کے درمیان حجاب تھا، اس کے اچھے اخلاق آئے اور انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اللہ کی بارگاہ میں پہنچا دیا۔ میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ اس کا نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں تھا، اس کے پاس اس کا تقویٰ و خوف خدا آیا اور اس نے اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں تھما دیا۔ میں نے اپنا ایک ایسا امتی دیکھا جو دوزخ کے کنارے پر تھا، اس کا خدا سے لرزنا آیا جس نے اسے جہنم کے کنارے سے دور کر دیا۔ میں نے ایک ایسا امتی دیکھا جسے دوزخ میں پھینکنے کے لیے اوندھا کیا گیا تھا، پھر اس کے پاس اس کے آنسو آئے جنہوں نے اسے جہنم میں گرانے سے نجات دلائی۔ میں نے ایک ایسا امتی دیکھا کہ وہ پل صراط پر کھڑا ہے اور اس پر کپکپی طاری ہے، اس کا حسن ظن اس کے پاس آیا جس نے منزل مقصود کی طرف اسے روانہ کیا اور کپکپی ختم کر دی۔ میں نے ایک ایسا امتی دیکھا جو پل صراط پر گھسٹ گھسٹ کر چل رہا تھا، اس کے پاس وہ درود شریف آیا جو وہ مجھ پر پڑھا کرتا تھا اس نے اسے کھڑا کر دیا اور وہ اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گیا۔ میں نے اپنا ایک ایسا امتی دیکھا جو جنت کے دروازے پر پہنچا تو دروازہ اس پر بند کر دیا گیا، اس کے پاس کلمہ شہادت آیا جس نے اس کے لیے جنت کا دروازہ کھول کر اسے اس میں داخل کر دیا۔ (کنز العمال، رقم الحدیث: ۴۳۵۹۲)

3046 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ دَاوُدَ بْنِ اَبِیْ هِنْدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوْقٍ

متنِ حدیث: قَالَ تَلَتْ عَائِشَةُ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ) قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَيْنَ يَكُوْنُ النَّاسُ قَالَ عَلَى الصِّرَاطِ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَّرُوِیَ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ عَنْ عَائِشَةَ

◆◆ مسروق بیان کرتے ہیں، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ آیت تلاوت کی:

"جس دن اس زمین کو دوسری زمین میں تبدیل کر دیا جائے گا۔"

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا: یارسول اللہ ﷺ! اس دن لوگ کہاں ہوں گے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: صراط پر ہوں گے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے اور دیگر حوالے سے بھی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔

شرح

ایک زمین دوسری زمین سے تبدیل کے وقت لوگوں کے منتقل ہونے کی جگہ:

ارشادِ خداوندی ہے:

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ○ (ابراہیم:۴۸)

"جس دن زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی، اور سب لوگ اللہ کے حضور حاضر ہوں گے جو واحد اور غالب ہے۔"

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ سوال یہ ہے کہ زمین، زمین سے اور آسمان، آسمان سے تبدیلی کی کیفیت کیا ہوگی اور اس وقت لوگ کہاں ہوں گے؟ اس کے متعدد جوابات دیئے گئے ہیں:

۱- آسمان اور زمین کی تبدیلی ذوات کے اعتبار سے ہوگی۔

۲- ان میں تبدیلی صفات کے لحاظ سے ہوگی۔

۳- دونوں کی تبدیلی کی کیفیت اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

جہاں تک دونوں کی تبدیلی کے وقت لوگوں کے موجود ہونے کا تعلق ہے، اس کے بھی دو جواب ہیں:

۱- لوگ پل صراط پر ہوں گے۔

3046- اخرجه مسلم (۲۱۵۰/۴): كتاب صفات المنافقين و احكامهم: باب: في البعث و النشور، و صفة الارض يوم القيامة، حديث (۲۷۹۱/۲۹)، و ابن ماجه (۱۴۳۰/۲): كتاب الزهد: باب: ذكر البعث، حديث (۴۲۷۹)، و الدارمي (۳۲۸/۲، ۳۲۹): كتاب الرقاق: باب: قول الله تعالىٰ: (يوم تبدل الارض غير الارض و السموات—)، (ابراهيم:۴۸)، و احمد (۳۵/۶، ۱۳۴، ۲۱۸)، و الحميدي (۱۳۲/۱)، حديث (۲۸۴).

۲- پل صراط کے پاس تاریکی میں ہوں گے۔
۳- یہ تبدیلی دو نفخوں کے درمیان ہوگی جب مخلوق صفحہ ہستی پر موجود نہیں ہوگی۔

زمین کی تبدیلی کے حوالے سے صحابہ اور تابعین کے اقوال:

آیت اور حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک دن آئے گا یہ زمین دوسری زمین سے تبدیل ہو جائے گی۔ اس تبدیلی کے بارے میں صحابہ اور تابعین کے مختلف اقوال ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے علامات قیامت کے حوالے سے ایک روایت بیان کی ہے، جس میں بیان کیا گیا ہے کہ پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر کے گرایا جائے گا اور زمین کو رنگے ہوئے چمڑے کی صورت میں پھیلایا جائے گا۔

۲- عمرو بن میمون نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے روایت بیان کی ہے کہ یہ زمین دوسری زمین سے تبدیل کی جائے گی جو چاندی کی طرح شفاف ہوگی اور اس پر کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کیا جائے گا۔

۳- حضرت ابوصالح رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ تبدیلی کے وقت زمین یہی رہے گی مگر اس کی صفات تبدیل کی جائیں گی جس میں زیادتی و کمی کر دی جائے گی۔ اس کے پہاڑ، ٹیلے، درخت اور وادیاں ختم کر دی جائیں گی۔ پھر ان کو چمڑے کی صورت میں پھیلا دیا جائے گا۔

۴- حضرت سعید بن جبیر، حضرت ابوہریرہ اور قرظی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قول ہے کہ اس زمین کو سفید چپاتی کی شکل میں تبدیل کر دیا جائے گا، مسلمان پاؤں کے نیچے سے اٹھا کر اسے تناول کریں گے۔ بعض لوگوں نے کہا: حساب سے فراغت ہونے تک مسلمان اسے کھائیں گے۔

زمین کی تبدیلی سے متعلق احادیث مبارکہ:

اس زمین کو دوسری زمین سے تبدیلی کے بارے میں چند احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں:

۱- حضرت مسروق رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ ارشاد ربانی پڑھا: "يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ" جس دن زمین دوسری زمین سے تبدیل کی جائے گی اور آسمان بھی۔ (ابراہیم: ۴۸) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا: یارسول اللہ! اس دن لوگ کہاں ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پل صراط پر ہوں گے۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۷۹۱)

۲- حضرت عمرو بن میمون رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت: يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ الخ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: "وہ زمین چاندی کی طرح سفید ہوگی جس پر نہ حرام خون گرایا جائے گا اور نہ اس پر گناہ کیا جائے گا۔" (المعجم الکبیر، رقم الحدیث: ۱۰۳۲۳)

۳- حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے روز لوگوں کا حشر ایسی زمین پر ہوگا جو میدے کی روٹی کی طرح سفید ہوگی اور اس پر کسی کے گھر کی علامت موجود نہیں ہوگی۔
(صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۷۹)

زمین کو تبدیل کرنے کی وجہ:

متفق علیہ کی روایت کے مطابق بروز قیامت لوگوں کا حشر ایسی زمین پر ہوگا جو میدہ کی روٹی کی مثل سفید ہوگی جس پر کسی گھر کا نشان تک نہ ہوگا۔ حضرت علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: اس سے مراد ہے کہ اس دن زمین مکمل طور پر ہموار ہوگی۔ حضرت قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: اس سے مراد ہے کہ اس زمین پر پہاڑ، چٹان اور کسی عمارت کی علامت نہیں ہوگی۔ علامہ جمرہ نے کہا: اس تبدیلی میں اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت پر دلیل ہے، قیامت کی ہولناکیوں کے حوالے سے جزوی طور پر علم فراہم کرنا بھی مقصود ہے تاکہ سامعین کو بصیرت حاصل ہو اور اچانک منظر سامنے آنے سے مسلمان گھبرا نہ جائیں۔ اس روایت کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ وہ زمین موجودہ زمین سے بڑی ہوگی، جو ظلم و گناہ سے پاک ہوگی، اللہ تعالیٰ مومنین پر جو تجلی فرمائے گا ایسی زمین پر ہوگی جو شایان شان ہوگی، اس زمین پر اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی حکومت ہوگی۔ اس حدیث کا یہ مفہوم بھی ہوسکتا ہے کہ دنیوی زمین معدوم ہو جائے گی اور نئی زمین آجائے گی۔ بعض کے نزدیک زمین کا مادہ تبدیل کیا جائے گا۔ بعض کا قول ہے کہ زمین یہی رہے گی لیکن اس کی صفات تبدیل ہو جائیں گی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ پہاڑوں اور ٹیلوں کو ختم کر کے زمین کو ہموار کر کے پھیلا دیا جائے گا۔ متفق علیہ کی روایت میں جو ہے کہ زمین روٹی کی طرح ہوگی، اس کا مصداق محشر کی زمین ہے۔ جس روایت میں پہاڑوں، ٹیلوں، وادیوں اور درختوں کو گرا کر ریزہ ریزہ کرنے کا ذکر ہے، اس کا مصداق موجودہ زمین ہے' جس میں قیامت کے دن تبدیلی ہو جائے گی۔ محشر کے دن زمین کا روٹی میں تبدیل ہونا جسے لوگ کھائیں گے، کا مصداق دوسری زمین ہوگی جو اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے مختلف حیثیت کی حامل ہوگی۔

آسمان کی تبدیلی سے متعلق آیات قرآنی:

قیامت کے دن جس طرح زمین تبدیل ہوگی اسی طرح آسمان بھی تبدیل ہوگا۔ آسمان کی تبدیلی کے حوالے سے چند آیات قرآنی سطور ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- وَاِذَا السَّمَآءُ کُشِطَتْ ○ (التکویر:۱۱) اور جب آسمان کھینچ لیا جائے گا۔

۲- وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ○ (المرسلت:۹) اور جب آسمان چیرا جائے گا۔

۳- یَوْمَ تَکُوْنُ السَّمَآءُ کَالْمُهْلِ ○ (المعارج:۸) جس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبا کی طرح ہوگا۔

۴- فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَکَانَتْ وَرْدَةً کَالدِّهَانِ ○ (الرحمٰن:۳۷) جس دن آسمان پھٹ جائے گا تو وہ سرخ چمڑے کی طرح سرخ ہو جائے گا۔

زمین کو دوبارہ تبدیل کیے جانے کی تفصیل:

آسمان وزمین میں تبدیلی دوبار ہوگی۔ پہلی بار تبدیلی صور پھونکنے کے وقت ہوگی۔ اس موقع پر ستارے انتشار کا شکار ہو جائیں گے، آفتاب و ماہتاب کو گہن لگ جائے گا، آسمان پگھلے ہوئے تانبا کی طرح ہو جائے گا، لوگوں کے سروں سے الگ ہو جائے گا، پہاڑ حرکت میں آ جائیں گے، زمین میں تموج پیدا ہو جائے گا، سمندر آگ کی شکل اختیار کر جائیں گے، تمام زمین پھٹ جائے گی، اس کی ہیئت میں تبدیلی آ جائے گی۔ پھر صور پھونکا جائے گا تو سب لوگ بے ہوش ہو کر گر جائیں گے، زمین کو پھیلایا جائے گا اور آسمان کو لپیٹ دیا جائے گا۔ موجودہ آسمان کو دوسرے آسمان سے تبدیل کر دیا جائے گا۔ اس سلسلے میں ارشاد خداوندی ہے:

وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ ثُمَّ نُفِخَ فِیْهِ اُخْرٰی فَاِذَا هُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ ○ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِایْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ○ (الزمر: ۶۹-۶۸)

''اور جب صور پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمینوں میں سب بے ہوش ہو جائیں گے، مگر جن کو اللہ چاہے گا۔ پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو اچانک وہ دیکھتے ہوئے کھڑے ہو جائیں گے۔ اور زمین اپنے پروردگار کے نور سے چمک اٹھے گی اور کتاب رکھ دی جائے گی اور تمام نبیوں اور گواہوں کو لایا جائے گا۔ اور لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

زمین کو چمڑے کی شکل میں پھیلایا جائے گا اور اسے اسی حالت میں لوٹایا جائے گا جس طرح قبروں میں لوگ ہوں گے یا اس کی پشت پر ہوں گے۔ دوسری بار زمین کی تبدیلی اس وقت ہوگی جب لوگ محشر میں ہوں گے اور اس تبدیلی کو ''الساحرۃ'' کا نام دیا جائے گا اور اسی زمین پر لوگوں کا حساب لیا جائے گا۔ یہ زمین سفید چاندی کی شکل میں ہوگی جس پر حرام خون نہیں گرایا جائے گا، اس پر ظلم وزیادتی اور گناہ نہیں ہوگا اور لوگ پل صراط جو جہنم کی پشت پر ہوگی، سے اتر کر جنت میں جا رہے ہوں گے۔ دوزخی لوگ جہنم میں گر جائیں گے۔ انبیاء حوضوں پر موجود ہوں گے اور لوگ وہاں پانی پی رہے ہوں گے۔ اس وقت زمین سفید میدہ سے تیار شدہ روٹی کی صورت میں ہوگی اور اسے توڑ کر کھائیں گے۔ اہل جنت کو جنت میں بیل اور مچھلی کی کلیجی کا سالن دیا جائے گا۔

(التذکرۃ فی امور الآخرۃ، ج:۱، ص:۳۰)

آسمان کے تبدیل ہونے سے متعلق اقوال:

اس مقام کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلی بار زمین کی صفات تبدیل کر کے رنگے ہوئے چمڑے کی طرح پھیلائی جائے گی اور دوسری تبدیلی کے وقت اس کی ذات اور مادہ تبدیل کیا جائے گا یعنی پہلے وہ مٹی تھی لیکن اب سفید روٹی کی صورت میں ہوگی۔ علی هذا القیاس آسمان میں بھی تبدیلی ہوگی۔ علامہ قرطبی کے مطابق جب آفتاب لپیٹا جائے گا تو ستارے منتشر ہو کر جھڑ جائیں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور علامہ ابن الانباری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: آسمان دھواں کی شکل اختیار کر جائے گا اور سمندر آگ میں تبدیل ہو جائیں گے۔ ایک قول کے مطابق آسمان کو وثیقہ کی طرح لپیٹ دیا جائے گا۔ اس سلسلہ میں ارشاد ربانی ہے:

يَوْمَ نَطْوِى السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ (الانبیاء:۱۰۴)

جس دن ہم آسمان کو اس طرح لپیٹیں گے جس طرح دستاویزات کو لپیٹا جاتا ہے۔

قرآن وحدیث کا مطالعہ کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جس جگہ یہ زمین ہے اسی جگہ میدان حشر منعقد ہوگا لیکن زمین کی ذات، مادہ اور صفات میں تبدیلی کی جائے گی۔ کچھ علماء کا کہنا ہے کہ سمندر آگ میں تبدیل ہو جائیں گے یعنی یہی سمندر آگ بن جائیں گے لیکن یہ درست معلوم نہیں ہوتا، کیونکہ جنت و دوزخ تو اس وقت بھی موجود ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے بارے میں بہتر جانتا ہے۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الْحِجْرِ

باب 16: سورہ حجر سے متعلق روایات

3047 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا نُوحُ بْنُ قَيْسٍ الْحُدَّانِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِى الْجَوْزَاءِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَتِ امْرَاَةٌ تُصَلِّىْ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَسْنَاءَ مِنْ اَحْسَنِ النَّاسِ فَكَانَ بَعْضُ الْقَوْمِ يَتَقَدَّمُ حَتّٰى يَكُوْنَ فِى الصَّفِّ الْاَوَّلِ لِئَلَّا يَرَاهَا وَيَسْتَاْخِرُ بَعْضُهُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ فِى الصَّفِّ الْمُؤَخَّرِ فَاِذَا رَكَعَ نَظَرَ مِنْ تَحْتِ اِبْطَيْهِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى (وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ)

اختلافِ سند: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: وَرَوٰى جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِى الْجَوْزَاءِ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَهٰذَا اَشْبَهُ اَنْ يَكُوْنَ اَصَحَّ مِنْ حَدِيْثِ نُوحٍ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، ایک عورت نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کیا کرتی تھی وہ بہت خوبصورت تھی۔ بعض لوگ اسی وجہ سے آگے ہو جاتے تھے کہ پہلی صف میں شامل ہو جائیں تاکہ اس عورت کو نہ دیکھ سکیں جب کہ بعض لوگ پیچھے رہتے تھے تاکہ وہ آخری صف میں رہیں تاکہ جب وہ رکوع میں جائیں تو اپنی بغل میں سے دیکھ لیں تو اللہ تعالیٰ نے (اس بارے میں) یہ آیت نازل کی:

''اور ہم تم میں سے آگے ہونے والوں کو جانتے ہیں اور پیچھے رہنے والوں کو بھی جانتے ہیں۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) جعفر بن سلیمان نے اس روایت کو عمرو بن مالک کے حوالے سے ابوجوزاء سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔ انہوں نے اس کی سند میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہونے کا تذکرہ نہیں کیا اور زیادہ مناسب یہی ہے یہ روایت نوح نامی راوی کی روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہو۔

3047۔ اخرجه النسائی (۱۱۸/۲): كتاب الامامة: باب: المنفرد خلف الصف، حديث (۸۷۰)، و ابن ماجه (۳۳۲/۱): كتاب اقامة الصلاة و السنة فيها، حديث (۱۰٤٦)، و احمد (۳۰۵/۱)، و ابن خزيمة (۹۷/۳)، حديث (۱٦۹٦)، (۹۸/۳)، حديث (۱٦۹۷)۔

شرح

سورہ حجر مکی ہے جو چھ رکوع، بانوے (۹۲) آیات، چھ سو چون (۶۵۴) کلمات اور دو ہزار سات سو پچھتر (۲۷۷۵) حروف پر مشتمل ہے۔

آگے ہونے والوں اور پیچھے ہونے والوں کی مثال:

ارشاد ربانی ہے:

وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ۝ (الحجر:۲۴)

''اور بیشک ہم جانتے ہیں تم میں سے ان لوگوں کو جو آگے ہونے والے ہیں اور پیچھے ہونے والے ہیں۔''

اس آیت کا شان نزول حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے، وہ اس طرح ہے کہ ایک عورت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کرتی تھی جو نہایت خوبصورت تھی۔ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنی نظروں کو اس سے بچانے کے لیے آگے والی صف میں کھڑا ہونے کی کوشش کرتے تھے۔ بعض صحابہ پیچھے والی صف میں کھڑے ہوتے اور رکوع کی حالت میں اپنی بغلوں کے نیچے سے اس عورت کی طرف دیکھتے تھے۔ اس موقع پر یہ آیت نازل کی گئی جس میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب لوگوں کو بلکہ سب لوگوں کی نیتوں کو جانتا ہے خواہ وہ آگے کھڑے ہوں یا پیچھے کھڑے ہوں، وہ نماز میں ہوں یا نماز میں نہ ہوں، وہ زندہ ہوں یا دنیا سے رخصت ہو چکے ہوں اور خواہ وہ حضرات ہوں یا خواتین ہوں۔

مستقدمین اور مستاخرین کی تفسیر میں اقوال اسلاف:

الفاظ مستقدمین اور مستاخرین کی تفسیر میں اسلاف کے متعدد اقوال، جن میں سے چند ایک سطور ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور علامہ ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: مستقدمین سے مراد فوت شدہ لوگ اور مستاخرین سے مراد زندہ لوگ ہیں۔

۲- حضرت عکرمہ اور حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: مستقدمین سے مراد وہ لوگ ہیں جو آج تک پیدا ہو چکے ہیں اور مستاخرین سے مراد وہ لوگ ہیں جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے۔

۳- حسن اور قتادہ رضی اللہ عنہما نے کہا: مستقدمین سے مراد نیک لوگ ہیں اور مستاخرین سے مراد نافرمان و گناہگار لوگ ہیں۔

۴- حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے کہا: مستقدمین سے مراد جہاد کے اگلی صف والے لوگ ہیں اور مستاخرین سے مراد پچھلی صف والے لوگ ہیں۔

۵- امام مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: مستقدمین سے مراد سابقہ امتوں کے لوگ ہیں اور مستاخرین سے مراد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لوگ ہیں۔

۶-علامہ قرطبی نے کہا: مستقدمین سے مراد جہاد میں حصہ لینے والے لوگ ہیں اور متاخرین سے مراد جہاد میں شامل نہ ہونے والے لوگ ہیں۔

۷-علامہ شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: مستقدمین سے مراد اول خلق لوگ ہیں اور متاخرین سے مراد آخر خلق لوگ ہیں۔

۸-حدیث باب کے مطابق مستقدمین سے مراد پہلی صفوں کے لوگ ہیں اور متاخرین سے مراد آخری صفوں کے لوگ ہیں۔

اس مقام پر کون سا قول زیادہ معتبر ہے؟ اس بارے میں اللہ تعالیٰ اور رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ تاہم آخر قول اس آیت کا شانِ نزول ہے جو کتب احادیث میں مذکور ہے۔

علامہ ابن جریر رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق اولیٰ بات یہ ہے کہ مستقدمین سے مراد فوت شدہ لوگ ہوں اور متاخرین سے مراد زندہ لوگ ہوں، کیونکہ ماقبل میں فرمایا گیا ہے: ''اور بے شک ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی روح قبض کرتے ہیں اور ہم ہی سب کے بعد باقی ہیں۔'' اس کے مابعد میں فرمایا گیا ہے: ''اور بیشک آپ کا پروردگار سب لوگوں کو جمع کرے گا، بیشک وہ بہت حکمت والا نہایت علم والا ہے۔'' ان دونوں آیات میں لوگوں کو پیدا کرنے، مارنے اور دوبارہ زندہ کر کے جمع کرنے کا مضمون بیان ہوا ہے، تو یہ نہیں ہوسکتا کہ درمیان والی آیت میں آگے والی صفوں کے لوگ یا پیچھے والی صفوں کے لوگ مراد ہوں، کیونکہ ضمنی طور پر کوئی مضمون بیان کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فوت شدگان اور زندہ لوگوں کے بارے میں خوب جانتا ہے اور ان سب کو حساب کے لیے قیامت کے دن جمع کرے گا، نیک لوگوں کو جزا اور برے لوگوں کو سزا دے گا۔ یہ نتیجہ پہلی صفوں یا آخری صفوں میں کھڑے ہونے والے لوگوں کے بارے میں نکالنا درست نہیں ہوسکتا۔ (جامع البیان، ج:۱۴، ص:۳۵)

پہلی صف میں نماز پڑھنے کے فضائل

حدیث باب میں پہلی صف میں نماز ادا کرنے کا تذکرہ بھی ہوا ہے، خواہ صحابہ کا آگے والی صفوں میں کھڑا ہونے کا مقصد نظروں کی حفاظت تھا لیکن پہلی صفوں میں نماز ادا کرنے کی اہمیت اور فضیلت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس بارے میں چند احادیث مبارکہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مردوں کے لیے بہترین صف (زیادہ ثواب والی) پہلی ہے اور بدترین صف (کم ثواب والی) آخری ہے۔ عورتوں کے لیے بہترین صف آخری ہے اور بدترین صف پہلی ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ، رقم الحدیث:۱۵۶۱)

۲-حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہمارے کندھوں کو پکڑ کر فرمایا کرتے تھے کہ تم سیدھے کھڑے ہو اور ٹیڑھے کھڑے نہ ہو ورنہ تمہارے دل بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے۔ تم میں شعور و بلوغ والے لوگ میرے قریب ہوں، پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہوں اور پھر ان کے قریب والے لوگ کھڑے ہوں۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث:۹۷۶)

۳-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اذان پڑھنے اور پہلی صف میں کھڑا ہونے کا ثواب کتنا ہے، پھر قرعہ اندازی کے سوا اس میں موقع میسر نہ آئے، وہ ضرور اس مقصد کے لیے

قرعہ اندازی کریں۔ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ظہر کی نماز ادا کرنے میں کتنا ثواب ہے تو وہ ہر حالت میں اس کی طرف سبقت کرنے کی کوشش کریں۔ (مؤطا امام مالک، رقم الحدیث:۱۸۱)

فائدہ نافعہ: رکوع وسجود والی نمازوں میں پہلی صف میں اور امام سے دائیں جانب کھڑا ہونے کا ثواب زیادہ ہے جبکہ پیچھے والی صف میں کھڑا ہو کر نماز ادا کرنے کا ثواب کم ہے۔ جو شخص پہلی صف میں کھڑا ہوگا، وہ مسجد میں پہلے آئے گا اور پہلے آنے والا ثواب کا حقدار بھی زیادہ ہوتا ہے۔ تاہم نماز جنازہ میں پہلی صف کی بجائے آخری صف میں کھڑا ہونے کا ثواب زیادہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

3048 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ عَنْ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ عَنْ جُنَيْدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: قَالَ لِجَهَنَّمَ سَبْعَةُ اَبْوَابٍ بَابٌ مِّنْهَا لِمَنْ سَلَّ السَّيْفَ عَلٰى اُمَّتِيْ اَوْ قَالَ عَلٰى اُمَّةِ مُحَمَّدٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں، جہنم کے سات دروازے ہیں ان میں سے ایک دروازہ اس شخص کے لیے ہے جو میری امت کے کسی فرد پر تلوار کھینچ لے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) محمد ﷺ کی امت پر۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف مالک بن مغول نامی راوی کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

شرح

جہنم کے سات دروازوں کی تفصیل.

ارشاد خداوندی ہے:

لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ؕ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ (الحجر:۴۴)

''اس (جہنم) کے سات دروازے ہیں۔ ہر دروازے کے لیے ان گمراہوں میں سے تقسیم کیا ہوا حصہ ہے۔''

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ جہنم کے سات دروازے ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- جہنم: اس میں گناہگار مسلمان داخل ہوں گے اور سزا بھگتنے کے بعد انہیں نکال لیا جائے گا۔

۲- لظی: اس میں نصاریٰ داخل ہوں گے۔

۳- حطمہ: اس میں یہود داخل ہوں گے۔

3048- اخرجه احمد (۲/ ۹٤).

۴-سعیر: اس میں صابی لوگ داخل ہوں گے۔
۵-سقر: اس میں مجوسی (آتش پرست) داخل ہوں گے۔
۶-جحیم: اس میں کفار و مشرکین داخل ہوں گے۔
۷-حاویۃ: اس میں منافقین (نقلی مسلمان) داخل ہوں گے۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: بعض اہل جہنم ایسے ہوں گے جن کے ٹخنوں تک آگ ہوگی، بعض لوگوں کے کمربند تک آگ ہوگی اور بعض کی ہنسلی تک آگ ہوگی۔ اعمال کے لحاظ سے ان کی منازل ہوں گی۔ اس آیت کی تفسیر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ؕ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ۝ ہر دروازے پر ستر ہزار آگ کے شامیانے ہوں گے، ہر شامیانے میں ستر ہزار خیمے ہوں گے، ہر خیمہ میں ستر ہزار آگ کے تنور ہوں گے، ہر تنور میں ستر ہزار آگ کی کھڑکیاں ہوں گی، ہر کھڑکی میں آگ کی ستر ہزار چٹانیں ہوں گی، ہر چٹان پر آگ کے ستر ہزار پتھر ہوں گے، ہر پتھر پر ستر ہزار بچھو ہوں گے، ہر بچھو کی ستر ہزار دُمیں ہوں گی، ہر دُم میں ستر ہزار ہڈیاں ہوں گی، ہر ہڈی میں ستر ہزار زہر کے ڈنگ ہوں گے اور ستر ہزار آگ کو بھڑکانے والے ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا: جو شخص جہنم میں داخل ہوگا، وہ چار لاکھ پہریداروں سے گزر کر جائے گا، ان کے چہرے کالے ہوں گے، ان کے کھلے ہوئے مونہوں پر داڑھی موجود ہوگی، ان کے دلوں سے مہربانی نکالی گئی ہوگی اور ان میں سے کسی ایک کے دل میں بھی رائی کے برابر رحم نہیں ہوگا۔

(تفسیر امام ابن ابی حاتم، ج:۷، ص:۲۲۶۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ میں فرمایا: جہنم کے دروازے ایک دوسرے کے اوپر تہہ بہ تہہ ہیں، اس موقع پر آپ نے ایک ہاتھ دوسرے کے اوپر رکھ لیا۔ (جامع البیان، رقم الحدیث:۱۶۰۱۴)

جمہور مفسرین کا مختار یہ ہے کہ سب سے اوپر والا طبقہ جہنم ہے، جس میں امت محمدیہ کے گناہگار لوگ ہوں گے، یہ ایک وقت تک خالی ہو جائے گا اور اس کے خالی دروازے کھڑ کھڑاتے رہیں گے۔ دوسرے طبقہ کا نام لظی ہے، تیسرے طبقہ کا نام حطمہ، چوتھے کا سعیر، پانچویں کا سقر، چھٹے کا جحیم اور ساتویں کا حاویہ ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جہنم کے سات حصوں کی تفصیل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ پہلا حصہ مشرک لوگوں کے لیے ہے، دوسرا ان لوگوں کے لیے ہے جو ذات باری تعالیٰ میں شک کرتے تھے، تیسرا حصہ اللہ تعالیٰ سے غافلین کے لیے ہے، چوتھا حصہ ان لوگوں کے لیے ہے جو احکام خداوندی کے خلاف اپنی خواہشات کو ترجیح دیتے تھے، پانچواں حصہ ان لوگوں کے لیے ہے جو اپنے غیض کو اللہ کے غیض پر ترجیح دیتے تھے، چھٹا حصہ ان لوگوں کے لیے ہے جو اپنی رغبت کو اللہ کی رغبت کے مقابل میں ارجح تصور کرتے تھے اور ساتواں حصہ ان لوگوں کے لیے ہے جو اللہ کے احکام سے بغاوت کرتے تھے۔

3049 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَلِيٍّ الْحَنَفِيُّ عَنِ ابْنِ اَبِيْ ذِئْبٍ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متن حدیث: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اُمُّ الْقُرْاٰنِ وَاُمُّ الْكِتَابِ وَالسَّبْعُ الْمَثَانِیْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی: سورہ فاتحہ "اُم القرآن" ہے "اُم الکتاب" ہے اور سبع مثانی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3050 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحُسَیْنُ بْنُ حُرَیْثٍ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰی عَنْ عَبْدِ الْحَمِیْدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنْ اُبَیِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ

متن حدیث: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فِی التَّوْرَاةِ وَلَا فِی الْاِنْجِیْلِ مِثْلَ اُمِّ الْقُرْاٰنِ وَهِیَ السَّبْعُ الْمَثَانِیْ وَهِیَ مَقْسُوْمَةٌ بَیْنِیْ وَبَیْنَ عَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَا سَاَلَ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلٰی اُبَیٍّ وَّهُوَ یُصَلِّیْ فَذَكَرَ نَحْوَهٗ بِمَعْنَاهُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ عَبْدِ الْعَزِیْزِ بْنِ مُحَمَّدٍ اَطْوَلُ وَاَتَمُّ وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِیْثِ عَبْدِ الْحَمِیْدِ بْنِ جَعْفَرٍ هٰكَذَا رَوٰی غَیْرُ وَاحِدٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے، تورات میں اور انجیل میں اللہ تعالیٰ نے اُم القرآن جیسی کوئی سورۃ نازل نہیں کی یہی سبع مثانی ہے (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

"یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان تقسیم ہے اور میرا بندہ جو مانگتا ہے وہ اسے ملے گا"۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے، اس کے بعد انہوں نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عبدالعزیز بن محمد کی نقل کردہ روایت لمبی اور مکمل ہے اور یہ عبدالحمید کی روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔

کئی راویوں نے علاء بن عبدالرحمٰن کے حوالے سے اسے اسی طرح نقل کیا ہے۔

3049ـ اخرجه البخاری (۲۳۲/۸): کتاب التفسیر: باب: (ولقد اتینك سبعا من المثانی و القرء ان العظیم) (الحجر: ۸۷)، حدیث (۴۷۰۴)، و ابوداؤد (۴۶۱/۱): کتاب الصلاة: باب: فاتحة الکتاب، حدیث (۱۴۵۷)، و الدارمی (۴۴۶/۲): کتاب فضائل القرآن: باب: فضل فاتحة الکتاب، و احمد (۴۴۸/۲)۔

3050ـ اخرجه النسائی (۱۳۹/۲): کتاب الافتتاح: باب: تاویل قول اللّٰه عزوجل (ولقد اتینك سبعا من المثانی و القرء ان العظیم) (الحجر: ۸۷)، حدیث (۹۱۴)، و الدارمی (۴۴۶/۲): کتاب فضائل القرآن: باب: فضل فاتحة الکتاب، و عبد اللّٰه بن احمد (۱۱۴/۵)، وابن خزیمة (۲۵۲/۱)، حدیث (۵۰۰، ۵۰۱)، و عبد بن حمید ص (۸۶)، حدیث (۱۶۵)۔

شرح

سورہ فاتحہ کا نام اور اس کی فضیلت:

ارشاد خداوندی ہے:

وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ○ (الحجر:۸۷)

''اور بیشک ہم نے آپ کو بار بار دہرائی جانے والی سات آیات اور قرآن عظیم عطا کیا ہے۔''

اس آیت کی تفسیر احادیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ سورہ فاتحہ کے متعدد نام ہیں جن میں سے ایک ''سبع مثانی'' ہے۔ اس کا مطلب ہے وہ سورت جس کی تلاوت بار بار اور دہرا کر کی جاتی ہے۔ نیز نماز کی ہر رکعت میں اس کی تلاوت کی جاتی ہے خواہ وہ فرض ہو یا سنت یا نوافل۔

یہ سورۃ اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان تقسیم کی گئی ہے۔ شروع سورت سے لے کر اِيَّاكَ نَعْبُدُ تک اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کا ذکر ہے، جس میں بندہ اللہ تعالیٰ سے اس کے حقوق و عبادات ادا کرنے کا معاہدہ کرتا ہے۔ پھر وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ سے تا آخر سورت بندے کی طرف اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معروضات پیش کی گئی ہیں، جن میں بندہ سراپا ادب بن کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتا ہے بالخصوص صراط مستقیم کی ہدایت حاصل کرنے اور اس پر ثابت قدم رہنے کی درخواست کرتا ہے۔

سورہ فاتحہ کی فضیلت کے حوالے سے کثیر احادیث مبارکہ ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے، اچانک ایک دھماکہ کی آواز سنائی دی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ آسمان کا ایک دروازہ کھلا ہے جو اس سے قبل کبھی نہیں کھلا تھا، وہاں سے گزر کر ایک فرشتہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کے لیے خوشخبری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے دو انوار سے نوازا ہے جن سے پہلے کسی نبی کو نہیں نوازا گیا تھا۔ ان میں سے ایک سورہ فاتحہ ہے اور دوسرا سورہ بقرہ ہے۔

سورہ فاتحہ کا شان نزول:

اس سورت کا شان نزول یوں بیان کیا جاتا ہے کہ مدینہ طیبہ کے دو مشہور قبائل بنو نضیر اور بنو قریظہ کے لیے سات قافلے ایسے آئے جن کے پاس قیمتی سامان تھا جس میں جواہر، کپڑے اور خوشبو تھی۔ جب مسلمانوں کو اس سامان کے بارے میں علم ہوا تو انہوں نے کہا کہ اگر یہ مال ہمیں مل جاتا تو ہماری مالی حالت مستحکم ہو جاتی اور ہم اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی سعادت بھی حاصل کرتے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی یہ سات آیات نازل فرمائیں اور مسلمانوں کو بتا دیا کہ سات قافلوں پر مشتمل سامان سے بہتر یہ سات آیات ہیں جو ہماری طرف سے تمہیں دی جا رہی ہیں۔ تم لوگ اس دنیوی سامان کی طرف رشک کی نظر سے نہ دیکھو جو ہم نے کفار کو دیا ہے۔ (اسباب النزول للواحدی، رقم الحدیث: ۵۵۶)

السبع المثانی کے مفہوم میں اقوال:

اس آیت میں سورہ فاتحہ کا ایک نام "سبع مثانی" ہے۔ سبع کا معنیٰ ہے: سات، مثانی مثنیٰ کی جمع ہے، جس کا معنیٰ ہے: دو، دو۔ اصطلاحی طور پر اس سے مراد ہے: سات آیات یا سات سورتیں یا سات فوائد، کیونکہ اس میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو معنی کا تعین کر سکے۔ اس کے مطلوبہ معنیٰ کے بارے میں مفسرین کے پانچ اقوال ہیں:

۱- صحابہ میں سے حضرت عمر فاروق، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین میں سے حضرت سعید بن جبیر، حضرت حسن، حضرت امام مجاہد، حضرت قتادہ اور حضرت عطار حمہم اللہ تعالیٰ کے قول کے مراد "سبع مثانی" سے مراد "سورہ فاتحہ" ہے۔ یہ مفہوم مراد لینے کی متعدد وجوہات ہیں:

(i) اسے سبع اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں سات آیات ہیں اور مثانی اس لیے کہتے ہیں کہ اسے ہر نماز میں پڑھا جاتا ہے۔

(ii) یہ سورت دو حصوں میں تقسیم ہے، اس کا پہلا نصف اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے متعلق ہے جبکہ دوسرا نصف حصہ بندے سے متعلق ہے۔ اس بارے میں واضح روایت موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: سورہ فاتحہ میرے اور میرے بندے کے درمیان نصف نصف تقسیم کی گئی ہے۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۳۹۵)

"سبع مثانی" سے مراد "سورہ فاتحہ" ہو، تو اس پر بطور دلیل چند احادیث پیش کی جاسکتی ہیں:

۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ (سورہ فاتحہ) ام القرآن ہے اور ام القرآن سبع مثانی ہے۔ (مسند احمد، ج:۲، ص:۴۴۸)

۲- حضرت ابوسعید بن معلیٰ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں مسجد میں نماز پڑھنے میں مصروف تھا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے طلب کیا، میں خاموش رہا۔ نماز مکمل کر کے میں حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے دریافت فرمایا: میں نے تمہیں طلب کیا تھا، کیوں نہیں آئے؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نماز میں مصروف تھا۔ آپ نے فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ حکم نہیں دیا:

اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ (الانفال:۲۴) "تم اللہ اور رسول کی بات مانو جب وہ تمہیں طلب کریں۔"

آپ نے فرمایا: مسجد سے نکلنے سے قبل میں تمہیں ایک سورت کی تعلیم دوں گا جو قرآن کی سب سے بڑی (عظیم) سورت ہے، آپ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے مسجد سے باہر نکلنے والے تھے کہ میں نے وہ سورت سکھانے کے بارے میں عرض کیا۔ آپ نے فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ٥ (سورہ فاتحہ) سبع مثانی ہے اور یہ قرآن عظیم ہے جو مجھے دیا گیا۔

۳- حضرت زیاد بن ابی مریم رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: سبع مثانی سے مراد وہ سات معانی ہیں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے نازل کیے ہیں۔ وہ یہ ہیں:

(i) امر۔ (ii) نہی۔ (iii) بشارت۔ (iv) انذار۔ (v) مثالوں کا بیان۔ (vi) نعمتوں کا شمار۔ (vii) پہلی امتوں کی خبر دینا۔

۴- حضرت طاؤس، حضرت ضحاک اور حضرت ابو مالک رحمہم اللہ تعالیٰ کے مطابق مثانی سے مراد ہے: پورا قرآن۔ حضرت ابو عبیدہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قرآن کریم کو مثانی اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی ثناء بیان کی گئی ہے۔ حضرت علامہ ابن

الانباری رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: قرآن کریم کو مثانی اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں قصص، مواعظ، اخبار اور آداب کو بیان کیا گیا ہے۔

۵- حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس (ایک روایت)، حضرت سعید بن جبیر (دوسری روایت) اور حضرت امام مجاہد (دوسری روایت) کے مطابق "سبع مثانی" سے مراد سبع طوال (سات لمبی سورتیں) ہیں، وہ یہ ہیں: (i) سورۃ بقرہ، (ii) سورۃ آل عمران۔ (iii) سورۃ النساء۔ (iv) سورۃ المائدہ۔ (v) سورۃ الانعام۔ (vi) سورۃ الاعراف۔ ساتویں سورت کے بارے میں تین اقوال ہیں: (i) سورۃ یونس۔ (ii) سورۃ التوبہ۔ (iii) سورۃ الانفال اور سورۃ البرأۃ کا مجموعہ ہے۔ ایک قول کے مطابق ان سات سورتوں کو مثانی اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان میں فرائض، حدود اور امثال بیان کی گئی ہیں۔ علامہ ماوردی کے قول کے مطابق ان سورتوں کو مثانی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں آیات کی تعداد ایک سو سے متجاوز ہے۔

۶- علامہ ابن قتیبہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے: قرآن کریم کی جملہ سورتیں خواہ وہ بڑی ہوں یا چھوٹی وہ مثانی ہیں، کیونکہ ان میں قصص اور اخبار کو دہرایا گیا ہے۔

آیت پر ایک اعتراض اور اس کا جواب:

زیر بحث آیت میں فرمایا گیا ہے کہ اے محبوب! ہم نے آپ کو سبع مثانی (سورہ فاتحہ) اور قرآن عظیم عطا فرمایا۔ اس پر اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ یہاں دو چیزوں کا ذکر ہے سبع مثانی اور قرآن عظیم، ان میں واؤ عاطفہ استعمال ہوئی ہے جو تغائر کو چاہتی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ سورہ فاتحہ اور چیز ہے جبکہ قرآن اور چیز ہے، دونوں ایک چیز نہیں ہے حالانکہ دونوں میں مغائرت نہیں ہے؟

اس اعتراض کا جواب کئی اعتبار سے دیا گیا ہے:

۱- سورہ فاتحہ، قرآن عظیم کی جز ہے جبکہ کل اور جز میں من وجہ مغائرت ہوتی ہے اور اتنی مغائرت عطف کی صحت کے لیے درست ہوتی ہے۔

۲- واؤ عاطفہ کئی معانی کے لیے آتی ہے جن میں سے ایک جمع کے لیے بھی ہے، اس طرح ان میں مغائرت نہیں ہے بلکہ اتحاد ہے اور دونوں ایک چیز کے دو نام ہیں۔

۳- سبع مثانی اور قرآن عظیم میں مغائرت نہیں ہے بلکہ مقصود دوسری سورتوں کے مقابل سورہ فاتحہ کی فضیلت بیان کرنا ہے یعنی اس سورت کی فضیلت دوسری سورتوں سے زیادہ ہے۔

۴- اس آیت میں یہ بتانا مقصود ہے کہ اے محبوب! ہم نے آپ کو سبع مثانی اور قرآن عظیم عطا کیا ہے، جس کو یہ دولت میسر ہو اسے کسی دوسری چیز کی طرف دیکھنے کی ہرگز ضرورت نہیں ہوتی۔

متاع دنیا کی رغبت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا اور اس کا جواب:

بعض نام نہاد مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں متاع دنیا کی رغبت کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنے کی

ناپاک جسارت کی ہے جو آپ کے مرتبہ و مقام کے شایان شان ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اس سلسلے میں چند ایک مفسرین کے اقوال ملاحظہ فرمائیں:

شیخ شوکانی نے کہا: یعنی آپ دنیا کی مزین چیزوں کی طرف رغبت سے نظر اٹھا کر نہ دیکھیں اور نہ ان کی تمنا کریں۔

(شیخ محمد بن علی شوکانی: فتح القدیر، ج:۳، ص:۱۹۶)

نواب صدیق حسن بھوپالی نے کہا: پھر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ بیان فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو دینی نعمتیں عطا کی ہیں ان کی وجہ سے آپ کو جلد زائل ہونے والی دنیا کی لذات سے مستغنی کردیا ہے، لہٰذا آپ دنیا کی مزین چیزوں کی طرف رغبت سے نظر اٹھا کر نہ دیکھیں اور نہ تمنا کریں۔ (فتح البیان، ج:۷، ص:۱۹۵)

شیخ شبیر احمد عثمانی اور شیخ مودودی کی عبارات بھی ان سے ملتی جلتی ہیں جو طوالت کے خوف سے نقل نہیں کی گئیں۔

وہ نبی جن کے سر پر خالق کائنات کی طرف سے لولاک، خاتم النبیین، ورفعنا لک ذکرک، امام المرسلین اور رحمۃ للعالمین کا تاج سجایا گیا ہو، ان کے بارے میں کوئی مطیع و اطاعت گزار اور عاشق و محب امتی ایسا مضمون لکھنے کی جسارت نہیں کرسکتا۔

اس آیت میں بظاہر خواہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رغبت دنیا و مافیہا سے منع کیا گیا ہے لیکن حقیقت میں یہاں امت کی تعریض مقصود ہے اور امت کو رغبت دنیا سے منع کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں بطور دلیل یہ آیت پیش کی جاسکتی ہے:

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ○ (الزمر:۶۵)

اگر (بالفرض محال) آپ نے بھی ارتکاب شرک کیا تو آپ کے بھی ضرور سب عمل ضائع ہوجائیں گے اور آپ ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوجائیں گے۔

اس آیت کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ دوسرے لوگوں کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیوی سامان عیش و عشرت کی رغبت رکھتے تھے اور آپ کو اس سے منع کیا گیا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس آیت میں خواہ بظاہر خطاب آپ سے ہے لیکن حقیقت میں امت سے تعریضاً خطاب کیا گیا ہے یعنی امت کو چاہیے کہ دنیوی سامان عیش و عشرت کی طرف توجہ دینے اور رغبت رکھنے سے احتراز کریں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی متاع دنیا سے عدم رغبت:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو متاع دنیا اور سامان عیش و عشرت سے مستغنی فرما دیا تھا، آپ تمول و دولت کے مقابل مفلسی اور فقر کو ترجیح دیتے تھے اور صابر کی حیثیت سے رہنا زیادہ پسند کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں چند روایات ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا وہ میرے لیے مکہ کی پتھریلی زمین کو سونا میں تبدیل کردے، تو میں نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! مجھے یہ پسند ہے کہ میں ایک دن سیر ہوکر کھاؤں اور ایک دن بھوکا رہوں۔ جس دن بھوکا رہوں تو عجز و انکسار سے تجھ سے سوال کروں اور تیرا ذکر کروں۔ جب میرا پیٹ بھرا

ہو تو میں تیرا شکر بجالاؤں اور تیری حمد کروں۔(المعجم الکبیر، رقم الحدیث:۷۸۳۵)

۲-حضرت عقبہ حارث رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز عصر ادا کی، سلام پھیرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور تیزی سے اپنے گھر تشریف لے گئے، پھر واپس تشریف لائے۔ہم لوگوں نے آپ کے اس طرح جانے اور واپس آنے پر تعجب کیا، آپ نے ہمارے چہروں پر آثار تعجب دیکھ کر فرمایا: مجھے نماز میں یاد آیا کہ ہمارے پاس سونے کا ٹکڑا موجود ہے، میں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ شام ہونے، یا رات ہونے تک یہ ٹکڑا ہمارے پاس موجود رہے، میں نے اس سونے کے ٹکڑے کو تقسیم کر دینے کا حکم دیا ہے۔(صحیح بخاری، رقم الحدیث:۱۲۲)

۳-حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی پر آرام فرما تھے، چٹائی پر بستر نہیں تھا، آپ کے سر اقدس کے نیچے چمڑے کا تکیہ تھا جس میں کھجور کے خشک پتے تھے، آپ کے پاؤں کے پاس درخت قرظ کے پتے تھے، سرہانے کی طرف تازہ کھالیں لٹکی ہوئی تھیں اور میں نے آپ کے جسم پر چٹائی کے نشانات ملاحظہ کیے تو رو پڑا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: اے عمر! کیوں روتے ہو؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! قیصر وکسریٰ سامان عیش وعشرت میں ہیں جبکہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو پھر یہ حالت! آپ نے فرمایا: اے عمر! کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ ان کے لیے دنیا ہے اور ہمارے لیے آخرت ہے۔

امت کو سامان عیش وعشرت ترک کرنے کا درس:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سامان عیش وعشرت سے مستغنی کیا گیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا درس اپنی امت کو بھی دیا تھا۔اس سلسلہ میں چند احادیث مبارکہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱-حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اولاد آدم کے لیے ان چیزوں کے علاوہ کوئی حق نہیں ہے: رہائش کے لیے گھر ہو، اس کے پاس اتنا کپڑا ہو کہ وہ اپنی شرمگاہ چھپا سکے، کھانے کے لیے روٹی ہو اور پینے کے لیے پانی ہو۔(مسند احمد، ج:۱،ص:۶۲)

۲-حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک وہ مسلمان کامیاب ہے، جسے بقدر ضرورت رزق دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اسے اس پر قانع بنا دیا ہو۔(سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث:۴۱۳۸)

۳-حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب مسلمان کا بہترین سامان (دولت) وہ بکریاں ہوں گی جن کو لے کر اپنے دین کی حفاظت کے لیے پہاڑ کی چوٹیوں اور بارش کی جگہوں میں پہنچ جائے گا۔

۴-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کی اتنی اجازت نہیں دی جتنی بذریعہ قرآن تغنی کی دی ہے۔سفیان کا کہنا ہے: اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ قرآن کے سبب دوسری اشیاء سے مستغنی رہے۔

۵-حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے متعلقین میں سے میرے نزدیک سب سے زیادہ قابل رشک وہ مسلمان ہے، جس کے پاس دولت کم ہو، نمازی زیادہ ہو، اپنے رب کی بہتر طریقہ سے عبادت کرتا ہو،

تنہائی میں اس کی ریاضت کرتا ہو، لوگوں میں گم نہ ہوتا ہو، اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ نہ کیا جاتا ہو، اس کے پاس روزی بقدرِ ضرورت ہو اور وہ اس پر صبر کرتا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو انگلیاں ملا کر یوں فرمایا: اس کی موت جلدی واقع ہوگی، اس پر رونے والے قلیل ہوں گے اور اس کی میراث قلیل ہوگی۔ (المعجم الکبیر، رقم الحدیث: ۷۸۲۹)

دین و دنیا کا امتزاج، اسلام کا امتیاز:

اسلام میں نہ تو محض دنیوی دولت جمع کرنے کو ترجیح حاصل ہے اور نہ رہبانیت اختیار کرنے کو امتیاز حاصل ہے بلکہ ان (دونوں کے) امتزاج کو پسند کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں چند احادیث مبارکہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیوی اشیاء میں سے عورتیں اور خوشبو مجھے دی گئی ہیں اور نماز (میں) میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ (مسند احمد، رقم الحدیث: ۱۲۲۹۵)

۲۔ ہجرت مدینہ کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہما کو بھائی بھائی بنایا۔ ایک دفعہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس ملاقات کے لیے گئے تو انہیں دیکھا کہ ام الدرداء رضی اللہ عنہا میلے کچیلے کپڑوں میں ہیں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: تم نے اپنا کیا حال بنا رکھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: آپ کے بھائی ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو دنیا سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ پھر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ گھر آئے تو انہوں نے اپنے بھائی حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے لیے کھانا تیار کرایا، کھانا ان کے سامنے رکھ دیا اور کہا: کھاؤ! کیونکہ میں روزہ سے ہوں۔ اس پر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کھانا کھانے سے انکار کر دیا اور کہا: جب تک آپ میرے ساتھ نہیں شامل ہوں گے میں کھانا نہیں کھاؤں گا! پھر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے بھی کھانا کھایا۔ رات کا وقت ہونے پر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نماز میں مصروف ہو گئے، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے انہیں آرام کرنے (سونے) کا حکم دیا تو وہ سو گئے۔ کچھ دیر بعد وہ پھر نماز کے لیے اٹھے تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے دوبارہ انہیں سونے کا حکم دیا۔ جب رات کا آخری حصہ ہوا تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب اٹھو! دونوں نے نماز پڑھی۔ پھر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تمہارے پروردگار کا تم پر حق ہے، تمہارے نفس کا تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے، سب حق والوں کو ان کا حق دو۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو یہ سارا واقعہ عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سلمان نے درست کہا ہے۔ (حلیۃ الاولیاء، ج:۱، ص:۱۸۸)

3051 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ لَيْثِ بْنِ اَبِىْ سُلَيْمٍ عَنْ بِشْرٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

متنِ حدیث: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ قَوْلِهِ (لَنَسْاَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ) قَالَ عَنْ قَوْلِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ لَيْثِ بْنِ اَبِىْ سُلَيْمٍ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوٰى عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ عَنْ لَيْثِ بْنِ اَبِىْ سُلَيْمٍ عَنْ بِشْرٍ عَنْ اَنَسٍ نَحْوَهٗ وَلَمْ يَرْفَعْهُ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو (اللہ تعالیٰ) کے اس فرمان کے بارے میں ہے:

''ہم ان سب سے ضرور سوال کریں گے اس چیز کے بارے میں جو وہ عمل کرتے تھے۔''

(نبی اکرم ﷺ) فرماتے ہیں، اس سے مراد لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھنا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔ ہم اسے لیث نامی راوی کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

عبداللہ بن ادریس نے اسے لیث بن ابوسلیم کے حوالے سے' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اسی کی مانند نقل کیا ہے' تاہم انہوں نے اس کے ''مرفوع'' ہونے کا تذکرہ نہیں کیا۔

شرح

لوگوں سے اعمال کی باز پرس ہونا:

ارشادِ ربانی ہے:

اَلَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ○ فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (الحجر:۹۱تا۹۳)

''ان لوگوں نے قرآن کو جھوٹا قرار دیا، پس آپ کے پروردگار کی قسم! ہم ان سے ضرور باز پرس کریں گے جو کچھ وہ کرتے رہے۔''

ان آیات کی تفسیر حدیث باب میں کی گئی ہے۔ یہاں مسئلہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن انسان سے کلمہ طیبہ کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ اس نے اسے تسلیم کیا تھا یا نہیں اور کیا تھا تو اس کے مطابق زندگی گزاری تھی یا نہیں۔ اس کی وجہ دوسری روایت میں بیان کی گئی ہے کہ جس نے ایمان واخلاص کے ساتھ کلمہ طیبہ پڑھا، وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اس کے اخلاص کے بارے میں دریافت کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: اخلاص یہ ہے کہ کلمہ طیبہ انسان کو حرام کاموں سے روک دے۔ (صحیح مسلم، ج:۱،ص:۴۸)

سوال: اللہ تعالیٰ کائنات کے ذرہ ذرہ سے آگاہ ہے' تو پھر قیامت کے دن انسان سے سوال کرنا فضول ہے، کیونکہ سوال کا مقصود حصول علم ہوتا ہے جو اسے پیشگی حاصل ہے؟

جواب: قیامت کے دن انسان سے سوال کرنا حصول علم پر مبنی نہیں ہوگا بلکہ مقصد زجر وتوبیخ اور قیام عدل وانصاف ہوگا۔

سوال: زیر بحث آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان سے قیامت کے دن کلمہ طیبہ کے بارے میں سوال ہوگا جبکہ دوسری آیت میں ہے: فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ○ (الرحمٰن:۳۹) ''پس اس دن انسانوں اور جنوں سے ان کے گناہوں کے

بارے میں سوال نہیں ہوگا۔" اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ سوال نہیں ہوگا۔ اس طرح دونوں آیات میں تعارض ہوا؟

جواب: (۱) قیامت کا دن طویل ترین ہوگا، اس کے بعض اوقات میں سوال ہوگا اور بعض اوقات میں سوال نہیں ہوگا، لہٰذا تعارض نہ رہا۔

(۲) وہاں حصول معلومات کے لیے سوال نہیں ہوگا بلکہ زجر وتوبیخ اور عدل وانصاف قائم کرنے کے لیے کیا جائے گا۔

عِضِيْنَ کا معنیٰ ومفہوم:

لفظ "عِضِيْنَ" کا معنی ہے: ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔

بعض نے کہا اس سے مراد کہانت ہے۔ بعض نے کہا: یہ امم سابقہ کے قصص ہیں۔

ارشاد خداوندی ہے: اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ (البقرہ:۸۵)

"کیا پس تم کتاب (قرآن کریم) کے کچھ حصے پر ایمان رکھتے ہو اور کچھ کا انکار کرتے ہو۔"

جس طرح ثبون ثبة کی اور ظبون ظبة کی جمع ہے، اسی طرح عضون عضبة کی جمع ہے۔ عضو اور تعضية کا معنیٰ ہے: اعضاء کا تجزیہ کرنا۔ امام کسائی کا موقف ہے: عضون عضو یا عضة سے بنا ہے، عضة ایک درخت کا نام ہے۔ جب عضو کو اصل قرار دیا جائے تو یہ ناقص یائی ہے جبکہ لام کلمہ محذوف ہوگا۔ عضيت الشئى کا معنیٰ ہوگا: کسی شئی کے ٹکڑے ٹکڑے کرنا جبکہ ہر ٹکڑا عضة کہلائے گا اور تعضية کا معنیٰ ہے: تجزیہ کرنا۔ عضيت الجزور والشاة کا معنیٰ ہوگا: میں نے اونٹ یا بکری کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ۝ کا معنی ہوگا: ان لوگوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ یہ لوگ قرآن کے بعض حصے کو تسلیم اور بعض کا انکار کرتے ہیں۔ یہ منکر قرآن کریم کے بارے میں مختلف باتیں بناتے ہیں اور اس کو کہانت، سحر، کذب اور شعر قرار دیتے ہیں۔

قیامت کے دن گناہگار مسلمانوں سے سوال کی نوعیت:

ارشاد ربانی ہے: "آپ کے پروردگار کی قسم ہم ان سب لوگوں سے ضرور سوال کریں گے۔" اکثر علماء کا خیال ہے کہ ان لوگوں سے کلمہ طیبہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

قیامت کے دن کفار کے مقابل گناہگار مسلمانوں سے سوال کی کیفیت مختلف ہوگی۔ اس سلسلے میں چند ایک احادیث درج ذیل ہیں:

۱- حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے یہ عہد کیا ہے جو میرا امتی لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ لے کر آئے گا، اس کے ساتھ کسی دوسری چیز کو نہ ملایا ہوگا تو اس کے لیے جنت واجب ہوگی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! وہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ساتھ دوسری چیز کیا ملا سکتا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: دنیا کی حرص، دنیا کو جمع کرنا اور دنیا کی وجہ سے ممانعت کرنا۔ وہ انبیاء علیہم السلام کی طرح گفتگو کریں گے اور ظالموں جیسا عمل کریں گے۔

۲-حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کلمہ طیبہ (لَآ اِلٰــہَ اِلَّا اللّٰہُ) لوگوں کو خداوند تعالیٰ کی ناراضگی سے بچاتا ہے بشرطیکہ وہ دنیا کو دین پر ترجیح نہ دیں۔ اگر وہ دنیا کو دین پر ترجیح دیں تو ان کا کلمہ طیبہ پڑھنا رد کر دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تم نے جھوٹ بولا ہے۔ (نوادرالاصول، ج:۲، ص:۷۲)

۳-حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اخلاص کے ساتھ کلمہ طیبہ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھا ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا: یارسول اللہ! اخلاص سے کیا مراد ہے؟ آپ نے جواب دیا: اخلاص کا معیار اللہ کی حرام کردہ اشیاء سے اجتناب کرنا ہے۔ (الجامع الصغیر، رقم الحدیث:۸۸۹۶)

نیز یہ آیت اپنے عموم پر دلالت کرتی ہے، جس کا مفہوم یہ ہوگا کہ قیامت کے دن گناہگار مسلمانوں اور کفار سے سوال کرنے کی کیفیت مختلف ہوگی۔ تاہم وہ مسلمان مستثنیٰ ہوں گے جو بغیر حساب کے جنت میں داخل کیے جائیں گے۔

قیامت کے دن کفار سے سوال کی کیفیت:

کیا قیامت کے دن مسلمانوں کی طرح کفار سے بھی حساب لیا جائے گا یا نہیں؟ اس بارے میں اختلاف ہے، صحیح بات یہی ہے کہ مسلمانوں کی طرح کفار سے بھی حساب لیا جائے گا۔ اس سلسلہ میں دلائل درج ذیل ہیں:

۱-اِنَّ اِلَیْنَآ اِیَابَھُمْ ○ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا حِسَابَھُمْ ○ (الغاشیۃ:۲۵،۲۶) بیشک ان کا لوٹنا ہماری طرف ہے۔ پھر بیشک ان کا حساب لینا بھی ہمارے ذمہ میں ہے۔

۲-وَقِفُوْھُمْ اِنَّھُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ○ (الصٰفٰت:۲۴) انہیں ٹھہراؤ، بیشک ان سے سوال کیا جائے گا۔

سوال: قیامت کے دن مسلمانوں کی طرح کفار سے حساب نہیں لیا جائے گا، اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱-وَلَا یُسْــئَلُ عَنْ ذُنُوْبِھِـمُ الْمُجْرِمُوْنَ ○ (القصص:۷۸) مجرموں سے ان کے گناہوں کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا۔

۲-فَیَوْمَئِذٍ لَّا یُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِہٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ○ (الرحمٰن:۳۹) انسان ہو خواہ جن اس دن کسی کے گناہوں کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا۔

۳-وَلَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَا یُزَکِّیْھِمْ ج (البقرۃ:۱۷۴) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے بات نہیں کرے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا۔

۴-کَلَّآ اِنَّھُمْ عَنْ رَّبِّھِمْ یَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ○ (المطففین:۱۵) حق بات تو یہ ہے اس دن وہ اپنے پروردگار کے دیدار سے ضرور محروم رہیں گے۔

ان آیات ودلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ قیامت کے دن کفار سے سوال نہیں ہوگا اور نہ حساب لیا جائے گا؟

جواب: (۱) قیامت کے دن لوگوں کو کئی مواقع پیش آئیں گے۔ بعض مواقع پر اللہ تعالیٰ نہ کلام کرے گا، نہ سوال کرے گا اور نہ حساب لے گا۔ یہ اس وقت ہوگا جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اعلان ہوگا: لمن الملك اليوم؟ آج حکومت کس کی ہے؟ پھر

اعلان ہوگا: اللہ الواحد القہار۔ ''صرف اللہ تعالیٰ کی ہے جو واحد ہے اور سب پر غالب ہے۔''

قیامت کے دن جب مخلوق کو پریشانی سے نجات دلانے کے لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں گر جائیں گے اور اپنے پروردگار کو راضی کر لیں گے تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں سے کلام ہوگا، سوال ہوگا اور حساب بھی لیکن مسلمانوں سے شفقت سے کلام کرے گا اور کفار سے غضب کی حالت میں۔ اسی طرح سوال اور حساب بھی مسلمانوں سے نرمی کے انداز میں اور کفار سے نہایت سختی سے لیا جائے گا۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے: اللہ تعالیٰ اعمال کو معلوم کرنے کے لیے سوال نہیں فرمائے گا، کیونکہ اعمال سے تو وہ آگاہ ہے لیکن زجر و توبیخ کرنے اور عدل و انصاف کی وضاحت کے لیے سوال فرمائے گا۔ اس سلسلہ میں ارشاد ربانی ہے:

ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ○ (التکاثر:۸) اس دن تم سے نعمتوں کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا۔

3052 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِى الطَّيِّبِ حَدَّثَنَا مُصْعَبُ بْنُ سَلَّامٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ ثُمَّ قَرَاَ (اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

مذاہبِ فقہاء: وَقَدْ رُوِىَ عَنْ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ فِىْ تَفْسِيْرِ هٰذِهِ الْاٰيَةِ (اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ) قَالَ لِلْمُتَفَرِّسِيْنَ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے۔

''مومن کی فراست سے بچو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔''

پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

''بے شک اس میں دانشوروں کے لیے نشانیاں ہیں۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

بعض اہل علم نے اس کی تفسیر میں یہ بات بیان کی ہے: اس آیت ''بے شک اس میں دانشوروں کے لیے نشانیاں ہیں'' سے مراد یہ ہے وہ لوگ جو فراست رکھتے ہیں۔

شرح

مومن کی فراست سے ڈرنا:

ارشاد خداوندی ہے:

دیا: پہلے بڑھئی تھا لیکن اب میں لوہار ہوں۔

یہ واقعہ بھی مشہور ہے کہ ایک دفعہ مذحج کی ایک قوم حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی جس میں اشتر بھی موجود تھا۔ آپ نے اسے سر سے پاؤں تک اسے ایک نظر دیکھا پھر دریافت کیا کہ یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا: یہ مالک بن الحارث ہے۔ اس پر آپ نے اظہار ناراضگی کرتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کرے میں بھی ملاحظہ کر رہا ہوں کہ اس کے سبب مسلمانوں پر ایک شدید مصیبت آنے والی ہے۔ اس کی وجہ سے مسلمانوں میں جو کچھ ہونا تھا وہ ہوا۔ یاد رہے اس شخص کا شمار قاتلین عثمان میں ہوتا ہے۔

ایک دفعہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بازار گئے، وہاں ایک عورت کو دیکھا، پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھتے ہی فرمایا: آپ لوگوں میں سے بعض اوقات ایسا شخص ہمارے پاس آتا ہے کہ اس کی آنکھوں میں زنا کا اثر موجود ہوتا ہے۔ یہ بات سن کر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی نزول وحی کا سلسلہ جاری ہے؟ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا: نہیں! یہ تو فراست و برہان ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن، ج:۱، ص:۴۰)

حضرت امام الحرمین ابوالمعالی بن ابومحمد الجوینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک دفعہ فجر کی نماز پڑھانے کے بعد درس دیا پھر مسجد میں بیٹھ گئے۔ اسی دوران صوفیاء کی ایک جماعت کہیں دعوت پر جاتی ہوئی دکھائی دی۔ امام جوینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دل میں خیال کیا کہ صوفیاء کا محض مقصد حیات کھانا پینا اور رقص کرنا ہے۔ صوفیاء کی جماعت دعوت سے واپس آئی تو امام جوینی اب بھی اسی جگہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے امام جوینی سے دریافت کیا: اے فقیر! آپ کا اس شخص کے بارے میں کیا فتویٰ ہے جو حالت جنابت میں فجر کی نماز پڑھائے، مسجد میں بیٹھ کر علوم اسلامیہ کا درس دے اور لوگوں کی غیبت کرنے کا بھی مرتکب ہوتا ہو؟ امام الحرمین کو یاد آ گیا کہ انہیں رات کو احتلام ہوا تھا پھر حالت جنابت میں انہوں نے لوگوں کو فجر کی نماز بھی پڑھا دی ہے۔

(ملا علی قاری، مرقات شرح مشکوٰۃ، ج:۳، ص:۱۹)

فراست مومن کے بارے میں احادیث مبارکہ:

فراستِ مومن کا مضمون احادیث نبویہ میں بھی بیان ہوا ہے۔ اس حوالے سے چند ایک احادیث مبارکہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ کے بعض بندے ایسے ہیں جو فراست سے لوگوں کو پہچان لیتے ہیں۔ (المعجم الاوسط، رقم الحدیث:۲۹۶)

۲۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ مومن کی فراست سے ڈرو، کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے اور اس کی توفیق سے لب کشائی کرتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، ج:۲، ص:۶۱۴)

۳۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کی فراست سے ڈرو، کیونکہ

وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت کی: اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ○

(حلیۃ الاولیاء، ج:۱۰،ص:۲۸۱)

۴- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ لوگوں میں زیادہ فراست والے تین آدمی گزرے ہیں:

(i) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور کی خاتون جس نے اپنے والد گرامی سے یوں کہا تھا:

یٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ○ (القصص:۲۶)

اے میرے والد گرامی! آپ انہیں اجرت پر تعینات کرلیں، بیشک بہترین آدمی ہے، جس کو آپ اجرت پر رکھیں، وہی ہے جو طاقتور اور امانتدار ہے۔

دریافت کیا: اس کی طاقت اور امانت کا تمہیں کیسے علم ہوا؟ جواباً عرض کیا: یہ کنویں پر آئے جس پر بھاری پتھر تھا جو انہوں نے اٹھالیا تھا۔ میں ان کے آگے چل رہی تھی انہوں نے مجھے پیچھے کر دیا تھا۔

(ii) دوسرا حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ کا آدمی ہے، جس نے یوں کہا تھا: وَقَالَ الَّذِی اشْتَرٰهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖۤ اَكْرِمِیْ مَثْوٰىهُ عَسٰۤی اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ؕ (یوسف:۲۱) "اور مصر کے جس شخص نے (راہگیروں سے) خریدا تھا، اس نے اپنی بیوی سے کہا: اعزاز و اکرام سے ان کی رہائش کا اہتمام کرو، شاید ہم کو نفع پہنچائیں یا ہم ان کو اپنا بیٹا بنالیں۔"

(iii) تیسرے شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ مقرر کیا تھا۔

(المعجم الکبیر، رقم الحدیث:۸۸۲۹)

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ النَّحْلِ

باب 17: سورۂ نحل سے متعلق روایات

3053 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَاصِمٍ عَنْ يَحْيَى الْبَكَّاءِ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اَرْبَعٌ قَبْلَ الظُّهْرِ بَعْدَ الزَّوَالِ تُحْسَبُ بِمِثْلِهِنَّ فِيْ صَلَاةِ السَّحَرِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا وَيُسَبِّحُ اللّٰهَ تِلْكَ السَّاعَةَ ثُمَّ قَرَاَ (يَتَفَيَّاُ ظِلَالُهُ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَائِلِ سُجَّدًا لِلّٰهِ وَهُمْ دَاخِرُوْنَ) الْاٰيَةَ كُلَّهَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَلِيِّ بْنِ عَاصِمٍ

◆◆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے، ظہر سے پہلے اور زوال ہو جانے کے بعد چار رکعت اسی طرح شمار کی جاتی ہیں۔ جس طرح اتنی رکعات تہجد کی نماز میں ادا کی ہوں۔

3053- اخرجه ابن حميد ص (۳۸)، حديث (۲٤).

نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: اس وقت میں ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کر رہی ہوتی ہے۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

"ان کا سایہ اللہ کی بارگاہ میں سجدہ کرنے کے لیے دائیں اور بائیں جھک رہا ہوتا ہے۔"

آپ ﷺ نے یہ پوری آیت تلاوت فرمائی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے۔ ہم اسے صرف علی بن عاصم نامی راوی کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

شرح

سورہ نحل مکی ہے جو سولہ (۱۶) رکوع، ایک سو تیس (۱۳۰) آیات، ایک ہزار آٹھ سو اکتالیس (۱۸۴۱) کلمات اور چھ ہزار سات سو سات (۶۷۰۷) حروف پر مشتمل ہے۔

زوال کے بعد تمام مخلوق کا اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنا:

ارشاد ربانی ہے:

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ۝ (النحل:۴۸)

"کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے جو چیز بھی پیدا کی ہے اس کا سایہ اللہ کو سجدہ کرتے ہوئے دائیں اور بائیں جانب کو جھکتا ہے اور اس وقت وہ اللہ کے سامنے عاجزی کرتے ہیں۔"

تین اوقات میں ہر قسم کی نماز مکروہ ہے۔

(۱) طلوع آفتاب کے وقت۔ (۲) زوال آفتاب کے وقت۔ (۳) غروب آفتاب کے وقت۔

اس آیت اور حدیث باب میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ زوال کے بعد اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق اس کی اطاعت وعبادت میں مصروف ہو جاتی ہے خواہ وہ ذی روح ہو یا غیر ذی روح ہو۔ تاہم سب کا انداز عبادت وریاضت مختلف ہے۔ یہ چار رکعت نماز ہے جو زوال کے بعد اور نماز ظہر سے قبل ادا کی جاتی ہے، کی فضیلت یوں بیان کی گئی ہے کہ یہ چار رکعت نماز ثواب میں نماز تہجد کے برابر ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ چار رکعات اہتمام سے ادا فرمایا کرتے تھے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ اس نماز کو دوسری نمازوں کی طرح ایک مستقل نماز قرار دیتے ہیں اور انہوں نے اپنے موقف پر حدیث باب سے استدلال کیا ہے۔

تمام مخلوق بالخصوص انسانوں اور جنات کی تخلیق کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت وریاضت کرنا ہے، زوال کا وقت آنے پر تھوڑی دیر کے لیے عبادت میں انقطاع ہو گیا اور جونہی یہ وقت ختم ہوا تو پوری مخلوق اپنے اپنے انداز میں عبادت الٰہی میں مصروف ہو گئی۔ انسان کو خصوصیت سے درس دیا جا رہا ہے کیونکہ (اس کے سر پر نیابت وخلافت کا تاج سجایا گیا ہے) اسے بہر حال اللہ تعالیٰ کی

عبادت وریاضت اور اطاعت میں شاغل رہنا چاہیے۔

ہر چیز کے سایہ کے سجدہ کرنے کی وضاحت:

اس آیت اور حدیث باب میں بتایا گیا ہے کہ جو بھی چیز اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہو کر دائیں بائیں جھکتی ہے۔ اس مقام پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی چیزیں بھی پیدا کی ہوئی ہیں جو سایہ نہیں رکھتیں مثلاً ملائکہ، جنات، ہوا اور خوشبو وغیرہ۔

اس سوال کے کئی جوابات ہیں:

۱- اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو سایہ رکھتی ہو مثلاً کثیف و مادی جسم رکھتی ہو جبکہ ملائکہ، ہوا اور جنات لطیف اجسام ہیں جبکہ خوشبو اعراض سے متعلق ہے۔

۲- اہل عرب کے ہاں سایہ کے لیے دو الفاظ استعمال ہوتے ہیں: (i) ظل، (ii) فے۔ دونوں کے مابین لطیف سا فرق بھی ہے، وہ یہ کہ دوپہر سے قبل سائے کو ظل اور دوپہر کے بعد کے سائے کو فے کہتے ہیں۔ تاہم دونوں کا ایک دوسرے پر اطلاق بھی ہوتا ہے۔

۳- متقدمین کا موقف ہے یہاں سجدہ ریز ہونے سے مراد اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ حضرت ابن عباس، حضرت مجاہد اور حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا کہنا ہے کہ تمام اشیاء خواہ جمادات ہوں یا حیوانات اطاعت بجالاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہوتی ہیں۔ حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ابن آدم! تیرا سایہ تو اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہوتا ہے لیکن تو سجدہ نہیں کرتا! یہ تیرا بدترین عمل ہے۔

3054 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى عَنْ عِيْسَى بْنِ عُبَيْدٍ عَنِ الرَّبِيْعِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَبِى الْعَالِيَةِ قَالَ حَدَّثَنِىْ اُبَىُّ بْنُ كَعْبٍ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا كَانَ يَوْمُ اُحُدٍ اُصِيْبَ مِنَ الْاَنْصَارِ اَرْبَعَةٌ وَّسِتُّوْنَ رَجُلًا وَّمِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ سِتَّةٌ فِيْهِمْ حَمْزَةُ فَمَثَّلُوْا بِهِمْ فَقَالَتِ الْاَنْصَارُ لَئِنْ اَصَبْنَا مِنْهُمْ يَوْمًا مِثْلَ هٰذَا لَنُرْبِيَنَّ عَلَيْهِمْ قَالَ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ فَتْحِ مَكَّةَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى (وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِيْنَ) فَقَالَ رَجُلٌ لَا قُرَيْشَ بَعْدَ الْيَوْمِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفُّوْا عَنِ الْقَوْمِ اِلَّا اَرْبَعَةً

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِنْ حَدِيْثِ اُبَىِّ بْنِ كَعْبٍ

◆◆ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، جب غزوہ اُحد کے موقع پر انصار کے 64 افراد شہید ہوئے اور مہاجرین کے چھ افراد شہید ہوئے جن میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے' تو (کفار) نے ان کا مثلہ کیا تھا' تو انصار نے یہ کہا، اگر اب کبھی ہمارا ان سے سامنا ہوا' تو ہم انہیں اس سے دُگنی سزا دیں گے۔

3054- اخرجه عبدالله بن احمد (۱۳۵/۵)۔

راوی بیان کرتے ہیں: جب فتح مکہ کا موقع آیا' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

''اگر تم نے بدلہ لینا ہے' تو اتنا ہی بدلہ لو جتنی تمہارے ساتھ زیادتی کی گئی ہے' اور اگر تم صبر سے کام لو تو یہ (صبر کرنا) صبر کرنے والوں کے لیے زیادہ بہتر ہے۔''

ایک شخص نے یہ کہا، آج کے بعد قریش نہیں رہیں گے' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: چار آدمیوں کے علاوہ اور کسی کو قتل نہیں کرنا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے' اور حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

شرح

بدلہ لینے کی صورت میں ظلم سے تجاوز نہ کرنا:

ارشادِ خداوندی ہے:

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ○ (النحل:۱۲۶)

''اور اگر تم سزا دو تو اتنی سزا دو جتنی تمہیں تکلیف دی گئی ہو۔ اور اگر تم صبر کرو تو یہ صبر کرنے والوں کے لیے بہترین چیز ہے۔''

اس آیت کا شانِ نزول حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ غزوہ احد کے موقع پر دشمن کے ہاتھوں چونسٹھ انصار اور چھ مہاجرین (کل ستر) صحابہ کرام شہید ہوئے، شہداء میں حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ مشرکین نے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کو بھی بگاڑ دیا تھا۔ اس ظلم و ستم کی بنا پر ایک انصاری صحابی نے اعلان کیا کہ جونہی ہمیں موقع ملا تو ہم قریش کو بالکل نہیں چھوڑیں گے یعنی انہیں صفحۂ ہستی سے حرفِ غلط کی طرح مٹا دیں گے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس میں بتایا گیا ہے کہ مظلوم کو ظالم سے بدلہ لینے کا حق حاصل ہے لیکن یہ انتقام ظلم کے مطابق ہونا چاہیے اور اس میں تجاوز نہیں ہونا چاہیے۔ نیز انتقام کا ایک پہلو صبر کرنا اور دشمن کو معاف کرنا بھی ہے۔ معاف کرنا اور صبر کی صورت اختیار کرنا انتقامی کارروائی سے بہتر ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر دشمن سے انتقام لینے کا بہترین موقعہ تھا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا: اے میرے صحابہ! تم اپنے ہاتھ روک لو سوائے چار لوگوں کے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ظلم کے برابر بھی قریش مکہ اور مشرکین سے بدلہ نہیں لیا گیا تھا۔

سوال: وہ چار لوگ کون تھے جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاف کرنے سے مستثنیٰ قرار دیا تھا؟

جواب: وہ چار لوگ یہ تھے:

(۱) عکرمہ بن ابی جہل۔ (۲) عبداللہ بن خطل۔ (۳) مقیس بن صبابہ۔ (۴) عبداللہ بن سعد۔

ظالم سے انتقام کے بجائے صبر اختیار کرنے کی فضیلت:

اس آیت اور حدیث باب میں مسلمانوں کو خصوصیت سے یہ درس دیا گیا ہے کہ وہ انتقام لینے کے بجائے صبر و معافی کا راستہ اختیار کریں تو بہتر ہے، صبر کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

قرآن کریم میں بتایا گیا ہے کہ اگر تم ظالم سے انتقام لو تو یہ تمہارا حق ہے لیکن اس میں ظلم سے تجاوز نہیں ہونا چاہیے، اس لیے کہ یہ بھی ظلم کی صورت بن جائے گی۔ اس کے برعکس معاف کر دینا اور صبر کا راستہ اختیار کرنا زیادہ بہتر ہے۔ صبر اختیار کرنے کی فضیلت اور صورت کو ترجیح دی گئی ہے۔ قرآن کریم کی مختلف آیات میں صبر کی اہمیت و فضیلت بیان کی گئی ہے۔ ایک مقام پر ارشاد خداوندی ہے:

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ۝ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ (الشوریٰ:۳۹-۴۳)

''اور جو لوگ ظلم و ستم کا شکار ہوتے ہیں، وہ بدلہ لیتے ہیں۔ برائی کا بدلہ برائی برابر برابر ہوتا ہے، پس جو شخص معاف کرے اور صبر کرے تو اس کا ثواب اللہ کے پاس ہے۔ بیشک وہ (اللہ) ظالم لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔ جس شخص نے ظلم کے بعد بدلہ لیا تو ان کے لیے (مزید) گرفت کا کوئی حق نہیں ہے۔ جواز تو ان لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں بغاوت کرتے ہیں، ان لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے۔ جس شخص نے صبر کیا اور معاف کیا تو یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔''

دوسرے مقام پر ارشاد خداوندی ہے:

اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ اور تم صبر اور نماز کے ساتھ صبر حاصل کرو۔ بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

انتقام نہ لینے اور صبر کرنے کی اہمیت اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں:

اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ظالموں اور مخالفین سے ظلم و زیادتی کا انتقام نہیں لیتے تھے بلکہ انہیں معاف کرتے اور صبر و تحمل کا مظاہرہ فرماتے تھے۔ اس سلسلہ میں چند حقوق ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات کے بارے میں نہ کسی سے بدلہ لیتے اور نہ ناراض ہوتے تھے لیکن جو شخص کسی شرعی حد کو توڑتا تو آپ اس سے شدید ناراض ہوتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو

امور میں سے ایک کے اختیار کرنے کا کہا جاتا تو آپ آسان کام کو پسند فرماتے بشرطیکہ وہ ناجائز نہ ہوتا۔
(صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۳۵۶۰)

۲۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم طبعًا سخت مزاج نہیں تھے، نہ درشت گفتگو فرماتے تھے، نہ بالتکلف سخت مزاج تھے، نہ بازار میں شور کرتے تھے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے تھے بلکہ آپ معاف کر دیتے تھے۔ (مسند احمد، ج:۶، ص:۱۷۴)

۳۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمن کی طرف سے سخت ایذاء پہنچی تھی کہ آپ کا سامنے والا نچلا دانت مبارک شہید ہو گیا اور چہرہ انور خون آلود ہو گیا۔ اس موقع پر بعض صحابہ نے آپ کو دشمن کے خلاف دعا کرنے کا مشورہ دیا، آپ کی طرف سے یہ جواب تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے لعنت کرنے والا یا زحمت بنا کر نہیں بلکہ دعا کرنے والا اور رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور یوں دعا کی: اے اللہ! میری قوم کی مغفرت کر! یا میری قوم کو ہدایت عطا کر، کیونکہ یہ لوگ مجھے جانتے نہیں ہیں۔ اس دعا کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے مجھے زخمی کر کے جو ظلم و ستم کیا ہے، یہ انہیں معاف کر، کیونکہ یہ مجھے جانتے نہیں ہیں' ورنہ سب دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتے۔ غزوہ خندق کے موقع پر نماز عصر چھوٹ جانے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کے خلاف بددعا کرتے ہوئے کہا: اے اللہ! ان کے پیٹوں کو آگ سے بھر دے۔ دانت مبارک شہید کیے جانے اور چہرہ انور زخمی کرنے پر آپ نے معاف کر دیا تھا، کیونکہ یہ حق ذات تھا لیکن نماز فوت ہو جانے پر دشمن کو معاف نہیں کیا تھا، کیونکہ یہ معاملہ حقوق اللہ سے متعلق تھا۔

۴۔ بعض یہود علماء جو مسلمان ہو چکے تھے، کا بیان ہے کہ نبوت کی تمام علامات میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کو دیکھتے ہی معلوم کر لی تھیں لیکن دو علامات معلوم نہ ہو سکیں:

(۱) حلم۔ (۲) بردباری۔

یہ علامات معلوم کرنے کے لیے میں نے آپ کو مدت مقررہ تک ادھار میں کھجوریں فروخت کیں، پھر مدت پوری ہونے سے تین دن پہلے رقم کا تقاضا کیا، میں نے آپ کی قمیص پکڑ کر سخت غصہ کی حالت میں گھور کر کہا: اے محمد! آپ میرا حق ادا نہیں کرتے؟ اللہ کی قسم! اے اولاد عبدالمطلب! تم لوگ سخت نادہندہ ہو۔ اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اظہار ناراضگی کرتے ہوئے فرمایا: اے اللہ کے دشمن! تو میری موجودگی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی بات کہتا ہے؟ قسم بخدا! اگر مجھے تیری قوم سے معاہدہ کا خیال نہ ہوتا تو میں اپنی تلوار سے تیری گردن اڑا دیتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تبسم فرماتے رہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف بھی دیکھتے رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! مجھے اور اس شخص کو کوئی اور بات کہنے کی ضرورت تھی، تم مجھے اچھی طرح قرض ادا کرنے کا کہتے اور اس شخص کو اچھی طرح قرض کا تقاضا کرنے کا کہتے۔ اے عمر! جاؤ ان کا قرض ادا کر دو اور بیس صاع مزید ادا کرو۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کیا۔ میں نے کہا: اے عمر! میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور سے نبوت کی تمام علامات معلوم کر چکا تھا لیکن دو علامات دیکھنا چاہتا تھا۔ پہلی علامت یہ کہ آپ کا حلم آپ کے غضب پر غالب رہتا ہے اور دوسری یہ کہ شدت غضب آپ میں حلم کے اضافہ کا باعث بنتا ہے۔ اب میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ معبود حقیقی

ہے، اسلام دین حق ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے نبی ہیں۔

۵- ایک روایت میں ہے کہ ایک اعرابی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے زور سے آپ کی چادر کھینچی کہ گردن مبارک پر نشان پڑ گیا۔ وہ آپ سے یوں مخاطب تھا: اے محمد! آپ مجھے ان دو اونٹوں پر طعام لا دیں، کیونکہ یہ طعام آپ نہ اپنے مال سے لاد کر دیں گے اور نہ اپنے ماں باپ کے مال سے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں! پھر تین بار استغفار کی۔ آپ نے فرمایا: ہم اس وقت تک اونٹوں پر غلہ لاد کر نہیں دیں گے جب تک تم مجھے چادر کھینچنے کا بدلہ نہیں دو گے؟ اس نے جواب دیا: قسم بخدا! میں آپ کو بدلہ نہیں دوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو طلب کیا اور اسے حکم دیا کہ اس کے ایک اونٹ پر کھجوریں لاد دو اور دوسرے پر جو لاد دو۔ ایک روایت میں ہے: اس شخص نے جب زور سے چادر مبارک کھینچی تو آپ نے اس کی طرف دیکھا اور مسکرائے پھر اسے غلہ سے نوازنے کا حکم دیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں تحمل و بردباری اور عفو و درگزر کی صفات کمال درجہ کی پائی جاتی تھیں۔ آپ کے حسن اخلاق، نرم مزاجی، تحمل اور درگزر کے نتیجہ میں سخت مزاج، سنگ دل اور وحشیوں کی طرح متنفر لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع بن کر جانثاری کا مظاہرہ کرنے لگے۔

سوال: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء دینا اور آپ پر ظلم کرنا کفر ہے، اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ ظالم لوگوں کا مؤاخذہ کرے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کیونکر معاف کیا؟

جواب: اس بات میں کوئی شک نہیں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم کرنا اور ایذاء رسانی کفر ہے، اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ ایسے مرتکب لوگوں کا وہ خواہ مؤاخذہ کرے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں معاف کیا، اس کی کئی وجوہات ہیں:

(i) ایسی حرکت کا مرتکب مسلمان بھی ہو سکتا ہے، جس طرح اعرابی حاضر خدمت ہوا اور آپ نے اسے معاف کر دیا، کیونکہ یہاں اس کا سخت مزاج ہونا درمیان میں عذر موجود تھا۔

(ii) ایسی حرکت کا ارتکاب منافق کی طرف سے ہوا جس کے متعدد واقعات ہیں، اسے معاف کرنے کی وجہ یہ ہے کہ انتقام یا مؤاخذہ کی صورت میں کفار کو یہ اعتراض کرنے کا بہانہ ملتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماننے والوں کو معاف نہ کیا اور ان سے بدلہ لیا۔

(iii) ایسی حرکت کا ارتکاب اگر کافر کی طرف سے ہو تو اس کے دو پہلو ہو سکتے ہیں:

(۱) اپنی ذات سے متعلق ہونے کی وجہ سے آپ معاف بھی کر سکتے ہیں (جس طرح آپ نے کیا) کیونکہ آپ سراپا رحمت بن کر تشریف لائے۔

(۲) حق اللہ ہونے کی وجہ سے انتقام کی دعا بھی فرما سکتے ہیں۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ بَنِي إِسْرَآئِيلَ

باب 18: سورہ بنی اسرائیل سے متعلق روایات

3055 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: حِينَ أُسْرِيَ بِي لَقِيتُ مُوسٰى قَالَ فَنَعَتَهُ فَإِذَا رَجُلٌ حَسِبْتُهُ قَالَ مُضْطَرِبٌ رَجِلُ الرَّأْسِ كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوءَةَ قَالَ وَلَقِيتُ عِيسٰى قَالَ فَنَعَتَهُ قَالَ رَبْعَةٌ أَحْمَرُ كَأَنَّمَا خَرَجَ مِنْ دِيمَاسٍ يَعْنِي الْحَمَّامَ وَرَأَيْتُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ وَأَنَا أَشْبَهُ وَلَدِهِ بِهِ قَالَ وَأُتِيتُ بِإِنَائَيْنِ أَحَدُهُمَا لَبَنٌ وَّالْآخَرُ خَمْرٌ فَقِيلَ لِي خُذْ أَيَّهُمَا شِئْتَ فَأَخَذْتُ اللَّبَنَ فَشَرِبْتُهُ فَقِيلَ لِي هُدِيتَ لِلْفِطْرَةِ أَوْ أَصَبْتَ الْفِطْرَةَ أَمَا إِنَّكَ لَوْ أَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ أُمَّتُكَ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب مجھے معراج کروائی گئی، تو میری ملاقات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوئی۔ نبی اکرم ﷺ نے ان کا حلیہ بیان کیا کہ وہ ایک ایسے شخص ہیں (راوی کہتے ہیں میرا خیال ہے روایت میں یہ الفاظ ہیں) آپ ﷺ نے فرمایا: ان کے سر کے بال گھنگھریالے تھے یوں جیسے وہ شنواء ہ قبیلے کے فرد ہیں۔ راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میری ملاقات حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہوئی۔ نبی اکرم ﷺ نے ان کا حلیہ بیان فرمایا: وہ درمیانے قد کے مالک اور سرخ رنگ کے مالک تھے یوں جیسے وہ ابھی "دیماس" سے باہر آئے ہوں (راوی کہتے ہیں) یعنی حمام سے۔

(نبی اکرم ﷺ) نے ارشاد فرمایا: میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں ان کی اولاد میں سب سے زیادہ ان سے مشابہت رکھتا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ بات بھی ارشاد فرمائی، میرے سامنے دو برتن لائے گئے جن میں سے ایک میں دودھ تھا اور دوسرے میں شراب تھی مجھ سے کہا گیا: آپ ان دونوں میں سے جسے چاہیں حاصل کرلیں تو میں نے دودھ کولیا اور اس کو پی لیا، تو یہ کہا گیا: آپ کی فطرت کی طرف رہنمائی کی گئی (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) آپ فطرت تک پہنچ گئے اگر آپ شراب لیتے تو آپ کی امت گمراہی کا شکار ہو جاتی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3056 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ

3055۔ اخرجه البخاری (٤٩٣/٦، ٤٩٤): كتاب احاديث الانبياء: باب: قول الله تعالیٰ: (و هل اتك حديث موسى) (طه: ٩)، حديث (٣٣٩٤) و اطرافه من (٣٤٣٧، ٤٧٠٩، ٥٥٧٦، ٥٦٠٣) ومسلم (٥٣١/١ - الابی): كتاب الايمان: باب: الاسراء برسول الله صلى الله عليه وسلم الى السموات و فرض الصلوات، حديث (١٦٨/٢٧٢)، و مسلم، حديث (١٦٨/٩٢)، و النسائی (٣١٢/٨): كتاب الاشربة: باب: منزلة الخمر، حديث (٥٦٥٧)، و الدارمی (١١٠/٢): كتاب الاشربة: باب: ما جاء فی الخمر، واحمد (٢٨١/٢، ٥١٢)۔

متن حدیث: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِالْبُرَاقِ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِهٖ مُلْجَمًا مُسْرَجًا فَاسْتَصْعَبَ عَلَيْهِ فَقَالَ لَهٗ جِبْرِيْلُ اَبِمُحَمَّدٍ تَفْعَلُ هٰذَا فَمَا رَكِبَكَ اَحَدٌ اَكْرَمُ عَلَى اللّٰهِ مِنْهُ قَالَ فَارْفَضَّ عَرَقًا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَّلَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ کو جس رات معراج کے لیے لے جایا گیا' تو اس وقت آپ ﷺ کی خدمت میں براق لایا گیا جس میں لگام بھی پڑی ہوئی تھی اور اس پر زین بھی رکھی ہوئی تھی۔ اس نے آپ ﷺ کے سامنے شوخی کی' تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اسے کہا: کیا تم حضرت محمد ﷺ کے ساتھ اس طرح کر رہے ہو؟ تم پر ایسا کوئی شخص سوار نہیں ہوا' جوان سے زیادہ اللہ کی بارگاہ میں معزز ہو۔ راوی بیان کرتے ہیں: تو اسے (یعنی براق کو) پسینہ آ گیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف عبدالرزاق نامی راوی کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

3057 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الدَّوْرَقِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ تُمَيْلَةَ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ جُنَادَةَ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: لَمَّا انْتَهَيْنَا اِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ قَالَ جِبْرِيْلُ بِاِصْبَعِهٖ فَخَرَقَ بِهِ الْحَجَرَ وَشَدَّ بِهِ الْبُرَاقَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

◆◆ ابن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب ہم بیت المقدس پہنچے تو جبرائیل علیہ السلام نے اپنی انگلی کے ذریعے اشارہ کیا اور اس کے ذریعے پتھر میں سوراخ کر کے اس کے ذریعے براق کو باندھ دیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

3058 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

متن حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا كَذَّبَتْنِيْ قُرَيْشٌ قُمْتُ فِي الْحِجْرِ فَجَلَّى اللّٰهُ لِيْ بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَطَفِقْتُ اُخْبِرُهُمْ عَنْ اٰيَاتِهٖ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَيْهِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ وَاَبِيْ سَعِيْدٍ وَّابْنِ عَبَّاسٍ وَّاَبِيْ ذَرٍّ وَّابْنِ مَسْعُوْدٍ

◆◆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب قریش نے میری بات کو جھٹلایا تو میں حطیم میں کھڑا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے بیت المقدس کر دیا' اور میں ان لوگوں کو اس کی نشانیاں بتانے لگا

3056- اخرجه احمد (۳/ ۱٦٤)، و عبد بن حميد ص (۳۵۷)، حديث (۱۱۸۵).

3058- اخرجه البخاری (۷/ ۲۳٦): كتاب مناقب الانصار: باب: حديث الاسراء و قول الله تعالیٰ: (سبحن الذی اسری بعبده ليلا__). (الاسراء: ۱)، حديث (۳۸۸٦)، و طرف من (٤۷۱۰)، ومسلم (۱/ ۵۳۵ - الابی): كتاب الايمان: باب: ذكر المسيح ابن مريم و المسيح الدجال، حديث (۲۷٦/ ۱۷۰)، و احمد (۳/ ۳۷۷).

اور میں اس وقت اس کی طرف دیکھ رہا تھا (یعنی بیت المقدس کو دیکھ رہا تھا)۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

اس بارے میں حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ'' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ احادیث منقول ہیں۔

شرح

سورہ بنی اسرائیل مکی ہے جو بارہ رکوع، ایک سو گیارہ (۱۱۱) آیات، ایک ہزار پانچ سو تینتیس (۱۵۳۳) کلمات اور چھ ہزار چار سو (۶۴۰۰) حروف پر مشتمل ہے۔

معراجِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے چند روایات:

ارشاد خداوندی ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ○ (بنی اسرائیل:۱)

''پاک ہے وہ ذات جو اپنے خاص بندے کو رات کے تھوڑے حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی جس کے اردگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں تاکہ ہم انہیں اپنی نشانیاں دکھائیں۔ بیشک وہ بہت سننے والا بہت دیکھنے والا ہے۔''

یہ آیت احادیث باب میں بیان کیے جانے والے مضمون ''معجزہ معراج'' کی اصل ہے۔ واقعہ معراج حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی میں ہجرت سے قبل پیش آیا تھا۔ روایات معراج تواتر کی حیثیت رکھتی ہیں جن کے روات کی تعداد پچیس بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے اور تمام روایات ان کی متفقہ ہیں۔ ان کا انکار صرف ملحد یا زندیق ہی کر سکتا ہے۔

پہلی حدیث باب میں چند انبیاء علیہم السلام کے حلیہ جات بیان کیے گئے ہیں:

۱- حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جسم چھریرہ تھا اور ان کے جسم کے بال قبیلہ شنوءہ کے لوگوں جیسے تھے یعنی نہ بالکل سیدھے تھے اور نہ گھنگھریالے تھے۔

۲- حضرت عیسیٰ علیہ السلام میانہ قد، سفید رنگ اور جسم بالکل تروتازہ تھا گویا ابھی غسل کر کے فارغ ہوئے ہوں۔

۳- حضرت ابراہیم علیہ السلام خوبصورت تھے اور شکل وصورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہہ تھے۔

اس روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس سے تحیۃ المسجد پڑھ کر نکلے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ کے حضور دو پیالے پیش کیے جن میں سے ایک میں شراب تھی اور دوسرے میں دودھ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں میں سے دودھ کا پیالہ پسند فرمایا، جس پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا: آپ نے فطرت اسلام کو پالیا ہے۔

دوسری اور تیسری احادیث باب میں اس موقع پر استعمال ہونے والی سواری کی تفصیل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کا نام ''براق'' تھا، جو برق سے بنا ہے اور اس کا معنیٰ ہے: بجلی۔ اس کی تیز رفتاری اور سرعت بجلی کی مثل تھی اور اس کا ایک قدم منتہاءِ نظر پر ہوتا تھا۔ یہ جانور گھوڑے کی شکل کا تھا جو گدھے سے بلند اور خچر سے قدرے چھوٹا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جرائیل علیہ السلام یہ سواری جنت سے لائے تھے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہو کر نہایت سرعت کے ساتھ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک پہنچے، سواری اس حلقہ (کنڈے) سے باندھ دی جس کے ساتھ پہلے انبیاء علیہم السلام اپنی سواریاں باندھا کرتے تھے۔ پھر آپ نے مسجد اقصیٰ میں داخل ہو کر تحیۃ المسجد نوافل ادا کیے۔

چوتھی حدیث باب میں واپسی پر بیت المقدس کے منکشف ہونے کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ معراج سے واپسی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معجزہ کے ایک ایک پہلو کو تفصیل سے بیان کیا۔ قریش مکہ اور کفار مکہ کی طرف سے آپ پر یہ اعتراض کیا گیا: اے محمد! اگر آپ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو بیت المقدس کے دروازوں، حجرات اور محرابوں کی تفصیل بتائیں؟ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دیا تو آپ نے دیکھ کر ان کے تمام اعتراضات کے جوابات بیان کر دیئے۔ تسلی بخش اور حقیقت پر مبنی جوابات ملنے کے باوجود وہ ایمان نہ لائے، کیونکہ ان کی سرداریاں اور تکبر وغرور درمیان میں رکاوٹ بن گیا تھا۔

اسراء، معراج اور اعراج کی تفصیل:

اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو اس کے مقام ومرتبہ کے مطابق معراج سے نوازا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم امام الانبیاء اور قائد الانبیاء ہیں، اس لیے شایانِ شان معجزات سے نوازے گئے تھے۔ آپ کو ایک ایسا معجزہ عطا کیا گیا جو کئی معجزات کا جامع ہے۔

معجزہ معراج کے کئی حصے ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- مسجد حرام سے لے کر مسجد اقصیٰ تک کے سفر کو ''اسراء'' کہا جاتا ہے، کیونکہ آیت اسراء میں اسے ''اســــریٰ'' کے لفظ سے بیان کیا گیا۔ یہ حصہ نص قطعی سے ثابت ہے، لہٰذا اس کا منکر کافر ہے۔

۲- مسجد اقصیٰ سے لے کر سدرۃ المنتہیٰ تک کے سفر کو ''معراج'' کہا جاتا ہے، جس کا معنیٰ سیڑھی کے ہیں۔ روایات سے اشارات ملتے ہیں کہ آسمانوں پر جانے کے لیے آپ کے لیے سیڑھی لائی گئی تھی۔ علاوہ ازیں سواری کا ذکر بھی ہے، چونکہ یہ سفر ''عرج'' کے لفظ کے ساتھ روایات میں بیان ہوا ہے اس لیے اسے ''معراج'' کہا جاتا ہے۔

۳- سفر معراج کا وہ حصہ جو حضرت جرائیل علیہ السلام کے بغیر طے کیا گیا یعنی سدرۃ المنتہیٰ سے لامکان تک ''اعراج'' کہلاتا ہے، کیونکہ روایات میں اس سفر کے لیے یہی لفظ استعمال ہوا ہے۔

آیت کو لفظ ''سبحان'' سے شروع کرنے کی وجوہات:

آیت اسراء کو لفظ ''سبحان'' سے آغاز کیوں کیا گیا؟ اس کی کثیر وجوہات ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱- مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک، وہاں سے آسمانوں کو عبور کرتے ہوئے سدرۃ المنتہیٰ تک پھر لامکان تک جانا اور وہاں سے

واپس آنا عادۃً محال معلوم ہوتا ہے؟ اس سوال کا جواب دینے کے لیے لفظ "سبحان" استعمال کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ایسا کرنا محال وناممکن نہیں ہے۔

۲- معجزہ معراج "جامع المعجزات" ہے، جس کے ضمن میں بے شمار معجزات موجود ہیں، اسے یقینی قرار دینے کے لیے لفظ "سبحان" سے شروع کیا گیا ہے۔

۳- اس طویل سفر کے دوران کئی آتشیں کورے آتے ہیں جن کا عبور کرنا کسی بشر کی طاقت سے باہر ہے؟ اس اہم سوال کا جواب دینے کے لیے آیت کا آغاز لفظ "سبحان" سے کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عیب سے پاک ہے کہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو ان آتشیں کوروں سے بحفاظت نہ گزار سکے۔

۴- یہ طویل ترین سفر نہایت قلیل ترین وقت میں طے کرنا عقلاً بشر کے لیے ناممکن ومحال ہے؟ اس کا جواب لفظ "سبحان" سے دیا گیا ہے کہ یہ سفر قلیل ترین وقت میں طے نہ کرانا عیب ہے اور اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے۔

۵- سفر "معراج" عظیم نبی کا عظیم معجزہ ہے، جس کو شایان شان طریقہ سے بیان کرنے کے لیے لفظ "سبحان" لایا گیا، تاکہ اس حقیقت کو واضح کر دیا جائے کہ اس معجزہ سے نوازنا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر نہیں ہے۔

لفظ "عبد" کے معانی ومفاہیم:

لفظ "عبد" واحد ہے اور اس کی جمع "عباد" آتی ہے۔ یہ لفظ کثیر معانی ومفاہیم کے لیے استعمال ہوتا ہے، ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱- لفظ "عبد" سے مراد "عبد شرعی" ہو یعنی ایسا غلام جس کی خرید وفروخت جائز ہو لیکن اسلام نے احترام انسانیت کی بنیاد پر غلامی کا سلسلہ بتدریج ختم کر دیا ہے اور اس وقت دنیا کے کسی حصہ میں بھی غلام بنانے کا رواج باقی نہیں رہا۔

لفظ "عبد" بمعنی غلام درج ذیل آیات میں بھی استعمال ہوا ہے:

(i) وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ (البقرہ:۱۷۸) غلام کو غلام کے بدلے (قتل کیا جائے گا)

(ii) ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ (النحل:۷۵) اللہ غلام مملوک کی مثال بیان کرتا ہے کہ اسے کسی چیز پر بھی قدرت حاصل نہیں ہوتی۔

۲- لفظ "عبد" کا معنیٰ ہے: اطاعت گزار، عبادت گزار اور اپنے اختیار کے بغیر محض اضطراری طور پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا۔ چنانچہ اس ارشاد خداوندی میں یہی معنیٰ مراد ہے۔

اِنْ كُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ○ (مریم:۹۳)

آسمانوں اور زمینوں میں جو بھی ہے وہ اللہ (رحمٰن) کی عبادت کرنے والا ہے۔

۳- عبد سے وہ لوگ مراد ہیں جو اپنے اختیار سے غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور انہوں نے اپنے آپ کو ان (غیر اللہ) کا عبد قرار دے رکھا ہو۔ ان کے بارے میں یوں ارشاد ربانی ہے:

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَo (الفرقان:۱۷)

اور جس دن اللہ تعالیٰ انہیں جمع کرے گا اور ان کو بھی جن کی اللہ کے علاوہ عبادت کرتے تھے، پھر اللہ ان سے فرمائے گا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا یا وہ خود گمراہ ہو گئے تھے۔

۴- عبد سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے اختیار کی بنا پر اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور وہ اپنے آپ کو اللہ کا عبد قرار دیتے ہیں مگر ان کی عبادت ناقص ہے۔ ان کے بارے میں قرآن کریم میں یوں مذکور ہے:

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُo (المائدہ:۱۱۸)

اگر تو انہیں عذاب دے پس بیشک وہ تیرے بندے ہیں۔ اور اگر تو انہیں معاف کرے پس تو غالب حکمت والا ہے۔

۵- وہ لوگ مراد ہیں جو اپنے اختیار سے اللہ کی عبادت کرتے ہیں، ان کی عبادت کامل ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے مثالی بندے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے عبد ہونے پر ناز کرتا ہے پھر انہیں فخر سے اپنے بندے قرار دیتا ہے۔

ان دو آیات میں یہی لوگ مراد ہیں:

(i) اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ (الحجر:۴۲) بیشک میرے بندوں پر تیرا کوئی زور نہیں ہے۔

(ii) سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا (بنی اسرائیل:۱) پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے خاص بندے کو رات کے تھوڑے سے حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی۔

آیت میں لفظ ''عبد'' استعمال کرنے کے بارے میں چند اعتراضات کے جوابات:

اس آیت میں لفظ ''عبد'' استعمال کرنے کے حوالے سے چند علمی نکات سوال وجواب کی شکل میں درج ذیل ہیں:

سوال: (۱) اس آیت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں لفظ رسول یا نبی استعمال کرنے کے بجائے لفظ ''عبد'' کیوں استعمال کیا گیا ہے؟

جواب: نبی اور رسول اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے پاس آتے ہیں اور عبد وہ ہوتا ہے جو بندوں کی طرف سے اللہ کے پاس جاتا ہے۔ یہاں موقع اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے پاس آنے کا نہیں ہے بلکہ بندوں کی طرف سے اللہ کے پاس جانے کا ہے، اس لیے لفظ ''عبد'' استعمال کیا گیا ہے۔

سوال: (۲) اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًاۢ بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا (آل عمران:۳۹) (اے زکریا!) بیشک اللہ آپ کو یحییٰ کی بشارت دیتا ہے جو کلمۃ اللہ (حضرت عیسیٰ) کے مصدق ہوں گے، سردار ہوں گے اور عورتوں سے دور رہنے والے ہوں گے۔

اس آیت میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کے لیے لفظ ''سید'' استعمال ہوا ہے اور آیت اسریٰ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لفظ ''عبد'' استعمال ہوا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: سیادت، مالکیت اور سلطانیت درحقیقت صفات باری تعالیٰ ہیں۔ بندے پر ان صفات کا اطلاق مجازی طور پر ہوتا ہے۔ بندے کی صفت حقیقی ہو اور اللہ کی نہ ہو وہ محض عبدیت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات کو پسند فرمایا: اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مجازی و مستعار صفت کے ساتھ نہ ہو بلکہ حقیقی صفت کے ساتھ ہو۔

سوال: (۳) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لفظ ''عبد'' کے بجائے ''عبدہ'' کیوں استعمال کیا ہے؟

جواب: لفظ ''عبد'' کا اطلاق عام بندے پر ہوتا ہے جو دنیا میں عربوں کھربوں کی تعداد میں موجود ہیں لیکن لفظ ''عبدہ'' کا اطلاق خاص بندے پر ہوتا ہے جو محض حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے یعنی لفظ ''عبد' اضافت کی وجہ سے مطلق نہیں رہا' بلکہ خاص ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں دوسرے مقام میں فرمایا گیا ہے:

(i) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ (الکہف:۱) تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنے خالص بندے پر کتاب نازل کی۔

(ii) اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ط (زمر:۳۶) کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے؟

سوال: اللہ تعالیٰ نے آیت اسراء میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لفظ ''اســری'' (اللہ نے سیر کرائی) استعمال فرمایا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے:

(i) وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰی لِمِیْقَاتِنَا (الاعراف:۱۴۳) اور جب موسیٰ اپنے مقرر کردہ مقام میں آئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ (الصفت:۹۹) اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: بیشک میں اپنے پروردگار کی طرف جانے والا ہوں۔

خود جانے اور لے جانے میں کیا فرق ہے؟

جواب: خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم، امام المرسلین کے منصب پر فائز ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام آپ کے مقتدی ہیں۔ لے جانے اور آنے میں امام اور مقتدی کے مراتب کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔

سبحان اللہ کہنے کے فضائل:

سبحان اللہ کہنے کے فضائل احادیث مبارکہ میں بیان کیے گئے ہیں، جن میں سے چند ایک روایات ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے والدین آپ پر نثار ہوں! اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ محبوب کلام کون سا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: وہ کلام ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے لیے پسند کیا ہے:

سُبْحَانَ رَبِّیْ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ رَبِّیْ وَبِحَمْدِهٖ (المستدرک للحاکم، رقم الحدیث:۱۸۸۹)

۲- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوکلمات ایسے ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں، میزان پر بھاری ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ہیں: سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ

(سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۳۸۰۶)

فائدہ نافعہ: اس حدیث میں دوکلمات سے مراد دو فقرات (جملے) ہیں۔

۳- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص یوں کہتا ہے: سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ تو اس کے لیے جنت میں ایک درخت لگا دیا جاتا ہے۔ (المستدرک للحاکم، رقم الحدیث: ۱۸۹۰)

۴- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جس شخص نے ایک دن میں سو بار یوں کہا: سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ، اس کے تمام گناہ معاف کیے جاتے ہیں خواہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۶۹۱)

۵- حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ پسندیدہ چار کلام ہیں:

(۱) سُبْحَانَ اللّٰہِ۔ (۲) وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ (۳) وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ (۴) وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔

مسجد اقصیٰ سے ہو کر آسمانوں کی طرف سفر کرنے میں حکمتیں:

قرآن وسنت کی تصریحات کے مطابق سفر معراج کا آغاز مسجد حرام سے ہوا، وہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری مسجد اقصیٰ میں پہنچی، وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاء علیہم السلام کو نماز پڑھائی اور پھر وہاں سے یکے بعد دیگرے تمام آسمانوں کو عبور کرتے ہوئے سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے۔ سوال یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد حرام سے آسمانوں کا براہ راست سفر کیوں نہیں کیا اور آپ نے مسجد اقصیٰ میں پہنچ کر آسمانوں کی طرف سفر کیوں کیا تھا؟

جواب: مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ جا کر وہاں سے آسمانوں کا سفر کرنے میں کئی حکمتیں ہیں، جن میں سے چند ایک ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر معراج سے واپسی پر اپنے صحابہ سے تمام واقعہ بالتفصیل بیان کر دیا۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد اقصیٰ کا ذکر چھوڑ کر آسمانوں کا تذکرہ کرتے تو مشرکین واقعہ کو دلچسپی سے نہ سنتے، کیونکہ انہوں نے مسجد اقصیٰ تو کئی بار دیکھی ہوئی تھی لیکن آسمانوں کی معلومات سے محروم تھے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے جو شخصیت رات کے قلیل ترین حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ میں جا کر واپس آسکتی ہے وہ آسمانوں کے اوپر جا کر بھی واپس آسکتی ہے۔ علاوہ ازیں مخالفین کو اس بات کا بھی یقین تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد اقصیٰ نہیں دیکھی، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے آپ سے تصدیق کرنے کے لیے مسجد اقصیٰ کی علامات کے بارے میں استفسارات کیے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر مسجد اقصیٰ منکشف کر کے آپ کے سامنے کر دی اور آپ نے لوگوں کے سوالات کے جواب دے دیئے۔ اس سلسلے میں مشہور حدیث ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب قریش نے مجھے جھٹلایا تو میں حطیم میں کھڑا ہو گیا، اللہ تعالیٰ نے میرے لیے بیت المقدس منکشف کر دیا تو میں بیت المقدس کی طرف دیکھ دیکھ کر ان کو اس کی نشانیاں بتا رہا تھا۔ (مسند احمد، رقم الحدیث:۱۵۰۹۹)

۲- اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں تمام انبیاء علیہم السلام سے یہ عہد و پیمان اور میثاق لیا تھا کہ آپ لوگوں میں سے جس کے زمانہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آئیں تو اس پر ضرور ہوگا کہ ان پر ایمان لائے اور ان کی مدد کرے، پھر اس میثاق پر انہیں گواہ بنایا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی گواہی کا بھی اعلان کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے بعد جس نبی کو بھی دنیا میں بھیجا اس سے وعدہ لیا کہ تمہاری زندگی میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لائیں تو ان پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا تم پر ضروری ہے۔ علاوہ ازیں اپنی امت سے بھی آپ کی اطاعت کا عہد لے گا۔

حضرت امام سدی رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کے بعد جو بھی نبی دنیا میں بھیجا اس سے اس بات کا پکا عہد لیا کہ اس کے زمانہ میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم آ جائیں تو ان پر ایمان لانا اور مدد کرنا ضروری ہوگا۔ وہ اپنی امت سے بھی عہد لے گا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں گے۔

عہد میثاق کی تکمیل اور ایفا کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے شب معراج میں آسمانوں کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر کا آغاز مسجد اقصیٰ سے کیا گیا تھا۔ اس موقع پر تمام انبیاء کرام مسجد اقصیٰ میں جمع ہوئے، سب نے آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی اور آپ امام الانبیاء کے منصب پر فائز ہوئے۔ الغرض تمام انبیاء و مرسلین مقتدی بنے اور آپ امام بنے۔ اس طرح عالم ارواح کے عہد کی تکمیل ہوئی۔

۳- انبیاء کرام کی امامت کرانا، ان کی طرف سے واقعہ معراج کی تصدیق کرنا، معراج بیداری میں ہونا اور حیات انبیاء حق ہونے پر دلیل ہے۔

چنانچہ اس بارے میں تفاسیر میں مذکور ہے ابوسفیان نے پوری کوشش کی کہ قیصر روم کی نگاہوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ کم کر دے، ان ہی باتوں کے دوران اس کو واقعہ معراج یاد آیا، اس نے قیصر روم سے کہا: اے بادشاہ! کیا میں آپ کو ایسی بات نہ سناؤں جس سے اس شخص کا جھوٹ واضح ہو جائے، اس نے پوچھا: وہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا: وہ کہتے ہیں کہ وہ ایک رات ہماری زمین ارض حرم سے نکل کر تمہاری اس مسجد، بیت المقدس میں پہنچے اور اسی رات کو صبح سے پہلے ہمارے پاس حرم میں واپس پہنچ گئے، بیت المقدس کا بڑا عابد جو بادشاہ کے سرہانے کھڑا ہوا تھا وہ کہنے لگا: مجھے اس رات کا علم ہے، قیصر نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا اور پوچھا: تمہیں اس رات کا کیسے علم ہے؟ اس نے کہا: میں ہر رات کو سونے سے پہلے مسجد کے تمام دروازے بند کر دیا کرتا تھا، اس رات کو میں نے ایک دروازہ کے علاوہ سارے دروازے بند کر دیے، وہ دروازہ بند نہیں ہوا، اس وقت وہاں جتنے کارندے دستیاب تھے سب نے پوری کوشش کی مگر وہ دروازہ بند نہیں ہوا، ہم اس دروازہ کو اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں سکے، یوں لگتا تھا جیسے ہم کسی پہاڑ کے ساتھ زور آزمائی کر رہے ہوں۔ ہم نے کہا: صبح کو بڑھئیوں کو بلا کر دکھائیں گے کہ اس میں کیا نقص پیدا ہو گیا ہے، اور اس رات کو

دروازہ یونہی کھلا چھوڑ دیا۔ صبح کو ہم نے دیکھا کہ مسجد کے ایک گوشہ میں جو پتھر تھا، اس میں سوراخ تھا اور پتھر میں سواری کے باندھنے کا نشان تھا، میں نے اپنے اصحاب سے کہا: گزشتہ رات کو وہ دروازہ اس لیے بند نہیں ہو سکا تھا کہ اس دروازہ سے ایک نبی کو آنا تھا، اور اس رات ہماری اس مسجد میں نبیوں نے نماز پڑھی ہے۔

۴-سب انبیاء کرام اپنی اپنی قبور اور اپنے اپنے مقام سے چل کر اس مسجد میں پہنچے، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا، آپ کی اقتداء میں نماز ادا کرنے کا شرف حاصل کیا پھر محفل معراج میں اپنی شایان خطبات پیش کیے۔ یہ تمام امور حیات انبیاء، معراج بحالت بیداری اور صالحین کے تصرف پر دلالت کرتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء سے مسجد اقصیٰ میں ملاقات کی، بعض کی دوران سفر مختلف آسمانوں میں ملاقات کی اور بعض کو ان کی قبور میں بھی ملاحظہ کیا۔ سوال یہ ہے کہ ایک ذات کا بیک وقت مختلف مقام پر موجود ہونا عقلاً اور عادتاً محال ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ انبیاء کا اعجاز ہے اور معجزہ وہی ہوتا ہے جو عادتاً ممکن نہ ہو اور عقل بھی اسے قبول نہ کرے۔

مولوی اشرف علی تھانوی اس سوال اور جواب کی تفصیل یوں تحریر کرتے ہیں:

حضرت آدم علیہ السلام جمیع انبیاء میں اس کے قبل بیت المقدس میں بھی مل چکے ہیں اور اسی طرح وہ اپنی قبر میں بھی موجود ہیں اور اسی طرح بقیہ آسمانوں میں جو انبیاء علیہم السلام کو دیکھا۔ سب جگہ یہی سوال ہوتا ہے، اس کی حقیقت یہ ہے کہ قبر میں تو اصل جسد سے تشریف رکھتے ہیں اور دوسرے مقامات پر ان کی روح کا تمثل ہوا ہے یعنی عنصری جسم سے جس کو صوفیہ جسد مثالی کہتے ہیں، روح کا تعلق ہو گیا اور اس جسد میں تعدد بھی اور ایک وقت میں روح کا سب کے ساتھ تعلق بھی ممکن ہے لیکن اس کے اختیار سے نہیں بلکہ محض بقدرت ومشیت حق۔ (نشر الطیب، ص:۶۵)

رات کے قلیل ترین حصہ میں معراج ہونا:

آیت اسراء میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرانے کی مدت کا بھی ذکر ہے، وہ لفظ "لیلاً" کی تنوین (جو برائے تقلیل ہے) کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ سفر معراج پانچ مراحل میں طے ہوا:

(۱) براق کے ذریعے مسجد اقصیٰ تک۔

(۲) معراج (سیڑھی) کے ذریعے آسمان تک۔

(۳) فرشتوں کے پروں پر سوار ہو کر ساتویں آسمان تک۔

(۴) حضرت جبرائیل علیہ السلام کے پروں پر سوار ہو کر سدرۃ المنتہیٰ تک۔

(۵) زفرف پر سوار ہو کر قاب قوسین تک۔

سوال: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو براق، معراج (سیڑھی)، فرشتوں کے پروں، حضرت جبرائیل علیہ السلام کے پروں اور زفرف کے ذریعے سفر طے کرانے میں حکمت کیا تھی جبکہ اللہ تعالیٰ ان وسائل کے بغیر سفر طے کرانے کی بھی قدرت رکھتا ہے؟

جواب: ان وسائل وذرائع کو استعمال کرنے سے مقصود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وشان اور قدر ومنزلت کا اظہار

ہے ورنہ اللہ تعالیٰ ان ذرائع کے بغیر بھی سفر طے کرانے پر قادر ہے۔

ایک روایت کے مطابق مسجد حرام سے لے کر مسجد اقصیٰ تک سفر براق کے ذریعے طے ہوا تھا، پھر مسجد اقصیٰ سے لے کر جہاں تک بھی اللہ تعالیٰ نے چاہا معراج (سیڑھی) کے ذریعے سفر طے کرایا گیا۔ اس نورانی سیڑھی کے زمین سے لے کر آسمانوں تک سفر کرانے کے لیے سات ڈنڈے تھے، آٹھواں ڈنڈا ساتویں آسمان سے لے کر سدرۃ المنتہیٰ تک تھا، مقام مستوی جہاں قلم کے چلنے کی آواز سنائی دیتی ہے نواں ڈنڈا تھا اور دسواں ڈنڈا وہاں سے لے کر عرش اعظم تک تھا۔

سوال: سفر معراج کی زمانی مدت کتنی تھی اور کیا یہ سفر طے زمانی کے طور پر کرایا گیا تھا؟

جواب: سفر معراج مکہ مکرمہ سے لے کر جہاں تک بھی اللہ تعالیٰ کو منظور تھا، تین لاکھ (۳۰۰۰۰۰) سال کی مسافت پر مشتمل تھا اور ایک قول کے مطابق پچاس ہزار (۵۰۰۰۰) سال کی مسافت پر مشتمل تھا۔ یہ سفر طے زمانی کی شکل میں نہیں کرایا گیا تھا۔ تاہم بعض اقوال صوفیاء سے معلوم ہوتا ہے کہ طے زمانی کی شکل میں یہ سفر کرایا گیا تھا۔

سوال: ایک لمحہ میں طویل ترین اور دشوار گزار سفر طے کرنا کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟

جواب: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کائنات کے لیے روح کی حیثیت رکھتے ہیں، جب آپ اس سے نکل گئے تو کائنات جسد بے روح کی مثل ہوگئی، لیل ونہار کی آمد ورفت، آفتاب وماہتاب اور ستاروں اور سیاروں کی گردش بھی مکمل طور پر رک گئی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس مقدس سفر سے واپس تشریف لائے تو کائنات میں دوبارہ روح پیدا ہوگئی اور پورا نظام بحال ہوگیا۔ لیل ونہار کی آمد ورفت، شمس وقمر، سیاروں اور ستاروں کی گردش حسب سابق شروع ہوگئی۔

سوال: اس جواب پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ براق، فرشتوں کے پر، سیڑھی، مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ میں جانا، وہاں انبیاء کرام کی آمد، نماز ادا کرنا، خطبات پیش کرنا، آسمانوں کا سفر جہاں تک بھی اللہ تعالیٰ نے چاہا طے کرنا، آسمانوں پر مختلف انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کرنا، جنت کی سیر کرنا اور جہنم کا معائنہ کرنا وغیرہ امور کا تعلق بھی کائنات کے ساتھ ہے، اس سے یہ لازم آتا ہے کہ کائنات کی بعض اشیاء زندہ ہوں اور بعض مردہ ہوں؟

جواب: اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے، اس کے لیے ایسا کرنا ناممکن ومحال نہیں ہے، کیونکہ جو ذات ان اشیاء کو عدم سے وجود میں لا سکتی ہے وہ ان میں تصرف کرنے پر بھی قادر ہے۔ علاوہ ازیں قرآن کے مطابق آصف بن برخیا ملکہ بلقیس کا تخت جو ایک ماہ کی مسافت سے پلک جھپکنے سے پہلے لا سکتے ہیں، تو مبداء کائنات، خاتم الانبیاء، امام المرسلین، محبوب رب العالمین، عالم ما کان وما یکون، وارث جنت، شافع محشر، تاجدار مدینہ، باعث سکون قلب وسینہ، شب اسراء کے دولہا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا لامکان پر جا کر قلیل ترین وقت میں واپس آنا بھی قابل اعتراض اور محال نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض نشانیاں دکھانا:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیت اسراء میں مقصد معراج وسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم اپنی نشانیاں دکھائیں گے۔ سوال یہ ہے کہ شب معراج میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نشانیاں دکھائی گئیں اور

وہ نشانیاں کیا تھیں؟ وہ نشانیاں کثیر تھیں جن کا احاطہ کرنا ممکن نہیں ہے لیکن ان میں سے چند ایک نشانیاں درج ذیل ہیں:

(۱) مسجد اقصیٰ ہے جو انبیاء سابقین کا قبلہ رہی ہے۔

(۲) اسی مسجد میں تمام انبیاء علیہم السلام نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کی۔

(۳) اسی مسجد میں انبیاء علیہم السلام نے شب معراج خطبات پیش کیے تھے۔

(۴) یہاں بکثرت درخت ہیں۔

(۵) یہاں بکثرت نہریں ہیں۔

(۶) یہ مسجد ان تین مساجد میں سے ایک ہے جن کی طرف رخت سفر باندھنے کی اجازت ہے۔

(۷) اس مسجد میں ایک نماز ادا کرنے سے پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔

(۸) یہ مسجد دنیا کی دوسری مسجد ہے۔

(۹) اس مسجد کی تعمیر حضرت یعقوب علیہ السلام نے کی جبکہ اس کی تجدید حضرت سلیمان علیہ السلام نے کی۔

(۱۰) یہ ان چار مساجد میں سے ایک ہے جن میں دجال داخل نہیں ہو سکے گا۔

(۱۱) یہاں وہ پتھر موجود ہے جس کے حلقہ میں انبیاء علیہم السلام اپنی سواریاں باندھتے تھے۔

(۱۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی مسجد میں انبیاء علیہم السلام کو نماز پڑھائی جس کی پہلی رکعت میں سورہ کافرون اور دوسری میں سورہ اخلاص کی قرأت کی تھی۔

(۱۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کرنے والوں کی کل دس صفیں تھیں جن میں سے سات انبیاء علیہم السلام کی اور تین صفیں مرسلین علیہم السلام کی تھیں جبکہ فرشتے بھی شامل ہوئے تھے۔

(۱۴) آپ اسی مسجد سے آسمان کی طرف عازم سفر ہوئے تھے۔

(۱۵) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جاتے ہوئے اور واپسی پر آسمانوں میں مختلف انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کی۔

(۱۶) رات کے قلیل ترین حصہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو معجزہ معراج اور سفر معراج کرایا گیا۔

(۱۷) واپسی تک آپ کے وضو کا پانی اور بستر گرم تھا۔

(۱۸) اسی مسجد کے قرب وجوار میں میدان حشر منعقد ہوگا جس میں لوگوں سے حساب لیا جائے گا۔

(۱۹) کفار ومشرکین کی طرف سے مسجد اقصیٰ کے بارے میں سوالات کیے گئے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ مسجد آپ کے سامنے منکشف کی گئی اور اسے دیکھ کر جواب عنایت فرمائے۔

(۲۰) مسجد اقصیٰ کا ایک دروازہ کھلا رہتا ہے جس سے روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اور جو شخص اس دروازے سے مسجد میں آتا ہے اس کے لیے استغفار کرتے ہیں۔

(۲۱) مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ کی تعمیر میں چالیس سال کا زمانی فاصلہ ہے۔

(۲۲) مسجد اقصیٰ کا ہر ستون زبان حال سے دعا کرتا تھا کہ یا اللہ! تو ہمیں تمام انبیاء علیہم السلام کی زیارت سے مشرف فرما۔

(۲۳) آپ نے مختلف مقامات پر مختلف فرشتے دیکھے جو عبادت الٰہی میں مصروف تھے۔

(۲۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی سیر کی اور اس کے محلات کو ملاحظہ کیا جو آپ کی امت کے لیے تیار کیے گئے ہیں۔

(۲۵) اللہ تعالیٰ کی بلاواسطہ زیارت کا شرف حاصل کیا۔

(۲۶) آپ اور آپ کی امت کو نمازوں اور روزوں کا تحفہ عنایت کیا گیا۔

سوال: اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابراہیم علیہم السلام کو تمام نشانیاں دکھائی گئیں خواہ ان کا تعلق آسمانوں کے ساتھ تھا یا زمین کے ساتھ۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے: وَ كَذٰلِكَ نُرِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الانعام:۵) ایسے ہی ہم نے ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی نشانیاں دکھائیں"۔ اس کے برعکس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض نشانیاں دکھائی گئی تھیں، ایسا کیوں کیا گیا ہے؟

جواب: (۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جو نشانیاں دکھائی گئی ہیں، وہ توحید سے متعلق تھیں اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو نشانیاں دکھائی گئی تھیں وہ معراج سے متعلق تھیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جو بعض نشانیاں دکھائی گئی تھیں، وہ ان تمام نشانیوں سے بڑھ کر تھیں جو حضرت ابراہیم علیہم السلام کو دکھائی گئی تھیں۔ چنانچہ اس بارے میں ارشاد خداوندی ہے:

لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ۝ (النجم:۱۸) "بیشک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار کی بڑی بڑی نشانیاں ملاحظہ کیں"۔

معجزہ معراج کی تاریخ:

یہ ایک قطعی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مکی زندگی میں معجزہ معراج سے نوازا گیا تھا۔ تاہم اس کے وقوع کے سال، مہینہ اور رات کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ واقعہ معراج کے سال کے بارے میں متعدد اقوال ہیں:

(۱) نبوت کے تیسرے سال

(۲) نبوت کے پانچویں سال۔

(۳) نبوت کے چھٹے سال

(۴) نبوت کے دسویں سال

(۵) نبوت کے گیارھویں سال

(۶) نبوت کے بارھویں سال

(۷) نبوت کے تیرھویں سال۔ سال معراج کی طرح وقوع معراج کے مہینہ کے بارے میں بھی متعدد اقوال ہیں:

(۱) ربیع الاول میں (۲) رمضان المبارک میں (۳) ماہ شوال میں

(۴) ربیع الآخر میں (۵) ماہ رجب میں آخری قول زیادہ معتبر ہے۔

وقوع معراج کے مہینہ کی طرح اس کی رات کے بارے میں بھی مختلف اقوال ہیں:

(۱) رجب کی ستائیسویں شب میں

(۲) جمعہ کی شب میں

(۳) ہفتہ کی شب میں

(۴) پیر کی شب میں۔ پہلا قول زیادہ معتبر ہے۔ (شرح شفا علی ہامش نسیم الریاض ج ۲ ص ۲۴۴، روح المعانی ج ۱۵ ص ۱۰۶)

واقعہ معراج کا مقام آغاز:

اس بات میں اتفاق ہے کہ واقعہ معراج مکی زندگی اور ہجرت سے قبل پیش آیا تھا لیکن اس کے مقام آغاز کے بارے میں دو روایات ہیں:

(۱) حطیم کعبہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حطیم کعبہ میں نینداور بیداری کی حالت میں تھے کہ آپ کی خدمت میں ایک آنے والا آیا اور اس نے آپ کا شق صدر کیا۔ (الحدیث)

(۲) حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کا گھر: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشاء کے بعد ان (ام ہانی) کے گھر سوئے ہوئے تھے کہ آپ کو معراج کرائی گئی اور اسی رات آپ واپس لوٹ آئے۔ (روح المعانی ج ۱۵ ص ۸۔۹)

روایات میں تطبیق:

ان روایات میں تطبیق یوں پیش کی جاسکتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پھوپھی زاد ہمشیرہ حضرت ام ہانی (فاختہ بنت ابی طالب) رضی اللہ عنہا کے گھر میں محو استراحت تھے پھر وہاں سے اٹھے اور حطیم کعبہ میں تشریف لے آئے۔ اس طرح واقعہ معراج کے آغاز کی نسبت دونوں مقامات کی طرف کردی گئی۔

علاوہ ازیں ایک روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں تشریف فرما تھے جہاں سے واقعہ معراج کا آغاز ہوا۔ اس کا جواب یوں دیا جاسکتا ہے کہ گہرے تعلق اور رشتہ کی بنا پر حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کا گھر آپ کا ہی گھر ہوا لہٰذا روایات میں تعارض باقی نہ رہا۔

واقعہ معراج کی تفصیل احادیث کی روشنی میں:

واقعہ معراج کتب احادیث میں تفصیلاً مذکور ہے، جو جامعیت کے ساتھ سطور ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

شق صدر ہونا:

حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے واقعہ معراج بیان کرتے

ہوئے فرمایا: میں حطیم کعبہ میں لیٹا ہوا تھا کہ ایک آنے والا (فرشتہ) میرے پاس آیا اور اس نے یہاں سے یہاں تک میرا سینہ چاک کیا۔ (یہاں سے یہاں تک کا مطلب حلقوم سے ناف تک ہے) میرا دل نکالا گیا جو ایمان وحکمت سے لبریز طشت میں رکھ کر دھویا گیا پھر دل اپنی جگہ میں رکھ دیا گیا۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث ۳۸۸۷)

ایک روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں سوئے ہوئے تھے کہ تین فرشتے حاضر ہوئے اور آپ کو اٹھا کر چاہ زمزم کے پاس لے گئے۔ ان فرشتوں کے سردار حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے جنہوں نے حلقوم سے لے کر ناف تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ چاک کیا' پھر دل کو آب زمزم سے دھویا' پیٹ کو صاف کیا گیا' ایمان وحکمت سے لبریز سونے کا طشت لایا گیا' ایمان و حکمت کو سینہ میں بھر دیا گیا اور دل کو اپنے مقام پر رکھ کر دوبارہ بند کر دیا گیا۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث ۷۵۱۷)

فائدہ نافعہ: اگر انسان کا دل اپنے مقام سے اٹھا لیا جائے تو اس کا زندہ رہنا ناممکن ہوتا ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ بے کینہ کئی بار چاک کیا گیا مثلاً بچپن کے زمانہ میں جب حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں زیر پرورش تھے' اعلان نبوت کے وقت اور سفر معراج کے وقت یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ در معجزہ اور خصوصیات سے متعلق ہے۔ اس سے آپ کا بے مثل اور بے مثال ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر نبی خواہ کتنا ہی پارسا اور قدر ومنزلت کا حامل ہو لیکن نبی علیہ السلام کی خاک پا کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔

براق پر سوار ہونا اور سفر معراج کا آغاز:

معراج کے موقع پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبرئیل علیہ السلام جنت سے براق لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سواری کے لیے حاضر ہوئے اور اس پر سوار ہو کر آپ نے اپنے سفر کا آغاز کیا۔ اس سلسلہ میں دو روایات زیادہ مشہور ہیں:

۱- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس ایک ایسی سواری پیش کی گئی جو خچر سے چھوٹی اور گدھے سے بلند تھی اور اس کا رنگ سفید تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ وہ براق تھا؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہاں! انتہاء نظر پر اس کا قدم پڑتا تھا' اس پر مجھے سوار کیا گیا اور جبرئیل (علیہ السلام) لے کر روانہ ہوئے۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث ۳۸۸۷)

۲- حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ شب معراج میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں براق پیش کیا گیا جس کو لگام ڈالی گئی تھی اور زین چڑھائی ہوئی تھی۔ اس نے آپ کے حضور شوخی سے اچھلنا شروع کر دیا' حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شوخی کر رہے ہو اور آج تک آپ سے بڑھ کر کوئی تم پر سوار نہیں ہوا! تب براق نے اچھلنا بند کر دیا اور پسینہ سے شرابور ہو گیا۔ (جامع الترمذی رقم الحدیث ۳۱۳۱)

فائدہ نافعہ: براق کا اچھلنا کودنا گستاخی یا نافرمانی کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ اظہار مسرت اور خوشی کی وجہ سے تھا جو انہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سوار ہونے کی وجہ سے محسوس ہو رہی تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حالت نماز میں ملاحظہ کرنا:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام سے براق پر سوار ہو کر مسجد اقصیٰ کی طرف روانہ ہوئے تو راستہ میں کثیف احمر کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شب مجھے معراج سے سرفراز کیا گیا اس رات کثیف احمر کے پاس سے گزر ہوا تو میں نے دیکھا کہ (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے تھے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث ۶۲۷۴)

فائدہ نافعہ: اس روایت سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام دنیا سے جانے کے بعد زندہ ہوتے ہیں اور عالم برزخ میں ان کا محبوب ترین عمل نماز ادا کرنا ہوتا ہے۔ دنیا میں رہتے ہوئے جو مسلمان نماز نہ پڑھے' اس سے بڑھ کر کوئی بد بخت کوئی نہیں ہو سکتا۔ شیطان نے ایک سجدہ نہ کیا تو وہ راندہ درگاہ ہوا اور جو شخص تاحیات نماز کا تارک رہے' وہ یقیناً اس کا گہرا دوست ہے۔

دائیں اور بائیں جانب سے پکارنے والے دو مردوں اور عورت کی طرف توجہ نہ کرنے کا نتیجہ:

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم شایان شان سے براق پر سوار ہوئے' حضرت جبرئیل علیہ السلام نے لگام تھامی اور مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں دائیں اور بائیں جانب سے دو مردوں نے اور سامنے سے اپنے بازو پھیلانے والی عورت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکار کر اپنی طرف متوجہ کرنے کی بھرپور کوشش کی لیکن آپ نے ان کی طرف توجہ نہ دی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: یارسول اللہ! دائیں طرف سے پکارنے والا شخص یہودی تھا' اگر آپ اس کی طرف التفات کرتے تو آپ کی امت یہودی ہو جاتی۔ بائیں جانب سے صدا دینے والا شخص نصاری تھا' اگر آپ اس کی طرف متوجہ ہو جاتے تو آپ کی امت عیسائی بن جاتی۔ دونوں بازو پھیلا کر آپ کو پکارنے والی عورت دنیا تھی' اگر آپ اس کی طرف متوجہ ہو جاتے تو آپ کی امت دنیا کو دین پر ترجیح دیتی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انبیاء علیہم السلام کو نماز پڑھانا اور ان کے خطبات:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تیز رفتاری سے براق کے ذریعے سفر طے کیا اور بیت المقدس پہنچے۔ آپ کی سواری پتھر کے اس حلقہ کے ساتھ باندھی گئی جس کے ساتھ انبیاء سابقین اپنی سواریاں باندھا کرتے تھے۔ انبیاء اور ملائکہ نے مسجد اقصیٰ میں آپ کا استقبال کیا اور آپ نے سب کو نماز پڑھائی۔ نماز کے اختتام پر انبیاء علیہم السلام نے خطبات پیش کیے' جن میں سے چند ایک خطبات درج ذیل ہیں:

۱- حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے خطاب میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرتے ہوئے کہا:

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھے حکومت عنایت کی' مجھے زبور عطا کی' لوہے کو میرے لیے موم کر دیا' پہاڑوں اور پرندوں کو میرے لیے مسخر کر دیا۔ اس نے مجھے نبوت و حکمت سے نوازا اور فیصلہ کرنے کا ملکہ عطا کیا۔

۲- حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے خطاب میں فرمایا:

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے میرے لیے ہواؤں جنات انسانوں اور ان شیاطین کو مسخر کر دیا جو عمارتیں اور مجسمے تیار کرتے تھے۔ اس نے مجھے پرندوں کی بولیاں سکھائیں اور میرے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہا دیا۔ نیز اس نے مجھے ایسی سلطنت دی کہ میرے بعد کسی کو بھی نصیب نہیں ہوئی۔

۳- حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے خطاب میں فرمایا:

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے تورات اور انجیل کی تعلیم سے نوازا۔ مجھے اس قابل بنایا کہ میں مادر زاد اندھوں اور برص کے مریضوں کو درست کروں۔ اس کے حکم سے میں مردوں کو زندہ کرتا ہوں مجھے آسمان پر اٹھایا مجھے کفار سے نجات دلائی اور میری والدہ محترمہ کو شیطان سے محفوظ رکھا۔

۴- حضرت ابراہیم علیہم السلام نے اپنے خطاب میں فرمایا:

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھے اپنا خلیل بنایا مجھے اپنا عظیم ملک عطا فرمایا مجھے ڈرنے والی امت عطا کی مجھے اطاعت کیے جانے کے قابل بنایا مجھے آگ سے محفوظ رکھا اور آگ کو میرے لیے سلامتی والی بنا دیا۔

۵- امام الانبیاء وخاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطاب میں فرمایا:

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھے رحمۃ للعالمین بنایا۔ تمام لوگوں کے لیے بشیر و نذیر بنایا مجھے قرآن جیسی عظیم کتاب عطا فرمائی جس میں ہر چیز کا بیان موجود ہے اس نے میری امت کو تمام امتوں سے افضل بنایا میری امت کو وسط قرار دیا میری امت کو اول و آخر بنایا میرا سینہ کھول دیا مجھ سے بوجھ کو دور کر دیا میرا ذکر بلند کیا اور مجھے اول و آخر بنایا۔

دودھ کو پسند کرنا اور شراب سے اجتناب کرنا:

مسجد اقصیٰ میں انبیاء علیہم السلام کو نماز پڑھانے اور آسمان کی طرف روانہ ہونے سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تین برتن پیش کیے گئے جن میں سے ایک میں دودھ دوسرے میں پانی اور تیسرے میں پانی تھا۔ آپ نے تھوڑی مقدار میں پانی اور دودھ نوش کیا جبکہ شراب سے مکمل اجتناب کیا۔ آپ سے عرض کیا گیا: آپ نے شراب نہ پی کر اچھا کیا کیونکہ عنقریب آپ کی امت پر شراب حرام ہو جائے گی اور اگر بالفرض آپ شراب نوش کر لیتے تو آپ کی امت سے جذبہ اطاعت ختم ہو جاتا۔

آسمانوں کا سفر اور وہاں مختلف انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہونا:

مسجد اقصیٰ سے فراغت پر حضرت جبرئیل علیہ السلام کی رفاقت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمانوں کے سفر کا آغاز کیا۔ آنکھ جھپکنے سے پہلے پہلا آسمان آ گیا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پہلے آسمان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ دربان کی طرف سے دریافت کیا گیا آپ کون ہیں؟ جواب دیا گیا: جبرئیل دریافت کیا گیا کہ تمہارے ساتھ کون ہیں؟ جواب دیا: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پوچھا گیا وہ خود آئے ہیں یا انہیں بلایا گیا ہے؟ جواب دیا گیا: انہیں بلایا گیا ہے۔ دربان کے دروازہ کھولنے پر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا اور خوش آمدید کہا۔ زمین و آسمان بلکہ ہر دو آسمانوں کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے۔ پہلے آسمان کے بعد دوسرے آسمان کی طرف سفر شروع ہوا آناً فاناً دوسرا آسمان آ گیا اس کا

دروازہ کھلوانے کے لیے بھی پہلے آسمان کی طرح سوالات و جوابات ہوئے' دوسرے آسمان میں حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام سے ملاقات ہوئی۔ دونوں خالہ زاد بھائی ہیں۔ دونوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا اور خوش آمدید کہا۔ یہاں سے فارغ ہو کر تیسرے آسمان پر پہنچے جہاں حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی' انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش آمدید کہا۔ علی ھذا القیاس چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام سے' پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام' چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا اور خوش آمدید کہا۔

سدرۃ المنتہیٰ کی طرف سفر اور وہاں نہروں کو ملاحظہ کرنا:

ساتویں آسمان کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرئیل علیہ السلام کی رفاقت میں سدرۃ المنتہیٰ کی طرف عازم سفر ہوئے۔ ''سدرۃ'' بیری کے درخت کو کہا جاتا ہے' جس کے پھل مٹکوں کی طرح اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی مثل ہیں۔

یہی مقام شہداء کی روحوں' مختلف فرشتوں کی رہائش اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کی رہائش کا ہے۔ یہ مقام مسلمانوں کی روحوں کا بھی ہے۔ یہاں سے اوپر نہ کوئی فرشتہ جا سکتا ہے اور نہ روح۔ یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار نہریں ملاحظہ کیں جن میں سے دو ظاہری تھیں اور دو باطنی تھیں۔ دو ظاہری نہریں دریائے نیل اور دریائے فرات تھیں اور باطنی وہ تھیں جو جنت کی طرف جاتی تھیں۔ قیامت کے دن دریائے نیل اور دریائے فرات کا رخ بھی جنت کی طرف ہو جائے گا۔

سدرۃ المنتہیٰ سے مقام استواء کی طرف سفر:

سدرۃ المنتہیٰ سے آگے نہ کوئی روح جا سکتی ہے اور نہ کوئی فرشتہ' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں سے بذریعہ رفرف (سبز تخت) سفر کیا۔ آپ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ساتھ جانے کا حکم دیا تو انہوں نے جواباً عرض کیا: اگر میں یہاں سے ایک بال بھی آگے بڑھوں تو تجلیات ربانی مجھے جلا کر خاکستر بنا دے گی' لہٰذا میں آگے جانے سے قاصر ہوں۔

حضرت علامہ اسماعیل حقی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

وھو مقام جبرائیل و کان قد بقی ھناك عند عروجه علیه السلام الیل مستوی العرش وقال لو دنوت انملة لاحترقت (روح البیان' ج' ص ۲۲۴)

یہ مقام جبرئیل ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عرش کی طرف عروج کیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام وہیں رک گئے اور کہا: اگر میں انگلی کے پورے کے برابر بھی آگے بڑھوں تو جل جاؤں گا۔

حضرت علامہ نیشاپوری رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

ان جبرئیل تخلف عنه فی مقام وقال لو دنوت انملة لاحترقت ۔ (غرائب القرآن' ج ۶' ص ۲۰۲)

ایک مقام میں حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے اور انہوں نے کہا: اگر میں ایک انگلی کا اندازہ بھی آگے بڑھوں تو جل جاؤں''۔

لامکان میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری، زیارت کا اعزاز اور نمازوں کا تحفہ عطا ہونا:

سدرۃ المنتہیٰ سے عرش اعظم اور لامکان کی طرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر شروع ہوا، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، زیارت باری تعالیٰ کا شرف حاصل ہوا، گفتگو ہوئی، براہ راست وحی وصول کی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے چوبیس گھنٹے (شب و روز) میں امت کے لیے پچاس نمازوں کا تحفہ ملا۔ واپسی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے گزارش کی: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر آپ اور آپ کی امت کو کیا تحفہ عطا کیا ہے؟ فرمایا: شب و روز میں پچاس نمازوں کا تحفہ عطا کیا ہے، عرض کیا: اے رحمۃ للعالمین! آپ کی امت پچاس نمازیں نہیں پڑھ سکے گی، لہٰذا آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر نمازوں میں تخفیف کے بارے میں عرض کریں! اس لیے کہ میں بنی اسرائیل کو آزما چکا ہوں، آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور نمازوں میں تخفیف کے بارے میں عرض کیا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے پانچ نمازیں کم کر دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے دریافت کیا: کتنی نمازیں باقی رکھی گئی ہیں؟ فرمایا: پینتالیس نمازیں باقی رہ گئی ہیں اور پانچ نمازیں کم ہوئی ہیں، آپ نے پھر مشورہ دیا کہ آپ کی امت پینتالیس نمازیں بھی نہیں پڑھ سکے گی۔ لہٰذا نمازوں کی تخفیف کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جائیں، آپ پھر گئے اور پانچ نمازیں کم ہوگئیں۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے رہے اور نمازوں میں تخفیف ہوتی رہی حتیٰ کہ پانچ نمازیں باقی رہ گئیں۔ آخری بار بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ دیا کہ آپ کی قوم پانچ نمازیں بھی نہیں پڑھ سکے گی۔ لہٰذا مزید تخفیف کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں، آپ نے جواب میں فرمایا: مزید نمازوں کی تخفیف کے لیے بارگاہ ایزدی میں جاتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اعلان بھی ہوا کہ اے محبوب! آپ کی امت پانچ نمازیں ادا کرے گی تو ہم انہیں پچاس نمازوں کا ثواب عطا کریں گے۔

فائدہ نافعہ: یہاں دو امور کھل کر سامنے آتے ہیں:

(۱) نماز تحفہ معراج ہے، یہ عبادت اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب ترین ہے اور اسی کے ذریعے انسان اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا ہے۔ اسی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دین کا ستون قرار دیا ہے۔

(۲) ابتداءً امت محمدی پر پچاس نمازیں فرض ہوئیں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بار بار مشورہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بارگاہ ایزدی میں حاضری اور التجا کرنے کے نتیجہ میں نمازوں میں تخفیف کی گئی اور پانچ باقی رکھی گئیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا سے جانے کے بعد بھی انبیاء وصالحین تصرف فرماتے ہیں اور مخلوق کے بوجھ کو ہلکا کر سکتے ہیں۔

واقعہ معراج پر کفار کے اعتراضات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کے جوابات:

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سفر معراج سے واپس تشریف لائے تو صبح کے وقت آپ نے اپنی صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس کی تفصیل بیان کی۔ جب قریش مکہ اور کفار و مشرکین مکہ کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے خوب آپ کا مذاق اڑایا۔ ابوجہل نے اس بارے

میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بھی بات کی' استہزاء کے انداز میں اس واقعہ پر تنقید بھی کی اور ان کے تاثرات سننے کی بھی کوشش کی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کی ہے' تو میں اس کی تصدیق کرتا ہوں اور اس واقعہ کی صحت پر کوئی شبہ نہیں ہوسکتا' کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں اور نبی کی زبان سے صداقت کے سوا کوئی بات نہیں نکل سکتی۔

کفار و مشرکین کی طرف سے اس واقعہ کے حوالے سے مختلف سوالات کیے گئے' جن کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکت جوابات فراہم کر دیے۔ بطور اعتراض آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسجد اقصیٰ کی علامات مثلاً اس کے دروازوں اور حجرات وغیرہ کی تفصیل کے بارے میں دریافت کیا گیا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے مسجد اقصیٰ آپ کے سامنے پیش کر دی گئی اور آپ نے دیکھ کر اس کی تفصیل بیان فرما دی لیکن انہوں نے حقیقت کو تسلیم نہ کیا بلکہ مخالفت و عداوت پر اڑے رہے۔

علاوہ ازیں ملک شام میں گئے ہوئے ایک قافلہ کے بارے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا گیا' جس کی علامت آپ نے بیان کر دی اور اس کے مکہ میں پہنچنے کے بارے میں بھی دن کا تعین کر دیا' مشرکین اس دن قافلہ کی آمد کا انتظام کرنے لگے' غروب آفتاب کے قریب تک قافلہ کو پہنچنے میں تاخیر ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اس دن کو طویل کر دیا تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر حرف نہ آئے۔ قافلہ کے پہنچ جانے پر اللہ تعالیٰ نے آفتاب کو حسب معمول غروب ہونے کی اجازت دے دی۔

3059 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عِكْرِمَةَ

متنِ حدیث: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِیْ قَوْلِهٖ (وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِیْ اَرَيْنَاكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ) قَالَ هِیَ رُؤْيَا عَيْنٍ اُرِيَهَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ اُسْرِیَ بِهٖ اِلٰی بَيْتِ الْمَقْدِسِ قَالَ (وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِی الْقُرْاٰنِ) هِیَ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں فرماتے ہیں:

''اور ہم نے تمہیں' جو خواب دکھائے وہ لوگوں کے لیے آزمائش تھے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، اس سے مراد نبی اکرم ﷺ کا ظاہری آنکھ کے ساتھ خواب دیکھنا ہے' جب آپ ﷺ کو بیت المقدس تک لے جایا گیا۔

(ارشاد باری تعالیٰ ہے)

''اور وہ درخت' قرآن میں جس پر لعنت کی گئی ہے''

(حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں) یہ زقوم کا درخت ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3059- اخرجه البخاری (۸/ ۲۵۰): کتاب التفسیر: باب: (وما جعلنا الرؤیا التی اریناك الا فتنة للناس)، (الاسراء: ۶۰)، حدیث (۴۷۱۶) وطرفه من (۶۶۱۳)، واحمد (۱/ ۲۲۱).

شرح

واقعہ معراج بیداری میں پیش آیا یا خواب میں؟:

ارشاد ربانی ہے:

وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ؕ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ ؕ وَنُخَوِّفُهُمْ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ۠ (بنی اسرائیل:۶۰)

''اور جب ہم نے آپ سے فرمایا: بیشک آپ کا پروردگار لوگوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور ہم نے آپ کو (شب معراج میں) جلوہ دکھایا تھا' وہ لوگوں کی آزمائش کے لیے تھا' اور اسی طرح وہ درخت بھی جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے۔ اور ہم انہیں ڈرار ہے ہیں' ہمارا ڈرانا ان کی سرکشی میں اضافہ کررہا ہے''۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ کفار کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ اگر آپ واقعی رسول اللہ ہیں تو آپ ہمیں آسمان پر چڑھ کر دکھائیں' پھر ہم بھی آپ کی صداقت کو تسلیم کرلیں گے؟ اس پر یہ آیت نازل کی گئی جس میں انہیں جواب دیا گیا ہے کہ تمہارے اس مطالبہ کا جواب پہلے ہی آچکا ہے کہ ''شب معراج'' میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام آسمانوں کو عبور کرتے ہوئے سدرۃ المنتہیٰ تک' پھر مقام استواء بلکہ لامکان تک آپ کی رسائی ہو چکی ہے۔ اب تمہارا یہ مطالبہ کرنا فضول ہے۔

سوال: واقعہ معراج بیداری میں پیش آیا تھا یا خواب میں؟

جواب: اس مسئلہ میں اختلاف ہے' بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مثلاً حضرت امیر معاویہ' حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہم کا موقف ہے کہ واقعہ معراج خواب میں پیش آیا تھا' انہوں نے زیر بحث آیت سے استدلال کیا ہے۔

جمہور صحابہ' تابعین' تبع تابعین' آئمہ اور صالحین امت کا نقطہ نظر ہے واقعہ معراج بیداری میں پیش آیا تھا' انہوں نے کثیر روایات وآیات سے استدلال کیا ہے۔

فرمائشی معجزات عطا نہ کرنے کی وجوہات:

جب خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے باذن الٰہی اعلان نبوت فرمایا تو مشرکین نے ایک طرف آپ کی مخالفت کا بازار گرم کیا اور دوسری آپ سے اس دعویٰ پر مختلف معجزات دکھانے کا بھی مطالبہ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے فرمائشی معجزات نہ دکھانے کی کثیر وجوہات ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱- اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے مطلوبہ وفرمائشی معجزات دکھا دیے جاتے' وہ ایمان نہ لاتے تو سنت الٰہیہ کے مطابق ان پر عذاب نازل ہو جاتا اور اس امت پر خواہ اجابت ہو یا امت دعوت (دشمن وکفار) پر نزول عذاب درست نہیں ہے' کیونکہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں تھی کہ ان لوگوں میں سے بعض مسلمان ہو جائیں گے یا ان کی اولاد ونسل سے لوگ اسلام قبول کرلیں گے۔

۲- کفار و مشرکین کے فرمائشی معجزات اس لیے نہیں دکھائے گئے کہ ان کے آباء واجداد نے بھی ایسے مطالبات کیے تھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی فرمائش پوری کرنے پر بھی وہ ایمان نہیں لائے تھے اور اب ان کی اولاد بھی اپنے اسلاف کی تقلید میں ایمان نہیں لائے گی۔

۳- انبیاء سابقین کی امتیں معجزات دیکھنے کے باوجود کفر و شرک پر ڈٹی رہیں اور انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ اب ان کی اولاد کو معجزات دکھانا عبث (فضول عمل) تھا اور اللہ تعالیٰ عبث فعل کرنے سے پاک ہے۔

سوال: جمہور امت کے مطابق واقعہ معراج بیداری میں ہوا لیکن بعض لوگوں کا مؤقف ہے یہ معجزہ معراج خواب میں پیش آیا تھا' ان کے دلائل کا جواب کیا ہے' جو درج ذیل ہیں:

۱- حضرت عتبہ بن مغیرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ معراج کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے سچا خواب تھا۔ (جامع البیان' رقم الحدیث ۱۶۶۲۸)

۲- بعض آل ابی بکر کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر مجھ سے غائب نہیں ہوا تھا' آپ کی روح کو سیر کرائی گئی تھی۔ (جامع البیان' رقم الحدیث ۱۶۶۲۳)

۳- حضرت امام ابن اسحاق رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول کا انکار نہیں کیا جا سکتا' کیونکہ اس کی تائید اس ارشاد ربانی سے ہوتی ہے:

وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ (بنی اسرائیل: ۶۰)

اور جو جلوہ ہم نے آپ کو (شب معراج میں) دکھایا تھا' اس کو لوگوں کے لیے محض آزمائش بنا دیا''۔ اس آیت میں لفظ رؤیا استعمال ہوا ہے جو خواب کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خواب میں بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے' ارشاد ربانی ہے:

يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَا ذَا تَرٰى ؕ (الصّٰفّٰت: ۱۰۲)

''اے میرے پیارے بیٹے میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں' آپ بتائیں آپ کی کیا رائے ہے؟''

جواب: جمہور کا مؤقف ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج بیداری میں ہوئی۔ جہاں تک بعض لوگوں کے دلائل کا تعلق ہے' اس کا جواب سطور ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

۱- حضرت عتبہ بن مغیرہ رضی اللہ عنہ کے سوال اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے جواب کا تعلق ایسے زمانہ سے ہے کہ دونوں مسلمان نہیں ہوئے تھے' لہٰذا اس دور کی روایت بھی معتبر نہیں ہو سکتی۔

۲- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مسعود مجھ سے غائب نہیں ہوا تھا' اس روایت کا تعلق ایسے زمانہ سے ہے جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں نہیں آئی تھیں' کیونکہ اس وقت

ان کی عمر ساڑھے چار سال تھی۔

۳- جہاں تک آیت القرآن کا تعلق ہے اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ "رؤیا" نیند اور بیداری دونوں حالتوں کو شامل ہوتا ہے۔ اس مفہوم کے لحاظ سے لفظ "رؤیا" سے "معراج بحالت خواب" پر استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

شجرۃ الزقوم کا مفہوم:

آیت میں یہ فرمایا گیا ہے کہ ایک درخت ایسا ہے کہ قرآن کریم میں اس پر لعنت فرمائی گئی ہے یعنی جہنم میں ایک ایسا درخت ہے جس پر لعنت کی گئی ہے۔ چند کفار نے قرآن کے اس مضمون پر اعتراض کیا۔ ابوجہل نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جہنم کی آگ ہو پھر اس میں سرسبز و شاداب درخت ہو۔ دوسرے کافر نے کہا:

لفظ "زقوم" یمنی لفظ ہے جو کھجور اور مکھن کے معنی میں استعمال ہوتا ہے تو ان پر لعنت کا کیا مطلب ہوا؟ تیسرے شخص نے ازراہ مذاق یوں کہا: اے پروردگار! تو ہمارے گھر کے صحن کو "زقوم" سے بھر دے۔ ان لوگوں کا رد اللہ تعالیٰ نے بایں الفاظ فرمایا:

إِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ۝ (الصّٰفّٰت:٦٣)

"ہم نے اسے ظالموں کے لیے آزمائش بنادیا ہے۔"

لفظ "زقوم" سے مراد "تھور" کا درخت ہے جو جہنم کی تہہ میں موجود ہے اور یہ اہل جہنم کی خوراک ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ شجر زقوم کا ایک قطرہ بھی اہل دنیا پر گرایا جائے تو ان کی زندگیاں ناقص ہو جائیں۔

شجرۃ زقوم کو ملعون کہنے کی وجوہات:

آیت میں کہا گیا ہے کہ درخت زقوم پر قرآن کریم میں لعنت کی گئی ہے حالانکہ قرآن مجید میں اس پر لعنت کرنا مذکور نہیں ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ اس اہم شبہ کے کئی جوابات ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱- ملعون بمعنی راندہ ہوا ہونا یا رحمت باری تعالیٰ سے دور ہونا ہے اور یہ درخت اچھی صفات اور خوبیوں سے دور ہے۔

۲- اس کا مطلب یہ ہے کہ اہل جنت اس درخت کو کھاتے وقت اس پر لعنت کریں گے۔

۳- ملعون بمعنی مذمت شدہ ہونا ہے قرآن کریم میں اس کی مذمت کی گئی ہے۔

۴- جس طعام کا ذائقہ مکروہ یا نقصان دہ ہو اسے ملعون قرار دیا گیا ہے۔

۵- ملعون کا مطلب ہے: اس درخت کے کھانے والے پر لعنت کی گئی ہے۔

3060 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ أَسْبَاطِ بْنِ مُحَمَّدٍ قُرَشِيٌّ كُوفِيٌّ حَدَّثَنَا أَبِي عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَوْلِهِ (وَقُرْآنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا) قَالَ تَشْهَدُهُ مَلَائِكَةُ اللَّيْلِ وَمَلَائِكَةُ النَّهَارِ

3060- اخرجه ابن ماجه (١/ ٢٢٠): كتاب الصلاة: باب: وقت صلاة الفجر، حديث (٦٧٠)، و احمد (٢/ ٤٧٤).

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَرَوَى عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ وَاَبِیْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْاَعْمَشِ فَذَكَرَ نَحْوَهٗ

◄◄ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں ہے۔

''اور فجر کے وقت کی تلاوت' بے شک فجر کی تلاوت میں حاضری ہوتی ہے۔''

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: اس میں رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے شریک ہوتے ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

علی نامی راوی نے اسے ابوصالح کے حوالے سے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند نقل کیا ہے۔

علی نامی راوی نے علی بن مسہر کے حوالے سے' اعمش کے حوالے سے' اس کی مانند روایت نقل کی ہے۔

شرح

نماز فجر کی قرأت فرشتوں کی حاضری کا وقت ہونا:

ارشادِ ربانی ہے:

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ۝

(بنی اسرائیل: ۷۸)

آپ نماز قائم کریں آفتاب کے ڈھلنے سے لے کر رات کی تاریکی چھا جانے تک اور فجر کی نماز میں قرأت کریں' بیشک فجر کی نماز میں قرأت قرآن فرشتوں کے حاضر ہونے کا وقت ہے۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں مذکور ہے' جس کا خلاصہ یہ ہے کہ رات اور دن میں فرشتوں کی حاضری ہوتی ہے اور ان کی ڈیوٹیاں تبدیل ہوتی ہیں۔ نماز فجر کے وقت دن کے فرشتوں کی اور نماز عصر کے وقت رات کے فرشتوں کی ڈیوٹیاں تبدیل ہوتی ہیں۔ نماز فجر میں قرأت بلند آواز سے کی جاتی ہے اور اس وقت کلام الٰہی سننے کے لیے فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

دلوک کا معنی ومفہوم:

لفظ ''دلوک'' دلک سے بنا ہے' جس کا معنی ہے: سورج کا غروب کی طرف مائل ہونا' ہتھیلیوں کا ملنا' کیونکہ لوگ نصف النہار کے وقت اپنے ماتھے پر ہاتھ کر آفتاب کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے ہیں۔ ایک قول کے مطابق آفتاب کے نصف النہار سے لے کر غروب کی طرف میلان تک ''دلوک'' ہے۔

زجاج کے قول کے مطابق نصف النہار سے میلان بھی دلوک ہے اور غروب کی طرف میلان بھی دلک ہے۔ کلام عرب میں

دلوک کا معنی ہے: زوال آفتاب کا نصف النہار سے زائل ہونا دلوک ہے اور افق سے زائل ہونا بھی دلوک ہے۔

پانچ نمازوں کی فرضیت:

لفظ ''دلوک'' کی تفسیر میں دو اقوال ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابن قتیبہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے: آفتاب کا غروب ہونا۔ اس کے دلائل قوی نہیں ہیں۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابوبرزہ، حضرت سعید بن جبیر، حضرت مجاہد اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ لوک سے مراد ہے: آفتاب کا نصف النہار سے زائل ہونا۔ ان قول کے دلائل قوی ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعض صحابہ کی دعوت کی۔ آفتاب کے زوال کے وقت وہ باہر آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! آپ باہر آئیں، وہ دلوک آفتاب کا وقت تھا۔

۲- حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے جب آفتاب نصف النہار سے زائل ہوا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز ادا کی اور آپ نے یہ آیت تلاوت کی: اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ (جامع البیان، ج۱۵، ص۱۷)

۳- حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبرئیل علیہ السلام دلوک شمس کے وقت میرے پاس آئے جبکہ آفتاب نصف النہار سے زائل ہو چکا تھا اور انہوں نے مجھے نماز ظہر پڑھائی۔

۴- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام ایک مکتوب تحریر کیا جس میں انہوں نے کہا: آپ نماز ظہر اس وقت پڑھیں جب آفتاب نصف النہار سے زائل ہو جائے، نماز عصر اس وقت ادا کریں جب آفتاب صاف و سفید ہو جائے اور پیلا نہ ہوا ہو، نماز مغرب آفتاب کے غروب ہونے پر ادا کریں، نماز عشاء اس وقت ادا کریں جب نیند کا غلبہ ہونے لگے اور نماز فجر اس وقت ادا کریں جب ستارے موجود ہوں اور ان کا جال بنا ہوا ہو۔ (مؤطا امام مالک، رقم الحدیث ۷)

۵- علامہ ازہری رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق دلوک شمس سے مراد ہے غروب آفتاب تک کا وقت جس میں نماز ظہر اور نماز عصر دونوں آجاتی ہیں، رات کے اندھیرے تک میں نماز مغرب اور نماز عشاء دونوں آجاتی ہیں۔ پھر فرمایا: وقرآن الفجر میں نماز فجر آ گئی۔ اس طرح اس آیت مبارکہ سے پانچ وقت کی فرض نمازیں ثابت ہو جاتی ہیں۔ (زاد المسیر، ج۴، ص۷۲)

فائدہ نافعہ: ان دلائل سے نماز پنجگانہ کی فرضیت قرآن کریم سے ثابت ہو جاتی ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ ان میں سے کسی ایک نماز کا انکار نص قطعی کا انکار ہے، جس کا منکر مسلمان نہیں ہو سکتا۔

اوقات نماز کا ثبوت احادیث مبارکہ سے اور مذاہب آئمہ:

نماز پنجگانہ کی فرضیت کی طرح ان کے اوقات بھی احادیث مبارکہ سے ثابت ہیں۔ صلوات خمسہ، ان کے اوقات مستحبہ اور مذاہب آئمہ اربعہ کی تفصیل سطور ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

نماز ظہر کا وقت:

آئمہ اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ زوال کا وقت ختم ہوتے ہی نماز ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے لیکن وقت نماز ظہر کے اختتام اور وقت نماز عصر کے آغاز میں آئمہ کا اختلاف ہے۔ حضرت امام مالک' حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہونے پر نماز ظہر کا وقت ختم اور نماز عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک (سایہ اصلی کے علاوہ) ہر چیز کا سایہ دو مثل ہونے پر نماز ظہر کا وقت ختم اور نماز عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں آئمہ ثلاثہ کی دلیل حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبرئیل علیہ السلام نے بیت اللہ کے پاس مجھے دو دن نماز پڑھائی۔ پہلے دن نماز ظہر اس وقت پڑھائی کہ زوال کے بعد سایہ تسمہ کے برابر تھا۔ نماز عصر اس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہو گیا تھا' نماز مغرب غروب آفتاب ہونے پر پڑھائی جس وقت لوگ روزہ افطار کرتے ہیں' نماز عشاء شفق (غروب آفتاب کے بعد ایک سفیدی نمایاں ہوتی ہے جسے شفق کہا جاتا ہے) کے غروب ہونے پر پڑھائی اور نماز فجر اس وقت پڑھائی جب فجر روشن ہو گئی اور جب سحری کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے دن نماز ظہر اس وقت ادا کی کہ ہر چیز کا سایہ ایک مثل تھا یعنی جس وقت پہلے دن عصر کی نماز پڑھی تھی' دوسرے دن نماز عصر اس وقت ادا کی کہ ہر چیز کا سایہ دو مثل تھا' نماز مغرب پہلے وقت میں ادا کی' نماز عشاء تہائی رات گزرنے پر ادا کی اور دوسرے دن نماز فجر اس وقت ادا کی جب فجر کی روشنی خوب پھیل چکی تھی۔ نماز کے اختتام پر حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ سے یوں مخاطب ہوئے: اے محمد! آپ سے پہلے انبیاء کی نمازوں کے یہ اوقات ہیں اور آپ کا وقت نماز ان اوقات کے درمیان ہے۔

(المعجم الکبیر رقم الحدیث ۱۰۷۵۲)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے:

(۱) یہ روایت صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بھی مذکور ہے' جس میں ایک مثل سایہ ہونے پر نماز عصر ادا کرنے کا ذکر نہیں ہے جبکہ یہ الفاظ دیگر کتب احادیث میں مذکور ہیں۔ بہرحال صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت کو دوسری روایات پر ترجیح حاصل ہے۔

(۲) اسی روایت میں مذکور ہے کہ دوسرے دن نماز ظہر اس وقت پڑھی جس وقت پہلے دن نماز عصر ادا کی تھی' اس طرح یہ روایت ان احادیث سے منسوخ ہے جن میں صراحت ہے کہ نماز ظہر کا وقت ایک مثل سایہ ہو جانے کے بعد بھی باقی رہتا ہے مثلاً حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **وقت الظهر مالم يحضر العصر**

(صحیح مسلم رقم الحدیث ۱۳۶۰)

(۳) ارشاد ربانی ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ٥ (النساء: ۱۰۳)

"بیشک نماز اپنے مقررہ اوقات میں فرض کی گئی ہے"۔

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ ایک نماز محض اپنے وقت میں پڑھی جا سکتی ہے اور دوسری نماز کے وقت میں نہیں پڑھی جا سکتی۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱- حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم ایک سفر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ مؤذن نے اذان کہنے کا قصد کیا تو آپ نے فرمایا: وقت ٹھنڈا ہونے دو؛ اس نے پھر اذان کہنے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا: ٹھنڈا ہونے دو؛ مؤذن نے تیسری بار اذان کہنے کا قصد کیا تو آپ نے فرمایا: وقت ٹھنڈا ہونے دو یہاں تک سایہ ٹیلوں کے برابر ہوگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گرمی کی شدت، دوزخ کے سانسوں میں سے ایک ہے۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۵۳۹)

یہ روایت دو طریقوں سے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مؤقف کی دلیل بنتی ہے:

(۱) ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہونے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کہنے کی اجازت دی جبکہ نماز اس کے بعد پڑھی گئی، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز ظہر کا وقت ایک مثل سایہ کے بعد بھی باقی رہتا ہے۔

(۲) گرمی کی شدت میں ایک مثل سایہ ہونے کے بعد کمی آتی ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار اسے ٹھنڈا کرنے کا حکم دیتے رہے۔

۲- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب زوال شمس کے بعد انسان کا سایہ اس کی طوالت کے مساوی ہو جائے تو ظہر کا وقت ہوتا ہے جب تک عصر کا وقت شروع نہ ہو جائے۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۱۷۲)

اس روایت میں اس بات کی صراحت ہے کہ چیز کا سایہ ایک مثل ہونے کے بعد بھی ظہر کا وقت باقی رہتا ہے۔

۳- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں سنا ہے: امم سابقہ کے مقابلہ میں تمہارا زمانہ نماز عصر سے غروب آفتاب تک ہے۔ اہل تورات (یہود) کو تورات عنایت کی گئی وہ (فجر سے) ظہر تک عمل کرتے ہوئے تھک گئے تو انہیں ایک قیراط مزدوری دی گئی، اہل انجیل (نصاریٰ) کو انجیل دی گئی انہوں نے (نماز ظہر سے) نماز عصر تک کام کیا، وہ بھی تھک گئے انہیں بھی ایک قیراط مزدوری دی گئی۔ ہمیں قرآن دیا گیا۔ ہم نے (نماز عصر سے) نماز مغرب تک کام کیا تو ہمیں دو قیراط مزدوری دی گئی۔ اس پر یہود اور نصاریٰ نے اعتراض کیا: اے پروردگار! تو نے انہیں دو قیراط دیے ہیں اور ہمیں ایک ایک قیراط مزدوری دی ہے جبکہ ہم نے ان سے زیادہ وقت کام کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں جواب دیا جاتا ہے: کیا میں نے تمہیں بتائی ہوئی مزدوری سے کچھ کم کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرمایا گیا: یہ تو میرا فضل ہے جسے پسند کروں عنایت کروں۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۵۵۷)

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز عصر سے نماز مغرب تک کا وقت قلیل ہے اور یہ تب ہوگا جب نماز ظہر کا وقت ہر چیز کا سایہ دو مثل ہونے تک تسلیم کیا جائے۔

نماز عصر کا وقت:

نماز عصر کا وقت بھی اسی اختلاف کی بنیاد پر متفرع ہوتا ہے، وہ اس طرح کہ آئمہ ثلاثہ کے مطابق نماز عصر کا وقت ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہونے پر شروع ہوتا ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہر چیز کا سایہ دو مثل ہونے پر عصر کا وقت شروع ہوتا

ہے۔سب آئمہ کے نزدیک غروب آفتاب سے نماز عصر کا وقت ختم اور نماز مغرب کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔

نماز مغرب کا وقت:

اس بات میں تمام آئمہ کا اتفاق ہے کہ غروب آفتاب سے نماز مغرب کا وقت شروع ہو جاتا ہے جو شفق کے غروب ہونے تک باقی رہتا ہے۔تاہم شفق کی تعریف میں اختلاف ہے۔آئمہ ثلاثہ اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کے مطابق شفق سے مراد سرخی ہے جو غروب آفتاب کے بعد افق کے کناروں پر چھا جاتی ہے۔حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق شفق سے مراد وہ سفیدی ہے جو سرخی کے بعد افق کے کناروں پر نمایاں ہوتی ہے'اس کے غائب ہونے سے نماز مغرب کا وقت ختم اور نماز عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔

نماز عشاء کا وقت:

البناء علی ھذا الاختلاف آئمہ ثلاثہ کے نزدیک شفق یعنی سفیدی کے غروب ہونے سے مغرب کا وقت ختم اور عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق شفق یعنی سرخی کے غائب ہونے سے نماز مغرب کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور نماز عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔اس بات پر بھی آئمہ فقہ کا اتفاق ہے کہ نماز عشاء کا مستحب وقت نصف شب تک ہے جبکہ اس کا جواز طلوع فجر تک ہے۔

نماز فجر کا وقت:

فجر صادق کے طلوع ہونے سے نماز فجر کا وقت شروع ہو جاتا ہے'یہ وہ وقت ہوتا ہے جب سحری کھانا ختم ہو جاتی ہے اور طلوع آفتاب تک باقی رہتا ہے۔حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز فجر اس وقت پڑھائی تھی جب فجر صادق کی روشنی خوب پھیل چکی تھی۔حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق اس وقت نماز فجر ادا کرنا مستحب و مسنون ہے۔آپ نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے'جس میں صراحت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:نماز فجر اجالے میں ادا کرو اس کا ثواب زیادہ ہے۔آئمہ ثلاثہ کا مؤقف ہے کہ نماز فجر اول وقت میں ادا کرنا مستحب ہے'انہوں نے امامت جبرئیل علیہ السلام والی حدیث سے استدلال کیا ہے'جس میں پہلے دن حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اول وقت (تاریکی میں) نماز فجر پڑھائی تھی۔

3061 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ اِسْرَآئِيْلَ عَنِ السُّدِّيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى (يَوْمَ نَدْعُوْ كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ) قَالَ يُدْعٰى اَحَدُهُمْ فَيُعْطٰى كِتَابَهُ بِيَمِيْنِهِ وَيُمَدُّ لَهُ فِيْ جِسْمِهِ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا وَّيُبَيَّضُ وَجْهُهُ وَيُجْعَلُ عَلٰى رَاْسِهِ تَاجٌ مِّنْ لُؤْلُؤٍ يَّتَلَاْلَاُ فَيَنْطَلِقُ اِلٰى اَصْحَابِهِ فَيَرَوْنَهُ مِنْ بَعِيْدٍ فَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُمَّ ائْتِنَا بِهٰذَا وَبَارِكْ لَنَا فِيْ هٰذَا حَتّٰى يَاْتِيَهُمْ فَيَقُوْلُ اَبْشِرُوْا لِكُلِّ رَجُلٍ مِّنْكُمْ مِثْلُ هٰذَا قَالَ وَاَمَّا الْكَافِرُ فَيُسَوَّدُ وَجْهُهُ وَيُمَدُّ لَهُ فِيْ جِسْمِهِ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا

عَلٰی صُوْرَةِ اٰدَمَ فَيُلْبَسُ تَاجًا فَيَرَاهُ اَصْحَابُهُ فَيَقُوْلُوْنَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ هٰذَا اللّٰهُمَّ لَا تَأْتِنَا بِهٰذَا قَالَ فَيَأْتِيهِمْ فَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُمَّ اَخْزِهِ فَيَقُوْلُ اَبْعَدَكُمُ اللّٰهُ فَاِنَّ لِكُلِّ رَجُلٍ مِّنْكُمْ مِثْلَ هٰذَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

توضیح راوی: وَالسُّدِّيُّ اسْمُهُ اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں فرمایا: ''جس دن ہم سب لوگوں کو ان کے امام کے ہمراہ بلائیں گے۔''

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: کسی شخص کو بلایا جائے گا' اور اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا' اور اس کا جسم ساٹھ گز لمبا کر دیا جائے گا پھر اس کے چہرے کو روشن کیا جائے گا' اور اس کے سر پر موتیوں سے بنا تاج رکھا جائے گا' جو جھلملا رہا ہوگا پھر وہ شخص اپنے ساتھیوں کی طرف جائے گا' تو وہ ساتھی اسے دور سے دیکھیں گے' اور کہیں گے: اے اللہ! ہمیں بھی یہ عطا کر اور ہمارے لیے اس میں برکت رکھ دے، یہاں تک کہ وہ شخص ان لوگوں کے پاس آئے گا' اور ان سے کہے گا: تم لوگوں کو خوشخبری ہو' تم میں سے ہر شخص کو اس کی مانند ملے گا۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: جہاں تک کافر کا تعلق ہے' تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جائے گا' اور اس کا جسم ساٹھ گز لمبا کر دیا جائے گا جتنا حضرت آدم علیہ السلام کا قد تھا۔ پھر اس کافر کو (عذاب والا) تاج پہنایا جائے گا اس کے ساتھی اسے دیکھیں گے' تو یہ کہیں گے: ہم اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔ اے اللہ! تو یہ ہمیں عطا نہ کر۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: وہ شخص ان لوگوں کے پاس جائے گا' تو وہ لوگ یہ کہیں گے اے اللہ! تو اسے رسوا کر دے' تو وہ شخص کہے گا: اللہ تعالیٰ تمہیں دور کرے' تم میں سے ہر شخص کو اس کی مانند ملے گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔ اس کے راوی سدی کا نام اسماعیل بن عبدالرحمٰن ہے۔

شرح

قیامت کے دن لوگوں کو اپنے پیشواؤں کے ساتھ بلائے جانا:

ارشاد خداوندی ہے:

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۝ وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ۝ (بنی اسرائیل: ۷۱ تا ۷۲)

جس دن ہم لوگوں کو ان کے پیشواؤں کے ساتھ بلائیں گے' جن لوگوں کو ان کے نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے وہ اپنے نامہ اعمال پڑھیں گے جن میں ذرہ برابر بھی ظلم نہیں ہوگا۔ جو شخص دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا اور وہ (درست راستہ سے) زیادہ بھٹکا ہوا ہوگا''۔

ان آیات کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے' اچھے پیشوا اور اس کے ساتھیوں کی صفات اور برے پیشوا کی قباحتیں اور اس

کے ساتھیوں کی علامات بھی بیان کی گئی ہیں۔

نائب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پیشوا کا چہرہ روشن ہوگا' نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں ہوگا' جسم ساٹھ ہاتھ کے برابر ہوگا' چمکدار موتیوں کا تاج اس کے سر پر سجایا جائے گا اور اس کے ساتھیوں کو بھی ان صفات کے حامل ہونے کی خوشخبری سنائی جائے گی۔اس کے برعکس برے پیشوا کا چہرہ سیاہ' قد ساٹھ ہاتھ کا' نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں' سر پر کانٹوں کا تاج ہوگا اور لوگ اس سے اظہار نفرت کریں گے۔لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور اس کے شر سے محفوظ رہنے کی دعا کریں گے۔

امام کے معنیٰ ومفہوم میں اقوال:

ارشاد ربانی میں بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن ہر شخص کو اس کے امام کے ساتھ اٹھایا جائے اور پکارا جائے گا۔سوال یہ ہے کہ اس امام (پیشوا) سے مراد کیا ہے؟ اس بارے میں مفسرین کے کثیر اقوال ہیں' جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مطابق امام سے مطلق امام مراد ہے خواہ وہ امام ہدایت ہو یا امام ضلالت ہو۔

۲-ایک روایت کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: امام سے مراد ہے: اس کے اعمال صالحہ ہوں۔

۳-حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مطابق: اس سے مراد ان کے نبی ہیں۔

۴-حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے مطابق امام سے مراد کتاب ہے۔

۵-اس کا مصداق نامہ اعمال ہے' اس کی تائید حدیث باب سے ہوتی ہے۔

۶-حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مطابق اس سے مراد ہر زمانہ کا امام ہے خواہ وہ پیشوائے ہدایت ہو یا پیشوائے ضلالت' لوگوں کو اس کے ساتھ پکارا جائے گا۔

۷-حضرت ابوعبیدہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق امام سے مراد آئمہ مذاہب ہیں مثلاً حنفی' شافعی' مالکی' حنبلی' قدری اور معتزلی وغیرہ۔

۸-محمد بن کعب کے مطابق امام سے مراد امہات ہیں یعنی قیامت کے دن لوگوں کو اپنی ماؤں کے ساتھ پکارا جائے گا۔اس میں تین حکمتیں مضمر ہیں:

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وجہ

(۲) حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا شرف ظاہر کرنا

(۳) اولاد الزنا کو خواری وذلت سے محفوظ رکھنا۔

اس بارے میں مشہور حدیث ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن تم اپنے ناموں اور اپنے باپوں پکارے جاؤ گے' لہٰذا تم اچھے نام رکھو۔

۹-ابوسہل کے مطابق قیامت کے دن لوگوں کو یوں پکارا جائے گا: نمازی کہاں ہیں' روزہ دار کہاں ہیں' چغل خور کہاں ہیں اور دف بجانے والے کہاں ہیں؟

ہمارے نزدیک اس آیت میں لفظ 'امام' کا صحیح ترین مصداق ہے: نامہ اعمال جس کی تائید وتصدیق حدیث باب سے ہوتی ہے۔

کفار کا دنیا اور آخرت میں اندھا ہونے کا مفہوم:

آیت میں فرمایا گیا ہے کہ "جو شخص دنیا میں اندھا ہوگا، وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا"۔

اس کی تفسیر ومفہوم میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے بے شمار اشیاء کو پیدا کیا، جو شخص اس کی معرفت سے اندھا رہا وہ دار آخرت میں بھی اس کی معرفت سے محروم رہے گا۔

۲- حسن کے مطابق جو شخص دنیا میں اپنے کفر کے سبب اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہی اٹھایا جائے گا، اس لیے قبولیت کی جگہ دنیا ہے نہ کہ آخرت۔

۳- آخرت میں اندھا ہونے سے مراد یہ ہے کہ عذاب سے بچنے اور ثواب کے حصول کی کوئی صورت باقی نہیں رہے گی۔

۴- جو شخص دنیا میں آیات ربانی کو دیکھنے سے اندھا رہا وہ آخرت کی نشانیوں کو دیکھنے سے بھی اندھا رہے گا، کیونکہ وہ زیادہ غیب ونامعلوم ہوں گی۔

۵- حضرت ابوبکر وراق رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق جو شخص دنیا میں حجت باری تعالیٰ سے اندھا ہے وہ آخرت میں جنت سے اندھا رہے گا۔

۶- ابن الانباری کے مطابق جو آدمی دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے محروم ہے وہ آخرت میں اس کی ہدایت سے محروم رہے گا۔

۷- حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے مطابق جو شخص دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں حق باری تعالیٰ سے اندھا ہے اور وہ اس کا شکر ادا نہیں کرتا وہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے تقرب سے محروم رہے گا۔

۸- جو شخص دنیا میں گمراہ ہے وہ آخرت میں زیادہ گمراہ ہوگا۔

۹- جو شخص دنیا میں بصیرت سے اندھا ہے وہ آخرت میں بھی بصارت سے اندھا ہوگا۔

3062 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ دَاوُدَ بْنِ يَزِيْدَ الزَّعَافِرِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: فِيْ قَوْلِهٖ (عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا) سُئِلَ عَنْهَا قَالَ هِيَ الشَّفَاعَةُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

توضیحِ راوی: وَدَاوُدُ الزَّعَافِرِيُّ هُوَ دَاوُدُ الْاَوْدِيُّ بْنُ يَزِيْدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَهُوَ عَمُّ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اِدْرِيْسَ

3062- اخرجه احمد (۲/ ۴۴۱، ۵۲۸، ۴۴۴، ۴۷۸)۔

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں یہ فرمایا ہے:
''عنقریب تمہارا پروردگار تمہیں مقامِ محمود پر فائز کرے گا۔''
نبی اکرم ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا گیا' تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس سے مراد شفاعت ہے۔
(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔ اس کا راوی زعافری یہ داؤد یزید بن عبداللہ ہے۔ یہ عبداللہ بن ادریس کا چچا ہے۔

شرح

مقام محمود سے مراد شفاعت کبریٰ ہونا:

فرمان خداوندی ہے:

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝ (بنی اسرائیل: ۷۹)

اور رات کے مختصر حصہ میں آپ نماز تہجد ادا کریں جو بالخصوص آپ کے لیے زائدہ ہے' عنقریب آپ کا پروردگار آپ کو مقام محمود پر فائز کرے گا''۔

''مقام محمود'' کا معنی ہے قابل تعریف اور بلند درجہ اور آیت میں اس سے مراد شفاعت کبریٰ ہے۔ یہ وہ سفارش ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن کریں گے اور سب لوگ آپ کی تعریف میں رطب اللسان ہوں گے۔ اس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ قیامت کے دن جب لوگ اپنے اعمال کے سبب پریشان ہوں گے' حساب کتاب کا آغاز نہ ہوگا' لوگ جمع ہو کر مختلف انبیاء علیہم السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور ان کی خدمت میں درخواست کریں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے عرض کریں حساب کتاب شروع کیا جائے لیکن وہ اپنا اپنا عذر بیان کرتے ہوئے معذرت کریں گے۔ بالآخرت سب لوگ امام الانبیاء والمرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت حاضر ہوں گے اور آپ شفاعت کریں گے جبکہ سب لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف بھی کر رہے ہوں گے۔

تہجد کا معنی و مفہوم:

ابن قتیبہ کے مطابق تہجدت کا معنی ہے: بیدار ہونا۔ لفظ ہجد کا معنی ہے: سونا' آرام کرنا۔ آیت میں یہ لفظ باب تفعل سے استعمال ہوا ہے' جس کا خاصہ ہے سلب ماخذ۔ اس طرح تہجد کا مطلب ہوا: نیند کو ختم کرنا' نیند کو زائل کرنا' بیدار ہونا۔ جو شخص رات بھر بیدار رہے پھر رات کے آخری حصہ میں نماز پڑھے وہ نماز تہجد نہیں ہوگی' کیونکہ اس کے لیے سونا ضروری تھا جو نہیں پایا گیا۔ اس آیت میں نماز تہجد پڑھنے کا حکم دیا گیا جو شخص رات بھر نوافل میں مصروف رہا' وہ نماز تہجد نہیں کہلائے گی' کیونکہ اس کے لیے سونا شرط تھا جو مفقود ہے۔ لہٰذا اسے نماز تہجد کہنا درست نہیں ہوگا۔

نماز تہجد کی تعداد رکعات:

نماز تہجد کی کتنی رکعات ہیں؟ اس بارے میں مختلف روایات ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز وتر مع تہجد مختلف

رکعات ادا فرمائی ہیں۔ کسی روایت میں سات رکعات' کسی روایت میں نو رکعات اور کسی روایت میں تیرہ رکعات کا ذکر ہے۔ ان احادیث مبارکہ میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ ابتداء آپ نے زیادہ رکعات نماز تہجد پڑھیں اور آخر عمر میں کم رکعات ادا فرمائیں۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوجوانوں اور بوڑھوں کے لیے گنجائش بھی رکھی ہے۔ آپ تین رکعات وتر اور باقی رکعات نماز تہجد کے نوافل ادا فرماتے تھے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ جس کو یقین ہو کہ وہ تہجد کے وقت بیدار ہو جائے گا وہ نماز وتر بھی نماز تہجد تک موخر کرے ورنہ وہ نماز عشاء کے ساتھ ہی نماز وتر پڑھ کر سوئے۔ نماز تہجد کا وقت نماز عشاء کا آخری وقت یعنی سحری کا وقت ہے۔ نماز تہجد کم از کم دو رکعت اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعات ہیں۔ اس نماز کی ادائیگی کے لیے نیند (سونا) شرط ہے۔

نماز تہجد آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض نہ ہونا:

یہ بات کہنا درست نہیں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز تہجد فرض تھی اور امت کے لیے مسنون ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور امت کے لیے یہ نماز نفل ہے لیکن دونوں کے لیے نوافل کی حیثیت میں فرق ہے۔ ارشاد خداوندی ہے: فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ۔ میں بظاہر خواہ خطاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن اس میں امت بھی داخل ہے۔

یہ نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر مستقل حیثیت سے فرض نہیں تھی' اس کی کئی وجوہات ہیں: (i) نوافل پر فرائض کا اطلاق درست نہیں ہے' اگر یہ مجازاً ہو تو پھر بھی بلاضرورت تاویل درست نہیں ہے۔ (ii) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بندوں پر پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں۔ (سنن ابی داؤد' رقم الحدیث ۱۴۲۰)

حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پانچ نمازیں فرض ہیں مگر ان کا ثواب پچاس نمازوں کا ہے' کیونکہ میرا قول تبدیل نہیں ہو سکتا۔ (صحیح بخاری' رقم الحدیث ۳۴۹)

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

ابتداء آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر رات کا قیام فرض تھا لیکن پانچ نمازیں فرض ہونے پر نماز تہجد کی فرضیت منسوخ ہو گئی' اسی طرح زکوٰۃ کی فرضیت کے بعد صدقہ کی فرضیت منسوخ ہو گئی اور رمضان کے روزوں کی فرضیت کے بعد دوسرے روزوں کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج ۷ ص ۱۸۹)

شفاعت کبریٰ احادیث کی روشنی میں:

مقام محمود کے چار معانی ہے:

(۱) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت کبریٰ عطا کرنا۔

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوائے حمد عطا ہونا۔

(۳) دوزخ سے مسلمانوں کو نکالنے کے لیے شفاعت کی اجازت ہونا

(۴) اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش اعظم پر اپنے ساتھ بٹھانا۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱۰ ص ۲۷۶)

شفاعت کبریٰ کے حوالے سے کثیر احادیث مبارکہ ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ قیامت کے دن لوگ مختلف گروپوں میں تقسیم ہوں گے' ہر گروپ اپنے نبی کی پیروی کرے گا' وہ شفاعت کرنے کے لیے التجا کرے گا اور بالآخر سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت تک رسائی حاصل کریں گے جبکہ اسی دن آپ کو مقام محمود پر فائز کیا جائے گا۔ (سنن نسائی رقم الحدیث ۲۵۸۵)

۲- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس ارشاد خداوندی کے بارے میں دریافت کیا گیا: عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا آپ نے جواب میں فرمایا: یہ مقام (درجہ) ہے' جس پر فائز ہو کر میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا۔ (دلائل النبوت للبیہقی ج ۵' ص ۴۸۴)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اس سے مراد شفاعت ہے۔

۳- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن آفتاب غروب ہو جائے گا' کانوں تک لوگ پسینہ میں ہوں گے' اسی حالت میں لوگ حضرت آدم علیہ السلام سے فریاد کناں ہوں گے' پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پھر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے لوگوں میں فیصلہ ہو جائے گا۔ بعد ازاں آپ جنت کے حلقہ کو پکڑ لیں گے' اللہ تعالیٰ اس وقت آپ کو مقام محمود پر فائز کرے گا اور تمام اہل محشر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و تحسین میں رطب اللسان ہوں گے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث ۱۰۴۰)

۴- حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن لوگ دریا کی موجوں کی مثل بے قرار ہوں گے۔ جمع ہو کر حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور شفاعت کے لیے کہیں گے کہ آپ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور شفاعت کریں! وہ جواب دیں گے کہ میں اس کے لیے نہیں ہوں' تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ خلیل اللہ ہیں' لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور شفاعت کرنے کا کہیں گے' وہ کہیں گے میں اس کے لیے نہیں ہوں تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جو روح اللہ ہیں' لوگ ان کے پاس جائیں گے اور شفاعت کرنے کے بارے میں عرض کریں گے تو وہ لوگوں سے کہیں گے کہ میں اس کے لیے نہیں ہوں' تم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ' وہ میرے پاس آئیں گے تو میں کہوں گا میں ہی اس کے لیے ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کروں گا جو مجھے دے دی جائے گی' میرے قلب میں حمد باری تعالیٰ پر مشتمل ایسے کلمات ڈالے جائیں گے جو اس وقت مجھے یاد نہیں ہیں۔

میں سجدہ میں گر جاؤں گا' اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا: اے محمد! آپ زمین سے اپنا سر اٹھائیں اور جو بات کہیں گے قبول کی جائے گی' سوال کریں جو پورا کیا جائے گا اور شفاعت کریں جو قبول کی جائے گی! میں عرض کروں گا: اے پروردگار! میری امت' میری امت! حکم ہوگا کہ آپ جائیں اپنے اس امتی کو جہنم سے نکال لیں جس کے دل میں جو کے برابر بھی ایمان ہے' میں جاؤں گا اور

اسی طرح کروں گا۔ واپسی پر انہی کلمات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کروں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہوجاؤں گا، حکم ہوگا! اے محمد! آپ سجدہ سے سر اٹھائیں اور کہیں آپ کی بات سنی جائے گی سوال کیجیے جو پورا کیا جائے گا اور شفاعت کریں جو قبول کی جائے گی۔ میں عرض گزار ہوں گا۔ اے پروردگار! میری امت، میری امت! حکم ہوگا اے محمد! جائیں آپ کے جس امتی کے دل میں جو یا رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہے اس کو جہنم سے نکال لیں۔ پھر تیسری بار بھی اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کروں گا، اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہوجاؤں گا، مجھے کہا جائے گا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر اٹھائیں کہیں آپ کی بات سنی جائے گی، سوال کریں عطا کیا جائے اور شفاعت کریں جو قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا: اے میرے پروردگار! میری امت! میری امت! اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا جس کے دل میں رائی کے ادنیٰ دانے کے برابر بھی ایمان ہے اسے جہنم سے نکال لیں۔ میں جاؤں گا ایسا ہی کروں گا۔ پھر چوتھی بار سجدہ ریز ہوں گا، اللہ کی طرف سے حکم ہوگا: اے محمد! اپنا سر اٹھائیں اور کہیں سنا جائے گا، سوال کریں عطا کیا جائے گا اور شفاعت کریں جو قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا: اے پروردگار! تو مجھے اس شخص کے بارے میں اجازت دے جس نے لَآ اِلٰــهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھا ہو! حکم ہوگا: میری عزت، میرے جلال میری کبریائی اور میری عظمت کی قسم! جس نے لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھا ہوگا میں اسے جہنم سے نکال لوں گا۔ (سنن کبریٰ للنسائی رقم الحدیث ۱۱۲۴۳)

اقسام شفاعت:

قیامت کے دن امت کے حق میں جو شفاعت کی جائے گی اس کی متعدد اقسام ہیں۔ ابن عطیہ کے مطابق شفاعت کی مشہور دو اقسام ہیں:

(i) شفاعت عامہ

(ii) گناہگاروں کے حق میں شفاعت: یہ شفاعت دیگر انبیاء علیہم السلام بلکہ علماء بھی کریں گے۔

علامہ نقاش کے مطابق شفاعت کی تین اقسام ہیں:

۱- شفاعت کبریٰ

۲- دخول جنت کے لیے شفاعت کرنا

۳- گناہ کبیرہ کے مرتکب لوگوں کے حق میں شفاعت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اذان سن کر یہ دعا کی: اس دعوت کاملہ اور کھڑی ہونے والی نماز کے پروردگار! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جنت میں اعلیٰ درجہ اور فضیلت عطا کر اور انہیں مقام محمود پر فائز کر جس کا تو نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے تو اس کے حق میں میری شفاعت واجب ہوگی۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث ۴۷۱۹)

حضرت قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق شفاعت کی پانچ اقسام ہیں:

(i) شفاعت عامہ

(ii) ایک جماعت کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کرنے کے لیے شفاعت کرنا

(iii) وہ گناہگار امتی جو ارتکاب معصیات کے سبب دوزخ کے حقدار قرار پا چکے ہوں گے ان کے بارے میں شفاعت تاکہ وہ عذاب سے رہائی پا کر جنت میں داخل ہو سکیں۔

(iv) وہ لوگ جو گناہوں کی وجہ سے جہنم میں داخل ہو چکے ہوں گے وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دیگر انبیاء علیہم السلام ملائکہ اور نیکوکار مسلمانوں کی شفاعت کے سبب دوزخ سے نکالے جائیں گے۔

(v) اہل جنت کے درجات میں اضافہ کے لیے شفاعت کرنا۔

3063 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنِ ابْنِ اَبِیْ نَجِیْحٍ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنْ اَبِیْ مَعْمَرٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ

متنِ حدیث: دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ وَحَوْلَ الْكَعْبَةِ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَّسِتُّوْنَ نُصُبًا فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَطْعَنُهَا بِمِخْصَرَةٍ فِیْ يَدِهٖ وَرُبَّمَا قَالَ بِعُوْدٍ وَّيَقُوْلُ (جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا) جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

فی الباب: وَفِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

◆◆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: فتح مکہ کے موقع پر نبی اکرم ﷺ جب مکہ میں داخل ہوئے تو خانہ کعبہ کے اردگرد تین سو ساٹھ بت تھے تو نبی اکرم ﷺ نے اپنے ہاتھ میں موجود چھڑی کے ذریعے انہیں توڑنا شروع کیا۔ (راوی نے بعض اوقات لفظ "عود" استعمال کیا ہے)۔

نبی اکرم ﷺ یہ پڑھ رہے تھے:

"حق آ گیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل مٹنے والی چیز ہے"

آپ ﷺ نے یہ آیت بھی تلاوت فرمائی:

"حق آ گیا اور باطل نہ تو آغاز میں کچھ کر سکتا ہے اور نہ ہی دوبارہ سے کر سکتا ہے"۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔ اس بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بھی حدیث منقول ہے۔

3063۔ اخرجه البخاری (۱۴۵/۵): کتاب المظالم: باب: هل تکسر الدنان التی فیها خمر او تخرق الزقاق؟، حدیث (۲۴۷۸)، اطرافه فی حدیث (۴۲۸۷، ۴۷۲۰)، و مسلم (۱۴۰۸/۳): کتاب الجهاد و السیر: باب: ازالة الاصنام من حول الکعبة، حدیث (۱۷۸۱/۸۷)، و احمد (۳۷۷/۱)، و الحمیدی (۴۶/۱)، حدیث (۸۶).

شرح

حق کا غالب آنا اور باطل کا مٹ جانا:

ارشاد خداوندی ہے:

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًاo (بنی اسرائیل:۸۱)

آپ فرمادیں! حق آ گیا اور باطل مٹ گیا۔ بیشک باطل مٹنے والا تھا''۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔اس کا اختصار یہ ہے کہ حق واسلام کو غلبہ حاصل ہوگا اور باطل یعنی کفر ختم ہو جائے گا یا مغلوب ہو جائے گا۔ یہ آیت مکہ معظمہ کے حالات کے بارے میں نازل ہوئی تھی اور اس کا عملی مظاہرہ فتح مکہ کے موقع پر ظاہر ہوا۔اہل مکہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت قبول کر لی تھی اور کعبہ میں کفار کی طرف سے نصب شدہ تین سو ساٹھ (۳۶۰) بت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ سے گر گئے تھے۔اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان ترجمان حق پر یہی الفاظ تھے:

(قُلْ) جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

بعض روایات کے مطابق فتح مکہ کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس میں چھڑی تھی جو بتوں کو مارتے اور وہ گرتے جاتے تھے اس طرح تمام بت گر گئے اور زبان مبارک پر یہی ایت تھی۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ مکروہ وناپسند چیز کا توڑنا واجب ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ محض ذوق کی تکمیل کے لیے اہل خانہ احباب اساتذہ اور مشائخ وغیرہ کی تصاویر اتارنا یا اتروانا گناہ نہیں ہے پھر انہیں گھر میں نمایاں حیثیت سے رکھنا یا دیواروں پر لٹکانا بھی جائز نہیں ہے۔

افسوس! صد افسوس! ہمارے ہاں چھپنے والے اکثر اشتہارات خواہ محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوں یا محفل نعت خوانی کے یا اولیاء کرام کے اعراس کے ہوں یا مدارس کے سالانہ پروگرام کے ہوں وہ مشائخ وعلماء قرأ ونعت خوان حضرات اور ممتاز شخصیات کی تصاویر سے مزین ہوتے ہیں۔کاش علماء کرام اس طرف توجہ فرمائیں اور اپنے منصب عالی کے مطابق اصلاح فرمائیں اور ایسی خرافات سے معاشرے کو پاک وصاف کرنے کی کوشش فرمائیں۔

3064 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ قَابُوسَ بْنِ اَبِي ظَبْيَانَ عَنْ اَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ ثُمَّ اُمِرَ بِالْهِجْرَةِ فَنَزَلَتْ عَلَيْهِ (وَقُلْ رَبِّ اَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّي مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِيرًا)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

3064۔ اخرجه احمد (۲۲۳/۱)۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ مکہ مکرمہ میں قیام پذیر تھے۔ پھر آپ ﷺ کو ہجرت کرنے کا حکم دیا گیا اور آپ ﷺ پر یہ آیت نازل کی گئی:

''تم یہ کہو: اے میرے پروردگار! تو مجھے سچائی کی جگہ داخل کر اور سچائی کی جگہ سے نکال اور اپنی طرف سے میرا طاقتور مددگار پیدا کردے''۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

بوقت ہجرت مژدہ جانفزاء:

ارشاد ربانی ہے:

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا○

(بنی اسرائیل:۸۰)

''اور آپ کہہ دیجئے کہ اے میرے پروردگار! تو مجھے سچائی کے راستہ میں داخل کر اور مجھے سچائی کے راستہ سے نکال اور تو اپنی طرف سے وہ غلبہ عطا کر جو میرے لیے معاون ثابت ہو''۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس میں بھی مکہ مکرمہ کے حوالے سے مضمون بیان ہوا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ مکہ مکرمہ سے ہجرت اور دشمن کے مظالم سے بچنے کا وقت قریب آ چکا ہے یہ ہجرت کلی نہیں ہے بلکہ جزوی ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ اس میں تشریف لائیں گے۔ دخول سے مراد مکہ میں دخول اور خروج سے مراد مکہ سے خروج ہے۔ دخول کو خروج پر مقدم کرنے سے اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ مکہ میں دوبارہ آمد خروج کی طرح یقینی ہے۔ تاریخ اعلان کر رہی ہے کہ یہ دعا حرف بحرف پوری ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ سے ہجرت کی تو اہل مدینہ نے آپ کا خوب استقبال کیا' آٹھ سال تک جنگ وجدال کا بازار گرم رہنے کے بعد آپ فاتحانہ شان سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے پھر دس سال تک اسلام کو ایسی سیاسی قوت حاصل ہوگئی کہ جزیرۃ العرب میں کوئی قوت ایسی نہیں تھی جو مسلمانوں سے آنکھوں میں آنکھیں ملا سکے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کا اللہ تعالیٰ کے دستور کے تابع ہونا:

اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے تو آپ کا استقبال اور مسلمانوں کا جذبہ دیکھ کر یہود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حسد کرنے لگے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں کہا: اے ابوالقاسم! انبیاء کا مقام ملک شام ہے' اکثر انبیاء وہیں جلوہ گر ہوئے' حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مسکن بھی وہاں تھا اور اگر آپ بھی وہاں چلے جاتے ہیں تو ہم بھی آپ کی پیروی کریں گے اور آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ ہمیں اس بات کا علم ہے کہ وہاں جانے میں محض رومیوں کی مخالفت سے آپ ڈرتے ہیں۔ اگر آپ اللہ

تعالیٰ کے واقعی رسول برحق ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو رومیوں سے محفوظ رکھے گا۔ یہود کی اس گفتگو کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو لے کر ملک شام روانہ ہونے کے یہ مقام ذوالحلیفہ پر پہنچے کیونکہ آپ کی خواہش تھی کہ یہود اسلام میں داخل ہو جائیں۔ تاہم اس موقع پر یہ آیت نازل ہوگئی جس کے نتیجہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو لے کر مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے۔

3065 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ اَبِي زَائِدَةَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ اَبِي هِنْدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَتْ قُرَيْشٌ لِيَهُوْدَ اَعْطُوْنَا شَيْئًا نَسْاَلُ هٰذَا الرَّجُلَ فَقَالَ سَلُوْهُ عَنِ الرُّوحِ قَالَ فَسَاَلُوْهُ عَنِ الرُّوحِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى (وَيَسْاَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّي وَمَا اُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا) قَالُوْا اُوتِيْنَا عِلْمًا كَثِيْرًا اُوتِيْنَا التَّوْرَاةَ وَمَنْ اُوتِيَ التَّوْرَاةَ فَقَدْ اُوتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا فَاُنْزِلَتْ (قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ) اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، قریش نے یہود سے کہا: تم ہمیں کوئی چیز بتاؤ! جس کے بارے میں ہم ان صاحب سے سوال کریں تو انہوں نے کہا: تم ان سے روح کے بارے میں دریافت کرو۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روح کے بارے میں دریافت کیا: تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

"لوگ تم سے روح کے بارے میں دریافت کرتے ہیں' تم یہ فرمادو! روح میرے پروردگار کے اَمر کا نتیجہ ہے' اور تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔"

تو انہوں نے کہا: ہمیں تو بہت زیادہ علم دیا گیا ہے۔ تورات دی گئی ہے' اور جس شخص کو تورات دی گئی ہو اس شخص کو بہت زیادہ بھلائی دی گئی' تو یہ آیت نازل کی گئی۔

"تم یہ فرمادو! اگر سمندر میرے پروردگار کے کلمات کے لیے سیاہی بن جائیں تو سمندر ختم ہو جائے گا۔"

یہ آیت کے آخر تک ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے' اور اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔

3066 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ اَخْبَرَنَا عِيسٰى بْنُ يُوْنُسَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

متنِ حدیث: كُنْتُ اَمْشِي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَرْثٍ بِالْمَدِيْنَةِ وَهُوَ يَتَوَكَّاُ عَلٰى عَسِيْبٍ

3065- اخرجه احمد (۱/۲۵۵)۔

3066- اخرجه البخاري (۱/۲۷۰): كتاب العلم: باب: قوله (و ما اوتيتم من العلم الا قليلا)، حديث (۱۲۵) و اطرافه من (۴۷۲۱، ۷۲۹۷، ۷۴۵۶، ۷۴۶۲): كتاب صفات المنافقين و احكامهم، باب: سوال اليهود النبي صلى الله عليه وسلم عن الروح و قوله تعالىٰ: ويسئلونك عن الروح) (الاسراء: ۸۵)، الآية، حديث (۲۷۹۴/۳۲)، و احمد (۱/۳۸۹/۴۴۴)۔

فَمَرَّ بِنَفَرٍ مِنَ الْيَهُوْدِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَوْ سَأَلْتُمُوْهُ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا تَسْأَلُوْهُ فَإِنَّهُ يُسْمِعُكُمْ مَا تَكْرَهُوْنَ فَقَالُوْا لَهُ يَا اَبَا الْقَاسِمِ حَدِّثْنَا عَنِ الرُّوْحِ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاعَةً وَّرَفَعَ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ يُوْحٰى إِلَيْهِ حَتّٰى صَعِدَ الْوَحْيُ ثُمَّ قَالَ (الرُّوْحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّيْ وَمَا أُوْتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيْلًا)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ (بن مسعود رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں، میں نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ مدینہ منورہ کے کھیت سے گزر رہا تھا، نبی اکرم ﷺ اپنی لاٹھی کے ذریعے ٹیک لگا کر چل رہے تھے۔ آپ ﷺ کا گزر کچھ یہودیوں کے پاس سے ہوا۔ انہوں نے کہا: اگر تم ان سے سوال کرو (تو ٹھیک رہے گا) تو کسی نے کہا: تم ان سے سوال نہ کرو' کیونکہ وہ تمہیں کوئی ایسا جواب دے سکتے ہیں' جو تمہیں پسند نہ آئے' تو ان لوگوں نے نبی اکرم ﷺ سے کہا: اے ابوالقاسم! آپ ہمیں روح کے بارے میں بتائیں۔ نبی اکرم ﷺ کچھ دیر کے لیے کھڑے رہے۔ آپ ﷺ نے اپنا سر اٹھا لیا جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ آپ ﷺ پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ جب وحی مکمل ہوگئی' تو آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔

''روح میرے پروردگار کے اَمر کا نتیجہ ہے' اور تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

مشرکین اور یہود کا روح کی حقیقت معلوم کرنے سے قاصر ہونا:

(الف) وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۖ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ (بنی اسرائیل: ۸۵)

(ب) قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ۝ (الکہف: ۱۰۹)

(الف) اور وہ (یہود و مشرکین) آپ سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں' آپ فرما دیں کہ روح میرے پروردگار کا امر ہے اور تم اس بارے میں بہت کم علم دیے گئے ہو''۔

(ب) آپ فرما دیں کہ اگر میرے پروردگار کی تعریف لکھنے کے لیے سمندر سیاہی بن جائے تو میرے پروردگار کی تعریف مکمل نہیں ہوگی کہ اس سے قبل سیاہی ختم ہو جائے گی' خواہ اس کی مثل سیاہی اور لائی جائے''۔

ان آیات کا شانِ نزول احادیث باب میں بیان کیا گیا ہے۔ ایک دفعہ مشرکین مکہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت معلوم کرنے کے لیے باہم مشاورت کی جس میں یہ فیصلہ کیا کہ جس کلام کو آپ کلام الٰہی قرار دیتے ہیں' اس کا بھی جائزہ لیا جائے۔ چونکہ وہ خود تو معارفِ انبیاء سے ناواقف تھے لیکن انہوں نے اسی ارادہ سے ایک وفد مدینہ روانہ کیا۔ وفد نے علماء یہود سے رابطہ کیا جنہوں نے انہیں تین سوالات سکھائے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی برحق ہیں تو دو سوالوں کے جواب دیں گے لیکن ایک

سوال کا جواب نہیں دیں گے۔ اگر آپ نبی برحق نہیں ہیں تو سب سوالات کے جوابات دیں گے یا کسی کا جواب بھی نہیں دیں گے۔
وہ تین سوال یہ تھے:

(۱) قدیم زمانہ کے ان نوجوانوں کے احوال بتائیں جو وقت کے بادشاہ سے خوفزدہ ہو کر ایک غار میں جا چھپے تھے؟

(۲) اس بادشاہ کے حالات بیان کریں جس نے مشرق و مغرب کا سفر کیا تھا؟

(۳) روح کی حقیقت بیانِ کریں؟ یہ وفد علماء یہود سے یہ تین سوالات سیکھ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور تینوں سوالات پیش کیے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان سوالات کے جوابات دیئے گئے۔ پہلے دو سوالات کے جوابات سورہ کہف میں دیے گئے ہیں جبکہ تیسرے سوال کا جواب سورہ بنی اسرائیل کی اس آیت میں دیا گیا ہے۔ بتایا یہ گیا ہے کہ یہ لوگ روح کی حقیقت کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو آپ انہیں جواب میں فرمادیں کہ روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے' جس کے بارے میں تمہیں نہایت قلیل علم دیا گیا ہے۔ وہ قلیل یہی ہوسکتا ہے کہ جب روح جسم سے جدا ہوتی ہے' تو تم صاحب روح چیز کو مردہ قرار دے دیتے ہو۔ محض اتنا علم زمین و آسمان اور باطنی حقائق کو معلوم کرنے کے لیے کافی نہیں ہوسکتا۔

اس آیت کے آخر میں یہود پر یہ چوٹ کی گئی ہے کہ ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ ہم حاملان تورات ہیں اور تورات معارف وعلوم کا سرچشمہ ہے' لہٰذا ہم بھی علوم و معارف کے جامع ہیں۔ ان کا یہ دعویٰ بھی جہالت ہے' لہٰذا ہم بھی علوم و معارف کے جامع ہیں۔ ان کا یہ دعویٰ جہالت پر مبنی ہے' کیونکہ تورات علوم ربانی کے مقابلہ میں ایک ذرہ بھی نہیں ہے' پھر ایسے تمام علوم کا سرچشمہ قرار دینا کیسے درست ہوسکتا ہے؟

روح کا معنی و مفہوم:

لفظ ''روح'' قرآن و حدیث میں کئی بار استعمال ہوا ہے۔ اس کا اطلاق ہر اس جسم پر ہوسکتا ہے' جس کے ساتھ حیات یا جسم قائم ہے۔ علاوہ ازیں روح کا اطلاق وحی' قرآن' جبرئیل اور رحمت پر بھی ہوتا ہے۔

علامہ ابوبکر انباری کے مطابق روح اور نفس دونوں ایک چیز کے دو نام ہیں لیکن لفظ روح مذکر اور لفظ نفس مؤنث استعمال ہوتا ہے۔ فراط کے مطابق روح سے مراد وہ چیز ہے' جس وجہ سے انسان زندہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اس کا علم نہیں رکھتا۔ ابوالہیثم کے مطابق روح انسان کے سانس کا نام ہے اور جب سانس ختم ہوجائے تو انسان ختم ہو جاتا ہے جبکہ آنکھیں دیکھتی رہتی ہیں پھر بند کردی جاتی ہیں۔

جمہور کا مؤقف ہے کہ روح کا معنی معلوم ہے:

(۱) وہ خون ہے (۲) وہ جسم لطیف ہے اور اس کے اعضاء ہوتے ہیں۔

اشعری کے مطابق روح وہ سانس ہے جو آ رہا اور جا رہا ہے۔ ایک قول کے مطابق یہ حیات ہے۔ علامہ میر سید شریف رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق روح لطیف چیز ہوتی ہے۔ جو علم وادراک حاصل ہوتا ہے' وہ عالم امر سے نازل ہوئی ہے اور حیوان پر سوار ہوتی ہے جبکہ عقول اس کی حقیقت کے ادراک سے قاصر ہوتی ہیں۔

روح کی موت کا مسئلہ:

کیا روح پر موت کا تسلط ہوتا ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض علماء کا مؤقف ہے کہ روح پر بھی موت طاری ہوتی ہے کیونکہ ہر چیز نے موت کا مزہ چکھنا ہے اور روح بھی ایک چیز ہے لہٰذا اس کو بھی موت آئے گی۔ ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱- كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ○ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ ○ (الرحمٰن: ۲۶ تا ۲۷)

"ہر وہ چیز فنا ہونے والی ہے جو زمین میں موجود ہے۔ صرف آپ کے پروردگار کی ذات باقی رہے گی"۔

۲- كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ (القصص: ۸۸)

"اس کے چہرے (ذات) کے سوا ہر چیز ہلاک ہو جائے گی"۔

جب فرشتوں پر بھی موت کا تسلط ہوگا تو روح پر بھی موت کا آنا یقینی امر ہے۔

جمہور علماء کا نقطہ نظر ہے کہ روح پر موت کا تسلط نہیں ہوگا کیونکہ روح کو پیدا ہی بقاء کے لیے کیا گیا ہے۔ موت فقط اجسام وابدان پر طاری ہوتی ہے۔ احادیث مبارکہ میں یہ مضمون گزرا ہے کہ موت کے بعد جب ارواح اور اجسام کا تعلق دوبارہ قائم ہوگا تو اس پر عذاب وثواب مرتب ہوگا جو مستقل اور دائمی ہوگا۔ اگر ارواح پر بھی موت کا تسلط ہوتا تو ان پر دائمی عذاب وثواب مرتب ہونے کا کوئی مطلب نہیں بنتا۔ اس بارے میں ارشاد خداوندی ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ○ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○

(آل عمران: ۱۶۹ تا ۱۷۰)

"اور جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے تم ہرگز انہیں مردہ گمان نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اور انہیں ان کے پروردگار کی طرف سے رزق دیا جاتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی عنایت اور فضل سے خوش ہیں۔ اور وہ ان لوگوں کے بارے میں بھی اظہار مسرت کر رہے ہیں جو ابھی تک ان کے پاس نہیں پہنچے اس لیے کہ ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے"۔

موت کا مطلب یہ ہے کہ ارواح کا ابدان سے الگ ہو جانا اجسام کا موت کا مزہ چکھنا یہی ہے تو ارواح پر بھی موت طاری ہو جاتی ہے۔ اگر اس کے علاوہ موت کا مفہوم ہے یعنی ارواح کا معدوم ہو جانا تو یہ درست نہیں ہے کیونکہ ارواح کے لیے عدم نہیں ہے۔ (الروح ص ۴۳)

روح کے حادث و معدوم ہونے کا مسئلہ:

کیا روح حادث و معدوم ہوتی ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ بھی علماء کے ہاں مختلف فیہ ہے۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ روح قدیم وغیر حادث ہے امر الٰہی ہے اور غیر مخلوق ہے۔ جس طرح قدرت سمع اور بصر کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہونے اور اس کی صفات ہونے

کی وجہ سے قدیم و غیر مخلوق اور غیر حادث ہیں' اسی طرح روح کی حیثیت اس سے مختلف نہیں ہے۔

صحیح ترین مؤقف یہ ہے کہ روح حادث و مخلوق ہے' اس کے کثیر دلائل ہیں' جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱- اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ (الانعام:۱۰۲) اللہ ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے"۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ کے علاوہ ہر چیز مخلوق ہے اور جو چیز مخلوق ہو وہ حادث و معدوم ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ روح مخلوق اور حادث ہے۔

۲- رب کائنات نے حضرت زکریا علیہ السلام سے فرمایا:

وَّ قَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا○ (مریم:۹)

"میں اس سے قبل آپ کو پیدا کر چکا ہوں جبکہ آپ کوئی چیز نہیں تھے"۔

یہ گفتگو روح اور جسم دونوں سے کی گئی ہے' کیونکہ جسم میں کوئی ایسی خصوصیت نہیں ہے کہ وہ بات کو سمجھ سکے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ اس سے قبل حضرت زکریا علیہ السلام کی روح موجود نہیں تھی۔

۳- هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا○ (الدھر:۱)

"انسان پر ایک ایسا زمانہ گزرا ہے کہ وہ کوئی بھی چیز نہیں تھا"۔

۴- وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ (صٰفٰت:۹۶)

"اللہ تعالیٰ نے تمہیں اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا"۔

اگر روح بالفرض قدیم یا قابل ذکر چیز ہوتی تو یقیناً اس کا وجود پہلے سے موجود ہوتا۔

جسم سے جدا ہونے کے بعد روح کا مسکن:

جب موت کے سبب روح اور جسم کا تعلق ختم ہو جاتا ہے' تو روح کا مستقر و مسکن کیا ہے؟ یہ مسئلہ بھی علماء کے نزدیک مختلف فیہ ہے۔ اس بارے میں مختلف اقوال ہیں جن میں سے چند مشہور ترین درج ذیل ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: مومنوں کی ارواح اللہ تعالیٰ کے ہاں جنت میں ہوں گی خواہ وہ شہید ہوں یا غیر شہید' بشرطیکہ ارتکاب کبائر یا قرض اسے داخل ہونے سے روک نہ لے۔

۲- ارواح جنت کے صحن میں دروازے کے پاس ہوں گی' ان کے پاس جنت کا رزق اور خوشبو آتے ملے گی۔

۳- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: روح آزاد ہوتی ہے جہاں چاہے آ جا سکتی ہے۔

۴- ایک جماعت کا نقطہ نظر ہے: ارواح قبروں کے صحنوں میں ہوں گی۔

۵- حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: مسلمانوں کی روحیں جنت میں ہوں گی اور کفار کی ارواح جہنم میں ہوں گی۔

۶- حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کفار کی ارواح ساتویں زمین کے نیچے سجین میں ہوتی ہیں اور مومنوں کی ارواح

ساتویں آسمان پر مقام علیین میں ہوتی ہیں۔

۷۔ایک جماعت نے کہا: مومنوں کی ارواح حضرت آدم علیہ السلام کی دائیں طرف ہوں گی اور کافروں کی ارواح حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں جانب ہوں گی۔

۸۔مسلمانوں کی ارواح چاہ زمزم ہوں گی اور کفار کی ارواح قبور میں مقید ہوں گی۔

نفس اور روح میں فرق:

کیا نفس اور روح دونوں ایک ہی چیز کے دو نام ہیں یا ان میں فرق بھی ہے؟ اس مسئلہ میں بھی علماء کا اختلاف ہے۔ بعض علماء کا موقف ہے کہ لفظ نفس کا اطلاق روح اور جسم کے مجموعہ پر ہوتا ہے اور فقط روح پر بھی۔ اس کا اطلاق روح اور جسم کے مجموعہ پر ہو تو اس کی مثالیں درج ذیل ہیں:

۱۔ فَتُوْبُوْا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ (البقرہ:۵۴)

''پس تم اپنے خالق کی طرف توبہ کرو اور خود اپنے آپ کو قتل کرو''۔

۲۔ وَجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ (التوبہ:۴۱)

''اپنے مالوں اور اپنے نفسوں کے ساتھ جہاد کرو''۔

لفظ ''نفس'' کا اطلاق محض روح پر ہو تو اس کی مثالیں حسب ذیل ہیں:

۱۔ يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ (الفجر:۲۷تا۲۸)

''اے مطمئن روح! تو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ جا' اس حال میں کہ تو اس سے راضی ہو اور وہ تجھ سے راضی ہو''۔

۲۔ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ (النازعات:۴۰)

''اور جس نے روح کو خواہش سے روکا۔

۳۔ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ (یوسف:۵۳)

بیشک روح برائی پر ابھارنے والی ہے۔

روح کا اطلاق نہ صرف جسم پر ہوتا ہے اور نہ نفس اور جسم کے مجموعہ پر لیکن لفظ نفس کا اطلاق صرف روح یا روح اور جسم کے مجموعی پر ہو سکتا ہے۔ (الروح ص۲۰۸)

اقسام نفس اور ان کی تعریفات:

نفس کی تین اقسام ہیں' جن کی تعریفات درج ذیل ہیں:

۱۔نفس امارہ: یہ وہ روح ہے جو طبیعت کی جانب مائل کرتی ہے' شہوات حسیہ کی ترغیب دیتی ہے اور دل کو جانب تنزل کھینچتی ہے جبکہ تمام اخلاق مذمومہ کا محور ہے۔

۲۔نفس لوامہ: یہ وہ روح ہے جس کی جبلت ظلمانی کے سبب کسی معصیت کا صدور ہوتا ہے یا غفلت کے باعث اس سے برائی کا صدور ہو جاتا ہے جس وجہ سے وہ اپنے آپ پر ملامت کرتی ہے اور معصیت سے تائب ہوتی ہے۔
۳۔نفس مطمئنہ: یہ وہ روح ہے جو عقل و دانش کے نور سے روشن صفات مذمومہ سے منزہ اور اخلاق حسنہ سے متصف ہوتی ہے۔

عالم خلق اور عالم امر:

غیر مسلم جب بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی معاملہ میں استفسار کرتے تو آپ نے بروقت وحی کی روشنی میں اس طریقے سے جواب دیا کہ وہ اپنا سا منہ لے کر رہ جاتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے ایک دفعہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ایک کھیت سے گزر رہا تھا' آپ درخت کی شاخ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ پاس سے چند یہودی گزرے' ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: تم ان سے روح کے بارے میں سوال کرو' اس نے جواباً کہا: تمہیں سوال کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ دوسرے نے کہا: آپ تمہیں ایسا جواب دیں گے جو تمہیں برا محسوس نہیں ہوگا۔ انہوں نے آپ سے سوال کیا تو آپ نے جواب نہ دیا۔ اس وقت آپ نے اپنا چہرہ انور آسمان کی طرف کیا ہوا تھا' میں محسوس کر لیا کہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا۝

(صحیح بخاری رقم الحدیث ۴۷۲۱)

''اور وہ لوگ (یہودی) آپ سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ آپ فرما دیں کہ روح میرے رب کا امر ہے' جس کے بارے میں تمہیں بہت کم علم دیا گیا ہے''۔

''میرے رب کا امر ہے'' سے مراد ہے کہ روح کا تعلق عالم خلق سے نہیں بلکہ عالم ملکوت سے ہے۔ علامہ قرطبی کے مطابق روح اس امر سے متعلق ہے' جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ بعض علماء کے مطابق عالم امر وہ ہے' جس میں اللہ تعالیٰ کسی چیز کو لفظ کن سے پیدا کرتا ہے اور عالم خلق وہ ہے' جس میں اللہ تعالیٰ کسی چیز کو مادہ سے پیدا کرتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کا علم ہونا:

کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کا علم حاصل تھا یا نہیں؟ اس بارے میں بعض علماء نے توقف و سکوت اختیار کیا ہے لیکن جمہور علماء کا موقف ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کا علم حاصل تھا۔ اس سلسلہ میں چند دلائل ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:
۱۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ انہوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ روح کو عذاب کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ وہ جسم میں ہوتی ہے؟ اس کے جواب میں یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کی حقیقت کا علم نہیں دیا تھا' البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کو علم عطا کیا اور اس پر دوسروں کو مطلع کرنے کی اجازت نہ دی ہو۔ (فتح الباری شرح صحیح بخاری ج ۸' ص ۴۰۳)

۲- علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ ومقام اس سے بلند ہے کہ آپ کو روح کا علم نہ دیا گیا ہو' کیونکہ یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ محبوب رب العالمین اور کائنات کے سردار ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سب کچھ سکھا دیا جس کا آپ کو علم نہ تھا اور یہ آپ پر رب کائنات کا فضل عظیم ہے۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری' ج ۲' ص ۲۰۱)

۳- حضرت امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

عقل و دانش سے روح کا علم حاصل نہیں ہوتا بلکہ اس کا علم ایک ایسے نور سے حاصل ہوتا ہے جو نور عقل سے بلند واشرف ہے اور یہ نور محض علم نبوت و رسالت سے حاصل ہوتا ہے۔ اس نور کا تعلق عقل کے ساتھ ایسا ہے جیسا عقل کا وہم و خیال کے ساتھ ہوتا ہے۔ (احیاء العلوم' ج ۴' ص ۱۱۲)

اللہ تعالیٰ کے علوم ومعارف کا اندازہ لگانا ناممکن اور محاسن وصفات بیان کرنا محال ہونا:

یہود مدینہ کا یہ دعویٰ درست نہیں ہے کہ ہمارے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی جانے والی آسمانی کتاب تورات تمام علوم ومعارف کا سرچشمہ ہے اور اس کا مطالعہ کرنے سے ہم تمام علوم کے حامل ہو گئے ہیں۔ اس کتاب کے علوم' علوم باری تعالیٰ کے سامنے ایسے ہیں جس طرح ایک قطرہ کی حیثیت سمندر کے سامنے ہوتی ہے۔ اس حقیقت کو صاف صاف الفاظ میں سورہ کہف کی آیت نمبر ۱۰۹ میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا بھر کے دریاؤں اور سمندروں کی سیاہی تیار کی جائے' تمام درختوں کے قلم بنا لیے جائیں جبکہ تمام ملائکہ' جنات اور انسان اللہ تعالیٰ کے محاسن واوصاف اور کمالات لکھنا شروع کر دیں تو تاحیات عشر عشیر بھی نہیں لکھ پائیں گے خواہ سیاہی' قلم اور لکھنے والے ان کی مثل مزید لائے جائیں۔

تیرے اوصاف کا ایک باب بھی پورا نہ ہوا
ہو گئیں زندگیاں ختم اور قلم ٹوٹ گئے

3067 سند حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسٰى وَسُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ اَوْسِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متن حدیث: يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلَاثَةَ اَصْنَافٍ صِنْفًا مُشَاةً وَّصِنْفًا رُكْبَانًا وَّصِنْفًا عَلٰى وُجُوهِهِمْ قِيلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ يَمْشُوْنَ عَلٰى وُجُوهِهِمْ قَالَ اِنَّ الَّذِيْ اَمْشَاهُمْ عَلٰى اَقْدَامِهِمْ قَادِرٌ عَلٰى اَنْ يُّمْشِيَهُمْ عَلٰى وُجُوهِهِمْ اَمَا اِنَّهُمْ يَتَّقُوْنَ بِوُجُوهِهِمْ كُلَّ حَدَبٍ وَّشَوْكٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اسناد دیگر: وَقَدْ رَوٰى وُهَيْبٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا مِّنْ هٰذَا

3067- اخرجه احمد (۲/ ۳۵۴، ۳۶۳)

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: قیامت کے دن لوگوں کو تین قسموں میں اٹھایا جائے گا' کچھ لوگ پیدل ہوں گے' کچھ سوار ہوں گے' کچھ لوگ چہروں کے بل چل رہے ہوں گے۔ عرض کی گئی: یارسول اللہ ﷺ! وہ لوگ چہروں کے بل کیسے چلیں گے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو ذات ان کو پاؤں کے بل چلانے پر قدرت رکھتی ہے' وہ اس بات پر بھی قدرت رکھتی ہے کہ انہیں چہروں کے بل چلائے۔ یاد رکھنا! وہ لوگ اپنے چہروں کے ذریعے بلندی اور کانٹے سے بچ کر (چلیں گے)۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

وہیب نامی راوی نے طاؤس کے صاحبزادے کے حوالے سے' ان کے والد کے حوالے سے' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے اس کا کچھ حصہ نقل کیا ہے۔

3068 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ اَخْبَرَنَا بَهْزُ بْنُ حَكِيمٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: اِنَّكُمْ مَحْشُوْرُوْنَ رِجَالًا وَّرُكْبَانًا وَّتُجَرُّوْنَ عَلٰى وُجُوهِكُمْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

◆◆ بہز بن حکیم اپنے والد کے حوالے سے' اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے:

''تمہیں (قیامت کے دن) پیدل' سوار' چہروں کے بل چلنے کی حالت میں اٹھایا جائے گا''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

شرح

قیامت کے دن کفار کا منہ کے بل چلنا:

ارشادِ خداوندی ہے:

وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ؕ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ؕ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ○ (بنی اسرائیل: ۹۷)

اور اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت سے نوازے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جسے وہ گمراہ کرے تو آپ اللہ کے سوا اس کا مددگار نہیں پائیں گے۔ ہم قیامت کے دن انہیں مونہوں کے بل اٹھائیں گے اس حال میں کہ وہ اندھے ہوں گے اور بہرے ہوں گے۔ ان کا ٹھکانا دوزخ ہے' جب وہ بجھنے لگے گی تو ہم اسے مزید بھڑکا دیں گے۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ اس کا اختصار یہ ہے کہ قیامت کے دن تین حالتوں میں لوگ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیے جائیں گے:

(۱) پیدل چلتے ہوئے

(۲) سواری کی حالت میں

(۳) مونہوں کے بل چلتے ہوئے۔

ایک صحابی نے دریافت کیا: یارسول اللہ! کفار مونہوں کے بل کیسے چلیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: اللہ تعالیٰ جس طرح پیدل چلانے پر قادر ہے اسی طرح مونہوں کے بل چلانے پر بھی قادر ہے۔ سنو! وہ مونہوں کے بل چلیں گے لیکن ٹیلوں اور کانٹوں سے بچتے ہوئے۔

سوال: اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ کفار مونہوں کے بل چلتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں گے جبکہ وہ گونگے اور بہرے بھی ہوں گے۔ دوسرے مقام پر ہے کہ قیامت کے دن وہ دیکھتے' بولتے اور سنتے ہوئے ہوں گے۔ ان کے دیکھنے پر یہ آیت دلیل ہے۔

وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ○ (الکہف:۵۳)

"اور مجرمین دوزخ کو دیکھیں گے تو وہ گمان کریں گے کہ وہ اس میں جھونکے جانے والے ہیں اور وہ اس سے بچنے کی صورت نہیں پائیں گے"۔

ان کے سننے کے بارے میں یہ آیت دلیل ہے:

اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍ ۢ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا ○ (الفرقان:۱۲)

"اور جب جہنم انہیں دور سے دیکھے گی تو وہ اس کا بپھرنا اور چنگھاڑنا سنیں گے"۔

ان کے بولنے پر یہ آیت دلیل ہے:

وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ○ (الانعام:۲۳)

"اللہ کی قسم جو ہمارا پروردگار ہے! ہم لوگ مشرک نہیں تھے"۔

جواب: (۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ان کے اندھا ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ کوئی ایسی چیز نہیں دیکھ پائیں گے جس کے دیکھنے سے انہیں خوشی ہو'ان کے بہرہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ کوئی ایسی بات نہیں سنیں گے کہ اس سے انہیں دلی طور پر خوشی ہو اور ان کے گونگا ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ ایسی بات نہیں کر پائیں گے جس سے انہیں مسرت حاصل ہو۔

(۲) وہ اللہ تعالیٰ کا جمال دیکھنے سے اندھے' اس کا کلام سننے سے بہرے اور اس کے ساتھ ہمکلام ہونے سے گونگے ہوں گے۔

(۳) کفار اس وقت اندھے' بہرے اور گونگے ہوں گے جب انہیں جہنم میں داخل ہونے کے لیے کہا جائے گا۔ اس بارے ارشاد خداوندی ہے:

قَالَ اخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ○ (المومنون:۱۰۸)

''اللہ فرمائے گا اسی میں دھتکارے پڑے رہو اور مجھ سے گفتگو نہ کرو''۔

3069 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ وَيَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ وَاَبُو الْوَلِيْدِ وَاللَّفْظُ لَفْظُ يَزِيْدَ وَالْمَعْنٰى وَاحِدٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلِمَةَ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ

متنِ حدیث: اَنَّ يَهُوْدِيَّيْنِ قَالَ اَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهٖ اذْهَبْ بِنَا اِلٰى هٰذَا النَّبِيِّ نَسْاَلُهٗ فَقَالَ لَا تَقُلْ نَبِيٌّ فَاِنَّهٗ اِنْ سَمِعَهَا تَقُوْلُ نَبِيٌّ كَانَتْ لَهٗ اَرْبَعَةُ اَعْيُنٍ فَاَتَيَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَاهُ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيَاتٍ بَيِّنَاتٍ) فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُشْرِكُوا بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا تَزْنُوْا وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا تَسْرِقُوْا وَلَا تَسْحَرُوْا وَلَا تَمْشُوا بِبَرِيْءٍ اِلٰى سُلْطَانٍ فَيَقْتُلَهٗ وَلَا تَاْكُلُوا الرِّبَا وَلَا تَقْذِفُوْا مُحْصَنَةً وَّلَا تَفِرُّوا مِنَ الزَّحْفِ شَكَّ شُعْبَةُ وَعَلَيْكُمْ يَا مَعْشَرَ الْيَهُوْدِ خَاصَّةً لَّا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ فَقَبَّلَا يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ وَقَالَا نَشْهَدُ اَنَّكَ نَبِيٌّ قَالَ فَمَا يَمْنَعُكُمَا اَنْ تُسْلِمَا قَالَا اِنَّ دَاوُدَ دَعَا اللّٰهَ اَنْ لَّا يَزَالَ فِيْ ذُرِّيَّتِهٖ نَبِيٌّ وَّاِنَّا نَخَافُ اِنْ اَسْلَمْنَا اَنْ تَقْتُلَنَا الْيَهُوْدُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: دو یہودیوں میں سے ایک یہودی نے اپنے ساتھی سے کہا: تم ہمارے ساتھ ان نبی کے پاس چلو تاکہ ہم ان سے سوال کریں تو اس نے کہا: تم نبی نہ کہو کیونکہ اگر انہوں نے اس بات کو سن لیا کہ تم نے انہیں ''نبی'' کہا ہے تو وہ خوشی سے پھیل جائیں گے۔ پھر وہ دونوں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان دونوں نے نبی اکرم ﷺ سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں دریافت کیا۔

''اور ہم نے موسیٰ کو نو واضح نشانیاں عطا کی تھیں۔''

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (اس سے مراد یہ احکام ہیں) تم کسی کو اللہ کا شریک نہ ٹھہراؤ تم زنا نہ کرو تم اس شخص کو قتل نہ کرو جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے البتہ حق کا معاملہ مختلف ہے تم چوری نہ کرو تم جادو نہ کرو تم کسی بے گناہ کو قتل کروانے کے لیے حاکم کے پاس نہ لے جاؤ تم سود نہ کھاؤ تم کسی پاکدامن عورت پر زنا کا الزام نہ لگاؤ دشمن سے مقابلے کے وقت تم راہِ فرار اختیار نہ کرو۔

شعبہ نامی راوی کو یہ شک ہے (شاید روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں)

اے یہودیوں کے گروہ! تمہارے لیے یہ خاص حکم ہے کہ تم ہفتے کے دن کے بارے میں زیادتی نہ کرو۔

راوی بیان کرتے ہیں: تو ان دونوں نے نبی اکرم ﷺ کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دیا اور ان دونوں نے یہ عرض کی: ہم یہ گواہی دیتے ہیں آپ واقعی ہی نبی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: پھر تم دونوں اسلام قبول کیوں نہیں کرتے؟ ان دونوں نے کہا: حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی تھی: نبی ہمیشہ ان کی اولاد میں آئے۔ ہمیں یہ اندیشہ ہے؟ اگر ہم نے اسلام قبول کرلیا تو یہودی ہمیں قتل کردیں گے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نو مشہور معجزات:

ارشادِ ربانی ہے:

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی تِسْعَ اٰیٰتٍ ۢ بَیِّنٰتٍ فَاسْئَلْ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰمُوْسٰی مَسْحُوْرًا ۝ (بنی اسرائیل:۱۰۱)

''اور بیشک ہم نے موسیٰ کو نو روشن معجزات دیئے' سو آپ بنی اسرائیل سے دریافت فرمائیں' جب ان کے پاس موسیٰ آئے تو فرعون نے موسیٰ سے کہا: اے موسیٰ! میں آپ کو ضرور جادو کیا ہوا گمان کرتا ہوں''۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیے جانے والے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نو معجزات کا ذکر ہے جو یہ ہیں:

(۱) عصاء موسوی (۲) ید بیضاء (۳) پانی کا سیلاب (۴) ٹڈی دل (۵) چیچڑی یا جوؤں کی کثرت (۶) مینڈک (۷) خون (۸) قحط سالی (۹) پھلوں میں کمی

اس آیت کی تفسیر جو حدیث باب میں کی گئی ہے' روشن نشانیوں سے مراد احکام ہیں۔ حدیث باب میں زبان نبوت سے بیان کردہ احکام درج ذیل ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا (۲) زنا کا ارتکاب نہ کرنا (۳) ناحق کسی کو قتل نہ کرنا (۴) چوری نہ کرنا (۵) جادو نہ کرنا (۶) کسی کو قتل کروانے کی سفارش نہ کرنا (۷) سود نہ کھانا (۸) کسی پاکدامن عورت پر زنا کی تہمت نہ لگانا (۹) دشمن سے مقابلہ کرتے وقت راہ فرار اختیار نہ کرنا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قرآنی معجزات:

جس طرح کرامت ولی کی ولایت کی دلیل ہوتی ہے اسی طرح معجزہ نبی کی نبوت کی دلیل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو معجزات سے نوازا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کثیر معجزات سے نوازا تھا۔ قرآن کریم میں آپ کے جن معجزات کو بیان کیا گیا ہے' ان میں سے مشہور ترین درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان پر گرہ پڑ گئی تھی جس کے نتیجہ میں وہ صاف گفتگو نہ کر پاتے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی گرہ ختم کر دی اور وہ نہایت تسلسل و روانی سے گفتگو کرنے لگے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے آپ کی لاٹھی کو اژدھا میں تبدیل کر دیا تھا اور آپ اسے پکڑتے تو وہ لاٹھی بن جاتا تھا۔

(۳) آپ کے حکم سے آپ کی لاٹھی نے اژدھا کی شکل اختیار کر کے فرعون کے جادوگروں کی لاٹھیوں' رسیوں اور سانپوں کو نگل لیا تھا۔

(۴) حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنا دست اقدس اپنی بغل میں رکھتے تو وہ سفید ہو جاتا اور پھر اپنی پہلی حالت میں آ جاتا تھا۔

(۵) قبطیوں پر طوفان کا امڈ آنا۔

(۶) جوؤں کی کثرت۔

(۷) مینڈکوں کی کثرت۔

(۸) خون کی کثرت۔

(۹) ٹڈیوں کی کثرت۔

(۱۰) دریا کا بنی اسرائیل کو راستہ فراہم کرنا۔

(۱۱) پتھر پر لاٹھی مارنے سے چشمے پھوٹ نکلنا۔

(۱۲) پہاڑوں کا بطور سائبان سایہ آور ہونا۔

(۱۳) آپ اور بنی اسرائیل کے لیے من وسلویٰ کا نزول ہونا۔

(۱۴) آل فرعون پر پھلوں کی کمی اور قحط سالی کا عذاب مسلط ہونا۔

(۱۵) قوم کے طعام واموال کو برباد کرنا۔

(۱۶) قوم بنی اسرائیل پر بادلوں کا سایہ کرنا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جن نو معجزات کی طرف اشارہ ہے وہ درج ذیل ہیں:

(۱) عصا (۲) ید بیضاء (۳) قحط سالی کا تسلط ہونا (۵) پھلوں میں کمی ہونا (۵) طوفان وغرقابی (۶) جوؤں کی کثرت (۷) ٹڈیوں کی کثرت (۸) مینڈکوں کی کثرت (۹) کثرت خون۔

سوال: آیت میں فرمایا گیا ہے کہ اے محبوب! آپ بنی اسرائیل سے دریافت کریں اور اس سے سوال کریں! اس کا مصداق کیا ہے؟

جواب: (۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات وگفتگو صداقت پر مبنی ہے۔

(۲) وہ لوگ آپ پر ایمان لائیں، اعمال صالحہ کریں اور معاونت کریں۔

(۳) آپ کے حکم سے آپ کی لاٹھی نے اژدھا کی شکل اختیار کر کے فرعون کے جادوگروں کی لاٹھیوں، رسیوں اور سانپوں کو نگل لیا تھا۔

(۴) حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنا دست اقدس اپنی بغل میں رکھتے تو وہ سفید ہو جاتا اور پھر اپنی پہلی حالت میں آ جاتا تھا۔

(۵) قبطیوں پر طوفان کا امڈ آنا۔

(۶) جوؤں کی کثرت۔

(۷) مینڈکوں کی کثرت۔

(۸) خون کی کثرت۔

(۹) ٹڈیوں کی کثرت۔

(۱۰) دریا کا بنی اسرائیل کو راستہ فراہم کرنا۔

(۱۱) پتھر پر لاٹھی مارنے سے چشمے پھوٹ نکلنا۔

(۱۲) پہاڑوں کا بطور سائبان سایہ آور ہونا۔

(۱۳) آپ اور بنی اسرائیل کے لیے من وسلویٰ کا نزول ہونا۔

(۱۴) آل فرعون پر پھلوں کی کمی اور قحط سالی کا عذاب مسلط ہونا۔

(۱۵) قرآن اور اس کی قوم کے طعام و اموال کو برباد کرنا۔

(۱۶) قوم بنی اسرائیل پر بادلوں کا سایہ کرنا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جن نو معجزات کی طرف اشارہ ہے وہ درج ذیل ہیں:

(۱) عصا (۲) ید بیضاء (۳) قحط سالی کا تسلط ہونا (۴) پھلوں میں کمی ہونا (۵) طوفان و غرقابی (۶) جوؤں کی کثرت

(۷) ٹڈیوں کی کثرت (۸) مینڈکوں کی کثرت (۹) کثرت خون۔

سوال: آیت میں فرمایا گیا ہے کہ اے محبوب! آپ بنی اسرائیل سے دریافت کریں اور اس سے سوال کریں! اس کا مصداق کیا ہے؟

جواب: (۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات و گفتگو صداقت پر مبنی ہے۔

(۲) وہ لوگ آپ پر ایمان لائیں، اعمال صالحہ کریں اور معاونت کریں۔

(۳) آپ کے زمانہ کے بنی اسرائیل ان کی اولاد ہیں جن کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام گئے تھے اور یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور قوم بنی اسرائیل کے مابین پیش آنے والے واقعات و معجزات کا تذکرہ کرتے اور تسلیم کرتے تھے۔

3070 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اَبِىْ بِشْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَّلَمْ يَذْكُرْ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّهُشَيْمٍ عَنْ اَبِىْ بِشْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ

متنِ حدیث: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ (وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ) قَالَ نَزَلَتْ بِمَكَّةَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

3070- اخرجه البخارى (۲۵۷/۸): كتاب التفسير: باب: (ولاتجهر بصلاتك ولا تخافت بها) (الاسراء: ۱۱۰)، حديث (۴۷۲۲)، واطرافه في (۷۴۹۰، ۷۵۲۵، ۷۵۴۷)، ومسلم (۳۳۶/۲ - الابى): كتاب الصلاة: باب: التوسط من القرائة فى الصلاة الجهرية بين الجهر و الاسرار اذا خاف من الجهر المفسدة، حديث (۴۴۶/۱۴۵)، و النسائى (۱۷۷/۲، ۱۷۸): كتاب الافتتاح: باب: قوله عزوجل (ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها) (الاسراء: ۱۱۰)، حديث (۱۰۱۱، ۱۰۱۲)، واحمد (۲۳/۱، ۲۱۵)، وابن خزيمة (۳۹/۳) [illegible]

وَسَلَّمَ اِذَا رَفَعَ صَوْتَهُ بِالْقُرْاٰنِ سَبَّهُ الْمُشْرِكُوْنَ وَمَنْ اَنْزَلَهُ وَمَنْ جَآءَ بِهٖ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ (وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ) فَيَسُبُّوا الْقُرْاٰنَ وَمَنْ اَنْزَلَهُ وَمَنْ جَآءَ بِهٖ (وَلَا تُخَافِتْ بِهَا) عَنْ اَصْحَابِكَ بِاَنْ تُسْمِعَهُمْ حَتّٰى يَاْخُذُوْا عَنْكَ الْقُرْاٰنَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات منقول ہے، وہ فرماتے ہیں: یہ آیت

''اورتم اپنی نماز میں اپنی آواز زیادہ بلند نہ کرواور بالکل پست بھی نہ رکھو۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی: نبی اکرم ﷺ جب بلند آواز میں قرآن کی تلاوت کرتے تھے تو مشرکین قرآن کو''اسے نازل کرنے والی اور لانے والی ذات کو برا کہا کرتے تھے''۔تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

''تم بلند آواز میں تلاوت نہ کرو۔''

یعنی ایسا نہ ہو کہ اس کے جواب میں وہ لوگ قرآن کو' اسے نازل کرنے والے کو اور اس کے لانے والے کو برا کہیں (اور یہ حکم بھی نازل کیا)

''اور تم بالکل پست بھی نہ رکھو۔''

یعنی ایسا نہ ہو کہ تم اپنے ساتھیوں کو بھی تلاوت نہ سنا سکو۔(اتنی آواز رکھو) کہ وہ تم سے قرآن سیکھ سکیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث''حسن صحیح''ہے۔

3071 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ بِشْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ

متنِ حدیث: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِيْ قَوْلِهٖ (وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا) قَالَ نَزَلَتْ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُخْتَفٍ بِمَكَّةَ فَكَانَ اِذَا صَلّٰى بِاَصْحَابِهٖ رَفَعَ صَوْتَهُ بِالْقُرْاٰنِ فَكَانَ الْمُشْرِكُوْنَ اِذَا سَمِعُوْهُ شَتَمُوا الْقُرْاٰنَ وَمَنْ اَنْزَلَهُ وَمَنْ جَآءَ بِهٖ فَقَالَ اللّٰهُ لِنَبِيِّهٖ (وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ) اَیْ بِقِرَاءَتِكَ فَيَسْمَعَ الْمُشْرِكُوْنَ فَيَسُبُّوا الْقُرْاٰنَ (وَلَا تُخَافِتْ بِهَا) عَنْ اَصْحَابِكَ (وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

''اور تم اپنی تلاوت کو اتنا بلند نہ کرو اور اسے بالکل پست بھی نہ رکھو' بلکہ درمیان کا راستہ اختیار کرو۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، جب یہ آیت نازل ہوئی اس وقت نبی اکرم ﷺ مکہ مکرمہ میں روپوشی کی زندگی گزار رہے تھے۔ جب آپ ﷺ اپنے اصحاب کو نماز پڑھاتے تھے' تو بلند آواز سے قرآن کی تلاوت کرتے تھے۔ مشرکین جب یہ تلاوت سنتے تھے' تو وہ قرآن کو' اسے نازل کرنے والے کو اور اسے لے کر آنے والے کو' برا کہا کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو یہ حکم دیا کہ تم تلاوت اتنی بلند آواز میں نہ کرو کہ وہ مشرکین کو سنائی دے اور وہ قرآن کو برا کہیں' اور اس کو بالکل پست بھی نہ رکھو کہ تمہارے

ساتھیوں تک نہ پہنچے بلکہ تم درمیان کا راستہ اختیار کرو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

شرح

آیت: وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا کا شان نزول:

ارشاد ربانی ہے:

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ۭ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى ۚ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ○ (بنی اسرائیل:۱۱۰)

"آپ کہہ دیں کہ تم اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو، تم جس نام سے بھی اسے پکارو گے اس کے تمام نام اچھے ہیں۔ اور آپ نماز میں نہ بلند آواز سے قرأت کریں اور نہ پست آواز میں بلکہ ان دونوں کا درمیانہ راستہ اختیار کریں"۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں بلند آواز سے قرأت کرتے تو مشرکین مکہ اللہ تعالیٰ، قرآن کریم، حضرت جبرائیل اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کے مرتکب ہوتے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلند آواز سے نہیں بلکہ پست (درمیانی) آواز سے قرأت کرنے کا حکم دیا تا کہ ان کی زبان سے توہین نہ ہو۔

آیت کا شان نزول:

اس آیت کے شان نزول میں متعدد اقوال ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ایک شب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد ادا کر رہے تھے، آپ سجدہ کے دوران کہہ رہے تھے: یا رحمٰن! یا رحیم! مشرکین مکہ نے کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو ایک خدا کی دعوت دیتے ہیں لیکن اس وقت دو خداؤں کو پکار رہے ہیں۔ ہم تو صرف یمامہ کے خدا کو جانتے ہیں، اس سے ان کی مراد مسیلمہ کذاب تھی، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

۲۔ ضحاک کا قول ہے کہ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) نے کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رحمٰن کا ذکر بہت کم کرتے ہیں جبکہ ہماری کتاب (تورات وانجیل) میں اس کا بکثرت ذکر ہے۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

۳۔ میمون بن مہران کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آغاز اسلام میں لکھا کرتے تھے۔ بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ! اس پر یہ آیت نازل ہوئی: اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (النمل:۳۰) پھر آپ نے یوں لکھنا شروع کر دیا۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ مشرکین مکہ نے کہا: رحیم کے بارے میں تو ہم جانتے ہیں لیکن رحمٰن کیا ہے؟ اس بارے میں ہمیں علم نہیں ہے تب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ (زاد المسیر ج۵، ص۹۸)

نماز میں بلند آواز اور پست آواز سے قرأت کرنے کے محامل ومصادیق:

آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ نماز میں نہ بلند آواز سے قرآن کی قرأت کی جائے اور نہ پست آواز سے بلکہ ان دونوں کا درمیانہ راستہ اختیار کیا جائے۔ اس آیت کے محامل ومصادیق میں متعدد اقوال ہیں:

۱- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک صحابی تشہد بلند آواز سے پڑھتے تھے اس پر اس آیت کا نزول ہوا۔

۲- مکی زندگی میں دوران نماز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم با آواز قرأت کرتے تو مشرکین توہین کے مرتکب ہوتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پست آواز میں قرأت شروع کر دی تو صحابہ سماعت قرأت سے محروم ہو گئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

۳- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے اس آیت کا مصداق یہ ہے کہ دن کے وقت نمازوں میں بلند آواز سے قرأت نہ کی جائے اور رات کے وقت نمازوں میں پست آواز میں قرأت نہ کی جائے۔

۴- حضرت امام ابن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ قرآن کریم کی قرأت کرتے تو پست آواز سے کرتے اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی قرأت بلند آواز سے کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پست آواز میں قرأت کرنے کی وجہ دریافت کی گئی تو انہوں نے جواب دیا: میں اپنے پروردگار سے مناجات کرتا ہوں اور اس کو میری حاجت کا علم ہے۔ آپ سے کہا گیا: آپ بہتر کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بلند آواز سے تلاوت قرآن کرنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب میں کہا: میں شیطان کو بھگاتا ہوں اور سوئے ہوئے لوگوں کو بیدار کرتا ہوں۔ آپ سے بھی کہا گیا کہ آپ بھی درست کرتے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو قدرے بلند آواز سے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے قدرے پست آواز میں قرأت کرنے کا کہا گیا۔ (جامع البیان رقم الحدیث ۱۷۲۱۱)

3072 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مِّسْعَرٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ اَبِی النَّجُوْدِ عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ قَالَ

متنِ حدیث: قُلْتُ لِحُذَيْفَةَ ابْنِ الْيَمَانِ اَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ قَالَ لَا قُلْتُ بَلٰى قَالَ اَنْتَ تَقُوْلُ ذَاكَ يَا اَصْلَعُ بِمَ تَقُوْلُ ذٰلِكَ قُلْتُ بِالْقُرْاٰنِ بَيْنِیْ وَبَيْنَكَ الْقُرْاٰنُ فَقَالَ حُذَيْفَةُ مَنِ احْتَجَّ بِالْقُرْاٰنِ فَقَدْ اَفْلَحَ قَالَ سُفْيَانُ يَقُوْلُ فَقَدِ احْتَجَّ وَرُبَّمَا قَالَ قَدْ فَلَجَ فَقَالَ (سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى) قَالَ اَفَتَرَاهُ صَلّٰى فِيْهِ قُلْتُ لَا قَالَ لَوْ صَلّٰى فِيْهِ لَكُتِبَتْ عَلَيْكُمُ الصَّلٰوةُ فِيْهِ كَمَا كُتِبَتِ الصَّلٰوةُ فِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ قَالَ حُذَيْفَةُ اُتِیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِدَابَّةٍ طَوِيْلَةِ الظَّهْرِ مَمْدُوْدَةٍ هٰكَذَا خَطْوُهُ مَدُّ بَصَرِهٖ فَمَا زَايَلَا ظَهْرَ الْبُرَاقِ حَتّٰى رَاَيَا الْجَنَّةَ وَالنَّارَ وَوَعْدَ الْاٰخِرَةِ اَجْمَعَ ثُمَّ رَجَعَا عَوْدَهُمَا عَلٰى بَدْئِهِمَا قَالَ وَيَتَحَدَّثُوْنَ اَنَّهٗ رَبَطَهٗ لِمَ اَيَفِرُّ مِنْهُ وَاِنَّمَا سَخَّرَهٗ لَهٗ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ

3072- اخرجه احمد (٣٨٧/٥، ٣٩٠، ٣٩٢، ٣٩٤)، و الحميدى (٢١٣/١)، حديث (٤٤٨).

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► زر بن حبیش بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: کیا نبی اکرم ﷺ نے بیت المقدس میں کوئی نماز ادا کی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں۔ میں نے کہا: جی ہاں کی ہے۔ انہوں نے فرمایا: ارے او گنجے! کیا تم یہ بات کہہ رہے ہو؟ تم کس بنیاد پر یہ بات کہتے ہو؟ میں نے جواب دیا: قرآن کی دلیل کے ساتھ میرے اور آپ کے درمیان (فیصلہ کرنے والی چیز) قرآن ہے تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص قرآن سے دلیل پیش کرتا ہے وہ واقعی دلیل پیش کرتا ہے۔

(یہاں راوی نے بعض اوقات یہ الفاظ نقل کیے ہیں)

وہ کامیاب ہو جاتا ہے تو زر بن حبیش نے کہا (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

''پاک ہے وہ ذات جو اپنے خاص بندے کو رات کے کچھ حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی۔''

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: اس میں یہ ذکر ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے وہاں نماز بھی ادا کی تھی؟ میں نے جواب دیا: نہیں۔ تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر نبی اکرم ﷺ نے اس میں نماز ادا کی ہوتی' تو تم پر بھی اس (بیت المقدس) میں نماز پڑھنا لازم ہو جاتا' جس طرح مسجد حرام میں نماز پڑھنا لازم ہے۔ پھر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بتایا: نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک لمبی پیٹھ والا جانور لایا گیا' جو اتنا لمبا تھا اور جہاں تک نظر جاتی تھی وہاں اس کا ایک قدم ہوتا تھا۔ پھر وہ دونوں حضرات یعنی (حضرت جبرائیل علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ) براق کی پشت پر رہے، یہاں تک کہ ان دونوں نے جنت' جہنم اور آخرت میں جن چیزوں کا وعدہ کیا گیا ہے ''ان سب کو دیکھ لیا'' پھر یہ دونوں واپس تشریف لے آئے' تو ان کی واپسی بھی اسی طرح تھی جیسے وہ دونوں گئے تھے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کہا: لوگ یہ کہتے ہیں' (حضرت جبرائیل علیہ السلام نے یا نبی اکرم ﷺ) نے اسے باندھ دیا تھا' تو ایسا کیوں کرنا تھا۔ کیا وہ انہیں چھوڑ کر بھاگ جاتا؟ جبکہ غیب اور شہادت کا علم رکھنے والی ذات نے اس جانور کو ان کے لیے مسخر کیا تھا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

معراج کے حوالے سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا دو باتوں کا انکار کرنا:

ارشاد ربانی ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَاؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ۝ (بنی اسرائیل:۱)

''پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے خاص الخاص بندے کو رات کے قلیل ترین حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک

سیر کرائی' جس کے اردگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں تا کہ آپ کو ہم اپنی نشانیاں دکھائیں۔ بیشک وہ سننے والا دیکھنے والا ہے''۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث باب کا اصل موقع و محل سورہ بنی اسرائیل کا آغاز تھا جہاں معجزہ معراج بیان ہوا ہے لیکن یہاں اس روایت کا بیان کرنا شاذ قرار پائے گا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس روایت میں معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے دو امور کا انکار کیا ہے:

(۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد اقصیٰ میں نہ تحیۃ المسجد نماز ادا کی تھی اور نہ جاتے ہوئے یا واپسی پر انبیاء علیہم السلام کو نماز پڑھائی تھی بلکہ جیسے گئے تھے ویسے ہی یعنی براق پر بیٹھے بٹھائے واپس آ گئے تھے۔ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد اقصیٰ میں براق سے اتر کر نہ صرف خود نماز ادا کی تھی بلکہ انبیاء علیہم السلام کو بھی پڑھائی تھی اور ابتداء پچاس نمازوں کا تحفہ بھی لائے تھے خواہ بار بار حاضری' عرض کرنے سے تخفیف ہونے سے پانچ نمازیں باقی رہ گئی تھیں جو آج تک مسلمان باقاعدگی سے ادا کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اس کی تفصیل کتب احادیث میں مذکور ہے۔

(۲) دوسری چیز جس کا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے انکار کیا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت جبرئیل اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دونوں براق پر سوار تھے' یہ سفر اسی طرح جاتے ہوئے اور واپسی پر طے ہوا تھا' براق سے اتر کر مسجد اقصیٰ کے پاس پتھر کے حلقہ میں اسے باندھا نہیں گیا تھا۔ یہ بات بھی حقیقت کے خلاف ہے' جس کا ذکر معتبر کتب احادیث میں موجود ہے۔ براق کی کیفیت کا بھی آپ انکار کرتے ہیں بہر حال براق کے باندھنے کا تعلق عالم اسباب کے ساتھ تھا۔ علاوہ ازیں مسجد اقصیٰ سے آسمانوں کا سفر بذریعہ براق نہیں بلکہ بذریعہ سیڑھی تہہ ہوا تھا' اسی لیے اسے معراج کا نام دیا جاتا ہے۔ ان دونوں امور کے انکار کے باعث اس روایت کو شاذ قرار دیا جائے گا' کیونکہ اس روایت کو درست تسلیم کر لینے کی وجہ سے بہت سی خرابیاں لازم آئیں گی' جو ہرگز ہرگز درست نہیں سکتیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

3073 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ عَلِیِّ بْنِ زَیْدِ بْنِ جُدْعَانَ عَنْ اَبِیْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: اَنَا سَیِّدُ وَلَدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَلَا فَخْرَ وَبِیَدِیْ لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ وَمَا مِنْ نَّبِیٍّ یَوْمَئِذٍ اٰدَمَ فَمَنْ سِوَاهُ اِلَّا تَحْتَ لِوَائِیْ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ وَلَا فَخْرَ قَالَ فَیَفْزَعُ النَّاسُ ثَلَاثَ فَزَعَاتٍ فَیَاْتُوْنَ اٰدَمَ فَیَقُوْلُوْنَ اَنْتَ اَبُوْنَا اٰدَمُ فَاشْفَعْ لَنَا اِلٰی رَبِّكَ فَیَقُوْلُ اِنِّیْ اَذْنَبْتُ ذَنْبًا اُهْبِطْتُ مِنْهُ اِلَی الْاَرْضِ وَلٰكِنِ ائْتُوْا نُوْحًا فَیَاْتُوْنَ نُوْحًا فَیَقُوْلُ اِنِّیْ دَعَوْتُ عَلٰی اَهْلِ الْاَرْضِ دَعْوَةً فَاُهْلِكُوْا وَلٰكِنِ اذْهَبُوْا اِلٰی اِبْرَاهِیْمَ فَیَاْتُوْنَ اِبْرَاهِیْمَ فَیَقُوْلُ اِنِّیْ كَذَبْتُ ثَلَاثَ كَذِبَاتٍ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْهَا كَذِبَةٌ اِلَّا مَا حَلَّ بِهَا عَنْ دِیْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنِ ائْتُوْا مُوْسٰی فَیَاْتُوْنَ مُوْسٰی فَیَقُوْلُ اِنِّیْ قَدْ قَتَلْتُ نَفْسًا وَّلٰكِنِ ائْتُوْا عِیْسٰی فَیَاْتُوْنَ

3073- اخرجه ابن ماجه (۲/ ۱۴۴۰): كتاب الزهد: باب ذكر الشفاعة، حديث (۴۳۰۸)، و احمد (۳/ ۲).

عِیْسٰی فَیَقُوْلُ اِنِّیْ عُبِدْتُّ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنِ ائْتُوْا مُحَمَّدًا قَالَ فَیَاْتُوْنَنِیْ فَاَنْطَلِقُ مَعَهُمْ قَالَ ابْنُ جُدْعَانَ قَالَ اَنَسٌ فَكَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاٰخُذُ بِحَلْقَةِ بَابِ الْجَنَّةِ فَاُقَعْقِعُهَا فَیُقَالُ مَنْ هٰذَا فَیُقَالُ مُحَمَّدٌ فَیَفْتَحُوْنَ لِیْ وَیُرَحِّبُوْنَ بِیْ فَیَقُوْلُوْنَ مَرْحَبًا فَاَخِرُّ سَاجِدًا فَیُلْهِمُنِی اللّٰهُ مِنَ الثَّنَاءِ وَالْحَمْدِ فَیُقَالُ لِیَ ارْفَعْ رَاْسَكَ وَسَلْ تُعْطَ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَقُلْ یُسْمَعْ لِقَوْلِكَ وَهُوَ الْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ الَّذِیْ قَالَ اللّٰهُ (عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا) قَالَ سُفْیَانُ لَیْسَ عَنْ اَنَسٍ اِلَّا هٰذِهِ الْكَلِمَةُ فَاٰخُذُ بِحَلْقَةِ بَابِ الْجَنَّةِ فَاُقَعْقِعُهَا

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ وَّقَدْ رَوٰی بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِیْثَ عَنْ اَبِیْ نَضْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ الْحَدِیْثَ بِطُوْلِهٖ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: قیامت کے دن میں تمام اولادِ آدم علیہ السلام کا سردار ہوں گا' اور میں یہ بات غرور کے طور پر نہیں کہہ رہا میرے ہاتھ میں ''لواء الحمد'' ہوگا' اور یہ بات غرور کے طور پر نہیں کہہ رہا اس دن ہر ایک نبی' حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ ہر نبی' میرے جھنڈے کے نیچے ہوگا' اور میں وہ سب سے پہلا فرد ہوں گا جس کے لیے زمین کو شق کیا جائے گا' اور یہ بات غرور کے طور پر نہیں کہہ رہا۔

نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا: لوگ تین مرتبہ گھبراہٹ کا شکار ہوں گے' تو وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے' اور کہیں گے آپ ہمارے والد ہیں۔ آپ خدا کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے تو حضرت آدم علیہ السلام یہ کہیں گے: مجھ سے ایک ذنب سرزد ہوا جس کی وجہ سے مجھے زمین پر اتار دیا گیا' تم لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ وہ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے' تو وہ یہ کہیں گے، میں نے روئے زمین والوں کے لیے دعائے ضرر کی جس کی وجہ سے وہ ہلاکت کا شکار ہو گئے، تم لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے' تو وہ کہیں گے، میں نے تین مرتبہ خلاف واقعہ بات کی تھی۔

پھر نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو خلاف واقعہ بات کی تھی اس کے ذریعے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے دین کی تائید کی تھی (حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ کہیں گے) تم لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ! تو لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔ وہ یہ کہیں گے: میں نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا تم لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ وہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے' تو وہ یہ کہیں گے: اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر میری عبادت شروع ہوگئی تھی تم لوگ حضرت محمد ﷺ کے پاس جاؤ!

نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: وہ لوگ میرے پاس آئیں گے' اور میں انہیں ساتھ لے کر چل پڑوں گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، یہ منظر آج بھی میری نگاہ میں ہے جب نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں جنت کے دروازے کی کنڈی پکڑ کر اسے کھٹکھٹاؤں گا' تو دریافت کیا جائے گا: کون صاحب ہیں؟ تو جواب دیا جائے گا حضرت محمد ﷺ ہیں' تو وہ لوگ میرے لیے دروازہ کھول دیں گے' اور مجھے خوش آمدید کہیں گے۔ وہ لوگ کہیں گے آپ کو خوش آمدید ہے' تو اس وقت میں سجدے میں چلا جاؤں گا اس وقت اللہ تعالیٰ حمد وثناء کے الفاظ مجھے الہام کرے گا' اور مجھ سے یہ کہا جائے گا: تم اپنا سر اٹھاؤ! مانگو' دیا جائے گا شفاعت کرو! قبول کی جائے گی اور تمہاری بات کو سنا جائے گا۔ یہ وہی ''مقامِ محمود'' ہے' جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ

ارشاد فرمایا ہے:

''عنقریب تمہارا پروردگار تمہیں مقامِ محمود پر فائز کرے گا۔''

سفیان نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے صرف یہ والا جملہ منقول ہے۔

''میں جنت کے دروازے کی کنڈی پکڑ کر اسے کھٹکھٹاؤں گا۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بعض راویوں نے اس حدیث کو ابونضرہ کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے طویل حدیث کے طور پر نقل کیا ہے۔

شرح

شفاعت کبریٰ کے حوالے سے ایک روایت:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی ماقبل روایت کی طرح یہ روایت بھی آیت نمبر ۷۹ کے تحت آنی چاہیے تھی جہاں عطاء مقامِ محمود اور شفاعت کبریٰ کا واقعہ بیان ہوا ہے۔ اس روایت کا اختصار یہ ہے کہ قیامت کے دن چار امور سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نوازا جائے گا۔

(۱) آپ اولادِ آدم کے سردار ہوں گے۔

(۲) لواءِ حمد کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں ہوگا۔

(۳) آپ کی قبر انور شق ہوگی، آپ سب سے قبل باہر آئیں گے۔

(۴) شفاعت کبریٰ کے مجاز آپ ہوں گے اور آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ اس کی قدرے تفصیل یوں ہے کہ قیامت کے دن حساب کتاب شروع نہ ہونے اور گھبراہٹ کی وجہ سے لوگ پریشان ہوں گے، وہ جمع ہو کر حضرت آدم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور شفاعت کرنے کا عرض کریں گے تاکہ حساب کتاب کا عمل شروع ہو سکے، ان کی طرف سے عذر کی وجہ سے شفاعت نہ کرنے کا اعلان ہوگا۔ بالآخر لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ میں گر جائیں گے۔ حکم ہوگا! اے محبوب! اپنا سرِ اقدس اٹھائیں کہیں آپ کی بات سنی جائے گی، آپ سوال کریں وہ پورا کیا جائے گا اور آپ شفاعت کریں جو قبول کی جائے گی۔ آپ کی طرف سے یہ مطالبہ کیا جائے گا: اے پروردگار! جب تک میری امت کی بخشش نہیں ہوگی میں راضی نہیں ہوں گا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوگا: اے محبوب! آپ کے جس امتی میں رائی کے ایک دانہ کے برابر ایمان ہے اسے جہنم سے نکال کر جنت میں لے جائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقامِ محمود پر فائز کیے جائیں گے اور آپ کی شفاعت کبریٰ اہل محشر کے حق میں قبول کی جائے گی جس کا

ذکر اس آیت میں ہے:

عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الْكَهْفِ

باب 19: باب سورہ کہف سے متعلق روایات

3074 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ

متنِ حدیث: قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ اِنَّ نَوْفًا الْبِكَالِىَّ يَزْعُمُ اَنَّ مُوْسٰى صَاحِبَ بَنِىْ اِسْرَآئِيْلَ لَيْسَ بِمُوْسٰى صَاحِبِ الْخَضِرِ قَالَ كَذَبَ عَدُوُّ اللّٰهِ سَمِعْتُ اُبَىَّ بْنَ كَعْبٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: قَامَ مُوْسٰى خَطِيْبًا فِىْ بَنِىْ اِسْرَآئِيْلَ فَسُئِلَ اَىُّ النَّاسِ اَعْلَمُ فَقَالَ اَنَا اَعْلَمُ فَعَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ اِذْ لَمْ يَرُدَّ الْعِلْمَ اِلَيْهِ فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلَيْهِ اَنَّ عَبْدًا مِّنْ عِبَادِىْ بِمَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ هُوَ اَعْلَمُ مِنْكَ قَالَ اَىْ رَبِّ فَكَيْفَ لِىْ بِهٖ فَقَالَ لَهُ احْمِلْ حُوْتًا فِىْ مِكْتَلٍ فَحَيْثُ تَفْقِدُ الْحُوْتَ فَهُوَ ثَمَّ فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقَ مَعَهُ فَتَاهُ وَهُوَ يُوْشَعُ بْنُ نُوْنٍ فَجَعَلَ مُوْسٰى حُوْتًا فِىْ مِكْتَلٍ فَانْطَلَقَ هُوَ وَفَتَاهُ يَمْشِيَانِ حَتّٰى اَتَيَا الصَّخْرَةَ فَرَقَدَ مُوْسٰى وَفَتَاهُ فَاضْطَرَبَ الْحُوْتُ فِى الْمِكْتَلِ حَتّٰى خَرَجَ مِنَ الْمِكْتَلِ فَسَقَطَ فِى الْبَحْرِ قَالَ وَاَمْسَكَ اللّٰهُ عَنْهُ جِرْيَةَ الْمَآءِ حَتّٰى كَانَ مِثْلَ الطَّاقِ وَكَانَ لِلْحُوْتِ سَرَبًا وَّكَانَ لِمُوْسٰى وَلِفَتَاهُ عَجَبًا فَانْطَلَقَا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمَا وَلَيْلَتِهِمَا وَنُسِّىَ صَاحِبُ مُوْسٰى اَنْ يُّخْبِرَهُ فَلَمَّا اَصْبَحَ مُوْسٰى قَالَ لِفَتَاهُ (اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا) قَالَ وَلَمْ يَنْصَبْ حَتّٰى جَاوَزَ الْمَكَانَ الَّذِىْ اُمِرَ بِهٖ قَالَ (اَرَاَيْتَ اِذْ اَوَيْنَا اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّىْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَا اَنْسَانِيْهُ اِلَّا الشَّيْطَانُ اَنْ اَذْكُرَهُ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهُ فِى الْبَحْرِ عَجَبًا) قَالَ مُوْسٰى (ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا) قَالَ يَقُصَّانِ اٰثَارَهُمَا قَالَ سُفْيَانُ يَزْعُمُ نَاسٌ اَنَّ تِلْكَ الصَّخْرَةَ عِنْدَهَا عَيْنُ الْحَيَاةِ وَلَا يُصِيْبُ مَآؤُهَا مَيِّتًا اِلَّا عَاشَ قَالَ وَكَانَ الْحُوْتُ قَدْ اُكِلَ مِنْهُ فَلَمَّا قُطِرَ عَلَيْهِ الْمَاءُ عَاشَ قَالَ فَقَصَّا اٰثَارَهُمَا حَتّٰى اَتَيَا الصَّخْرَةَ فَرَاٰى رَجُلًا مُّسَجًّى عَلَيْهِ بِثَوْبٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ مُوْسٰى فَقَالَ اَنّٰى بِاَرْضِكَ السَّلَامُ قَالَ اَنَا مُوْسٰى قَالَ مُوْسٰى بَنِىْ اِسْرَآئِيْلَ قَالَ نَعَمْ قَالَ يَا مُوْسٰى اِنَّكَ عَلٰى عِلْمٍ مِّنْ عِلْمِ اللّٰهِ عَلَّمَكَهُ لَا اَعْلَمُهُ وَاَنَا عَلٰى عِلْمٍ مِّنْ عِلْمِ اللّٰهِ عَلَّمَنِيْهِ لَا تَعْلَمُهُ فَقَالَ مُوْسٰى (هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِىَ صَبْرًا وَّكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا قَالَ سَتَجِدُنِىْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَا اَعْصِىْ لَكَ اَمْرًا) قَالَ لَهُ الْخَضِرُ (فَاِنِ اتَّبَعْتَنِىْ فَلَا تَسْاَلْنِىْ عَنْ شَىْءٍ حَتّٰى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا) قَالَ نَعَمْ فَانْطَلَقَ الْخَضِرُ وَمُوْسٰى يَمْشِيَانِ عَلٰى سَاحِلِ الْبَحْرِ فَمَرَّتْ بِهِمَا

3074- اخرجه البخاری (۱/ ۲۰۲): كتاب العلم: باب: ما ذكر من ذهاب موسى صلى الله عليه وسلم فى البحر الى الخضر، حديث (۷٤)، و اطرافه من (۷۸، ۱۲۲، ۲۲٦۷، ۲۷۲۸، ۳۲۷۸، ۳٤۰۰، ۳٤۰۱، ٤۷۲۵، ٤۷۲٦، ٤۷۲۷، ٦٦۷۲، ۷٤۷۸)، و مسلم (٤/ ۱۸٤۷): كتاب الفضائل: باب: من فضائل الخضر عليه السلام، حديث (۱۷۰/ ۲۳۸۰)، و ابوداؤد (۲/ ٦٤۰): كتاب السنة: باب: من القدر، حديث (٤۷۰۷)، و احمد (۵/ ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۱٦، ۱۲۱)، عبد الله بن احمد (۵/ ۱۱۸، ۱۲۲)، و عبد بن حميد ص (۸۷)، حديث (۱٦۹).

سَفِينَةٌ فَكَلَّمَاهُمْ أَنْ يَحْمِلُوهُمَا فَعَرَفُوا الْخَضِرَ فَحَمَلُوهُمَا بِغَيْرِ نَوْلٍ فَعَمَدَ الْخَضِرُ إِلَى لَوْحٍ مِّنْ أَلْوَاحِ السَّفِينَةِ فَنَزَعَهُ فَقَالَ لَهُ مُوسَى قَوْمٌ حَمَلُونَا بِغَيْرِ نَوْلٍ عَمَدْتَّ إِلَى سَفِينَتِهِمْ فَخَرَقْتَهَا (لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا قَالَ أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي عُسْرًا) ثُمَّ خَرَجَا مِنَ السَّفِينَةِ فَبَيْنَمَا هُمَا يَمْشِيَانِ عَلَى السَّاحِلِ وَإِذَا غُلَامٌ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ فَأَخَذَ الْخَضِرُ بِرَأْسِهِ فَاقْتَلَعَهُ بِيَدِهِ فَقَتَلَهُ قَالَ لَهُ مُوسَى (أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَّقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا) قَالَ وَهٰذِهِ أَشَدُّ مِنَ الْأُولَى (قَالَ إِنْ سَأَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصَاحِبْنِي قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّي عُذْرًا فَانْطَلَقَا حَتّٰى إِذَا أَتَيَا أَهْلَ قَرْيَةٍ اسْتَطْعَمَا أَهْلَهَا فَأَبَوْا أَنْ يُّضَيِّفُوهُمَا فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُّرِيدُ أَنْ يَّنْقَضَّ) يَقُولُ مَائِلٌ فَقَالَ الْخَضِرُ بِيَدِهِ هٰكَذَا (فَأَقَامَهُ) فَقَالَ لَهُ مُوسَى قَوْمٌ أَتَيْنَاهُمْ فَلَمْ يُضَيِّفُونَا وَلَمْ يُطْعِمُونَا (لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ سَأُنَبِّئُكَ بِتَأْوِيلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا) قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْحَمُ اللّٰهُ مُوسَى لَوَدِدْنَا أَنَّهُ كَانَ صَبَرَ حَتّٰى يَقُصَّ عَلَيْنَا مِنْ أَخْبَارِهِمَا قَالَ وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأُولَى كَانَتْ مِنْ مُّوسَى نِسْيَانٌ قَالَ وَجَاءَ عُصْفُورٌ حَتّٰى وَقَعَ عَلَى حَرْفِ السَّفِينَةِ ثُمَّ نَقَرَ فِي الْبَحْرِ فَقَالَ لَهُ الْخَضِرُ مَا نَقَصَ عِلْمِي وَعِلْمُكَ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ إِلَّا مِثْلُ مَا نَقَصَ هٰذَا الْعُصْفُورُ مِنَ الْبَحْرِ

آثارِ صحابہ: قَالَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ وَّكَانَ يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ يَّقْرَأُ وَكَانَ أَمَامَهُمْ مَلِكٌ يَّأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ صَالِحَةٍ غَصْبًا وَّكَانَ يَقْرَأُ وَأَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ كَافِرًا

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

اسنادِ دیگر: وَّرَوَاهُ الزُّهْرِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ رَوَاهُ أَبُو إِسْحٰقَ الْهَمْدَانِيُّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ أَبُو عِيسَى: سَمِعْتُ أَبَا مُزَاحِمٍ السَّمَرْقَنْدِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ الْمَدِينِيِّ يَقُولُ حَجَجْتُ حَجَّةً وَّلَيْسَ لِي هِمَّةٌ إِلَّا أَنْ أَسْمَعَ مِنْ سُفْيَانَ يَذْكُرُ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ الْخَبَرَ حَتّٰى سَمِعْتُهُ يَقُولُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ وَّقَدْ كُنْتُ سَمِعْتُ هٰذَا مِنْ سُفْيَانَ مِنْ قَبْلِ ذٰلِكَ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ الْخَبَرَ

◆◆ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ کہا، نوف بکالی یہ بیان کرتا ہے، بنی اسرائیل سے تعلق رکھنے والے حضرت موسیٰ علیہ السلام وہ والے حضرت موسیٰ نہیں تھے' جو حضرت خضر رضی اللہ عنہ سے ملنے گئے تھے' تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے دشمن نے غلط کہا ہے۔ میں نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے' وہ یہ فرماتے ہیں، میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے، ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل میں خطبہ

دے رہے تھے' تو ان سے دریافت کیا گیا: کون شخص سب سے زیادہ علم رکھتا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: میں سب سے زیادہ علم رکھتا ہوں' تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عتاب کیا کہ انہوں نے اس بات کے علم کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کیوں نہیں کی؟ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف یہ وحی کی: میرا ایک بندہ ایسا ہے' جو دو سمندروں کے ملنے کی جگہ موجود ہے اس کے پاس تم سے زیادہ علم ہے' تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا: اے میرے پروردگار! میں اس تک کیسے پہنچوں؟ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: تم ایک برتن میں مچھلی لو! جس جگہ پر تم مچھلی کو کھو دو گے وہ بندہ وہیں ہوگا' تو حضرت موسیٰ علیہ السلام چل پڑے ان کے ساتھ ایک نوجوان ساتھی بھی تھے' جو حضرت یوشع بن نون علیہ السلام تھے۔ ایک قول کے مطابق ان کا نام یوسع تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مچھلی اس برتن کے اندر موجود رہی وہ اور ان کے ساتھی چلتے رہے، یہاں تک کہ یہ دونوں حضرات ایک چٹان کے پاس آئے' وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی سو گئے۔ اس دوران مچھلی نے اس برتن میں حرکت کی اور برتن سے نکل کر سمندر میں گر گئی۔ راوی بیان کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے پانی کے بہاؤ کو روک دیا یہاں تک کہ وہ ایک طاق کی مانند ہو گیا اور مچھلی کے لیے راستہ بن گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی (دریا کی صورتحال پر) بہت حیران ہوئے۔ پھر یہ دونوں حضرات اس دن کے بقیہ حصے میں اور اس کے بعد والی رات میں چلتے رہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی کو یہ بات بھلا دی گئی کہ وہ انہیں بتائیں (مچھلی اب برتن میں موجود نہیں ہے) اگلے دن صبح کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھی سے یہ کہا: تم ہمارے کھانے کا سامان لے آؤ! ہمیں اس سفر کے دوران کافی تھکاوٹ ہو گئی ہے۔

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تھکاوٹ کا احساس اس وقت تک نہیں ہوا تھا' جب تک وہ اس جگہ سے آگے نہیں نکل گئے تھے' جس کے بارے میں انہیں حکم دیا گیا تھا' تو ان کے ساتھی نے کہا (یہ الفاظ قرآن کے ہیں)

"اس نے کہا: آپ نے ملاحظہ فرمایا؟ جب ہم چٹان کے پاس ٹھہرے تھے' تو میں مچھلی کو بھول گیا تھا اور شیطان نے مجھے یہ بات بھلا دی تھی کہ (میں اس کا تذکرہ کروں یا میں اسے یاد رکھوں) اور مچھلی نے سمندر میں حیرت انگیز طریقے سے ایک راستہ بنا لیا تھا۔"

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا (اس کا ذکر قرآن میں ان الفاظ میں ہے)

"وہی تو ہم چاہتے تھے' پھر یہ دونوں اپنے نشانِ قدم پر واپس لوٹے"

(راوی بیان کرتے ہیں:) پھر یہ دونوں حضرات اپنے نشانِ قدم پر واپس آئے۔

سفیان نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے، لوگ یہ کہتے ہیں: اس چٹان کے پاس آبِ حیات کا چشمہ ہے۔ اس کا پانی جس مردے کو لگتا ہے وہ زندہ ہو جاتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے یہ بات بھی بیان کی ہے، اس مچھلی کا کچھ حصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کھا چکے تھے' لیکن جب اس پر اس پانی کے قطرے ٹپکائے گئے' تو وہ زندہ ہو گئی۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: پھر یہ دونوں حضرات الٹے قدموں واپس چلتے ہوئے اس چٹان کے پاس آئے' تو وہاں انہوں نے ایک شخص کو دیکھا جس نے اپنے اوپر چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے سلام کیا' تو وہ بولا: اس جگہ پر سلام کہاں سے آ گیا؟ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: میں موسیٰ علیہ السلام ہوں۔ اس نے دریافت کیا: بنی اسرائیل سے تعلق رکھنے والے حضرت موسیٰ علیہ السلام؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: جی ہاں۔ تو وہ بولا: اے حضرت موسیٰ علیہ السلام! آپ کو اللہ تعالیٰ کی

طرف سے ایک ایسا علم عطا کیا گیا ہے، جس سے میں واقف نہیں ہوں اور مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ایسا علم عطا کیا گیا ہے جس کے بارے میں آپ نہیں جانتے، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا (جس کا ذکر قرآن میں ہے)

''کیا میں آپ کی پیروی کر سکتا ہوں تا کہ آپ مجھے بھی وہ علم سکھائیں جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے آپ کی رہنمائی فرمائی ہے، تو اس نے کہا تم میرے ساتھ صبر سے کام نہیں لے سکو گے، اور تم ایسی چیز کے بارے میں صبر کر بھی کیسے سکتے ہو؟ جس کے بارے میں آپ کو علم ہی نہ ہو، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے، اگر اللہ نے چاہا اور میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔''

تو حضرت خضر علیہ السلام نے ان سے کہا:

''اگر آپ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہیں، تو آپ مجھ سے ایسی کسی چیز کے بارے میں دریافت نہیں کریں گے، جب تک میں خود اس کا آپ کے سامنے تذکرہ نہ کردوں۔''

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ پھر حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام دونوں سمندر کے کنارے چل پڑے۔ ان دونوں کے پاس سے ایک کشتی گزری۔ ان دونوں نے ان سے کہا: ان دونوں کو بھی سوار کرلیں۔ وہ لوگ حضرت خضر علیہ السلام کو پہچان گئے اور کسی معاوضے کے بغیر ان دونوں کو سوار کرلیا تو حضرت خضر علیہ السلام نے اس کشتی کا ایک تختہ اُکھیڑ دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا: ان لوگوں نے ہمیں کسی معاوضے کے بغیر سوار کرلیا ہے، اور آپ نے ان کی کشتی توڑ دی ہے (آگے کے الفاظ قرآن کے ہیں)۔

''تا کہ کشتی والوں کو ڈبو دیں۔ آپ نے بہت غلط حرکت کی ہے، تو خضر نے کہا: کیا میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ رہ کر صبر سے کام نہیں لے سکیں گے، تو موسیٰ نے کہا: آپ میرا اس چیز کے بارے میں مؤاخذہ نہ کریں جو میں بھول گیا تھا اور میرے معاملے کو پریشانی کا شکار نہ کریں۔''

پھر یہ دونوں حضرات کشتی سے اُتر گئے۔ یہ دونوں ساحل پر چلتے ہوئے جارہے تھے۔ وہاں ایک بچہ دوسرے بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اس کا سر پکڑا اور اپنے ہاتھوں کے ذریعے اسے جھٹکا دے کر قتل کر دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ کہا (یہ الفاظ قرآن کے ہیں)

''کیا آپ نے ایک پاک صاف جان کو کسی جان کے بدلے کے بغیر قتل کر دیا ہے؟ آپ نے قابل انکار حرکت کی ہے، تو خضر نے کہا: کیا میں نے آپ سے یہ نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ رہ کر صبر سے کام نہیں لے سکیں گے۔''

نبی اکرم ﷺ یہ فرماتے ہیں: یہ پہلے کے مقابلے میں زیادہ شدید (وارننگ) تھی۔

(یہاں سے قرآن کے الفاظ ہیں)

''موسیٰ نے کہا: اگر اس کے بعد میں نے آپ سے کسی چیز کے بارے میں سوال کیا، تو پھر آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیے گا آپ کو میری طرف سے یہ عذر پہنچ گیا ہے، پھر یہ دونوں چلتے رہے، یہاں تک کہ یہ دونوں ایک بستی میں آئے اور

انہوں نے اس بستی والوں سے کھانے کے لیے کچھ مانگا تو ان بستی والوں نے ان دونوں کو مہمان بنانے سے انکار کر دیا ان دونوں نے وہاں ایک دیوار کو پایا جو گرنے والی تھی"

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: یعنی وہ گرنے والی تھی' تو حضرت خضر علیہ السلام نے اپنے ہاتھ کے ساتھ اس طرح کیا (یعنی اسے کھڑا کر دیا) تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا: یہ وہ لوگ ہیں' ہم ان کے پاس آئے تھے' انہوں نے ہمیں اپنا مہمان بھی نہیں بنایا اور کچھ کھانے کے لیے بھی نہیں دیا (آگے کے الفاظ قرآن کے ہیں)

"اگر آپ چاہتے تو اس کام کا ان سے معاوضہ لے سکتے تھے' تو خضر نے کہا میرے اور آپ کے درمیان یہی فرق ہے' اب میں آپ کو ان واقعات کی حقیقت کے بارے میں بتاؤں گا جس پر آپ صبر سے کام نہیں لے سکے تھے۔"

نبی اکرم ﷺ یہ ارشاد فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم کرے؟ ہماری تو یہ خواہش تھی کہ وہ صبر سے کام لیتے تاکہ ان دونوں کے مزید واقعات کے بارے میں ہمیں پتہ چلتا۔

نبی اکرم ﷺ نے یہ بات بھی ارشاد فرمائی ہے: پہلی مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھول ہوئی تھی' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات بھی بیان کی ہے: اس دوران ایک چڑیا آئی اور کشتی کے کنارے پر بیٹھ گئی پھر اس نے اپنی چونچ سمندر میں ڈالی تو حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: میرے علم اور آپ کے علم کی' اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلے میں' وہ حیثیت بھی نہیں ہے' جو اس چڑیا (کے منہ میں آنے والے پانی کی) سمندر کے مقابلے میں ہے۔

سعید بن جبیر نامی راوی یہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی اس طرح تلاوت کیا کرتے تھے۔

"اور اس کے پار ایک ایسا حکمران ہے' جو ہر ٹھیک کشتی کو غصب کر لیتا ہے۔"

اور اس آیت کو اس طرح پڑھا کرتے تھے۔

"جہاں تک لڑکے کا تعلق ہے' تو وہ کافر تھا۔"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

زہری نے اس روایت کو عبیداللہ کے حوالے سے' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

ابواسحاق ہمدانی راوی نے اس روایت کو سعید بن جبیر کے حوالے سے' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے شیخ ابومزاحم سمرقندی کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا۔ وہ فرماتے ہیں، میں نے علی بن مدینی کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے' میں نے ایک حج صرف اس نیت سے کیا تھا کہ میں سفیان سے اس حدیث کو سنوں گا' تو میں نے سفیان کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا، انہوں نے فرمایا: عمرو بن دینار نے ہمیں یہ حدیث سنائی ہے۔ میں یہ روایت اس سے پہلے بھی سفیان کی زبانی سن چکا تھا' لیکن اس وقت انہوں نے اس میں اس خبر کا تذکرہ نہیں کیا تھا۔

شرح

تعارف سورہ:

اصحاب کہف کے واقعہ کی وجہ سے سورہ کا نام "سورۃ الکہف" تجویز کیا گیا ہے۔ سورۃ الکہف مکی ہے جو بارہ رکوع' ایک سو اکیس (۱۳۱) آیات' ایک ہزار پانچ سو سڑسٹھ (۱۵۶۷) کلمات اور چھ ہزار چار سو ساٹھ (۶۴۶۰) حروف پر مشتمل ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حضرت خضر سے ملاقات:

ارشاد خداوندی ہے:

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا○ (الکہف:۶۰)

"اور جب حضرت موسیٰ نے اپنے خادم سے فرمایا: میں مسلسل چلتا رہوں گا یہاں تک کہ میں دو سمندروں کے سنگم میں پہنچ جاؤں یا کئی سال تک چلتا رہوں"۔

اس آیت سے مشہور پیغمبر اسلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تعلیمی سفر کا آغاز ہو رہا ہے۔ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے مشہور نبی ہیں لیکن یہود نے اس واقعہ میں اپنے نبی کی قصر شان تصور کرتے اس واقعہ کو ایک فرضی موسیٰ کے ساتھ جوڑ دیا ہے۔ اس کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ نوف بکالی ایک تابعی ہیں جو کعب احبار کی بیوی کے بیٹے تھے اور انہوں نے کعب احبار کے ہاں پرورش و تربیت پائی تھی۔ کعب احبار وہی مشہور یہود ہیں جن کو کتب سماوی پر کمال درجہ کا عبور حاصل تھا۔ نوف بکالی نے ان سے یہ بات سیکھی تھی کہ قرآن کریم میں جس موسیٰ کا واقعہ بیان ہوا ہے یہ وہ موسیٰ علیہ السلام نہیں ہیں جو بنی اسرائیل کی طرف آئے تھے جن کے والد کا نام عمران تھا' بلکہ یہ دوسرے موسیٰ ہیں جن کے والد کا نام میشان تھا۔ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے نوف بکالی کی یہ بات حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کی تو انہوں نے سختی سے اس کی تردید کی اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حقیقت پر مبنی واقعہ تفصیلاً بیان کیا اور نوف بکالی کو اللہ تعالیٰ کا دشمن بھی قرار دیا۔ بلا خوف تردید یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ علماء یہود و نصاریٰ نے آسمانی کتب میں تبدیلی کر کے ان کا حلیہ بدل دیا تھا اور مکمل طور پر انہیں کلام الٰہی نہیں رہنے دیا تھا۔ انہوں نے حسب معمول قرآن پر بھی حملہ آور ہونے کی ناپاک کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکے' کیونکہ قرآن کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم پر لی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تعارف:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد کا نام "عمران" تھا۔ آپ کا پورا نسب نامہ یوں ہے: موسیٰ بن عمران بن یصھر بن قاہت بن لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام۔ جب آپ پیدا ہوئے تو والد گرامی "عمران" کی عمر اس وقت ستر (۷۰) سال تھی اور ایک سو سینتیس (۱۳۷) سال کی عمر میں ان کا وصال ہوا۔

جب بنی اسرائیل مصر سے نکلے اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر اسی (۸۰) سال تھی۔ ریان بن ولید نے حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر کے خزانوں کا والی بنایا تھا' وہ آپ کی دعوت پر مسلمان ہو گیا تھا' اس کی وفات کے بعد قابوس بن مصعب بادشاہ بنا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں بھی دعوت اسلام دی تھی لیکن اس نے قبول اسلام سے انکار کر دیا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے وصال کے بعد وہ بھی مر گیا' اس کے بعد اس کا بھائی ولید بن مصعب بن ریان بادشاہ وقت بنا' عرصہ دراز تک اس کی حکومت قائم رہی حتیٰ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فرعون کا زمانہ بھی آ گیا اور یہ طویل ترین عمر اور حکومت فرعون کی تھی جس کی عمر چار سو (۴۰۰) سال تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا انتقال مقام ''قید'' میں ہوا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر کے بارے میں دو اقوال ہیں:

(۱) آپ کی عمر ایک سو بیس سال تھی (۱۲۰) سال تھی۔

(۲) آپ کی عمر ایک سو ساٹھ (۱۶۰) سال تھی۔

حضرت یوشع بن نون کا تعارف:

وہ شخصیت جن کے پاس علوم و معارف کا فیضان حاصل کرنے کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام باذن اللہ گئے تھے' وہ حضرت یوشع بن نون تھے۔ آپ کا پورا نسب نامہ یوں ہے:

یوشع بن نون بن افرائیم بن یوسف بن اسحاق بن ابراھیم الخلیل علیھم السلام۔

قرآن کریم میں کئی مقامات پر آپ کا ذکر آیا ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

اِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰهُ (الکہف:۶۰) فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰهُ (الکہف:۶۲)

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے نوجوان سے فرمایا۔ پس جب دونوں نے تجاوز کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے نوجوان (شاگرد) سے فرمایا:

ان آیات میں فتیٰ سے مراد حضرت یوشع بن نون ہیں۔

قرآن کریم کی طرح احادیث مبارکہ میں بھی حضرت یوشع بن نون کا ذکر ہے' جس بارے میں چند احادیث ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

۱۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یوشع بن نون کی نبوت پر تمام اہل کتاب متفق ہیں' اس لیے کہ ایک جماعت جس کا نام ''سامرہ'' ہے' حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت یوشع بن نون کے سوا کسی کو نبی تسلیم نہیں کرتی' کیونکہ ان کی نبوت کی صراحت تورات میں موجود ہے۔ ان کے علاوہ وہ دیگر انبیاء علیہم السلام کے منکر ہیں جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی برحق ہیں۔ تا قیامت ان پر لعنت کا نزول ہوتا رہے گا۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انبیاء میں سے ایک نبی جہاد کے لیے روانہ ہونے لگے تو انہوں نے اپنی قوم میں یہ اعلان کیا: میرے ساتھ جہاد میں وہ شخص روانہ نہ ہو جس کی ابھی شادی ہوئی ہو اور وہ

شب زفاف گزارنے کی خواہش رکھتا ہو نہ وہ شخص جائے جو تعمیر مکان میں مصروف ہوا بھی اس نے چھت نہ ڈالی ہو وہ شخص بھی نہ جائے جس کے پاس بکریاں ہوں یا حاملہ اونٹنیاں ہوں اور وہ ان کے بچوں کا منتظر ہو۔ نماز عصر کے وقت وہ بستی کے پاس پہنچ گئے تو انہوں نے سورج سے یوں کہا: تو بھی حکم کا پابند ہے اور ہم بھی حکم کے پابند ہیں۔ اے پروردگار! تو سورج کو کچھ وقت کے لیے روک لے' سورج کو روک لیا گیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح میں کامرانی عطا کی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث ۳۱۲۴)

اس روایت میں جہاد کے لیے روانہ ہونے والے نبی سے مراد حضرت یوشع بن نون ہیں۔

نبی آخرالزمان اور معجزہ ردشمس:

اللہ تعالیٰ نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو کثیر معجزات سے نوازا' آپ کے معجزات میں سے ایک ''ردشمس'' ہے۔ آپ کے اس عظیم معجزہ کے حوالہ سے روایات کا خلاصہ یوں ہے کہ ایک سفر سے واپسی کے دوران حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک مقام پر بیٹھ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عصر ادا کر کے ان کے رانوں پر سر اقدس رکھ کر آرام فرما ہو گئے۔ آفتاب حسب معمول قریب الغروب ہو گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کبھی غروب ہونے والے آفتاب کی طرف دیکھتے ہیں اور نماز کی ادائیگی کا فکر دامنگیر ہوتا ہے اور کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام کی طرف دیکھتے ہیں اور اس میں خلل بھی ناپسند ہے۔ اسی کشمکش میں آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کے چند قطرے جسم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر گرے۔ آپ بیدار ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آنسو بہانے کی وجہ دریافت کی؟ آپ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے نماز عصر ادا فرمائی تھی مگر میں نے ابھی تک نماز عصر ادا نہیں کی اور سورج قریب الغروب ہے جبکہ نماز بھی ایسی فوت ہو رہی جس کی تاکید رب کائنات نے بایں الفاظ بیان کی ہے: حَافِظُوْا عَلَى الصَّلٰوتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۔تمام نمازوں کی حفاظت کرو بالخصوص درمیانی نماز (نماز عصر) کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غروب ہونے والے آفتاب کی طرف اشارہ کیا تو وہ عصر کے وقت پر آ گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز عصر ادا کی اور حسب معمول سورج غروب ہو گیا۔

سوال: یہ بات عقل تسلیم نہیں کرتی کہ غروب ہونے والا آفتاب انگلی کے اشارہ سے پلٹ کر عصر کے وقت پر آ جائے؟

جواب: واقعی عموماً کسی شخص سے ایسے امر کے صدور کو عقل تسلیم نہیں کرتی لیکن یہاں اشارہ نبوی ہے اور آفتاب کا پلٹ کر عصر کے وقت پر آنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے جبکہ معجزہ ہوتا ہی وہ ہے جو عقل و دانش میں نہ آ سکے۔

بعض لوگوں نے اس معجزہ نبوی کا انکار کیا ہے مگر محدثین نے اس واقعہ کو اپنی تصانیف میں درج کر کے ان کا منہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا ہے۔ علاوہ ازیں معجزہ معراج میں بھی اس سوال کا جواب موجود ہے جو اہل فہم کے لیے روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے معجزہ الشمس کی تحقیق میں کشف ابلس فی حدیث رد الشمس کے نام سے ایک رسالہ تصنیف فرمایا ہے۔

حضرت یوشع بن نون کو فتی کہنے کی وجوہات:

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے واقعہ کے ضمن میں مختلف آیات میں لفظ ''فتی'' استعمال ہوا ہے' اس لفظ

کے استعمال کی متعدد وجوہات ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت یوشع بن نون رضی اللہ عنہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہا کرتے تھے آپ کی خدمت کیا کرتے تھے اور ان کے نوجوان ہونے کی وجہ سے لفظ "فتیٰ" استعمال کیا گیا ہے۔ عربی زبان میں اس لفظ سے مراد نوجوان ہوتا ہے۔

۲- حضرت یوشع بن نون رضی اللہ عنہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے شاگرد تھے جو حصول علم اور خدمت کے لیے ہمہ وقت حاضر رہا کرتے تھے اس لیے انہیں "فتیٰ" کہا گیا ہے۔ بہر حال وہ آزاد تھے۔

۳- وہ خادم غلام کے قائمقام ہونے کی وجہ سے فتیٰ کہلاتے تھے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ (یوسف:۶۲)

"اور حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے خدام سے فرمایا: تم ان کی پونجی ان کی بوریوں میں رکھ دو"۔

حضرت خضر علیہ السلام کا تعارف:

حضرت خضر علیہ السلام کے نام میں چار اقوال ہیں:

(۱) للیا (۲) خضرون (۳) ازمیاہ (۴) اللیسع

آپ کا لقب "خضر" ہے اور اس لقب سے ملقب ہونے کی چار وجوہات ہیں:

(۱) آپ جہاں بیٹھتے وہاں خشک گھاس ہری ہو جاتی تھی۔

(۲) آپ جب نماز ادا کرتے تو اطراف کی جگہ سبز ہو جاتی تھی۔

(۳) جب زمین پر بیٹھتے تو زمین میں سبزہ اگ آتا تھا۔

(۴) جب آپ سفید پوستین پر نماز ادا کرتے تو نیچے سے سبزہ اگنا شروع ہو جاتا تھا۔

آپ کی کنیت ابوالعباس تھی۔

سوال: کیا حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے یا ولی تھے؟

جواب: اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض علماء انہیں ولی قرار دیتے ہیں لیکن جمہور علماء کے نزدیک نبی ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے جب ایک لڑکے کو قتل کر دیا تو فرمایا: وما فعلتهٗ عن امری ۔ یہ کام میں نے اپنی مرضی سے نہیں کیا' اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کا یہ عمل وحی سے متعلق ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا تھا۔ وحی محض نبی کی طرف اتر سکتی ہے اور غیر نبی کی طرف وحی نہیں آتی۔ علاوہ ازیں تکوینی امور میں حضرت خضر علیہ السلام کا علم حضرت موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ تھا' یہی وجہ ہے کہ اللہ کے حکم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس گئے تھے۔ یہ بات درست نہیں ہے کہ کسی معاملہ میں غیر نبی کا علم نبی کے علم سے زائد ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات:

ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام خاص حالت میں تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں حکم ہوا کہ آپ فیضان عرفان حاصل کرنے کے لیے خضر علیہ السلام کے پاس جائیں۔ چنانچہ حکم الٰہی کی بجا آوری میں آپ حضرت خضر علیہ السلام کے پاس پہنچے۔ اس

بارے میں بخاری شریف میں ہے کہ ان دونوں نے وہاں حضرت خضر علیہ السلام کو سمندر کے وسط میں ایک سبز جزیرہ میں بیٹھے ہوئے دیکھا۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ وہ ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے اس کا ایک پلو ان کے سر کے اوپر تھا اور دوسرا پیروں کے نیچے تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے چادر سے اپنا چہرہ نکال کر کہا: ہماری زمین میں سلامتی کہاں ہے؟ پھر اپنا سر بلند کر کے سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور کہا: اے بنی اسرائیل کے نبی علیہ السلام! حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: مجھے اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس اس لیے بھیجا ہے کہ میں اس شرط پر آپ کی اتباع کروں کہ آپ مجھے اللہ کا دیا ہوا علم سکھا دیں۔ پھر وہ دونوں بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۴۷۲۶)

حیات خضر کا مسئلہ:

کیا حضرت خضر علیہ السلام حیات ہیں یا نہیں؟ اس مسئلہ میں اختلاف ہے، بعض علماء کرام ان کی حیات کا انکار کرتے ہیں اور جمہور کا مؤقف ہے کہ آپ حیات ہیں تا قیامت زندہ رہیں گے۔ تا قیامت ان کی زندگی کے بارے میں دو اقوال ہیں:

(۱) حضرت آدم علیہ السلام نے ان کی حیات کے بارے میں دعا کی تھی۔

(۲) آپ نے آبِ حیات نوش کیا تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بتایا کہ یہ خضر ہیں۔ ایک روایت کے مطابق آپ کی دو بیویاں ہیں: ایک سیاہ اور ایک سفید یعنی ایک رات اور ایک دن۔

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا، صحابہ کرام جمع تھے ایک شخص آیا جس کی داڑھی طویل تھی مہندی سے رنگین تھی۔ جسم گورا بھاری تھا۔ لوگوں سے گزرتا ہوا صحابہ کے درمیان میں کھڑا ہو گیا پھر کہا: ہر مصیبت میں تعزیت کریں، ہر جانے والی چیز کا عوض ہے، ہر جانے والے کا خلیفہ ہے اور تم اللہ کی طرف توجہ کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں آزمائش میں دیکھتا ہے اور مصیبت زدہ وہ آدمی ہے جس پر جبر کیا جائے۔ ان کے جانے کے بعد حضرت صدیق اکبر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صحابہ کو بتایا یہ شخص حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

ابن عساکر کی روایت کے مطابق حضرت خضر اور حضرت الیاس علیہما السلام ہر سال بیت المقدس میں روزے رکھتے ہیں، باقاعدگی سے ہر سال حج کرتے ہیں اور بکثرت آبِ زمزم نوش کرتے ہیں جو آئندہ سال تک کافی ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت خضر اور حضرت الیاس علیہما السلام دونوں ہر سال حج کرتے ہیں، باہم ملاقات کرتے ہیں، ایک دوسرے کا سر مونڈتے ہیں اور یہ الفاظ کہتے ہوئے الگ ہو جاتے ہیں:

ماشاء اللّٰہ لایسوق الخیر الا اللّٰہ ماشاء اللّٰہ لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ

ابن عساکر کی روایت کے مطابق خلیفہ دوم حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ایک میت پر نماز جنازہ پڑھانے لگے تو اچانک ہاتف غائب نے آواز دی کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے ہم سے پہلے نماز نہ پڑھنا۔ یہ بات سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

توقف کیا حتیٰ کہ وہ شخص صفوں کو عبور کرتا ہوا صف اول میں آ کر کھڑا ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ کا آغاز کرتے ہوئے تکبیر کہی اور لوگوں نے بھی تکبیر کہی۔ ہاتف غائب نے بآواز بلند کہا: "اگر تو اس کو عذاب دے تو لوگوں نے تیری نافرمانی کی ہے اور اگر تو اسے معاف کر دے تو یہ تیری رحمت کا محتاج ہے"۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام نے اس شخص کی طرف دیکھا' جب قبر پر مٹی ڈالی گئی تو اس نے یوں کہا: اے قبر والے! اگر تو راستہ میں گری ہوئی چیز کا اعلان کرنے والا یا ٹیکس وصول کرنے والا یا خازن یا کاتب یا سپاہی نہیں تھا تو تیرے لیے خوشخبری ہے"۔ یہ بات سن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو طلب کیا' تاکہ ہم ان سے نماز اور اس گفتگو کے بارے میں استفسار کریں۔ اسے تلاش کرنے سے وہ شخص اچانک غائب ہو گیا اور اس کے پاؤں کے نشانات ایک ایک ہاتھ کے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم بخدا! یہ شخص وہ تھا جس کے بارے میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا تھا یعنی حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔

فائدہ نافعہ: حضرت خضر علیہ السلام علمی محافل' دینی مدارس' خانقاہوں اور سمندر کے کناروں پر دیکھے گئے ہیں یعنی انہیں دینی وعلمی مشاغل سے خاص انس ومحبت ہے۔

3075 **سندِ حدیث:** حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا اَبُوْ قُتَيْبَةَ سَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ الْعَبَّاسِ الْهَمْدَانِيُّ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: قَالَ الْغُلَامُ الَّذِیْ قَتَلَهُ الْخَضِرُ طُبِعَ يَوْمَ طُبِعَ كَافِرًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"وہ لڑکا جسے حضرت خضر علیہ السلام نے قتل کیا تھا وہ فطری طور پر کافر تھا"۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

شرح

حضرت خضر علیہ السلام کے ہاتھوں ہلاک ہونے والے لڑکے کا کافر ہونا:

ارشاد خداوندی ہے:

وَ اَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ۝ (الکہف: ۸۰)

"اور لڑکا کہ اس کے والدین مومن تھے پس ہمیں یہ خوف لاحق ہوا کہ یہ ان کو نافرمانی اور کفر میں مبتلا کر دے گا"۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام کے ہاتھوں جو لڑکا ہلاک ہوا تھا' وہ نافرمان وکافر تھا

3075- اخرجه مسلم (٤/٢٠٥٠): كتاب القدر: باب: معنى كل مولود يولد على الفطرة و حكم موت اطفال الكفار و اطفال المسلمين، حديث (٢٩/٢٦٦١)، و ابوداؤد (٦٣٩/٢): كتاب السنة: باب: من القدر، حديث (٤٧٠٥، ٤٧٠٦)، و عبد الله بن احمد (٣١٢/٢، ٣١٨).

جبکہ اس کے والدین نیک اور مسلمان تھے۔اس بات کا قوی امکان تھا کہ لڑکا اپنے والدین کی نافرمانی کرے گا' انہیں پریشان کرے گا یا انہیں گمراہ کرے گا۔لہٰذا آپ نے اسے ہلاک کردیا تھا۔علاوہ ازیں وہ لڑکا کافر تھا' اگر زندہ رہتا تو اپنے والدین کو بھی کافر یا اللہ تعالیٰ کا باغی بنا دیتا۔تاہم آپ نے والدین کے لیے نرینہ اور نیک اولاد کی دعا بھی کردی تھی تا کہ صالح اولاد کا جو مقصد ہوتا ہے' اس کی تکمیل ہو سکے۔

ایک روایت کے مطابق وہ لڑکا کافر تھا جو دوسرے لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔حضرت خضر علیہ السلام نے اسے پکڑ کر زمین پر گرایا پھر چھری سے اسے ذبح کردیا اور وہ لڑکا ابھی بالغ بھی نہیں ہوا تھا۔

ترمذی کی روایت کے مطابق دونوں سمندر کے کنارے کشتی سے اترے' حضرت خضر علیہ السلام نے ایک لڑکے کو دوسرے لڑکوں کے ساتھ کھیلتا ہوا دیکھا' اپنے ہاتھ سے اس کا سر پکڑا اور اس کی گردن جسم سے اکھاڑ دی۔(جامع ترمذی' رقم الحدیث ۳۱۴۹)

بعض علماء کا خیال ہے کہ وہ لڑکا بالغ تھا جو دو بستیوں کے درمیان ڈاکے ڈالتا تھا جبکہ اس کا باپ ایک بستی کا رئیس تھا اور والدہ دوسری بستی کی رئیسہ تھی۔حضرت خضر علیہ السلام نے اس لڑکے کو پکڑتے ہی زمین پر گرالیا اور اس کی گردن جسم سے جدا کردی تھی۔

اس لڑکے کے نام میں دو قول ہیں:

(۱) اس کا نام شمعون تھا۔

(۲) اس لڑکے کا نام حیسون تھا۔

سہیلی کے مطابق اس کے باپ کا نام ازیر تھا اور اس کی والدہ کا نام سھوی تھا۔وہب کے مطابق اس لڑکے باپ کا نام سلام اور ماں کا نام رحمی تھا۔وہ نابالغ لڑکا تھا' یہی وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے معصوم قرار دیا تھا۔قرآن کریم میں اس لڑکے کے لیے لفظ "غلام" استعمال ہوا ہے اور اہل عرب کے ہاں عموماً اس کا اطلاق نابالغ لڑکے پر ہوتا ہے۔حضرت خضر علیہ السلام نے کشف کے ذریعے اس کا کفر معلوم کرلیا تھا اور اس کے دل پر کفر کی مہر لگی ہوئی تھی۔ایک قول کے مطابق اگر وہ زندہ رہتا تو اپنے والدین کو کفر میں مبتلا کردیتا۔اللہ تعالیٰ کے حکم کے علاوہ نابالغ لڑکے کو قتل کرنا درست نہیں ہے۔

ابن جبیر کے مطابق وہ لڑکا بالغ ہو چکا تھا' وہ کافر تھا لیکن اس کے والدین مومن تھے جبکہ ایمان و کفر مکلفین کی صفات سے ہیں' کیونکہ غیر مکلف پر ایمان و کفر کا اطلاق درست نہیں ہے لیکن والدین کے اعتبار سے اس پر کفر اور ایمان کا اطلاق درست ہے۔
(الجامع لاحکام القرآن ج ۱۰' ص ۳۹۶)

3076 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: إِنَّمَا سُمِّيَ الْخَضِرَ لِأَنَّهُ جَلَسَ عَلَى فَرْوَةٍ بَيْضَاءَ فَاهْتَزَّتْ تَحْتَهُ خَضْرَاءَ

3076۔ اخرجه البخاري (٤٩٩/٦): كتاب احاديث الانبياء: باب حديث (الخضر مع موسى عليهما السلام، حديث (٣٤٠٢)، و احمد (٣١٢/٢، ٣١٨).

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

◄► حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: (حضرت خضر علیہ السلام کا نام) خضر اس لیے رکھا گیا ہے کہ وہ ایک مرتبہ بنجر زمین پر بیٹھے تھے تو وہ ان کے نیچے آنے کی وجہ سے سرسبز و شاداب ہوگئی تھی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔

شرح

خضر کی وجہ تسمیہ:

اس روایت میں حضرت خضر علیہ السلام کی وجہ تسمیہ بیان کی گئی ہے اس بارے میں سطورہ سابقہ میں بھی بیان کیا جاچکا ہے اور اس کی ایک وجہ زیر بحث حدیث میں بھی بیان کی گئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ آپ ایک دفعہ بنجر زمین میں تشریف فرما تھے تو نیچے آنے والی جگہ سرسبز و شاداب ہوگئی تھی۔

لفظ "خضر" کا معنی ہے: سبزہ زار، سبز مقام، شاداب۔ اس کا تلفظ یوں ہے: خَضَر، خِضِر، خضُر۔ دریافت طلب یہ بات ہے کہ آپ کا تعلق انسانوں یا ملائکہ یا جنات سے ہے؟ اس بارے میں مختلف آراء ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ آپ کا تعلق انسانوں سے ہے، کیونکہ رب کائنات نے اسے اشرف المخلوقات قرار دیا ہے۔

3077 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ فُضَيْلٍ الْجَزَرِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ يَّزِيْدَ بْنِ يُوْسُفَ الصَّنْعَانِيِّ عَنْ مَكْحُوْلٍ عَنْ اُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ اَبِى الدَّرْدَاءِ

متن حدیث: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قَوْلِهٖ (وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا) قَالَ ذَهَبٌ وَفِضَّةٌ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ ابْنُ مُسْلِمٍ عَنْ يَّزِيْدَ بْنِ يُوْسُفَ الصَّنْعَانِيِّ عَنْ يَّزِيْدَ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ جَابِرٍ عَنْ مَكْحُوْلٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

◄► سیدہ اُم درداء رضی اللہ عنہا حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں: جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں ہے:

"اور اس کے نیچے (ان دونوں بھائیوں) کا خزانہ ہے"

(نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں) وہ سونا چاندی تھا۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ اسی کی مانند منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے۔

شرح

دیوار کے نیچے یتیم بچوں کا خزانہ مدفون ہونا:

ارشاد خداوندی ہے:

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ؕ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ؕ۝ (الکہف:۸۲)

''اور رہی دیوار وہ شہر میں رہنے والے دو یتیم بچوں کی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ موجود تھا جبکہ ان کا باپ نیک آدمی تھا۔ پس آپ کے پروردگار نے چاہا کہ جب وہ جوان ہوں گے تو اپنا خزانہ نکال لیں گے اپنے رب کی رحمت سے یہ عمل میں نے خود اپنی طرف سے نہیں کیا تھا۔ یہ ان امور کی حقیقت و تفصیل ہے' جن پر آپ صبر نہیں کر پائے تھے''۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام انتہائی مسرت کے ساتھ حضرت خضر علیہ السلام کی رفاقت اختیار کی تھی' رفاقت کے لیے حضرت خضر علیہ السلام نے ایک ضابطہ اخلاق بھی مقرر کیا تھا مگر اس کی پرواہ کیے بغیر حضرت موسیٰ علیہ السلام مسلسل معترض رہے۔ تیسری اور آخری پیشکش کے موقع پر خود گزارش کی کہ اگر میں اب اعتراض کروں تو مجھے اپنی رفاقت سے محروم کردینے میں آپ مجاز ہوں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام انصاف پسند اور استاد کے آداب بھی بجالاتے تھے۔

کھانے کے بارے میں سوال کا ضابطہ:

مقام کی مناسبت سے دریافت طلب یہ بات ہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کا شمار اولوالعزم اور انبیاء کبار میں ہوتا ہے' ان کا بستی والوں سے کھانا طلب کرنا یعنی سوال کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا' کیونکہ ایسا طرز عمل ہے جو ان کی شایان شان نہیں تھا لیکن انہوں نے ایسا کیا ہے؟ اس اہم سوال کا جواب یہ ہے کہ جب کوئی شخص مسافر ہو اور کھانے کی سخت ضرورت ہو تو سوال کرنا جائز ہے بلکہ حالت اضطراری ہو تو کھانے کا سوال کرنا واجب ہوتا ہے۔

مشہور صحابی حضرت قبیصہ بن مخارق ہلالی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ وہ خطیر رقم کے مقروض ہو گئے۔ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ آپ سے سوال کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ صدقہ کا مال آنے تک ہمارے پاس ٹھہریں تاکہ کوئی دولت پیش کرنے کا حکم دیا جائے۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے قبیصہ! تین شخصوں کے علاوہ کسی کے لیے سوال کرنا درست نہیں ہے۔

(۱) مقروض سوال کرسکتا ہے تاکہ قرضہ کی ادائیگی یقینی ہو سکے۔

(۲) وہ شخص جس کا مال کسی آفت کی نذر ہو کر ختم ہو جائے۔

(۳) فاقہ زدہ آدمی جس کے فاقہ کی تین آدمی گواہی دیں۔ وہ فاقہ سے نجات حاصل کرنے کے لیے سوال کرسکتا ہے۔ اے

قبیصہ! ان شخصوں کے علاوہ کسی شخص کا سوال کرنا حرام ہے۔

احادیث نبویہ میں بلا عذر شرعی سوال کرنے کی مذمت و وعید بیان ہوئی ہے۔ بلا ضرورت سوال کرنا حرام و قابل مؤاخذہ جرم ہے۔ جو شخص تندرست ہو کسب و کمائی پر قادر ہو تو اس کے سوال کے بارے میں دو قول ہیں:

(۱) اس کا سوال کرنا حرام ہے۔

(۲) اس کا سوال کرنا مکروہ ہے بشرطیکہ اس میں تین امور پائے جائیں:

(۱) سائل اپنے آپ کو ذلیل و خوار نہ کرے۔

(۲) رو کر اور گڑ گڑا کر سوال نہ کرے۔

(۳) سائل مسؤل کو ایذاء کی حد تک پریشان نہ کرے۔

سائل اگر مسافر ہو اس کے پاس زاد راہ موجود نہ ہو اور بھوک کے ہاتھوں بھی وہ مجبور ہو تو اس کا سوال کرنا جائز ہے۔ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام اسی زمرے میں آتے ہیں کیونکہ دونوں بزرگ حالت سفر میں تھے دونوں کے پاس زاد راہ بھی موجود نہیں تھا اور بھوک کے ہاتھوں بھی لاچار تھے۔

حسب ضرورت دولت جمع کرنے کا جواز ہونا:

اسلام تمام معاملات میں افراط و تفریط سے پاک ضابطہ اخلاق پیش کرتا ہے وہ میانہ روی ہے جس میں تمام کے حقوق کا تحفظ ہے۔ واقعہ موسیٰ و خضر علیہما السلام میں مذکور ہے کہ اہل بستی نے جب کھانا دینے سے انکار کر دیا تو حضرت خضر علیہ السلام نے شکستہ دیوار کو از سر نو تعمیر کر دیا۔ اس موقع پر حسب معمول حضرت موسیٰ علیہ السلام نے گزارش کی کہ تعمیر دیوار کا معاوضہ بھی وصول کیا جا سکتا تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مزدوری وصول کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ایک روایت میں ہے: الکاسب حبیب اللہ یعنی مزدوری کرنے والا اللہ تعالیٰ کا دوست ہے''۔

حضرت ایوب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام نے ایک ٹیلہ کی چوٹی پر قریش کے ایک طاقتور شخص کو ملاحظہ کیا۔ صحابہ نے باہم گفتگو کرتے ہوئے کہا: کاش! اس شخص کی قوت اللہ کی راہ میں صرف ہوتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعجب انگیز انداز میں فرمایا: کیا قتل کیے جانے والا شخص ہی اللہ کی راہ میں ہوتا ہے؟ جو شخص اپنے اہل خانہ کو سوال سے روکنے کے لیے طلب رزق حلال میں نکلتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہوتا ہے اور جو شخص اپنی ذات کو سوال سے بچانے کے لیے طلب رزق حلال میں نکلتا ہے وہ بھی اللہ کی راہ میں ہوتا ہے۔ جو شخص طلب دنیا کے لیے نکلتا ہے وہ شیطانی راہ میں ہوتا ہے۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۵ ص ۲۷۱)

زیادہ نقصان کے تحفظ کے لیے کم نقصان برداشت کرنا:

واقعہ موسیٰ و خضر علیہما السلام میں یہ بھی ہے کہ دونوں بزرگوں کے سفر کے دوران میں دریا آ گیا مالک کشتی نے سراپا ادب بن کر انہیں اپنی کشتی پر سوار کر لیا مگر جب کشتی دریا کے وسط میں پہنچی تو حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی کا تختہ توڑ کر اسے ناقص بنا دیا۔

حضرت خضر علیہ السلام نے اپنے اس عمل کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: اس عمل سے میرا مقصود کشتی اور سواروں کو غرق کرنا نہیں تھا بلکہ کشتی کا تحفظ کرنا تھا' کیونکہ دریا کے دوسرے کنارے پر ایک ظالم بادشاہ موجود ہے جو درست اور قابل رشک کشتی کو اپنے قبضہ میں لے لیتا ہے۔

اس مقام پر سوال یہ ہے کیا کسی غریب شخص کی مملوک چیز کو نقصان پہنچانا درست ہے؟ پھر نبی علیہ السلام سے ایسی حرکت کا صدور درست نہیں ہے' کیونکہ وہ معصوم ہوتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے یہ کام اپنی مرضی سے نہیں کیا تھا بلکہ اللہ کے حکم سے کیا تھا' کہ کشتی بان غریب آدمی ہے اور ظالم بادشاہ کے قبضہ سے اس کی کشتی محفوظ رہے' کیونکہ ناقص چیز پر قبضہ نہیں کیا جاتا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو امور میں سے ایک کے اختیار کرنے کا کہا جاتا تو آپ آسان ترین کا انتخاب فرماتے بشرطیکہ وہ ناجائز نہ ہوتا' اگر وہ ناجائز ہوتا تو آپ لوگوں سے زیادہ اس سے اجتناب فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لیے کبھی انتقام نہیں لیا ماسوائے اللہ کی حدود کو پامال کرنے میں۔ ایسی صورت میں آپ رضاء الٰہی کے لیے انتقام لیتے تھے۔ (صحیح بخاری' رقم الحدیث ۶۸۵۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کے لیے آسانی کی صورت پیدا کرو اور مشکل میں نہ ڈالو' بشارت دو متنفر نہ کرو۔ (صحیح بخاری' رقم الحدیث ۶۱۲۵)

اس بحث کا ماحاصل یہ ہے کہ زیادہ نقصان سے بچنے کے لیے کم نقصان قبول کر لینا بہتر ہے۔

یتیم کا معنی و مفہوم اور اس کے احکام:

قرآن کریم میں مذکور قصہ موسیٰ و خضر علیہما السلام کے ضمن میں ہے کہ دونوں بزرگوں نے جو شکستہ دیوار تعمیر کی تھی وہ دو یتیم بچوں کی تھی جو نابالغ تھے۔ لفظ یتیم کا اطلاق محض نابالغ لڑکے پر ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مشہور روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: احتلام ہونے کے بعد کوئی یتیم نہیں رہتا اور صبح سے شام تک خاموشی اختیار کرنا کوئی عبادت نہیں ہے۔ (المسند الجامع' رقم الحدیث ۱۰۱۶۰)

نابالغ بچہ پر شرعی احکام لاگو نہیں ہوتے' کیونکہ نفاذ احکام کے لیے مکلّف ہونا شرط ہے اور مکلف وہی ہوتا ہے جو بالغ ہو۔ شرعی نقطہ نظر سے نابالغ کی خرید و فروخت بھی منع ہے۔

یتیم سے نیکی کرنے کا اجر و ثواب:

یتیم کی معاونت اور مدد کرنے کا اجر و ثواب بہت زیادہ ہے' اس سلسلے میں چند ایک روایات ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں میں سے جس نے یتیم کو اپنے پاس رکھا' اسے کھلایا اور اسے پلایا' اللہ تعالیٰ اسے یقیناً جنت میں داخل کرے گا مگر اس نے کوئی ایسا گناہ کیا ہو جانا قابل معافی ہو۔ (جامع الاصول رقم الحدیث ۲۲۱)

۲- حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے' آپ نے اپنی انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کو ملا کر اشارہ کیا جبکہ دونوں درمیان میں کشادگی رکھی۔ (سنن ابی داؤد' رقم الحدیث ۵۱۵۰)

۳- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ پسندیدہ گھروہ ہے' جس میں یتیم کی عزت کی جاتی ہو۔ (المعجم الکبیر' رقم الحدیث ۱۳۴۳۴)

۴- حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' اس نے اپنے سخت دل ہونے کی شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ تمہارا دل نرم ہو جائے اور تمہاری ضرورت پوری ہو جائے تو تم یتیم پر رحم کرو' اس کے سر پر ہاتھ پھیرو اور اسے کھانا کھلاؤ' اس طرح تمہارا دل نرم ہو جائے گا اور تمہاری حاجت پوری ہو جائے گی۔ (مجمع الزوائد' رقم الحدیث ۱۳۵۰۸)

۵- حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک لڑکا اٹھ کر گیا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اس کے پاس پہنچے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا: اللہ تعالیٰ تمہاری یتیمی کے نقصان کی تکمیل فرمائے اور تمہیں اپنے والد گرامی کا جانشین بنائے! اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ! میں نے دیکھ لیا جو کچھ تم نے اس لڑکے کے ساتھ کیا ہے۔ اس پر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے اس لڑکے پر ترس (رحم) آ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے! مسلمانوں میں جو شخص کسی یتیم کی کفالت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اس کے ہر بال کے عوض درجہ عطا کرے گا' اس کو ہر بال کے بدلے نیکی عطا کرے گا اور ہر بال کے عوض اس کا گناہ معاف کرے گا۔ (مجمع الزوائد' رقم الحدیث ۱۳۵۱۸)

۶- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ایک شخص حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا: یارسول اللہ! میں یتیم بچوں کو کس وجہ سے سزا دے سکتا ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: جس وجہ سے تم اپنے بچوں کو سزا دے سکتے ہو' سوائے اس کے تم اپنا مال اس کے مال کے ذریعے بچانا چاہتے ہو حتیٰ کہ اس کے مال سے استغناء حاصل ہو جائے۔

۷- حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اور سیاہ رخساروں والی عورت جنت میں ان دو انگشت کی طرح ہوں گے اور وہ عورت بڑے منصب پر فائز ہو' خوبصورت ہو اور اس نے اپنی ذات کو یتیم بچوں کے لیے وقف کر رکھا ہو یہاں تک کہ وہ بچے فوت ہو گئے یا اس سے الگ ہو گئے۔

۸- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے قبل میں جنت کا دروازہ کھولوں گا تو ایک عورت میرے ساتھ جنت میں داخل ہونا چاہے گی' میں اس سے دریافت کروں گا کہ تم کون ہو؟ وہ جواب میں عرض گزار ہوگی' میں وہ عورت ہوں جس نے یتیم بچوں کی پرورش کی تھی۔

یتیم بچوں کے نام اور بستی کا نام:

قصہ موسیٰ وخضر علیہما السلام میں مذکور ہے کہ ان دونوں بزرگوں نے بستی میں جوشکستہ دیوار تعمیر کی تھی وہ دو یتیم بچوں کی تھی۔اب دریافت طلب یہ بات ہے کہ ان یتیم بچوں کے نام اور بستی کا نام کیا تھا؟ انسانوں میں یتیم وہ ہوتا ہے' جس کا باپ نہ ہو اور حیوانات میں یتیم سے مراد وہ ہے' جس کی ماں نہ ہو۔دونوں یتیم بچوں کے نام یہ تھے:

(۱) صریم (۲) اصرم۔

اس بستی کا نام "مدینہ" تھا۔

اس بارے میں ایک مشہور حدیث ہے۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس شہر کی جانب ہجرت کرنے کا حکم دیا گیا ہے جو دوسرے شہروں کو نگل جائے گا۔(یعنی اس کی فضیلت وعظمت دوسرے شہروں پر غالب رہے گی۔لوگ اسے یثرب کہتے ہیں اور وہ مدینہ طیبہ ہے جو (بدعقیدہ) لوگوں کو اس طرح نکال باہر کرے گا جس طرح بھٹی لوہے کا زنگ ختم کر دیتی ہے۔

مدفون خزانہ کا مصداق:

قصہ مذکورہ میں یہ بھی ہے کہ تعمیر کی جانے والی دیوار کے نیچے یتیم بچوں کا خزانہ تھا جو ان کے والد نے جمع پونجی کے طور پر دفن کر دیا تھا تاکہ جوان ہونے پر وہ بچے خزانہ نکال کر اپنی ضروریات پوری کر سکیں۔اس موقع پر دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس خزانہ کا مصداق کیا چیز ہے؟ اس کے مصداق میں متعدد اقوال ہیں' جن میں سے تین حسب ذیل ہیں:

۱-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ مدفون خزانہ سونے کی تختی تھی جس کی ایک جانب یہ تحریر تھی: اس شخص پر تعجب ہے جو تقدیر پر یقین رکھتا ہے پھر وہ رنج وغم کا مظاہرہ کرتا ہے' اس شخص پر تعجب ہے جو جہنم پر یقین رکھتا ہے پھر وہ ہنستا بھی ہے' اس شخص پر تعجب ہے جو موت پر یقین رکھتا ہے پھر وہ خوش بھی ہوتا ہے۔اس شخص پر تعجب ہے جو رزق پر یقین رکھتا ہے پھر وہ خود کو مشقت میں مبتلا کرتا ہے' اس شخص پر تعجب ہے جو حساب پر یقین رکھتا ہے پھر وہ غفلت بھی برتتا ہے' اس شخص پر تعجب ہے جو دنیا کے انقلاب کو دیکھتا ہے پھر اس پر مطمئن ہوتا ہے۔میں خدا ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے بندے اور رسول ہیں۔اس تختی کی دوسری طرف یہ عبارت تحریر تھی: میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی عبادت کا حقدار نہیں ہے' میں ایک ہوں میرا کوئی شریک نہیں ہے' میں نے خیر وشر کو پیدا کیا ہے' اس کے لیے خوشی ہو' جسے میں نے خیر کے لیے پیدا کیا' اس خیر کو اس کے ہاتھوں سے جاری کیا۔اس کے لیے تباہی ہو جس کو میں نے شر کے لیے پیدا کیا اور اس شر کو اس کے ہاتھوں جاری کیا۔

۲-حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: وہ خزانہ سونا اور چاندی تھا۔(الکامل لابن عدی ج ۷' ص ۲۸۲۳)

۳-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مطابق خزانہ سے مراد علم کا خزانہ تھا۔مجاہد کے مطابق اس سے مراد وہ صحائف

ہیں جن میں علوم و معارف تھے۔

یتیم بچوں کے باپ کا تعارف:

اس قصہ کے ضمن میں قرآن کریم میں مذکور ہے کہ ان یتیم بچوں کا باپ ایک نیک مرد تھا۔ اس نے اپنی جائز اور حلال کمائی سے دولت زیر دیوار دفن کر دی تھی کہ بڑے ہو کر بچے اسے نکال کر اپنی ممکنہ ضروریات پوری کر سکیں۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کے مطابق بچوں کا باپ لوگوں کی امانتوں کی حفاظت کرتا تھا اور بروقت مالکوں کو واپس کرتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مطابق اللہ تعالیٰ نے باپ کے اعمال صالحہ کے سبب لڑکوں کی دولت کی حفاظت کی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی کوئی نیکی بیان نہیں کی گئی۔ اللہ تعالیٰ باپ کی نیکی کی وجہ سے اس کی اولاد اور اولاد کی اولاد سے حسن سلوک فرماتا ہے۔ اس طرح اولاد اور اولاد کی اولاد سب لوگ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہتے ہیں۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم، رقم الحدیث ۱۲۸۸۲)

حضرت جعفر بن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق ان بچوں اور باپ صالح کے درمیان سات اباء و اجداد کا فاصلہ تھا۔ حضرت محمد بن منکدر رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق اللہ تعالیٰ مرد صالح کی نیکی کے سبب اس کی اولاد، اولاد کی اولاد اور اہل محلہ کی حفاظت کرتا ہے۔

(زاد المسیر ج ۳، ص ۳۳۶)

حضرت علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ بچوں کے باپ کا نام کاشح اور ان کی والدہ کا نام دینا تھا، یہ بات پشت کے لحاظ سے ساتویں یا دسویں باپ تھے۔ آیت قرآنی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرد صالح اور اس کی اولاد کی حفاظت کرتا ہے خواہ باپ دور کا ہو۔ ایک روایت کے مطابق مرد صالح کی سات پشتوں تک حفاظت کرتا ہے۔ اس سلسلہ میں ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّ وَلِیِّۦَ اللّٰهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ وَهُوَ یَتَوَلَّى الصّٰلِحِیْنَ ۝ (الاعراف:۱۹۶)

(آپ کہہ دیں!) بیشک میرا مددگار اللہ تعالیٰ ہے، جس نے مجھ پر کتاب اتاری اور وہ صالحین کا مددگار ہے۔

سوال: مرد صالح کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے شکستہ دیوار تعمیر کروادی تھی مگر بچوں کو کیسے معلوم ہوا کہ اس دیوار کے نیچے ان کا خزانہ موجود ہے اور بوقت ضرورت اسے نکال کر استعمال میں لایا جا سکتا ہے؟

جواب: (۱) نسل در نسل بچوں کو خزانہ کا علم ہو گیا ہو۔

(۲) نسل در نسل وصی کی طرف سے انہیں خزانہ کا علم ہو گیا ہو۔

(۳) خواب کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس خزانہ کی نشاندہی کی گئی ہو۔

3078 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ الْمَعْنٰى وَاحِدٌ وَّاللَّفْظُ لِابْنِ بَشَّارٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْ رَافِعٍ مِّنْ حَدِيْثِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

3078۔ اخرجه ابن ماجه (۱۳۶۴/۲): كتاب الفتن : باب: فتنة الدجال و خروج عيسى بن مريم و خروج ياجوج و ماجوج، حديث (۴۰۸۰)؛ و احمد (۵۱۰/۲، ۵۱۱)۔

متن حدیث: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّدِّ قَالَ يَحْفِرُوْنَهُ كُلَّ يَوْمٍ حَتّٰى اِذَا كَادُوْا يَخْرِقُوْنَهُ قَالَ الَّذِيْ عَلَيْهِمُ ارْجِعُوْا فَسَتَخْرِقُوْنَهُ غَدًا فَيُعِيْدُهُ اللّٰهُ كَاَشَدِّ مَا كَانَ حَتّٰى اِذَا بَلَغَ مُدَّتَهُمْ وَاَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّبْعَثَهُمْ عَلَى النَّاسِ قَالَ الَّذِيْ عَلَيْهِمُ ارْجِعُوْا فَسَتَخْرِقُوْنَهُ غَدًا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ وَاسْتَثْنٰى قَالَ فَيَرْجِعُوْنَ فَيَجِدُوْنَهُ كَهَيْئَتِهِ حِيْنَ تَرَكُوْهُ فَيَخْرِقُوْنَهُ فَيَخْرُجُوْنَ عَلَى النَّاسِ فَيَسْتَقُوْنَ الْمِيَاهَ وَيَفِرُّ النَّاسُ مِنْهُمْ فَيَرْمُوْنَ بِسِهَامِهِمْ فِي السَّمَآءِ فَتَرْجِعُ مُخَضَّبَةً بِالدِّمَاءِ فَيَقُوْلُوْنَ قَهَرْنَا مَنْ فِي الْاَرْضِ وَعَلَوْنَا مَنْ فِي السَّمَآءِ قَسْوَةً وَّعُلُوًّا فَيَبْعَثُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ نَغَفًا فِيْ اَقْفَائِهِمْ فَيَهْلِكُوْنَ فَوَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ اِنَّ دَوَابَّ الْاَرْضِ تَسْمَنُ وَتَبْطَرُ وَتَشْكَرُ شَكَرًا مِّنْ لُحُوْمِهِمْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِثْلَ هٰذَا

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: جو (یاجوج ماجوج) کی دیوار کے بارے میں ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: وہ اسے روزانہ کھودتے ہیں، یہاں تک کہ جب وہ اسے توڑنے کے قریب ہوتے ہیں تو ان کا امیر انہیں یہ کہتا ہے: تم واپس چلو! کل ہم اسے توڑ دیں گے۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: تو اللہ تعالیٰ اسے اگلے دن پہلے سے زیادہ مضبوط کر دیتا ہے، یہاں تک کہ جب ان کی مدت پوری ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بھیجنے کا ارادہ کرے گا' تو پھر ان کا امیر ان سے کہے گا: تم لوگ واپس چلو اگر اللہ نے چاہا تو ہم کل اسے توڑ دیں گے۔ اب یہاں اس نے ''انشاء اللہ'' کہہ دیا نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: پھر جب وہ لوگ آئیں گے' تو اس دیوار کو اسی حالت میں پائیں گے' جس میں وہ چھوڑ کر گئے تھے' اور نکل کر ان پر حملہ کر دیں گے۔ وہ سب چشموں کا پانی پی جائیں گے۔ لوگ ان سے ڈر کر بھاگیں گے۔ وہ لوگ اپنے نیزوں کا رُخ آسمان کی طرف کریں گے۔ جب وہ نیزے واپس آئیں گے' تو ان پر خون لگا ہوگا۔ وہ لوگ یہ کہیں گے: ہم نے زمین والوں پر بھی قابو پالیا اور آسمان والوں پر بھی غالب آ گئے ہیں۔ ان کا یہ جملہ ان کی سختی اور غرور کی وجہ سے ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا کرے گا' جس کی وجہ سے وہ ہلاکت کا شکار ہو جائیں گے۔ اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے اس کے بعد ان کا گوشت کھا کر زمین کے تمام جانور موٹے تازے ہو جائیں گے' اور شکر گزار ہوں گے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے ہم اسے اس حوالے سے ہی جانتے ہیں۔

شرح

قوم یاجوج وماجوج کا روزانہ سد سکندری کھودنا:

ارشادِ ربانی ہے:

قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ○ (الکہف: ۹۴)

''انہوں نے کہا: اے ذوالقرنین! بیشک یاجوج و ماجوج زمین میں فساد برپا کیے ہوئے ہیں تو کیا ہم آپ کو کچھ سامان فراہم کر دیں کہ آپ ان کے اور ہمارے درمیان مضبوط دیوار تعمیر کر دیں''۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ یاجوج و ماجوج نہایت ظالم قوم تھی۔ جو ظلم و ستم میں اپنی مثال آپ تھی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے سکندر ذوالقرنین نے انہیں ایک مضبوط ترین دیوار میں بند کر دیا تھا۔ وہ اس دیوار سے آزادی حاصل کرنے کے لیے سارا دن دیوار کو چاٹتے رہتے ہیں۔ رات ہونے پر ان کا سردار انہیں چاٹنے سے روک دیتا ہے اور آرام کرنے کا حکم دیتا ہے جبکہ دیوار گرنے کے بالکل قریب ہو جاتی ہے۔ جب دوسرا دن ہوتا ہے' تو قدرت کی طرف سے حسب سابق دیوار مکمل ہو جاتی ہے۔ قیامت کے نزدیک ایک شام کے وقت دیوار کو چاٹنا بند کریں گے تو وہ کہیں گے انشاء اللہ ہم اسے کل گرا لیں گے۔ وہ دیوار مکمل نہیں ہوگی بلکہ سوراخ ہونے کے قریب ہوگی اور دوسرے دن آغاز کرتے ہی اسے دھڑام سے گرا دیں گے۔ پھر یاجوج و ماجوج آزاد ہوں گے تو انسانوں' حیوانوں' پھلوں' سبزیوں اور فصلوں وغیرہ کو خوب نقصان پہنچائیں گے۔ وہ آسمان کی طرف تیر اندازی بھی کریں گے اور تیر خون سے آلود ہو کر ان کے پاس واپس آئیں گے۔ پھر وہ یہ اعلان کریں گے کہ ہم نے پوری دنیا بلکہ آسمانوں کو فتح کر کے اپنے زیرنگیں کر لیا ہے۔ مشیت الٰہی سے ان پر عذاب نازل ہوگا' وہ ہلاک ہو جائیں گے' ان کے اجسام پھول جائیں گے اور درندے ان کا گوشت کھا کر خوش ہوں گے۔ پھر آسمان سے شدید بارش ہوگی اور پانی ان کی لاشوں کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دے گا۔

ذوالقرنین کا تعارف اور اس کی وجہ تسمیہ:

ذوالقرنین ایک صالح اور نیک شخص تھا جو جذبہ جہاد سے سرشار تھا' وہ ممالک کو فتح کرتا ہوا مغرب' مشرق' جنوب اور شمال یعنی پوری زمین پر پہنچا۔ لوگوں کو قوم یاجوج و ماجوج کے مظالم سے بچانے کے لیے انہیں ایک مضبوط ترین دیوار (سد سکندری) میں بند کر دیا تھا۔ یہ شخص حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں تھا' آپ پر ایمان لایا تھا' آپ کی رفاقت میں بیت اللہ کا طواف کیا تھا اور آپ کی پیروی کی تھی۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں اقتدار سے نوازا گیا تھا' ان کی حکومت پوری روئے زمین پر تھی' وہ نبی نہیں تھے بلکہ مرد صالح تھے۔ ایک روایت کے مطابق وہ حکمران جن کی حکومت پوری زمین پر تھی' وہ چار تھے۔ ان میں سے دو مسلمان تھے اور دو کفار تھے۔ دو مسلمانوں کے نام یہ ہیں:

(۱) حضرت سلیمان بن داؤد (۲) سکندر ذوالقرنین۔

دو کفار حکمرانوں کے نام یہ ہیں:

(۱) نمرود (۲) بخت نصر۔

یاد رہے! پانچویں شخص امت محمدی میں سے ہوں' جن کا نام حضرت امام مہدی علیہ السلام ہوگا۔ آپ کو ''ذوالقرنین'' کہنے کی متعدد وجوہات ہیں:

(۱) ان کے سر کے دونوں اطراف میں سینگ کے مشابہ کوئی چیز تھی۔
(۲) یہ دو ممالک یعنی روم اور فارس کا بادشاہ تھا۔
(۳) یہ فتوحات کرتا ہوا مشارق و مغارب میں پہنچ گیا تھا۔
(۴) ان کے سر پر بالوں کی دو مینڈھیاں تھیں۔
(۵) اس نے خواب دیکھا تھا کہ اس نے سورج کے دو سینگوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ اس کے خواب کی تعبیر یہ بیان کی گئی کہ وہ تمام دنیا کو ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک فتح کرے گا۔
(۶) ان کے عمامہ کے نیچے دو سینگ تھے۔
۷- انہوں نے اپنی قوم کو اللہ کی طرف دعوت دی تو قوم نے آپ کا ایک جانب سے سر پھاڑ دیا اور دوبارہ دعوت دینے پر دوسری طرف سے بھی سر پھاڑ دیا تھا۔
۸- آپ کے والدین نہایت مہربان' نیک' شریف النفس اور کریم الطرفین تھے۔
۹- آپ کی زندگی میں دو قرن یعنی دو صدیاں گزر گئی تھیں' اس لیے انہیں ذوالقرنین کہتے ہیں۔
۱۰- آپ علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے۔

یاجوج و ماجوج احادیث نبوی کی روشنی میں:

قوم یاجوج ماجوج کا واقعہ جس طرح قرآن کریم میں بیان ہوا ہے' اسی طرح احادیث نبوی میں بھی بیان ہوا ہے۔ اس بارے میں چند ایک احادیث مبارکہ حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پریشانی کی حالت میں (گھر) واپس تشریف لائے اور فرما رہے تھے: عرب کے لیے شر کے سبب ہلاکت ہے جو قریب پہنچ چکا ہے۔ آج یاجوج ماجوج سد سکندری سے اتنا کھل چکے ہیں کہ آپ نے انگوٹھا اور ساتھ والی انگلی کو ملا کر دائرہ کی شکل بنائی۔ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم نیک لوگوں کی موجودگی میں بھی ہلاکت کا شکار ہو جائیں گے؟ آپ نے جواب دیا: ہاں! جب امور خبیثہ کی بھرمار ہو جائے گی۔ (صحیح مسلم' رقم الحدیث ۲۸۸)

۲- حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ پھر یاجوج و ماجوج خمر کے پہاڑ کے پاس جائیں گے اور یہ بیت المقدس کا پہاڑ ہے۔ وہ یہ اعلان کریں گے کہ ہم نے اہل زمین کو ہلاک کر دیا ہے اور اب اہل آسمان کو قتل کرتے ہیں۔ پھر وہ اپنے تیر آسمان کی طرف پھینکیں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں خون آلودہ کر کے واپس کرے گا۔ (صحیح مسلم) رقم الحدیث ۷۲۴۰)

۳- حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ یاجوج و ماجوج کو بھیجے گا۔ وہ ہر بلندی سے تیزی کے ساتھ پھسلتے ہوئے آئیں گے' ان کی جماعت بحیرہ طبرستان سے گزرے گی جو وہاں کا تمام پانی پی جائے گی' جب دوسری جماعت وہاں پہنچے گی تو وہ کہے گی کہ کسی زمانہ میں یہاں پانی ہوا کرتا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی محصور ہو جائیں گے یہاں تک

کہ کسی کے ہاں بیل کی سری بھی سو دینار سے بہتر ہوگی۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے رفقاء دعا کریں گے۔ تب اللہ تعالیٰ یاجوج وماجوج کی گردنوں میں کیڑا تخلیق کرے گا۔ پھر صبح کے وقت وہ سب ہلاک ہو جائیں گے۔ اللہ کے نبی (حضرت عیسیٰ) علیہ السلام اور ان کے اصحاب زمین میں اتریں گے لیکن زمین میں ایک بالشت کے برابر بھی جگہ ان کی گندگی اور بدبو سے خالی نہیں ہوگی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب کی دعا کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ بختی اونٹوں کی شکل میں پرندے بھیجے گا جو ان کو وہاں سے اٹھا کر جہاں اللہ تعالیٰ چاہے گا وہاں پھینک دیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے باران رحمت کا نزول ہوگا جس کے نتیجہ میں زمین پاک وصاف ہو جائے گی اور آئینہ کی طرح شفاف ہوگی۔ پھر زمین کو حکم ہوگا جو اپنے پھل اور اپنی برکتیں اگل دے گی۔ ان کی ایک جماعت ایک انار کھانے سے سیر ہو جائے گی۔ ایک دودھ والی گائے ایک قبیلہ کے لیے کافی ہوگی۔ ایک دودھ والی بکری ایک خاندان کے لیے کافی ہوگی۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک ہوا چلے گی جو لوگوں کی بغلوں کے نیچے سے گزرے گی اور مومنوں کی ارواح قبض کر لی جائیں گی جبکہ برے لوگ بقید حیات رہ جائیں گے جو گدھوں کی طرح کھلے عام جفتی کریں گے اور ان لوگوں پر قیامت قائم ہوگی۔ (سنن ابی داؤد رقم الحدیث ۴۳۲۲)

یاجوج وماجوج کے بارے میں علماء کی آراء:

یاجوج اور ماجوج کا تعلق کس سے ہے؟ اس بارے میں علماء کی مختلف آراء اور اقوال ہیں۔ اس سلسلہ میں چند ایک اقوال درج ذیل ہیں:

(۱) ضحاک کے مطابق یاجوج وماجوج ترک سے متعلق ہیں۔

(۲) کعب کے مطابق یاجوج کا تعلق ترک سے ہے اور ماجوج ویلم سے متعلق ہیں۔

(۳) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یاجوج ایک قوم ہے اور ماجوج دوسری قوم ہے۔ ان میں سے ہر ایک چار لاکھ افراد پر مشتمل ہے' جب ان میں سے کوئی وفات پاتا ہے' تو اس کی صلب سے ایک ہزار نر کی تولید ہوتی ہے اور وہ سب کے سب مسلح ہوتے ہیں۔

(۴) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جن اور انس دس میں سے ایک اور یاجوج و ماجوج دس میں سے نو کی نسبت سے ہیں۔

(۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مطابق یاجوج و ماجوج کے افراد کا قد ایک بالشت یا دو بالشت ہے مگر ان میں سے طویل ترین تین بالشت کے ہیں۔

(۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت نوح کے تین بیٹے تھے:

۱- سام: ان کی پشت سے عرب' روم اور فارس پیدا ہوئے۔

۲- حام: ان کی پشت سے قبطی' بربر اور حبشی پیدا ہوئے۔

۳- یافث: ان سے ترک' ثقالبہ' یاجوج اور ماجوج پیدا ہوئے۔

۴-سعید بن بشیر' قتادہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں: یاجوج اور ماجوج بائیس (۲۲) قبائل ہیں۔ حضرت سکندر ذوالقرنین نے اکیس (۲۱) قبائل کو دیوار میں بند کر دیا تھا لیکن ایک آزاد ہے' کیونکہ یہ اس وقت موجود نہیں تھا بلکہ لڑائی کے لیے گیا ہوا تھا۔

۵-حضرت امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق یاجوج و ماجوج حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں لیکن حضرت اماں حوا رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا نہیں ہوئے اور وہ ہمارے علاتی بھائی ہیں۔

3079 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ الْبُرْسَانِيُّ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ جَعْفَرٍ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ عَنِ ابْنِ مِيْنَاءَ عَنْ اَبِيْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ فَضَالَةَ الْاَنْصَارِيِّ وَكَانَ مِنَ الصَّحَابَةِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ :

متنِ حدیث: اِذَا جَمَعَ اللّٰهُ النَّاسَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ نَادٰى مُنَادٍ مَنْ كَانَ اَشْرَكَ فِيْ عَمَلٍ عَمِلَهٗ لِلّٰهِ اَحَدًا فَلْيَطْلُبْ ثَوَابَهٗ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ اَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ بَكْرٍ

◆◆ حضرت ابوسعد بن ابوفضالہ رضی اللہ عنہ انصاری' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں شامل ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں، میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے' جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سب لوگوں کو جمع کرے گا' جو ایک ایسا دن ہے' جس میں کوئی شک نہیں ہے' اس دن ایک اعلان کرنے والا یہ اعلان کرے گا: جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے لیے عمل کرتے ہوئے اس میں کسی کو اللہ کا شریک کیا' تو وہ اپنے ثواب کو اللہ کی بجائے اس دوسرے شخص سے طلب کرے' کیونکہ اللہ تعالیٰ شرک سے پاک ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف محمد بن بکر نامی راوی کی روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

شرح

اللہ تعالیٰ کا بھاگی داری والی عبادت سے بے نیاز ہونا:

ارشاد خداوندی ہے:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۝ (الکہف:۱۱۰)

''آپ فرما دیں بیشک میں تمہاری مثل بشر ہوں کہ میری طرف وحی نازل کی جاتی ہے۔ بیشک تمہارا معبود ایک ہے۔ پس جو شخص اپنے پروردگار سے ملاقات کی امید رکھتا ہے' پس اسے چاہیے کہ وہ اچھا عمل کرے اور وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائے''۔

3079- اخرجه ابن ماجه (۲/۱٤۰٦): كتاب الزهد: باب: الرياء و السمعة، حديث (٤٢٠٣)، و احمد (٣/٤٦٦)، (٤/٢١٥).

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔اس آیت میں دو مضامین بیان کیے گئے ہیں:

۱-اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ بنانا لفظ''شرک'' کا لغوی معنی ہے: برابر مساوی۔اس کا اصطلاحی وشرعی معنی ہے: کسی کو ذات صفات اعمال اور احکام میں اللہ تعالیٰ کے برابر سمجھنا۔قرآن وسنت میں اس کی وعید بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس (شرک) گناہ کو معاف نہیں کرے گا باقی گناہوں میں سے جسے پسند کرے گا معاف کر دے گا۔اسی کو شرک جلی کہا جاتا ہے جو نا قابل معافی جرم ہے اور مشرک کا ہمیشہ ہمیشہ ٹھکانا جہنم ہے۔

شرک کی دوسری قسم ہے: شرک خفی مثلاً ریا کاری۔ایک روایت میں میں ریا کاری کو شرک اصغر قرار دیا گیا ہے۔یہ بھی گناہ ہے لیکن قابل معافی ہے۔مسلسل شرک اصغر کے ارتکاب سے انسان شرک اکبر تک پہنچ جاتا ہے لہٰذا شرک اکبر یا شرک جلی کی طرح شرک اصغر یا شرک خفی سے بھی احتراز از بس ضروری ہے۔

۲-عمل صالحہ کا خلوص پر مبنی ہونا: ہر وہ عمل جو خلوص وللّٰہیت پر مبنی ہو وہ اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے اور قابل قبول بھی۔عمل صالح وہی ہو سکتا ہے جو ریا کاری سے پاک شرک اصغر سے محفوظ اور محض حسن نیت کی بنیاد پر کیا جائے۔وہ عمل خواہ عبادت ہو یا جہاد قومی خدمت ہو یا لوگوں سے حسن معاملہ ایفاء عہد ہو یا مہمان نوازی یا ادائے قرض ہو۔

بشر کا معنی ومفہوم:

لفظ''بشر'' کا معنی ہے: انسان خواہ وہ مرد ہو یا عورت اس کے تاہم چہرہ سر اور جسم کے اوپر والی کھال کو''بشرۃ'' کہا جاتا ہے۔

لفظ''بشر'' تین حروف پر مشتمل ہے۔ب ش اور ر۔اسی مادہ سے لفظ''شرب'' بنا ہے جس کا معنی ہے: پینا نوش کرنا اس کا مقلوب ہے: شبر جس کا معنی ہے: بالشت۔اس کا ایک مقلوب ہے: ربش جس کا معنی ہے: مختلف رنگوں والا۔اس کا ایک مقلوب ہے: برش جس کا معنی ہے: سرخ اور سیاہ مخلوط رنگ۔لفظ''بشر'' کا معنی ہے: انسان مگر اس میں تذکیر وتانیث اور واحد تثنیہ اور جمع مساوی ہیں۔انسان کا ظاہری بدن یعنی چہرہ سر اور اوپر والا جسم''بشرۃ'' کہا جاتا ہے۔جس چیز کے بارے میں خوشخبری دی جائے اسے بشارت کہا جاتا ہے اور زوجین کے ملاپ کو مباشرت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔بارانِ رحمت برسانے والی ابتدائی ہواؤں کو المبشرات اور خوبصورت چہرے والے کو البشیر کہتے ہیں۔

ایک قول کے مطابق انسان کے ظاہر جسم کو''بشرۃ'' اور اس کی کھال کے باطن کو''الادمۃ'' کہا جاتا ہے۔انسان کو بشر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی کھال نمایاں ہوتی ہے اور اس کے برعکس دوسرے حیوانات کی کھال پر بال موجود ہوتے ہیں اور کھال بالوں کے نیچے چھپی ہوئی ہوتی ہے۔اس لفظ کے معنی میں تذکر وتانیث اور واحد تثنیہ اور جمع سب مساوی ہوتے ہیں۔قرآن کریم میں انسان کے ظاہری بدن اور جسم کو''بشر'' سے تعبیر کیا گیا ہے مثلاً ارشادِ ربانی ہے: وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا (الفرقان:۵۴) اور خدا وہی ہے جس نے پانی (منی) سے انسان کو پیدا کیا''۔

مشرکین اپنے زمانہ کے انبیاء علیہم السلام کا مقام ومرتبہ کم کرنے کے لیے انہیں''بشر'' کہا کرتے تھے۔اس سلسلہ میں چند ایک ارشادات خداوندی حسب ذیل ہیں:

۱-اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا (المؤمن:۴۷) کیا ہم اپنی مثل دو بشروں پر ایمان لائیں؟

۲-مَا اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا (یٰسین:۱۵) آپ لوگ محض ہماری مثل بشر ہیں۔

۳-اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗ (القمر:۲۴) کیا ہم اپنوں میں سے ایک بشر کی پیروی کریں؟

۴-اِنْ هٰذَا اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ (المدثر:۲۵) یہ محض بشر کا قول ہے۔

۵-قَالُوْا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا (التغابن:۶) کفار نے کہا: کیا بشر ہم کو ہدایت دے سکتا ہے؟

مشرکین و کفار انبیاء علیہم السلام کے علوم و معارف' غیر معمولی صلاحیتوں اور بے مثل خصوصیات سے ناواقف تھے جس کی بنا پر وہ انہیں اپنے جیسے انسان قرار دیتے تھے۔ اس کے برعکس دوسرے لوگ خواہ تمام انسانوں کو برابر تصور کرتے تھے لیکن بعض امور میں ممتاز ہونے پر انہیں اپنے آپ سے افضل قرار دیتے تھے۔ اسی وجہ سے فرمایا گیا ہے: قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یعنی اے محبوب! آپ فرما دیں: بیشک میں تمہاری مثل بشر ہوں۔ پھر خود ہی اعلان فرمایا: يُوْحٰى اِلَيَّ (الکہف:۱۱۰) ''میری طرف وحی نازل کی جاتی ہے''۔ یعنی خواہ بظاہر میں تمہارے جیسا بشر ہوں لیکن میں تم سے ممتاز ہوں' کیونکہ میں نبوت کے منصب پر فائز ہوں' میری طرف اللہ تعالیٰ کی وحی کا نزول ہوتا ہے اور میں تمہارے برابر نہیں ہوں بلکہ افضل و اعلیٰ ہوں۔

زنانِ مصر نے بھی اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں یوں اعلان کیا تھا:

حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَآ اِلَّا حاشا للہ! یہ محض بشر نہیں ہے

مَلَكٌ كَرِيْمٌ (یوسف:۳۱) یہ تو معزز فرشتہ ہے۔

ان خواتین نے منصب نبوت و رسالت کو پہچان لیا تھا اور حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے حضرت یوسف علیہ السلام کو افضل و اعلیٰ قرار دیا تھا۔

انبیاء علیہم السلام کو محض بشر قرار دینے پر کفار کا رد:

مشرکین اور کفار انبیاء علیہم السلام کو اپنے جیسا بشر قرار دیتے تھے' کیونکہ وہ منصب نبوت و رسالت کو سمجھنے سے عاری و قاصر تھے۔ چنانچہ قرآن کریم کفار کا قول نقل کرتا ہے:

وَاَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ○ (الانبیاء:۳)

اور ان ظالموں نے چپکے چپکے سرگوشی کی یہ تو محض تمہاری مثل بشر ہے' کیا تم دیکھنے کے باوجود جادو میں جا رہے ہو''۔

مشرکین و کفار نے دو امور کی بنا پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا انکار کر دیا تھا:

(۱) آپ محض ہماری مثل بشر ہیں اور بشر نبی نہیں ہو سکتا' کیونکہ ثبوت نبوت کے لیے دلائل اور معجزات کا ہونا ضروری ہے۔ اگر بالفرض کوئی فرشتہ بھی نبی بن کر آ جائے تو اس کا چہرہ نبوت کے لیے کافی نہیں ہے بلکہ دلائل کی بنیاد پر اسے تسلیم کیا جائے گا ورنہ انکار کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

(۲) وہ (کفار) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کو بھی تسلیم نہیں کرتے تھے بلکہ آپ کے معجزات کو محض جادو قرار

دیتے تھے اور قرآن کو خود ساختہ کلام قرار دیتے تھے۔ یہ بھی ان کی جہالت تھی' کیونکہ قرآن کریم نے اپنے بے مثل اور کلام الٰہی ہونے کا اعلان کرتے ہوئے انہیں چیلنج دیا تھا کہ اس کلام عالی شان کی مثل تم ایک سورت بنالاؤ یا ایک آیت بنالاؤ؟ اہل عرب میں ادباء' شعراء' فصاحت و بلاغت کے حاملین اور مصنفین کی کمی نہیں تھی' لیکن انہوں نے قرآن کے چیلنج کو قبول نہیں کیا۔ علاوہ ازیں چودہ صدیوں کا طویل ترین عرصہ گزرنے کے باوجود آج تک قرآن کا یہ چیلنج برقرار ہے لیکن مخالفین میں ہمت نہیں ہے۔

کفار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا انکار اس لیے بھی کرتے تھے کہ آپ تو ہماری مثل بشر ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ کو کوئی نبی و رسول بھیجنا ہی تھا تو کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا؟ یہ محض ان کا ذہنی مفروضہ تھا' کیونکہ اگر ان کے پاس فرشتہ بھی نبی یا رسول بن کر آتا تو وہ اس پر بھی طعن و تشنیع سے باز نہ آتے۔ قرآن کریم نے اس حقیقت کا انکشاف بایں الفاظ کیا ہے:

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ○ (الانعام:۹)

''اور اگر ہم فرشتے کو رسول بناتے تو اسے مرد کی صورت میں بھیجتے اور ہم ان پر وہی شبہ ڈالتے جو وہ کر رہے ہے''۔

انبیاء علیہم السلام کا نوع بشر سے ہونا اللہ کا احسان عظیم ہے:

انبیاء علیہم السلام کا نوع بشر سے ہونا' اللہ تعالیٰ کی طرف سے احسان عظیم ہے' کیونکہ جنس جنس کی طرف مائل ہوتی ہے اور اس سے استفادہ کرتی ہے۔ اگر بالفرض فرشتہ نبی بن کر آتا تو اس کی دو صورتیں ہو سکتی تھیں:

(۱) وہ فرشتہ کی شکل میں آتا' تو لوگ خوفزدہ ہو جاتے اور اس کے پاس نہ جاتے جس وجہ سے استفادہ و تبلیغ اور محبت و انس کا سلسلہ قائم نہ رہ سکتا۔

(۲) اگر فرشتہ انسانی شکل میں آتا تو کفار کی طرف سے یہی طعن ہوتا' اس کی مخالفت کی جاتی اور ایمان لانے سے انکار کر دیتے۔

اس بحث سے ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام نوع انسانی سے آئے' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں پر احسان عظیم اور فضل جمیل ہے۔ قرآن کریم نے اسی حقیقت کا انکشاف حسب ذیل آیات میں کیا ہے:

۱- لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ (التوبۃ:۱۲۸) بیشک تمہارے پاس تم ہی سے ایک عظیم رسول آئے۔

۲- لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ (آل عمران:۱۶۴) بیشک اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر احسان عظیم فرمایا جب اس نے ان ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا۔

۳- هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ (الجمعۃ:۲) (اللہ) وہی ہے' جس نے ان پڑھ لوگوں میں ان ہی میں سے عظیم رسول بھیجا ہے۔

۴- رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ (البقرۃ:۱۲۹) اے ہمارے پروردگار! تو ان میں سے ایک عظیم نبی بھیج دے۔

۵- وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ (یوسف:۱۰۹) ہم نے آپ سے قبل محض مردوں کو رسول بنا کر بھیجا جن کی طرف ہم وحی نازل کرتے تھے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے آپ کو بشر قرار دینے کی وجہ:

اللہ تعالیٰ نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو بے شمار معجزات' کمالات' خصوصیات' امتیازات اور فضائل سے نوازا ہے۔ ان میں سے ایک عجز و انکسار ہے۔ آپ اپنے صحابہ میں گھل مل کر سفر کرتے' نشست و برخواست کرتے' کھاتے پیتے' گفت و شنید فرماتے تھے۔ اسی عجز کی وجہ سے آپ نے اپنی ذات کو "بشر" قرار دیتے ہوئے فرمایا:

انما انا بشر مثلکم انسی کما تنسون فاذا نسیت فذکر ونی (صحیح بخاری' رقم الحدیث ۴۰۱)

"بیشک میں تمہاری مثل بشر ہوں جیسے تم بھول جاتے ہو میں بھی بھول جاتا ہوں۔ پس جب میں بھول جاؤں پس تم مجھے یاد کرادیا کرو"۔

ایک مشہور روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میں محض بشر ہوں' میرے ہاں مخالف لوگ بھی آتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کوئی شخص اپنی چرب لسانی کی وجہ سے بظاہر سچا ثابت کرتا ہوا مجھ سے غلط فیصلہ کرالے۔ پس اگر بالفرض میں ایک کا حق دوسرے کو فراہم کردوں تو وہ آگ کا ٹکڑا ہے' خواہ وہ اسے حاصل کر لے یا اسے چھوڑ دے۔ (صحیح مسلم' رقم الحدیث ۱۷۱۱)

نبی اور رسول دونوں کا بشر ہونا:

نبی اور رسول انسانوں میں ہوتے ہیں' اس سلسلہ میں متکلمین کی تعریفات حسب ذیل ہیں:

۱- علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

النبی انسان بعثه اللّٰه تبلیغ ما اوحی الیه و کذا الرسول (شرح مقاصد' ج۵' ص۵)

نبی وہ انسان ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ تبلیغ کے لیے بھیجتا ہے اور اس کی طرف وحی کرتا ہے' اور یا اسی طرح رسول ہے۔

۲- علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

النبی انسان بعثه لتبلیغ ما اوحی الیه و کذا الرسول (المسائرہ مع المسامر' ص۲۰۷)

نبی وہ انسان ہے جسے اللہ تعالیٰ اس کی طرف کی ہوئی وحی کی تبلیغ کے لیے بھیجتا ہے اور اسی طرح رسول ہے۔

۳- علامہ میر سید شریف علی جرجانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

الرسول انسان بعثه اللّٰه الی الخلق لتبلیغ الاحکام (کتاب التعریفات' ص۸۱)

رسول وہ انسان ہے جسے اللہ تعالیٰ مخلوق کی طرف احکام کی تبلیغ کے لیے بھیجتا ہے۔

۴- علامہ محمد سفارینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **وهو انسان اوحی الیه بشرع اوان لم یومر بتبلیغه فان امر بتبلیغه فهو رسول ایضا علی المشهور** (لوامع الانوار البھیة' ج۱' ص۴۸)

نبی وہ انسان ہے' جس پر شریعت کی وحی نازل کی جائے خواہ اسے تبلیغ شریعت کا حکم نہ دیا گیا ہو' اور اگر اسے تبلیغ شریعت

کا حکم دیا گیا ہو تو مشہور مذہب کے مطابق وہ رسول ہے۔

۵- علامہ عبدالعزیز پرہاروی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

والرسول انسان بعثه الله تعالیٰ الی الخلق لتبلیغ الاحکام الشرعیة (النبراس ص ۷۹)

رسول وہ انسان ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تبلیغ احکام شرعیہ کے لیے لوگوں کی طرف بھیجا ہو۔

۶- علامہ امجد علی اعظمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

عقیدہ: نبی اس بشر کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لیے وحی بھیجی ہو اور رسول بشر کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ ملائکہ بھی رسول ہیں۔

عقیدہ: انبیاء صرف بشر تھے اور مرد نہ کہ کوئی جن نبی ہوا نہ عورت۔ (بہار شریعت ج ۱ ص ۹)

۷- صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

انبیاء وہ بشر ہیں جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہے۔ یہ وحی کبھی فرشتہ کی معرفت آتی ہے کبھی بے واسطہ۔

(کتاب العقائد ص ۸)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بشر ہونے سے متعلق امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ:

زید کا قول یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری مثل ایک بشر تھے کیونکہ قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اور خصائص بشریت بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم میں بلاشبہ موجود تھے۔ کیا کھانا، پینا، جماع کرنا، بیٹا ہونا، باپ ہونا، کفو ہونا، سونا وغیرہ امور خواص بشریت سے نہیں ہیں؟ جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم میں بلاشبہ موجود تھے، اگر کوئی بشریت کی بنا پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے مساوات کا دعویٰ کرنے لگے تو یہ نالائق حرکت ہے جیسا کہ عارف بسطامی سے منقول ہے کہ لوائی ارفع من لواء محمد صلی اللہ علیہ وسلم (یعنی میرا جھنڈا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے سے بلند ہے)؟

الجواب: مستفتی کو تعجیل اور فقیر بتیس روز سے علیل اور مسئلہ ظاہر و بین غیر محتاج دلیل لہٰذا صرف ان اجمالی کلمات پر اقتصار ہوتا ہے عمرو کا قول مسلمانوں کا قول ہے اور زید نے وہی کہا جو کافر کہا کرتے تھے: قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا کافر بولے تم تو نہیں مگر ہم جیسے آدمی بلکہ زید مدعی اسلام کا قول ان کافروں کے قول سے بعید تر ہے، وہ جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اپنا سا بشر مانتے تھے اس لیے کہ ان کی رسالت سے منکر تھے: مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ تم تو نہیں مگر ہماری مثل بشر اور رحمٰن نے کچھ نہیں اتارا تم نرا جھوٹ کہتے ہو۔ واقعی جب ان خبثاء کے نزدیک وحی نبوت باطل تھی تو انہیں اپنی سی بشریت کے سوا کیا نظر آتا لیکن ان سے زیادہ دل کے اندھے وہ ہیں جو وحی نبوت کا اقرار کریں اور پھر انہیں اپنا ہی سا بشر جانیں۔ زید کو قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ سوجھا اور یُوْحٰٓی اِلَیَّ نہ سوجھا جو غیر متناہی فرق ظاہر کرتا۔ زید نے اتنا ہی ٹکڑا لیا جو کافر لیتے تھے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بشریت جبریل علیہ السلام کی ملکیت سے اعلیٰ ہے وہ ظاہری صورت میں ظاہر بینوں کی آنکھوں میں بشریت رکھتے ہیں جس سے مقصود خلق کا ان سے انس حاصل کرنا اور ان سے فیض پانا۔ لہٰذا ارشاد فرماتا ہے: وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا

لَجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّ لَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ اور اگر ہم فرشتے کو رسول کر کے بھیجتے تو ضرور اسے مرد ہی کی شکل میں بھیجتے اور ضرور انہیں اسی شبہ میں رکھتے جس دھوکے میں اب ہیں' ظاہر ہوا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری صورت دیکھ کر انہیں اوروں کی مثل بشر سمجھنا ان کی بشریت کو اپنا سا جاننا ظاہر بینوں کور باطنوں کا دھوکہ ہے۔ شیطان کے دھوکے میں پڑے ہیں:

ہمسری با اولیاء بر داشتند انبیاء را ہچو خود پنداشتند

ان کا کھانا پینا سونا یہ افعال بشری اس لیے نہیں کہ وہ ان کے محتاج ہیں: حاشا لست کاحدکم انی ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی ' ان کے یہ افعال بھی اقامت سنت و تعلیم امت کے لیے تھے کہ ہر بات میں طریقہ محمودہ لوگوں کو عملی طور سے دکھائیں سکھائیں جیسے ان کا سہو و نسیان' حدیث میں ہے: انی لا انسی ولکن یستن بی میں بھولتا نہیں بھلایا جاتا ہوں تا کہ حالت سہو میں امت کو طریقہ سنت معلوم ہو' امام اجل محمد عبدری ابن الحاج مکی قدس سرہ مدخل میں فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احوال بشری کھانا پینا سونا جماع اپنے نفس کریم کے لیے نہ فرماتے تھے بلکہ بشر کو انس دلانے کے لیے ان افعال میں حضور کی اقتدا کریں' کیا نہیں دیکھتا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں اور مجھے ان کی کچھ حاجت نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تمہاری دنیا میں سے خوشبو اور عورتوں کی محبت دلائی گئی۔ یہ نہ فرمایا: میں نے انہیں دوست رکھا اور فرمایا تمہاری دنیا میں سے تو اسے اوروں کی طرف اضافت فرمایا نہ اپنے نفس کریم کی طرف صلی اللہ علیہ وسلم۔ معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اپنے مولیٰ عزوجل کے ساتھ خاص ہے۔ جس پر یہ ارشاد کریم دلالت کرتا ہے کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہر صورت بشری اور باطن ملکی ہے' تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ افعال بشری محض اپنی امت کو انس دلانے اور ان کے لیے شریعت قائم فرمانے کے واسطے کرتے تھے نہ یہ کہ حضور کو ان میں سے کسی شے کی کچھ حاجت ہو جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ انہیں اوصاف جلیلہ و فضائل حمیدہ سے جہل کے باعث بے چارے جاہل یعنی کافر نے کہا اس رسول کو کیا ہوا کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے' عمرو نے سچ کہا کہ یہ قول حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے نہ فرمایا بلکہ اس کے فرمانے پر مامور ہوئے جس کی حکمت تعلیم تواضع و تانیس امت و سد غلو نصرانیت ہے۔ اول' دوم ظاہر اور سوم یہ کہ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی امت نے ان کے فضائل پر خدا اور خدا کا بیٹا کہا پھر فضائل محمد یہ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ کی عظمت شان کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ یہاں اس غلو کے سد باب کے لیے تعلیم فرمائی گئی کہ کہو کہ میں تم جیسا بشر ہوں خدا یا خدا کا بیٹا نہیں ہاں یوحی الی رسول ہوں' دفع افراط نصرانیت کے لیے پہلا کلمہ تھا اور دفع تفریط ابلیسیت کے لیے دوسرا کلمہ' اسی کی نظیر ہے جو دوسری جگہ ارشاد ہوا قُلْ سُبْحٰنَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا تم فرما دو پاکی ہے میرے رب کو میں خدا نہیں میں تو انسان رسول ہوں۔ انہیں دونوں کے دفع کو کلمہ شہادت میں دونوں لفظ کریم جمع فرمائے گئے: اشھد ان محمدا عبدہٗ ورسولہٗ بندے ہیں خدا نہیں رسول ہیں خدا سے جدا نہیں' شیطنت اس کی کہ دوسرا کلمہ امتیاز اعلیٰ چھوڑ کر پہلے کلمہ تواضع پر اقتصار کرے۔ اسی ضلالت کا اثر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دعویٰ مساوات کو صرف نالائق حرکت کہا نالائق حرکت تو یہ بھی ہے کہ کوئی بلا وجہ زید کو طمانچہ مار دے یعنی اس زید کو جس نے کفر و ضلال نہ بکے ہوں۔ پھر کہاں یہ اور کہاں دعویٰ

مساوات کہ کفر خالص ہے اور اس کا اولیاء کی طرف معاذ اللہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ارفعیت کا ادعا نسبت کرنا محض افتراء اور کج فہمی ہے۔ حاشا کوئی ولی کیسے ہی مرتبہ عظیمہ پر ہو سرکار کے دائرہ غلامی سے باہر قدم نہیں رکھ سکتا۔ اکابر انبیاء تو دعویٰ مساوات کر نہیں سکتے۔ شیخ الانبیاء خلیل کبریا علیہ الصلوٰۃ والثناء نے شب معراج حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ فضائل سن کر تمام انبیاء و مرسلین سے فرمایا: بِھٰذَا فَضَلُکُمْ مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وسلم' ان وجوہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم سب سے افضل ہوئے۔ ولی کس منہ سے دعویٰ ارفعیت کرے گا اور جو کرے حاشا ولی نہ ہوگا' شیطان ہوگا۔ حضرت سیدنا بایزید بسطامی اور ان کے امثال و نظائر رضی اللہ عنہ وقت ورود تجلی خاص شجرہ موسیٰ ہوتے ہیں۔ سیدنا موسیٰ کو درخت میں سے سنائی دیا: یٰا مُوْسٰی اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ اے موسیٰ! بے شک میں اللہ ہوں رب سارے جہان کا' کیا یہ پیڑ نے کہا تھا حاشا بلکہ واحد قہار نے جس نے درخت پر تجلی فرمائی اور وہ بات درخت سے سننے میں آئی۔ کیا رب العزت ایک درخت پر تجلی فرما سکتا ہے اور اپنے محبوب بایزید پر نہیں؟ نہیں نہیں وہ ضرور تجلی ربانی تھی کلام بایزید کی زبان سے سنا جاتا تھا جیسے درخت سے سنا گیا اور متکلم اللہ عزوجل تھا' اسی نے وہاں فرمایا: یٰمُوْسٰی اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ اسی نے یہاں بھی فرمایا سبحانی ما اعظم شانی ۔ ثابت ہوتو یہ بھی: لوائی ارفع من لواء محمد صلی اللہ علیہ وسلم بے شک لواء الٰہی لواء محمدی سے ارفع واعلیٰ ہے۔

اعلیٰ حضرت کا مطلب یہ ہے کہ جب حضرت بایزید نے یہ بظاہر لوائی ارفع من لواء محمد کہا تھا تو حقیقت میں یہ اللہ کا کلام تھا اور فرما رہا تھا: میرا جھنڈا محمد کے جھنڈے سے بلند ہے۔ جیسے شجر موسیٰ سے اللہ کا کلام سنا گیا تھا اسی طرح یہاں بایزید سے اللہ کا کلام سنا گیا)۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۶' ص ۱۴۳ تا ۱۴۵)

خصائص نبوت بیان کیے بغیر محض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کہنا درست نہ ہونا:

یہ ایک علمی وتہذیبی ضابطہ ہے کہ جب آپ کسی معزز معروف شخصیت کا تعارف کرائیں گے تو اس کے عمومی نہیں بلکہ خصوصی اوصاف کو بیان کریں گے جو دوسرے لوگوں سے اسے ممیز وممتاز کر دیں مثلاً صدر مملکت یا وزیر اعظم کا تعارف پیش کرنا مقصود ہو تو انہیں محض بشر یا مرد نہیں کہیں گے بلکہ انہیں پاکستانی کہیں گے اس سے بھی بڑھ کر کہیں گے کہ یہ صدر مملکت اور ملک کے وزیر اعظم ہیں۔ بلا تشبیہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف کراتے ہوئے محض بشر یا مرد نہیں کہیں گے' کیونکہ ان الفاظ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت نہیں ہے' اس لیے بشر اور مرد ہونے میں آپ کی تخصیص نہیں ہے۔ یہ اوصاف تمام مومنوں بلکہ ہر انسان خواہ مسلمان ہو یا کافر سب میں مشترک ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف میں امام الانبیاء' صاحب المعراج' رحمۃ للعالمین' امام القبلتین اور محبوب رب العالمین وغیرہ الفاظ استعمال کریں گے جو آپ کی ذات کو دوسروں سے ممتاز وممیز کرتے ہیں اور آپ کی شایان شان بھی ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبرستان سے گزر رہے تھے کہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: السلام علیکم دار قوم مومنین یقیناً ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں' میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ اپنے بھائیوں کو دیکھوں! صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: انتم اصحابی! تم تو میرے

صحابہ ہو ٔہمارے بھائی وہ ہیں جو ابھی تک (دنیا میں) نہیں آئے۔ (سنن ابن ماجۂ رقم الحدیث ۴۳۰۶)
صحابہ کرام اور تا قیامت آنے والے مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دینی بھائی ہیں لیکن صحابہ کرام کے سوال کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے صحابہ قرار دیا ہے بھائی نہیں فرمایا' کیونکہ انہیں بھائی کہنے میں امتیاز نہیں تھا اور دینی بھائی تو قیامت تک آتے رہیں گے لیکن صحابہ مخصوص وممتاز ہیں۔

علامہ باجی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اس روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے دینی بھائی ہونے کی نفی نہیں کی بلکہ ان کا وہ درجہ ومرتبہ بیان فرمایا ہے جو اس سے زائد ہے اور ان کے ساتھ خاص ہے جبکہ بعد میں آنے والے مسلمانوں کو حاصل نہیں ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں دینی بھائی قرار دیا ہے۔ علامہ عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمام مومن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دینی بھائی ہیں لیکن آپ کے صحابہ وہ ہیں جو آپ کی صحبت ومعیت میں رہنے کا امتیاز رکھتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پیش کرے وہ نہایت عمدہ طریقہ سے پیش کرے' کیونکہ تمہیں علم نہیں ہے کہ یہ درود کب آپ پر پیش کیا جائے؟ لہٰذا تم یوں درود پیش کرو:

اللّٰهم اجعل صلوتك و رحمتك و بركاتك على سيدالمرسلين و امام المتقين و خاتم النبيين محمد عبدك و رسولك امام الخير وقائد الخير و رسول الرحمة ۔ اللّٰهم ابعثه مقامًا محمودًا يغبطه الاولون والاخرون (سنن ابن ماجۂ رقم الحدیث ۹۰۶)

اے اللہ! تو اپنا درود' اپنی رحمت اور اپنی برکات نازل کر رسولوں کے سردار' متقین کے امام' آخری نبی محمد جو تیرے بندے' تیرے رسول ہیں' خیر کے امام وقائد' رسول رحمت ہیں۔ اے اللہ! تو انہیں ایسے مقام پر فائز کر جس پر اولین و آخرین رشک کریں۔ (سنن ابن ماجۂ رقم الحدیث ۹۰۶)

ان روایات واحادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو محض بشر اور مرد کے الفاظ واوصاف سے یاد کرنا درست نہیں ہے۔ تاہم آپ کے شایان شان اوصاف کے ضمن میں ان الفاظ کا استعمال درست ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے بشر کہلانے کی وجہ:

قرآن کریم کی کسی آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر نہیں فرمایا اور کسی حدیث میں نہیں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ کو محض بشر کہا ہو۔ سوال یہ ہے کہ سورۃ الکہف کی آیت میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو بشر کیوں کہا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چند علم وقدرت پر مشتمل معجزات دیکھے مثلاً جو کچھ تم کھا کر آتے ہو یا گھر میں جمع کر کے آتے ہو میں اسے جانتا ہوں' آپ نے چند مردے زندہ کیے اور مٹی سے پرندے بنا کر اڑا دیے۔ تو انہوں نے آپ کو خدا اور خدا کا بیٹا قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نادر معجزات سے نوازا گیا مثلاً علم ما کان وما یکون عطا کرنا' انگلی کے اشارہ سے قریب الغروب آفتاب کا عصر کے وقت پر آنا' آسمان پر تیرتے ہوئے چاند کا آپ کے اشارہ سے دو ٹکڑے ہو کر پہاڑ کے اوپر گرنا' پتھروں کا آپ پر درود وسلام پیش کرنا' کھجور کے تنے میں جان پیدا ہونا' ہرنی کا حاضر

خدمت ہو کر کلمہ طیبہ پڑھنا' اونٹ کا اپنے مالک کے ظلم کی شکایت کرنا' آپ کا اشارہ پا کر درخت کا حاضر ختم ہونا اور رات کے قلیل ترین وقت میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک پھر وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ تک اور وہاں سے لامکان تک سفر کرنا پھر واپس آنا' یہ ایسے معجزات ہیں کہ آپ کی امت آپ کو خدا یا خدا کا بیٹا قرار دے کر گمراہ ہو سکتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کو بشر کہہ کر بتا دیا کہ خواہ میں ان معجزات کا حامل ہوں لیکن خدا یا خدا کا بیٹا ہرگز نہیں ہوں۔

ریا کاری سے عبادت کرنے کی ممانعت ہونا:

اس آیت کے ضمن میں بتایا گیا ہے کہ وہ عمل زیادہ قابل قبول ہے جو ریا کاری سے پاک ہو' ریا کاری اللہ تعالیٰ کو ہرگز پسند نہیں ہے مثلاً نماز' روزہ' زکوٰۃ' حج اور جہاد وغیرہ۔ طاؤس کے مطابق اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں جہاد کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں اور یہ بات پسند کرتا ہوں کہ لوگ اس عمل سے مطلع ہوں۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (جامع البیان' رقم الحدیث ۱۷۶۸۴)

ریا کاری کی مذمت کے بارے میں چند احادیث مبارکہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں سب سے بہتر شریک ہوں' جس شخص نے کوئی عمل خیر کیا اس نے اس میں میرے غیر کو شامل کیا تو میں اس سے بری الذمہ ہوں' وہ عمل اسی کے لیے ہے' جس کو اس نے شریک کیا۔ (تفسیر امام ابن حاتم' رقم الحدیث ۱۳۰۲۱)

۲- حضرت شہر بن حوشب رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ ایک شخص حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا: جو شخص اللہ کے لیے نماز ادا کرتا ہے اور وہ پسند کرے کہ اس کی نماز کے بارے میں اس کی تعریف کی جائے' ایک شخص اللہ تعالیٰ کے لیے روزے رکھتا ہے اور وہ پسند کرتا ہے کہ اس کے روزوں کی تعریف کی جائے؟

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا: ایسے شخص کو کوئی اجر و ثواب نہیں ملے گا' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں سب سے بہتر شریک ہوں' جس نے میرے غیر کو اس میں شامل کیا وہ کام اس کا ہو گا مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔

(جامع البیان' رقم الحدیث ۱۷۶۵۶)

۳- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ یہ آیت جندب بن زہیر عامری کے بارے میں نازل ہوئی ہے' اس نے کہا تھا: میں ایک عمل اللہ کے لیے کرتا ہوں پھر اس پر کوئی شخص مطلع ہو جائے تو مجھے خوشی حاصل ہوتی ہے۔ تب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ طیب ہے' وہ طیب کے علاوہ کسی چیز کو پسند نہیں کرتا اور جس عمل میں اس کے غیر کو شامل کیا جائے اسے وہ قبول نہیں کرتا۔ (اسباب النزول للواحدی' رقم الحدیث ۶۰۴)

۴- حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں سنا ہے مجھے اپنی امت کے بارے میں شرک اور شہوت خفیہ کا خطرہ ہے۔ میں نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ کے بعد آپ کی امت شرک کا ارتکاب کرے گی؟ آپ نے جواب میں فرمایا: سنو! میری امت سورج' چاند' پتھروں اور بتوں کی عبادت نہیں کرے گی لیکن ریا کاری کے

کام کرے گی۔ میں نے دریافت کیا: یارسول اللہ! شہوت خفیہ کسے کہتے ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ایک شخص روزہ کی حالت میں صبح بیدار ہوگا پھر اس پر شہوت غالب آئے گی وہ روزہ توڑ کر جماع کرے گا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم' رقم الحدیث ۱۳۰۲۰)

۵- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں سنا ہے: قیامت کے دن سب سے پہلے شہید سے حساب لیا جائے گا' اسے پیش کیا جائے گا۔ اس کے سامنے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر کیا جائے گا اور وہ نعمتوں کو پہچان لے گا۔ اللہ اس سے سوال کرے گا کہ تو نے ان نعمتوں کے عوض کیا کام کیا؟ وہ عرض کرے گا: اے الہ العالمین! میں نے تیری راہ میں جہاد کیا جس کے نتیجہ میں شہید ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے جھوٹ بولا ہے۔ تو نے جہاد اس لیے کیا تھا کہ تمہیں بہادر کہا جائے' سو یہ ہو چکا۔ پھر حکم دیا جائے گا تو اسے گھسیٹ کر منہ کے بل جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

پھر حساب کے لیے اس شخص کو پیش کیا جائے گا جس نے علم پڑھا ہوگا' اسے پڑھایا ہوگا اور قرآن کی تعلیم حاصل کی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں یاد دلائے گا اور وہ انہیں پہچان جائے گا۔ اللہ تعالیٰ دریافت کرے گا کہ تو نے ان نعمتوں کے عوض کیا کام کیا تھا؟ وہ عرض کرے گا: میں نے علم حاصل کیا' اسے پڑھایا اور قرآن پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے جھوٹ بولا ہے' تو نے علم اس مقصد کے لیے پڑھا تھا کہ تمہیں بہت بڑا عالم کہا جائے اور قرآن تو نے اس لیے پڑھا تھا کہ تمہیں بہت بڑا قاری کہا جائے' سو یہ کہا گیا۔ پھر اس کے بارے میں حکم دیا جائے گا اور اسے بھی منہ کے بل دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔

پھر حساب کے لیے ایسے شخص کو پیش کیا جائے گا جسے تمام اقسام کی دولت سے نوازا گیا ہوگا' اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں یاد کرائے گا اور وہ انہیں پہچان جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے دریافت کرے گا کہ تو نے ان نعمتوں کے عوض کیا عمل کیا تھا؟ وہ جواب میں عرض کرے گا: اے الہ العالمین! جن راستوں میں دولت خرچ کرنا تجھے پسند ہے میں نے اپنی دولت ان راستوں میں خرچ کردی تھی اور یہ دولت بھی تیری رضا کے لیے خرچ کی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے جھوٹ بولا ہے' تو نے دولت اس مقصد کے لیے خرچ کی تھی کہ تجھے سخی کہا جائے۔ سو یہ ہو گیا۔ پھر حکم ہوگا تو اسے گھسیٹ کر منہ کے بل جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ (شرح السنۃ' رقم الحدیث ۴۱۴۳)

اخلاص کا لغوی وشرعی معنیٰ:

اخلاص کے معنی ومفہوم میں کئی اقوال ہیں:

۱- میر سید شریف علی بن محمد جرجانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق لغوی اعتبار سے اخلاص کا معنی ہے: عبادت وریاضت کے وقت ریاکاری کو قریب نہ آنے دینا۔ شریعت یا اصطلاح میں اس سے مراد ہے دل کو ملاوٹ کے شائبہ سے پاک رکھنا جو دل کی صفا کو مکدر بنا دیتی ہے۔

۲- علامہ راغب اصفہانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وہ چیز جس میں دوسری چیز کی ملاوٹ نہ ہو اسے خالص کہا جاتا ہے' مسلمانوں کے اخلاص سے مراد یہ ہے کہ وہ اس تشبیہ سے پاک ہیں جس کا یہودی دعویٰ کرتے ہیں اور وہ اس تثلیث سے بھی پاک ہیں جس کا نصاریٰ (عیسائی) دعویٰ کرتے ہیں۔ اخلاص کی حقیقت یہ ہے اللہ کے سوا انسان ہر چیز سے بری ہو جائے۔ (المفردات' ج ۱' ص ۲۰۶)

۳- قاضی فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق لوگوں کی وجہ سے ترک عمل ریا کہلاتا ہے اور لوگوں کی وجہ سے عمل کرنے کو شرک کہتے ہیں جبکہ اخلاص یہ ہے کہ انسان ان دونوں کی نفی کرے اور اپنے عمل پر کسی کو مطلع نہ کرے۔

۴- ایک قول کے مطابق اعمال کو زنگ اور تکدرات سے خالی کرنے کا نام اخلاص ہے۔

۵- ایک قول کے مطابق اللہ اور بندے کے درمیان خفیہ عمل کا نام اخلاص ہے' جس کا علم فرشتہ کو بھی نہیں ہوتا کہ وہ لکھنے نہ پائے اور نہ شیطان کو اس کا علم ہوتا ہے کہ وہ اسے فاسد کردے اور نہ خواہش کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی کو اس کی طرف مائل کردے۔

فائدہ نافعہ: صدق اور اخلاص کے مابین کیا فرق ہے؟ اس کا جواب نہایت آسان اور عام فہم ہے۔ صدق بمنزل اصل اور اخلاص اس کی فرع ہے' صدق متبوع ہے جبکہ اخلاص تابع ہے اور صدق مقدم ہے جبکہ اخلاص مؤخر ہے۔ (التعریفات ص ۱۵)

صوفیاء کے نزدیک اخلاص کی حقیقت:

اخلاص کی تعریف اور حقیقت کے بارے میں صوفیاء کے مختلف اقوال ہیں:

۱- فعل کو مخلوق کی نظروں سے بچانے کا نام اخلاص ہے۔

۲- محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عبادت کرنے کا نام اخلاص ہے۔

۳- حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے اسرار میں سے ایک سر کا نام اخلاص ہے' میں اپنے بندوں میں سے جسے پسند کرتا ہوں اس کے دل میں یہ رکھ دیتا ہوں۔

۴- حذیفہ المرعشی کے مطابق اخلاص سے مراد ہے کہ بندے کے افعال کا ظاہر و باطن کے اعتبار سے مساوی ہونا۔

۵- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اخلاص کے بارے میں سوال کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا: اخلاص کیا ہے؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے رب کائنات سے یہی سوال کیا؟ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: اخلاص میرے اسرار میں سے ایک سر ہے جو میں اپنے بندے کے دل میں ودیعت رکھ دیتا ہوں۔

۶- حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق اخلاص کی تین علامات ہیں:

(۱) عام لوگوں کی مدح و مذمت برابر ہونا۔

(۲) اپنے اعمال کو بھول جانا۔

(۳) آخرت میں اجر و ثواب کے تصور کو بھول جانا۔

۷- رویم کے مطابق عمل میں اخلاص سے مراد یہ ہے کہ دارین میں اس کے صلہ کا طالب نہ ہونا اور نہ فرشتوں سے کسی حصہ کا ارادہ رکھنا۔

۸- عوام کے اخلاص سے مراد یہ ہے کہ ان کے اعمال میں ان کے نفس کا کوئی حصہ نہ ہو اور خواص کا اخلاص یہ ہے کہ ان کے اعمال پر ان کی نظر نہ پڑے اور نہ وہ اپنے اعمال کو شمار میں لائیں۔

اخلاص کی فضیلت اور ریاکاری کی مذمت احادیث کی روشنی میں:

اخلاص فی الاعمال کی فضیلت اور ریاکاری کی مذمت و وعید کے بارے میں کثیر روایات ہیں جن میں سے چند ایک ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں اور تمہاری صورتوں کی طرف نہیں دیکھتا لیکن وہ تمہارے دلوں کی طرف دیکھتا ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث ۲۵۶۴)

۲- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش و خرم رکھے جس نے میری حدیث کو سنا' اسے یاد رکھا اور اسے دوسروں تک پہنچایا۔ کیونکہ بعض اوقات کوئی شخص اپنے سے زیادہ فقیہ تک پہنچا دیتا ہے۔ تین امور پر مسلمان کے دل میں کھوٹ نہیں ہوسکتا:

(۱) عمل میں محض اللہ کے لیے اخلاص ہونا

(۲) آئمہ مسلمانوں کے بارے میں خیرخواہی کا جذبہ ہونا

(۳) مسلمانوں کی جماعت سے التزام ہونا' کیونکہ ان کی دعا دوسرے لوگوں کو بھی شامل ہوتی ہے۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۲۳۲)

۳- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب انہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے یمن روانہ کیا گیا تو انہوں نے اس موقع پر عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے کوئی نصیحت ارشاد فرمایئے گا! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم عبادت میں اخلاص پیدا کرو تو تمہارے لیے عمل قلیل بھی کافی ہوگا۔ (المستدرک للحاکم رقم الحدیث ۷۳۱۴)

۴- حضرت جندب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے سنایا اللہ تعالیٰ اسے سنائے اور جس نے ریاکاری کی اللہ تعالیٰ اسے دکھائے گا یعنی جس شخص نے لوگوں کو دکھانے کے لیے عمل کیا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے خوار کرے گا اور جس آدمی نے لوگوں کو سنانے کے لیے عمل کیا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی فضیحت لوگوں کو سنائے گا۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث ۲۹۸۷)

۵- حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس امت کو اللہ تعالیٰ کے ہاں دوسری امتوں پر چند درجوں کی خوشخبری سنا دو' پس جس آدمی نے آخرت کا عمل دنیا کے قصد سے کیا تو اس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ رقم الحدیث ۲۲۰)

۶- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے ہم اس وقت مسیح الدجال کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: کیا میں تمہیں مسیح الدجال سے بڑے خطرہ کے بارے میں نہ بتاؤں جو مجھے تمہارے بارے میں ہے؟ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہاں ضرور ارشاد فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شرک خفی (ریاکاری) ہے۔ جب کوئی شخص نماز میں مصروف ہو پھر وہ دیکھتا ہے کہ کوئی آدمی اسے دیکھ رہا ہے' تو وہ اپنی نماز کو زیادہ

مزین کرتا ہے۔ (شعب الایمان رقم ۶۸۳۲)

۷- حضرت ابوسعید بن ابی فضالہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے سنا: قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ اولین و آخرین سب کو جمع کرے گا تو ایک منادی ندا کرے گا' جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے لیے عمل میں اس کے غیر کو شریک کیا' وہ اپنے عمل کا ثواب اسی سے طلب کرے' کیونکہ اللہ تعالیٰ شرکاء کے شرک سے بے پرواہ ہے۔

(صحیح ابن حبان رقم الحدیث ۷۳۰۱)

۸- حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تم پر زیادہ خطرہ شرک اصغر کا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: یارسول اللہ! شرک اصغر کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا: ریاکاری۔ جب لوگوں کو ان کے اعمال کا اجر دیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا: تم جاؤ ان لوگوں سے جا کر اپنے اعمال کا اجر وصول کرو جن کو دکھا کر تم عمل کرتے تھے۔ پس تم دیکھو! کیا تمہیں ان سے اجر ملے گا؟ (مسند احمد ج ۵ ص ۴۲۸)

۹- حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مسجد میں گئے تو انہوں نے مسجد میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ کر روتے ہوئے ملاحظہ کیا۔ ان سے دریافت کیا: آپ کس وجہ سے رو رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں سنا تھا: تھوڑی سی ریاکاری بھی شرک ہے اور جس نے اولیاء اللہ سے عداوت کی اس نے اللہ تعالیٰ سے اعلان جنگ کیا۔ اللہ تعالیٰ نیکوکار اور پرہیزگار لوگوں سے محبت کرتا ہے جو چھپ کر رہتے ہیں' جب وہ چھپ جاتے ہیں تو انہیں تلاش نہیں کیا جاتا اور اگر وہ موجود ہوں تو انہیں کوئی پہچانتا نہیں ہے' ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں اور وہ گرد آلود اندھیرے سے محفوظ ہوتے ہیں۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۳۹۸۹)

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ مَرْيَمَ

باب 20: سورہ مریم سے متعلق روایات

3080 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ اِدْرِيْسَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ

متنِ حدیث: بَعَثَنِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى نَجْرَانَ فَقَالُوْا لِىْ اَلَسْتُمْ تَقْرَئُوْنَ يَا اُخْتَ هَارُوْنَ وَقَدْ كَانَ بَيْنَ عِيْسٰى وَمُوْسٰى مَا كَانَ فَلَمْ اَدْرِ مَا اُجِيْبُهُمْ فَرَجَعْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ اَلَا اَخْبَرْتَهُمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يُسَمُّوْنَ بِاَنْبِيَائِهِمْ وَالصَّالِحِيْنَ قَبْلَهُمْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ اِدْرِيْسَ

3080- اخرجه مسلم (۱۶۸۵/۳): كتاب الآداب: باب: النهي عن التكني بابي القاسم و بيان ما يستحب من الاسماء، حديث (۲۱۳۵/۹)، و احمد (۲۵۲/۴).

◆◆ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے مجھے نجران بھیجا۔ وہاں کے لوگوں نے مجھ سے کہا: آپ لوگ اس آیت کو اس طرح تلاوت نہیں کرتے؟ "اے ہارون کی بہن!" جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان تو بہت زیادہ زمانی فاصلہ ہے۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مجھے سمجھ نہیں آئی کہ میں انہیں کیا جواب دوں؟ جب میں واپس نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں بتایا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے انہیں بتانا تھا کہ وہ لوگ اپنے سے پہلے انبیاء اور صالحین کے ناموں پر اپنے بچوں کا نام رکھا کرتے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح غریب" ہے۔ ہم اسے صرف ابن ادریس نامی راوی کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

شرح

سورہ مریم مکی ہے جو چھ رکوع' ننانوے (۹۹) آیات' نو سو باسٹھ (۹۶۲) کلمات اور تین ہزار تین سو دو (۳۳۰۲) حروف پر مشتمل ہے۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا حضرت ہارون رضی اللہ عنہ کی بہن کیسے ہو سکتی ہیں؟

ارشاد ربانی ہے:

يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ○ (مریم:۲۸)

"اے ہارون کی بہن! نہ تمہارا باپ بدکردار تھا اور نہ تمہاری ماں بدچلن تھی"۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معیرہ رضی اللہ عنہ کو نجران بھیجا تھا۔ وہاں کے عیسائیوں نے آپ سے سوال کیا: کیا آپ قرآن میں پڑھتے ہیں؟ اے ہارون کی بہن! یعنی کیا قرآن میں اس طرح نہیں؟ حالانکہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے درمیان طویل زمانی فاصلہ ہے۔ پھر حضرت مریم رضی اللہ عنہا حضرت ہارون علیہ السلام کی بہن کیسے ہیں؟ حالانکہ ان کے درمیان بھی طویل زمانی فاصلہ موجود ہے؟ آپ ان کے اس سوال کا جواب نہ دے سکے' جب مدینہ طیبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اہل نجران کا سوال عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس سوال کا جواب یوں ارشاد فرمایا:

(۱) وہ لوگ انبیاء علیہم السلام اور دیگر نیکوکار لوگوں کے ناموں پر اپنے بچوں کے نام تجویز کرتے تھے یعنی یہاں ہارون سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حقیقی بھائی مراد نہیں ہیں بلکہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھائی مراد ہیں۔

(۲) حضرت مریم رضی اللہ عنہا حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل سے تھیں اور عربی زبان میں خاندان کا فرد ظاہر کرنے کے لیے لفظ اخ یا اخت سے رشتہ ظاہر کیا جاتا ہے۔ یہاں بھی ایسا ہی ہے مثلاً ارشاد ربانی ہے: واذكر اخا عاد ۔ اس لیے کہ حضرت ہود علیہ السلام عاد کے خاندان سے تھے۔

(۳) حضرت مریم رضی اللہ عنہا حضرت ہارون کی نسل سے بھی ہوں اور ان کا حقیقی بھائی بھی ہارون ہو۔

(۴) بنی اسرائیل میں ایک نیکوکار شخص مشہور تھا' حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے تقویٰ وطہارت کو بیان کرنے کے لیے ان کی بہن کہا گیا ہے۔

(۵) حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے زمانہ میں ایک ہارون نامی شخص فسق و فجور میں مشہور تھا۔ حالات کے پیش آپ کو عار دلانے کے لیے ان کی بہن بتایا گیا ہے۔

3081 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِیْعٍ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ اِسْمٰعِیْلَ اَبُو الْمُغِیْرَةِ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ

متنِ حدیث: قَرَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ (وَاَنْذِرْهُمْ یَوْمَ الْحَسْرَةِ) قَالَ یُؤْتٰی بِالْمَوْتِ کَاَنَّهٗ کَبْشٌ اَمْلَحُ حَتّٰی یُوْقَفَ عَلَی السُّوْرِ بَیْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَیُقَالُ یَا اَهْلَ الْجَنَّةِ فَیَشْرَئِبُّوْنَ وَیُقَالُ یَا اَهْلَ النَّارِ فَیَشْرَئِبُّوْنَ فَیُقَالُ هَلْ تَعْرِفُوْنَ هٰذَا فَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ هٰذَا الْمَوْتُ فَیُضْجَعُ فَیُذْبَحُ فَلَوْلَا اَنَّ اللّٰهَ قَضٰی لِاَهْلِ الْجَنَّةِ الْحَیَاةَ فِیْهَا وَالْبَقَاءَ لَمَاتُوْا فَرَحًا وَلَوْلَا اَنَّ اللّٰهَ قَضٰی لِاَهْلِ النَّارِ الْحَیَاةَ فِیْهَا وَالْبَقَاءَ لَمَاتُوْا تَرَحًا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

''انہیں حسرت کے دن سے ڈراؤ۔''

نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے، موت کو سیاہ وسفید رنگ والے مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا' اور اسے جنت اور دوزخ کے درمیان موجود دیوار پر کھڑا کر کے کہا جائے گا: اے جنت والو! وہ دیکھیں گے۔ پھر آواز دی جائے گی: اے جہنم والو! وہ لوگ جھانک کر دیکھیں گے۔ پھر کہا جائے گا: کیا تم اسے جانتے ہو؟ وہ جواب دیں گے: جی ہاں یہ موت ہے۔ پھر اس کو لٹایا جائے گا' اور ذبح کر دیا جائے گا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کو دائمی زندگی اور بقا نصیب نہ کی ہوتی' تو وہ لوگ اس خوشی سے ہی مر جاتے اور اگر اللہ تعالیٰ نے اہل جہنم کو دائمی زندگی اور بقا نصیب نہ کی ہوتی' تو وہ لوگ اس افسوس میں ہی مر جاتے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

کفار کے لیے قیامت کا دن پچھتاوے کا دن ہونا:

ارشاد خداوندی ہے:

3081- اخرجه البخاری (۲۸۲/۸): کتاب التفسیر: باب: (و انذرهم یوم الحسرة) (مریم: ۳۹)، حدیث (۴۷۳۰)، و مسلم (۲۱۸۸/۴): کتاب الجنة و صفة نعیمها و اهلها: باب: النار یدخلها الجبارون و الجنة یدخلها الضعفاء، حدیث (۲۸۴۹/۴۰)، و احمد (۴۲۳/۲)، (۹/۳)، و عبد بن حمید ص (۲۸۶)، حدیث (۹۱۴)۔

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ ۘ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○ (مریم:۳۹)

''اور آپ انہیں حسرت والے دن سے ڈرائیں جب فیصلہ ہو چکا ہو گا حالانکہ وہ غفلت میں ہیں اور وہ ایمان نہیں لائیں گے''۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے' جس کا اختصار یہ ہے کہ موت کو چت کبرا مینڈھا کی شکل میں پیش کیا جائے گا' جہنم اور جنت کے درمیان اسے دیوار پر کھڑا کیا جائے گا۔ اہل جنت اور اہل جہنم کو پکارا جائے گا' وہ گردنیں لمبی کر کے اس کی طرف دیکھیں گے۔ ان سے سوال کیا جائے گا کہ کیا تم اسے جانتے ہو؟ وہ سب کہیں گے ہم اسے جانتے ہیں کہ یہ موت ہے' پھر اسے لٹا کر ذبح کیا جائے گا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے لیے بطور انعام دائمی بقا نہ لکھی ہوتی تو وہ یہ منظر دیکھ کر مر جاتے اور اگر اللہ تعالیٰ نے اہل جہنم کے لیے بطور سزا دائمی بقا نہ لکھی ہوتی تو وہ بھی یہ منظر دیکھ کر ہلاک ہو جاتے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ اپنے زمانہ کے کفار کو ڈرائیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ترک نہ کریں اور غیر اللہ کے سامنے پیشانی نہ جھکائیں۔ یوم حسرت سے مراد قیامت کا دن ہے' جو کفار کے لیے حسرت کا باعث ہو گا اور انہیں اس حقیقت کا انکشاف ہو جائے گا کہ ان کے لیے جنت تیار کی گئی تھی لیکن ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے جنت مومنوں کو دی گئی ہے اور جہنم ان کے لیے مقدر کی گئی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جہنمی لوگ جنت میں اپنا گھر دیکھیں گے تو وہ کہیں گے کہ کاش! اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دیتا اور اس بات کی انہیں حسرت ہو گی۔ جب جنتی لوگوں کو جہنم میں ان کا ٹھکانا دکھایا جائے گا تو وہ کہیں گے: اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم اس میں داخل کیے جاتے' یہ دیکھنا ان کے لیے باعث مسرت و شکر ہو گا۔ ایک روایت میں ہے کہ کوئی شخص جہنم میں اس وقت تک داخل نہیں ہو گا جب تک وہ جنت میں اپنا ٹھکانا نہیں دیکھ لے گا۔ کوئی شخص جنت میں اس وقت تک داخل نہیں ہو گا جب تک وہ جہنم میں اپنا ٹھکانا نہیں دیکھ لے گا۔ (مسند احمد ج ۲' ص ۵۴۱)

فیصلہ شدہ دن کے مصادیق و محامل:

زیر بحث آیت میں فرمایا گیا ہے: ''جس دن فیصلہ ہو چکا ہو گا'' کا مصداق و محمل کیا ہے؟ اس کے متعدد محامل و مصادیق ہیں:

۱- دنیا میں تبلیغ پوری ہو چکی ہے' عذاب و ثواب کے تمام دلائل بیان کیے جا چکے ہیں اور کفار غفلت کا شکار ہیں جو ایمان نہیں لائیں گے۔

۲- دنیا کو ختم کرنے اور مکلف کرنے کا سلسلہ ختم کرنے کا فیصلہ ہو چکا ہے۔

۳- اس کا مصداق اس روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: موت کو مینڈھے کی شکل میں پیش کیا جائے گا' ایک منادی اعلان کرے گا: اے جنتیو! وہ اپنی گردنیں بلند کر کے دیکھیں گے' انہیں کہا جائے گا کہ تم اسے پہچانتے ہو؟ وہ جواب دیں گے: ہاں! یہ موت ہے اور سب اسے اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ پھر منادی اعلان کرے گا: اے جہنمیو! وہ گردنیں اٹھا کر دیکھیں گے' وہ سوال کرے گا: کیا تم اسے جانتے ہو؟ وہ جواب دیں

گے: ہاں! یہ موت ہے سب اسے ملاحظہ کریں گے پھر اس مینڈھے کو ذبح کیا جائے گا۔ پھر اعلان ہوگا: اے اہل جنت! اب تمہارے لیے دوام ہے موت نہیں ہے۔ پھر اعلان ہوگا: اے اہل جہنم! اب تمہارے لیے دوام ہے موت نہیں ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی:

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ (صحیح مسلم رقم الحدیث ۲۸۴۹)

3082 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ

متن حدیث: عَنْ قَتَادَةَ فِيْ قَوْلِهِ (وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا) قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا عُرِجَ بِيْ رَاَيْتُ اِدْرِيسَ فِي السَّمَآءِ الرَّابِعَةِ

فی الباب: قَالَ: وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ عَرُوبَةَ وَهَمَّامٌ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثَ الْمِعْرَاجِ بِطُوْلِهِ وَهٰذَا عِنْدَنَا مُخْتَصَرٌ مِّنْ ذَاكَ

◆◆ قتادہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

"اور ہم نے اسے بلند مقام پر اٹھالیا"

قتادہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ہمیں یہ حدیث سنائی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

"جب مجھے معراج کروائی گئی تو میں نے حضرت ادریس علیہ السلام کو چوتھے آسمان پر دیکھا۔"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس بارے میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے حدیث نقل کی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن" ہے۔ اس روایت کو سعید نامی راوی نے ہمام نے اور دیگر کئی راویوں نے قتادہ کے حوالے سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔ جس میں واقعہ معراج تفصیل کے ساتھ منقول ہے۔ ہمارے نزدیک یہ روایت اسی میں سے مختصر طور پر نقل کی گئی ہے۔

شرح

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ادریس علیہ السلام کو بلند مرتبہ حاصل ہونا:

ارشاد خداوندی ہے:

وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا (مریم: ۵۷)

"اور ہم نے انہیں بلند مقام کی طرف اٹھالیا"۔

3082۔ اخرجہ احمد (۳/۲۶۰)۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں کی گئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح حضرت ادریس علیہ السلام کو چوتھے آسمان پر اٹھالیا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے مطابق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں شب معراج آسمان چہارم پر پہنچا تو وہاں حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔

سوال: کیا یہ درست ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام کی ایک فرشتہ سے دوستی تھی اور وہ آپ کو اپنے پروں میں چھپا کر آسمان چہارم میں لے گیا؟

جواب: یہ بات درست نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت سے آپ کو آسمان چہارم پر اٹھالیا تھا جس کی تفصیل قرآن و سنت اور تفاسیر میں بیان کی گئی ہے۔

حضرت ادریس علیہ السلام کا تعارف:

آپ انبیاء علیہم السلام سے مشہور نبی ہیں آپ کا اصل نام ''اخنوخ'' تھا۔ درس و تدریس سے شغف ہونے کے باعث لقب ''ادریس'' سے مشہور تھے بلکہ لقب اسم گرامی پر بھی غالب آ گیا تھا۔ حضرت آدم اور حضرت شیث علیہما السلام کے بعد پہلے شخص ہیں جن کو نبوت سے سرفراز کیا گیا۔ آپ نے حضرت آدم علیہ السلام کی حیات مستعار سے تین سو اٹھارہ (۳۱۸) سال پائے اور آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قلم سے خط کھینچا تھا۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام طویل القامت سفید رنگ کے تھے۔ سینہ چوڑا تھا جسم پر بال کم تھے اور سر کے بال لمبے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے زمین پر ظلم اور اپنے احکام کے خلاف بغاوت و سرکشی دیکھی تو انہیں آسمان ششم میں اٹھالیا کیونکہ اس بارے میں ارشاد خداوندی ہے: وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا (المستدرک للحاکم ج۲ ص۵۴۹)

حضرت ادریس علیہ السلام کو حضرت نوح علیہ السلام سے قبل نبوت دی گئی تھی اور دونوں کے مابین ایک ہزار سال کا زمانی فاصلہ تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت ادریس اور حضرت نوح علیہما السلام کے درمیان ایک ہزار سال کا عرصہ تھا۔ آپ کا نام اخنوخ بن یرد بن مہلائیل بن انوش بن قینان بن شیث بن آدم علیہم السلام تھا۔ وہب بن منبہ کی روایت کے مطابق حضرت ادریس علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے دادا تھے۔

مشہور ہے کہ آپ حضرت نوح علیہ السلام کے نہیں بلکہ ان کے باپ کے دادا تھے۔ اس لیے کہ حضرت نوح علیہ السلام لمک بن متوشلخ بن اخنوخ کے بیٹے تھے۔ آپ پہلے شخص تھے جنہوں نے ستاروں اور ریاضی میں غور و خوض کیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ان میں تصرف کے معجزات سے سرفراز فرمایا تھا۔ آپ پہلے نبی ہیں جنہوں نے اپنے قلم کو استعمال کرتے ہوئے خط کھینچا کپڑوں کی سلائی کی کیونکہ آپ درزی تھے اور سلے ہوئے کپڑے زیب تن کیے تھے اور جانوروں کی کھالوں سے جسم پوشی کرتے تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد آپ کو سب سے پہلے نبوت سے سرفراز کیا گیا تھا اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر تیس صحائف نازل کیے گئے تھے۔ آپ نے سب سے پہلے آلات حرب و ضرب ایجاد کیے تھے اور بنو قبیل کے خلاف جنگ میں استعمال کیے تھے۔ آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ناپ تول کے آلات ایجاد کیے۔ (روح المعانی ج۱۶ ص۱۶)

حضرت ادریس علیہ السلام کا آسمان چہارم یا آسمان ششم میں وفات پانا:

حضرت ادریس علیہ السلام آسمان چہارم میں ہیں یا آسمان ششم میں؟ اس بارے میں مختلف روایات ہیں۔ اسی طرح اس بات میں بھی مختلف روایات ہیں کہ آپ کا وصال ہو چکا ہے یا بقید حیات ہیں۔ متفق روایت کے مطابق شب معراج میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان چہارم پر آپ سے ملاقات کی' انہوں نے آپ کا استقبال کیا اور خوش آمدید کہا تھا۔

ہلال بن یساف کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے میری موجودگی میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ حضرت ادریس علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے: وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا یعنی ہم نے حضرت ادریس علیہ السلام کو بلند مقام کی طرف اٹھالیا تھا''۔ اس کا کیا مفہوم ہے؟ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریس علیہ السلام کی طرف یہ وحی نازل کی تھی کہ میں روزانہ تمہارے اتنے اعمال بلند کروں گا جتنے اعمال اولاد آدم علیہ السلام کے ہیں اور تم زیادہ اعمال کرنے کو پسند کرو۔ حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس ان کا ایک دوست فرشتہ آیا۔ آپ نے اس سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی نازل کی ہے کہ تم ملک الموت کو کہو کہ وہ میری روح قبض کرنے میں تاخیر سے کام لیں تاکہ میں زیادہ اعمال کر سکوں۔ وہ فرشتہ آپ کو اپنے پروں میں بٹھا کر آسمانوں کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب وہ آسمان چہارم میں پہنچا تو ملک الموت زمین پر اتر رہے تھے۔ فرشتہ نے حضرت ادریس علیہ السلام کے بارے میں وہی بات کہی جو حضرت ادریس علیہ السلام نے ان سے کہی تھی۔ ملک الموت نے دریافت کیا: حضرت ادریس علیہ السلام کہاں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: وہ میری پیٹھ پر ہیں۔ ملک الموت نے اظہار تعجب کرتے ہوئے کہا: مجھے تو حضرت ادریس علیہ السلام کی روح قبض کرنے کے لیے آسمان چہارم پر بھیجا گیا ہے' میں اسی سوچ و بچار میں تھا کہ میں ان کی روح کو آسمان چہارم پر کیسے قبض کروں گا حالانکہ وہ زمین پر موجود ہیں۔ پھر آسمان چہارم پر حضرت ادریس علیہ السلام کی روح قبض کر لی۔ (جامع البیان' رقم الحدیث ۱۷۹۱۷)

حضرت امام مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس آیت کی تفسیر و مفہوم کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا: حضرت ادریس علیہ السلام کو آسمانوں پر اسی طرح اٹھایا گیا تھا جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھایا گیا تھا لیکن آپ کی روح قبض نہیں کی گئی۔ اس کے دو مطالب ہو سکتے ہیں:

(۱) حضرت ادریس علیہ السلام ابھی تک بقید حیات ہیں' یہ محل نظر ہے۔

(۲) آپ کو آسمانوں پر اٹھایا گیا ہو اور وہاں ان کی روح بھی قبض کر لی گئی ہو' یہ صورت حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی روایت سے متضاد نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام کو آسمان ششم میں لے جایا گیا اور وہاں آپ کی روح قبض کر لی گئی۔ متفق کی روایت کے مطابق آپ کو آسمان چہارم میں اٹھایا گیا تھا۔ حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق حضرت ادریس علیہ السلام جنت میں ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت الیاس علیہ السلام کا دوسرا نام حضرت

ادریس علیہ السلام ہیں۔ حدیث معراج میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو حضرت آدم اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کی طرح استقبال کرتے ہوئے کہا: نیک بھائی اور نیک نبی کو مرحبا ہو لیکن نیک بیٹا کو مرحبا ہو نہیں کہا تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد میں سے نہیں ہیں مگر یہ قطعی دلیل نہیں ہو سکتی۔ تاہم یہ ممکن ہے کہ انکساری کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی کہا ہو اور بیٹا نہ کہا ہو۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۱۵۸)

حضرت ادریس علیہ السلام کا جنت میں زندہ ہونا:

اللہ تعالیٰ کے حکم اور اجازت سے حضرت ادریس علیہ السلام جنت میں داخل ہوئے اور اب بھی وہاں موجود ہیں جبکہ انہیں جنت سے نکالا نہیں جائے گا۔ حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس طرح اولاد آدم کے اعمال اوپر چڑھائے جاتے ہیں اسی طرح حضرت ادریس علیہ السلام کے اعمال بھی اوپر چڑھائے جاتے تھے۔ حضرت ملک الموت کو حضرت ادریس علیہ السلام سے محبت ہو گئی۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دوستی کی اجازت حاصل کی جو انہیں دے دی گئی۔ انسانی صورت میں وہ زمین پر آنے جانے لگے اور ان کی رفاقت میں رہنے لگے۔ جب حضرت ادریس علیہ السلام کو علم ہوا کہ یہ فرشتہ اور ملک الموت ہیں تو ایک دن آپ نے فرمایا: مجھے آپ سے ایک کام ہے؟ دریافت کیا: کیا کام ہے؟ کہا: آپ مجھے موت کا ذائقہ چکھائیں، کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ اس کی تکلیف کا علم ہو جائے اور میں اس کی تیاری شروع کر دوں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزرائیل علیہ السلام سے فرمایا: تم ایک لمحہ کے لیے ان کی روح قبض کر لو! پھر انہیں اپنی حالت میں چھوڑ دینا۔ حضرت ملک الموت نے حسب حکم اسی طرح کیا، پھر ملک الموت نے دریافت کیا: آپ نے موت کو کیسا پایا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: میں نے جتنا سنا تھا اس سے زیادہ سخت پایا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: میری خواہش ہے کہ آپ مجھے جہنم کا معائنہ کرائیں۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام نے آپ کو جہنم کا معائنہ کرایا پھر فرمایا: میں پسند کرتا ہوں کہ آپ مجھے جنت کی سیر کرائیں؟ حضرت ملک الموت نے جنت کی سیر کرائی، آپ جنت میں داخل ہو کر گھومنے لگے، حضرت عزرائیل علیہ السلام نے جنت سے باہر آنے کا کہا لیکن حضرت ادریس علیہ السلام نے جواب دیا: قسم بخدا! میں جنت سے باہر نہیں آؤں گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ خود مجھے جنت سے باہر آنے کا حکم فرمائے۔ دونوں کے مابین کشیدگی پیدا ہو گئی۔ دونوں کے درمیان فیصلہ کرانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا۔ فرشتہ نے حضرت ملک الموت سے دریافت کیا: آپ کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے پورا واقعہ سنا دیا۔ پھر حضرت ادریس علیہ السلام سے دریافت کیا: آپ کیا چاہتے ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ارشاد خداوندی ہے: كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ (آل عمران: ۱۸۵) ہر جان نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے"۔ سو میں موت کا ذائقہ چکھ چکا ہوں۔ فرمان خداوندی ہے: وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا (مریم: ۷۱) تم میں سے ہر شخص جہنم پر وارد ہوگا"۔ میں جہنم پر وارد ہو چکا ہوں۔ رب کائنات نے اہل جنت کے بارے میں فرمایا: وَمَاهُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ (الحجر: ۸)

وہ جنت سے باہر نہیں نکالے جائیں گے۔ پس قسم بخدا! میں جنت سے باہر نہیں نکلوں گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ خود مجھے جنت سے باہر نکلنے کا حکم صادر فرما دے۔ پھر ہاتف غائب کی طرف سے آواز آئی: یہ میرے اذن سے جنت میں داخل ہوئے ہیں، انہوں نے جو کچھ کیا ہے میرے حکم سے کیا ہے اور ان کا راستہ چھوڑ دو"۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱۱ ص ۴۳)

سوال: اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا اور حضرت ادریس علیہ السلام کا زمانہ بہت پہلے کا ہے تو پھر آپ کو قرآنی آیات کا علم کیسے ہوا جو انہوں نے فرشتہ کے جواب میں بطور دلیل پیش کر دیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ادریس علیہ السلام کو ان آیات کا علم بذریعہ وحی دیا گیا تھا یعنی ہر جاندار نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے، ہر شخص کو جہنم کے اوپر سے گزرنا ہے اور جو شخص جنت میں داخل ہوگا اسے وہاں سے نکالا نہیں جائے گا۔

حضرت ادریس علیہ السلام کے اٹھائے جانے کے مفہوم اور ان کی زندگی کے بارے میں اقوال مفسرین:

حضرت ادریس علیہ السلام کو بلندی کی طرف اٹھایا گیا، اس کے مفہوم میں متعدد اقوال ہیں جو حسب ذیل ہیں:

۱- اس سے مراد مراتب و درجات کی بلندی مراد ہے۔

۲- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق آپ چوتھے آسمان میں ہیں۔

۳- آپ کو شرف نبوت اور مقام قرب عطا کیا گیا۔

۴- آپ چھٹے آسمان میں ہیں۔

حضرت ادریس علیہ السلام کی حیات:

ممات اور مقام قیام میں بھی مفسرین کے مختلف اقوال ہیں:

۱- چھٹے آسمان پر آپ کی روح قبض کر لی گئی تھی۔

۲- آپ چوتھے آسمان میں بقید حیات ہیں۔

۳- آپ جنت میں بقید حیات ہیں۔

۴- چار انبیاء بقید حیات ہیں:

(۱) حضرت خضر (۲) حضرت الیاس (۳) حضرت ادریس (۴) حضرت عیسیٰ علیہم السلام۔

اول الذکر دونوں آسمان میں ہیں اور موخر الذکر دونوں زمین میں ہیں۔

۵- چوتھے آسمان میں آپ کی روح قبض کی گئی تھی۔

3083 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا يَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ ذَرٍّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: لِجِبْرِيْلَ مَا يَمْنَعُكَ اَنْ تَزُوْرَنَا اَكْثَرَ مِمَّا تَزُوْرُنَا قَالَ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ) اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

3083- اخرجه البخاري (۳۰۲/۶): كتاب بدء الخلق: باب: ذكر الملائكة، حديث (۳۲۱۸)، و اطرافه من (۴۷۳۱، ۷۴۰۵)، و احمد (۲۳۱/۱، ۲۳۳، ۳۵۷)

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ عُمَرَ بْنِ ذَرٍّ نَحْوَهُ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما یہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے یہ کہا: کیا وجہ ہے کہ تم ہمارے پاس جتنا آتے ہو اس سے زیادہ کیوں نہیں آتے؟

راوی بیان کرتے ہیں، تو یہ آیت نازل ہوئی:

''ہم صرف آپ ﷺ کے پروردگار کے حکم کے مطابق نازل ہوتے ہیں' ہمارے آگے اور ہمارے پیچھے' جو کچھ ہے سب اسی کی ملکیت ہے۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

شرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے حضرت جبرئیل علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کے حکم کا مامور ہونا:

ارشادِ خداوندی ہے:

وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ۝ (مریم: ۶۴)

''اور ہم محض آپ کے پروردگار کے حکم سے نازل ہوتے ہیں۔ ہمارے آگے' ہمارے پیچھے اور جو کچھ اس کے درمیان ہے وہ سب اس کی ملکیت ہے اور آپ کا پروردگار بھولنے والا نہیں ہے''۔

اس آیت کا شانِ نزول اور تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مسلسل وحی لے کر حاضر ہوتے رہے۔ ایک موقع ایسا آیا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے چند ایام تک وحی پیش کرنے سے تاخیر کر دی تو کفار کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ اعتراض کیا گیا کہ آپ کے پروردگار نے آپ کو چھوڑ دیا ہے اور اس صورتحال سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت پریشان ہوئے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام وحی لے کر حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: اے جبرائیل! آپ نے آنے میں تاخیر کیوں کی ہے؟ اس موقع پر ہدایت نازل کی گئی جس میں اس سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اور دوسرے فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مامور ہیں اور جب انہیں اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے' تو وہ حاضر ہوتے ہیں۔

یہ آیت جنت کے مضمون کے ضمن میں لائی گئی ہے اور اس میں بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں کو جنت ضرور ملے گی لیکن اس کا ایک وقت مقرر ہے' اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے احوال سے آگاہ ہے اور اس کی حکمت کا تقاضا ہے کہ قیامت قائم کی جائے' لوگوں کا حساب ہو پھر اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے مطابق مسلمان جنت میں داخل ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے یوں فرمایا: آپ ہم سے ملاقات کرنے کے لیے جتنی بار آتے ہیں اس سے زیادہ بار (یعنی بلا تاخیر کثرت سے) کیوں نہیں آتے؟ اس

سوال کے جواب میں یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی' جس میں بتایا گیا ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام اپنی مرضی سے حاضر خدمت نہیں ہوتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مامور ہیں اور یہ حکم جلدی ہو یا تاخیر سے ہو'وہ حاضر خدمت ہو جاتے ہیں۔

3084 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ اِسْرَآئِيْلَ عَنِ السُّدِّيِّ قَالَ سَاَلْتُ مُرَّةَ الْهَمْدَانِيَّ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا) فَحَدَّثَنِيْ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ حَدَّثَهُمْ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: يَرِدُ النَّاسُ النَّارَ ثُمَّ يَصْدُرُوْنَ مِنْهَا بِاَعْمَالِهِمْ فَاَوَّلُهُمْ كَلَمْحِ الْبَرْقِ ثُمَّ كَالرِّيْحِ ثُمَّ كَحُضْرِ الْفَرَسِ ثُمَّ كَالرَّاكِبِ فِيْ رَحْلِهٖ ثُمَّ كَشَدِّ الرَّجُلِ ثُمَّ كَمَشْيِهٖ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَّرَوَاهُ شُعْبَةُ عَنِ السُّدِّيِّ وَلَمْ يَرْفَعْهُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ السُّدِّيِّ عَنْ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ (وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا) قَالَ يَرِدُوْنَهَا ثُمَّ يَصْدُرُوْنَ بِاَعْمَالِهِمْ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ السُّدِّيِّ بِمِثْلِهٖ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قُلْتُ لِشُعْبَةَ اِنَّ اِسْرَآئِيْلَ حَدَّثَنِيْ عَنِ السُّدِّيِّ عَنْ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ شُعْبَةُ وَقَدْ سَمِعْتُهٗ مِنَ السُّدِّيِّ مَرْفُوْعًا وَّلٰكِنِّيْ عَمْدًا اَدَعُهٗ

◆◆ سدی بیان کرتے ہیں، میں نے مرہ ہمدانی سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں دریافت کیا:

''تم میں سے ہر ایک اس پر وارد ہوگا''

تو انہوں نے مجھے یہ حدیث سنائی: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو یہ حدیث سنائی: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: سب لوگ جہنم پر سے گزریں گے'اور وہ اس میں سے اپنے اعمال کے حساب سے گزریں گے' جو سب سے پہلے مرتبے کے ہوں گے وہ بجلی کے کوندے کی طرح گزریں گے' پھر بعد والے ہوا کی طرح گزریں گے' پھر گھوڑے کی رفتار سے گزریں گے' پھر اونٹ کے سوار کی طرح گزریں گے' پھر انسان کے عام دوڑنے کی طرح گزریں گے'اور پھر پیدل چلنے کی طرح گزریں گے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔ اس کو شعبہ نے سدی کے حوالے سے نقل کیا ہے' لیکن اس کو ''مرفوع'' حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں یہ بیان کرتے ہیں:

''تم میں سے ہر ایک اس پر وارد ہوگا''

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ یہ فرماتے ہیں، لوگ اس پر آئیں گے'اور پھر اپنے اعمال کے حساب سے اس پر سے گزریں گے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی سدی سے منقول ہے۔

3084- اخرجه الدارمي (۲/۳۲۹): كتاب الرقاق: باب: ورود النار و احمد (۱/۴۳۳، ۴۳۴).

عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں، میں نے شعبہ سے دریافت کیا: اسرائیل نے یہ روایت سدی کے حوالے سے مرہ کے حوالے سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے روایت کی ہے تو شعبہ نے جواب دیا: میں نے یہ روایت "مرفوع" روایت کے طور پر سنی ہے لیکن میں نے جان بوجھ کر اسے چھوڑ دیا ہے (یعنی اسے "مرفوع" روایت کے طور پر نقل نہیں کیا)۔

شرح

ہر شخص کا جہنم کے اوپر سے گزرنا:

ارشاد ربانی ہے:

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۝ (مریم:٧١)

"اور بیشک تم میں سے ہر شخص کو جہنم کے اوپر سے گزرنا ہوگا' اس سلسلہ میں آپ کے پروردگار کی طرف سے قطعی فیصلہ شدہ ہے"۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے کہ ہر انسان خواہ مسلمان یا کافر اور خواہ مرد یا عورت سب کو دوزخ کے اوپر سے گزرنا ہوگا' کیونکہ جنت میں جانے کے لیے راستہ جہنم کے اوپر ہوگا اور وہ پل صراط ہے جو جہنم کی پشت پر بچھایا جائے گا۔ اعمال کے اعتبار سے لوگوں کے گزرنے کی رفتار مختلف ہوگی:

(١) بعض لوگ بجلی کی رفتار سے گزریں گے۔

(٢) بعض لوگ ہوا کی رفتار سے گزریں گے۔

(٣) بعض لوگ گھوڑے کی رفتار سے گزریں گے۔

(٤) بعض لوگ اونٹ کی رفتار سے۔

(٥) بعض دوڑنے والے شخص کی رفتار سے گزریں۔

(٦) بعض لوگ پیدل چلنے والے شخص کی رفتار سے گزریں گے۔

(٧) بعض لوگ لڑکھڑاتے گزریں گے۔

(٨) کفار و مشرکین ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکیں گے کہ وہ جہنم میں گر جائیں گے اور وہ دوائی طور پر اس میں رہیں گے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ جہنم کے اوپر پل بچھایا جائے گا۔ شفاعت کی اجازت مل جائے گی اور انبیاء علیہم السلام عرض گزار ہوں گے: اے اللہ! سلامت رکھ اے اللہ! سلامت رکھ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پل صراط کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: وہ ایک پھسلواں جگہ ہوگی اس کے دندانے کانٹوں کی طرح نوک دار ہوں گے۔ وہ لوہے کے کانٹوں کی طرح ہوں گے اور سعدان نامی جھاڑی کے کانٹوں کی مثل ہوں گے۔ بعض مسلمان پلک جھپکنے میں گزر جائیں گے' بعض بجلی کی رفتار سے' بعض آندھی کی طرح' بعض پرندوں کی رفتار سے' بعض تیز رفتار گھوڑوں کی طرح' بعض اونٹوں کی رفتار سے۔ یہ

سب لوگ بسلامت گزر جائیں گے۔ بعض مسلمان کانٹوں سے الجھتے ہوئے یہ راستہ (پل صراط) عبور کریں گے۔ بعض کانٹوں سے زخمی ہو کر دوزخ میں گر جائیں گے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جو مسلمان نجات حاصل کر کے جنت میں جائیں گے وہ اپنے ان بھائیوں کے بارے میں جو جہنم میں داخل ہو چکے ہوں گے' کو چھڑانے کے لیے اللہ تعالیٰ سے جھگڑا کریں گے جس طرح کوئی شخص کسی سے اپنا حق حاصل کرنے کے لیے کسی سے تنازع کرتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور یوں عرض کریں گے: اے ہمارے پروردگار! ان لوگوں نے ہمارے ساتھ روزے رکھے' ہمارے ساتھ نمازیں پڑھیں اور ہمارے ساتھ حج کیے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں کہا جائے گا ان لوگوں میں سے جن کو تم پہچانتے ہو انہیں جہنم سے نکال لو' ان لوگوں پر جہنم کی آگ حرام کی جائے گی۔ پھر اہل جنت کثیر تعداد میں جہنم سے مسلمانوں کو نکال لیں گے' ان میں سے بعض کو نصف پنڈلیوں تک اور بعض کو گھٹنوں تک آتش دوزخ نے جلا ڈالا ہو گا۔ (صحیح البخاری' رقم الحدیث ۴۵۸۱)

فائدہ نافعہ: اس آیت اور روایت کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ کفار کی طرح مسلمانوں کو بھی جہنم میں داخل کیا جائے گا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو دوزخ کے پاس لے جایا جائے گا اور پل صراط پر گزارا جائے گا پھر انہیں جنت میں داخل کیا جائے گا۔ تاہم کفار و مشرکین جہنم میں داخل کیے جائیں گے' وہ دائمی طور پر اس میں رہیں گے' ان کی شفاعت و سفارش نہیں ہو گی اور وہ ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

مسلمانوں کے دخول جہنم سے مراد بخار میں مبتلا ہونا ہے:

بعض علماء کا نقطہ نظر ہے کہ مسلمانوں کے دخول جہنم کے بارے میں جو بیان ہوا ہے اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ انہیں عملی طور پر جہنم میں داخل نہیں کیا جائے گا بلکہ انہیں (دنیا میں) بخار میں مبتلا کیا جائے گا اور بخار ہی ان کے حق میں دخول جہنم کے مترادف ہے۔ اس سلسلہ میں چند ایک احادیث مبارکہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- حضرت ابوریحانہ انصاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخار دوزخ کی بھٹی ہے اور یہ مومن کے لیے آگ کا حصہ ہے۔ (الترغیب والترہیب ج۲' ص۲۷۰)

۲- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بخار میں مبتلا ایک شخص کی عیادت کی اور میں بھی اس موقع پر موجود تھا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم مریض سے یوں مخاطب ہوئے تمہیں خوشخبری ہو' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ میری آگ ہے' جس مسلمان کو میں اس میں مبتلا کرتا ہوں اس کے لیے یہ آخرت کی آگ کا حصہ بن جاتا ہے۔

(مسند احمد' ج۲' ص۴۴۰)

۳- ابوالنضر اسلمی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے تین بچے وفات پا جائیں اور وہ ان پر صابر رہے تو یہ اس کے لیے جہنم سے ڈھال بن جائیں گے۔ ایک خاتون نے عرض کیا: یارسول اللہ! جس شخص کے دو بچے وفات پا جائیں اور وہ ان پر صبر کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: دو بچوں والے شخص کا بھی یہی حکم ہے۔

(مؤطا امام مالک' رقم الحدیث ۲۳۵)

۴- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کی اولاد اور اس کے اقارب پر مسلسل مصائب کا تسلط ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کا کوئی گناہ باقی نہیں ہوگا۔

(المستدرک للحاکم ج۱ ص ۳۴۶)

۵- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کی جان اس کے مال اور اس کی اولاد پر مصائب کا تسلط ہوتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملتا ہے کہ اس کا کوئی گناہ باقی نہیں رہتا۔

(الاستذکار رقم الحدیث ۱۱۷۶)

3085 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا نَادٰى جِبْرِيْلَ اِنِّىْ قَدْ اَحْبَبْتُ فُلَانًا فَاَحِبَّهُ قَالَ فَيُنَادِىْ فِى السَّمَآءِ ثُمَّ تَنْزِلُ لَهُ الْمَحَبَّةُ فِىْ اَهْلِ الْاَرْضِ فَذٰلِكَ قَوْلُ اللّٰهِ (اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا) وَاِذَا اَبْغَضَ اللّٰهُ عَبْدًا نَادٰى جِبْرِيْلَ اِنِّىْ اَبْغَضْتُ فُلَانًا فَيُنَادِىْ فِى السَّمَآءِ ثُمَّ تَنْزِلُ لَهُ الْبَغْضَاءُ فِى الْاَرْضِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوٰى عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا

◈◈ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرائیل علیہ السلام سے فرماتا ہے: میں فلاں شخص سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: پھر وہ آسمان میں یہ اعلان کرتے ہیں: پھر اس شخص کی محبت اہل زمین میں نازل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے مراد یہی ہے۔

''بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے عنقریب رحمٰن ان کے لیے محبت قائم کر دے گا۔''

جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو ناپسند کرتا ہے تو جبرائیل علیہ السلام سے فرماتا ہے: میں فلاں بندے کو ناپسند کرتا ہوں پھر وہ آسمان میں یہ اعلان کرتے ہیں: پھر اس شخص کے لیے زمین میں ناپسندیدگی نازل ہو جاتی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت عبدالرحمٰن کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے ابوصالح کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے

3085- اخرجه مالك (۹۵۳/۲): كتاب الشعر: باب: ماجاء فى المتحابين فى الله، حديث (۱۵)، و البخارى (۴۶۹/۱۳): كتاب التوحيد: باب: كلام الرب مع جبريل و نداء الله الملائكة، حديث (۷۴۸۵)، و مسلم (۲۰۳۰/۴): كتاب البر و الصلة و الآداب: باب: اذا احب الله عبدا حببه الى غيره، حديث (۲۶۳۷/۱۵۷)، واحمد (۲۶۷/۲، ۳۴۱، ۴۱۳، ۵۰۹)

حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند منقول ہے۔

شرح

صالح مومن سے تمام مخلوق کا محبت کرنا:

ارشاد خداوندی ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ٥ (مریم:۹۶)

''بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے عنقریب اللہ تعالیٰ ان کی محبت (مخلوق کے دلوں میں) ڈال دے گا''۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے' اسے اپنا محبوب بنالیتا ہے اور اسے اپنے قرب سے نوازتا ہے' تو حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرماتا ہے: اے جبرئیل میں فلاں اپنے بندے سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو! حضرت جبرئیل علیہ السلام آسمانوں میں اس کا اعلان کردیتے ہیں پھر اہل زمین کے دلوں میں اس کی محبت ڈال دی جاتی ہے۔ اسی طرح آسمانوں اور زمین کی مخلوق اس بندے سے محبت کرنا شروع کردیتی ہے۔ روز بروز لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور مخلوق اس کی اطاعت گزار و فرمانبردار بن جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی لوگ دلی طور پر حضور غوث اعظم' حضرت داتا گنج بخش ہجویری' حضرت خواجہ معین الدین چشتی' حضرت خواجہ خاوند محمود المعروف حضرایشان' حضرت مجدد الف ثانی' حضرت میاں میر قادری' حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی' علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی' حضرت خواجہ غلام دستگیر قصوری' حضرت امام احمد رضا خان بریلوی' حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی' حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری' حضرت شیر ربانی شرقپوری اور دیگر اولیاء و صالحین سے عقیدت و محبت رکھتے ہیں اور ان کی تعلیمات پر عمل کرنے میں سعادت تصور کرتے ہیں۔

اس کے برعکس اللہ تعالیٰ جس بندے سے نفرت کرتا ہے اس کے بارے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرماتا ہے: اے جبرئیل! میں فلاں بندے سے نفرت کرتا ہوں' تم بھی اس سے اظہار نفرت کرو۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام آسمانوں اور زمین میں اس کی نفرت کا اعلان کردیتے ہیں۔ تمام مخلوق کے دلوں میں اس کی نفرت ڈال دی جاتی ہے اور تمام اہل آسمان و اہل زمین اس سے نفرت کرنا شروع کردیتے ہیں مثلاً فرعون' نمرود' شداد' بخت نصر' ابوجہل' عتبہ' شیبہ اور یزید پلید وغیرہ لوگوں سے آج بھی اظہار نفرت کرتے ہیں۔

3086 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي الضُّحٰى عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ سَمِعْتُ خَبَّابَ بْنَ الْأَرَتِّ

3086۔ اخرجه البخاری (۳۷۲/٤): کتاب البیوع: باب: ذکر القین و الحداد، حدیث (۲۰۹۱)، و اطرافه من (۲۲۷۵، ۲٤۲۵، ٤۷۳۲، ٤۷۳۳، ٤۷۳٤، ٤۷۳٥، ۳۷۳٥)، ومسلم (۲۱۵۳/٤): کتاب صفات المنافقین و احکامهم، حدیث (۲۷۹٥/۳٥)، و احمد (۱۱۰/٥، ۱۱۱)۔

متن حدیث: يَقُوْلُ جِئْتُ الْعَاصَ بْنَ وَائِلٍ السَّهْمِيَّ اَتَقَاضَاهُ حَقًّا لِيْ عِنْدَهُ فَقَالَ لَا اُعْطِيْكَ حَتّٰى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ فَقُلْتُ لَا حَتّٰى تَمُوْتَ ثُمَّ تُبْعَثَ قَالَ وَاِنِّيْ لَمَيِّتٌ ثُمَّ مَبْعُوْثٌ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ اِنَّ لِيْ هُنَاكَ مَالًا وَّوَلَدًا فَاَقْضِيْكَ فَنَزَلَتْ (اَفَرَاَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا) الْاٰيَةَ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ نَحْوَهُ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

مسروق بیان کرتے ہیں، میں نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے، میں عاص بن وائل سہمی کے پاس آیا تا کہ اس سے اپنی رقم کی وصولی کر سکوں تو وہ بولا: میں تمہیں اس وقت تک ادائیگی نہیں کروں گا' جب تک (حضرت) محمد (ﷺ) کا انکار نہیں کرتے تو میں نے کہا: ایسا نہیں ہو سکتا' جب تک تم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں ہو جاتے۔ اس نے کہا: کیا جب میں مر جاؤں گا' تو مجھے پھر زندہ کیا جائے گا؟ میں نے کہا: ہاں۔ تو اس نے کہا: پھر تو مجھے وہاں بھی مال اور اولاد مل جائیں گے' تو میں تمہیں اس وقت ادائیگی کر دوں گا' تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

''تم نے اس شخص کو دیکھا ہے؟ جو ہماری آیات کا انکار کرتا ہے' اور یہ کہتا ہے: مجھے مال اور اولاد ضرور دیئے جائیں گے''

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

خوشحال متکبر کفار کی مذمت و وعید:

ارشاد خداوندی ہے:

اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَ قَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ۝ (مریم:۷۷)

''کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیات کا انکار کیا اور اس نے کہا: میں تب بھی مال اور اولاد دیا جاؤں گا''۔

اس آیت کا شان نزول اور کفار کی مذمت حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے عاص بن وائل سے قرضہ لینا تھا۔ میں اپنے قرضہ کا تقاضا کرنے کے لیے اس کے پاس گیا۔ قرض کا تقاضا کرنے پر عاص بن وائل نے کہا: میں تمہارا قرض اس شرط پر ادا کروں گا کہ آپ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا انکار کریں! میں نے جواب میں کہا: تم مر کر زندہ کیے جاؤ تب بھی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار نہیں کروں گا۔ چونکہ کفار مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کو محال و ناممکن تصور کرتے ہیں' اس لیے عاص بن وائل نے کہا: کیا میں مر کر دوبارہ زندہ کیا جاؤں گا؟ میں نے جواب میں کہا: ہاں ایسا ہوگا۔ اس نے کہا: دوبارہ زندہ کیے جانے پر بھی میرے پاس دولت اور اولاد ہوگی اور میں اس وقت بھی آپ کا قرض ادا کر سکوں گا۔ اس پر یہ

آیت مبارکہ نازل ہوئی جس میں کفار کے عقیدۂ آخرت، تکبر وغرور اور ان کی دولت و مال کی مذمت کی گئی ہے۔

فائدہ نافعہ: کفار کے عقائد ونظریات بے بنیاد اور غلط ہونے کی وجہ سے ان کے اعمال بھی قابل نفرت ہیں، لہٰذا انہیں بنیاد بنا کر کوئی امید رکھنا درست نہیں ہو سکتا۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ طٰهٰ

باب 21: سورۂ طٰہٰ سے متعلق روایات

3087 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ اَخْبَرَنَا صَالِحُ بْنُ اَبِی الْاَخْضَرِ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا قَفَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خَيْبَرَ اَسْرٰی لَيْلَةً حَتّٰی اَدْرَكَهُ الْكَرٰی اَنَاخَ فَعَرَّسَ ثُمَّ قَالَ يَا بِلَالُ اكْلَاْ لَنَا اللَّيْلَةَ قَالَ فَصَلّٰی بِلَالٌ ثُمَّ تَسَانَدَ اِلٰی رَاحِلَتِهٖ مُسْتَقْبِلَ الْفَجْرِ فَغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ فَنَامَ فَلَمْ يَسْتَيْقِظْ اَحَدٌ مِّنْهُمْ وَكَانَ اَوَّلَهُمْ اسْتِيْقَاظًا النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَیْ بِلَالُ فَقَالَ بِلَالٌ بِاَبِیْ اَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَخَذَ بِنَفْسِی الَّذِیْ اَخَذَ بِنَفْسِكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْتَادُوْا ثُمَّ اَنَاخَ فَتَوَضَّاَ فَاَقَامَ الصَّلٰوةَ ثُمَّ صَلّٰی مِثْلَ صَلَاتِهٖ لِلْوَقْتِ فِیْ تَمَكُّثٍ ثُمَّ قَالَ (اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ)

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْحُفَّاظِ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَذْكُرُوْا فِيْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ

توضیح راوی: وَصَالِحُ بْنُ اَبِی الْاَخْضَرِ يُضَعَّفُ فِی الْحَدِيْثِ ضَعَّفَهُ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ وَغَيْرُهُ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ جب خیبر سے واپس تشریف لا رہے تھے، تو رات کے وقت سفر کرتے ہوئے آپ ﷺ کو آرام کی ضرورت محسوس ہوئی۔ آپ ﷺ نے اپنی اونٹنی کو بٹھایا اور وہیں رات کے وقت پڑاؤ کر لیا۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے بلال! آج رات ہمارے لیے تم نے پہرہ دینا ہے (یعنی فجر کے وقت اٹھا دینا ہے)

راوی بیان کرتے ہیں: پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نوافل ادا کرنے شروع کیے پھر وہ اپنی سواری کے ساتھ ٹیک لگا کر مشرق کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئے اسی دوران ان کی آنکھ لگ گئی اور وہ سو گئے۔ ان سب لوگوں میں سے کوئی بھی بیدار نہیں ہوا۔ ان میں سے سب سے پہلے نبی اکرم ﷺ بیدار ہوئے۔ پھر آپ ﷺ نے دریافت کیا: اے بلال! (تم نے تو ہمیں جگانا تھا) تو حضرت بلال نے

3087- اخرجه مسلم (٦١٨/٢ - الابی): كتاب المساجد و مواضع الصلاة: باب: قضاء الصلاة الفائتة و استحباب تعجيل قضائها، حديث (٣٠٩/٦٨٠)، و ابوداؤد (١٧٢/١): كتاب الصلاة: باب: من نام عن صلاة او نسيها، حديث (٤٣٥)، والنسائی (٢٩٥/١، ٢٩٦): كتاب المواقيت: باب: اعادة من نام عن الصلاة لوقتها من الغد، حديث (٦١٨، ٦١٩)، و ابن ماجه (٢٢٧/١): كتاب الصلاة: باب: من نام عن الصلاة او نسيها، حديث (٦٩٧)۔

عرض کی، میرے والد آپ ﷺ پر قربان ہوں یا رسول اللہ ﷺ! مجھے بھی اسی ذات نے روک لیا تھا جس نے آپ ﷺ کو روک لیا تھا۔ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہاں سے روانہ ہو جاؤ! پھر (کچھ آگے جا کر) نبی اکرم ﷺ نے اپنے جانوروں کو بٹھایا۔ آپ ﷺ نے وضو کیا اور نماز ادا کی۔ آپ ﷺ نے یہ نماز اسی طرح ادا کی جس طرح نماز کو اس کے وقت میں ادا کرتے تھے یعنی ٹھہر ٹھہر کر نماز ادا کی۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

"میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث محفوظ نہیں ہے۔ کئی حفاظ نے زہری کے حوالے سے سعید بن مسیب کے حوالے سے نقل کیا ہے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایسا ہوا۔ ان حفاظ نے اس کی سند میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ نہیں کیا۔

اس روایت کے راوی صالح کو علم حدیث میں ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ یحییٰ بن سعید القطان اور دیگر محدثین نے اس شخص کے حافظے کے حوالے سے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

شرح

اس صورت کے آغاز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو طٰہٰ کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے جس وجہ سے سورہ کا نام "سورۂ طٰہٰ" تجویز کیا گیا ہے۔ یہ صورت مکی ہے جو آٹھ (۸) رکوع، ایک سو پینتیس (۱۳۵) آیات، ایک ہزار تین سو ایک (۱۳۰۱) الفاظ اور پانچ ہزار دو سو بتالیس (۵۲۴۲) حروف پر مشتمل ہے۔

جب نماز بھول کر یا نیند غالب آنے پر رہ جائے تو یاد آنے پر یا بیدار ہونے پر ادا کرنا:

ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ ○ (طٰہٰ: ۱۴)

"بے شک میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں پس آپ میری عبادت کریں اور میری یاد کے لیے نماز قائم کریں۔"

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ اس کا اختصار یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے واپس لوٹے تو پوری رات سفر کی وجہ سے رات کے آخری حصہ میں ایک مقام پر قیام کیا۔ آپ محو استراحت ہو گئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بیدار رہنے اور صبح کی نماز کے لیے بیدار (بذریعہ اذان) کرنے کا حکم دیا لیکن ان پر نیند نے غلبہ حاصل کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے بیدار ہوئے۔ حضرت بلال اور دیگر صحابہ کو بیدار کیا اور وہاں سے کوچ کرنے کا حکم دیا۔ پھر ایک مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وقتی نماز کی طرح نماز ادا فرمائی پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ ۔

یہاں مسئلہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسلمان عمداً نماز ترک نہیں کر سکتا تاہم سہواً یا سونے کی وجہ سے چھوٹ جائے تو اس کے یاد آنے یا بیدار ہونے پر حسب معمول نماز ادا کی جائے اور اگر متعدد لوگ ہوں تو جماعت ادا کی جائے۔ بصورت دیگر انفرادی طور پر

بھی نماز ادا کی جاسکتی ہے۔

کلمہ طیبہ پڑھنے کے فضائل:

جو شخص دل کی تصدیق اور زبان کے اقرار سے کلمہ طیبہ پڑھ لیتا ہے وہ مسلمان ہے اور وہ دائمی جہنمی نہیں رہتا بلکہ جنتی بن جاتا ہے۔ کلمہ طیبہ کی فضیلت کے حوالے سے چند ایک احادیث مبارکہ حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے ایمانوں کو تازہ رکھو! عرض کیا گیا یارسول اللہ! ہم کس چیز کے ذریعے اپنے ایمانوں کو تازہ رکھیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کی کثرت سے۔ (مسند احمد، ج۲، ص۳۵۹)

۲- حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے خلوص سے لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھا جنت میں داخل ہوگا۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ! خلوص کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے ان سے دور رہنا۔ (المعجم الاوسط، رقم الحدیث ۲۲۵۷)

۳- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! قیامت کے دن آپ کی شفاعت کا زیادہ حق دار کون ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوہریرہ! میرا یہی گمان تھا کہ تم سے پہلے یہ سوال کوئی نہیں کرے گا، پھر فرمایا: قیامت کے دن میری شفاعت کا زیادہ حق دار وہ شخص ہوگا جس نے اخلاص قلب کے ساتھ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھا ہوگا۔

۴- حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ایک سواری پر سوار تھے تو آپ نے تین بار فرمایا: اے معاذ بن جبل! انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں اطاعت کے لیے حاضر ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص صدق دل کے ساتھ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کو حرام قرار دے گا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں اس بارے میں لوگوں کو خوشخبری نہ سنا دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس طرح لوگ اس پر اعتماد کرلیں گے۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۱۲۸)

۵- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کی شہادت پیش کرنا جنت کی چابیاں ہیں۔ (مجمع الزوائد، ج۱، ص۱۶)

۶- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں فرماتے ہوئے سنا: بہترین ذکر لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ اور بہترین دعا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ہے۔

۷- حضرت عمر رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: مجھے ایک کا علم دیا گیا ہے کہ جو شخص بھی وہ دل سے پڑھے گا پھر تادم مرگ اس پر قائم رہے گا تو اس پر جہنم حرام قرار پائے گا۔ وہ کلمہ ہے: لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ۔
(المستدرک للحاکم، ج۱، ص۷۲)

۸- حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ اس وقت

سفید چادر اوڑھے محوِ آرام تھے، جب میں دوبارہ حاضر ہوا تو آپ بیدار ہو چکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھ کر دنیا سے رخصت ہو جائے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! خواہ وہ شخص زنا کرے اور چوری کرے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خواہ وہ زنا کرے اور چوری کرے۔ میرے عرض کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار یہ الفاظ دہرائے۔ آخری بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خواہ وہ زنا کرے اور چوری کرے۔ ابوذر کی ناک خاک آلود ہو۔

(سنن نسائی، رقم الحدیث ۱۱۱۶)

عمداً ترکِ نماز سے اس کی قضا واجب ہونا:

جو شخص عمداً تارکِ نماز ہو، اس پر بھی نماز کا قضا کرنا واجب ہے اور ترکِ نماز کے سبب وہ گناہگار ہوگا۔ یہ جمہور فقہاء کا مؤقف ہے۔ داؤد ظاہری کا مؤقف ہے اس پر نماز کا قضا کرنا واجب نہیں ہے تاہم عمداً تارکِ صلوٰۃ گناہگار ہوگا۔ بھول کر یا سونے سے نماز چھوڑ جانے سے آدمی گناہگار نہیں ہوگا' کیونکہ اس صورت میں وہ مرفوع القلم تصور ہوگا۔ جمہور فقہاء کرام نے اس آیت سے استدلال کیا۔ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ ۔ اور تم نماز قائم کرو۔ نماز وقت میں پڑھی جائے یا وقت گزرنے کے بعد، آیت کا تقاضا ہے کہ اس کی قضا واجب ہے۔ اسی طرح بھولنے اور سونے والے پر بھی نماز کا قضا کرنا واجب ہے خواہ وہ گناہگار نہیں ہوگا۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَام

باب 22: سورہ انبیاء سے متعلق روایات

3088 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ دَرَّاجٍ عَنْ اَبِى الْهَيْثَمِ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: قَالَ الْوَيْلُ وَادٍ فِىْ جَهَنَّمَ يَهْوِىْ فِيْهِ الْكَافِرُ اَرْبَعِيْنَ خَرِيفًا قَبْلَ اَنْ يَّبْلُغَ قَعْرَهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ مَرْفُوْعًا اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ ابْنِ لَهِيعَةَ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''ویل'' جہنم میں ایک وادی ہے کافر شخص اس میں چالیس برس تک گرتا رہے گا' تو اس کی گہرائی میں پہنچے گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف ابن لہیعہ کی روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

شرح

جہنم کی وادی ویل کی گہرائی:

ارشادِ خداوندی ہے:

قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ○ (الانبیاء: ۱۴)

انہوں نے کہا: ہائے افسوس! بے شک ہم ظلم کرنے والے ہیں"۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ جس طرح اہل ایمان کے لیے اللہ تعالیٰ نے جنت تیار کر رکھی ہے اور اس کی وسعت کا اندازہ لگانا انسانی طاقت سے باہر ہے اسی طرح کفار و مشرکین کے لیے دائمی مقام تیار کر رکھا ہے جسے جہنم کہا جاتا ہے۔ اس کی ایک وادی کا نام "ویل" ہے، اس کی وسعت کا اندازہ لگانا بھی دشوار ہے تاہم زبان نبوت سے اس کی وسعت یوں بیان کی گئی ہے کہ اگر کسی کافر و مشرک کو اس کے کنارے سے پھینکا جائے تو وہ چالیس سال کے طویل ترین عرصہ میں اس کی گہرائی تک پہنچ سکے گا۔

3089 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُجَاهِدُ بْنُ مُوْسَى الْبَغْدَادِيُّ وَالْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ الْاَعْرَجُ بَغْدَادِيٌّ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ غَزْوَانَ اَبُوْ نُوحٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ رَجُلًا قَعَدَ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِيْ مَمْلُوْكِيْنَ يُكَذِّبُوْنَنِيْ وَيَخُوْنُوْنَنِيْ وَيَعْصُوْنَنِيْ وَاَشْتُمُهُمْ وَاَضْرِبُهُمْ فَكَيْفَ اَنَا مِنْهُمْ قَالَ يُحْسَبُ مَا خَانُوْكَ وَعَصَوْكَ وَكَذَّبُوْكَ وَعِقَابُكَ اِيَّاهُمْ فَاِنْ كَانَ عِقَابُكَ اِيَّاهُمْ بِقَدْرِ ذُنُوْبِهِمْ كَانَ كَفَافًا لَّا لَكَ وَلَا عَلَيْكَ وَاِنْ كَانَ عِقَابُكَ اِيَّاهُمْ دُوْنَ ذُنُوْبِهِمْ كَانَ فَضْلًا لَكَ وَاِنْ كَانَ عِقَابُكَ اِيَّاهُمْ فَوْقَ ذُنُوْبِهِمْ اقْتُصَّ لَهُمْ مِنْكَ الْفَضْلُ قَالَ فَتَنَحَّى الرَّجُلُ فَجَعَلَ يَبْكِيْ وَيَهْتِفُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا تَقْرَاُ كِتَابَ اللّٰهِ (وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَّاِنْ كَانَ مِثْقَالَ) الْاٰيَةَ فَقَالَ الرَّجُلُ وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَجِدُ لِيْ وَلِهٰؤُلَآءِ شَيْئًا خَيْرًا مِّنْ مُّفَارَقَتِهِمْ اُشْهِدُكُمْ اَنَّهُمْ اَحْرَارٌ كُلُّهُمْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَزْوَانَ وَقَدْ رَوٰى اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَزْوَانَ هٰذَا الْحَدِيْثَ

◆◆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، ایک شخص نبی اکرم ﷺ کے سامنے آ کر بیٹھا۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میرے پاس کچھ غلام ہیں جو میرے ساتھ جھوٹ بولتے ہیں، میرے ساتھ خیانت کرتے ہیں، میری نافرمانی کرتے ہیں اور میں بھی انہیں گالیاں دے دیتا ہوں، ان کی پٹائی کر دیتا ہوں۔ آپ ﷺ مجھے بتائیں (آخرت میں) میرا اور ان کا انجام اس حوالے سے کیا ہوگا؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ لوگ تمہارے ساتھ جو خیانت کرتے ہیں، جو تمہاری نافرمانی کرتے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں اور تم جو انہیں سزا دیتے ہو اس کا حساب لیا جائے گا۔ اگر تمہاری دی ہوئی سزا ان لوگوں کی زیادتی کے برابر ہوگی، تو معاملہ برابر برابر چھوٹ جائے گا، نہ تمہیں کچھ ملے گا نہ ان پر کچھ عائد ہوگا اور اگر تمہاری ان کو دی ہوئی سزا ان لوگوں کی کی ہوئی زیادتی سے کم ہوگی، تو تمہیں اضافی (اجر و ثواب) مل جائے گا اور اگر تمہاری انہیں دی جانے والی سزا ان کے جرم سے

3089- اخرجه احمد (٦/٢٨٠).

زیادہ ہوئی تو پھر اس اضافی سزا کا تم سے قصاص لیا جائے گا۔

راوی بیان کرتے ہیں: وہ شخص اٹھ کر ایک طرف ہوتے ہوئے واپس جانے لگا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم نے اللہ کی کتاب میں یہ نہیں پڑھا:

''قیامت کے دن ہم انصاف کا ترازو قائم کریں گے اور کسی بھی شخص پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا خواہ وہ رائی کے دانے کے وزن جتنا ہو۔''

اس شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! اللہ کی قسم! مجھے اپنے لیے اور ان کے لیے اس سے بہتر کوئی چیز محسوس نہیں ہوئی کہ ان سے علیحدگی اختیار کی جائے۔ میں آپ ﷺ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں یہ سب آزاد ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف عبدالرحمٰن نامی راوی کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔ امام احمد بن حنبل نے اسے عبدالرحمٰن نامی راوی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

شرح

اس سورہ میں انبیاء علیہم السلام کے احوال بالتفصیل بیان ہوئے ہیں جس وجہ سے اس کا نام ''سورۃ الانبیاء'' تجویز ہوا۔ یہ سورہ مکی ہے جو سات (۷) رکوع، ایک سو بارہ (۱۱۲) آیات، ایک ہزار ایک سو اڑسٹھ (۱۱۶۸) کلمات اور چار ہزار آٹھ سو نوے (۴۸۹۰) حروف پر مشتمل ہے۔

قیامت کے دن میزان عدل قائم کیے جانا:

ارشادِ خداوندی ہے:

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ○ (الانبیاء: ۴۷)

اور قیامت کے دن ہم انصاف کی ترازو رکھیں گے، کسی شخص پر بالکل ظلم نہیں ہوگا اور اگر کسی کا عمل رائی کے دانے کے برابر ہوگا تو ہم اس کو لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے کے لیے کافی ہیں''۔

میزان میں اعمال وزن کرنا احادیث کی روشنی میں:

قیامت کے دن قیام میزان اور اس میں اعمال کا وزن کرنا حق ہے اور اس بارے میں قرآن وسنت کے کثیر دلائل موجود ہیں۔

اس مسئلہ سے متعلق چند ایک احادیث مبارکہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور یوں عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ! میرے پاس دو غلام ہیں جو میری تکذیب کرتے ہیں، میری خیانت کرتے ہیں اور میری نافرمانی کرتے ہیں۔ میں انہیں برا کہتا ہوں، انہیں سزا دیتا ہوں اور میرا آخرت میں ان کے ساتھ کیسے معاملہ ہوگا؟ آپ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ جو تمہاری تکذیب کرتے ہیں، خیانت کا ارتکاب کرتے ہیں اور نافرمانی کرتے ہیں، کو تمہاری سزا کے ساتھ وزن کیا جائے گا۔ اگر تمہاری سزا ان کے جرائم کے مطابق ہوگی تو معاملہ صاف ہو جائے گا اور اس صورت میں نہ تمہیں ثواب ہوگا اور نہ عتاب۔ اگر تمہاری سزا ان کے جرائم سے کم ہوگی تو تمہارے لیے ثواب وفضیلت ہوگی اور اگر تمہاری طرف سے دی جانے والی سزا ان کے جرائم سے زیادہ ہوگی تو تم سے بدلہ لیا جائے گا۔ آپ کی گفتگو (جواب) سن کر وہ شخص رونے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر یہ آیت پڑھی: وَ نَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَیْئًا ط وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَیْنَا بِهَا ط (الانبیاء:۴۷)

اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو رکھیں گے سو کسی شخص پر بالکل زیادتی نہیں ہوگی اور اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوئی تو ہم اسے لے آئیں گے۔

اس شخص نے کہا اب ان غلاموں سے نجات حاصل کرنے کا میرے لیے یہی طریقہ ہے کہ میں انہیں آزاد کر دوں اور ساتھ ہی اس نے ان کی آزادی کا اعلان کر دیا۔ (مسند احمد، ج ۶، ص ۲۸۰)

۲- حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ میری امت کے ایک شخص کو الگ کھڑا کرے گا، اس کے گناہوں کے ننانوے رجسٹر پیش کیے جائیں گے جو منتہاء بصر تک پھیلے ہوئے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: کیا تم ان میں سے کسی چیز کا انکار کرتے ہو؟ وہ عرض کرے گا: میرے پروردگار! نہیں۔ ارشاد خداوندی ہوگا کیا تمہارا کوئی عذر ہے؟ وہ عرض کرے گا: اے میرے پروردگار! میرا کوئی عذر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیوں نہیں؟ ہمارے پاس تمہاری ایک نیکی موجود ہے، آج تم پر بالکل ظلم نہیں کیا جائے گا۔ پھر ایک پرچی نکالی جائے گی جس پر یہ عبارت تحریر ہوگی: اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا: تم یہ پرچی اپنی میزان میں رکھو! وہ شخص عرض کرے گا: اے پروردگار! ان رجسٹروں کے مقابل اس پرچی کا کیا وزن ہوگا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم پر ظلم نہیں ہوگا۔ پھر گناہوں کے رجسٹر ایک پلڑے میں رکھے جائیں گے اور وہ پرچی دوسرے پلڑے میں رکھی جائے گی، رجسٹروں کا پلڑا ہلکا ہوگا اور پرچی والا پلڑا بھاری ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے نام کا مقابلہ وزن کے لحاظ سے کوئی چیز نہیں کر سکتی۔

(سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۴۳۰۰)

۳- حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن آدم کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور اسے میزان کے دونوں پلڑوں کے درمیان کھڑا کیا جائے گا، اس کے پاس ایک فرشتہ موجود ہوگا۔ اگر اس کے اعمال کا پلڑا بھاری ہوا تو وہ بلند آواز سے اعلان کرے گا جسے تمام مخلوق سنے گی کہ فلاں شخص اس طرح کامیاب ہوا کہ وہ نامراد نہیں ہوگا۔ اگر اس کے اعمال کا پلڑا ہلکا ہوا تو فرشتہ بلند آواز سے اعلان کرے گا جسے تمام مخلوق سنے گی کہ فلاں شخص ایسا ناکام ہوا ہے کہ وہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔

(اتحاف السادۃ المتقین، ج ۱، ص ۴۷۷)

۴- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میزان کے دو پلڑے ہیں، ایک پلڑا ایسا ہوگا جس میں نیکیوں اور

برائیوں کو وزن کیا جائے گا، نیکیوں کو خوبصورتی سے میزان کے پلڑے میں رکھا جائے گا' وہ پلڑا بھاری ہو گا پھر جنت میں اس کے مرتبہ میں رکھ دیا جائے گا۔ پھر مسلمان سے کہا جائے گا کہ تم اپنے عمل کے مطابق جنت میں چلے جاؤ۔ وہ اعمال کی پہچان کی وجہ سے جنت میں پہنچ جائے گا۔ ایک شخص کے گناہوں کو بری صورت میں میزان کے ایک پلڑے میں رکھا جائے گا، وہ پلڑا ہلکا ہو گا اور باطل ہلکا ہی ہوا کرتا ہے، پھر اسے جہنم میں پھینکا جائے گا اور اسے کہا جائے گا کہ دوزخ میں جا کر اپنے اعمال سے مل جاؤ اور وہ اپنے اعمال کی وجہ سے جہنم میں اپنا ٹھکانہ پہچان لے گا اور اس عذاب کو بھی جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے تیار کیا ہے۔

(شعب الایمان، رقم الحدیث ۲۸۲)

میزان میں اعمال وزن کرنے کی وجوہات:

قیامت کے دن میزان عدل قائم کرنے اور اس پر لوگوں کے اعمال وزن کیے جائیں گے۔ سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے علم ازلی وابدی کے مطابق جانتا ہے کہ کس کے اعمال زیادہ ہیں اور کس کے کم ہیں، کس کے برے ہیں اور کس کے اچھے ہیں تو پھر میزان عدل قائم کرنے کا کیا فائدہ ہے؟

جواب: اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے علم ازلی وابدی کے مطابق تمام مخلوق کے اعمال سے آگاہ ہے خواہ وہ اعمال صالحہ ہوں یا اعمال سیئہ لیکن اس کے باوجود قیامت کے دن ان کا وزن کیا جائے گا، اس کی متعدد وجوہات ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ لوگوں کو اس بات کا علم ہو جائے گا کہ ان پر ظلم و زیادتی نہیں ہوئی بلکہ انصاف کی بنیاد پر انہیں ثواب یا عذاب دیا گیا ہے۔

۲۔ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا انہیں اس حقیقت کا علم ہو جائے گا کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا کتنا کرم ومہربانی ہے۔

۳۔ لوگوں کو اس حقیقت سے آگاہی ہو جائے کہ ان کے گناہ کس قدر زیادہ ہیں اور نیکیاں کس قدر کم ہیں پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے انہیں معاف کر کے احسان ومہربانی کی ہے۔

۴۔ لوگوں کو اس بات سے مطلع کرنا مقصود ہو کہ ان کے گواہ انبیاء، اولیاء، صالحین، شہداء اور علماء کی شفاعت کی وجہ سے معاف کیے گئے ہیں۔

میزان عدل میں کامیابی کے لیے حقوق العباد کی ادائیگی کی ضرورت واہمیت:

قیامت کے دن میزان قائم کیے جانے اور اس پر اعمال کے وزن کرنے کا جو نظریہ اسلام نے پیش کیا ہے اس کے کئی مقاصد ہو سکتے ہیں لیکن کلیدی مقصد یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی میں ایسے اعمال وامور انجام دے جو اس کے لیے آخرت میں مفید ونافع ہوں مثلاً اسلامی عقائد کی اصلاح، حقوق اللہ یعنی نماز، زکوۃ، روزہ اور حج ادا کرنا۔ علاوہ ازیں حقوق العباد یعنی والدین سے حسن سلوک، ہمسایوں کے حقوق، اعزاء واقارب سے صلہ رحمی، غرباء کی مالی واخلاقی معاونت اور حسب طاقت قرض حسنہ سے کسی کی مدد کرنا وغیرہ۔ امور سیئہ مثلاً زنا کاری، چغل خوری، شراب نوشی، سود، چوری چکاری، رزق حرام کا حصول اور جھوٹ وغیرہ سے مکمل اجتناب کرے۔

اس سلسلے میں چند ایک احادیث مبارکہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن حقوق والوں کو ان کے حقوق دیئے جائیں گے حتیٰ کہ سینگوں والی بکری سے بغیر سینگوں کے بکری کا بدلہ لیا جائے گا۔ (المعجم الکبیر، ج 23، ص ۳۶۴)

۲- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم لوگ جانتے ہو کہ مفلس کون ہوتا ہے؟ مسلمانوں نے جواباً عرض کیا: ہمارے ہاں مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس درہم ودینار نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نمازوں، روزوں اور زکوٰۃ لے کر آئے گا لیکن اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت عائد کی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا۔ پس اس کی نیکیاں ان کو دی جائے گی، ان کے حقوق سے قبل اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو ان کے گناہ اس پر ڈالے جائیں گے۔ پھر اس شخص کو جہنم میں پھینکا جائے گا۔

(صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۵۸۲)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے حقوق العباد معاف ہونا:

اللہ تعالیٰ اپنی مشیت سے قیامت کے دن اپنے حقوق لوگوں کو معاف کر دے گا لیکن حقوق العباد معاف نہیں کرے گا' کیونکہ وہ عباد سے متعلق ہوتے ہیں۔ تاہم اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے حقوق العباد بھی معاف کر دے گا۔ اس بارے میں چند ایک روایات ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ قیامت کے دن ایک مسلمان اپنے مقروض کو پکڑ کر اسے کہے گا: میں نے اس شخص سے قرض وصول کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں اپنے بندوں کا حق معاف کرنے کا زیادہ حق دار ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ قرض خواہ کو راضی کرے گا اور مقروض کو معاف کر دے گا۔ (حسن الظن باللہ، رقم الحدیث ۱۱۶)

۲- حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن جب جنتی لوگ جنت میں داخل ہو جائیں گے اور جہنمی لوگ جہنم میں داخل ہو جائیں گے جبکہ جن لوگوں کے ذمہ حساب رہ گا وہ باقی رہ جائیں گے۔ عرش کے نیچے ایک منادی یہ اعلان کرے گا: اے اہل محشر! تم باہم ایک دوسرے کو معاف کر دو اور تمہارا ثواب ہمارے ذمہ ہے۔

(مجمع الزوائد، ج ۱، ص ۳۵۵)

۳- حسن انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ ہم نے آپ کو ہنستے ہوئے دیکھا حتیٰ کہ آپ کی داڑھیں نمایاں ہو گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ پر میرے والدین نثار ہوں، آپ کس وجہ سے ہنستے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: میرے دو امتی اللہ تعالیٰ کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوں گے جن میں سے ایک عرض کرے گا: اے پروردگار! میرے اس بھائی سے میرا بدلہ لے دے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا: تم اپنے اس بھائی پر ظلم کرنے کا بدلہ دو۔ وہ عرض گزار ہوگا' اب میری نیکیوں میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ وہ شخص (مظلوم) عرض کرے گا: پھر میرے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑے اور چشمان مبارک سے آنسو جاری ہو گئے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ عظیم یوم ہوگا اور لوگ اس بات کو پسند کریں گے کہ ان کے گناہ ان سے ہٹا دیئے جائیں۔ پھر اللہ تعالیٰ طالب حق سے فرمائے گا: تم اپنا سر اٹھا کر جنتوں کی طرف دیکھو۔ وہ شخص اپنا سر اٹھا کر دیکھے گا اور عرض کرے گا: اے پروردگار! میں جنت میں چاندی اور سونے کے محلات دیکھ رہا ہوں جن میں موتی جڑے گئے ہیں۔ کیا یہ کسی نبی کے لیے ہیں یا کسی صدیق کے لیے ہیں یا پھر کسی شہید کے لیے؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوگا: یہ اس شخص کے لیے ہیں جو ان کی قیمت ادا کر سکتا ہے۔ وہ شخص عرض کرے گا: اے پروردگار! ان کی قیمت کون ادا کر سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کہے گا: تم ان کی قیمت ادا کر سکتے ہو۔ وہ پھر دریافت کرے گا: اے رب کائنات! ان کی قیمت کیا ہے؟ حکم ہوگا: تم اپنے بھائی کا ظلم معاف کر دو۔ وہ عرض کرے گا: میں نے انہیں معاف کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم اپنے بھلائی کو اپنے ساتھ لو اور اسے جنت میں داخل کر دو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈرو! باہم صلح سے رہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مسلمانوں کے درمیان صلح کرا دے گا۔ (المستدرک للحاکم، رقم الحدیث ۵۷۵۸)

وزن کیے جانے والوں کی اقسام:

وزن کیے جانے کے اعتبار سے آخرت میں لوگ تین قسم کے ہوں گے:

۱- متقین: یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے کبیرہ گناہ نہیں ہوں گے، ان کے اعمال صالحہ روشن پلڑے میں رکھے جائیں گے۔ ان کے صغائر کا وزن نہیں ہوگا اور تاریک پلڑا خالی ہوگا۔ کبائر سے اجتناب کی وجہ سے صغائر معاف کر دیئے جائیں گے۔

۲- مخلطین: یہ وہ مسلمان لوگ ہیں جن کے اعمال صالحہ کے علاوہ کبائر بھی ہوں گے۔ ان کے اعمال صالحہ روشن پلڑے میں اور برائیاں تاریک پلڑے میں رکھی جائیں گی۔ اگر ان کے اعمال صالحہ کثیر اور برائیاں قلیل ہوں گی تو انہیں جنت میں داخل کیا جائے گا خواہ اعمال صالحہ کا وزن معمولی سا زیادہ ہوگا۔ اگر ان کی برائیاں زیادہ اور اعمال صالحہ کم ہوں گے تو انہیں جہنم میں سزا دی جائے گی خواہ برائیوں کا وزن معمولی سا زیادہ ہوگا۔ ہاں اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے معاف بھی کر سکتا ہے۔ اگر ان کے اعمال صالحہ اور برائیوں کا وزن برابر ہوگا تو انہیں نہ جنت میں بھیجا جائے گا اور نہ جہنم میں بلکہ مقام اعراف میں رکھا جائے گا۔ یہ صورت تب ہے جب برائیوں کا تعلق حقوق اللہ سے ہوگا۔ اگر برائیوں کا تعلق حقوق العباد سے ہوگا تو پھر ان کی نیکیاں زیادہ ہوں گی تو نیکیوں کا ثواب بقدرے حقوق کم کر دیا جائے گا، اگر ان کی نیکیاں دینے اور ثواب کم کرنے کے باوجود حقوق العباد پورے نہ ہوتے ہوں گے تو اس صورت میں حق داروں کے گناہ ان کے پلڑے میں ڈال دیئے جائیں گے۔

۳- کفار و مشرکین: یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے اعمال صالحہ نہیں ہوں گے بلکہ تاریک پلڑے میں ان کے گناہ رکھے جائیں گے اور روشن پلڑا فارغ ہوگا۔ ان کے کفر و شرک کے نتیجہ میں اللہ کے حکم سے انہیں جہنم میں داخل کیا جائے گا۔

فائدہ نافعہ: مسلمان خواہ کتنے گناہگار ہوں گے بالآخر ان کی مغفرت ہو جائے گی اور ان کا دائمی مقام جنت ہوگا۔ ان کی مغفرت شفاعت کی وجہ سے ہوگی یا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان کا یقینی و دائمی مقام جنت ہوگا۔ نیک لوگوں کا وزن ان کی عزت افزائی کے لیے اور کفار کے اعمال کا وزن ان کی عزت افزائی کے لیے کیا جائے گا۔

اس بارے میں دو مشہور روایات درج ذیل ہیں:

۱- حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے بعض بندے ایسے ہوں گے جو نہ انبیاء ہوں گے اور نہ شہداء مگر قیامت کے دن قرب الٰہی کی وجہ سے انبیاء وشہداء ان کی تحسین فرمائیں گے۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی رضا کے لیے لوگوں سے محبت کریں گے، ان کا لوگوں سے رشتہ ناطہ نہیں ہوگا اور نہ کوئی مالی مفاد، ان کے چہرے نورانی ہوں گے، وہ نور پر فائز ہوں گے اور انہیں کوئی خوف لاحق نہیں ہوگا جبکہ لوگ خوفزدہ ہوں گے۔ جب لوگ غمگین ہوں انہیں غم نہیں ہوگا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: اَلَا اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ الخ ۔ (مشکوۃ، رقم الحدیث ۵۰۱۲)

۲- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں فرماتے ہوئے سنا: جو لوگ میری ذات سے محبت کرنے والے ہیں وہ نور کے منبروں پر فائز ہوں گے اور ان کی انبیاء واولیاء تحسین فرمائیں گے۔

(حلیۃ الاولیاء، ج۵، ص۱۲۱)

3090 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى الْأُمَوِيُّ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَقَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

متنِ حدیث: لَمْ يَكْذِبْ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَام فِي شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا فِي ثَلَاثٍ قَوْلِهِ (إِنِّي سَقِيمٌ) وَلَمْ يَكُنْ سَقِيمًا وَقَوْلُهُ لِسَارَةَ أُخْتِي وَقَوْلِهِ (بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هٰذَا)

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْتَغْرَبُ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ إِسْحٰقَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسٰى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کبھی کسی چیز کے بارے میں خلاف ظاہر بات نہیں کی' سوائے تین چیزوں کے۔ ایک ان کا یہ کہنا ''میں بیمار ہوں'' حالانکہ وہ اس وقت بیمار نہیں تھے۔ دوسرا ان کا ''حضرت سارہ کے بارے میں یہ کہنا' یہ میری بہن ہے'' اور تیسرا ان کا یہ کہنا ''یہ کام ان میں سے بڑے بت نے کیا ہے۔''

یہی روایت دیگر حوالوں سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے' تاہم اس میں یہ مذکور نہیں' یہ ابن اسحاق کی ابوزناد سے نقل ہونے کے اعتبار سے غریب روایت ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3090- اخرجه البخاري (٤/٤٧٩): كتاب البيوع: باب: شراء المملوك من الحربي و هبته و عتقه، حديث (٢٢١٧)، و اطرافه في (٢٦٣٥، ٣٣٥٧، ٣٣٥٨، ٥٠٨٤، ٦٩٥٠)، و احمد (٢/٤٠٣)، و اخرجه مسلم (٤/١٨٤٠): كتاب الفضائل: باب: فضائل ابراهيم الخليل، حديث (١٥٤/٢٣٧١) من طريق محمد بن سيرين عن ابي هريرة

شرح

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تین خلاف واقعہ باتوں کا تذکرہ:

ارشادِ خداوندی ہے:

قَالَ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَذَا فَسْئَلُوهُمْ إِنْ كَانُوا يَنْطِقُونَ ٥ (الانبیاء: ۶۳)

آپ (حضرت ابراہیم علیہ السلام) نے فرمایا: اسی نے یہ کام کیا ہوگا، ان میں سے کا بڑا یہ ہے سوان سے یہ پوچھو اگر یہ بول سکتے ہیں۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین مواقع پر خلاف واقع گفتگو کی تھی جو جھوٹ پر ہرگز مبنی نہیں تھی بلکہ اس کو توریہ یا تعریض کا نام دیا جا سکتا ہے، جس کے جواز کی قرآن وسنت میں کثیر دلیلیں موجود ہیں۔ وہ مقامات ثلاثہ درج ذیل ہیں:

۱- نمرودیوں کے میلے میں عدم شرکت کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا میں علیل ہوں جبکہ آپ علیل نہیں تھے۔

۲- جب نمرود کی طرف سے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ کے رشتہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے انہیں اپنی بہن قرار دیا تھا۔

۳- نمرودیوں کی طرف سے بتوں کو توڑنے کے بارے میں جب آپ سے سوال کیا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا: ممکن ہے کہ بڑے بت نے یہ فریضہ انجام دیا ہو لہٰذا آپ لوگ اس بارے میں اس سے سوال کرو۔

ان تینوں مقامات پر آپ نے جھوٹ نہیں بولا بلکہ توریہ وتعریض مراد لیا تھا۔ پہلی صورت کی وجہ یہ ہے کہ غیر شرعی اور مشرکانہ رسومات سے عام آدمی کا دل دہل جاتا ہے جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو اولوالعزم پیغمبر ہیں۔ دوسری صورت میں آپ نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو اپنی اسلامی بہن قرار دیا تھا اور مقصود ان کی عصمت کی حفاظت کرنا تھا۔ تیسری صورت میں آپ کا مقصود نمرودیوں کی زبان سے ان کے معبودان باطلہ کی تکذیب کرانا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نبوت ورسالت عطا ہونا:

سورۂ انبیاء میں مختلف انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر خیر بھی ہوا ہے۔ آپ کا زمانہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے زمانے سے قبل تھا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو نبوت ورسالت سے نوازا گیا۔ اس سلسلہ میں ارشاد خداوندی ہے: قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۔(البقرہ:۲۵۶) بیشک ہدایت گمراہی سے واضح ہوگئی۔

رشد کے مفہوم میں تین اقوال ہیں:

۱- اس سے مراد نبوت: اس پر دلیل یہ ارشاد خداوندی ہے: ہم ان کے بارے میں خوب جاننے والے تھے کہ انہیں نبوت کے ساتھ مختص کریں گے اور یہ نبوت کا حق ادا کریں گے۔

۲-رشد سے مراد ہدایت: اس کی دلیل یہ ارشاد خداوندی ہے:

فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَیْهِمْ اَمْوَالَهُمْ (النساء:۶)

پس اگر تم یتیموں میں ہدایت پاؤ تو ان کے اموال ان کے سپرد کر دو۔

۳-اس سے مراد نبوت و ہدایت کا مجموعہ: منصب نبوت کا حق دار وہ انسان ہوتا ہے جو ذات وصفات باری تعالیٰ کا علم رکھتا ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی قوم کی تربیت اس طرح کر سکے گا کہ قوم بھی ذات وصفات باری تعالیٰ سے مطلع ہو سکے گی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم کو توحید باری تعالیٰ کی تبلیغ کرنا:

حضرت ابراہیم علیہ السلام ایسی قوم کی طرف مبعوث کیے گئے تھے جو اپنے آباء واجداد کی طرح انسانوں اور حیوانات کی تصاویر بنا کر ان کی پرستش کرتی تھی۔ آپ نے اپنی قوم کو توحید باری تعالیٰ اور اس کے سامنے سجدہ ریز ہونے کا درس دیتے ہوئے فرمایا: اے میری قوم! تم اور تمہارے اسلاف (آباء واجداد) سب گمراہ ہو، اپنے ہاتھ سے بنائی ہوئی تصاویر کو معبود گردانتے ہو اور ان کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہو۔ عبادت کے لائق اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اس کے علاوہ کسی کو معبود قرار دینا اور اسے سجدہ کرنا گمراہی و بے دینی کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ ایک دن آپ اپنی قوم کے بت خانہ میں تشریف لے گئے، چھوٹے بتوں کے ٹکڑے کر دیئے اور بڑے بت کے سامنے تیشہ رکھ کر واپس تشریف لے آئے۔

قوم نے آپ سے دریافت کیا: کیا ہمارے خداؤں کے ساتھ توڑ پھوڑ کا معاملہ آپ نے کیا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: آلہ ضرب بڑے بت کے پاس پڑا ہے، ممکن ہے اس نے یہ کردار ادا کیا ہو۔ لہٰذا آپ اس سے اس بارے میں دریافت کر سکتے ہیں اگر وہ بول سکتا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا: آپ کو اس بات کا علم ہے کہ وہ گفتگو نہیں کر سکتے۔ آپ نے قوم سے مخاطب ہو کر فرمایا: تم پر اور تمہارے باطل خداؤں پر لعنت ہے جو بات کرنے سے بھی قاصر ہیں۔

بتوں کو توڑنے کے بعد بڑے بت کی طرف نسبت کرنے کی وجوہات:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنی قوم کے بتوں کو توڑ دیا تو قوم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور سوال کیا: اے ابراہیم! کیا آپ نے ہمارے بتوں کو توڑا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا:

وَاذْکُرْ فِی الْکِتَابِ اِبْرَاهِیْمَ ۚ اِنَّهٗ کَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا ۝ (مریم: ۱۴)

اور آپ کتاب میں ابراہیم کا ذکر کریں، بے شک آپ سچے نبی تھے۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کو خود توڑا اور توڑنے کی نسبت بڑے بت کی طرف کیوں کی تھی؟ اس اہم سوال کے متعدد جوابات ہیں۔

۱-اس نسبت سے آپ کا مقصد بتوں کے عجز اور ان کے غیر معبود ہونے کو ثابت کرنا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے بتوں کے عجز کا اعتراف کر لیا تھا کہ وہ بول نہیں سکتے۔

۲-خواہ قوم تمام بتوں کو معبود قرار دیتے ہوئے ان کی عبادت کرتی تھی مگر بڑے بت کی خصوصیت سے عبادت کرتی تھی۔ آپ نے بتوں کو توڑنے کی نسبت اس کی طرف کر کے اس کی توہین اور غیر معبود ہونا بیان کیا۔

۳-اس کا بطلان واضح کرنا مقصود تھا کہ جو بت اپنا دفاع نہیں کرسکتا اور اپنے معبود ہونے کا اعلان نہیں کرسکتا تو وہ معبود کیسے ہوسکتا ہے؟

۴-حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے جواب میں فاعل کا ذکر نہیں کیا بلکہ اسے مبہم رکھتے ہوئے جواب دیا اور اصل عبارت یوں تھی: بَلْ فَعَلَهُ مَنْ فَعَلَهُ یعنی یہ کام اس نے کیا جس نے یہ کیا۔

۵-قوم کی طرف سے جب بتوں کے توڑنے کے بارے میں آپ سے سوال کیا گیا تو آپ کی طرف سے جواب دیا گیا: بَلْ فَعَلَهُ كَبِيْرُهُمْ یعنی بڑے بت نے غصہ میں آکر چھوٹے بتوں کا صفایا کردیا ہو۔

قرآن وسنت میں استعمال تعریض کا جواز:

قابل اعتراض، تشنیع اور کذب پر مبنی کلام تعریض سے مراد لینے کی گنجائش موجود ہے، جس کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱-ارشادِ خداوندی ہے:

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ ۔ (الزمر: ۶۵)

اگر آپ نے (بالفرض) شرک کا ارتکاب کیا تو آپ کے اعمال ضرور ضائع ہوجائیں گے۔

اس آیت میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف شرک کی نسبت موجود ہے لیکن یہاں حقیقت میں امت مراد ہے۔

۲-حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من عرض عرضنا له (سنن کبریٰ، ج۸، ص۴۳) جس شخص نے کسی معاملہ میں تعریض (تہمت) لگائی تو ہم بھی اسے تعریضاً حد لگائیں گے یعنی اس پر حد جاری کرنے کے بجائے تعزیر نافذ کریں گے۔

۳-حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوہ میں شامل ہوتے تو اس کا توریہ کسی دوسرے غزوہ سے کرتے (مطلب یہ ہے کہ جہاں جانے کا ارادہ ہوتا اس کے بجائے دوسری جگہ کا کنایۃً ذکر کرتے) حتیٰ کہ غزوۂ تبوک کا موقع آگیا۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۸۶۹)

۴-ایک دفعہ ایک بوڑھی عورت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: یارسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ مجھے جنت میں داخل کردے! آپ نے فرمایا: اے فلاں شخص کی اولاد! جنت میں بوڑھی عورت نہیں جائے گی، وہ عورت رونے لگی۔ آپ نے فرمایا: کوئی عورت بڑھاپے کی حالت میں جنت میں نہیں جائے گی' کیونکہ اس بارے میں ارشاد ربانی ہے:

اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ○ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ○ عُرُبًا اَتْرَابًا ○ (الواقعہ: ۳۵ تا ۳۷)

ہم نے انہیں اہل جنت کی بیویاں بنایا ہے' ہم نے انہیں کنواریاں بنایا ہے۔ محبت کرنے والیاں اور ہم عمر۔

(شمائل ترمذی، رقم الحدیث ۲۴۱)

۵-حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس

نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے سواری عنایت فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں اونٹنی کے بچہ پر سوار کرتا ہوں۔ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں اونٹنی کے بچے کو کیا کروں گا وہ تو مجھے گرادے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر اونٹ اونٹنی کا بچہ ہوتا ہے۔ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۴۹۹۸)

۶- حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے زاہر بن حرام نامی ایک شخص دیہات میں رہتا تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا اور کوئی چیز بطور تحفہ پیش کرتا۔ جب وہ اپنے دیہات کی طرف روانہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی چیز اسے عنایت فرماتے اور یوں گفتگو فرماتے: زاہر ہمارا دیہاتی ہے اور ہم اس کے شہری ہیں۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت ومحبت کرتا تھا مگر بدشکل تھا۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ہاں اس وقت تشریف لے گئے جب وہ سودہ فروخت کر رہا تھا۔ آپ اس کے پیچھے سے اس طرح بغلگیر ہوئے کہ وہ آپ کو پہچان نہ سکا۔ اس نے کہا: کون ہے؟ مجھے چھوڑ دیجئے۔ اس نے مڑ کر دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا اور پھر اس نے اپنی پشت کو آپ کے سینہ سے چپکا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمار ہے تھے: یہ ہمارا غلام کون خریدے گا؟ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ مجھے کھوٹا پائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ کے ہاں کھوٹے نہیں ہو۔ (مسند احمد، ج۳، ص۱۶۱)

۷- ایک مرسلاً روایت میں مذکور ہے ام ایمن نامی ایک عورت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: یارسول اللہ! میرا شوہر آپ کو طلب کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا وہ کون ہے؟ کیا وہی ہے، جس کی آنکھوں میں سفیدی ہے؟ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! قسم بخدا! اس کی آنکھوں میں سفیدی نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی آنکھوں میں یقینی طور پر سفیدی موجود ہے۔ اس نے پھر عرض کیا: نہیں! خدا کی قسم۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر شخص کی آنکھ میں سفیدی ہوتی ہے۔ (سبل الہدیٰ والارشاد، ج۷، ص۱۱۴)

3091 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ وَّوَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ وَّاَبُوْ دَاوُدَ قَالُوْا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ النُّعْمَانِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَوْعِظَةِ فَقَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّكُمْ مَحْشُوْرُوْنَ اِلَى اللّٰهِ عُرَاةً غُرْلًا ثُمَّ قَرَاَ (كَمَا بَدَاْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيْدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا) اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ قَالَ اَوَّلُ مَنْ يُكْسٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِبْرَاهِيْمُ وَاِنَّهُ سَيُؤْتٰى بِرِجَالٍ مِّنْ اُمَّتِىْ فَيُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَاَقُوْلُ رَبِّ اَصْحَابِىْ فَيُقَالُ اِنَّكَ لَا تَدْرِىْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ فَاَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ (وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِىْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ شَهِيْدٌ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ) اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ فَيُقَالُ هٰؤُلَآءِ لَمْ يَزَالُوْا مُرْتَدِّيْنَ عَلٰى اَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ النُّعْمَانِ نَحْوَهُ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اختلافِ سند: وَرَوَاهُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ النُّعْمَانِ نَحْوَهُ

قولِ امام ترمذی: اَبُوْ عِيْسٰى: كَاَنَّهٗ تَاَوَّلَهٗ عَلٰى اَهْلِ الرِّدَّةِ

◄◄ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ وعظ کہنے کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! تمہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں برہنہ جسم اور ختنے کے بغیر حالت میں اٹھایا جائے گا۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

''جس طرح ہم نے انہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اسی طرح ہم دوبارہ پیدا کریں گے یہ ہم پر لازم وعدہ ہے۔''

آپ ﷺ نے اس آیت کو آخر تک تلاوت کیا پھر ارشاد فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا۔ میری اُمت کے کچھ افراد کو لایا جائے گا' اور انہیں پکڑ کر بائیں طرف لے جایا جائے گا' تو میں کہوں گا: میرے پروردگار! یہ میرے ساتھی ہیں' تو کہا جائے گا: کیا آپ نہیں جانتے؟ انہوں نے آپ ﷺ کے بعد کیا نئی چیز ایجاد کی تھی؟ تو میں وہی بات کہوں گا' جو ایک نیک بندے (حضرت مسیح علیہ السلام) نے کہی تھی (جس کا ذکر قرآن میں ہے)

''جب تک میں ان میں موجود تھا میں ان پر گواہ تھا اور جب تو نے مجھے موت دے دی' تو اب تو ان کا نگہبان ہے' اور تو ہر چیز پر گواہ ہے' تو انہیں عذاب دیتا ہے' تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کی مغفرت کر دے''

یہ آیت آخر تک ہے۔

پھر یہ کہا جائے گا: یہ لوگ جب آپ ﷺ سے جدا ہوئے تھے' تو یہ لوگ ایڑیوں کے بل گھوم کر مرتد ہو گئے تھے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ مغیرہ بن نعمان کے حوالے سے' منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔ اسے سفیان ثوری نے بھی مغیرہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس سے مراد وہ لوگ ہیں' جو مرتد ہو گئے تھے۔

شرح

حیاتِ ثانیہ کا حیاتِ اولیٰ کی مثل ہونا:

ارشادِ باری ہے:

يَوْمَ نَطْوِى السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ؕ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ○ (الانبیاء: ۱۰۴)

جس دن ہم دستاویزی کاغذوں کی طرح آسمانوں کو لپیٹ دیں گے جس طرح ہم نے آغاز میں پیدا کیا تھا ہم اسی طرح اسے دوبارہ پیدا کریں گے۔ یہ ہمارا وعدہ ہے جو ہم ضرور پورا کریں گے۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ کسی بھی چیز کا اول وجود تشکیل دینا دشوار ہے' کیونکہ اس کا خاکہ تک موجود

نہیں ہوتا لیکن اس کی مثل دوبارہ تخلیق کرنا مشکل نہیں ہوتا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر چیز کو پہلی تخلیق کے مطابق پیدا کرے گا جس میں قطعاً دشواری پیش نہیں آئے گی۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الْحَجِّ

باب 23: سورہ حج سے متعلق روایات

3092 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنِ ابْنِ جُدْعَانَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ

متن حدیث: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا نَزَلَتْ (یَا اَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ) اِلٰی قَوْلِهٖ (وَلٰکِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیْدٌ) قَالَ اُنْزِلَتْ عَلَیْهِ هٰذِهِ الْاٰیَةُ وَهُوَ فِیْ سَفَرٍ فَقَالَ اَتَدْرُوْنَ اَیُّ یَوْمٍ ذٰلِكَ فَقَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ ذٰلِكَ یَوْمَ یَقُوْلُ اللّٰهُ لِاٰدَمَ ابْعَثْ بَعْثَ النَّارِ فَقَالَ یَا رَبِّ وَمَا بَعْثُ النَّارِ قَالَ تِسْعُ مِائَةٍ وَّتِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ اِلَی النَّارِ وَوَاحِدٌ اِلَی الْجَنَّةِ قَالَ فَاَنْشَاَ الْمُسْلِمُوْنَ یَبْکُوْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَارِبُوْا وَسَدِّدُوْا فَاِنَّهَا لَمْ تَکُنْ نُبُوَّةٌ قَطُّ اِلَّا کَانَ بَیْنَ یَدَیْهَا جَاهِلِیَّةٌ قَالَ فَیُؤْخَذُ الْعَدَدُ مِنَ الْجَاهِلِیَّةِ فَاِنْ تَمَّتْ وَاِلَّا کَمُلَتْ مِنَ الْمُنَافِقِیْنَ وَمَا مَثَلُکُمْ وَالْاُمَمِ اِلَّا کَمَثَلِ الرَّقْمَةِ فِیْ ذِرَاعِ الدَّابَّةِ اَوْ کَالشَّامَةِ فِیْ جَنْبِ الْبَعِیْرِ ثُمَّ قَالَ اِنِّیْ لَاَرْجُوْ اَنْ تَکُوْنُوْا رُبُعَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَکَبَّرُوْا ثُمَّ قَالَ اِنِّیْ لَاَرْجُوْ اَنْ تَکُوْنُوْا ثُلُثَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَکَبَّرُوْا ثُمَّ قَالَ اِنِّیْ لَاَرْجُوْ اَنْ تَکُوْنُوْا نِصْفَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَکَبَّرُوْا قَالَ لَا اَدْرِیْ قَالَ الثُّلُثَیْنِ اَمْ لَا

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

اسنادِ دیگر: قَدْ رُوِیَ مِنْ غَیْرِ وَجْهٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: جب یہ آیت نازل ہوئی:

"اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو! بے شک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔"

یہ آیت یہاں تک ہے۔

"اللہ تعالیٰ کا عذاب شدید ہوگا۔"

راوی بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت نبی اکرم ﷺ پر نازل ہوئی' تو اس وقت آپ ﷺ سفر کی حالت میں تھے۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا: کیا تم لوگ جانتے ہو یہ کونسا (یعنی قیامت کا دن کونسا) دن ہے۔ لوگوں نے عرض کی: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ وہ دن ہے جب اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام سے یہ فرمائے گا: جہنم

3092- اخرجه احمد (۴/۴۳۲، ۴۳۵)، والحمیدی (۲/۳۶۷)، حدیث (۸۳۱)۔

میں جانے والوں کو وہاں بھیج دو! وہ عرض کریں گے: اے میرے پروردگار! کتنے لوگ جہنم میں جانے والے ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: (ہر ایک ہزار میں سے) نو سو ننانوے لوگ جہنم میں جائیں گے اور ایک جنت میں جائے گا (راوی بیان کرتے ہیں:) مسلمانوں نے رونا شروع کر دیا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: حوصلہ رکھو! کیونکہ ہر نبوت سے پہلے جاہلیت موجود رہی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جاہلیت کے ان لوگوں کے ذریعے تعداد کو پورا کر دیا جائے گا۔ اگر یہ مکمل ہو گئے تو ٹھیک ہے ورنہ منافقین کے ذریعے اس کو مکمل کیا جائے گا تمہاری اور دوسری اُمتوں کی مثال اسی طرح ہے جیسے کسی جانور کے ہاتھ کے اندرونی حصہ میں گوشت کا ٹکڑا ہوتا ہے یا جس طرح کسی اونٹ کے پہلو میں کوئی تل ہوتا ہے۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی: مجھے یہ امید ہے کہ تم لوگ اہل جنت کا چوتھائی حصہ ہو گے۔ تو لوگوں نے تکبیر کہی۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے یہ امید ہے کہ تم لوگ اہل جنت کا ایک تہائی حصہ ہو گے تو لوگوں نے تکبیر کہی۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے یہ امید ہے کہ تم لوگ اہل جنت کا نصف حصہ ہو گے۔ تو لوگوں نے تکبیر کہی۔

راوی بیان کرتے ہیں: مجھے نہیں معلوم کہ حدیث میں یہ الفاظ ہیں یا نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے دو تہائی کے بارے میں بھی یہ جملہ ارشاد فرمایا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔ یہی روایت دیگر حوالے سے حضرت عمران رضی اللہ عنہ کے حوالوں سے نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

3093 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ اَبِي عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَيْنٍ

متنِ حدیث: قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَتَفَاوَتَ بَيْنَ اَصْحَابِهِ فِي السَّيْرِ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْتَهُ بِهَاتَيْنِ الْاٰيَتَيْنِ (يَا اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ) اِلٰى قَوْلِهِ (عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ) فَلَمَّا سَمِعَ ذٰلِكَ اَصْحَابُهُ حَثُّوا الْمَطِيَّ وَعَرَفُوْا اَنَّهُ عِنْدَ قَوْلٍ يَقُوْلُهُ فَقَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ اَيُّ يَوْمٍ ذٰلِكَ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ قَالَ ذَاكَ يَوْمٌ يُنَادِي اللّٰهُ فِيْهِ اٰدَمَ فَيُنَادِيْهِ رَبُّهُ فَيَقُوْلُ يَا اٰدَمُ ابْعَثْ بَعْثَ النَّارِ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ وَمَا بَعْثُ النَّارِ فَيَقُوْلُ مِنْ كُلِّ اَلْفٍ تِسْعُ مِائَةٍ وَّتِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ فِي النَّارِ وَوَاحِدٌ فِي الْجَنَّةِ فَيَئِسَ الْقَوْمُ حَتّٰى مَا اَبْدَوْا بِضَاحِكَةٍ فَلَمَّا رَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي بِاَصْحَابِهِ قَالَ اعْمَلُوْا وَاَبْشِرُوْا فَوَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ اِنَّكُمْ لَمَعَ خَلِيقَتَيْنِ مَا كَانَتَا مَعَ شَيْءٍ اِلَّا كَثَّرَتَاهُ يَاْجُوجُ وَمَاْجُوجُ وَمَنْ مَاتَ مِنْ بَنِي اٰدَمَ وَبَنِي اِبْلِيسَ قَالَ فَسُرِّيَ عَنِ الْقَوْمِ بَعْضُ الَّذِي يَجِدُوْنَ فَقَالَ اعْمَلُوْا وَاَبْشِرُوْا فَوَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ مَا اَنْتُمْ فِي النَّاسِ اِلَّا كَالشَّامَةِ فِي جَنْبِ الْبَعِيرِ اَوْ كَالرَّقْمَةِ فِي ذِرَاعِ الدَّابَّةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ سفر کر رہے تھے۔ سفر کے دوران لوگ آگے پیچھے تھے، نبی اکرم ﷺ نے بلند آواز میں یہ دو آیات تلاوت کیں۔

”اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو بے شک قیامت کا زلزلہ بڑی عظیم چیز ہے۔“

یہ آیت یہاں تک ہے:

”لیکن اللہ تعالیٰ کا عذاب شدید ہوگا۔“

جب نبی اکرم ﷺ کے اصحاب نے آپ ﷺ کی آواز سنی تو انہوں نے اپنی سواریوں کو تیز کر دیا۔ انہیں یہ اندازہ ہوگیا کہ نبی اکرم ﷺ کوئی بات ارشاد فرمائیں گے، تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم لوگ جانتے ہو؟ (اس آیت میں جس دن کا تذکرہ ہوا ہے) یہ کون سا دن ہے؟ لوگوں نے عرض کی: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ وہ دن ہے جب اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کو مخاطب کرے گا، اور ان کا پروردگار انہیں مخاطب کرتے ہوئے یہ فرمائے گا: اے آدم! جہنم میں جانے والوں کو بھجوا دو۔ وہ عرض کریں گے: اے میرے پروردگار! جہنم میں جانے والے کتنے لوگ ہیں؟ تو وہ فرمائے گا: ہر ایک ہزار میں سے نو سو ننانوے جہنم میں جانے والے ہیں اور ایک جنت میں جائے گا۔

(راوی بیان کرتے ہیں) یہ سن کر لوگ مایوس ہو گئے، یہاں تک کہ کوئی بھی ہشاش بشاش نہیں رہا۔ جب نبی اکرم ﷺ نے اپنے اصحاب کی یہ کیفیت دیکھی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم عمل کرتے رہو اور خوشخبری حاصل کرو۔ اس ذات کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے، تمہارے ساتھ دو طرح کی مخلوق ایسی ہے کہ وہ دونوں جس کے ساتھ ہوں اس کی تعداد کو زیادہ کر دیں گے۔ ایک یاجوج و ماجوج اور دوسرا اولادِ آدم علیہ السلام کے وہ لوگ جو ابلیس کے ماننے والے تھے، اور مر چکے ہیں (یعنی اس دنیا سے گزر چکے ہیں)۔

راوی بیان کرتے ہیں: اس پر لوگوں کی پریشانی ختم ہوئی جو لاحق ہو گئی تھی۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ عمل کرتے رہو اور خوشخبری حاصل کرو اس ذات کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے لوگوں کے درمیان تمہاری مثال اسی طرح ہے، جیسے کسی اونٹ کے پہلو میں تل ہوتا ہے، یا جیسے کسی جانور کے ہاتھ کے اندر کی طرف گوشت ہوتا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ”حسن صحیح“ ہے۔

شرح

سورۂ حج مکی ہے جو دس (۱۰) رکوع، اٹھہتر (۷۸) آیات، ایک ہزار دو سو اکانوے (۱۲۹۱) کلمات اور پانچ ہزار دو سو پینتیس (۵۲۳۵) حروف پر مشتمل ہے۔

قیامت کے دن دشوار گزار پہلو:

ارشادِ خداوندی ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ○ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ○ (الحج: ۱ تا ۲)

اے لوگو! تم اپنے پروردگر سے ڈرو، بے شک قیامت کا زلزلہ سنگین ہے، جس دن دودھ پلانے والی (اپنے) بچے کو بھلا دے گی جسے اس دن دودھ پلایا ہوگا۔ ہر حاملہ عورت کا حمل ساقط ہو جائے گا، تم لوگ انہیں مدہوش دیکھو گے حالانکہ وہ مدہوش نہیں ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت تر ہے۔

ان آیات کی تفسیر احادیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ ان آیات اور روایات میں قیامت کے دن کی پریشانی اور سنگینی کے دو پہلو بیان کیے گئے ہیں:

۱- ایک سنگین پہلو آیات میں بیان کیا گیا ہے کہ اس دن زمین و آسمان برقرار نہیں رہیں گے، لوگوں کے دلوں سے صلہ رحمی خارج ہو جائے گی حتیٰ کہ حاملہ عورت کا حمل بھی برقرار نہ رہ سکے گا بلکہ وہ ضائع ہو جائے گا یعنی ماں اپنی اولاد کو بھلا دے گی جبکہ وہ نفسی نفسی کا وظیفہ میں مشغول ہوگی۔

۲- قیامت کے دن کی سنگینی کا دوسرا پہلو روایات باب میں بیان کیا گیا ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت آدم علیہ السلام کو حکم ہوگا کہ آپ اپنی اولاد سے جہنمی وفد جہنم کی طرف روانہ کر دیں۔ وہ عرض کریں گے کتنی تعداد پر مشتمل وفد جہنم کی طرف روانہ کروں؟ جواب دیا جائے گا: نوسو ننانوے فی ہزار (۹۹۹) جبکہ ایک فی ہزار کے حساب سے یعنی ایک فرد جنت میں بھیج دیں۔

تقویٰ کا معنی و مفہوم:

سورۃ الحج کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے کمال شفقت سے مسلمانوں کو اہل تقویٰ کے خطاب سے نوازا ہے۔ صاحب تقویٰ وہ شخص ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتا، وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے مکمل احتراز کرتا ہے اور وہ ہمہ وقت صفات تقویٰ یعنی امانت و دیانت اور شرافت و صداقت کا پیکر دکھائی دیتا ہے تاکہ قیامت کے دن اچانک پیش آنے والی پریشانیوں کا مقابلہ کر سکے۔

کفار اور مسلمانوں کے درمیان عددی نسبت:

کفار اور مسلمانوں کے درمیان قیامت کے دن عددی نسبت یہ ہوگی کہ ہزار میں سے نوسو ننانوے (۹۹۹) کفار جہنمی ہوں گے جبکہ ایک شخص جنتی ہوگا۔ ایک سفر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ سے آگے بڑھ گئے پھر آپ نے سورۂ حج کی پہلی دو آیات کی تلاوت کی، صحابہ تلاوت سننے کے بعد اپنی سواریوں پر سوار ہو کر آپ کے قریب پہنچ گئے۔ آپ نے دریافت فرمایا: تمہیں

اس بات کا علم ہے کہ وہ کون سا دن ہوگا؟ صحابہ کرام نے جواب میں عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: وہ جس میں حضرت آدم علیہ السلام کو حکم ہوگا کہ آپ اہل جہنم کو دوزخ میں بھیج دیں۔ آپ عرض کریں گے: اے الٰہ العالمین! وہ لوگ کون ہیں؟ حکم ہوگا: ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے جہنمی ہیں جبکہ ایک جنتی ہوگا۔ یہ جواب سن کر صحابہ پریشان ہوئے اور انہوں نے ہنسنا ترک کر دیا۔ اس بارے میں جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو فرمایا: تم اچھے عمل کرو اور خوش رہو! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے کہ تمہارے ساتھ دو قسم کے لوگ ہیں وہ جس چیز کے ساتھ بھی ہوں اس میں اضافہ ہوتا رہتا ہے:

(۱) یاجوج و ماجوج

(۲) جو اولادِ آدم اور اولادِ ابلیس سے ہلاک ہوئے۔

آپ کی یہ گفتگو سن کر صحابہ کرام علیہم الرضوان کی پریشانی دور ہوگئی اور وہ خوش ہو گئے۔ پھر آپ نے فرمایا: قسم بخدا! لوگوں کے مقابلے میں تمہاری مثال اس طرح ہے، جس طرح حیوانات کے ہاتھ میں تل ہو یا اونٹ کے پہلو میں تل موجود ہو۔

3094 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

متنِ حدیث: إِنَّمَا سُمِّيَ الْبَيْتَ الْعَتِيقَ لِأَنَّهُ لَمْ يَظْهَرْ عَلَيْهِ جَبَّارٌ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

◆◆ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی: (بیت اللہ کا نام) بیت العتیق اس لیے رکھا گیا ہے، کیونکہ کوئی ظالم حکمران اس پر قبضہ نہیں کر سکتا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

یہی روایت زہری کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے "مرسل" روایت کے طور پر منقول ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ زہری کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

شرح

بیت اللہ کی صفت عتیق کا معنی و مفہوم:

ارشادِ ربانی ہے:

لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ ۝ (الحج:٣٣)

تمہارے لیے ان (مویشیوں) میں مقررہ وقت تک فوائد ہیں پھر ان کا مقام ذبح قدیم گھر کے پاس ہے۔

بیت اللہ کی صفات میں سے ایک ''عتیق'' ہے، جس کے معنی ومفہوم میں متعدد اقوال ہیں:

(i) آزاد ہونا: اس کی وجہ تسمیہ حدیث نبوی میں بیان کی گئی ہے کہ آج تک کوئی سرکش شخص اس پر غلبہ حاصل نہیں کر سکا۔ جب اصحاب فیل نے اس گھر کو شہید کرنے کا ارادہ کیا تو وہ خود ہلاک ہو گئے لیکن بیت اللہ کو معمولی سا بھی نقصان نہیں پہنچ سکے تھے۔

(ii) قدیم و پرانا ہونا: بیت اللہ کی یہ صفت اس لیے ہے کہ زمین پر قدیم اور پرانا اللہ تعالیٰ کا گھر ''بیت اللہ'' ہے، کیونکہ یہ گھر سب سے قبل تعمیر کیا گیا تھا جس کی تصریح قرآن وسنت میں موجود ہے۔

(iii) واجب التکریم: روئے زمین پر یہ وہ مقدس اللہ تعالیٰ کا گھر ہے، جس کی تکریم وتعظیم کرنے کا حکم دیا گیا ہے، کیونکہ اس کا طواف عبادت، باعث مغفرت اور سبب بخشش ہے۔

جانوروں کی قربانی کرنے کا طریقہ کار:

تین قسم کے حیوانات ہیں جن کی قربانی کی جا سکتی ہے۔

۱- بکری: یہ کم از کم ایک سال کی ہونی چاہیے۔ یہ ایک شخص کی طرف سے بطور قربانی جائز ہے اور اس میں شرکت ممنوع ہے۔ اس میں بکرا، دنبہ، چھترا اور ان کی مؤنثات بھی داخل ہیں۔

۲- گائے: اس کی عمر کم از کم دو سال ہونی چاہیے۔ اس میں سات آدمی شامل ہو سکتے ہیں اور عقیقہ کرنے والے لوگ بھی اس میں شریک ہو سکتے ہیں۔ بچھڑا، بھینسا سب کا حکم یکساں ہے۔

۳- اونٹ: اس کی عمر کم از کم پانچ سال کی ہونی چاہیے اور اس میں بھی گائے کی طرح سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔ اونٹنی کا بھی یہی حکم ہے۔

جانوروں کے ذبح کرنے میں دنیوی اور دینی دونوں قسم کے فوائد ہیں۔ دنیوی فوائد یہ ہیں کہ جانوروں کی خرید وفروخت سے تجارت کو فروغ حاصل ہوتا ہے اور کھانے کے لیے نفیس وعمدہ گوشت میسر آتا ہے۔ ان کے دینی منافع یہ ہیں کہ انسان کو رضا الٰہی حاصل ہوتی ہے، زمین پر ان کے خون کا پہلا قطرہ گرنے سے قبل ذابح (مالک) کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

قربانی کے بارے میں ارشاد ربانی ہے:

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (الکوثر:۲) پس آپ اپنے پروردگار کے لیے نماز ادا کریں اور قربانی کریں''۔

جانور کی قربانی کرنے اور اس کے ذبح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جانور کو قبلہ رخ لٹا کر بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَإِلَيْكَ پڑھتے ہوئے تیز دھار آلہ یعنی چھری وغیرہ سے اس کے حلقوم کی کم از کم تین رگیں کاٹ دی جائیں کہ جانور کے جسم سے تمام خون خارج ہو جائے۔

حجاج کرام اور مسافروں پر قربانی واجب نہ ہونا:

حجاج کرام خواہ مکی ہوں یا خارجی اور مسافروں پر قربانی واجب نہیں ہے۔تاہم حج تمتع یا حج قران کی وجہ سے حجاج پر قربانی واجب ہوتی ہے' کیونکہ وہ ایک ہی سفر میں دو عبادات یعنی حج وعمرہ کو جمع کرتے ہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں مرقوم ہے:

مسافروں پر قربانی واجب نہیں ہے اور نہ حجاج پر جبکہ وہ محرم ہوں خواہ وہ اہل مکہ میں سے ہوں۔(فتاویٰ عالمگیری، ج۵،ص۲۹۳)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

حجاج پر قربانی واجب نہیں ہے۔حضرت صدیق اکبر، حضرت فاروق اور متقدمین رضی اللہ عنہم سے اسی طرح مروی ہے۔حجاج کرام کو درحقیقت ہدی پیش کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور قربانی کی صورت میں اسے ہدی بنا دیتا ہے۔جو لوگ حجاج نہیں ہوتے، اہل منی کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے انہیں قربانی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔(الجامع لاحکام القرآن، ج۱۲،ص۴۵)

قربانی کے اوقات میں مذاہب آئمہ:

وہ مسلمان جو مقیم، صاحب نصاب ہو اور قربانی کے ایام پالے تو اس پر قربانی کرنا واجب ہے۔سوال یہ ہے کہ قربانی کے ایام کتنے ہیں؟ اس بارے میں آئمہ کا اختلاف ہے' جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا موقف ہے کہ قربانی کے تین ایام ہیں:

(۱) دسویں ذوالحجہ (۲) گیارہویں ذوالحجہ (۳) بارہویں ذوالحجہ۔

انہوں نے اس ارشاد خداوندی سے استدلال کیا ہے: فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ، یہ جمع کا صیغہ ہے اور جمع کے کم از کم افراد تین ہوتے ہیں۔علاوہ ازیں حضرت ابوہریرہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما کی روایات سے بھی استدلال کیا گیا ہے۔

۲-حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ قربانی کے چار ایام ہیں: دسویں ذی الحجہ اور تین ایام اس کے بعد والے ہیں۔

قربانی کا وقت نماز عید کے بعد شروع ہوتا ہے۔نماز عید سے قبل قربانی کرنا درست نہیں ہے۔

حضرت جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں عید الاضحیٰ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عید ادا کی اور ملاحظہ کیا کہ کچھ لوگوں نے نماز عید سے قبل قربانیاں کر لی تھیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر فرمایا: جس شخص نے نماز عید سے قبل قربانی کی اس کی قربانی نہیں ہے بلکہ وہ گوشت ہے اور وہ دوبارہ اور اللہ کا نام لے کر قربانی کرے۔(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۹۸۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تیس اونٹوں کو اپنے ہاتھ کے ساتھ (ذبح) کیا ہے۔آپ نے مجھے حکم دیا تو باقی اونٹوں کو میں نے نحر کیا تھا۔(سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۱۷۶۴)

3095 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا أَبِي وَإِسْحٰقُ بْنُ يُوسُفَ الْأَزْرَقُ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ

عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِينِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متن حدیث: قَالَ لَمَّا اُخْرِجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَكَّةَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اَخْرَجُوا نَبِيَّهُمْ لَيَهْلِكُنَّ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى (اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ) الْاٰيَةَ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ لَقَدْ عَلِمْتُ اَنَّهُ سَيَكُوْنُ قِتَالٌ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ وَّغَيْرُهُ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِينِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّقَدْ رَوَاهُ بَطْرٌ بِيَحِدَةٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِينِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ مُّرْسَلًا وَّلَيْسَ فِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، جب نبی اکرم ﷺ کو مکہ سے نکالا گیا' تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ان لوگوں نے اپنے نبی کو نکال دیا' یہ ضرور ہلاکت کا شکار ہوں گے' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

''جن لوگوں کے ساتھ جنگ کی جاتی ہے اُنہیں اجازت دی گئی ہے اس کی وجہ یہ ہے: ان کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے بے شک اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔''

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، اس سے مجھے اندازہ ہوگیا کہ عنقریب جنگ ہوگی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

عبدالرحمٰن بن مہدی اور دیگر راویوں نے اسے سفیان کے حوالے سے' اپنی سند کے ہمراہ سعید بن جبیر سے ''مرسل'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔ اس میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا تذکرہ نہیں ہے۔

محمد بن بشار نے بھی اسے اپنی سند کے ہمراہ' سعید بن جبیر کے حوالے سے ''مرسل'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے' اور اس میں بھی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ذکر نہیں ہے۔

3096 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِينِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ

متن حدیث: لَمَّا اُخْرِجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَكَّةَ قَالَ رَجُلٌ اَخْرَجُوا نَبِيَّهُمْ فَنَزَلَتْ (اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ) النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهُ

◆◆ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، جب نبی اکرم ﷺ کو مکہ سے نکالا گیا' تو ایک صاحب بولے: ان لوگوں نے اپنے نبی کو نکال دیا ہے' تو یہ آیت نازل ہوئی:

3095- اخرجه النسائي (٦/٢) كتاب الجهاد: باب: وجوب الجهاد، حديث (٣٠٨٥)، و احمد (٢١٦/١)۔

''جن لوگوں کے ساتھ جنگ کی جائے ان کو اجازت دی گئی ہے اس کی وجہ یہ ہے: ان لوگوں کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے' بے شک اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرنے پر قدرت رکھتا ہے' وہ لوگ جنہیں ناحق طور پر ان کی آبادی (یعنی بستی) سے نکالا گیا۔''

اس سے مراد نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب ہیں۔

شرح

جواز جہاد کی وجہ:

ارشادِ خداوندی ہے:

أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۙ (الحج:٣٩)

جن لوگوں سے قتال کیا جاتا ہے، کو جہاد کی اجازت دی جاتی ہے' کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور بے شک اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔

اس آیت کا شان نزول حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ کفار کی مخالفت اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ملنے پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آ گئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا: انہوں (کفار مکہ) نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نکال دیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اذن للذین یقاتلون الخ۔ اب مجھے معلوم ہو گیا کہ اب جہاد ہوگا۔ (جامع البیان، رقم الحدیث ۹۸-۱۹)

اس آیت سے قبل متعدد آیات میں مسلمانوں کو صبر وتحمل اور درگزر کا مظاہرہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ یہ مکی اور ہجرت کی صورت حال تھی۔ ہجرت کے بعد جب مسلمانوں کی افرادی قوت اور سیاسی طاقت میں اضافہ ہوا تو انہیں اپنا وجود برقرار رکھنے کے لیے دشمن سے اجازت جہاد کے سلسلہ میں یہ سب سے پہلی آیت نازل ہوئی۔ پھر اس آیت کے حکم کی تائید میں متعدد آیات نازل ہوئیں۔

مدنی زندگی میں حسب سابق کفار نے مسلمانوں کو سکون سے نہ بیٹھنے دیا، کبھی کسی مسلمان کو شہید کر دیا جاتا، پھر کبھی ان کے مویشیوں پر قبضہ جما لیا جاتا اور ان پر حملہ آور ہونے کی آئے روز دھمکی دی جاتی تھی۔ ایسے حالات سے نمٹنے اور اسلام کی سربلندی کے لیے مسلمانوں کو کفار سے جہاد کی اجازت دی گئی۔ پھر مسلمانوں اور کفار کے درمیان غزوات وسرایا کا طویل ترین سلسلہ شروع ہو گیا۔ جہاد کی اجازت اور مسلمانوں کی طرف سے عملی مظاہرہ کے نتیجہ میں فتوحات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اسلامی حکومت قائم ہو گئی، اسلام کو غلبہ حاصل ہو گیا، مکہ معظمہ فتح ہو گیا، یہود کو مدینہ سے نکال باہر کیا گیا اور اسلام ایک مضبوط ترین طاقت بن گیا اور کفر مغلوب ہو گیا۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الْمُؤْمِنُوْنَ

باب 24: سورہ مومنون سے متعلق روایات

3097 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسٰى وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ الْمَعْنٰى وَاحِدٌ قَالُوْا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ

متنِ حدیث: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ سُمِعَ عِنْدَ وَجْهِهِ كَدَوِيِّ النَّحْلِ فَأُنْزِلَ عَلَيْهِ يَوْمًا فَمَكَثْنَا سَاعَةً فَسُرِّيَ عَنْهُ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَقَالَ اللّٰهُمَّ زِدْنَا وَلَا تَنْقُصْنَا وَأَكْرِمْنَا وَلَا تُهِنَّا وَأَعْطِنَا وَلَا تَحْرِمْنَا وَآثِرْنَا وَلَا تُؤْثِرْ عَلَيْنَا وَارْضِنَا وَارْضَ عَنَّا ثُمَّ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُنْزِلَ عَلَيَّ عَشْرُ آيَاتٍ مَنْ أَقَامَهُنَّ دَخَلَ الْجَنَّةَ ثُمَّ قَرَأَ (قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ) حَتّٰى خَتَمَ عَشْرَ آيَاتٍ

اختلافِ سند: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ

قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا أَصَحُّ مِنَ الْحَدِيْثِ الْأَوَّلِ سَمِعْتُ إِسْحٰقَ بْنَ مَنْصُوْرٍ يَقُوْلُ رَوٰى أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَّعَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنْ يُوْنُسَ ابْنِ سُلَيْمٍ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ عَنِ الزُّهْرِيِّ هٰذَا الْحَدِيْثَ

قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: وَمَنْ سَمِعَ مِنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ قَدِيْمًا فَإِنَّهُمْ إِنَّمَا يَذْكُرُوْنَ فِيْهِ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ وَبَعْضُهُمْ لَا يَذْكُرُ فِيْهِ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ وَمَنْ ذَكَرَ فِيْهِ يُوْنُسَ بْنَ يَزِيْدَ فَهُوَ أَصَحُّ وَكَانَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ رُبَّمَا ذَكَرَ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ يُوْنُسَ بْنَ يَزِيْدَ وَرُبَّمَا لَمْ يَذْكُرْهُ وَإِذَا لَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ يُوْنُسَ فَهُوَ مُرْسَلٌ

◆◆ عبدالرحمٰن بن عبدالقاری بیان کرتے ہیں، میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا، جب نبی اکرم ﷺ پر وحی نازل ہوتی تھی تو آپ ﷺ کے پاس سے اس طرح آواز محسوس ہوتی تھی جیسے شہد کی مکھی بھنبھناتی ہے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ پر وحی نازل ہونا شروع ہوئی، ہم رکے رہے، جب آپ ﷺ کی یہ کیفیت ختم ہوئی تو آپ ﷺ نے قبلہ کی طرف رُخ کر کے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور یہ دعا کی:

"اے اللہ! ہمیں مزید عطا کر اور ہمارے لیے کمی نہ کر، تو ہمیں عزت عطا کر ہمیں ذلت کا شکار نہ کرنا' ہمیں عطا کر، ہمیں محروم نہ رکھنا' ہمیں غالب کر دے، ہمیں مغلوب نہ کرنا ہمیں راضی کر دے، اور ہم سے بھی راضی ہو جا۔"

پھر نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا:

"مجھ پر دس ایسی آیات نازل ہوئی ہیں' جو شخص ان پر عمل کرے گا' وہ جنت میں داخل ہوگا۔"

3097- اخرجه احمد (٣٤/١)، و عبد بن حميد ص (٣٥) حديث (١٥)

پھر نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:
''اہلِ ایمان کامیاب ہو گئے''
پھر اس کے بعد آپ ﷺ نے اگلی دس آیات تلاوت کیں۔
یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ زہری کے حوالے سے منقول ہے۔
(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت پہلی روایت کے مقابلے میں زیادہ مستند ہے۔
میں نے اسحاق بن منصور کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے، احمد بن حنبل علی بن مدینی اسحاق بن ابراہیم نے عبدالرزاق کے حوالے سے یونس بن سلیم کے حوالے سے یونس بن یزید کے حوالے سے زہری کے حوالے سے اس روایت کو نقل کیا ہے۔
(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) جس شخص نے عبدالرزاق سے پہلے زمانے میں یہ حدیث سنی تھی انہوں نے اس کی سند میں اس بات کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ یونس بن یزید سے منقول ہے تاہم بعض راویوں نے اس کی سند میں یہ تذکرہ نہیں کیا کہ یہ یونس بن یزید سے بھی منقول ہے۔ جن لوگوں نے اس کی سند میں یونس بن یزید سے منقول ہونے کا تذکرہ کیا ہے وہ زیادہ مستند ہے کیونکہ عبدالرزاق بعض اوقات اس حدیث میں یونس بن یزید کا تذکرہ کر دیتے ہیں اور بعض اوقات ان کا ذکر نہیں کرتے ہیں۔ وہ اس میں یونس کا تذکرہ نہیں کریں گے تو یہ روایت ''مرسل'' شمار ہو گی۔

شرح

سورہ مؤمنون مکی ہے جو چھ (۶) رکوع، اٹھارہ (۱۸) آیات، ایک ہزار آٹھ سو چالیس (۱۸۴۰) کلمات اور چار ہزار آٹھ سو ایک (۴۸۰۱) حروف پر مشتمل ہے۔

سات احکام پر عمل جنت کی ضمانت ہونا:

ارشادِ خداوندی ہے:
قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۞ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۞ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۞ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۞ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۞ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۞ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۞ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۞ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۞ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۞ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۞ (المؤمنون: ۱تا۱۱)
بیشک مومنوں نے کامیابی حاصل کی۔ وہ لوگ اپنی نمازوں میں خشوع کرنے والے ہیں۔ وہ لوگ فضول باتوں سے منہ موڑنے والے ہیں۔ وہ لوگ زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں۔ اور وہ لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ سوا اپنی بیویوں یا اپنی لونڈیوں کے پس بیشک وہ ملامت کیے ہوئے نہیں ہیں۔ اور جس نے ان کے علاوہ کسی اور کو

طلب کیا، پس وہی لوگ اللہ کی حدود سے تجاوز کرنے والے ہیں۔ اور وہ لوگ اپنی امانتوں اور وعدہ کی پاسداری کرنے والے ہیں اور وہ لوگ اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ وہی لوگ وارث ہیں۔ وہی لوگ جنت کے وارث بنتے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

ان آیات میں بیان کردہ سات احکام کی اہمیت وفضیلت حدیث میں بیان کی گئی ہے کہ جو ان پر عمل پیرا ہوگا، اسے جنت میں داخل کیا جائے گا۔ وہ سات احکام جو ان آیات میں بیان کیے گئے، درج ذیل ہیں:

۱۔نماز میں خضوع وخشوع کرنا (۲) فضول باتوں سے پرہیز کرنا (۳) زکوٰۃ ادا کرنا (۴) شرمگاہ کی حفاظت کرنا (۵) امانت کی پاسداری کرنا (۶) وعدہ کی پاسداری کرنا (۷) نمازوں کی پابندی کرنا۔

ان امور کی تفصیلی بحث ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

۱۔خشوع کا معنی ومفہوم:

خشوع کا معنی ہے پست ہونا اور جھکنا۔ جب کوئی شخص جھک جائے یا اپنا سر جھکا لے تو کہا جاتا ہے خشع فلان۔ لفظ خشوع، لفظ خضوع کے قریب المعنی ہونے کی وجہ سے مترادف ہے۔ جسم کے ساتھ عاجزی سے اطاعت کرنے کو خضوع کہا جاتا ہے۔ جسم، آواز اور بصر میں خشوع پایا جاتا ہے یعنی بدن کو جھکانا، آواز کو پست کرنا اور نظر کو جھکانا خشوع ہے۔ خشوع اور خضوع میں لطیف سا فرق ہے۔ خشوع کا اطلاق ظاہری اعضاء سے عاجزی اختیار کرنے پر اور خضوع کا اطلاق دل سے عاجزی اختیار کرنے پر ہوتا ہے۔

مدارج خشوع:

خشوع کے تین درجات ہیں:

۱۔حکم کے سامنے سرنگوں ہونا: حکم کو تسلیم کرتے ہوئے اپنے ظاہر وباطن کے ساتھ مطابقت کرنا یعنی حکم شرعی کے مقابل اپنی خواہش اور رائے کو ظاہر نہ کرنا۔

۲۔دل کو ریاکاری سے پاک رکھنا، مکشوف شئی کی حفاظت کرنا اور عجز وانکسار سے دل کو مضبوط کرنا۔

۳۔نفس وعمل کی آفات کا انتظار کرنا اور ہر صاحب فضل کی فضیلت دیکھنا۔ نفس وعمل میں عیوب ونقائص کے ظہور ہونے کی وجہ سے تکبر وغرور کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور انسان میں عجز وانکسار کی صفت پیدا ہوتی ہے۔ صاحب فضیلت کی رعایت سے حقوق العباد کی پاسداری کا جذبہ پروان چڑھتا ہے، جس کے نتیجہ میں خشوع کا وصف ترقی کی راہ پر گامزن ہوتا ہے۔

قرآن کریم میں خشوع کا اطلاق مختلف معانی پر ہونا:

قرآن کریم میں لفظ ''خشوع'' کا اطلاق پانچ معانی پر ہوتا ہے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔خشوع بمعنی عجز وانکسار: یہ معنی درج ذیل آیت سے نمایاں ہے:

وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ (طٰہٰ:۱۰۸)

اور رحمٰن کے سامنے آوازیں پست ہو جائیں گی۔

۲-خشوع بمعنی پرسکون و مؤدب ہونا: اس کا استعمال درج ذیل آیت میں ہوا ہے:

الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ (المؤمنون: ۲)

وہ لوگ جو پرسکون اور ادب سے نماز پڑھتے ہیں۔

۳-خشوع بمعنی خوف: اس کی مثال درج ارشاد ربانی ہے:

وَیَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِیْنَ (الانبیاء: ۹۰)

اور وہ خوف وخشیت سے ہماری عبادت کرتے ہیں اور وہ ہم سے ڈرنے والے ہیں۔

۴-خشوع بمعنی تواضع: اس کی مثال یہ ارشاد خداوندی ہے:

وَاِنَّهَا لَكَبِیْرَةٌ اِلَّا عَلَی الْخٰشِعِیْنَ (البقرہ: ۴۵)

بے شک یہ نماز ان پر ضرور بھاری ہے جو تواضع کرنے والے ہیں۔

۵-خشوع بمعنی خشک چیز: اس کی مثال یہ آیت ہے:

وَتَرَی الْاَرْضَ خَاشِعَةً (حم السجدہ: ۳۹)

اور تم زمین کو خشک دیکھتے ہو۔

خشوع کی فضیلت واہمیت احادیث کی روشنی میں:

خشوع وخضوع کی اہمیت اور فضیلت احادیث مبارکہ میں بیان کی گئی ہے۔ اس بارے میں چند ایک احادیث مبارکہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری شکلوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا مگر وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۵۶۴)

۲-حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں فرماتے سنا: نماز کا وقت آنے پر جو شخص بہترین وضو کرے، نماز میں خشوع کرے اور رکوع کرے تو ایسی نماز پہلے تمام گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے بشرطیکہ وہ کسی کبیرہ گناہ کا ارتکاب نہ کرے اور یہ سلسلہ ہمیشہ کے لیے ہے۔ (کنز العمال، رقم الحدیث ۱۹۰۳۹)

۳-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے سنا: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مثال یوں ہے اور اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ اس کی راہ میں کون جہاد کرنے والا ہے، جس طرح روزہ رکھنے والا، نماز ادا کرنے والا، خشوع کرنے والا، رکوع کرنے والا اور سجدہ کرنے والا ہے۔ (سنن نسائی، رقم الحدیث ۳۱۲۷)

۴-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ میں صرف سامنے دیکھتا ہوں؟ قسم بخدا! مجھ پر نہ تمہارا رکوع پوشیدہ ہے اور نہ خشوع مخفی ہے۔ بے شک میں تمہیں اپنی پسِ پشت بھی ضرور دیکھتا ہوں۔ (مسند احمد، رقم الحدیث، ج ۲، ص ۱۱۱)

۵-حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی رات کے وقت بندہ اپنے رب کے زیادہ قریب ہوتا ہے اور اگر تم اس وقت ذکر خداوندی کر سکتے ہو تو کرو۔

۶-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ان سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز استسقاء کے بارے میں سوال کیا گیا تو میں نے جواب میں کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم عام لباس میں، انکساری کرتے ہوئے اور گڑگڑاتے ہوئے عیدگاہ میں تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے خطبہ کی طرح خطبہ نہیں دیا تھا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آنسو بہانے اور اللہ تعالیٰ کی بڑائی کرنے میں مصروف رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی طرح نماز استسقاء ادا فرمائی تھی۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۱۱۸۶)

۷-حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میرے سامنے تلاوت قرآن کرو، میں نے عرض کیا: میں آپ کے سامنے قرآن پڑھوں! جبکہ قرآن کریم آپ پر نازل کیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ میں اپنے غیر سے قرآن سنوں۔ میں نے آپ کے سامنے سورۃ النساء تلاوت کی اور جب میں اس آیت پر پہنچا فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ الخ تو آپ نے رک جانے کا حکم دیا جبکہ اس وقت آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔
(صحیح مسلم، رقم الحدیث ۸۰۰)

۸-حضرت عبداللہ بن الشخیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کی حالت میں دیکھا کہ آپ کے رونے کی وجہ سے سینہ سے اس طرح آواز آرہی تھی جس طرح چکی چلنے کی آواز آتی ہے۔ (سنن نسائی، رقم الحدیث ۱۲۱۲)

خشوع کے بارے میں آثار واقوال صحابہ وتابعین:

نماز وغیر نماز میں خشوع وخضوع اور عجز وانکسار کی اہمیت وفضیلت کے بارے میں چند ایک آثار واقوال صحابہ وتابعین ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

۱-حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے خشوع اختیار کرتا ہے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے سربلندی عطا کرے گا۔ جو شخص تکبر وغرور کرتا ہے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے ذلیل وخوار کرے گا۔

۲-حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو ملاحظہ کیا کہ حالت نماز میں وہ اپنی گردن جھکائے ہوئے ہے۔ آپ اس سے یوں مخاطب ہوئے: اے فلاں نمازی! اپنی گردن اوپر اٹھاؤ' کیونکہ خشوع گردن میں نہیں بلکہ دل میں ہے۔

۳-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سورۃ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ کی ابتدائی چھ آیات تلاوت کرنے کے بعد جب اس آیت پر پہنچے: يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، تو آپ پر گریہ طاری ہو گیا پھر آگے تلاوت نہ کر سکے بلکہ زمین پر گر گئے۔
(حلیۃ الاولیاء، ج ا، ص ۳۰۵)

۴-حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ دل میں خشوع کی صورت یہ ہے: تم مسلمانوں کے لیے نرم دل بن جاؤ اور دوران نماز دائیں بائیں التفات نہ کرو۔

۵-حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نفاق کے خشوع سے اللہ تعالیٰ کی

پناہ طلب کرو۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا: یارسول اللہ! نفاق کا خشوع کیا ہوتا ہے؟ آپ نے جواب دیا: جسم میں خشوع ہوتا ہے اور دل میں نفاق ہوتا ہے۔ (انوار الاصول، ج ۲، ص ۱۷۲)

۶- حضرت امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ نماز کو اطمینان وسکون سے ادا کرنا خشوع ہے۔

۷- حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مجھے حالت نماز میں جھولتے ہوئے دیکھا تو آپ نے مجھے نہایت سختی سے ڈانٹا' قریب تھا کہ میری نماز باطل ہو جاتی۔ پھر آپ نے فرمایا: میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں سنا ہے جب تم میں کوئی شخص حالت نماز میں ہو تو اسے چاہیے کہ اپنے اعضاء کو اطمینان وسکون سے رکھے اور حالت نماز میں آگے پیچھے حرکت نہ کرے' کیونکہ نماز میں اعضاء کو ساکن رکھنا نماز کا حصہ ہے۔ (انوار الاصول، ج ۲، ص ۱۷۱)

۸- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے بے شک اللہ تعالیٰ بندے کی طرف ملتفت رہتا ہے جب تک وہ حالت وضو میں ہوتا ہے یا جب تک اپنی توجہ ادھر ادھر نہ کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث ۴۵۴۴)

۹- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو حالت نماز میں اپنی داڑھی سے کھیلتے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا: اگر اس شخص کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضاء میں بھی ہوتا۔

۱۰- ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے حالت نماز میں ادھر ادھر التفات کرنے کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ نے جواب میں فرمایا: (یہ کیفیت) شیطان کا اچکنا اور چھیننا ہے، بندہ کی نماز سے اتنا حصہ شیطان اچک لیتا ہے۔

۱۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب تم حالت نماز میں ہوتے ہو تو تمہارا رب تمہارے سامنے ہوتا ہے' جس سے تم مناجات کرتے ہو' لہٰذا تم ادھر ادھر التفات نہ کرو۔ ایک روایت میں ہے کہ رب العلمین فرماتا ہے: اے ابن آدم! تو کس طرف التفات کرتا ہے؟ میں تیرے لیے اس چیز سے بہتر ہوں جس کی طرف تو التفات کر رہا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث ۴۵۴۴)

۱۲- حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: تم حالت نماز میں ادھر ادھر التفات کرنے سے بچاؤ' کیونکہ التفات کرنے والے کی نماز نہیں ہوتی۔ اگر تم نے (بالفرض) ایسا کرنا ہی ہے' تو نوافل میں کرو، فرائض میں مت کرو۔

۱۳- حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو لوگ حالت نماز میں اپنی نظریں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں وہ باز آجائیں ورنہ ان کی نظریں واپس نہیں پلٹیں گی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، رقم الحدیث ۶۳۱۸)

۱۴- حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جب حالت نماز میں ہوتے تو یوں معلوم ہوتا کہ لکڑی کا ستون کھڑا ہو۔

۱۵- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص حالت نماز میں آسمان کی طرف التفات کرتا ہے' تو کیا وہ اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اس کی نظر واپس نہ پلٹے۔

حالت نماز میں وجوب خشوع وخضوع پر قرآنی دلائل:

دوران نماز آدمی پر خشوع وخضوع واجب ہے، اس بارے میں چند ایک قرآنی دلائل ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

۱- وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ ۔ (طٰہٰ: ۱۴)

اور مجھے یاد رکھنے کے لیے تم نماز قائم کرو۔

غفلت اور عدم توجہ سے نماز ادا کرنا 'نماز میں خشوع وخضوع کے منافی ہے۔

۲- وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغَافِلِيْنَ ۔ (الاعراف: ۲۰۵)

اور تم غافل لوگوں سے نہ ہونا۔

اس آیت کا تقاضا ہے کہ حالت نماز میں اللہ تعالیٰ سے غفلت نہ برتی جائے۔

۳- اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ۝ (محمد: ۲۴)

کیا وہ لوگ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں؟

اس آیت کا تقاضا ہے کہ یادِ الٰہی سے غفلت نہ برتی جائے خواہ حالت نماز میں ہو یا غیر حالت نماز میں۔

۴- حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ (النساء: ۴۳)

(تم اس وقت تک نماز نہ ادا کرو) جب تک تمہیں معلوم نہ ہو جائے جو تم کہتے ہو۔

اس آیت کا تقاضا ہے کہ افکار وتصورات میں ڈوب کر نماز نہیں پڑھنا چاہیے بلکہ خالی الذہن اور اللہ کو اپنے سامنے یا خود کو اس کی بارگاہ میں حاضر تصور کرتے ہوئے نماز ادا کرنا چاہیے۔

نماز میں وجوب خشوع وخضوع احادیث کی روشنی میں:

نماز میں خشوع وخضوع کے وجوب کے بارے میں کثیر احادیث مبارکہ ہیں جن میں سے چند ایک ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جن کو سوائے بھوک اور پیاس کے کوئی چیز حاصل نہیں ہوتی۔ بہت سے نمازی ایسے ہیں جن کو سوائے قیام اور بیدار رہنے کے کوئی چیز حاصل نہیں ہوتی۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۱۶۹۰)

۲- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو نماز برائی اور بے حیائی کے امور سے نہ روکے، وہ اللہ تعالیٰ سے دور رہے گا۔ (مجمع الزوائد، ج ۲، ص ۲۵۸)

۳- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: جس شخص کو نماز نیکی کا حکم نہ دے اور برائی سے نہ روکے وہ اللہ تعالیٰ سے دور رہتا ہے۔ (المعجم الکبیر، رقم الحدیث ۸۵۴۳)

۴- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بعض نماز پڑھنے والے ایسے ہیں جن کو سوائے قیام وتھکاوٹ کے کوئی چیز حاصل نہیں ہوتی اور ان کی نماز غافل کی نماز ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندے کے لیے نماز سے اتنا حصہ ہے جتنا اس نے سمجھ کر

ادا کی۔(امام غزالی،ج۱،ص۱۵۳)

۵۔حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: جس شخص کی نماز میں خشوع نہیں ہے اس کی نماز نہیں ہے۔

۶۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کی سمت بلغم پڑا ہوا دیکھا تو آپ پر گراں گزرا، آپ کا چہرہ سرخ ہوگیا اور اسے اپنے دست اقدس سے کھرچ کر صاف کیا۔ پھر آپ نے فرمایا: جو شخص نماز ادا کرتا ہے، وہ اپنے پروردگار سے مناجات کرتا ہے اور پروردگار اس کے اور کعبہ کے درمیان ہوتا ہے۔ تم میں سے کوئی شخص قبلہ کی طرف منہ کر کے ہرگز نہ تھوکے مگر اپنی دائیں جانب یا بائیں جانب یا قدموں کے نیچے ورنہ اسے اپنی چادر سے مل دے۔(صحیح مسلم، رقم ۵۵۱)

خشوع کے فوائد وثمرات:

انسان میں خشوع وخضوع کے کثیر فوائد ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(۱) خوف خدا پیدا ہونا۔

(۲) ایمان اور حسن اسلام کا مظہر ہونا۔

(۳) بندے کے نیک اور استقامت کی دلیل ہونا۔

(۴) عبودیت خداوندی کا اعلان کرنا اور ماسوا اللہ سے احتراز کرنا۔

(۵) گناہوں کا مٹنا اور ثواب میں اضافہ ہونا۔

(۶) عذاب وسزا سے نجات حاصل ہونا۔

(۷) دخول جنت میں کامیابی حاصل ہونا۔

(۸) قیامت کے دن مدارج ومراتب بلند ہونا۔

(۹) انسانی نظروں کا عجز کی وجہ سے جھکنا۔

(۱۰) انسانی دل سے سختی دور ہونا۔

(۱۱) اخروی فلاح حاصل ہونا۔

(۱۲) شیطان کا قریب نہ آنا۔

۲۔لغو کا لغوی واصطلاحی مفہوم:

سورۂ مومنون کی ابتدائی آیات میں دوسرا حکم یہ بیان ہوا ہے کہ لغو امور یا لغو باتوں سے پرہیز کرنا ہے۔

ابن فارس کے مطابق لفظ "لغو" کے دو معانی ہیں:

(۱) ایسا کام یا ایسی بات جو قابل شمار نہ ہو مثلاً اونٹ کے وہ بچے جو بطور دیت نہ دیئے جاسکتے ہوں۔

(۲) وہ چیز ہے جس سے دل لگی کی جائے۔ ابن اثیر کے مطابق وہ کام یا وہ بات جو ساقط کرنے کے لائق ہو لغو کہا جاتا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قال لصاحب والامام یخطب صه فقد لغا ۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۱۰۹۰)

جس شخص نے اپنے ساتھی سے خاموش رہنے کا کہا حالانکہ امام خطبہ دے رہا ہو، پس بے شک اس نے لغو بات کی۔

ایک روایت کے الفاظ ہیں:

من مس الحصی فقد لغا ۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۸۵۷)

جس نے نماز جمعہ کے دوران کنکریوں کو چھوا اس نے لغو کا ارتکاب کیا۔

علامہ مناوی کے مطابق لفظ جو بات زبان پر بغیر قصد کے جاری ہو وہ لغو کہلاتی ہے۔ علامہ جرجانی کے مطابق جو کلام ساقط الاعتبار ہو یا جس کلام سے کوئی حکم ثابت نہ ہوتا ہو، وہ لغو ہے۔ علامہ راغب اصفہانی کے مطابق جو کلام نا قابل شمار ہو یا جو بات آدمی بے سوچے سمجھے کرتا ہے، وہ لغو ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق جو بغیر قصد کے قسم کھائی جائے وہ یمین لغو کہلاتی ہے مثلاً کوئی شخص بات بات پر قسم کھاتا ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق یمین لغو وہ ہوتی ہے جو انسان ایسی قسم کھائے جو اس کے اعتقاد کے مطابق ہو مگر واقع کے مطابق نہ ہو، کیونکہ ایسی قسم کا نہ گناہ ہوتا ہے اور نہ کفارہ۔

۳- زکوٰۃ کا معنی و مفہوم:

سورۂ مومنون کی ابتدائی آیات میں تیسرا حکم یہ بیان ہوا ہے کہ وہ لوگ زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں۔

لفظ "زکوٰۃ" کے دو معانی ہیں:

(۱) ہر مستحسن عمل زکوٰۃ کہلاتا ہے۔ یہ معنی قرآن کریم میں متعدد مقامات پر استعمال ہوا ہے۔

(i) قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۔ (الاعلیٰ: ۱۴)

جس نے اپنا باطن صاف کیا وہ کامیاب ہوا۔

(ii) خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا (التوبۃ: ۱۰۳)

آپ ان کے اموال سے صدقہ لے کر انہیں پاک کریں اور ان کے باطن کو صاف کریں۔

(iii) فَلَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ ط (النجم: ۳۲)

پس تم اپنی تعریف و توصیف نہ کرو۔

۲- لفظ "زکوٰۃ" کا دوسرا معنی ہے نصاب مال پر سال گزرنے کے بعد اس سے اڑھائی فیصد مساکین، غرباء اور یتیموں وغیرہ کو دینے کے لیے الگ کرنا۔

اس مقام پر زکوٰۃ کا پہلا معنی مراد ہے" کیونکہ زکوٰۃ کی فرضیت مدینہ میں ہوئی تھی جبکہ یہ سورت مکی ہے۔ اس کا مفہوم یہی بنتا ہے کہ ظاہر و باطن کو پاک و صاف کر کے اپنی ذات کو بارگاہِ الٰہی میں حاضری کے قابل بنانا۔

۴- بغیر نکاح کے کنیزوں سے جماع کے جواز کی وجہ:

سورۂ مومنون کی ابتدائی آیات میں چوتھا حکم یہ بیان ہوا ہے کہ وہ لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں لیکن نکاح

کی صورت میں بیویوں سے یا مالک بن جانے کی صورت میں لونڈیوں سے بھی جماع کر سکتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ نکاح کی صورت میں بیوی سے جماع کرنے کا جواز تو واضح ہے لیکن کنیزوں سے نکاح کے بغیر بشرطیکہ وہ مملوکہ ہوں، سے جواز جماع کی وجہ کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نکاح یعنی دو شخصوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کرنا جواز جماع کی علت ہے۔ یہ نکاح بیک وقت چار عورتوں سے جائز ہے مگر پانچویں عورت سے منع ہوگا خواہ ایجاب وقبول اور دو گواہوں کی موجودگی کی شرط بھی پائی جائے، اسی طرح بیک وقت دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا بھی حرام ہے اور کسی غیر مسلم خاتون سے بھی ان شرائط سے جماع حرام ہے۔ ایک مسلمان خاتون سے گواہوں کے ایجاب وقبول کی شرائط سے نکاح کے باوجود حیض ونفاس کی حالت میں اس سے جماع حرام رہے گا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ کسی عورت سے جواز جماع کے لیے دو گواہ اور ایجاب وقبول کی شرائط علت نہیں ہیں بلکہ علت اللہ تعالیٰ کی اجازت ہے، اگر اس کی اجازت نہ ہو تو نکاح کے باوجود جماع درست نہ ہو اور اگر اجازت ہو تو نکاح کے بغیر بھی کنیزوں سے جماع جائز ہو سکتا ہے۔

سوال: کیا عصر حاضر میں بھی دشمن کے قیدیوں کو غلام یا کنیز بنانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: عصر حاضر میں دشمن مسلمان قیدیوں کو غلام یا کنیز نہیں بناتے بلکہ اسے انسانی وقار کے منافی تصور کرتے ہوئے اس سے اجتناب کرتے ہیں۔ اسلام سب سے بڑا مذہب اور انسانی وقار کا علمبردار ہے، وہ اس معاملہ میں بھلا کیسے پیچھے رہ سکتا تھا۔ اسلام بھی عصر حاضر میں دشمن کے قیدیوں کو غلام اور کنیز بنانے کی اجازت نہیں دیتا۔ اس بارے میں ارشادِ خداوندی ہے:

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰٓى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّاۢ بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۛ۫ (محمد: ۴)

پس جب تمہارا کفار سے مقابلہ ہو جائے تو ان کی گردنوں پر وار کرو حتی کہ تم ان کا اچھی طرح سے خون بہاؤ، پھر انہیں مضبوطی سے گرفتار کرلو۔ پھر خواہ ان پر احسان کرتے ہوئے انہیں بلا معاوضہ آزاد کر دو یا ان سے مالی یا جانی فدیہ وصول کر کے انہیں آزاد کر دو۔

۶۰۵- امانت داری اور ایفا عہد کا حکم:

سورۂ مومنون کی ابتدائی آیات میں پانچواں اور چھٹا حکم یہ بیان ہوا ہے: وہ لوگ اپنی امانتوں اور اپنے وعدوں کی پاسداری کرنے والے ہیں۔

مہذب اور باوقار زندگی گزارنے کے لیے دیگر امور کے علاوہ دو امور کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔:

(۱) امانت داری کی رعایت کرنا

(۲) ایفاء عہد۔

چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ۝ (بنی اسرائیل: ۳۴)

تم اپنا وعدہ پورا کرو، کیونکہ وعدے کے بارے میں پوچھا جائے گا۔
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایفاء عہد میں غفلت کرنے والے کی وعید کے بارے میں فرمایا: جو شخص اپنے وعدہ کا ایفاء نہیں کرتا اس کا کوئی دین نہیں ہے۔
عہد کی مشہور چھ اقسام ہیں جو درج ذیل ہیں:
(۱) اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا عہد۔
(۲) اللہ تعالیٰ کا انبیاء اور کتب سماوی کے ذریعے انسانوں سے احکام پر عمل کرنے کا عہد۔
(۳) نذر مان کر عبادت کو اپنے آپ پر لازم کرنے کا عہد۔
(۴) کسی معاملہ میں فریقین کے درمیان جو شرائط طے ہو جاتی ہیں ان کو پیش نظر رکھنے کا عہد۔
(۵) مسلمان حکومتیں، غیر مسلم حکومتوں سے باہمی دلچسپی کے امور میں طے شدہ معاہدہ کا عہد مثال کے طور پر تجارت، صنعت وحرفت اور ثقافت کے بارے میں۔
(۶) اسلامی حکومت کا ذمیوں سے جزیہ وصول کرنے اور ذمیوں کی طرف سے جزیہ پیش کرنے کا عہد۔

۷-نماز کی ادائیگی میں سستی اور غفلت برتنے کی ممانعت ووعید:

سورۂ مومنوں کی ابتدائی آیات میں ساتواں حکم یہ بیان ہوا ہے کہ وہ لوگ نماز پنجگانہ باقاعدگی سے ادا کرتے ہیں۔ اس بارے میں وہ سستی سے کام نہیں لیتے اور وقت گزرنے کے بعد نماز نہیں پڑھتے۔ نماز کی ادائیگی میں سستی سے کام لینے اور وقت گزرنے کے بعد ادا کرنے کی وعید میں کثیر روایات موجود ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں چند روایات ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:
۱-حضرت ذر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اس وقت تم لوگوں کا کیا حال ہوگا جب تم پر ایسے حکمران مسلط کیے جائیں گے جو وقت گزرنے پر نماز ادا کریں گے یا وقت ضائع کر کے ادا کریں گے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس وقت میرے لیے کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نماز بروقت ادا کرنا، پھر اگر ان سے مل کر نماز پڑھو گے تو وہ نماز تمہارے لیے نفلی ہوگی۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۱۲۵۷)
۲-حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد زرّیں میں جو عبادت کرنے کے معمولات تھے میں ان میں سے کسی کو بھی نہیں جانتا۔ دریافت کیا گیا نماز کے بارے میں بھی؟ جواب میں کہا: نماز کے بارے میں بھی بہت سی چیزوں کو تم ضائع کر چکے ہو۔
نماز کے بارے میں غفلت وسستی کی مذمت کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے:
۱- فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝ (الماعون: ۴تا۶)
ہلاکت ہے نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز میں بھولتے ہیں اور جو ریاکاری سے کام لیتے ہیں۔
۲- وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ (النساء: ۱۴۲)

منافق لوگ نماز کے لیے بہت سستی سے کھڑے ہوتے ہیں' وہ لوگوں کو دکھاوے کے لیے نماز پڑھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔

یعنی عدم توجہ، سستی و کاہلی اور وقت گزرنے کے بعد یا مکروہ وقت شروع ہونے یا بروقت لیکن ریاکاری سے نماز ادا کرنا منافقوں کا طریقہ ہے جو قابل مؤاخذہ ہے۔

3098 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

متنِ حدیث: اَنَّ الرُّبَيِّعَ بِنْتَ النَّضْرِ اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ ابْنُهَا الْحَارِثُ بْنُ سُرَاقَةَ اُصِيْبَ يَوْمَ بَدْرٍ اَصَابَهُ سَهْمٌ غَرَبٌ فَاَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اَخْبِرْنِيْ عَنْ حَارِثَةَ لَئِنْ كَانَ اَصَابَ خَيْرًا احْتَسَبْتُ وَصَبَرْتُ وَاِنْ لَّمْ يُصِبِ الْخَيْرَ اجْتَهَدْتُ فِي الدُّعَاءِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اُمَّ حَارِثَةَ اِنَّهَا جَنَّةٌ فِيْ جَنَّةٍ وَّاِنَّ ابْنَكِ اَصَابَ الْفِرْدَوْسَ الْاَعْلٰى وَالْفِرْدَوْسُ رَبْوَةُ الْجَنَّةِ وَاَوْسَطُهَا وَاَفْضَلُهَا

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ اَنَسٍ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، سیدہ ربیع بنت نضر رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، ان کا بیٹا حارث بن سراقہ غزوۂ بدر میں شہید ہوا تھا۔ اسے ایک نامعلوم تیر لگا تھا۔ وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی: آپ ﷺ مجھے حارثہ کے بارے میں بتائیں۔ اگر تو وہ بھلائی تک پہنچ گیا ہے' تو میں ثواب کی اُمید رکھوں اور صبر سے کام لوں اور اگر وہ بھلائی تک نہیں پہنچ پایا تو پھر میں اس کے لیے بھرپور دعا کروں تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے اُم حارثہ! وہ جنت میں ایک باغ میں ہے۔ تمہارا بیٹا فردوسِ اعلیٰ تک پہنچ گیا ہے' اور فردوس جنت کا بلند ٹیلہ ہے یہ اس کا بالائی اور سب سے بہترین حصہ ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کے حوالے سے یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

فردوس جنت کا بلند ترین درجہ:

فردوس رومی یا حبشی زبان کا لفظ ہے جو فارسی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ فارسی زبان میں اس سے مراد ایسا باغ ہے جو درختوں کے وسیع ہونے سے وسیع تر ہو جاتا ہے۔ تاہم قبطی زبان میں فردوس انگور کی بیل کو کہا جاتا ہے۔ قاموس اور منتہی الارب کے مطابق فردوس سے مراد ایسی نہر ہے' جس کے کناروں پر سبزہ اگا ہو اور ایسے باغ کو بھی کہتے ہیں جس کے ہر حصہ میں پھل اور پھول ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں جنت کے درجات اور ہر دو درجات کے مابین فاصلہ کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

3098- اخرجه البخاري (٧/٣٠٥): كتاب المغازي: باب: فضل من شهد بدراً، حديث (٣٩٨٢) عن طريق حميد عن انس عنه به، و احمد (٢١٠/٣، ٢٦٠، ٢٨٣).

چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں سو درجات ہیں جن میں سے ایک درجہ ایسا ہے جو مجاہدین کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ ہر دو درجات کے درمیان زمین و آسمان کا فاصلہ ہے۔ پس جب تم اللہ تعالیٰ سے جنت کے بارے میں سوال کرو تو جنت الفردوس طلب کرو، اس لیے کہ یہ جنت کا وسط اور بلند ترین ہے۔ اس کے اوپر عرش رحمٰن ہے، جس سے جنت کی نہریں جاری ہوتی ہیں۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۲۷۹۰)

اسی طرح حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ان کی پھوپھی حضرت ربیع رضی اللہ عنہا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، کیونکہ غزوۂ بدر کے موقع پر ان کا بیٹا حارث شہید ہو گیا تھا، وہ پانی بھرنے میں مصروف تھا کہ اچانک دشمن کا تیر لگا جو جان لیوا ثابت ہوا۔ عرض کیا: یارسول اللہ! میرا بیٹا جنت میں پہنچا ہے یا نہیں؟ پہلی صورت میں صبر کروں گی اور دوسری صورت میں، میں اس کے لیے دعا کرتی رہوں گی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کر دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ام حارث! جنت میں بہت سے باغات ہیں، آپ کے بیٹے نے جنت کا اعلیٰ درجہ "فردوس" حاصل کیا ہے جو جنت کے ایک ٹیلہ پر واقع ہے۔

3099 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ وَهْبٍ الْهَمْدَانِيِّ

متنِ حدیث: اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ (وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَا اٰتَوْا وَقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ) قَالَتْ عَائِشَةُ اَهُمُ الَّذِيْنَ يَشْرَبُوْنَ الْخَمْرَ وَيَسْرِقُوْنَ قَالَ لَا يَا بِنْتَ الصِّدِّيْقِ وَلٰكِنَّهُمُ الَّذِيْنَ يَصُوْمُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ وَيَتَصَدَّقُوْنَ وَهُمْ يَخَافُوْنَ اَنْ لَّا يُقْبَلَ مِنْهُمْ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِى الْخَيْرَاتِ

اسنادِ دیگر: قَالَ وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِىْ حَازِمٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا

◆◆ نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، میں نے نبی اکرم ﷺ سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا:

"اور وہ لوگ جو (اللہ کی راہ میں جتنا ہو سکتا ہے) اتنا دیتے ہیں اور پھر بھی ان کے دل ڈر رہے ہوں گے"۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا: کیا یہ وہ لوگ ہوں گے، جو پہلے شراب پیا کرتے تھے اور چوری کیا کرتے تھے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: صدیق کی بیٹی! اس سے مراد وہ لوگ ہیں، جو نماز پڑھیں گے، روزے رکھیں گے، صدقہ کریں گے، اور انہیں یہ ڈر ہوگا کہ شاید ان کا یہ عمل قبول نہیں ہوگا۔ یہی وہ لوگ ہیں، جو بھلائی میں سبقت لے جاتے ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت عبدالرحمٰن بن سعید کے حوالے سے، ابوحازم کے حوالے سے، حضرت

3099۔ اخرجه ابن ماجه (۲/۱۴۰۴): كتاب الزهد: باب: التوقي على العمل، حديث (۴۱۹۸)، و احمد (۶/۱۵۹، ۲۰۵) و الحميدي (۱/۱۳۲)، حديث (۲۷۵)۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے منقول ہے۔

شرح

بھلائیوں کی طرف ترقی کرنے والے مؤمنین:

ارشاد ربانی ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ○ (المومنون: ۵۷ تا ۶۱)

بے شک وہ لوگ اپنے پروردگار کے جلال سے خوفزدہ رہتے ہیں۔ اور جو لوگ اپنے پروردگار کی نشانیوں پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ لوگ اپنے پروردگار کے ساتھ شرک نہیں کرتے۔ اور وہ لوگ جو کچھ دیتے ہیں اللہ سے خوفزدہ دلوں سے دیتے ہیں، اس یقین کے ساتھ کہ وہ اپنے پروردگار کی طرف لوٹنے والے ہیں، وہی لوگ نیکی کے کاموں میں جلدی کرنے والے ہیں اور وہی سب سے زیادہ نیکی کی طرف بڑھنے والے ہیں۔

ان آیات کی تفسیر وتشریح حدیث باب میں بیان کی گئی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: یارسول اللہ! کیا یہ دینے والے وہ لوگ ہیں جو چوری کرتے ہیں اور شراب نوشی کرتے ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: اے صدیق کی بیٹی! نہیں، یہاں وہ لوگ مراد ہیں جو نماز ادا کرتے ہیں، روزے رکھتے ہیں اور صدقہ خیرات کرتے ہیں جبکہ وہ خوفزدہ رہتے ہیں کہ کہیں ان کے اعمال ناقابل قبول قرار نہ دیئے جائیں۔ یہی لوگ اعمال صالح انجام دینے میں خصوصی دلچسپی لیتے ہیں۔

ان آیات اور حدیث میں ان مومنوں کا ذکر خیر ہے جو اعمال صالحہ کی طرف سبقت کرتے ہیں اور ان کے چار اوصاف خصوصیت سے بیان کیے گئے ہیں:

(۱) رب کائنات کے جلال وہیبت سے خوفزدہ رہنا۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی آیات کو تسلیم کرنا۔

(۳) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا۔

(۴) بیم وامید کی حالت میں ہونا یعنی وہ جب بھی کوئی عمل صالحہ کرتے ہیں تو انہیں یہی دھڑ کا لگا رہتا ہے کہ وہ عمل اللہ تعالیٰ کے حضور قابل ہوگا یا کہ نہیں؟

3100 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ يَزِيْدَ اَبِيْ شُجَاعٍ عَنْ اَبِي السَّمْحِ عَنْ اَبِي الْهَيْثَمِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ

متن حدیث: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ (وَهُمْ فِيْهَا كَالِحُوْنَ) قَالَ تَشْوِيْهِ النَّارُ فَتَقَلَّصُ شَفَتُهُ الْعَالِيَةُ حَتّٰى تَبْلُغَ وَسَطَ رَأْسِهٖ وَتَسْتَرْخِي شَفَتُهُ السُّفْلٰى حَتّٰى تَضْرِبَ سُرَّتَهٗ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: (ارشادِ باری تعالیٰ ہے)

''اور وہ اس میں بدشکل ہورہے ہوں گے''۔

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: آگ انہیں بھون دے گی اور ان کا اوپر کا ہونٹ سکڑ کر سر کے درمیان میں پہنچ جائے گا' اور نیچے والا ہونٹ لٹک کر ناف تک پہنچ جائے گا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے۔

شرح

بگڑے ہوئے چہروں والے لوگ:

ارشادِ خداوندی ہے:

تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ○ (المومنون:۱۰۴)

آگ ان کے چہروں کو جلا دے گی اور وہ اس میں پریشان کن حالت میں ہوں گے۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ قیامت کے دن میزان عدل پر وزن کرتے وقت جن لوگوں کے گناہ زیادہ ہوں گے انہیں جہنم کی آگ میں سزا دی جائے گی اور آگ ان کے چہروں کو اس طرح جھلس دے گی کہ ان کے اوپر والا ہونٹ اوپر کی طرف اٹھ جائے گا حتیٰ کہ نصف سر تک پہنچ جائے گا۔ نیچے کا ہونٹ نیچے کی جانب لٹک جائے گا حتیٰ کہ وہ ناف تک پہنچ جائے گا۔

قیامت کے دن تین قسم کے لوگ ہوں گے:

۱- کفار: یہ لوگ اپنے کفر کی وجہ سے دائمی طور پر جہنم میں ڈالے جائیں گے' وہاں سے کبھی بھی نہیں نکالے جائیں گے اور ان کے عذاب میں کمی نہیں کی جائے گی۔

۲- مؤمنون: یہ نیکوکار رہوں گے تو انہیں جنت میں داخل کیا جائے گا۔ گناہگار ہوں گے تو اللہ تعالیٰ چاہے گا انہیں اپنے فضل وکرم سے معاف فرما دے گا اور اگر چاہے گا تو جہنم میں بقدرے معصیت سزا دے گا پھر انہیں وہاں سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا۔

۳ منافقون: یہ لوگ دو وجہین ہونے کی وجہ سے ایک طرف اپنے آپ کو مسلمانوں کے ساتھ ملاتے ہیں اور بظاہر اسلامی اعمال و رسومات انجام بھی دیتے ہیں لیکن دلی طور پر اپنے آپ کو کفار کے ساتھ ملاتے ہیں۔ یہ لوگ مسلمانوں کے لیے کفار سے بھی

زیادہ نقصان دہ ہوتے ہیں۔ لہٰذا انہیں کفار کے ساتھ جہنم میں ڈالا جائے گا۔ یاد رہے یہاں منافقوں سے مراد وہ خاص لوگ ہیں جو دورِ رسالت میں موجود تھے کیونکہ بعد والے منافقوں کا یہ حکم نہیں ہے۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ النُّوْرِ

باب 25: سورہ نور سے متعلق روایات

3101 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ الْاَخْنَسِ اَخْبَرَنِیْ عَمْرُو بْنُ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ

متنِ حدیث: كَانَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهٗ مَرْثَدُ بْنُ اَبِیْ مَرْثَدٍ وَّكَانَ رَجُلًا يَحْمِلُ الْاَسْرٰی مِنْ مَكَّةَ حَتّٰی يَاْتِیَ بِهِمُ الْمَدِيْنَةَ قَالَ وَكَانَتِ امْرَاَةٌ بَغِیٌّ بِمَكَّةَ يُقَالُ لَهَا عَنَاقٌ وَّكَانَتْ صَدِيْقَةً لَّهٗ وَاِنَّهٗ كَانَ وَعَدَ رَجُلًا مِّنْ اُسَارٰی مَكَّةَ يَحْمِلُهٗ قَالَ فَجِئْتُ حَتّٰی انْتَهَيْتُ اِلٰی ظِلِّ حَائِطٍ مِّنْ حَوَائِطِ مَكَّةَ فِیْ لَيْلَةٍ مُّقْمِرَةٍ قَالَ فَجَاءَتْ عَنَاقٌ فَاَبْصَرَتْ سَوَادَ ظِلِّیْ بِجَنْبِ الْحَائِطِ فَلَمَّا انْتَهَتْ اِلَیَّ عَرَفَتْهُ فَقَالَتْ مَرْثَدٌ فَقُلْتُ مَرْثَدٌ فَقَالَتْ مَرْحَبًا وَّاَهْلًا هَلُمَّ فَبِتْ عِنْدَنَا اللَّيْلَةَ قَالَ قُلْتُ يَا عَنَاقُ حَرَّمَ اللّٰهُ الزِّنَا قَالَتْ يَا اَهْلَ الْخِيَامِ هٰذَا الرَّجُلُ يَحْمِلُ اَسْرَاكُمْ قَالَ فَتَبِعَنِیْ ثَمَانِيَةٌ وَّسَلَكْتُ الْخَنْدَمَةَ فَانْتَهَيْتُ اِلٰی كَهْفٍ اَوْ غَارٍ فَدَخَلْتُ فَجَاءُوْا حَتّٰی قَامُوْا عَلٰی رَاْسِیْ فَبَالُوْا فَظَلَّ بَوْلُهُمْ عَلٰی رَاْسِیْ وَاَعْمَاهُمُ اللّٰهُ عَنِّیْ قَالَ ثُمَّ رَجَعُوْا وَرَجَعْتُ اِلٰی صَاحِبِیْ فَحَمَلْتُهٗ وَكَانَ رَجُلًا ثَقِيْلًا حَتّٰی انْتَهَيْتُ اِلَی الْاِذْخِرِ فَفَكَكْتُ عَنْهُ كَبْلَهٗ فَجَعَلْتُ اَحْمِلُهٗ وَيُعْيِيْنِیْ حَتّٰی قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْكِحُ عَنَاقًا فَاَمْسَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَیَّ شَيْئًا حَتّٰی نَزَلَتْ (الزَّانِیْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ وَّحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَی الْمُؤْمِنِيْنَ) فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مَرْثَدُ (الزَّانِیْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ) فَلَا تَنْكِحْهَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◄◄ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، ایک شخص تھا جس کا نام مرصد بن ابومرصد تھا۔ وہ ایک ایسا شخص تھا جو مکہ مکرمہ سے قیدیوں کو لاد کر مدینہ منورہ لایا کرتا تھا۔ مکہ میں ایک فاحشہ عورت تھی جس کا نام عناق تھا۔ وہ اس شخص کی سہیلی تھی۔ ایک مرتبہ اس شخص نے مکہ کے قیدیوں میں سے ایک شخص کے ساتھ طے کیا کہ وہ اسے سوار کر کے لے جائے گا۔ مرصد بیان کرتے ہیں: میں آیا اور مکہ کی ایک دیوار کی اوٹ میں ٹھہر گیا۔ یہ چاندنی رات تھی۔ اسی دوران عناق وہاں آئی۔ اس نے دیوار کے پہلو میں میرا ہیولیٰ دیکھا۔ جب وہ مجھ تک پہنچی تو پہچان گئی۔ وہ بولی: مرصد ہو؟ میں نے کہا: مرصد ہوں۔ وہ بولی:

3101۔ اخرجه ابوداؤد (۶۲۵/۱): کتاب النکاح: باب: فی قوله تعالیٰ: (الزانی لا ینکح الا زانیة)، حدیث (۲۰۵۱)، و النسائی (۶۶/۶): کتاب النکاح: باب: تزویج الزانیة، حدیث (۳۲۲۸)

خوش آمدید۔ آؤ! آج رات ہمارے ہاں ٹھہرو۔ مرصد بیان کرتے ہیں، میں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے زنا کو حرام قرار دے دیا ہے۔ تو وہ عورت بولی: اے خیمے والو! یہ شخص تمہارے قیدیوں کو لاد کر لے جائے گا۔ حضرت مرصد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، آٹھ آدمی میرے پیچھے لگے، میں خندمہ (پہاڑ کی طرف) بھاگا اور ایک غار تک پہنچ گیا اور اس میں داخل ہو گیا۔ وہ لوگ بھی آ گئے، وہ لوگ آ کر میرے سر پر کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے وہاں پیشاب کیا۔ ان کا پیشاب میرے سر پر آ کر گرا' لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں میری طرف سے اندھا کر دیا۔ مرصد بیان کرتے ہیں، وہ لوگ واپس چلے گئے۔ میں اپنے ساتھی کے پاس واپس آیا۔ میں نے اسے (سواری پر) لادا۔ وہ ایک بھاری بھرکم شخص تھا۔ میں اسے لے کر اذخر آیا۔ میں نے وہاں اس کی بیڑیاں کھولیں اور اسے سوار کیا۔ اس نے مجھے تھکا دیا، یہاں تک کہ میں مدینہ منورہ آیا' تو نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میں عناق کے ساتھ شادی کر لوں؟ نبی اکرم ﷺ نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔ آپ ﷺ خاموش رہے، تو یہ آیت نازل ہوئی:

"زنا کرنے والا مرد صرف زنا کرنے والی عورت یا مشرک عورت کے ساتھ شادی کر سکتا ہے' اور زنا کرنے والی عورت کے ساتھ صرف زنا کرنے والا مرد یا مشرک مرد شادی کرے' یہ بات اہلِ ایمان کے لیے حرام قرار دی گئی ہے (کہ وہ ایسی عورت کے ساتھ) شادی کریں۔"

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے مرصد! زنا کرنے والا مرد صرف زنا کرنے والی عورت یا مشرک عورت کے ساتھ شادی کر سکتا ہے' اور زنا کرنے والی عورت کے ساتھ صرف زنا کرنے والا مرد یا مشرک شادی کر سکتے ہیں' لہٰذا تم اس عورت کے ساتھ شادی نہ کرو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

سورۂ نور مدنی ہے جو نو (۹) رکوع، چوہتر (۷۴) آیات، ایک ہزار تین سو سولہ (۱۳۱۶) آیات اور پانچ ہزار نو سو اسی (۵۹۸۰) حروف پر مشتمل ہے۔

زنا کے حرام ہونے کی وجہ:

ارشادِ خداوندی ہے:

اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِکَةً ۫ وَّالزَّانِیَةُ لَا یَنْکِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِکٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِکَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ ○ (النور: ۳)

زانی شخص صرف زانیہ عورت یا مشرکہ عورت سے نکاح کر سکتا ہے۔ زانیہ عورت صرف زانی مرد یا مشرک سے نکاح کر سکتی ہے۔ اور مومنوں پر یہ (نکاح) حرام قرار دیا گیا ہے۔

اس آیت کا شانِ نزول حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف

لے لائے تو کفار مکہ نے اپنے مسلمان رشتہ داروں کو قیدی بنالیا تھا کہ وہ ہجرت کر کے مدینہ نہ جا سکیں۔ ایسے ماحول میں حضرت مرثد بن ابی مرثد رضی اللہ عنہ وہ بہادر وشجاع اور طاقتور صحابی تھے جو رات کی تاریکی میں کسی مسلمان قیدی کو آزاد کراتے پھر اسے اٹھا کر مدینہ طیبہ پہنچا دیتے تھے۔ ایک دفعہ اپنے پروگرام کے تحت وہ چاندنی رات میں مکہ کی دیوار کے ساتھ کھسکتے ہوئے ایک سایہ میں پہنچے، عناق نامی عورت نے اسے دور سے دیکھا تو وہ اس کے پاس پہنچی اور انہیں دعوت زنا دیتے ہوئے خوش آمدید کہا۔ مرثد نے جواب دیا: زنا حرام ہے، لہٰذا یہ کام نہ ممکن ہے۔ اس پر عناق ناراض ہوئی از: اس نے اہل مکہ میں بآواز اعلان کیا: اے اہل مکہ! مرثد قیدیوں کو چھڑوانے کے لیے مکہ میں داخل ہو چکا ہے۔ یہ اعلان سنتے ہی آٹھ آدمیوں نے اس کا پیچھا کیا اور وہ دوڑ کر خندمہ پہاڑ کی طرف دوڑ پڑا پھر وہاں ایک غار میں داخل ہوا۔ آنے والے آٹھ آدمیوں نے غار کے منہ پر کھڑے ہو کر اس پر پیشاب کیا اور سب کا پیشاب اس کے سر پر گرا۔ پھر دشمن اندھے ہو کر واپس پلٹ گئے۔

مرثد لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل ہو کر غار سے نکلے اور مطلوبہ قیدی کے پاس گئے، اس کی بیڑیاں توڑیں اور اسے اٹھا کر مکہ سے باہر لے آئے۔ قیدی بھاری تھا کچھ راستہ اس نے خود طے کیا اور کچھ حضرت مرثد رضی اللہ عنہ پر سوار ہو کر حتیٰ کہ مدینہ منورہ پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ حضرت مرثد رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا میں عناق سے نکاح کر سکتا ہوں؟ آپ نے کوئی جواب نہ دیا اور اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے مرثد! زانی صرف زانیہ یا مشرکہ سے نکاح کر سکتا ہے اور زانیہ سے صرف زانی یا مشرک نکاح کر سکتا ہے۔ پس تم اس (عناق) سے نکاح نہیں کر سکتے۔

اس آیت اور حدیث میں زنا کو بدترین عمل قرار دیا گیا ہے، مسلمانوں پر حرام قرار دیا گیا ہے اور اس سے روکنے کے لیے ماقبل آیت میں اس کی سزا بھی بیان کی گئی ہے۔

فائدہ نافعہ: کافر مرد وزن سے نکاح کسی حال میں بھی درست نہیں ہو سکتا لیکن مسلمان شخص کا زانیہ کے ساتھ اور عورت کا زانی کے ساتھ نکاح درست ہے۔ حدیث باب میں ممانعت مشورے پر محمول ہے یعنی عناق کے مسلمان ہو جانے کی صورت میں حضرت مرثد رضی اللہ عنہ کا نکاح بھی ممکن و جائز تھا۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت میں صراحت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مرثد رضی اللہ عنہ کو جو فرمایا تھا کہ عناق کے مسلمان ہو جانے کی صورت میں بھی اس سے نکاح نہ کرو، اس کا مصداق مشورہ ہے۔ یاد رہے حضرت مرثد رضی اللہ عنہ جلیل القدر اور بدری صحابی ہیں جو ۳ھ میں غزوۂ احد کے موقع پر شہید ہوئے۔

زنا کا معنی و مفہوم:

لفظ "زنا" کا لغوی معنی ہے بلندی پر چڑھنا، سائے کا کم ہونا، پیشاب کو روکنا۔ چنانچہ ایک مشہور روایت کے الفاظ ہیں:

لایصلی احدکم وھو زناء ۔

تم میں سے کوئی شخص پیشاب روک کر نماز نہ پڑھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص پیشاب اور پاخانہ روک کر نماز نہ پڑھے۔ (صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۲۰۷۲)

علامہ راغب اصفہانی کے مطابق زنا کا لغوی معنی ہے کسی چیز پر چڑھنا جبکہ اس کا شرعی معنی ہے شہوت انگیز اندام نہانی میں حشفہ کو داخل کرنا جس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہ ہو۔ (تاج العروس، ج۱۰، ص۱۶۵)

زنا کی تعریف میں مذاہب آئمہ اربعہ:

کیا زنا کی تعریف میں آئمہ اربعہ کا اختلاف ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ اربعہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ کسی عورت کی قبل میں کسی شبہ کے بغیر وطی کرنا حرام ہے اور اسی طرح اس کی دبر میں جماع کرنا بھی زنا ہے، کیونکہ یہ بھی ایسی عورت کی فرج میں وطی ہے جو اس کی ملکیت میں نہیں اور نہ شبہ ملکیت میں ہے۔

اس بارے میں ارشادِ خداوندی ہے:

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ (النساء: ۱۵)

تمہاری وہ عورتیں جو بے حیائی کا کام کرتی ہیں۔

دبر میں جماع کرنا بھی بے حیائی کا کام ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قوم لوط کے عمل کے بارے میں فرماتا ہے:

اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ (الاعراف: ۸۰)

کیا تم بے حیائی کا فعل کرتے ہو؟

جب کوئی شخص اپنی محرمہ سے نکاح کرے تو اس کا نکاح متفقہ طور پر باطل ہے۔ اگر وہ اسی حالت میں جماع بھی کر لیتا ہے، تو کیا اس پر حد جاری ہوگی یا نہیں؟ اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ اس بارے میں دو قول ہیں:

(۱) حضرت امام مالک، حضرت امام حسن، حضرت جابر بن زید، حضرت امام شافعی، حضرت امام ابو یوسف، حضرت امام محمد، حضرت امام اسحاق اور حضرت امام ابوایوب وغیرہ رحمہم اللہ کے نزدیک حد واجب ہوگی، کیونکہ یہ زنا کی ہی صورت ہے۔

(۲) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام ثوری رحمہما اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ حد واجب نہیں ہے، کیونکہ یہ ایسی وطی کی صورت ہے، جس میں شبہ پایا گیا ہے اور شبہ کی وجہ سے حد جاری نہیں ہوتی۔

۲۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ جو شخص اپنا حشفہ ایسی عورت کی فرج میں داخل کرے جو طبعی طور پر مشتہی ہو اور اس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہ ہو۔ اگر زانی محصن ہو تو اس کی حد رجم ہے اور اس کے ساتھ کوڑے نہیں لگائے جائیں گے۔ اگر زانی غیر محصن ہو تو اس کی حد کوڑے اور شہر بدر کرنا ہے۔ یہ حد مرد اور عورت دونوں کی ہے۔

محصن ہونے کی تین شرائط ہیں:

(۱)مکلف ہونا (۲)حریت یعنی آزاد ہونا (۳)نکاح صحیح ہونا۔

۳-حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زنا کی تعریف یوں ہے: ایسے فرد کی فرج میں عمداً جماع کرنا جو متفقہ طور پر اس کی ملک میں نہ ہو۔ فرج کی قید سے غیر فرج میں جماع خارج ہوگیا اور فرد کی قید سے جانور سے جماع کرنا خارج ہوگیا، کیونکہ جانور سے وطی کرنے سے حد جاری نہیں ہوتی بلکہ تعزیر ہے۔

۴-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زنا کی جامع مانع تعریف یوں ہے: جو شخص دار العمل میں احکام اسلام کا التزام کرنے کے بعد اپنے اختیار سے زندہ مشتہاۃ عورت کی قبل میں جماع کرے درانحالیکہ وہ قبل حقیقتاً ملکیت، ملکیت کے شبہ، حق ملک اور حقیقتاً نکاح اور شبہ نکاح اور ملک کے موضع اشتباہ کے شبہ سے خالی ہو۔

حد زنا کی متفقہ شرائط:

زانی پر حد جاری کرنے کے لیے متفقہ طور پر بارہ (۱۲) شرائط کا پایا جانا ضروری ہے اور وہ شرائط حسب ذیل ہیں:

(۱)بالغ ہونا (۲)عاقل ہونا (۳)مسلمان ہونا (۴)مختار ہونا (۵)عورت سے زنا کرنا (۶)عورت کا قابل وطی ہونا

(۷)زنا کرنے میں شبہ نہ ہونا (۸)حرمت زنا کا علم ہونا (۹)عورت کا غیر حربی ہونا (۱۰)عورت کا زندہ ہونا

(۱۱)عورت کی قبل میں مرد کے ذکر کا حشفہ کی مقدار چھپ جانا (۱۲)دار الاسلام ہونا۔

احصان کا معنی ومفہوم:

آئمہ اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر زانی محصن ہو تو اس کو رجم کیا جائے گا خواہ مرد ہو یا عورت اور زانی غیر محصن ہو تو اسے کوڑوں کی سزا دی جائے گی۔ اس لیے ضروری ہوا کہ ''احصان'' کا معنی ومفہوم سمجھا جائے۔

احصان کا لغوی معنی ہے: منع کرنا۔ ہر عورت اسلام، پاکدامنی، حریت اور نکاح مسنونہ سے محصنہ ہو جاتی ہے۔ اس طرح ہر پاک دامن اور ہر منکوحہ عورت محصنہ ہے۔ حاملہ عورت بھی محصنہ ہو سکتی ہے' کیونکہ حمل اس کے محصنہ ہو کے لیے رکاوٹ ومانع ہرگز نہیں ہو سکتا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ کنیز کا احصان اس کا منکوحہ ہونا ہے۔ **محصنين غير مسافحين** کی تفسیر میں امام زجاج لکھتے ہیں: مرد کا احصان اس کا شادی شدہ ہونا، پاک دامن ہونا اور فرج کا احصان سے رکنا ہے۔ **احصنت فرجها** سے مراد ہے زنا سے باز رہنا، پاک دامن ہونا۔ **والمحصنت من النساء** سے مراد ہے عورتوں کا شادی شدہ ہونا۔

احناف کے نزدیک وہ احصان جس کا رجم میں اعتبار کیا جاتا ہے، کی سات شرائط ہیں:

(۱)عاقل (۲)بالغ (۳)صاحب حریت (۴)اسلام (۵)نکاح صحیح (۶)زوجین کا ان صفات پر ہونا

(۷)نکاح صحیح کے بعد شوہر کا جماع کرنا۔

زنا کے حرام ہونے اور دنیا وآخرت میں اس کی سزا قرآن کی روشنی میں:

زنا حرام قطعی ہے اور اس کی دنیا وآخرت میں سزا قرآن کریم میں بیان کی گئی ہے۔ اس بارے میں چند آیات حسب ذیل ہیں:

۱- وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيلًا ○ (بنی اسرائیل: ۳۲)

تم زنا کے قریب نہ جاؤ، بے شک یہ بے حیائی کا فعل ہے اور برا راستہ ہے۔

۲- اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۪ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ (النور: ۲)

زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد ان میں سے ہر ایک کو تم سو کوڑے مارو، ان پر شرعی حد نافذ کرنے پر تمہیں رحم نہ آئے، اگر تم اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ اور ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت موجود ہونی چاہیے۔

۳- يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (الممتحنة: ۱۲)

اے نبی! جب آپ کے پاس مومن خواتین ان امور پر بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گی، وہ چوری نہیں کریں گی، نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ وہ ایسا بہتان باندھیں گی جس کو وہ خود اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے سامنے گھڑ لیں اور نہ کسی نیک کام کے بارے میں حکم عدولی کریں گی تو آپ انہیں بیعت میں قبول کر لیں اور ان کے لیے بخشش طلب کریں۔ بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم کرنے والا ہے۔

۴- وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ○ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ○ (الفرقان: ۶۸ تا ۶۹)

اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی عبادت نہیں کرتے اور جس کے قتل کرنے کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے اس کو ناحق قتل نہیں کرتے اور زنا کا ارتکاب نہیں کرتے، اور جو شخص یہ کام کرے گا اسے سخت عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ قیامت کے دن اس کا عذاب دونا کر دیا جائے گا اور وہ ذلت والے عذاب میں ہمیشہ رہے گا۔

زنا کی حرمت، مذمت اور دارین میں اس کی سزا احادیث کی روشنی میں:

قرآن کریم کی طرح زنا کی حرمت، مذمت اور دنیا و آخرت میں اس کی سزا احادیث مبارکہ میں بھی بیان کی گئی ہے۔ اس بارے میں چند ایک احادیث مبارکہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تین آدمیوں سے بات نہیں کرے گا، نہ انہیں پاک کرے گا، نہ ان کی طرف نظر رحمت فرمائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا:

(۱) بوڑھا زانی (۲) جھوٹا بادشاہ (۳) متکبر فقیر۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۱۰۷)

۲- حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کی علامات میں سے یہ بھی ہیں:

(i) علم اٹھالیا جائے گا (ii) جہالت برقرار رہے گی (iii) شراب نوشی عام ہوگی (iv) زنا عام ہو جائے گا۔

(سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۴۰۴۲)

۳- حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت خوشبو استعمال کر کے لوگوں کے پاس سے گزرے کہ لوگ اس کی خوشبو سے لطف اندوز ہوں، وہ زانیہ ہے۔ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۴۱۷۳)

۴- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی نے زنا کا ارتکاب کیا یا شراب نوشی کی تو اللہ تعالیٰ اس سے ایمان کو نکال لیتا ہے، جس طرح انسان اپنی قمیص سے اپنا سر نکال لیتا ہے۔

(المستدرک للحاکم، ج ۱، ص ۲۲)

۵- حضرت میمونہ بنت حارثہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت اس وقت تک اچھے حال میں رہے گی جب تک ان کی اولاد میں زنا کی کثرت نہیں ہوگی اور جب ان کی اولاد میں زنا کی کثرت ہوگی تو اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نازل کر دے گا۔ (مسند احمد، ج ۶، ص ۳۳۳)

۶- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت کوئی شخص زنا کا مرتکب ہوتا ہے وہ مومن نہیں رہتا، جس وقت کوئی شخص شراب نوشی کرتا ہے وہ مومن نہیں رہتا، جس وقت کوئی شخص چوری کرتا ہے وہ مومن نہیں رہتا اور جس وقت کوئی شخص کسی کو لوٹتا ہے جبکہ لوگ اس کی طرف نظریں اٹھا کر دیکھتے ہوں وہ مومن نہیں رہتا۔

(سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۳۹۳۶)

۷- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص زنا کا مرتکب ہوتا ہے اس سے ایمان نکل جاتا ہے۔ پھر اگر وہ توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ (المعجم الکبیر، رقم الحدیث ۷۲۲۴)

۸- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے: جس قوم میں خیانت عام ہو جائے اس کے دلوں میں رعب ڈال دیا جاتا ہے، جس قوم میں زنا کی کثرت ہو جائے ان میں موت کی کثرت ہو جاتی ہے، جس قوم میں ناپ تول میں کمی عام ہو جائے ان کا رزق منقطع ہو جاتا ہے، جس قوم میں ناحق فیصلے ہوں ان میں خونریزی عام ہو جاتی ہے اور جس قوم میں عہد شکنی عام ہو جائے اللہ تعالیٰ ان پر دشمن کو مسلط کر دیتا ہے۔ (المؤطا امام مالک، رقم الحدیث ۱۰۲۰)

۹- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم زنا کاری سے بچتے رہو، کیونکہ اس کی چار علامات ہیں:

(۱) اس سے چہرے کی رونق ختم ہو جاتی ہے۔

(۲) رزق منقطع ہو جاتا ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے۔

(۴) دوزخ کی سزا خلود ہوتا ہے۔

۱۰-حضرت عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عرب کی ہلاک ہونے والی خواتین! مجھے تم پر سب سے زیادہ خوف زنا کاری اور شہوت خفیہ (ریاکاری) کا ہے۔

۱۱-حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: تین آدمی جنت میں داخل نہیں ہوں گے:

(۱) بوڑھا زانی (۲) جھوٹا حکمران (۳) متکبر فقیر۔

۱۲-حضرت نافع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمی جنت میں داخل نہیں ہوں گے:

(۱) متکبر فقیر (۲) بوڑھا زانی (۳) اپنے عمل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ پر احسان جتانے اولا۔

۱۳-حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب نصف رات کا وقت ہوتا ہے تو آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں پھر ایک منادی اعلان کرتا ہے کوئی ہے دعا کرنے والا اس کی دعا قبول کی جائے، کوئی ہے سائل اسے عطا کیا جائے، کوئی ہے مصیبت زدہ اس کی مصیبت دور کی جائے اور ہر دعا کرنے والے کی دعا قبول کی جاتی ہے سوائے اس عورت کے جو پیسے لے کر زنا کراتی ہے اور سوا اس شخص کے جو ظالمانہ ٹیکس وصول کرتا ہے۔

(الترغیب والترہیب، رقم الحدیث ۱۱۶۳)

۱۴-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زنا فقر پیدا کرتا ہے۔

۱۵-حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زنا کار لوگوں کے چہروں پر آگ بڑھک رہی ہوگی۔ (الترغیب والترہیب، رقم الحدیث ۳۵۲۴)

۱۶-حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص زنا کا عادی ہو وہ بت پرست کی مثل ہے۔

۱۷-حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مجاہدین فی سبیل اللہ کی بیویوں کی حرمت جہاد میں شامل نہ ہونے والوں کے لیے ان کی ماؤں کی طرح ہے۔ مجاہد جس شخص کے پاس اپنی بیوی چھوڑ کر جائے وہ اس میں خیانت کرے تو قیامت کے دن اسے کھڑا کیا جائے گا اور مجاہد اس کی نیکیوں میں سے جتنی چاہے گا وصول کر سکے گا۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۱۸۹۷)

۱۸-حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے سوال کیا: تمہارا زنا کے بارے میں کیا خیال ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ حرام ہے، اسے اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے۔ یہ تاقیامت حرام ہے۔ پھر آپ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: دس عورتوں سے زنا کرنا معمولی گناہ ہے اس سے کہ وہ اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے۔ (الترغیب والترہیب، رقم الحدیث ۳۵۴۷)

۱۹-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرتا ہے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نہیں دیکھے گا، نہ اسے پاک کرے گا اور دوزخی لوگوں کے ساتھ اسے دوزخ میں

داخل کردے گا۔

حدِ زنا میں عورت کا ذکر مقدم اور مرد کا ذکر مؤخر کرنے کی وجہ:

چوری وغیرہ کے معاملہ میں تجویز کی گئی سزا میں مرد کا ذکر مقدم اور عورت کا ذکر مؤخر ہے مثلاً چوری کے حوالے سے ارشادِ خداوندی ہے:

اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا (المائدہ: ۳۸)

چوری کرنے والے مرد اور عورت کے ہاتھوں کو کاٹ دو۔

زنا کاری کے مسئلہ کی سزا میں عورت کا ذکر مقدم اور مرد کا ذکر مؤخر کیا گیا ہے۔اس کی توجیہ کیا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ چوری وغیرہ امور میں مرد پیش قدمی کرتا ہے جس وجہ سے اس کا ذکر مقدم کیا گیا ہے۔زنا کاری کے سلسلہ میں اصل محرک عورت ہوتی ہے، اس لیے اس کی سزا میں عورت کو مرد سے مقدم رکھا گیا ہے۔چنانچہ اس بارے میں ارشادِ خداوندی ہے:

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (النور: ۲)

زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد ان دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔

3102 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِىْ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ

متنِ حدیث: قَالَ سُئِلْتُ عَنِ الْمُتَلَاعِنَيْنِ فِىْ اِمَارَةِ مُصْعَبِ بْنِ الزُّبَيْرِ اَيُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا فَمَا دَرَيْتُ مَا اَقُوْلُ فَقُمْتُ مِنْ مَّكَانِىْ اِلٰى مَنْزِلِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ فَاسْتَاْذَنْتُ عَلَيْهِ فَقِيْلَ لِىْ اِنَّهٗ قَائِلٌ فَسَمِعَ كَلَامِىْ فَقَالَ لِىَ ابْنَ جُبَيْرٍ ادْخُلْ مَا جَآءَ بِكَ اِلَّا حَاجَةٌ قَالَ فَدَخَلْتُ فَاِذَا هُوَ مُفْتَرِشٌ بَرْذَعَةَ رَحْلٍ لَّهٗ فَقُلْتُ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمُتَلَاعِنَانِ اَيُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ نَعَمْ اِنَّ اَوَّلَ مَنْ سَاَلَ عَنْ ذٰلِكَ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ اَتَى النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ لَوْ اَنَّ اَحَدَنَا رَاٰى امْرَاَتَهٗ عَلٰى فَاحِشَةٍ كَيْفَ يَصْنَعُ اِنْ تَكَلَّمَ تَكَلَّمَ بِاَمْرٍ عَظِيْمٍ وَّاِنْ سَكَتَ سَكَتَ عَلٰى اَمْرٍ عَظِيْمٍ قَالَ فَسَكَتَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُجِبْهُ فَلَمَّا كَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ اَتَى النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ الَّذِىْ سَاَلْتُكَ عَنْهُ قَدِ ابْتُلِيْتُ بِهٖ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ هٰذِهِ الْاٰيَاتِ فِىْ سُوْرَةِ النُّوْرِ (وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ) حَتّٰى خَتَمَ الْاٰيَاتِ قَالَ فَدَعَا الرَّجُلَ فَتَلَاهُنَّ عَلَيْهِ وَوَعَظَهٗ وَذَكَّرَهٗ وَاَخْبَرَهٗ اَنَّ عَذَابَ الدُّنْيَا اَهْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْاٰخِرَةِ فَقَالَ لَا وَالَّذِىْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا كَذَبْتُ عَلَيْهَا ثُمَّ ثَنّٰى بِالْمَرْاَةِ وَوَعَظَهَا وَذَكَّرَهَا وَاَخْبَرَهَا اَنَّ عَذَابَ الدُّنْيَا اَهْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْاٰخِرَةِ فَقَالَتْ لَا وَالَّذِىْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا صَدَقَ فَبَدَاَ بِالرَّجُلِ فَشَهِدَ اَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِيْنَ ثُمَّ ثَنّٰى بِالْمَرْاَةِ فَشَهِدَتْ اَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكَاذِبِيْنَ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ

غَضَبَ اللّٰهِ عَلَیْهَا اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ثُمَّ فَرَّقَ بَیْنَهُمَا

فی الباب: وَفِی الْبَاب عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ

حکم حدیث: قَالَ وَهٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

◆◆ سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں، مصعب بن زبیر کی حکومت کے زمانے میں لعان کرنے والوں کے بارے میں مجھ سے دریافت کیا گیا: کیا ان کے درمیان علیحدگی کر دی جائے گی؟ تو مجھے سمجھ نہیں آیا کہ میں کیا جواب دوں؟ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے گھر گیا۔ میں نے ان کے ہاں اندر آنے کی اجازت مانگی تو مجھے بتایا گیا: وہ آرام فرما رہے ہیں۔ انہوں نے میری آواز سنی، انہوں نے وہیں سے مجھے آواز دی اے ابن جبیر! اندر آ جاؤ! تم اس وقت کسی کام سے ہی آئے ہو گے۔ سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں: میں اندر داخل ہوا' تو وہ کجاوے کے نیچے بچھایا جانے والا ٹاٹ زمین پر بچھا کر اس پر لیٹے ہوئے تھے۔ میں نے دریافت کیا: اے ابوعبدالرحمٰن! کیا لعان کرنے والوں کے درمیان علیحدگی کر دی جائے گی؟ تو انہوں نے فرمایا: سبحان اللہ! ہاں اس بارے میں سب سے پہلے فلاں بن فلاں نے سوال کیا تھا۔ وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کا کیا خیال ہے؟ ایک شخص اپنی بیوی کو زنا کرتے ہوئے دیکھتا ہے' تو اسے کیا کرنا چاہیے؟ اگر وہ اس بارے میں بات کرتا ہے' تو وہ بہت بڑا الزام لگاتا ہے' اور اگر وہ خاموش رہتا ہے' تو بہت بڑی بات پر خاموش رہتا ہے۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ خاموش رہے۔ آپ ﷺ نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے بعد وہ پھر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کی: میں نے آپ ﷺ سے جس چیز کے بارے میں سوال کیا تھا' میں اس میں مبتلا ہو گیا ہوں (راوی بیان کرتے ہیں:) تو اللہ تعالیٰ نے سورہ نور کی یہ آیات نازل کیں۔

"وہ لوگ جو اپنی بیویوں پر الزام لگاتے ہیں اور ان کے پاس گواہ کے طور پر صرف ان کی اپنی ذات ہوتی ہے۔"

آپ ﷺ نے اس کی تمام آیات کی تلاوت کی۔

راوی بیان کرتے ہیں: پھر نبی اکرم ﷺ نے اس شخص کو بلایا اور اس کے سامنے یہ آیات تلاوت کیں۔ آپ ﷺ نے اسے وعظ و نصیحت کی اور اسے بتایا: دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کے مقابلے میں بہت ہلکا ہوتا ہے۔ اس نے عرض کی، نہیں! اس ذات کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے' میں نے اس عورت کے بارے میں جھوٹ نہیں بولا۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے اس عورت کی طرف رُخ کیا۔ آپ ﷺ نے اسے بھی وعظ و نصیحت کی اور اسے یہ بتایا: دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کے مقابلے میں آسان ہے' تو وہ عورت بولی، نہیں! اس ذات کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اس شخص نے ٹھیک نہیں کہا۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے مرد سے آغاز کیا اور اس مرد نے چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نام پر اس بات کی گواہی دی کہ وہ سچ کہہ رہا ہے' اور پانچویں مرتبہ یہ کہا: اگر وہ جھوٹا ہو' تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے اس عورت کی طرف رُخ کیا' تو اس عورت نے بھی چار مرتبہ اس بات کی گواہی دی کہ وہ شخص جھوٹ کہہ رہا ہے' اور پانچویں مرتبہ یہ کہا: اس عورت پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو اگر مرد نے سچ کہا ہو۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں کے درمیان علیحدگی کر دی۔

اس بارے میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3103 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ حَدَّثَنِیْ عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ هِلَالَ بْنَ اُمَيَّةَ قَذَفَ امْرَاَتَهٗ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرِيْكِ بْنِ السَّحْمَاءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيِّنَةَ وَاِلَّا حَدٌّ فِیْ ظَهْرِكَ قَالَ فَقَالَ هِلَالٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِذَا رَاٰى اَحَدُنَا رَجُلًا عَلٰى امْرَاَتِهٖ اَيَلْتَمِسُ الْبَيِّنَةَ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: الْبَيِّنَةَ وَاِلَّا فَحَدٌّ فِیْ ظَهْرِكَ قَالَ فَقَالَ هِلَالٌ وَّالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ اِنِّیْ لَصَادِقٌ وَّلَيُنْزِلَنَّ فِیْ اَمْرِیْ مَا يُبَرِّئُ ظَهْرِیْ مِنَ الْحَدِّ فَنَزَلَ (وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَاءُ اِلَّا اَنْفُسُهُمْ) فَقَرَاَ حَتّٰى بَلَغَ (وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا اِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ) قَالَ فَانْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَرْسَلَ اِلَيْهِمَا فَجَاءَا فَقَامَ هِلَالُ بْنُ اُمَيَّةَ فَشَهِدَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ اَنَّ اَحَدَكُمَا كَاذِبٌ فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ ثُمَّ قَامَتْ فَشَهِدَتْ فَلَمَّا كَانَتْ عِنْدَ الْخَامِسَةِ (اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا اِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ) قَالُوْا لَهَا اِنَّهَا مُوْجِبَةٌ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَتَلَكَّاَتْ وَنَكَسَتْ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنْ سَتَرْجِعُ فَقَالَتْ لَا اَفْضَحُ قَوْمِیْ سَائِرَ الْيَوْمِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْصِرُوْهَا فَاِنْ جَاءَتْ بِهٖ اَكْحَلَ الْعَيْنَيْنِ سَابِغَ الْاَلْيَتَيْنِ خَدَلَّجَ السَّاقَيْنِ فَهُوَ لِشَرِيْكِ بْنِ السَّحْمَاءِ فَجَاءَتْ بِهٖ كَذٰلِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا مَا مَضٰى مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ لَكَانَ لَنَا وَلَهَا شَاْنٌ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ

اختلافِ سند: وَهٰكَذَا رَوٰى عَبَّادُ بْنُ مَنْصُوْرٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوَاهُ اَيُّوْبُ عَنْ عِكْرِمَةَ مُرْسَلًا وَّلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، ہلال بن اُمیہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے اپنی بیوی پر الزام لگایا کہ اس کے شریک بن سحماء کے ساتھ (ناجائز تعلقات ہیں) تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یا تو ثبوت پیش کرو ورنہ تم پر حد جاری ہوگی۔ راوی بیان کرتے ہیں: حضرت ہلال رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! اگر کوئی شخص کسی شخص کو بیوی کے پاس دیکھتا ہے' تو کیا وہ گواہ ڈھونڈنے چل پڑے گا' لیکن نبی اکرم ﷺ یہی فرماتے رہے: یا ثبوت پیش کرو! ورنہ تم پر حد جاری ہوگی۔ ہلال نے کہا: اس ذات کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو حق کے ہمراہ مبعوث کیا ہے' میں سچ کہہ رہا ہوں اور میرے اس معاملے کے بارے میں ضرور کوئی حکم نازل ہوگا' جس کی وجہ سے مجھ پر حد جاری نہیں ہوگی' تو یہ آیت نازل ہوئی:

3103- اخرجه البخاری (۳۳۵/۵): كتاب الشهادات: باب: اذا ادعى او قذف فله ان يلتمس البينة، و ينطلق لطلب البينة، حديث (۲۶۷۱)، و ابوداؤد (۶۸۴/۱): كتاب الطلاق: باب: فی اللعان، حديث (۲۲۵۴)، و ابن ماجه (۶۶۸/۱): كتاب الطلاق: باب: اللعان، حديث (۲۰۶۷)، و اخرجه احمد (۲۷۳/۱)، من طريق عكرمة عن ابن عباس به.

''وہ لوگ جو اپنی بیویوں پر الزام لگاتے ہیں اور ان کے پاس گواہ کے طور پر صرف ان کی اپنی ذات ہوتی ہے۔''

تو نبی اکرم ﷺ نے یہ آیات تلاوت کی اور یہاں تک تلاوت کی:

''اور پانچویں مرتبہ (وہ عورت یہ کہے گی) اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو اگر وہ مرد سچا ہے۔''

راوی بیان کرتے ہیں: پھر نبی اکرم ﷺ مڑے پھر آپ ﷺ نے ان دونوں کو بلایا۔ وہ دونوں آئے پھر ہلال بن اُمیہ کھڑے ہوئے' انہوں نے گواہی دی۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ فرمایا: اللہ تعالیٰ یہ بات جانتا ہے کہ تم دونوں میں سے کوئی ایک جھوٹا ہے' تو تم دونوں میں سے کون توبہ کرنا چاہے گا؟ پھر وہ خاتون کھڑی ہوئی اس نے بھی گواہی دی' جب وہ اس مقام پر پہنچی ''پانچویں مرتبہ (وہ عورت یہ کہے گی) کہ اس پر اللہ کا غضب نازل ہو اگر وہ مرد سچا ہے'' تو لوگوں نے اس عورت سے کہا: یہ چیز عذاب کو واجب کر دے گی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، وہ عورت ہچکچائی، اس نے اپنا سر جھکا لیا، یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ اب وہ اپنی بات سے رجوع کرے گی' لیکن اس عورت نے کہا: میں اپنی قوم کو کبھی رسوائی کا شکار نہیں کروں گی۔

(راوی بیان کرتے ہیں:) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس عورت کا دھیان رکھنا! اگر اس نے سیاہ آنکھوں' بھاری کولہوں اور موٹی رانوں والے بچے کو جنم دیا تو وہ شریک بن سحماء کی اولاد ہو گا (راوی بیان کرتے ہیں:) تو اس عورت نے ایسے ہی بچے کو جنم دیا۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر اس بارے میں اللہ کی کتاب کا حکم نازل نہ ہو چکا ہوتا' تو ہمارا اس کے ساتھ سلوک مختلف ہوتا (یعنی ہم اس پر حد جاری کر دیتے)۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے' اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے' جو ہشام بن حسان سے منقول ہے۔

عباس بن منصور نے اس روایت کو عکرمہ کے حوالے سے' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔

ایوب نے اسے عکرمہ کے حوالے سے ''مرسل'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔ انہوں نے اس کی سند میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا تذکرہ نہیں کیا۔

شرح

آیاتِ لعان کا شانِ نزول:

ارشادِ خداوندی ہے:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

رَّحِيْمٌ ○ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍ م بِاللّٰهِ لا اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ○ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ م بِاللّٰهِ لا اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ○ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ (النور: ۴ تا ۹)

اور وہ لوگ جو پاک دامن عورتوں پر تہمت عائد کریں پھر اس پر وہ چار گواہ پیش نہ کرسکیں پس تم انہیں اسی (۸۰) کوڑے مارو، ان کی گواہی کبھی بھی قبول نہیں ہوگی اور وہی لوگ فاسق ہیں مگر وہ لوگ جو اس کے بعد توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں۔ پس بے شک اللہ بخشنے والا بہت مہربان ہے۔ اور جو لوگ جو اپنی بیویوں پر زنا کی تہمت لگائیں حالانکہ ان کے پاس سوائے ان کے گواہ موجود نہ ہوں تو ان میں سے ہر ایک کی گواہی یہ ہے کہ وہ چار بار اللہ تعالیٰ کی قسم کھائے کہ بے شک وہ سچے لوگوں میں سے ہے۔ اور پانچویں بار وہ یہ کہے کہ بے شک اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو۔ اور عورت سے حد زنا اس طرح دور ہوسکتی ہے کہ وہ چار بار اللہ کی قسم کھائے کہ بے شک وہ جھوٹوں میں سے ہے۔ اور پانچویں بار وہ یہ کہے کہ بے شک اس پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار نازل ہو اگر وہ (شوہر) سچے لوگوں میں سے ہو۔

سورۃ النور کی آیت چار (۴) تا نو (۹) لعان کے بارے میں نازل ہوئیں اور ان کا شانِ نزول احادیث باب میں بیان کیا گیا ہے۔ ان کا اختصار یہ ہے کہ جو شخص کسی پر زنا کی تہمت عائد کرے تو اس کے ذمہ چار گواہ پیش کرنا ہے ورنہ اس پر حد قذف لگائی جائے گی۔ یہ معاملہ عام لوگوں کا ہے، کیونکہ زنا دیکھنے والا چار گواہ پیش کرنے سے قاصر رہے گا، وہ خاموشی اختیار کرلے گا اور اس طرح وہ حد قذف سے محفوظ رہے گا۔ تاہم اس بارے میں شوہر کا معاملہ مختلف ہے، کیونکہ وہ اپنے گھر کے ماحول سے آگاہ ہوتا ہے اور قرائن وآثار اس کے سامنے ہوتے ہیں جو دوسرے کے سامنے نمایاں نہیں ہوسکتے۔ علاوہ ازیں شوہر ایسی حالت میں اپنی اہلیہ کو چھوڑ کر گواہوں کی تلاش میں نہیں جاسکتا اور نہ ہی ایسے موقع پر غیرت گوارا کرسکتی ہے کہ شوہر چار آدمیوں کو بطور گواہ پیش کرے۔

یہی وجہ ہے کہ دورِ رسالت میں ایسے صرف دو واقعات پیش آئے کہ شوہروں کی طرف سے اپنی بیویوں پر زنا کی تہمت عائد کی گئی اور دونوں مواقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے شوہروں کو چار گواہ پیش کرنے کا حکم دیا گیا، ان کی طرف سے اس سلسلے میں قاصر ہونے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے گواہوں کی پیشی کا مسلسل مطالبہ ہوتا رہا۔ اسی موقع پر آیات لعان نازل کی گئیں جن میں عورت پر عائد کی جانے والی زنا کی تہمت کے احکام ومسائل بیان کیے گئے ہیں حتیٰ کہ شوہر کی طرف سے بیوی پر زنا کی تہمت کے احکام کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

جس پر حد قذف نافذ ہوچکی ہو اس کی شہادت کے بارے میں مذاہب آئمہ:

جس شخص نے کسی پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت عائد کی پھر اس بارے میں چار گواہ بھی پیش نہ کرسکے تو اس کے بارے میں تین احکام بیان ہوئے ہیں:

(۱) اسے اسی (۸۰) کوڑے لگائے جائیں۔

(۲) اسے مردود الشہادت قرار دیا جائے۔

(۳) وہ فاسق قرار دیا جائے۔

توبہ کی صورت میں استثناء کا تعلق سزا کے ساتھ نہیں یعنی اگر کسی عورت پر تہمت عائد کرنے والا شخص رجوع کر لیتا ہے کہ مجھ سے جھوٹ سرزد ہوا ہے لہٰذا میں رجوع کرتا ہوں، تب بھی اسے اسی (۸۰) کوڑوں کی سزا دی جائے گی۔ موقع کی مناسبت سے دریافت طلب بات یہ ہے کہ توبہ کرنے کے بعد اس کی شہادت قابل قبول ہوگی یا نہیں؟ اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت قاضی شریح، حضرت ابراہیم نخعی، حضرت حسن بصری اور حضرت امام سفیان ثوری رحمہم اللہ کا مؤقف ہے کہ اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی، کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے ان کی شہادت کو کبھی قبول نہ کرو۔ استثناء کا تعلق فسق سے ہے یعنی توبہ کے بعد وہ فاسق نہیں رہے گا۔

۲- حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی و حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا مؤقف ہے کہ اس کی شہادت قابل قبول ہوگی، کیونکہ استثناء کا تعلق توبہ قبول نہ کرنے کے ساتھ ہے یعنی تہمت عائد کرنے کے بعد توبہ کی جائے گی۔ انہوں نے اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضرت ابوبکر، شبل بن معبد اور نافع رضی اللہ عنہم نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ پر زنا کی تہمت عائد کی، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان تینوں کو اسی اسی (۸۰،۸۰) کوڑے لگوائے تھے کیونکہ وہ اپنے مؤقف کے ثبوت کے لیے چار گواہ پیش کرنے سے قاصر رہے تھے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو ان میں سے توبہ کرے گا اس کی شہادت قابل قبول ہوگی۔ اس موقع پر حضرت شبل اور حضرت نافع رضی اللہ عنہما نے رجوع کرتے ہوئے اپنے آپ کو جھوٹا قرار دیا جبکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے مؤقف پر برقرار رہے۔

لعان کا معنیٰ و مفہوم:

لفظ "لعان" سے بنا ہے۔ علامہ زبیدی کے مطابق اگر بعض کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے تو اس کا معنی ہے خیر سے دور کرنا، دھتکار کرنا۔ جب اس کی نسبت مخلوق کی طرف کی جائے تو اس سے مراد بددعا ہے۔ لعان کا مفہوم یہ ہے کہ اگر شوہر اپنی بیوی پر زنا کی تہمت عائد کرے تو امام وقت زوجین کے درمیان لعان کرائے گا۔ لعان کا آغاز مرد سے کیا جائے گا، شوہر کھڑا ہو کر چار بار یوں کہے گا: میں اس بات پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ اس عورت نے فلاں مرد کے ساتھ زنا کیا ہے اور میں اس تہمت عائد کرنے میں سچا ہوں۔ پانچویں بار وہ یوں کہے گا: اگر وہ زنا کی تہمت عائد کرنے میں جھوٹا ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ پھر اسی طرح عورت کھڑی ہو اور چار بار یوں کہے گی: میں اللہ تعالیٰ کو اس معاملے میں گواہ بنا کر کہتی ہوں کہ اس شخص نے مجھ پر جھوٹی تہمت عائد کی ہے اور پانچویں بار وہ یوں کہے گی: اگر یہ شخص اپنے دعویٰ میں سچا ہو تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو۔ لعان سے فراغت پر زوجین میں علیحدگی ہو جائے گی۔ یہ علیحدگی قاضی کرائے گا اور زوجہ شوہر کے لیے دائمی حرام ہوگی۔ بیوی کے حاملہ ہونے کی صورت میں بچہ عورت کے سپرد کیا جائے گا۔ (تاج العروس، ج۹، ص۳۳۵)

لعان کی وجہ تسمیہ:

دوران لعان مرد لفظ ''لعان'' استعمال کرتا ہے اور عورت لفظ ''غضب'' استعمال کرتی ہے، اس کا عنوان ''لعان'' قائم کیا گیا ہے جبکہ آیت میں لعنت اور غضب دونوں الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قاضی ''لعان'' کا آغاز مرد کی طرف سے کراتا ہے، مرد کی جانب قوی ہے اور لعان کرنے یا نہ کرنے کا مدادامرد ہے۔ علاوہ ازیں لعان کے بارے میں مرد کی بجائے عورت کا جرم بڑا ہے۔ لعان کے مسئلہ میں اگر مرد جھوٹا ہو تو اس پر حد قذف نافذ کی جائے گی اور اگر عورت جھوٹی ہو تو اسے سنگسار کیا جائے گا۔

لعان کے شرعی مفہوم میں مذاہب آئمہ:

لعان کا شرعی مفہوم متعین کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے لعان سے مراد ایسی شہادات ہیں جو قسموں سے مؤکد ہوں اور لعنت سے مقرون ہوں۔

۲- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ لعان دو قسموں کا نام ہے جو لفظ شہادت سے مؤکد ہوں۔ علاوہ ازیں اس میں اہلیت بھی شرط ہے مثلاً مسلمان اور اس کی غیر مسلم بیوی یا کافر اور کافرہ یا غلام اور اس کی زوجہ کے مابین بھی لعان درست ہوگا۔

۳- حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے نزدیک لعان میں اہلیت شرط ہے لہٰذا اس کا مسلمان، عاقل، بالغ، آزاد اور حد قذف کے نفاذ سے محفوظ ہونا ضروری ہے۔

زانی کو از خود قتل کرنے میں مذاہب آئمہ:

جب کوئی شخص کسی کو اپنی بیوی کے ساتھ حالت زنا میں دیکھے تو وہ اسے از خود قتل کرنے کا مجاز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱- جمہور فقہاء کا مؤقف ہے کہ اس صورت میں قاتل پر قصاص لازم آئے گا بشرطیکہ وہ چار گواہ پیش نہ کر سکے اور ورثاء مقتول نے بھی اعتراف زنا نہ کیا ہو۔ اس میں زانی کا شادی شدہ ہونا بھی ضروری ہے۔ یہ دنیا بھر کا ضابطہ ہے کہ اس کے سچا ہونے کی صورت میں آخرت میں اس کا کوئی مؤاخذہ نہیں ہوگا۔ انہوں نے اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداءً حضرت سعد کے جواب میں فرمایا: تلوار کافی گواہ ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: نہیں۔ مجھے خدشہ ہے کہ پھر لوگ نشہ اور غیرت میں آ کر دھڑا دھڑ قتل کرنا شروع کریں گے۔

۲- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ جو شخص سلطان وقت کی اجازت کے بغیر کسی شادی شدہ زانی کو از خود قتل کرے گا اس سے قصاص لیا جائے گا، کیونکہ وہ نفاذ حد کا مجاز نہیں ہے۔

۳- حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس شخص پر قصاص واجب نہیں ہے۔

لعان کے بعد زوجین میں تفریق کے مسئلہ میں اقوال فقہاء:

جب شوہر کی طرف سے بیوی پر زنا کی تہمت عائد کی جائے اور زوجین میں لعان ہونے کے بعد تفریق ہو جائے گی۔ سوال یہ ہے کہ لعان کے بعد زوجین میں ازخود تفریق ہو جائے گی یا قاضی کرائے گا؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کے مختلف اقوال ہیں جس کی تفصیل ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

۱- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق عورت کے لعان سے فارغ ہوتے ہی زوجین کے مابین تفریق ہو جائے گی۔

۲- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ جونہی شوہر لعان سے فارغ ہوگا، زوجین میں ازخود تفریق ہو جائے گی۔

۳- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: زوجین کے لعان سے تفریق نہیں ہوتی بلکہ لعان سے فراغت پر قاضی زوجین میں تفریق کرائے گا۔

۴- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس بارے میں تین اقوال ہیں:

(i) امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہیں۔

(ii) حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہیں۔

(iii) لعان سے فراغت پر زوجین میں تفریق نہیں ہوتی بلکہ سلطان وقت کے تفریق کرانے سے تفریق ہوگی۔

مذکورہ مسئلہ میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ازراہ دلائل اقوی ہے۔ اس سلسلہ میں آپ کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(i) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں زوجین کے لعان کا واقعہ درج ہے پھر رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کا ذکر ہے: ثُمَّ فَرَّقَ بَيْنَهُمَا یعنی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کرنے والوں کے مابین تفریق کروادی تھی۔

(ii) حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کے واقعہ لعان کی تفصیل کے بعد انہوں نے بارگاہ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم میں یوں عرض کیا: **كذبت عليها يارسول الله! ان امسكتها فطلقها ثلاثا قبل ان يامره رسول الله صلى الله عليه وسلم** ۔

(صحیح بخاری، رقم الحدیث ۵۳۰۸)

یارسول اللہ! (بعد از لعان) اگر اب میں اسے (بیوی کو) اپنے نکاح میں رکھوں تو میں جھوٹا ہوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے فیصلہ کرنے سے قبل ہی انہوں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دینے کے بعد الگ کر دیا تھا۔

لعان کے بعد بچہ لاحق کرنے اور اس کی نفی کے بارے میں اقوال آئمہ:

زوجین میں لعان کے بعد بیوی حاملہ ہونے کی صورت میں بچہ کے لاحق کرنے اور اس کے نسب کی نفی کے بارے میں آئمہ فقہ کے مختلف اقوال ہیں:

۱- جمہور فقہاء، تابعین اور آئمہ اربعہ کے مطابق بچہ ماں کے سپرد کیا جائے گا، وہ باہم وارث ہوں گے اور اس کے نسب کی نفی کر دی جائے گی۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد ہمایوں

میں ایک شخص نے لعان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فریقین میں تفریق کروادی تھی اور بچہ ماں کے سپرد کر دیا گیا تھا۔

۲- حضرت عامر، حضرت شعبی، حضرت امام محمد بن ابی ذئب اور بعض اہل مدینہ رحمہم اللہ کا موقف ہے کہ بچہ کے نسب کی نفی نہیں کی جائے گی، کیونکہ مشہور روایت کے مطابق بچہ اس کا ہوتا ہے' جس کے بستر پر وہ پیدا ہوا ہے۔

اس مقام پر بچہ کے نسب کی نفی کے وقت میں بھی آئمہ فقہ کے مختلف اقوال ہیں:

(۱) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق دنوں کا تعین نہیں ہے۔

(۲) حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق بچہ کی پیدائش کے سات دن بعد تک انکار معتبر ہوگا ورنہ نہیں۔

(۳) حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق بچہ کی پیدائش سے چالیس ایام بعد تک انکار معتبر ہوگا ورنہ نہیں۔

(۴) حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق بچہ کی پیدائش کے فوراً بعد انکار معتبر ہوگا جبکہ بعد میں اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔

3104 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ اَخْبَرَنِیْ اَبِیْ عَنْ عَائِشَةَ

متنِ حدیث: قَالَتْ لَمَّا ذُكِرَ مِنْ شَاْنِي الَّذِیْ ذُكِرَ وَمَا عَلِمْتُ بِهٖ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيَّ خَطِيبًا فَتَشَهَّدَ وَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ اَشِيْرُوْا عَلَيَّ فِیْ اُنَاسٍ اَبَنُوْا اَهْلِیْ وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلٰى اَهْلِیْ مِنْ سُوْءٍ قَطُّ وَاَبَنُوْا بِمَنْ وَّاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِ مِنْ سُوْءٍ قَطُّ وَلَا دَخَلَ بَيْتِیْ قَطُّ اِلَّا وَاَنَا حَاضِرٌ وَّلَا غِبْتُ فِیْ سَفَرٍ اِلَّا غَابَ مَعِیْ فَقَامَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ ائْذَنْ لِیْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْ اَضْرِبَ اَعْنَاقَهُمْ وَقَامَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِی الْخَزْرَجِ وَكَانَتْ اُمُّ حَسَّانَ ابْنِ ثَابِتٍ مِّنْ رَهْطِ ذٰلِكَ الرَّجُلِ فَقَالَ كَذَبْتَ اَمَا وَاللّٰهِ اَنْ لَوْ كَانُوْا مِنَ الْاَوْسِ مَا اَحْبَبْتَ اَنْ تُضْرَبَ اَعْنَاقُهُمْ حَتّٰى كَادَ اَنْ يَّكُوْنَ بَيْنَ الْاَوْسِ وَالْخَزْرَجِ شَرٌّ فِی الْمَسْجِدِ وَمَا عَلِمْتُ بِهٖ فَلَمَّا كَانَ مَسَاءُ ذٰلِكَ الْيَوْمِ خَرَجْتُ لِبَعْضِ حَاجَتِیْ وَمَعِیْ اُمُّ مِسْطَحٍ فَعَثَرَتْ فَقَالَتْ تَعِسَ مِسْطَحٌ فَقُلْتُ لَهَا اَیْ اُمُّ تَسُبِّيْنَ ابْنَكِ فَسَكَتَتْ ثُمَّ عَثَرَتِ الثَّانِيَةَ فَقَالَتْ تَعِسَ مِسْطَحٌ فَانْتَهَرْتُهَا فَقُلْتُ لَهَا اَیْ اُمُّ تَسُبِّيْنَ ابْنَكِ فَسَكَتَتْ ثُمَّ عَثَرَتِ الثَّالِثَةَ فَقَالَتْ تَعِسَ مِسْطَحٌ فَانْتَهَرْتُهَا فَقُلْتُ لَهَا اَیْ اُمُّ تَسُبِّيْنَ ابْنَكِ فَقَالَتْ وَاللّٰهِ مَا اَسُبُّهٗ اِلَّا فِيْكِ فَقُلْتُ فِیْ اَیِّ شَیْءٍ قَالَتْ فَبَقَرَتْ لِیَ الْحَدِيْثَ قُلْتُ وَقَدْ كَانَ هٰذَا قَالَتْ نَعَمْ وَاللّٰهِ

لَقَدْ رَجَعْتُ اِلٰى بَيْتِیْ وَكَاَنَّ الَّذِیْ خَرَجْتُ لَهٗ لَمْ اَخْرُجْ لَا اَجِدُ مِنْهُ قَلِيْلًا وَّلَا كَثِيْرًا وَّوُعِكْتُ فَقُلْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْسِلْنِیْ اِلٰى بَيْتِ اَبِیْ فَاَرْسَلَ مَعِیَ الْغُلَامَ فَدَخَلْتُ الدَّارَ فَوَجَدْتُ اُمَّ رُوْمَانَ

3104- اخرجه البخاری (۳٤۵/۸): كتاب التفسير : باب : (ان الذين يحبون ان تشيع الفاحشة فی الذين امنوا لهم عذاب اليم فی الدنيا و الآخرة۔ واللّٰه غفور رحيم)الاية، حديث (٤۷۵۷)، و مسلم (۱۲۱/۹، ۱۲۲ - نووی): كتاب التوبة: باب: فی حديث الافك و قبول توبة القاذف، حديث (۵۸ - ۲۷۷۰)، و ابوداؤد (۷۷۷/۲): كتاب الادب: باب: من قبلة الرجل ولده ، حديث (۵۲۱۹)، و اخرجه احمد (۵۹/٦، ۱۹٤، ۱۹۷)، من طريق هشام بن عروة عن عروة عن عائشة به

فِي السُّفْلِ وَاَبُوْ بَكْرٍ فَوْقَ الْبَيْتِ يَقْرَأُ فَقَالَتْ أُمِّيْ مَا جَآءَ بِكِ يَا بُنَيَّةُ قَالَتْ فَاَخْبَرْتُهَا وَذَكَرْتُ لَهَا الْحَدِيْثَ فَإِذَا هُوَ لَمْ يَبْلُغْ مِنْهَا مَا بَلَغَ مِنِّيْ قَالَتْ يَا بُنَيَّةُ خَفِّفِيْ عَلَيْكِ الشَّانَ فَإِنَّهُ وَاللّٰهِ لَقَلَّمَا كَانَتِ امْرَاَةٌ حَسْنَاءُ عِنْدَ رَجُلٍ يُحِبُّهَا لَهَا ضَرَائِرُ اِلَّا حَسَدْنَهَا وَقِيْلَ فِيْهَا فَإِذَا هِيَ لَمْ يَبْلُغْ مِنْهَا مَا بَلَغَ مِنِّيْ قَالَتْ قُلْتُ وَقَدْ عَلِمَ بِهِ اَبِيْ قَالَتْ نَعَمْ قُلْتُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ نَعَمْ وَاسْتَعْبَرْتُ وَبَكَيْتُ فَسَمِعَ اَبُوْ بَكْرٍ صَوْتِيْ وَهُوَ فَوْقَ الْبَيْتِ يَقْرَأُ فَنَزَلَ فَقَالَ لِاُمِّيْ مَا شَانُهَا قَالَتْ بَلَغَهَا الَّذِيْ ذُكِرَ مِنْ شَانِهَا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ فَقَالَ اَقْسَمْتُ عَلَيْكِ يَا بُنَيَّةُ اِلَّا رَجَعْتِ اِلٰى بَيْتِكِ فَرَجَعْتُ

وَلَقَدْ جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتِيْ فَسَاَلَ عَنِّيْ خَادِمَتِيْ فَقَالَتْ لَا وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلَيْهَا عَيْبًا اِلَّا اَنَّهَا كَانَتْ تَرْقُدُ حَتّٰى تَدْخُلَ الشَّاةُ فَتَاْكُلَ خَمِيْرَتَهَا اَوْ عَجِيْنَتَهَا وَانْتَهَرَهَا بَعْضُ اَصْحَابِهِ فَقَالَ اَصْدِقِي رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَسْقَطُوْا لَهَا بِهِ فَقَالَتْ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلَيْهَا اِلَّا مَا يَعْلَمُ الصَّائِغُ عَلٰى تِبْرِ الذَّهَبِ الْاَحْمَرِ

فَبَلَغَ الْاَمْرُ ذٰلِكَ الرَّجُلَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ مَا كَشَفْتُ كَنَفَ اُنْثٰى قَطُّ قَالَتْ عَآئِشَةُ فَقُتِلَ شَهِيْدًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَتْ وَاَصْبَحَ اَبَوَايَ عِنْدِيْ فَلَمْ يَزَالَا حَتّٰى دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ صَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ دَخَلَ وَقَدِ اكْتَنَفَنِيْ اَبَوَايَ عَنْ يَمِيْنِيْ وَعَنْ شِمَالِيْ فَتَشَهَّدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ يَا عَآئِشَةُ اِنْ كُنْتِ قَارَفْتِ سُوْءًا اَوْ ظَلَمْتِ فَتُوْبِيْ اِلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ قَالَتْ وَقَدْ جَائَتِ امْرَاَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَهِيَ جَالِسَةٌ بِالْبَابِ فَقُلْتُ اَلَا تَسْتَحْيِيْ مِنْ هٰذِهِ الْمَرْاَةِ اَنْ تَذْكُرَ شَيْئًا فَوَعَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَالْتَفَتُّ اِلٰى اَبِيْ فَقُلْتُ اَجِبْهُ قَالَ فَمَاذَا اَقُوْلُ فَالْتَفَتُّ اِلٰى اُمِّيْ فَقُلْتُ اَجِيْبِيْهِ قَالَتْ اَقُوْلُ مَاذَا قَالَتْ فَلَمَّا لَمْ يُجِيْبَا تَشَهَّدْتُ فَحَمِدْتُ اللّٰهَ وَاَثْنَيْتُ عَلَيْهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهُ ثُمَّ قُلْتُ اَمَا وَاللّٰهِ لَئِنْ قُلْتُ لَكُمْ اِنِّيْ لَمْ اَفْعَلْ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنِّيْ لَصَادِقَةٌ مَا ذَاكَ بِنَافِعِيْ عِنْدَكُمْ لِيْ لَقَدْ تَكَلَّمْتُمْ وَاُشْرِبَتْ قُلُوْبُكُمْ وَلَئِنْ قُلْتُ اِنِّيْ قَدْ فَعَلْتُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَنِّيْ لَمْ اَفْعَلْ لَتَقُوْلُنَّ اِنَّهَا قَدْ بَاءَتْ بِهِ عَلٰى نَفْسِهَا وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ مَا اَجِدُ لِيْ وَلَكُمْ مَثَلًا قَالَتْ وَالْتَمَسْتُ اسْمَ يَعْقُوْبَ فَلَمْ اَقْدِرْ عَلَيْهِ اِلَّا اَبَا يُوْسُفَ حِيْنَ قَالَ ﴿فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَّاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ﴾

قَالَتْ وَاُنْزِلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ سَاعَتِهِ فَسَكَتْنَا فَرُفِعَ عَنْهُ وَاِنِّيْ لَاَتَبَيَّنُ السُّرُوْرَ فِيْ وَجْهِهِ وَهُوَ يَمْسَحُ جَبِيْنَهُ وَيَقُوْلُ الْبُشْرٰى يَا عَآئِشَةُ فَقَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَرَائَتَكِ قَالَتْ فَكُنْتُ اَشَدَّ مَا كُنْتُ غَضَبًا فَقَالَ لِيْ اَبَوَايَ قُوْمِيْ اِلَيْهِ فَقُلْتُ لَا وَاللّٰهِ لَا اَقُوْمُ اِلَيْهِ وَلَا اَحْمَدُهُ وَلَا اَحْمَدُكُمَا وَلٰكِنْ اَحْمَدُ اللّٰهَ الَّذِيْ اَنْزَلَ بَرَائَتِيْ لَقَدْ سَمِعْتُمُوْهُ فَمَا اَنْكَرْتُمُوْهُ وَلَا غَيَّرْتُمُوْهُ

وَكَانَتْ عَآئِشَةُ تَقُوْلُ اَمَّا زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ فَعَصَمَهَا اللّٰهُ بِدِيْنِهَا فَلَمْ تَقُلْ اِلَّا خَيْرًا وَّاَمَّا اُخْتُهَا حَمْنَةُ

فَهَلَكْتُ فِيمَنْ هَلَكَ وَكَانَ الَّذِي يَتَكَلَّمُ فِيهِ مِسْطَحٌ وَّحَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ وَّالْمُنَافِقُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيِّ ابْنُ سَلُوْلَ وَهُوَ الَّذِي كَانَ يَسُوسُهُ وَيَجْمَعُهُ وَهُوَ الَّذِي تَوَلّٰى كِبْرَهُ مِنْهُمْ هُوَ وَحَمْنَةُ قَالَتْ فَحَلَفَ اَبُوْ بَكْرٍ اَنْ لَّا يَنْفَعَ مِسْطَحًا بِنَافِعَةٍ اَبَدًا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى هٰذِهِ الْاٰيَةَ (وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ) اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ يَعْنِيْ اَبَا بَكْرٍ (اَنْ يُّؤْتُوْا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسَاكِيْنَ وَالْمُهَاجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ) يَعْنِيْ مِسْطَحًا اِلٰى قَوْلِهٖ (اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ) قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ بَلٰى وَاللّٰهِ يَا رَبَّنَا اِنَّا لَنُحِبُّ اَنْ تَغْفِرَ لَنَا وَعَادَ لَهٗ بِمَا كَانَ يَصْنَعُ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ يُوْنُسُ بْنُ يَزِيْدَ وَمَعْمَرٌ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ وَسَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَعَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ اللَّيْثِيِّ وَعُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَآئِشَةَ هٰذَا الْحَدِيْثُ اَطْوَلَ مِنْ حَدِيْثِ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ وَاَتَمَّ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب میرا واقعہ لوگوں میں مشہور ہوا' تو مجھے اس کے بارے میں کوئی خبر نہیں تھی نبی اکرم ﷺ میرے بارے میں خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے۔ آپ ﷺ نے کلمہ شہادت پڑھنے کے بعد اللہ کی شان کے مطابق اس کی حمد و ثناء بیان کی۔ پھر آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا: اما بعد ایسے لوگوں کے بارے میں تم لوگ مجھے مشورہ دو' جنہوں نے میری بیوی پر الزام لگایا ہے' اللہ کی قسم! میں نے اپنی بیوی میں کبھی کوئی بری بات نہیں دیکھی اور انہوں نے جس شخص کے بارے میں الزام لگایا ہے' اللہ کی قسم! میں اس کے بارے میں کبھی کسی برائی کو نہیں جانتا۔ وہ کبھی بھی میرے گھر میں میری عدم موجودگی میں نہیں آیا۔ جب میں کسی سفر کی وجہ سے گھر میں موجود نہیں تھا' تو میرے ساتھ وہ بھی (مدینہ منورہ سے) غیر موجود تھا۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ مجھے اجازت دیں میں ان لوگوں کی گردن اُڑا دوں' تو خزرج قبیلے کا ایک شخص کھڑا ہوا۔ حسان بن ثابت کی والدہ اسی قبیلے سے تعلق رکھتی تھیں وہ شخص بولا: تم غلط کہہ رہے ہو، اللہ کی قسم! اگر ان لوگوں کا تعلق اوس قبیلے سے ہوتا' تو تم نے کبھی یہ آرزو نہیں کرنی تھی کہ تم ان کی گردنیں اُڑا دو (راوی کہتے ہیں)، یہاں تک کہ قریب تھا اوس اور خزرج قبیلے کے درمیان مسجد میں ہی لڑائی شروع ہو جائے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، مجھے اس بارے میں کوئی علم نہیں تھا۔ اس دن شام کے وقت' میں اور اُم مسطح باہر نکلیں (یعنی رفع حاجت کے لیے) درمیان میں اُم مسطح کو ٹھوکر لگی تو ان کے منہ سے نکلا: مسطح ہلاک ہو جائے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے ان سے کہا: یہ کیا بات ہوئی۔ آپ اپنے بیٹے کو برا کہہ رہی ہیں؟ تو وہ خاموش رہیں۔ پھر انہیں دوبارہ ٹھوکر لگی تو انہوں نے پھر یہ کہا: مسطح برباد ہو جائے۔ تو میں نے انہیں ڈانٹا۔ میں نے ان سے کہا: اے امی جان! آپ اپنے بیٹے کو برا کہہ رہی ہیں؟ تو وہ خاموش رہیں۔ پھر انہیں ٹھوکر لگی تو انہوں نے پھر یہ کہا: مسطح برباد ہو جائے۔ میں نے پھر انہیں ڈانٹا' تو پھر میں نے ان سے کہا: اے امی جان! آپ اپنے بیٹے کو برا کہہ رہی ہیں؟ تو انہوں نے کہا اللہ کی قسم! میں اسے صرف تمہاری وجہ سے برا کہہ رہی ہوں۔ میں دریافت کیا: میں نے کہا: کیا مطلب؟ تو انہوں نے مجھے سارا واقعہ بتایا۔ میں نے کہا: کیا ایسا ہو چکا ہے۔ انہوں نے جواب دیا: جی

ہاں۔"اللہ کی قسم" میں اپنے گھر واپس آئی اور میں جس مقصد کے لیے باہر نکلی تھی اس کی مجھے ذرا بھی ضرورت نہ رہی۔ پھر مجھے بخار ہو گیا۔ میں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی، آپ ﷺ مجھے میرے والد کے گھر بھیج دیں۔ نبی اکرم ﷺ نے میرے ساتھ ایک لڑکا بھیج دیا۔ میں جب (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے گھر میں داخل ہوئی' تو سیدہ اُم رومان رضی اللہ عنہا نیچے تھیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اوپر قرآن پڑھ رہے تھے (والدہ نے) دریافت کیا: بیٹی کیسے آئی ہو؟ تو میں نے ان کے سامنے پورا واقعہ بیان کیا اور یہ بھی بتایا: یہ بات لوگوں میں مشہور ہو چکی ہے۔ انہیں بھی اس سے بہت تکلیف ہوئی۔ اسی طرح جیسے مجھے ہوئی تھی۔ انہوں نے مجھ سے کہا: میری بیٹی تم گھبرانا نہیں۔ اللہ کی قسم! جو بھی عورت اپنے شوہر کو اچھی لگتی ہو' وہ مرد اس سے محبت کرتا ہو' اور اس کی سوکنیں بھی ہوں' تو عورتیں اس سے حسد کرتی ہیں اور ایسی عورت کے بارے میں اس طرح کی باتیں کی جاتی ہیں (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں) اس کا مطلب تھا کہ اس کا اتنا افسوس انہیں نہیں ہوا جتنا مجھے ہوا تھا۔ میں نے دریافت کیا: کیا میرے والد بھی اس بارے میں جانتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں۔ میں نے دریافت کیا: نبی اکرم ﷺ بھی؟ تو انہوں نے جواب دیا: جی ہاں۔ اس پر مجھے اور زیادہ افسوس ہوا اور میں رونے لگی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے میری آواز سن لی۔ وہ اس وقت گھر کے اوپری حصے پر موجود تھے' اور تلاوت کر رہے تھے۔ وہ نیچے اترے، انہوں نے میری والدہ سے دریافت کیا: اسے کیا ہوا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: اس کے بارے میں جو بات مشہور ہوئی ہے وہ اسے پتہ چل گئی ہے، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، انہوں نے فرمایا: اے میری بیٹی! میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ تم اپنے گھر واپس چلی جاؤ۔ تو میں واپس آ گئی۔ نبی اکرم ﷺ میرے گھر تشریف لائے، آپ ﷺ نے میری خادمہ سے میرے بارے میں دریافت کیا: تو اس نے جواب دیا: مجھے ان میں صرف اس ایک عیب کا علم ہے کہ یہ صرف (آٹا گوندھ کر) سو جاتی ہیں اور بکری آ کر اس آٹے کو کھا جاتی ہے (یہاں ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے کہ کون سا لفظ استعمال ہوا ہے) اس پر نبی اکرم ﷺ کے ساتھی نے اس خادمہ کو ڈانٹا اور بولے: تم اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے سامنے سچی بات کہنے کہو۔ انہوں نے اس خادمہ کو برا بھلا کہا تو وہ خادمہ یہی بولی اللہ کی ذات پاک ہے، اللہ کی قسم! میں ان (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) کے بارے میں وہی علم رکھتی ہوں' جو سنار خالص اور سرخ سونے کے بارے میں رکھتا ہے (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں) جن صاحب کے بارے میں یہ الزام لگایا گیا جب ان تک یہ بات پہنچی تو وہ یہ بولے سبحان اللہ! میں نے کبھی بھی کسی عورت کا ستر بے پردہ نہیں کیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں بعد میں وہ صاحب اللہ کی راہ میں شہید ہوئے تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں اگلے دن میرے والدین میرے ہاں آ گئے اور وہ سارا دن میرے پاس رہے۔ وہ میرے پاس ہی موجود تھے۔ جب عصر کے بعد نبی اکرم ﷺ بھی تشریف لے آئے، میرے والدین اس وقت میرے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے کلمہ شہادت پڑھنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی اور ارشاد فرمایا: اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! اگر تم نے برائی کا ارتکاب کیا ہے' یا اپنے اُوپر ظلم کیا ہے' تو تم اللہ سے توبہ کرو' کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں اس دوران ایک انصاری عورت آ کر دروازے پر بیٹھ گئی، وہ (اندر آنے کی اجازت کی طلبگار تھی) میں نے عرض کی: کیا آپ ﷺ کو اس عورت کا خیال نہیں ہے؟ کہ یہ کسی کو کہہ دے گی' لیکن نبی اکرم ﷺ نے وعظ و نصیحت جاری رکھی تو میں اپنے والد کی طرف متوجہ ہوئی اور میں نے انہیں

کہا: آپ انہیں جواب دیں۔ انہوں نے فرمایا: میں کیا جواب دوں؟ میں اپنی والدہ کی طرف متوجہ ہوئی اور میں نے کہا: آپ انہیں جواب دیں تو انہوں نے کہا میں کیا جواب دوں؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب ان دونوں نے کوئی جواب نہیں دیا تو میں نے کلمہ شہادت پڑھا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی اس کی شان کے مطابق حمد و ثناء بیان کی اور پھر میں نے کہا: اللہ کی قسم! اگر میں آپ لوگوں سے یہ کہوں کہ میں نے ایسا نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں سچ کہہ رہی ہوں' تو آپ لوگوں کے سامنے یہ بات میرے لیے فائدہ مند نہیں ہوگی کیونکہ بات آپ لوگوں سے کی جا چکی ہے' اور وہ آپ کے دلوں کے اندر اُتر گئی ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ میں نے ایسا کیا ہے' اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں نے ایسا نہیں کیا' تو آپ لوگ یہ کہیں گے تم نے اپنے جرم کا اقرار کرلیا ہے (میں نے کہا) اللہ کی قسم! مجھے اپنے لیے اور آپ کے لیے حضرت یوسف علیہ السلام کے والد کی مثال ہی سمجھ آتی ہے (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں) میں نے حضرت یعقوب کا نام لینا چاہا' لیکن وہ مجھے یاد نہیں آسکا جو انہوں نے یہ کہا تھا (جس کا ذکر قرآن نے کیا ہے)

''تو بہتر ہے' اور تم لوگ جو کہہ رہے ہو اس بارے میں اللہ تعالیٰ ہی سے مدد لی جا سکتی ہے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اسی دوران نبی اکرم ﷺ پر وحی کا نزول شروع ہوا' تو ہم لوگ خاموش ہو گئے۔ جب آپ ﷺ کی یہ کیفیت ختم ہوئی' تو آپ ﷺ کے چہرے سے خوشی کے آثار واضح تھے۔ آپ ﷺ نے اپنا پسینہ پونچھتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! تمہیں مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے تمہاری برأت کا حکم نازل کر دیا ہے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں اس وقت شدید ترین غصے کی حالت میں تھی۔ میرے والدین نے مجھ سے کہا: نبی اکرم ﷺ کے سامنے (تعظیم کے طور پر کھڑی ہو جاؤ) تو میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں ان کے لیے کھڑی نہیں ہوں گی اور نہ ہی میں ان کی تعریف کروں گی اور نہ ہی میں آپ دونوں کی تعریف کروں گی' بلکہ میں تو اللہ تعالیٰ کی تعریف کروں گی' جس نے میری برأت کا حکم نازل کیا ہے' کیونکہ آپ لوگوں نے اس بات کو سن کر نہ اس کا انکار کیا نہ اسے روکنے کی کوشش کی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں جہاں تک زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا تعلق ہے' تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دینداری کی وجہ سے انہیں محفوظ رکھا انہوں نے صحیح بات کہی' لیکن جہاں تک ان کی بہن حمنہ کا تعلق ہے' تو وہ ہلاک ہونے والوں میں شامل تھی۔ اس بارے میں کلام کرنے والوں میں مسطح' حسان بن ثابت اور منافق عبداللہ بن اُبی شامل تھے۔ وہ اس بارے میں طرح' طرح کی باتیں کیا کرتے تھے' اور ان سب میں وہی بنیادی شخص تھا جس نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اس نے اور حمنہ نے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ اب مسطح کو کوئی فائدہ نہیں پہنچائیں گے' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

''تم میں سے جو لوگ فضیلت اور گنجائش رکھتے ہیں' وہ یہ ہرگز قسم نہ اٹھائیں۔''

اس سے مراد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

''اس بات کی کہ وہ اپنے قریبی رشتہ داروں' مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ نہیں دیں گے۔''

یہاں مراد ”مسطح“ ہے (یہ آیت یہاں تک ہے)
”کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت کر دے اور اللہ تعالیٰ مغفرت کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔“

تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: جی ہاں! اللہ کی قسم! اے ہمارے پروردگار! ہم اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ تو ہماری مغفرت کر دے“ (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں) اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مسطح کے ساتھ وہی پہلے کا سا سلوک شروع کر دیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ”حسن صحیح“ ہے اور ہشام بن عروہ سے منقول ہونے کے حوالے سے ”غریب“ ہے۔

یونس بن یزید، معمر اور دیگر راویوں نے اسے زہری کے حوالے سے، عروہ بن زبیر کے حوالے سے، سعید بن مسیب، علقمہ بن وقاص لیثی، عبید اللہ بن عبد اللہ کے حوالے سے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے اور یہ ہشام بن عروہ کی نقل کردہ روایت کے مقابلے میں زیادہ طویل اور مکمل ہے۔

3105 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ بَكْرٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

متنِ حدیث: لَمَّا نَزَلَ عُذْرِیْ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَذَكَرَ ذٰلِكَ وَتَلَا الْقُرْاٰنَ فَلَمَّا نَزَلَ اَمَرَ بِرَجُلَيْنِ وَامْرَاَةٍ فَضُرِبُوْا حَدَّهُمْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب میری برأت کا حکم نازل ہوا، تو نبی اکرم ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے، آپ ﷺ نے اس بات کا تذکرہ کیا۔ قرآن کی (اس سے متعلق آیات کی تلاوت کی) جب یہ حکم نازل ہوا، تو نبی اکرم ﷺ کے حکم کے تحت دو مردوں اور ایک عورت پر حد جاری کی گئی۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ”حسن غریب“ ہے۔ ہم اسے صرف محمد بن اسحاق کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

3105۔ اخرجه ابوداؤد (۲/۵۶۷ - ۵۶۸): كتاب الحدود: باب: في حد القذف، حديث (۴۴۷۴)، و ابن ماجه (۲/۸۵۷): كتاب الحدود: باب: حد القذف، حديث (۲۵۶۷)، و اخرجه احمد (۶/۳۵، ۶۱)، من طريق محمد بن اسحاق عن عبد الله بن ابي بكر عن عمرة عن عائشة به۔

شرح

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کا واقعہ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ رضی اللہ عنہا کی برأت کا اعلان:

ارشادِ خداوندی ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْا بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ط لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ط بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ط لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ج وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا لا وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ○ لَوْلَا جَآءُوْا عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ج فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ○ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا قصلے وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ○ وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ق سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ○ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ لا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ط وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○ (النور: ۱۱ تا ۲۰)

بیشک وہ لوگ جنہوں نے تم میں سے تہمت لگائی تم اسے اپنے لیے شر خیال نہ کرو بلکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ ہر آدمی کے لیے وہ گناہ ہے جو اس نے کمایا، وہ شخص جس نے اس (تہمت) میں تم سے بڑا حصہ لیا اس کے لیے بڑا عذاب ہے۔ جب تم نے اسے سنا تو مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنوں کے بارے میں نیک گمان کیوں نہیں کیا اور یہ بات کیوں نہیں کہی کہ یہ کھلا ہوا بہتان ہے۔ اس پر انہوں نے چار گواہ کیوں پیش نہیں کیے؟ پس جب وہ گواہ نہیں لائے تو اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں۔ اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی دنیا اور آخرت میں جس چیز کا تم نے چرچا کیا تھا تو تمہیں ضرور بہت بڑا عذاب پہنچتا۔ جب تم یہ اپنی زبانوں سے نقل کرتے رہے اور اپنے مونہوں سے بیان کرتے رہے جس کا تمہیں علم نہیں تھا اسے تم معمولی خیال کرتے رہے حالانکہ اللہ کے نزدیک یہ سنگین بات تھی، تم نے اسے سنتے ہی یہ بات کیوں نہ کہی کہ ایسی بات کہنا ہمارے لیے مناسب نہیں ہے۔ اے اللہ! تو پاک ہے یہ بہت بڑا جرم ہے۔ اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم دوبارہ ایسی بات کبھی نہ کرنا اگر تم مسلمان ہو۔ اللہ تمہیں آیات بیان کرتا ہے، اور اللہ بہت جاننے والا حکمت والا ہے۔ بیشک وہ لوگ جو اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ بے حیائی کی بات پھیلے ان کے لیے دنیا اور آخرت میں سنگین عذاب ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اور اگر اللہ کا تم پر فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور بے شک اللہ بہت رحم کرنے والا مہربان ہے۔

اس سے قبل آیات میں زنا کی سزا بیان کی گئی ہے، پھر زنا کی تہمت لگانے کی سزا بیان ہوئی کہ اگر تہمت عائد کرنے والا چار عینی گواہ پیش نہ کر سکے تو الزام عائد کرنے والے کو اسی (۸۰) کوڑوں کی سزا دی جائے گی جسے حد قذف کہا جاتا ہے۔ اگر کسی کے ذہن میں یہ خیال آئے کہ زنا کی تہمت کا الزام ہلکا ہے مگر اس کے مقابل سزا زیادہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سزا کی تہمت معمولی بات نہیں ہے بلکہ اس کے مقابلے میں اسی (۸۰) کوڑوں کی سزا معمولی بات معلوم ہوتی ہے۔

ان دس آیات اور احادیث باب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت بیان کی گئی ہے' جس کا خلاصہ یہ ہے کہ غزوۂ بنی المصطلق یا غزوہ مریسع میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب معمول قرعہ اندازی کے مطابق رفاقت سفر کے لیے ازواجِ مطہرات میں سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا انتخاب کیا تھا۔ غزوہ سے فراغت پر مدینہ طیبہ کی جانب سفر کے دوران ایک جگہ پڑاؤ ڈالا، اس قیام کے دوران حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا قافلہ سے الگ ہو کر قضاء حاجت کے لیے تشریف لے گئیں۔ قافلہ کی جگہ واپس آنے پر انہیں محسوس ہوا کہ ان کا ہار گم ہو گیا ہے جو انہوں نے اپنی ہمشیرہ سے عاریۃً لیا تھا۔ آپ پھر قضاء حاجت کی جگہ پہنچیں۔ ادھر قافلہ روانہ ہو گیا۔ آپ کا ہودج خدام نے اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیا اور آپ ان دنوں میں کم وزن تھیں یا ہودج اٹھانے والے متعدد ہونے کی وجہ سے آپ کا کسی کو علم نہ ہو سکا۔ جب آپ مقام قافلہ پر واپس آئیں تو قافلہ روانہ ہو چکا تھا اور آپ اس خیال سے اسی مقام پر بیٹھ گئیں کہ جونہی میری عدم موجودگی کا علم ہوگا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خدام کو یہاں بھیجیں گے۔ رات کا وقت تھا اور یہاں بیٹھے بیٹھے آپ کی آنکھ لگ گئی۔ حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ قافلہ کے آخر میں چلنے کے لیے تعینات تھے اور قافلہ کی چھوٹ جانے والی چیز کو اٹھاتے اور متعلقہ شخص کی خدمت میں پہنچا دیتے تھے۔ قافلہ روانہ ہو جانے پر انہوں نے ملاحظہ کیا کہ کوئی شخص بیٹھا ہوا ہے پھر معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں، انہوں نے اپنی ذمہ داری پوری کرنے کے لیے آپ کے پاس اپنا اونٹ بٹھا لیا، اس کے پاؤں پر اپنے قدم رکھ کر کھڑے ہو گئے تا کہ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا آسانی سے سوار ہو جائیں اور انہیں قافلہ کے ساتھ ملا دیا جائے۔ اس موقع پر نہ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے کوئی بات کی اور نہ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے ان سے گفتگو کرنے کی ضرورت محسوس کی حتیٰ کہ اونٹ ٹھہرنے ہوئے قافلہ میں شامل ہو گیا۔

اس موقع کو بھی رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ حسب معمول حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بدکاری کا الزام عائد کر دیا۔ اس سے قبل اپنے مطلق العنان ہونے کی وجہ سے مہاجرین کے بارے میں دو باتیں کہہ چکا تھا:

(۱) مہاجرین سے مالی تعاون بند کیا جائے۔

(۲) مدینہ سے ذلیل لوگوں کو نکال باہر کیا جائے۔

اس الزام عائد کرنے میں رئیس المنافقین پیش پیش تھا لیکن زبان دوسرے لوگوں کی استعمال کرواتا تھا۔ مدینہ طیبہ پہنچ کر وہ مجالس جماتا' واقعہ ہذا کو موضوع سخن بناتا' اس نے سلسلہ میں دو حضرات اور ایک خاتون کو خوب استعمال کیا۔ ان تینوں کے نام یہ ہیں:

(۱) حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ

(۲) حضرت مسطح رضی اللہ عنہ

(۳) حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا۔

دوسری طرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس واقعہ کے بارے میں مطمئن تھے اور اعزاء واقارب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بھی تسلی دیتے رہے حتیٰ کہ سورۂ نور کی از گیارہ تا بیس دس آیات نازل ہوئیں جن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت اور صداقت کو بیان کیا گیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور ان دس آیات کی تلاوت فرما کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت کو بیان فرمایا جبکہ مذکورہ تین افراد (دو حضرات اور ایک خاتون) کو حد قذف لگانے کا حکم دیا۔ پھر انہیں حسب حکم حد قذف لگائی گئی۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی حد قذف سے اس لیے بچ گیا تھا کہ وہ نہایت چالاک وشاطر شخص تھا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس نے اپنی تحریک کے لیے دوسرے لوگوں کو خوب استعمال کیا تھا جبکہ خود پس پردہ رہا تھا۔

سفر کے لیے بیوی کے انتخاب میں مذاہب آئمہ:

جب کسی شخص کی ایک سے زائد بیویاں ہوں تو سفر میں ساتھ لے جانے کے لیے وہ قرعہ اندازی کرے گا یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا مؤقف ہے کہ شوہر قرعہ اندازی کے ذریعے کسی بیوی کا انتخاب کرے گا۔ انہوں نے اس روایت سے استدلال کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رفاقت سفر کے لیے ازواجِ مطہرات میں قرعہ اندازی کرتے تھے۔ اس روایت پر تین انبیاء علیہم السلام کا عمل تھا:

(۱) حضرت یونس

(۲) حضرت زکریا

(۳) حضور اقدس حضرت محمد علیہم السلام۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ شوہر اس بات کا مجاز ہے کہ ازواج میں سے جس کو پسند کرے بغیر قرعہ اندازی کے اس کا انتخاب کر سکتا ہے، کیونکہ وہ اس بات کو خوب جانتا ہے کہ کون سی بیوی سفر کے لیے موزون ہے اور کون سی گھر کے انتظام کے لیے مناسب ہے۔

نزول وحی سے قبل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے بارے میں چند شبہات کا ازالہ:

واقعہ افک کے ضمن میں نزول وحی سے قبل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت وصداقت کا علم تھا یا نہیں؟ اس بارے میں ہمارا اہل سنت کا مؤقف یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی ایک ایک جزی کا علم تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کے بارے میں فیصلہ کن انداز میں یوں فرمایا:

فواللہ ماعلمت علی اھلی الاخیرا وقد ذکر وارجلا ماعلمت علیہ الا خیرا ۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۴۷۵۰)
قسم بخدا! مجھے اپنی اہلیہ کے بارے میں خیر کے سوا کسی چیز کا علم نہیں ہے اور انہوں (لوگوں) نے جس کے ساتھ تہمت لگائی ہے مجھے اس بارے میں خیر کے سوا کوئی علم نہیں ہے۔

واقعہ افک کے ضمن میں چند ایک اعتراضات جو علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہیں، کا جائزہ سطور ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

۱- اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت، پاکدامنی اور صداقت کا علم تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر ان کی طرف میلان اور توجہ کم کیوں کر دی تھی؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے میلان وتوجہ میں کمی لاعلمی کی بناء پر نہیں تھی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غیرت کا تقاضا تھا کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کی شکل میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت کا اعلان نہیں ہوتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم توجہ کم رکھیں تا کہ دشمنان اسلام کو یہ بات کہنے کا موقع میسر نہ آئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی تہمت سے نفرت نہیں ہے۔

۲- اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت اور پاکدامنی کا علم تھا تو آپ نے اپنے صحابہ سے استصواب کیوں کروایا تھا اور حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے چال چلن کے بارے میں وضاحت کیوں طلب کی تھی؟

جواب: اس استصواب اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے چال چلن کی وضاحت لاعلمی کی بناء پر نہیں تھی بلکہ اس کا مقصد یہ تھا کہ دشمنانِ اسلام کو یہ بات کہنے کا موقع نہ ملے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ محترمہ پر تہمت لگی تو آپ نے تحقیق وتفتیش سے کام نہیں لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے اپنے صحابہ سے استصواب بھی کرایا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سوکن سے کچھ استفسار بھی کیا تھا تا کہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی برأت اور پاکدامنی مزید واضح ہو جائے۔

۳- اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کا علم تھا تو آپ نے حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے یہ کیوں فرمایا تھا: اگر آپ سے کوئی غلطی سرزد ہو گئی ہے تو اللہ تعالیٰ سے توبہ کر لو؟

جواب: یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لاعلمی کی بناء پر نہیں کہی تھی بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر بالفرض محال آپ سے کوئی گناہ ہو گیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے توبہ کر لو، اس بارے میں قرآن کریم میں بھی ہمیں مثال ملتی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ○ (زخرف: ۸۱)
(اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم!) آپ فرما دیں اگر (بالفرض محال) رحمٰن کی اولاد ہوتی تو میں سب سے پہلے (اس کی) عبادت کرتا۔

۴- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے استفسار پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں عرض کیا تھا: آپ لوگوں نے

یہ بات سنی ہے اور دلوں میں یہ بات قرار پکڑ چکی ہے اور تم نے اس کی تصدیق بھی کر دی ہے۔ اگر میں تم سے کہوں کہ میں بے گناہ ہوں تو تم ہرگز میری تصدیق نہ کرو گے۔ اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک آپ کی پاک دامنی کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم نہیں تھا؟

جواب: خواہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا رخِ سخن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تھا لیکن حقیقت اس کے مخاطب منافقین لوگ تھے جو ام المؤمنین رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے میں پیش پیش تھے۔ وہ عبداللہ بن ابی اور اس کے رفقاء تھے۔

۵- جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت، پاکدامنی اور صداقت کا علم تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس موقع پر غمگین و پریشان کیوں ہوئے تھے؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غمگین اور پریشان ہونے کی وجہ لاعلمی نہیں تھا بلکہ بے گناہ پر تہمت عائد کرنا تھا۔ نیز زیادہ پریشانی اس بات کی تھی کہ کچھ مسلمان بھی منافقین کے ساتھ مل کر اس ناکردہ گناہ کو حقیقت کا رنگ دے کر سرعام بیان کرنے لگے تھے۔

ہر نبی کی بیوی کا بدکاری سے پاک ہونا:

ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم وبیش انبیاء علیہم السلام کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کوئی بھی بدچلن یا بدکردار نہیں تھی۔

اس بارے میں چند ایک دلائل ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ کسی نبی علیہ السلام کی بیوی نے بدکاری نہیں کی تھی۔ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نبی کی زوجہ کو پاکدامن قرار دے رہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاک دامن ہونے کا بھی علم تھا۔

۲- حضرت امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

عن الضحاك مابغت امرأة نبی قط۔ (جامع البیان، رقم الحدیث ۲۶۷۱۰)

ضحاک بیان کرتے ہیں کہ کسی نبی کی بیوی نے کبھی بدکاری نہیں کی۔

۳- اشرس خراسانی کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی نبی کی بیوی نے کبھی زنا کا ارتکاب نہیں کیا۔

(تاریخ دمشق الکبیر، رقم الحدیث ۱۱۷۲۲)

۴- کثیر مفسرین نے اس حدیث کا اپنی تفاسیر میں ذکر کیا ہے مثلاً امام فخر الدین رازی، علامہ خازن، علامہ قرطبی، حافظ ابن کثیر اور علامہ جلال الدین سیوطی وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت و پاک دامنی پر کتب اہل سنت سے دلائل:

ہر نبی ہر خوبی میں اپنے زمانہ کے لوگوں سے ممتاز ہوتا ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی قوم کے لیے معلم ومبلغ بن کر آتا ہے اور اس کی شایانِ شان یہی ہے کہ وہ خود اور ان کے اہل خانہ ہر ایسے عیب سے پاک ومنزہ ہوں جس کی طرف انگشت نمائی کی

جاتی ہو یا قابلِ مذمت ونفرت ہو۔

سوال: حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام کی بیویاں کافرہ تھیں، جب ان کا کافر ہونا جائز قرار پاتا ہے تو فاجرہ یا بدکار ہونا بھی جائز ہونا چاہیے کیونکہ یہ کفر سے کم درجہ ہے؟

جواب: (۱) کفار کے ہاں کفر قابلِ نفرت چیز نہیں ہے لیکن بیوی کا بدکار ہونا ان کے نزدیک بھی موجب نفرت ہے۔

(۲) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا برائیوں، قابلِ نفرت امور اور حرام سے ہمہ وقت اپنے دامن کو محفوظ رکھتی تھیں۔ پھر منافقین کی طرف سے اس عائد کردہ تہمت کے بارے میں بھی مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ آپ کے بارے میں حسن ظن سے تجاوز نہ کرے۔

(۳) یہ تہمت منافقین اور دشمن کی طرف سے عائد کی گئی تھی اور دشمن کے تمام تصورات حقائق کے منافی اور کذب پر مشتمل ہوتے ہیں۔

(۴) جب قرآن اور نزول وحی سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت اور پاکدامنی ثابت ہوگئی تو منافقین اور ان کے متبعین ذلت وخواری کی وجہ سے اپنا منہ چھپانے پر مجبور ہو گئے۔

ایک دفعہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے واقعہ افک کے بارے میں اشارہ کرتے ہوئے دریافت کیا کیا آپ کو اس کے بارے میں علم ہے؟ بیوی نے جواب میں کہا آپ بتائیں کہ اگر آپ حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کی جگہ میں ہوتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم محترم کے ساتھ کسی فاحشہ کا قصد کر سکتے تھے؟ انہوں نے جواب میں کہا ہرگز نہیں۔ پھر کہا اگر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی جگہ ہوتی تو کبھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیانت کا ہرگز ارادہ نہ کرتی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مجھ سے افضل ہیں جبکہ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ آپ سے افضل ہیں تو ان کے بارے میں اس فاحشہ کا تصور کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ (مدارالتنزیل، ج۳، ص۳۴۳)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضائل وکمالات:

قرآن وسنت میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے کثیر فضائل وکمالات بیان ہوئے ہیں۔ اس سلسلہ میں چند ایک روایات ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہت سے کامل مرد گزرے ہیں اور عورتوں میں سے مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیہ کامل ہیں۔ عائشہ کی فضیلت دوسری عورتوں پر اس طرح ہے جس طرح "ثرید" کو دوسرے کھانوں پر فضیلت حاصل ہے۔

۲- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں سنا تھا: عائشہ کو دیگر عورتوں پر ایسی فضیلت حاصل ہے جس طرح ثرید کھانے کو دیگر کھانوں پر فضیلت حاصل ہے۔

۳- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ جبرائیل ہیں جو آپ کو سلام

کہتے ہیں! میں نے کہا: وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ ان چیزوں کو دیکھتے ہیں جن کو میں نہیں دیکھ سکتی۔

(صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۴۴۷)

۴- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا آپ مجھے مسلسل تین راتیں خواب میں دکھائی گئیں۔ میرے پاس ایک فرشتہ ریشم کے کپڑے میں تمہاری تصویر لے کر آیا، وہ یہ کہتا تھا یہ آپ کی زوجہ ہے۔ میں نے تمہارے چہرے کو کھولا تو وہ تم ہی تھیں۔ پھر میں یہ کہتا: اگر یہ خواب اللہ کی طرف سے ہے تو وہ اس کو سچا کر دے۔

(صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۷۰۹۳)

۵- حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مرض الموت میں تھے تو آپ باری باری ازواجِ مطہرات کے پاس جاتے اور یوں فرماتے تھے: کل میں کس کے پاس ہوں گا، کل میں کس کے ہاں ہوں گا؟ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں جانے کے زیادہ حریص تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب میری باری آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سکون ہو گئے۔

۶- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: بے شک میں جانتا ہوں جب آپ مجھ سے راضی ہوتی ہیں اور جب آپ مجھ سے ناراض ہوتی ہیں۔ میں نے عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم کیسے ہو جاتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آپ مجھ سے راضی ہوتی ہیں تو رب محمد کی قسم کہتی ہو اور جب ناراض ہوتی ہو تو رب ابراہیم کی قسم کہتی ہو۔ میں نے عرض کیا: جی ہاں یارسول اللہ! میں صرف آپ کے اسم گرامی کو چھوڑتی ہوں۔

(صحیح بخاری، رقم الحدیث ۵۲۲۸)

۷- حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنی ہمشیرہ اسماء رضی اللہ عنہا سے عاریۃً ہار لیا، وہ گم ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تلاش کے لیے اپنے صحابہ کو روانہ کیا پھر نماز کا وقت ہونے پر انہوں نے بغیر وضو کے نماز ادا کی۔ جب وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے اس بارے میں بطور شکایت عرض کیا اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے آیت تیمم نازل فرمائی۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ (عائشہ) کو جزاء خیر سے نوازے کہ آپ پر جب بھی کوئی آفت نازل ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے نجات کی کوئی راہ ضرور نکال دی اور مسلمانوں کو برکت سے نوازا۔

۸- حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مسلمان حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیے اور تحائف بھیجنے کے لیے اس بات کے انتظار میں رہتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری میں ان کے حجرے میں تشریف فرما ہوں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا میری سہیلیاں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر جمع ہو جایا کریں۔ انہوں نے کہا: اے ام سلمہ! قسم بخدا! مسلمان اپنے تحائف اور ہدایا پیش کرنے کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کا انتظار کرتے ہیں اور ہم بھی اسی بات کو پسند کرتے ہیں جس طرح حضرت عائشہ اچھائی کو پسند کرتی ہیں۔ پس تم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کریں کہ آپ

لوگوں کو حکم دیں کہ آپ جہاں بھی تشریف فرما ہوں یا جس زوجہ کی بھی باری میں ہوں، آپ کے حضور تحائف پیش کریں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ بات عرض کی تو آپ نے مجھ سے اعراض کیا۔ میری طرف چہرہ انور کرنے پر میں نے دوبارہ یہ بات عرض کی تو آپ نے پھر اعراض کیا۔ پھر تیسری بار عرض کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ام سلمہ! آپ مجھے عائشہ کے بارے میں اذیت نہ دو، قسم بخدا! عائشہ کے علاوہ کسی زوجہ کے بستر پر مجھ پر وحی نازل نہیں ہوئی۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۳۷۷۵)

۹-حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ وفات سے قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سینہ کے ساتھ ٹیک لگا کر تشریف فرما تھے۔ میں نے اپنا کان آپ کے منہ کے پاس کر کے سنا کہ آپ یوں کہہ رہے تھے: اے اللہ! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم کر اور مجھے رفیق اعلیٰ سے ملا دے۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۴۴۴)

۱۱-حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا یا رسول اللہ! آپ کے ہاں سب سے زیادہ محبوب کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ۔ پھر عرض کیا گیا: مردوں میں سے کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ان کے باپ یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

۱۲-حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت مسروق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو علم الفرائض پر عبور حاصل تھا؟ انہوں نے جواب میں کہا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کبار کو آپ سے علم الفرائض واحکام ومسائل دریافت کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

۱۳-حضرت امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ اگر تمام لوگوں کا علم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواجِ مطہرات کا علم جمع کیا جائے تب بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا علم سب سے زیادہ ہوگا۔

۱۴-حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنی نو (۹) خصوصیات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

(۱) فرشتہ میری تصویر لے کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نکاح کے لیے حاضر ہوا۔

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت مجھ سے نکاح کیا جب میری عمر سات سال تھی۔

(۳) میری رخصتی اس وقت ہوئی جب میری عمر (۹) برس کی تھی۔

(۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں آنے والی خواتین میں سے صرف میں کنواری تھی۔

(۵) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور میں ایک بستر میں ہوتے تھے کہ آپ پر وحی نازل ہو جاتی تھی۔

(۶) قرآن کریم کی آیات میرے بارے میں نازل ہوئیں کہ اگر وہ نازل نہ ہوتیں تو امت ہلاک ہو جاتی۔

(۷) میں نے خود جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا ہے، میرے علاوہ کسی زوجۃ النبی نے انہیں نہیں دیکھا۔

(۸) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال اس وقت ہوا کہ آپ میرے حجرہ میں تشریف فرما تھے۔

(۹) جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض کی گئی تو میرے حجرے میں فرشتہ اور میرے علاوہ کوئی نہیں تھا۔

(المستدرک للحاکم، ج ۲، ص ۱۹۱)

۱۵- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کی ازواج مطہرات میں سے کون کون سی جنت میں ہوں گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: اے عائشہ! آپ بھی ان میں سے ہیں۔

(المعجم الکبیر، ج ۲۳، ص ۹۹)

۱۶- حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے، آپ نے وہ سب درہم تقسیم کر دیے حتیٰ کہ ایک درہم بھی باقی نہ رہا۔ آپ کی خادمہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: آپ روزے سے ہیں، اگر آپ نے ایک درہم بچالیا ہوتا تو میں آپ کی افطاری کے لیے گوشت تیار کر لیتی؟ آپ نے جواب میں فرمایا: اگر آپ پہلے مشورہ دیتیں تو ایسا ہونا ممکن تھا۔ (حلیۃ الاولیاء، ج ۲، ص ۴۷)

حدیث افک سے ثابت ہونے والے احکام ومسائل:

حدیث افک سے کثیر مسائل واحکام ثابت ہوتے ہیں، ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱- خواتین کو رفاقت سفر بنانا جائز ہونا۔

۲- رفاقت سفر کے لیے ازواج میں قرعہ اندازی جائز ہونا۔

۳- غزوات میں عورتوں کی شمولیت جائز ہونا۔

۴- عورتوں کا اونٹ پر سواری جائز ہونا۔

۵- دوان سفر مرد کا عورت کی خدمت کرنا جائز ہونا۔

۶- لشکر کے لیے امیر مقرر کرنا جائز ہونا۔

۷- دوران سفر عورتوں کا ہار استعمال میں لانا جائز ہونا۔

۸- غیر محرم عورت کو کجاوے میں بٹھانا جائز ہونا۔

۹- مریض کی عیادت کرنا جائز ہونا۔

۱۰- عورت کا شوہر کی اجازت کے بغیر جنگل میں قضاء حاجت جائز ہونا۔

۱۱- بغیر مطالبہ کے قسم کھانا جائز ہونا۔

۱۲- میکے جانے کے لیے بیوی کا اپنے شوہر سے اجازت جائز ہونا۔

۱۳- حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کی دیانت ثابت ہونا۔

۱۴- قرآنی آیات سے استدلال جائز ہونا۔

۱۵- نیکی کے معاملہ میں صدقہ وخیرات جائز ہونا۔

۱۶-توبہ کی ترغیب جائز ہونا۔
۱۷-فتنہ کو ہوا دینے کے بجائے اس کا خاتمہ جائز ہونا۔
۱۸-لوگوں کی غلطی سے درگزر جائز ہونا۔
۱۹-دوبارہ یا تازہ نعمت ملنے پر اللہ کا شکر بجالانا۔
۲۰-حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عظمت و پاکدامنی ثابت ہونا۔
۲۱-قرآن کا فیصلہ قطعی فیصلہ ہونا۔
۲۲-خانگی امور میں کسی سے مشاورت جائز ہونا۔
۲۳-صبر جمیل کی دارین میں تحسین جائز ہونا۔ (شرح صحیح مسلم للنووی، ج۲،ص ۳۶۸)

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الْفُرْقَانِ

باب 26: سورہ فرقان سے متعلق روایات

3106 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ وَّاصِلٍ عَنْ اَبِىْ وَائِلٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُرَحْبِيْلَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

متنِ حدیث: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَىُّ الذَّنْبِ اَعْظَمُ قَالَ اَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَّهُوَ خَلَقَكَ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ مَاذَا قَالَ اَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ خَشْيَةَ اَنْ يَّطْعَمَ مَعَكَ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ مَاذَا قَالَ اَنْ تَزْنِىَ بِحَلِيْلَةِ جَارِكَ

حکم حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُوْرٍ وَّالْاَعْمَشِ عَنْ اَبِىْ وَائِلٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُرَحْبِيْلَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! کون سا گناہ زیادہ بڑا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤ' جبکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی، پھر کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اس خوف سے اپنی اولاد کو قتل کر دو کہ وہ تمہارے ساتھ کھانے میں شریک ہوگی۔ راوی بیان کرتے ہیں، میں نے عرض کی: پھر کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ زنا کرو۔

3106۔ اخرجه البخاری (١٠/٤٤٨): كتاب الادب؛ باب: قتل الولد خشية ان ياكل معه، حديث (٦٠٠١)، و مسلم (١/٢٥٧ ۔ نووی): كتاب الايمان: باب: كون الشرك اقبح الذنوب و بيان اعظمها بعده، حديث (١٤٢ ۔ ٨٦)، و ابوداؤد (١/٧٠٥): كتاب الطلاق: باب: فی تعظيم الزنا، حديث (٢٣١٠)، و النسائی (٧/٩٠): كتاب تحريم الدم: باب: ذكر اعظم الذنب، حديث (٤٠١٥)، و اخرجه احمد (١/٤٣٤)، من طريق عمرو بن شرحبيل عن عبد الله بن مسعود به

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3107 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ الرَّبِيعِ اَبُوْ زَيْدٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ وَّاصِلٍ الْاَحْدَبِ عَنْ اَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ

متنِ حدیث: سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الذَّنْبِ اَعْظَمُ قَالَ اَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَّهُوَ خَلَقَكَ وَاَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ مِنْ اَجْلِ اَنْ يَّاْكُلَ مَعَكَ اَوْ مِنْ طَعَامِكَ وَاَنْ تَزْنِيَ بِحَلِيْلَةِ جَارِكَ قَالَ وَتَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ (وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا يُّضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهِ مُهَانًا)

اختلافِ سند: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُوْرٍ وَّالْاَعْمَشِ اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ وَاصِلٍ لِاَنَّهُ زَادَ فِيْ اِسْنَادِهِ رَجُلًا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ وَّاصِلٍ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ قَالَ وَهٰكَذَا رَوٰى شُعْبَةُ عَنْ وَّاصِلٍ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَمْرَو بْنَ شُرَحْبِيْلَ

◆◆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا: کون سا گناہ زیادہ بڑا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ کہ تم کسی کو اللہ کا شریک ٹھہراؤ جبکہ اس نے تمہیں پیدا کیا ہے' اور یہ کہ تم اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کر دو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گی (راوی کو شک ہے کہ شاید یہ الفاظ ہیں) تمہارے کھانے میں سے کھائے گی' اور یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ زنا کرو۔

راوی بیان کرتے ہیں، انہوں نے یہ آیت تلاوت کی:

''اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی عبادت نہیں کرتے اور کسی ایسی جان کو قتل نہیں کرتے جس کے قتل کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے' اور وہ زنا نہیں کرتے' جو شخص ایسا کرے گا' وہ گناہ تک پہنچے گا' اور اس کو قیامت کے دن دگنا عذاب دیا جائے گا' اور وہ رسوائی کے ساتھ اس میں ہمیشہ رہے گا''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے' تاہم اس کی سند میں ایک راوی کا اضافہ ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے' تاہم اس کی سند میں عمرو بن شرحبیل کا تذکرہ نہیں ہے۔

شرح

سورۂ فرقان مکی ہے جو چھ (۶) رکوع، ستتر (۷۷) آیات، آٹھ سو بہتر (۸۷۲) کلمات اور تین ہزار سات سو تریسٹھ (۳۷۶۳) حروف پر مشتمل ہے۔

بالترتیب تین بڑے گناہوں کا تذکرہ:

ارشادِ خداوندی ہے:

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝ (الفرقان: ۶۸)

اور جو لوگ اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کی عبادت نہیں کرتے اور نہ وہ کسی ایسے شخص کو قتل کرتے ہیں جس کے ناحق قتل کرنے کو اللہ نے حرام کر دیا ہے اور نہ وہ زنا کرتے ہیں۔ اور جو ایسے کام کرے گا وہ اپنے کیے کی سزا پائے گا۔

اس آیت کی تفسیر احادیث باب میں زبان نبوت سے بیان کی گئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف سے بارگاہِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم بڑے تین بڑے گناہوں کے بارے میں استفسار کیا گیا تو زبان نبوت سے بالترتیب تین بڑے گناہ یہ بتائے گئے:

(۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو عبادت میں شریک کرنا، یہ عقل و نقل کے منافی ہے۔ وہ اس طرح کہ خالق کے ساتھ عبادت میں مخلوق کو شامل کرنا عقل کے منافی ہے' کیونکہ عقل کا تقاضا ہے کہ خالق، خالق رہے اور مخلوق، مخلوق رہے یعنی مخلوق کا کوئی فرد معبود نہیں ہو سکتا اور ایسی جسارت کو شرک کہا جاتا ہے۔ شرک ایسا گناہ ہے جو اللہ تعالیٰ کبھی معاف نہیں کرے گا۔ اس گناہ کا مرتکب اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا مجرم ہے اور وہ دائمی طور پر جہنم میں رہے گا۔

(۲) دوسرا کبیرہ گناہ اولاد کو اس لیے قتل کرنا ہے کہ وہ کھانے میں شریک ہوگی' حالانکہ رازق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ اپنی اولاد کو اسی وجہ سے قتل کر دیتے تھے یا زندہ در گور کر دیتے تھے۔ چونکہ اسلام حقوق انسانیت کا سب سے بڑا علمبردار ہے، اس لیے اس نے ظالمانہ نظام کو ختم کر دیا تھا حتیٰ کہ غیر مسلم بھی اس قبیح عمل سے باز آ گئے۔

انبیاء علیہم السلام کثرت اولاد اور صالح اولاد کی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ اعلان قرآن ہے: رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ (آل عمران: ۳۸)

اے میرے پروردگار! تو مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنی کثرت امت پر قیامت کے دن فخر کروں گا۔ ایک روایت کے مطابق قیامت کے دن لوگوں کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی جن میں سے اسی (۸۰) صفیں امت محمدی کی ہوں گی اور چالیس صفیں باقی امتوں کی۔

اسلام کی نظر میں ایک انسان کو ناجائز قتل کرنا تمام انسانوں کے قتل کے برابر جرم ہے۔ الغرض! قتل انسانیت اللہ تعالیٰ کے ہاں

بہت بڑا گناہ، معیوب عمل اور قابل مواخذہ حرکت ہے۔

(۳) تیسرا بڑا گناہ "زنا" ہے۔ یہ ایسا قبیح عمل اور قابل مؤاخذہ جرم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی سزا رجم اور کوڑوں کی صورت میں تجویز کی گئی ہے۔ یہ عمل قبیح ہر ایک سے اور ہمہ وقت جرم عظیم ہے لیکن ہمسائے کی بیوی سے زنا کرنا عام عورت سے زنا کرنے کی نسبت بڑا جرم ہے یعنی اسلامی حق اور ہمسائے کے حق میں خیانت کی وجہ سے دو گنا گناہ اور جرم ہوا۔

یہ ایک ایسا قابل نفرت اور باعث سزا فعل ہے، جس کو طبعاً انسان پسند نہیں کرتا۔ اس قبیح حرکت کی وجہ سے آدمی لوگوں اور اللہ تعالیٰ کا مجرم قرار پاتا ہے۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الشُّعَرَاءِ

باب 27: سورۃ شعراء سے متعلق روایات

3108 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُو الْاَشْعَثِ اَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ الْعِجْلِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الطُّفَاوِيُّ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ

متنِ حدیث: قَالَتْ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا صَفِيَّةُ بِنْتَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ يَّا بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اِنِّيْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا سَلُوْنِيْ مِنْ مَالِيْ مَا شِئْتُمْ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اختلافِ سند: وَّهٰكَذَا رَوٰى وَكِيْعٌ وَّغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ نَحْوَ حَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الطُّفَاوِيِّ وَرَوٰى بَعْضُهُمْ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا وَّلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّابْنِ عَبَّاسٍ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی:

"اور تم اپنے قریبی رشتے داروں کو ڈراؤ"۔

تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عبدالمطلب کی صاحبزادی صفیہ! اے محمد ﷺ کی صاحبزادی فاطمہ! اے عبدالمطلب کی اولاد! میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمہارے حوالے سے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔ میرے مال میں سے تم جو چاہو مانگ سکتے ہو۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: (امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3108- اخرجه احمد (۱۳۶/۲، ۱۸۷)، و مسلم (۸۲/۲ - النووی) كتاب الايمان: باب: في قوله تعالىٰ: (وانذر عشيرتك الاقربين)، حديث (۲۰۵ - ۲۵۰)، و النسائي (۲۵۰/۶): كتاب الوصايا: باب: اذا اوصى لعشيرته الاقربين، حديث (۳۶۴۸)، من طريق هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة به.

وکیع اور دیگر راویوں نے' ہشام بن عروہ کے حوالے سے' ان کے والد کے حوالے سے' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت اسی طرح نقل کی ہے' جیسے محمد بن عبدالرحمٰن طفاوی نے نقل کی ہے۔ بعض راویوں نے اسے ہشام بن عروہ کے حوالے سے' ان کے والد کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے ''مرسل'' روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔ اور اس میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہونے کا تذکرہ نہیں کیا۔

اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی احادیث منقول ہیں۔

3109 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ عَدِيٍّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو الرَّقِّيُّ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا نَزَلَتْ (وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ) جَمَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرَيْشًا فَخَصَّ وَعَمَّ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ فَاِنِّيْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللّٰهِ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا يَا مَعْشَرَ بَنِيْ عَبْدِ مَنَافٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ فَاِنِّيْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللّٰهِ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا يَا مَعْشَرَ بَنِيْ قُصَيٍّ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ فَاِنِّيْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا يَا مَعْشَرَ بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اَنْقِذُوا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ فَاِنِّيْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا يَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ اَنْقِذِيْ نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ فَاِنِّيْ لَا اَمْلِكُ لَكِ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِنَّ لَكِ رَحِمًا سَاَبُلُّهَا بِبَلَالِهَا

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ يُعْرَفُ مِنْ حَدِيْثِ مُوْسٰى ابْنِ طَلْحَةَ

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ صَفْوَانَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی:

''تم اپنے قریبی رشتے داروں کو ڈراؤ''

تو نبی اکرم ﷺ نے قریش کو اکٹھا کیا اور ان کے ہر خاص و عام فرد کو بلایا اور ارشاد فرمایا:

''اے قریش کے گروہ! تم اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر تمہارے بارے میں کسی نفع یا نقصان کا مالک نہیں ہوں۔ اے عبد مناف کی اولاد کے افراد! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ! کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مقابلے میں تمہارے لیے کسی نفع یا نقصان کا مالک نہیں ہوں۔ اے قصی کی اولاد کے افراد! اپنے آپ کو جہنم سے

3109- اخرجه البخاري في الادب المفرد ص ۲۳، حديث (۴۸)، و مسلم (۸۱/۲ - نووی): كتاب الايمان. باب: بيان ان من مات على الكفر، حديث (۳۴۸ - ۲۰۴) و النسائي (۲۴۸/۶): كتاب الوصايا: باب: اذا اوصى لعشيرته الاقربين ، حديث (۳۶۴۴)، و اخرجه احمد (۳۳۳/۲، ۳۶، ۵۱۹)، من طريق موسى بن طلحة عن ابي هريرة به.

بچاؤ' کیونکہ میں تمہارے بارے میں کسی نفع یا نقصان کا مالک نہیں۔ اے عبدالمطلب کی اولاد کے افراد! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ' کیونکہ میں تمہارے حوالے سے کسی نفع ونقصان کا مالک نہیں ہوں۔ اے محمد ﷺ کی صاحبزادی فاطمہ! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ' کیونکہ میں تمہارے لیے کسی نفع یا نقصان کا مالک نہیں ہوں۔ میری تمہارے ساتھ رشتے داری ہے' جس کا فائدہ میں تمہیں پہنچاؤں گا"۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔ اس سند کے حوالے سے "غریب" ہے۔ یہ صرف موسیٰ بن طلحہ سے منقول ہونے کے حوالے سے' جانی گئی ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔ جس کا مضمون یہی ہے۔

3110 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ زِيَادٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ زَيْدٍ عَنْ عَوْفٍ عَنْ قَسَامَةَ بْنِ زُهَيْرٍ حَدَّثَنَا الْاَشْعَرِيُّ

متنِ حدیث: قَالَ لَمَّا نَزَلَ (وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ) وَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُصْبُعَيْهِ فِیْ اُذُنَيْهِ فَرَفَعَ مِنْ صَوْتِهِ فَقَالَ يَا بَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ يَا صَبَاحَاهُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ اَبِیْ مُوْسٰى

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنْ عَوْفٍ عَنْ قَسَامَةَ بْنِ زُهَيْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا وَّلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰى وَهُوَ اَصَحُّ

قولِ امام بخاری: ذَاكَرْتُ بِهِ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ فَلَمْ يَعْرِفْهُ مِنْ حَدِيْثِ اَبِیْ مُوْسٰى

◆ اشعری بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی:

"اور تم اپنے قریبی رشتے داروں کو ڈراؤ"۔

تو نبی اکرم ﷺ نے اپنی دونوں انگلیاں اپنے کانوں میں رکھیں اور بلند آواز میں فرمایا:

"اے عبدمناف کی اولاد! خطرہ ہے"۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث اس حوالے سے "غریب" ہے' جو حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

بعض راویوں نے اسے اوس کے حوالے سے' قسامہ بن زہیر کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے "مرسل" روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔ انہوں نے اس کی سند میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کا تذکرہ نہیں کیا اور یہی زیادہ درست ہے۔

میں نے اس بارے میں امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا: تو ان کے علم میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ یہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

شرح

سورۂ شعراء مکی ہے جو گیارہ (۱۱) رکوع، دوسوستائیس (۲۲۷) آیات، ایک ہزار دوسو ستائیس (۱۲۲۷) کلمات اور پانچ ہزار پانچ سو بیالیس (۵۵۴۲) حروف پر مشتمل ہے۔

اپنے قریبی لوگوں سے تبلیغ کا آغاز کرنا:

ارشاد ربانی ہے:

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ٥ (الشعراء: ۲۱۴)

اور آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو (عذاب سے) ڈرائیں۔

اس آیت کی تفسیر احادیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ ان روایات کا اختصار یہ ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خاندان، اولاد عبدالمطلب اور اپنی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہم کو جمع کیا پھر انہیں اللہ تعالیٰ کا پیغام توحید پہنچایا۔ تین سال تک خفیہ تبلیغ کے دوران اپنے اقرباء اور احباب کو پیغام اسلام دیتے رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ فرماتے ہوئے یہ پیغام دیا کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور عبادت کے لائق وہی ہے۔ اس کے ساتھ کسی دوسرے کی عبادت کرنا مثلاً بتوں، آفتاب اور ماہتاب وغیرہ کی عبادت کرنا شرک ہے جبکہ شرک ایسا گناہ ہے جو رب کائنات کبھی معاف نہیں کرے گا۔

یہاں تبلیغ کا ضابطہ زریں بیان کیا گیا ہے کہ تبلیغ کا آغاز اپنے اقارب سے کرنا چاہیے، پھر دوست احباب کو پیغام دیا جائے اور پھر دور کے متعلقین و متوسلین سے تبلیغ کی جائے۔ اس ضابطہ تبلیغ کے نتائج دوررس اور مؤثر ترین ثابت ہو سکتے ہیں۔

عشیرہ کا معنی و مفہوم اور الاقرب فالاقرب کو ترجیح حاصل ہونا:

اس آیت میں رشتہ داروں کو کبائر سے بچاتے ہوئے انہیں عذاب جہنم سے محفوظ کرنے کا درس دیا گیا ہے۔ ان اقرباء کے لیے لفظ ''عشیرہ'' استعمال کیا گیا ہے، جس کا معنی ہے خاندان کے لوگ خواہ وہ کثیر ہوں یا قلیل ہوں۔ یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشیرہ سے مراد بنو ہاشم اور اہل قریش ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا پیغام دینے اور اپنی نبوت کا اعلان کرنے کے لیے لوگوں کو ایک مقام پر جمع کیا اور خود کوہ صفا کی بلندی پر کھڑے ہو کر لوگوں سے اپنی امانت و صداقت کا اعتراف کرانے کے بعد جہاں بتوں کی پرستش ترک کرنے اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا پیغام دیا وہاں اپنی نبوت و رسالت کا بھی اعلان کیا۔ آپ کا پیغام سن کر اکثر لوگ انکار کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر اتر آئے اور ہمہ وقت آپ کی مخالفت کرنا ان کا محبوب ترین مشغلہ قرار پا گیا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ کا سلسلہ الاقرب فالاقرب کے ضابطہ کے مطابق شروع کیا پھر تاحیات اس پر کاربند رہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں چند ایک روایات ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کی سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ

وہ اپنے باپ کے پیٹھ پھیرنے (وفات) کے بعد اس کے دوستوں کے ساتھ نیکی کا معاملہ کرے۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۵۵۲)

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا: یارسول اللہ! میری نیکی کا زیادہ حق دار کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیری والدہ۔ اس نے پھر عرض کیا: اس کے بعد نیکی کا زیادہ حق دار کون ہے؟ فرمایا: تیری ماں۔ تیسری بار بھی استفسار کرنے پر جواب دیا: تیری ماں۔ چوتھی بار دریافت کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیرے والد۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۲۷۰۶)

۳۔ حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص ثواب کی نیت سے اپنے اہل خانہ پر خرچ کرتا ہے تو اسے صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۵۵)

ان روایات سے ثابت ہوا کہ انسان کی نیکی کی زیادہ حق دار والدہ ہے، پھر والد ہے پھر درجہ بدرجہ اہل خانہ ہیں اور پھر باپ کے احباب ہیں۔ بہر حال ان کے ساتھ نیکی کرنے سے کسی کو اجر وثواب محروم نہیں رکھا جاتا۔

ایک خطبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواص وعوام کو عذاب جہنم سے بچانا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم خواص وعوام کو عذاب آخرت سے ڈراتے تھے۔ حضرت عیاض بن حمار مجاشعی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا: خبردار! میرے پروردگار نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں ان امور کی تبلیغ کروں جن کا تمہیں علم نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ان چیزوں کا علم دیا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے: میں نے اپنے بندے کو حلال دولت سے نوازا، میں نے اپنے تمام بندوں کو اس حالت میں پیدا کیا کہ وہ باطل سے دور رہیں۔ بے شک ان کے پاس شیاطین آئے اور انہوں نے انہیں دین سے دور کر دیا، جو امور میں نے ان پر حلال کیے تھے تو انہوں نے ان (لوگوں) پر حرام کر دیے، انہوں نے میرے ساتھ شرک کی تعلیم دی حالانکہ میں نے جوازِ شرک پر کوئی دلیل نازل نہیں کی۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے اہل زمین کو دیکھا اور اہل کتاب کے کچھ لوگوں کے سوا تمام اہل عرب وعجم سے وہ ناراض ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے تمہیں آزمائش کے لیے نہیں بھیجا اور تمہارے سبب دوسروں کی آزمائش بھی ہوگی۔ میں نے تمہیں ایسی کتاب دی جسے پانی ضائع نہیں کرسکتا، تم اسے نیند اور بیداری میں پڑھو گے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے قریش کو جلانے کا حکم دیا ہے۔ میں نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! وہ لوگ تو میرا سر پھاڑ دیں گے اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اس طرح نکال دیں جس طرح انہوں نے آپ کو نکالا ہے۔ آپ ان سے جہاد کریں کہ ہم آپ کی مدد کریں گے۔ آپ خرچ کریں اور ہم آپ پر خرچ کریں گے، آپ ایک لشکر روانہ کریں ہم پانچ گنا لشکر روانہ کریں گے۔ آپ اپنے اطاعت گزاروں کو ساتھ ملا کر ہمارے نافرمان لوگوں سے جنگ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تین قسم کے لوگ جنت میں داخل ہوں گے:

(۱) سلطان عادل جو نیکی کی توفیق رکھتا ہو اور صدقہ کرتا ہو۔

(۲) جو شخص رحم دل ہو، اپنے اقارب اور عام لوگوں کے لیے بھی دل میں نرم گوشہ رکھتا ہو۔

(۳) وہ شخص جو پاک دامن اور صاحب عیال ہونے کے باوجود دوسروں کے سامنے دست سوال دراز نہ کرے۔

پانچ قسم کے لوگ جہنمی ہیں:

(۱) وہ ضعیف لوگ جن کے پاس عقل نہ ہو جو تمہارے اطاعت گزار ہوں اور اپنے اہل خانہ کے لیے کوئی سعی نہ کریں۔

(۲) وہ خائن جو پوشیدہ طور پر لالچی ہو اور معمولی چیز میں بھی ارتکاب خیانت کرتا ہو۔

(۳) وہ دھوکہ باز جو ہر صبح و شام تمہارے ساتھ دھوکہ کرے۔

(۴) وہ شخص جو بخل اور جھوٹ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرے۔

(۵) وہ شخص جو بدخو اور فحش کلام ہو۔ (سنن کبریٰ، ج۹، ص۶۰)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے اقارب کو دعوت دینا اور انہیں عذاب سے ڈرانا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اقارب کے تیس افراد کو جمع کیا اور ان کی خوب تواضع و مدارت کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پیغام دیتے ہوئے فرمایا: تم میں سے جو بھی میرے دین پر قائم ہوگا اور میرے وعدوں کو پورا کرے گا، وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ میرے اہل میں سے میرا جانشین ہوگا۔ کسی شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ تو سمندر ہیں، آپ کے ساتھ کون کھڑا ہو سکتا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری بار یہ کلام اپنے اہل بیت پر پیش کیا تو آپ (حضرت علی رضی اللہ عنہ) نے کہا: میں۔ (تفسیر ابن، ج۳، ص۳۸۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عبدالمطلب کی دعوت کا اہتمام کیا، انہوں نے اونٹ کا گوشت تناول کیا، پانی پیا اور طعام سے خوب سیر ہوئے مگر کھانا اصل حالت میں باقی رہا' گویا اسے کسی نے ہاتھ بھی نہ لگایا ہو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب مہمانوں کے لیے شہد طلب کیا اور ان کے سامنے پیش کیا، سیر ہو کر پینے کے باوجود شہد بھی بچا رہا۔ دعوت کے اختتام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حاضرین سے یوں مخاطب ہوئے: اے بنو عبدالمطلب! مجھے خصوصیت سے آپ لوگوں کے لیے مبعوث کیا گیا ہے اور عمومیت سے عام لوگوں کے لیے مبعوث کیا گیا ہے، آپ لوگوں نے میری نبوت کی دلیل (طعام و شہد میں برکت کا معجزہ) دیکھ لی ہے۔ آپ لوگوں میں سے جو میرے ہاتھ پر بیعت کرے گا وہ میرا بھائی اور میرا رفیق ہوگا۔ راوی (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پیغام سن کر کوئی شخص بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کھڑا نہ ہوا، میں آپ کی جانب کھڑا ہوا اور میں سب سے کم عمر تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: آپ بیٹھ جاؤ۔ آپ نے اس سوال کا تین بار اعادہ کیا تو میں ہر بار آپ کے سامنے کھڑا ہو جاتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے یہی حکم ہوتا تم بیٹھ جاؤ۔ تیسری بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ اپنے دست اقدس میں لے کر بیعت کیا۔ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۳۷۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے قرابت داروں کو آخرت سے نفع پہنچانا:

اللہ تعالیٰ نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی مختار، خاتم المرسلین اور امام الانبیاء کے منصب پر فائز فرما کر مبعوث فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخرت میں اپنے قرابت داروں کو نفع پہنچائیں گے۔ اس سلسلہ میں چند ایک روایات حسب ذیل ہیں:

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے قبل میں اپنی

امت میں سے اپنے قرابت داروں کی شفاعت کروں گا۔ پھر ان میں سے جو قریب ہوں گے، پھر جو ان کے قریب ہوں گے۔ پھر میں انصار کی شفاعت کروں گا، پھر ان کی جو مجھ پر ایمان لائے اور انہوں نے میری اطاعت کی، پھر اہل یمن کی، پھر باقی اہل عرب کی، پھر اعاجم کی شفاعت کروں گا۔ (کنز العمال، رقم الحدیث ۳۴۱۴۵)

۲-حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ نہ تمہیں عذاب دے گا اور نہ تمہاری اولاد کو۔ (المعجم الکبیر، رقم الحدیث ۱۱۶۹۵)

۳-حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے پروردگار سے یہ سوال کیا کہ وہ میرے اہل بیت میں سے کسی کو جہنم میں داخل نہ کرے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ عنایت کر دیا۔

۴-حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بر سر منبر یوں فرما رہے تھے: ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو یہ بات کہتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت آپ کی امت کو نفع نہیں پہنچائے گی، بے شک میری قرابت دنیا اور آخرت میں مجھ سے ملی ہوئی ہے۔ اے لوگو! جب تم لوگ میرے حوض پر آؤ گے تو میں تمہارا پیشوا ہوں گا۔

۵-حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے پروردگار سے یہ سوال کیا: میں جس کو بھی نکاح کا رشتہ دوں اور جس سے بھی نکاح کا رشتہ لوں وہ اہل جنت سے ہوں، تو اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول کر لی۔ (کنز العمال، رقم الحدیث ۳۴۱۴۸)

۶-حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پروردگار نے مجھ سے میرے اہل بیت کے بارے میں یہ وعدہ کر لیا ہے کہ جس نے توحید کا اقرار کیا ہوگا اسے عذاب جہنم نہ دوں گا۔ (ایضاً، ۳۴۱۵۶)

۷-حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے میرے اہل بیت کے ساتھ کوئی نیکی کی ہوگی قیامت کے دن میں اس کا اسے صلہ دوں گا۔

۸-حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اولاد عبد المطلب کے ساتھ نیکی کی ہوگی دنیا میں اسے اس کا صلہ نہ ملا ہوگا تو قیامت کے دن جب وہ مجھ سے ملے گا تو مجھ پر واجب ہوگا کہ میں اس کا صلہ دوں۔ (المعجم الاوسط، رقم الحدیث ۱۴۶۹)

۹-حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا: یا رسول اللہ! ابو طالب آپ کا دفاع کرتا تھا، کیا آپ نے اسے نفع دیا ہے اور وہ آپ کی وجہ سے غضب ناک ہو جاتا تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے نیچے والے طبقہ میں ہوتے۔ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۷۶۳)

نفع رسانی کی نفی پر مشتمل روایات کے محامل:

کچھ روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ دنیا اور آخرت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان۔ اس بات کو لے کر بعض لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجبور محض اور غیر نافع ہونے کا عقیدہ بیان کرنا شروع کر دیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ

یہ عقیدہ تو حدیث باب سے بھی ثابت ہوتا ہے؟

اس اہم سوال کا جواب یہ ہے کہ حدیث باب اور دوسری روایات جن سے بظاہر یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے، کا مصداق ذاتی طور پر نفع یا ضرر رسانی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ کوئی شخصیت یا چیز ذاتی طور پر نافع یا معنر نہیں ہو سکتی کیونکہ موثر حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اس کی مشیت سے کسی میں عطائی طور پر نفع یا ضرر رسانی کی تاثیر پیدا ہو سکتی ہے۔

بطور دلیل حضرت عباس بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی روایت پیش کی جا سکتی ہے کہ ان کا بیان ہے میں نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت فرما رہے تھے: اے حجر اسود! میری نظر میں تو بھی دوسرے پتھروں کی طرح پتھر ہے، تو نہ کسی کو نفع دے سکتا ہے اور نہ ضرر پہنچا سکتا ہے مگر میں تجھے بوسہ اس لیے دے رہا ہوں کہ میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے دیکھا۔

محدثین اور شارحین نے تصریح کی ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حجر اسود کو آنکھیں اور زبان عطا کرے گا، وہ بوسہ دینے والے کے حق میں اللہ تعالیٰ کے حضور سفارش کرے گا یعنی ذاتی طور پر حجر اسود بھی بوسہ دینے والے کو نفع دے سکتا ہے اور نہ نقصان لیکن اللہ تعالیٰ کی عطاء سے اس میں تاثیر پیدا ہوگی اور زبان عطا ہوگی، وہ بوسہ دینے والے کے حق میں سفارش کرے گا۔

(موطا امام مالک، رقم الحدیث ۸۳۵)

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ النَّمْلِ

باب 28: سورہ نمل سے متعلق روایات

3111 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَوْسِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

متنِ حدیث: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَخْرُجُ الدَّابَّةُ مَعَهَا خَاتَمُ سُلَيْمَانَ وَعَصَا مُوسَى فَتَجْلُو وَجْهَ الْمُؤْمِنِ وَتَخْتِمُ أَنْفَ الْكَافِرِ بِالْخَاتَمِ حَتَّى إِنَّ أَهْلَ الْخُوَانِ لَيَجْتَمِعُونَ فَيَقُولُ هَاهَا يَا مُؤْمِنُ وَيُقَالُ هَاهَا يَا كَافِرُ وَيَقُولُ هَذَا يَا مُؤْمِنُ وَيَقُولُ هَذَا يَا كَافِرُ

حکمِ حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ هَذَا الْحَدِيثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ هَذَا الْوَجْهِ فِي دَابَّةِ الْأَرْضِ

فی الباب: وَفِي الْبَاب عَنْ أَبِي أُمَامَةَ وَحُذَيْفَةَ بْنِ أَسِيدٍ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی۔

3111۔ اخرجه احمد (۲/۲۹۵، ۴۹۱)، و ابن ماجه (۲/۱۳۵۱): كتاب الفتن: باب: دابة الارض، حديث (۴۰۶۶)، من طريق علي بن زيد عن اوس بن خالد عن ابي هريرة به.

(قیامت سے پہلے) ایک جانور نکلے گا جس کے پاس حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہوگا وہ اس کے ذریعے مومن کے چہرے کو روشن کردے گا' اور کافر کی ناک پر مہر لگا دے گا، یہاں تک کہ لوگ ایک دسترخوان پر اکٹھے ہوں گے' تو کوئی شخص (اس واضح نشانی کی وجہ سے کہے گا) اے مومن! اور کہا جائے گا: اے کافر! مومن یہ کہے گا: اے کافر! اور کافر یہ کہے گا: اے مومن!

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے جو ''دابۃ الارض'' کے بارے میں ہے۔

اس بارے میں حضرت ابوامامہ اور حضرت حذیفہ بن اُسید (رضی اللہ عنہم) سے بھی احادیث منقول ہیں۔

شرح

سورۂ نمل مکی ہے جو سات (۷) رکوع، چرانوے (۹۴) آیات، ایک ہزار ایک سو انچاس (۱۱۴۹) الفاظ اور چار ہزار سات سو ستاسٹھ (۴۷۶۷) حروف پر مشتمل ہے۔

قیامت کے قریب زمین سے ایک سیاہ جانور کا نکلنا:

ارشادِ خداوندی ہے:

وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا لَا یُوْقِنُوْنَ ۝

(النمل:۸۲)

اور جب ان پر ہمارا قول واقع ہو جائے گا تو ہم ان کے لیے زمین سے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے گفتگو کرے گا، بے شک لوگ ہماری نشانیوں پر ایمان نہیں لاتے تھے۔

محدثین اور مفسرین دابۃ الارض کی کیفیت یوں بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے قریب مکہ کے پہاڑ سے ایک جانور برآمد ہوگا جو ساٹھ گز طویل ہوگا، اس کا چہرہ انسانوں جیسا ہوگا، پاؤں اونٹ جیسے ہوں گے، اس کی گردن گھوڑے جیسی، سرین ہرن کی مثل، اس کی دم چیل کی طرح، اس کے ہاتھ بندر کی طرح ہوں گے، اس کے ایک ہاتھ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہوگا جس سے مومنوں کی پیشانی پر لفظ ''مومن'' لکھے گا، اس کے دوسرے ہاتھ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی جس کے ساتھ کفار کی پیشانی پر لفظ ''کافر'' لکھے گا اور وہ انسانوں کی طرح گفتگو کرے گا۔

دابۃ الارض کے خروج کی تفصیل کثیر روایات میں بیان کی گئی ہے جن میں سے چند ایک ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب تین چیزوں کا ظہور ہو جائے گا تو کسی شخص کا ایمان لانا مفید نہیں ہوگا:

(۱) آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا (۲) دجال کی آمد (۳) دابۃ الارض کا خروج۔

۲-حضرت عبداللہ بن بریدہ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے والد گرامی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں مکہ معظمہ کے پاس ایک جنگل میں لے گئے جہاں خشک زمین تھی جس کے اطراف میں ریت تھی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس جگہ سے دابۃ الارض نکلے گا۔(سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۴۰۶۷)

۳-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دابۃ الارض (زمین سے) نکلے گا،اس کے ہاتھ میں حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی اور اس کے پاس موسیٰ بن عمران علیہ السلام کا عصا ہوگا۔وہ اس کے ذریعے مومن کی پیشانی روشن کرے گا اور کافر کی پیشانی پر نشان لگائے گا۔یہاں تک کہ لوگ اپنے گھروں سے نکل کر اس کے پاس جمع ہو جائیں گے کہ وہ بتائے گا یہ مومن ہے اور یہ کافر ہے۔

۴-حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دابۃ الارض کے خروج کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: اس کا دہر میں تین بار خروج ہوگا۔وہ ایک جنگل کے آخری حصہ سے برآمد ہوگا اور اس کا ذکر مکہ میں داخل نہیں ہوگا پھر طویل عرصہ تک چھپا رہے گا۔دوسری بار اس کا خروج ہوگا تو اس کا ذکر جنگل میں پھیل جائے گا اور اس کی شہرت مکہ میں بھی ہوگی۔لوگ مسجد حرام میں جمع ہوں گے اور حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان اونٹنی کا بچہ بلبلا رہا ہوگا، اپنے سر سے مٹی جھاڑ رہا ہوگا، اس کو دیکھ کر کچھ لوگ منتشر ہو جائیں گے اور مومن وہاں ٹھہرے رہیں گے جو جان لیں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو قاصر نہیں کر سکتے۔اونٹنی کا بچہ ابتداء کرے گا، ان کے چہروں کو روشن کرے گا اور روشن چہرے ستاروں کی مثل ہو جائیں گے۔وہ زمین میں پھرے گا، کوئی شخص اس کو پکڑ نہیں سکے گا اور بھاگ کر کوئی اس سے محفوظ نہیں ہو سکے گا حتیٰ کہ جو شخص اس سے بچنے کے لیے نماز میں مصروف ہوگا وہ اس کے پاس آئے گا اور یوں کہے گا: اے فلاں شخص! اب تو نماز پڑھ رہا ہے، اس کی پشت کی جانب سے آکر اس کی پیشانی پر نشان لگائے اور واپس پلٹ جائے گا۔لوگ اپنے اپنے کاروبار میں مشغول ہوں گے۔مومن، کافر سے کہہ رہا ہوگا: اے کافر! میرا حق ادا کر۔

(تفسیر ابن کثیر، ج۳، ص۴۱۲)

دابۃ الارض کے جاء خروج میں اقوال:

یہ بات تو یقینی اور علامات قیامت سے ہے کہ دابۃ الارض کا خروج ہوگا لیکن اس بات میں اختلاف ہے کہ وہ کہاں سے نکلے گا؟ اس بارے میں مشہور چار اقوال ہیں:

(۱) وہ تہامہ کی کسی وادی سے برآمد ہوگا۔

(۲) وہ اجیاد کی گھاٹی کی ایک چٹان سے برآمد ہوگا۔

(۳) وہ کوہ صفا سے نکلے گا۔

(۴) وہ بحر سدوم سے نکلے گا۔

اللہ تعالیٰ کے قول واقع ہونے کا معنی ومفہوم:

آیت میں اللہ تعالیٰ کے قول واقع ہونے کا تذکرہ ہے، اس کے مفہوم مطلب میں متعدد اقوال جن میں سے چند ایک مشہور

درج ذیل ہیں:

۱- جب ان پر ہمارا غضب واقع ہوگا۔

۲- جب ان کے بارے میں ہمارا یہ قول ثابت ہو جائے گا کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

۳- جب لوگ نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع نہیں کریں گے تو ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوگا۔

۴- علماء کی وفات کے سبب علم اٹھ جائے گا اور اللہ تعالیٰ کا قول واقع ہو جائے گا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مصاحف اٹھا لیے جائیں اور لوگوں کے دلوں سے قرآن اٹھا لیا جائے۔

۵- لوگ زمانہ جاہلیت کی طرح قصہ وکہانیوں میں پڑ جائیں گے، اشعار خوانی کو اپنا وطیرہ بنالیں گے اور قرآن کریم کو بھول جائیں گے۔

۶- بکثرت بیت اللہ کا طواف کریں، اس سے قبل کہ اسے اٹھا لیا جائے اور لوگ اس کی جگہ کو بھول جائیں۔ قرآن کریم کی بکثرت تلاوت کریں گے اس سے قبل کہ اسے اٹھا لیا جائے۔

۷- لوگوں پر عذاب واجب ہونا ہے، آزمائش کی وجہ سے لوگوں پر عذاب مؤخر کر دیا جاتا ہے اور مخصوص وقت آنے پر عذاب ان پر نازل کیا جاتا ہے۔

۸- جب زمین پر ایمان والے باقی نہیں رہیں گے تو قیامت قائم ہو جائے گی اور دنیا کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الْقَصَصِ

باب 29: سورہ قصص سے متعلق روایات

3112 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ كَيْسَانَ حَدَّثَنِي اَبُوْ حَازِمٍ الْاَشْجَعِيُّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ،

متنِ حدیث: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لِعَمِّهٖ قُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ لَكَ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ لَوْلَا اَنْ تُعَيِّرَنِيْ بِهَا قُرَيْشٌ اَنَّ مَا يَحْمِلُهٗ عَلَيْهِ الْجَزَعُ لَاَقْرَرْتُ بِهَا عَيْنَكَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ﴾

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ يَزِيْدَ بْنِ كَيْسَانَ

◆◆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے اپنے چچا (جناب ابو طالب) سے یہ فرمایا:

آپ لا الٰہ الا اللہ پڑھ لیں میں اس کی وجہ سے قیامت کے دن آپ کے حق میں گواہی دوں گا' تو انہوں نے کہا: اگر مجھے قریش کے بارے میں یہ خوف نہ ہوتا کہ وہ بعد میں یہ کہیں گے: میں نے موت کے خوف کی وجہ سے یہ کہا ہے' تو میں یہ کلمہ پڑھ کے

3112- اخرجه احمد (۲/ ۴۳۴، ۴۴۱)، و مسلم (۱/ ۲۴۶ - نووی): کتاب الایمان: باب: الدلیل علی صحة اسلام من حضرة الموت، حدیث (۴۲ - ۲۵)، من طریق یزید بن کیسان عن ابی حازم الاشجعی عن ابی هریرة به.

آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا۔

تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں یہ آیت نازل کی۔

''تم جسے چاہتے ہو اسے ہدایت نہیں دیتے' بلکہ اللہ جسے چاہتا ہے اسے ہدایت دیتا ہے۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے اس روایت کو ہم صرف یزید بن کیسان سے منقول ہونے کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

شرح

سورۂ قصص مکی ہے جو نو (۹) رکوع، پچاسی (۸۵) آیات، ایک ہزار چار سو چون (۱۴۵۴) الفاظ اور چار ہزار گیارہ (۴۰۱۱) حروف پر مشتمل ہے۔

اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے راہِ ہدایت عطا کرتا ہے:

ارشادِ خداوندی ہے:

اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ○ (القصص: ۵۶)

بے شک تو جسے چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اور لیکن اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت عطا کرتا ہے اور وہ خوب جانتا ہے کہ کون ہدایت یافتہ ہیں۔

اس آیت کا شانِ نزول حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے کہ جب ابوطالب کا آخری وقت آیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس پہنچے اور فرمایا: اے چچا! آپ کلمہ طیبہ پڑھ لیں، میں قیامت کے دن اس کلمہ کی گواہی دوں گا۔ انہوں نے عرض کیا: اے بھتیجے! اگر درمیان میں لوگوں کے طعنہ دینے کی بات نہ ہوتی تو میں اس کلمہ کے ذریعے آپ کا دل ٹھنڈا کرتا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس میں بتایا گیا ہے کہ واعظ و مبلغ کے چاہنے سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور چاہنے سے کسی کو ہدایت اور ایمان کی دولت نصیب ہوتی ہے۔

ایمان ابوطالب کے حوالے سے آیات او احادیث مبارکہ:

حضرت علامہ قرطبی اور دیگر مفسرین نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب نے آپ کے دفاع اور تحریک اسلامی کے فروغ کے لیے مخلصانہ معاونت کی تھی لیکن ان کے ایمان کے بارے میں متعدد علماء کرام کی تصریحات موجود نہیں ہیں بلکہ انہوں نے سکوت کا دامن تھاما ہے۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب ابوطالب کی وفات کا وقت قریب آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس پہنچے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ وغیرہ لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ اس موقع پر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے یوں مخاطب ہوئے: اے چچا! آپ کلمہ طیبہ پڑھ لیں تو میں اللہ تعالیٰ کی خدمت میں آپ کی شفاعت کروں گا۔ ابوجہل نے کہا: اباجان! کیا کلمہ پڑھ کر آپ ملت عبدالمطلب سے اعراض کرنا پسند کریں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل انہیں کلمہ طیبہ پڑھنے کی ترغیب دیتے رہے۔ انہوں نے عرض کیا: میں عبدالمطلب کی ملت پر ہوں اور کلمہ طیبہ پڑھنے سے انکار کردیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم بخدا! میں آپ کے لیے اس وقت تک استغفار کرتا رہوں گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس سلسلہ میں منع فرمادے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ (التوبة: ۱۱۳)

نبی اور ایمان والوں کے لائق نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے حق میں بخشش طلب کریں۔

زیر تبصرہ آیت قرآنی بھی ابوطالب کے حق میں نازل کی گئی ہے، جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی تشفی دی گئی ہے کہ آپ کی ترغیب و تبلیغ سے کوئی شخص ایمان نہیں لاتا تو اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی قصور نہیں ہے بلکہ یہ دولت تو اسے میسر آتی ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔

ابوطالب سے متعلق تفسیر آیت کے ضمن میں مفسرین اہل سنت کی تصریحات:

زیر بحث آیت کی تفسیر کے ضمن میں ابوطالب کے بارے میں مفسرین کی تصریحات ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

امام زجاج کے مطابق ملت اسلامیہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہ آیت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی ہے، کیونکہ وہ اپنی موت کے وقت اپنے خاندان سے یوں مخاطب ہوئے تھے: اے بنوعبدالمطلب! آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں اور ان کی تائید و تصدیق کر کے دارین کی فلاح حاصل کریں۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے چچا! آپ دوسرے لوگوں کو نصیحت کررہے ہیں اور خود اس پر عمل نہیں کررہے؟ عرض کیا: اے بھتیجے! آپ کیا چاہتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے چچا! یہ دنیا میں آپ کا آخری دن ہے، آپ کلمہ پڑھ کر مسلمان کیوں نہیں ہوجاتے کہ میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کی شفاعت کروں گا۔ اس پر ابوطالب نے جواب دیا: اے بھتیجے! مجھے اس بات کا علم ہے کہ آپ سچے ہیں مگر میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ لوگ کہیں موت سے گھبرا کر اس نے کلمہ پڑھ لیا تھا، اگر یہ بات درمیان میں نہ ہوتی تو میں کلمہ پڑھ کر آپ کا دل ٹھنڈا کرتا۔ مجھے آپ کی خیرخواہی کا احساس ہے مگر میں عبدالمطلب، ہاشم اور عبدمناف کی ملت پر مرنا پسند کروں گا۔ (امام فخرالدین رازی، تفسیر کبیر، ج۹،ص۵)

جمہور مفسرین کے مطابق یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب ابوطالب کی موت کا وقت قریب تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے میرے چچا! آپ کلمہ طیبہ پڑھ لیں، میں اللہ تعالیٰ کے حضور آپ کی شفاعت کروں گا۔ ابوطالب نے جواب میں کہا: مجھے اس بات کا علم ہے کہ آپ سچے ہیں مگر میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ یہ بات کہی جائے ابوطالب نے موت سے گھبرا کر کلمہ پڑھ لیا تھا۔

صحیحین کی روایات کے مطابق یہ آیت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ وہ آپ کا

دفاع کرتے رہے، آپ کی تائید وحمایت کرتے رہے اور آپ سے طبعی محبت وشفقت کرتے رہے۔ جب ان کا آخری وقت آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دعوت ایمان واسلام دی لیکن تقدیر غالب آگئی اور وہ مسلمان ہونے کے بجائے کفر پر جمے رہے۔
(تفسیر ابن کثیر، ج ۳، ص ۴۳۲)

علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق ایمان ابوطالب کا مسئلہ اختلافی ہے اور یہ بات کہنا درست نہیں ہے کہ تمام مفسرین یا مسلمانوں کا اجماع ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی' کیونکہ بعض مفسرین کے علاوہ اہل تشیع کے نزدیک ابوطالب مسلمان تھے اور حالت اسلام میں دنیا سے رخصت ہوئے۔ ان کا کہنا ہے کہ اس بات پر آئمہ اہل بیت کا اتفاق ہے اور ابوطالب کے قصائد بھی اس امر کی شہادت فراہم کرتے ہیں۔ جو لوگ ان کے اسلام نہ لانے پر اجماع نقل کرتے ہیں، اس سے اہل تشیع مستثنیٰ ہیں۔ ابوطالب کے اسلام قبول نہ کرنے کی وجہ سے ان پر تنقید نہیں کرنی چاہیے اور نہ ان کے بارے میں کوئی فضول بحث کرنا چاہیے، جس سے علویوں کو ذہنی اذیت پہنچتی ہے۔ (روح المعانی، ج ۲، ص ۱۲۳)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ آخری وقت آنے پر ابوطالب کے ہونٹ حرکت کر رہے تھے، میں نے کان لگا کر سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا وہ کیا کہہ رہے تھے؟ جواباً عرض کیا: وہ یہی پڑھ رہے تھے جس کی آپ نے انہیں دعوت دی تھی۔ آپ نے فرمایا: میں نے تو نہیں سنا۔

ایمان ابی طالب کے بارے میں مفسرین کی رائے:

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے شفیق چچا ابوطالب صاحب ایمان تھے یا نہیں؟ اس بارے میں مختلف روایات اور اقوال ہیں جس وجہ سے حتمی طور پر کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ بعض اہل سنت اور اکثر اہل تشیع اس بات کے قائل ہیں کہ وہ صاحب ایمان تھے مگر اس بارے میں حق بات یہی ہے کہ سکوت اختیار کیا جائے۔ بعض اہل تشیع مصنفین نے ان کے ایمان پر کتب تصنیف کیں مگر محتاط پہلو سکوت ہے۔

ایک شیعہ شاعر کہتا ہے:

الم تعلموا انا وجدنا محمدا — نبیا کموسیٰ خط اول الکتب
الاان احمد قد جاءھم — بحق ولم یاتھم بالکذب

(i) آپ لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ ہم نے محمد کو موسیٰ کی طرح نبی پایا جن کا ذکر پہلی کتب میں موجود ہے۔ (ii) خبردار! احمد ان کے پاس حق لے کر آئے ہیں اور وہ جھوٹ لے کر نہیں آئے۔ (مجمع البیان، جز ۴، ص ۴۴۴)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہدایت دینے اور ہدایت نہ دینے کے بارے میں آیات کے محامل:

قرآن کریم کی بعض آیات سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عدم ہدایت ثابت ہوتی ہے مثلاً ارشادِ خداوندی ہے:

اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ (القصص: ۵۶)

بے شک آپ جس کو پسند کریں اسے ہدایت نہیں دے سکتے اور لیکن اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

بعض آیات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ثابت ہوتی ہے مثلاً ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّكَ لَتَهْدِىْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ○ (الشوریٰ: ۵۲)

بے شک آپ سیدھی راہ کی رہنمائی کرتے ہیں۔

ان دونوں آیات میں تعارض ہے؟

اس کے کثیر جوابات ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱-نفی کی آیت سے ذاتی ہدایت مراد ہے اور ثبوت کی آیت سے عطائی ہدایت مراد ہے۔

۲-نفی والی آیت سے مراد ہے کہ آپ کسی کے دل میں ذاتی طور پر ہدایت پیدا نہیں کر سکتے اور ثبوت والی آیت سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہدایت آپ نافذ فرماتے ہیں۔

۳-آپ صلی اللہ علیہ وسلم خلقاً ہدایت نہیں فرماتے بلکہ کسباً ہدایت کرتے ہیں۔

۴-آپ صلی اللہ علیہ وسلم حقیقتاً ہدایت نہیں کرتے ظاہری ہدایت کرتے ہیں۔

۵-آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارادۃ الطریق کرتے ہیں اور ایصال الطریق اللہ کا کام ہے۔

۶-تبلیغ و ترغیب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام ہے اور تاثیر پیدا کرنا اللہ کا کام ہے۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الْعَنْكَبُوْتِ

باب 30: سورہ عنکبوت سے متعلق روایات

3113 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكِ ابْنِ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ مُصْعَبَ بْنَ سَعْدٍ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْهِ سَعْدٍ

متنِ حدیث: قَالَ اُنْزِلَتْ فِيَّ اَرْبَعُ اٰيَاتٍ فَذَكَرَ قِصَّةً وَّقَالَتْ اُمُّ سَعْدٍ اَلَيْسَ قَدْ اَمَرَ اللّٰهُ بِالْبِرِّ وَاللّٰهِ لَا اَطْعَمُ طَعَامًا وَّلَا اَشْرَبُ شَرَابًا حَتّٰى اَمُوْتَ اَوْ تَكْفُرَ قَالَ فَكَانُوْا اِذَا اَرَادُوْا اَنْ يُّطْعِمُوْهَا شَجَرُوْا فَاهَا فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا وَّاِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِيْ) اَلْاٰيَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◄► مصعب بن سعد اپنے والد حضرت سعد (بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: میرے بارے میں چار آیات نازل ہوئیں۔ انہوں نے پورا قصہ ذکر کیا ہے (جس میں یہ مذکور ہے)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ نے یہ کہا تھا: کیا (اللہ تعالیٰ نے) ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم نہیں دیا؟ اللہ کی قسم! جب

3113- اخرجه البخاری فی الادب المفرد ص ۱۶، حديث (۲٤)، و مسلم (۲٤۳/۸۰ - ابی) كتاب فضائل الصحابة رضی الله عنهم: باب: فی فضل سعد بن ابی وقاص رضی الله عنه، حديث (٤٤ - ۱۷٤۸)، و اخرجه احمد (۱۸۱/۱، ۱۸۵)، و عبد بن حميد ص ۷٤، ۷۵، حديث (۱۳۲)، من طريق مصعب بن سعد عن سعد بن ابی وقاص به.

تک تم دوبارہ کفر اختیار نہیں کرتے اس وقت تک میں کچھ کھاؤں گی نہیں، پیوں گی نہیں، یہاں تک کہ مر جاؤں گی۔ راوی بیان کرتے ہیں: جب لوگ انہیں کچھ کھلانے کی کوشش کرتے تھے تو زبردستی ان کا منہ کھولتے تھے تو ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

''ہم نے انسان کو ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے' اگرچہ وہ تمہیں مجبور کرنے کی کوشش کریں کہ تم کسی کو میرا شریک ٹھہراؤ۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

سورۂ عنکبوت مکی ہے جو سات (۷) رکوع، سڑسٹھ (۶۷) آیات، سات سو اسی (۷۸۰) کلمات اور چار ہزار ایک سو پینتالیس (۴۱۴۵) حروف پر مشتمل ہے۔

نافرمانی کے کاموں میں کسی کی اطاعت نہ کرنا:

ارشادِ خداوندی ہے:

وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ حُسْنًا ؕ وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ؕ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۝ (العنکبوت: ۸)

اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا۔ اور اگر وہ تجھ پر زور ڈالیں تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک بنائیں جس کا تجھے علم نہیں ہے' اس معاملہ میں تو ان کی اطاعت نہ کر۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے کہ اولاد پر والدین کی اطاعت واجب ہے بشرطیکہ معصیت پر مشتمل نہ ہو۔ اگر والدین اولاد کو شرک باللہ یا دوسرے کسی گناہ مثلاً ترک نماز کا حکم دیں تو ان کی اطاعت واجب نہیں بلکہ عدم اطاعت لازم ہوتی ہے' کیونکہ حدیث میں قاعدہ کلیہ بیان کیا گیا ہے: لاطاعة لمخلوق فی معصية الخالق یعنی گناہ میں مخلوق کی اطاعت ضروری نہیں ہے۔

ایک روایت کے مطابق جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو آپ کی والدہ نے کہا: اے سعد! جب تک آپ اسلام کو ترک کر کے کفر اختیار نہیں کر لیتے میں نہ کھانا کھاؤں گی، نہ پانی پیوں گی حتیٰ کہ مر جاؤں گی؟ آپ نے والدہ کو جواب دیتے ہوئے کہا: اماں جان! اسلام نے ہمیں والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا درس دیا ہے لیکن کفر و شرک اختیار کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ لہٰذا میں اسلام ترک کر کے کفر اختیار نہیں کر سکتا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اطاعت والدین کی فضیلت و اہمیت احادیث کی روشنی میں:

اطاعت والدین کی فضیلت و اہمیت کثیر احادیث مبارکہ میں بیان کی گئی جن میں سے چند ایک احادیث مبارکہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱-حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے جہاد میں شامل ہونے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے فرمایا: کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں۔ فرمایا: پھر تم ان کی خدمت کرو، یہی تمہارے لیے جہاد ہے۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۲۷۸۲)

۲-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میرے نکاح میں ایک عورت تھی جس سے میں محبت کیا کرتا تھا جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو ناپسند کرتے تھے۔ آپ نے انہیں طلاق دینے کا حکم دیا، میں نے طلاق دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس بارے میں عرض کیا تو آپ نے مجھے فرمایا: تم اسے (بیوی کو) طلاق دے دو۔ (مسند احمد، ج ۲، ص ۴۰)

۳-حضرت معاویہ بن جاہمہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں جہاد میں شریک ہونا چاہتا ہوں اور میں حصول اجازت کے لیے حاضر ہوا ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہاری والدہ حیات ہے؟ عرض کیا: جی ہاں۔ فرمایا: پھر ان کی خدمت کرو، کیونکہ جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔

(سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۲۷۸۱)

۴-حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے مقام جعرانہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو گوشت تقسیم کرتے ہوئے دیکھا، اس وقت میں لڑکا تھا اور گوشت اٹھا اٹھا کر لا رہا تھا۔ ایک خاتون آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی، آپ نے اس کے لیے اپنی چادر بچھا دی۔ میں نے اس عورت کے بارے میں دریافت کیا تو لوگوں نے بتایا: یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی والدہ ہیں۔ (امام محمد بن اسماعیل بخاری، رقم الحدیث ۱۲۹۵)

۵-حضرت طلحہ بن معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کا قصد رکھتا ہوں، آپ نے دریافت فرمایا: کیا آپ کی ماں زندہ ہیں؟ میں نے جواب میں عرض کیا: یارسول اللہ! جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان کی خدمت کا التزام کرو، کیونکہ ان کے پاؤں تلے جنت ہے۔ (المعجم الکبیر، رقم الحدیث ۸۱۶۲)

۶-حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔
(المعجم الصغیر، رقم الحدیث ۳۶۴۲)

۷-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کیا ہے، کیا میری توبہ ممکن ہے؟ آپ نے دریافت فرمایا: کیا تمہاری والدہ موجود ہیں؟ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! نہیں! پھر دریافت کیا: کیا تمہاری خالہ بقید حیات ہیں؟ عرض کیا: جی ہاں۔ فرمایا: ان کے ساتھ نیکی کرو۔ (مسند احمد، ج ۲، ص ۱۳)

۸-حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میری والدہ میرے پاس آئیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ

میں مشرکہ تھیں، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! میری والدہ اسلام سے اعراض کرتی ہیں، کیا میں ان سے مل سکتا ہوں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ہاں تم ان سے مل سکتے ہو۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۲۶۲۰)

۹- حضرت ابواسید بن مالک ربیعہ الساعدی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بنو سلمہ کا ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! کوئی ایسی نیکی ہے جو والدین کی وفات کے بعد ان کے ساتھ کی جاسکتی ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: ہاں! ان کی نماز جنازہ میں شامل ہونا، ان کے لیے استغفار کرنا، ان سے کیے ہوئے وعدوں کو پورا کرنا، ان کے رشتہ داروں سے میل جول رکھنا اور ان کے احباب کی عزت و تکریم کرنا۔ (سنن داری، رقم الحدیث ۲۵۱۰)

۱۰- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! میرے حسن سلوک کا زیادہ حق دار کون ہے؟ فرمایا: تمہاری والدہ، دوسری بار دریافت کرنے پر فرمایا: تیری والدہ، تیسری بار استفسار کرنے پر بھی آپ نے یہی جواب دیا۔ چوتھی بار سوال کرنے پر جواب میں فرمایا: تمہارا والد۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۵۴۸)

۱۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے سنا: اس شخص کی ناک خاک آلود ہو، اس شخص کی ناک خاک آلود ہو، اس شخص کی ناک خاک آلود ہو۔ عرض کیا گیا کس کی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: جس شخص نے اپنے والدین یا ان دونوں میں سے ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا ہو پھر ان کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کر لیا ہو۔ (مسند احمد، ج ۲، ص ۳۴۶)

3114 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَكْرٍ السَّهْمِيُّ عَنْ حَاتِمِ بْنِ اَبِيْ صَغِيْرَةَ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اُمِّ هَانِئٍ

متنِ حدیث: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قَوْلِهِ (وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيكُمُ الْمُنْكَرَ) قَالَ كَانُوْا يَخْذِفُوْنَ اَهْلَ الْاَرْضِ وَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ حَاتِمِ بْنِ اَبِيْ صَغِيْرَةَ عَنْ سِمَاكٍ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ حَدَّثَنَا سُلَيْمُ بْنُ اَخْضَرَ عَنْ حَاتِمِ بْنِ اَبِيْ صَغِيْرَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهُ

◆◆ سیدہ اُم ہانی رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ سے یہ بات بیان کرتی ہیں' جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں ہے:

''اور تم اپنی مجلس میں برا کام کرتے ہو۔''

(نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں) وہ لوگ زمین والوں پر کنکریاں پھینکا کرتے تھے' اور ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے ہم اس روایت کو صرف حاتم بن ابوصغیرہ کی سماک سے نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

یہی روایت احمد نامی راوی نے سلیم نامی راوی کے حوالے سے' حاتم سے اسی کی مانند نقل کی ہے۔

3114- اخرجه احمد (٦/ ٣٤١، ٤٢٤).

شرح

قوم لوط کا اپنی محافل میں قابل اعتراض حرکتیں کرنا:

ارشادِ خداوندی ہے:

اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَ تَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ؕ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ (العنکبوت: ۲۹)

کیا تم مردوں سے اپنی خواہشات کی تکمیل کرتے ہو اور راستہ منقطع کرتے ہو؟ اور تم اپنی مجالس میں بے حیائی کے امور انجام دیتے ہو؟ ان کی قوم کا ایک ہی جواب تھا اگر آپ سچے ہیں تو ہم پر عذاب لے آؤ۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب اور دیگر روایات میں بیان کی گئی ہے۔ یہ قوم احکام خداوندی کی باغی، اپنے نبی (حضرت لوط علیہ السلام) کی بے ادب و نافرمان اور مجالس میں قابل نفرت حرکات کی مرتکب ہوتی تھی۔ قوم لوط کی قابل نفرت اور نامعقول حرکات میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(۱) مسافروں سے مذاق کرنا (۲) مسافروں پر لکڑی پھینک کر ان کی توہین کرنا (۳) گوز مار کر ہنسی مذاق کرنا (۴) مرغوں اور مینڈھوں کو لڑانا (۵) ایک دوسرے سے مذاق کرنا (۷) لڑکوں سے بدفعلی کرنا۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ قوم لوط مسافروں اور اجنبی لوگوں کو پکڑ کر ان سے بے حیائی کا ارتکاب کرتی تھی جس وجہ سے لوگوں کے لیے سفر کرنا اور راستوں کو عبور کرنا آسان نہیں رہا تھا' بلکہ لوگ اپنے گھروں میں ٹھہرے رہنے میں عافیت تصور کرتے تھے۔ علاوہ ازیں وہ لوگوں کو قتل کرتے، ان کا ساز و سامان چھینتے، ان سے ہنسی مذاق کرتے، کنکریاں مارتے اور ان سے شرارتیں کرتے حتیٰ کہ عمل معکوس کرنے سے باز نہیں آتے تھے۔

قوم لوط کے بر سر مجلس بے حیائی کرنے کے بارے میں چند ایک احادیث مبارکہ سطور ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت مبارکہ: وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ (العنکبوت: ۲۹) کی تفسیر و توضیح بیان کرتے ہوئے فرمایا: وہ مسافروں کو کنکریاں مارتے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے۔

(المعجم الکبیر، رقم الحدیث ۱۰۰۱)

۲۔ حضرت امام مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قوم لوط کے مرد مردوں کے ساتھ بدفعلی کا ارتکاب کرتے اور اس سلسلہ میں خواہش کے متمنی ہوتے تھے۔

۳۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قوم لوط کے لوگ اپنی مجلس میں بیٹھے ہوتے تھے، ہر ایک کے سامنے کنکریوں کا بھرا ہوا کٹورا ہوتا تھا اور وہ مسافروں کو کنکریاں مارتے تھے۔ فرمایا تم لوگ کنکریاں مارنے سے پرہیز کرو' کیونکہ اس سے دشمن ہلاک ہوتا ہے اور شکار ہوتا ہے لیکن اس حرکت سے آنکھ پھوٹ سکتی ہے اور

دانت ٹوٹ سکتا ہے۔ (مسند احمد، ج۵، ص۳۴)

۴-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ وہ لوگ اپنی محافل میں گوز لگاتے اور ایک دوسرے کو تھپڑ رسید کرتے تھے۔ (المستدرک للحاکم، ج۲، ص۴۰۹)

۵-حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ قوم لوط بے حیائی کے علاوہ بہت سے برے کاموں کا ارتکاب کرتی تھی۔ وہ ایک دوسرے پر ظلم کرتے، ایک دوسرے کو گالیاں دیتے، گوز لگاتے، مسافروں پر کنکر پھینکتے، چوسر اور شطرنج کھیلتے، مختلف رنگوں کے کپڑے زیب تن کرتے، مرغ لڑاتے، مینڈھے لڑاتے، مہندی سے انگلیاں رنگتے، مرد عورتوں کا لباس اور عورتیں مردوں کا لباس زیب تن کرتے، مسافروں سے ٹیکس وصول کرتے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے اور لڑکوں کے ساتھ بدفعلی کا ارتکاب کرتے تھے۔ (الجامع لاحکام القرآن، جز۱۳، ص۳۰۳)

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الرُّوْمِ

باب 31: سورہ روم سے متعلق روایات

3115 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ مُوْسٰى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ ابْنُ عَثْمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْجُمَحِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ الزُّهْرِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَبِىْ بَكْرٍ فِىْ مُنَاحَبَةِ (الم غُلِبَتِ الرُّوْمُ) اَلَا احْتَطْتَ يَا اَبَا بَكْرٍ فَاِنَّ الْبِضْعَ مَا بَيْنَ ثَلَاثٍ اِلٰى تِسْعٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے سورہ روم کے نزول کے موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا تھا، اے ابوبکر! تم نے شرط لگانے میں زیادہ وقت کیوں نہیں رکھا' کیونکہ لفظ (بضع) تین سے لے کر نو تک کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

یہ حدیث زہری سے منقول ہونے کے حوالے سے ''غریب'' ہے' جسے انہوں نے عبید اللہ کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے۔

3116 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سُلَيْمَانَ الْاَعْمَشِ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ ظَهَرَتِ الرُّوْمُ عَلٰى فَارِسَ فَاَعْجَبَ ذٰلِكَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَنَزَلَتْ (الم غُلِبَتِ الرُّوْمُ) اِلٰى قَوْلِهٖ (يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِنَصْرِ اللّٰهِ) قَالَ فَفَرِحَ الْمُؤْمِنُوْنَ بِظُهُوْرِ الرُّوْمِ عَلٰى فَارِسَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

كَذَا قَرَاَ نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ غَلَبَتِ الرُّوْمُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب غزوۂ بدر کا موقع آیا' تو رومی اہل فارس پر غالب آ گئے' یہ بات اہلِ ایمان کو بہت اچھی لگی تو اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

''الٓمٓ رومی مغلوب ہو گئے۔''

یہ آیت یہاں تک ہے۔

''اہلِ ایمان اللہ کی مدد سے خوش ہوئے۔''

راوی بیان کرتے ہیں: رومیوں کے ایرانیوں پر غالب آنے کی وجہ سے اہلِ ایمان خوش ہوئے تھے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے' اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔

نصر بن علی نے اس (آیت) کو اسی طرح تلاوت کیا ہے۔

''رومی غالب آ گئے۔''

3117 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ الْفَزَارِيِّ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ اَبِيْ عَمْرَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ

متنِ حدیث: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِيْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى (الٓمٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ) قَالَ غُلِبَتْ وَغَلَبَتْ كَانَ الْمُشْرِكُوْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ يَّظْهَرَ اَهْلُ فَارِسَ عَلَى الرُّوْمِ لِاَنَّهُمْ وَاِيَّاهُمْ اَهْلُ الْاَوْثَانِ وَكَانَ الْمُسْلِمُوْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ يَّظْهَرَ الرُّوْمُ عَلٰى فَارِسَ لِاَنَّهُمْ اَهْلُ الْكِتَابِ فَذَكَرُوْهُ لِاَبِيْ بَكْرٍ فَذَكَرَهُ اَبُوْ بَكْرٍ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَمَا اِنَّهُمْ سَيَغْلِبُوْنَ فَذَكَرَهُ اَبُوْ بَكْرٍ لَّهُمْ فَقَالُوْا اجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ اَجَلًا فَاِنْ ظَهَرْنَا كَانَ لَنَا كَذَا وَكَذَا وَاِنْ ظَهَرْتُمْ كَانَ لَكُمْ كَذَا وَكَذَا فَجَعَلَ اَجَلًا خَمْسَ سِنِيْنَ فَلَمْ يَظْهَرُوْا فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَلَا جَعَلْتَهٗ اِلٰى دُوْنَ قَالَ اُرَاهُ الْعَشْرَ قَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ وَّالْبِضْعُ مَا دُوْنَ الْعَشْرِ قَالَ ثُمَّ ظَهَرَتِ الرُّوْمُ بَعْدُ قَالَ فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى (الٓمٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ) اِلٰى قَوْلِهٖ (وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِنَصْرِ اللّٰهِ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ) قَالَ سُفْيَانُ سَمِعْتُ اَنَّهُمْ ظَهَرُوْا عَلَيْهِمْ يَوْمَ بَدْرٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهٗ مِنْ حَدِيْثِ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ اَبِيْ عَمْرَةَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔

''الٓمٓ رومی مغلوب ہو گئے۔''

3117- اخرجه احمد (۱/۲۷۶، ۳۰۴).

راوی بیان کرتے ہیں: اسے غَلَبَت بھی پڑھا جا سکتا ہے اور غُلِبَت بھی پڑھا جا سکتا ہے۔
مشرکین کو یہ بات پسند تھی کہ ایرانی رومیوں پر غالب آئیں اس کی وجہ یہ تھی' ایرانی اور مشرکین دونوں بت پرست تھے' جبکہ مسلمانوں کو یہ بات پسند تھی کہ رومی ایرانیوں پر غالب آئیں کیونکہ رومی بھی اہل کتاب تھے۔ مشرکین نے اس کا تذکرہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا' تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ (رومی) عنقریب غالب آجائیں گے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس بات کا تذکرہ مشرکین کے سامنے کیا' تو انہوں نے کہا: کوئی مدت مقرر کر لیں اگر ہم غالب آگئے' تو ہمیں یہ ملے گا' اور اگر آپ غالب آگئے' تو آپ کو یہ کچھ ملے گا (یعنی آپ شرط لگالیں) تو انہوں نے اس کی مدت پانچ سال مقرر کی۔ اس دوران رومی غالب نہیں آئے۔ انہوں نے اس کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا' تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے اسے آخری حد تک کیوں نہیں مقرر کیا۔ راوی بیان کرتے ہیں، میرا خیال ہے حدیث میں ''دس'' کے الفاظ ہیں۔
ابوسعید نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے۔ عربی زبان میں لفظ ''بِضع'' کا مطلب دس سے کم (یعنی ۹) تک ہوتا ہے۔
راوی بیان کرتے ہیں: اس کے بعد رومی غالب آئے۔ راوی بیان کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے یہی مراد ہے۔
''الٓمّٓ رومی مغلوب ہو گئے۔''
یہ آیت یہاں تک ہے۔
''اللہ کی مدد کی وجہ سے اہلِ ایمان خوش ہو گئے وہ جسے چاہتا ہے اس کی مدد کرتا ہے۔''
سفیان نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے، میں نے یہ روایت سنی ہے رومی غزوۂ بدر کے آس پاس ان پر غالب آئے تھے۔
(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے ہم اسے صرف سفیان ثوری کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں جسے انہوں نے حبیب بن ابوعمرہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

3118 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اَبِیْ اُوَيْسٍ حَدَّثَنِیْ ابْنُ اَبِی الزِّنَادِ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ نِيَارِ بْنِ مُكْرَمٍ الْاَسْلَمِيِّ قَالَ

متنِ حدیث: لَمَّا نَزَلَتْ (الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِيْنَ) فَكَانَتْ فَارِسُ يَوْمَ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ قَاهِرِيْنَ لِلرُّوْمِ وَكَانَ الْمُسْلِمُوْنَ يُحِبُّوْنَ ظُهُوْرَ الرُّوْمِ عَلَيْهِمْ لِاَنَّهُمْ وَاِيَّاهُمْ اَهْلُ كِتَابٍ وَّفِیْ ذٰلِكَ قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰی (وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِنَصْرِ اللّٰهِ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ) وَكَانَتْ قُرَيْشٌ تُحِبُّ ظُهُوْرَ فَارِسَ لِاَنَّهُمْ وَاِيَّاهُمْ لَيْسُوْا بِاَهْلِ كِتَابٍ وَّلَا اِيْمَانٍ بِبَعْثٍ فَلَمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی هٰذِهِ الْاٰيَةَ خَرَجَ اَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ يَصِيْحُ فِیْ نَوَاحِیْ مَكَّةَ (الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِيْنَ) قَالَ نَاسٌ مِّنْ قُرَيْشٍ لِاَبِیْ بَكْرٍ فَذٰلِكَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ زَعَمَ صَاحِبُكَ اَنَّ الرُّوْمَ سَتَغْلِبُ فَارِسَ فِیْ بِضْعِ سِنِيْنَ اَفَلَا نُرَاهِنُكَ عَلٰی ذٰلِكَ قَالَ بَلٰی وَذٰلِكَ قَبْلَ تَحْرِيْمِ الرِّهَانِ فَارْتَهَنَ اَبُوْ بَكْرٍ وَّالْمُشْرِكُوْنَ وَتَوَاضَعُوا الرِّهَانَ وَقَالُوْا لِاَبِیْ بَكْرٍ كَمْ تَجْعَلُ الْبِضْعُ ثَلَاثُ سِنِيْنَ اِلٰی تِسْعِ

سِنِينَ فَسَمِّ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ وَسَطًا تَنْتَهِي إِلَيْهِ قَالَ فَسَمَّوْا بَيْنَهُمْ سِتَّ سِنِينَ قَالَ فَمَضَتِ السِّتُّ سِنِينَ قَبْلَ أَنْ يَظْهَرُوا فَأَخَذَ الْمُشْرِكُونَ رَهْنَ أَبِي بَكْرٍ فَلَمَّا دَخَلَتِ السَّنَةُ السَّابِعَةُ ظَهَرَتِ الرُّومُ عَلَى فَارِسَ فَعَابَ الْمُسْلِمُونَ عَلَى أَبِي بَكْرٍ تَسْمِيَةَ سِتِّ سِنِينَ لِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالَى قَالَ فِي بِضْعِ سِنِينَ وَأَسْلَمَ عِنْدَ ذٰلِكَ نَاسٌ كَثِيرٌ

حکم حدیث: قَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ نِيَارِ بْنِ مُكْرَمٍ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي الزِّنَادِ

◆◆ حضرت نیار بن مکرم اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی:

''الٓمٓ رومی مغلوب ہو گئے' زمین کے کچھ حصے میں اور وہ اس مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آجائیں گے' کچھ ہی برسوں میں۔''

راوی بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی اس وقت اہل فارس رومیوں پر غالب آچکے تھے' اور مسلمان یہ چاہتے تھے کہ رومی غالب ہوں کیونکہ مسلمان اور رومی دونوں اہل کتاب تھے۔ اسی بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔

''جس دن اللہ تعالیٰ کی مدد کی وجہ سے اہلِ ایمان خوش ہوئے' وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے' وہ غالب اور رحم کرنے والا ہے۔''

قریش یہ چاہتے تھے کہ ایرانی غالب رہیں۔ ایرانی اور قریش اہل کتاب نہیں تھے' اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان نہیں رکھتے تھے۔

جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی' تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مکہ کے نواحی علاقہ میں بلند آواز میں یہ آیت پڑھی:

''الٓمٓ رومی مغلوب ہو گئے ہیں زمین کے کچھ حصے میں اور وہ اس مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آجائیں گے چند ہی برسوں میں۔''

تو کچھ قریشیوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا' آپ ہمارے ساتھ شرط لگالیں آپ کے آقا نے یہ کہا ہے: رومی عنقریب چند برسوں کے اندر ایرانیوں پر غالب آجائیں گے' تو کیوں نہ ہم اس بارے میں شرط لگالیں۔ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا ٹھیک ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں: یہ شرط کی حُرمت کا حکم نازل ہونے سے پہلے کی بات ہے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور مشرکین نے شرط لگالی۔ انہوں نے شرط کا معاوضہ طے کیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا، آپ کتنا عرصہ مقرر کرتے ہیں' کیونکہ عربی زبان میں لفظ ''بِضْعَ'' تین سال سے لے کر نو سال کے لیے استعمال ہوتا ہے' تو آپ ہمارے اور اپنے درمیان اس کا درمیانی حصہ آخری حد مقرر کرلیں۔ راوی بیان کرتے ہیں: تو ان لوگوں نے چھ سال کی مدت مقرر کرلی۔ راوی بیان کرتے ہیں: جب چھ سال گزر گئے اور اہل روم غالب نہیں آئے' تو مشرکین نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے شرط کا طے شدہ حصہ وصول کرلیا۔ جب ساتواں سال شروع ہوا' تو اہل روم ایرانیوں پر غالب آگئے' تو چند مسلمانوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے یہ کہا: آپ نے چھ سال کا عرصہ کیوں مقرر کیا تھا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو ''بِضْعَ'' بیان فرمایا ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: اس موقع پر بہت سے لوگ مسلمان ہوئے۔
(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے' اور حضرت نیار بن مکرم رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔ ہم اس روایت کو صرف عبدالرحمٰن نامی راوی کی نقل کردہ روایت کے طور پر جانتے ہیں۔

شرح

سورۂ روم مکی ہے جو چھ (۶) رکوع، ستاون (۵۷) آیات، آٹھ سو انیس (۸۱۹) کلمات اور تین ہزار پانچ سو تیس (۳۵۳۰) حروف پر مشتمل ہے۔

غلبت کی قرأت درست نہ ہونا:

ارشادِ خداوندی ہے:

الٓمّٓ ۝ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۝ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۬ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ۭ وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ بِنَصْرِ اللّٰهِ ۭ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝

(الروم: ۱ تا ۵)

الف، لام، میم۔ رومی مغلوب ہو گئے۔ قریب کی زمین میں اور وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب وہ (دوبارہ) غالب ہوں گے۔ چند سالوں میں پہلے اور بعد حکم اللہ کا ہو گا اور اس دن مومن خوش ہوں گے۔ وہ اللہ کی مدد سے جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے۔ اور وہ غالب حکمت والا ہے۔

ان پانچ آیات میں سے دوسری آیت کا پہلا لفظ ہے: غُلِبَتْ یعنی فعل ماضی مجہول۔ دوسری روایت کے مطابق یہ لفظ غَلَبَتْ یعنی فعل معروف ہے جو درست نہیں ہے' کیونکہ قراء سبع میں سے کسی نے بھی اس قرأت کو پسند نہیں کیا۔

ایرانیوں پر رومیوں کے غالب آنے سے متعلق احادیث مبارکہ:

رومیوں کے ایرانیوں پر غالب آنے سے متعلق کثیر احادیث مبارکہ ہیں جن میں سے چند ایک روایات حسب ذیل ہیں:

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے: مشرکین اس بات کو پسند کرتے تھے کہ ایرانی، رومیوں پر غلبہ حاصل کر لیں' کیونکہ دونوں میں قدر مشترک بت پرست ہونا تھا۔ مسلمان اس بات کو پسند کرتے تھے کہ رومی لوگ ایرانیوں پر غلبہ حاصل کر لیں کیونکہ مسلمان اور رومیوں کے درمیان قدر مشترک اہل کتاب ہونا تھا۔ مسلمانوں نے اپنا نظریہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں عرض کیا۔ آپ نے فرمایا: عنقریب رومی، ایرانیوں پر غلبہ حاصل کریں گے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ بات مشرکین سے بیان کر دی۔ مشرکین نے آپ سے کہا: آپ ہمارے اور اپنے درمیان مدت مقرر کر لیں، اگر ہم لوگ غالب آ گئے تو ہمیں فلاں فلاں چیز مل جائے گی اور اگر آپ لوگ غالب آ گئے تو ان چیزوں کے حق دار آپ ہوں گے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پانچ سال کی مدت مقرر کی اور اس مدت

میں رومی، ایرانیوں پر غالب نہ آسکے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! آپ نے اتنی قلیل مدت کیوں مقرر کی تھی؟ (قرآن کریم میں بضع سنین کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جن کا اطلاق تین سے لے کر نو تک ہوتا ہے) اس کے بعد رومیوں نے ایرانیوں پر غلبہ حاصل کر لیا تھا۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ بدر کے دن رومیوں نے ایرانیوں پر غلبہ حاصل کیا تھا۔

(التاریخ الکبیر للبخاری، رقم الحدیث ۲۶۲۰)

۲- نیار بن مکرم الاسلمی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جس زمانہ میں سورۃ الروم کی ابتدائی آیات کا نزول ہوا، اس زمانہ میں ایرانیوں کو رومیوں پر غلبہ حاصل تھا۔ مسلمان اس بات کو پسند کرتے تھے کہ رومیوں کو ایرانیوں پر غلبہ حاصل ہو کیونکہ مسلمان اور رومی دونوں اہل کتاب تھے اور آخرت پر بھی ان کا ایمان تھا۔ اس کے برعکس قریش چاہتے تھے کہ ایرانیوں کو رومیوں پر غلبہ حاصل ہو کیونکہ قریش اور ایرانی اہل کتاب نہیں تھے، نہ ہی آخرت پر دونوں یقین رکھتے تھے۔ یہ آیت نازل ہوئی تو آئندہ دن صبح کے وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ابتدائی چار آیات کی تلاوت کرنے لگے، قریش نے آپ سے کہا: یہ چار آیات آپ اور ہمارے درمیان مشترک ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور مشرکین نے شرط طے کی کہ بضع سنین کا اطلاق تین سے لے کر نو (۹) پر ہوتا ہے اور اس کی متوسط مدت چھ سال ہوسکتی ہے۔ پھر چھ سال کا عرصہ گزرنے پر رومیوں کو ایرانیوں پر غلبہ حاصل نہ ہوسکا۔ اس طرح مشرکین نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شرط جیت لی۔ اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ لوگوں نے چھ سال کی مدت کے بجائے زیادہ مدت کا تعین کیوں نہیں کر لیا؟ پھر ساتواں سال شروع ہونے پر رومیوں نے ایرانیوں پر غلبہ حاصل کر لیا، مسلمانوں نے چھ سال کی مدت مقرر کرنے پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازیبا الفاظ استعمال کیے۔ اس پر آیت بضع سنین نازل ہوئی جس میں بتایا گیا ہے کہ بضع سنین کا اطلاق نو پر بھی ہوسکتا ہے اور اس مدت میں کثیر تعداد میں لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔ (صحیح ابن خزیمہ، رقم الحدیث ۱۶۶)

۳- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی: الٓمٓ o غلبت الروم۔ مشرکین نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ کے علم میں ہے کہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے کہ رومی، ایرانیوں پر غلبہ حاصل کر لیں گے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: میرے نبی نے یہ بات صحیح کہی ہے۔ قریش نے کہا: کیا آپ اس بات پر شرط لگانا پسند کریں گے؟ پھر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے رومیوں کے ایرانیوں پر غالب آنے کے بارے میں مدت مقرر کر دی اور وہ مدت چھ سال تھی۔ مدت شرط قلیل ہونے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی کا اظہار کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: اے صدیق! آپ کو کس چیز نے یہ مدت مقرر کرنے پر مجبور کیا ہے؟ آپ نے جواب میں عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید نے۔ آپ نے مزید فرمایا: آپ لوگ دوبارہ باہم گفتگو کریں اور مدت مقرر کرنے میں اضافہ کریں۔ دوبارہ شرط لگائی گئی اور مدت مقرر کی گئی۔ مدت مکمل ہونے سے قبل رومیوں کو ایرانیوں پر غلبہ حاصل ہو گیا۔ رومیوں نے غلبہ حاصل کرنے کے بعد مدائن میں اپنے گھوڑے باندھے۔ جیتنے پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنی اونٹنیاں لے کر آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: آپ اونٹنیوں کو صدقہ کر دیں کیونکہ یہ تم پر حرام ہیں۔ چنانچہ آپ نے اونٹنیوں کو صدقہ کر دیا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم، رقم الحدیث، ۱۷۳۴۸)

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ لُقْمَانَ

باب 32: سورہ لقمان سے متعلق روایات

3119 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُضَرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زَحْرٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَزِيْدَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِىْ اُمَامَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: قَالَ لَا تَبِيْعُوا الْقَيْنَاتِ وَلَا تَشْتَرُوْهُنَّ وَلَا تُعَلِّمُوْهُنَّ وَلَا خَيْرَ فِىْ تِجَارَةٍ فِيْهِنَّ وَثَمَنُهُنَّ حَرَامٌ وَّفِىْ مِثْلِ هٰذَا اُنْزِلَتْ عَلَيْهِ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ) اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ اِنَّمَا يُرْوٰى مِنْ حَدِيْثِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِىْ اُمَامَةَ

توضیح راوی: وَالْقَاسِمُ ثِقَةٌ وَّعَلِيُّ بْنُ يَزِيْدَ يُضَعَّفُ فِى الْحَدِيْثِ

قولِ امام بخاری: قَالَهٗ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ

◆◆ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں، گانے بجانے والی کنیزوں کی خرید و فروخت نہ کرو اور نہ ہی کنیزوں کو گانا بجانا سکھاؤ کیونکہ ان کی تجارت میں بھلائی نہیں ہے اور ایسی کنیزوں کی قیمت حرام ہے۔

اسی طرح کی صورتحال کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تھی۔

''اور بعض لوگ وہ ہیں، جو کھیل کود کی چیزوں کو خرید لیتے ہیں، تاکہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے گمراہ کر دیں۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''غریب'' ہے۔ یہ قاسم کے حوالے سے، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

قاسم ثقہ ہیں، جبکہ علی بن یزید نامی راوی کو علم حدیث میں ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

یہ بات امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کی ہے۔

شرح

سورۂ لقمان مکی ہے جو چار (۴) رکوع، چونتیس (۳۴) آیات، پانچ سو اڑتالیس (۵۴۸) الفاظ اور دو ہزار ایک سو دس (۲۱۱۰) حروف پر مشتمل ہے۔

اللہ تعالیٰ سے غافل کرنے والے امور کا تذکرہ:

ارشاد خداوندی ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ يَتَّخِذَهَا هُزُوًا ط اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ٥ (لقمان: ٦)

لوگوں میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جو غافل کرنے والی باتیں خریدتے ہیں تاکہ وہ اللہ کی راہ میں نادانی کے ساتھ روکیں اور راہِ خدا کا مذاق اڑائیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کے لیے ذلت آمیز عذاب ہے۔

اس آیت کے دو شانِ نزول بیان کیے گئے ہیں:

۱- رئیس مکہ نضر بن حارث بغرض تجارت ایران جایا کرتا تھا، واپسی پر سلاطین ایران کے قصوں پر مشتمل کتب خرید لاتا تھا اور مکہ پہنچ کر یوں اعلان کرتا: اے اہل مکہ! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو آپ لوگوں کو عاد وثمود کے قصے سناتے ہیں' آؤ میں آپ لوگوں کو رستم، اسفندیار اور سلاطین کے قصے سناتا ہوں۔ علاوہ ازیں اس نے گانے والی کنیز بھی خرید رکھی تھی جو اپنی مسحور کن اور پرکشش آواز کے ذریعے لوگوں کو اپنی طرف مائل کرتی تھی۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں بتایا گیا ہے کہ قصے کہانیاں، رنگ ناچ اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کرنے والی تفریحات حرام ہیں۔ لہٰذا ان سے اجتناب واحتراز ضروری ہے۔

۲- یہ آیت معاملات سے متعلق نازل ہوئی ہے' جس میں بتایا گیا ہے کہ گانے والی کنیزوں کی خرید وفروخت یا خریدنے کے بعد انہیں گانا سکھانا اور حرام امور کی خرید وفروخت سے اجتناب ازبس ضروری ہے' کیونکہ اس خرید وفروخت سے یادِ الٰہی میں غفلت پیدا ہوتی ہے۔

غناء کی تحریم وممانعت قرآن کی روشنی میں:

غناء کی تحریم وممانعت قرآن سے ثابت ہے، اس سلسلہ میں چند آیات ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- زیر بحث آیت سے غناء کی تحریم ثابت ہوتی ہے اور اس سلسلہ میں تاکید مزید حدیث باب سے ثابت ہوتی ہے۔

۲- وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ (بنی اسرائیل: ٦٤)

تو ان میں سے جس کو بھی اپنی آواز کے ساتھ بہکا سکتا ہے بہکا لے۔

مفسر شہیر حضرت امام مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق اس آیت سے مراد غناء اور مزامیر ہیں جن سے احتراز ضروری ہے۔

۳- وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ٥ (النجم: ٦١) حالانکہ تم کھیل میں پڑے ہوئے ہو۔

حضرت عبداللہ بن رضی اللہ عنہ کے مطابق اس آیت سے مراد غناء ہے یعنی غنا (گانا) کی حرمت وممانعت ثابت ہے۔

غناء کی تحریم وممانعت احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں:

کثیر احادیث وآثار سے "غناء" کی تحریم وممانعت ثابت ہے جن میں سے چند ایک روایات ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے مزامیر توڑنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔

(کنز العمال، رقم الحدیث ۴۰۷۸۹)

۲- حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو آوازیں ملعون اور مردود ہیں، میں ان سے

منع کرتا ہوں:

(۱) مزامیر اور شیطان کی آواز جو نغمہ خوشی کے وقت ہو۔

(۲) مصیبت کے وقت رونے پیٹنے اور گریبان پھاڑنے کی آواز۔

۳۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے جو شخص اس حال میں مرگیا کہ اس کے پاس گانے والی کنیز تھی، اس کی نماز جنازہ نہ پڑھو۔ (کنز العمال، رقم الحدیث ۴۰۲۳۹)

۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میری امت میں پندرہ علامات پائی جائیں گی تو ان پر بلاؤں کا نزول ہوگا۔ ان پندرہ علامات کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ پندرہ علامات یہ ہیں:

(۱) مالِ غنیمت کو ذاتی دولت بنانا (۲) امانت کو مالِ غنیمت بنانا (۳) زکوٰۃ کو جرمانہ خیال کرنا (۴) شوہر کا اپنی بیوی کی اطاعت کرنا (۵) ماں کی نافرمانی کرنا (۶) دوست سے نیکی کرنا (۷) اور باپ سے بے وفائی کرنا (۸) مساجد میں آوازیں بلند ہونا (۹) سب سے حقیر شخص کو سردار بنانا (۱۰) کسی شخص کے شر سے بچنے کے لیے اس کی عزت کرنا (۱۱) سرعام شراب نوشی کرنا (۱۲) ریشم کا استعمال عام ہونا (۱۳) گانوں کا عام ہونا (۱۴) آلات موسیقی کا عام ہونا (۱۵) بعد میں آنے والے لوگوں کا پہلے لوگوں کو برا کہنا۔

اس وقت تم سرخ آندھیوں یا زمین میں دھنس جانے اور یا مسخ ہونے کا انتظار کرنا ہو۔

۵۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی گانے والی عورت کے پاس بیٹھے گا اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔ (الجامع الصغیر، رقم الحدیث ۸۴۳۸)

۶۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے گانا سنا قیامت کے دن اس کو روحانیین کی آواز سننے کی اجازت نہیں ہوگی۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ! روحانیین کون ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: وہ جنت کے قاری ہیں۔

وہ اشعار جن کا مطلقاً سماع جائز ہے:

وہ اشعار جن کے مضامین قرآن وسنت سے متضاد نہ ہوں ان کا سننا یا پڑھنا جائز ہے۔ ایسے اشعار دورِ رسالت میں سنے گئے اور تا عصر حاضر سنے جا رہے ہیں۔

۱۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خندق کے دن خندق کھود رہے تھے اور آپ کی زبان سے یہ منظوم کلام سنا گیا تھا:

واللہ لولا اللہ ما اھتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا

قسم بخدا! اگر اللہ تعالیٰ ہدایت نہ دیتا نہ ہم ہدایت یافتہ ہوتے نہ ہم خیرات کرتے اور نہ نماز پڑھتے۔

فانزلن سکینۃ علینا وثبت الاقدام ان لاقینا

پس تو ہم پر طمانیت نازل کر اور دشمن کے مقابلہ میں ہمیں ثابت قدم رکھ۔

ان الاولی قد بغوا علینا ان ارادوا فتنۃ ابینا

بیشک پہلے لوگوں نے ہماری مخالفت کی، اگر وہ ہمیں فتنہ میں مبتلا کریں تو ہم انکار کریں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم شعر کے آخری لفظ ''ابینا'' پر آواز بلند کرتے جس سے ایک خاص کیفیت پیدا ہو جاتی تھی۔

(صحیح مسلم، رقم الحدیث ۱۸۰۳)

۲- حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ غزوۂ خندق کے موقع پر مہاجرین وانصار خندق کھود رہے تھے، اپنی پشتوں پر مٹی اٹھا کر دوسرے مقام پر منتقل کر رہے تھے اور ان کی زبانوں پر یہ منظوم کلام جاری تھا:

نحن الذین بایعوا محمدا علی الجهاد مابقینا ابدا

اے اللہ! بے شک اچھائی صرف آخرت کی اچھائی ہے۔ تو انصار اور مہاجرین میں برکت فرما۔

۳- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس مدینہ تشریف لائے تو اہل مدینہ کی نوخیز خواتین نے ان اشعار کی شکل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا تھا:

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع

ہم پر چودھویں رات کا چاند طلوع ہوا، مدینہ کے جنوب کی گھاٹیوں سے۔

وجب الشکر علینا مادعی للہ داعی

ہم پر شکریہ بجالانا ضروری ہے جب تک کوئی دعا کرنے والا اللہ سے دعا کرتا ہے۔

۴- وہ اشعار جو وعظ ونصیحت اور جنت وجہنم وغیرہ مضامین پر مشتمل ہوں' ان کا پڑھنا اور سننا جائز ہے۔ چنانچہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک شاعر سے یہ اشعار سماعت فرمائے تھے:

اذا ماقال لی ربی اما استحییت تعصینی

جب میرا پروردگار مجھے فرمائے گا کہ تجھے حیا نہیں آتی کہ تو میری نافرمانی کرتا ہے؟

وتخفی الذنب من خلق وبالعصیان تاتینی

تو میری مخلوق سے گناہ چھپاتا ہے اور تو گناہ کر کے میرے پاس آتا ہے۔

موسیقی کے ساتھ سماع میں مذاہب آئمہ:

کیا موسیقی کے ساتھ سماع جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ اہل حجاز اور حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ مکروہ ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ حرام ہے۔ آپ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں۔ حضرت امام سعید بن منصور رضی اللہ عنہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آخر زمانہ میں میری امت کو مسخ کر کے بندر اور

خنزیر بنا دیا جائے گا، مسلمانوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا وہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور آپ کی رسالت کی گواہی دیتے ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! وہ نماز ادا کرتے ہوں گے، روزے رکھتے ہوں گے اور حج کرتے ہوں گے۔ صحابہ نے استفسار کیا: یارسول اللہ! اس کی وجہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ آلات موسیقی، گانے بجانے میں مصروف ہوں گے، شراب نوشی کریں گے اور لہو ولعب میں رات گزاریں گے۔ وہ جب صبح بیدار ہوں گے تو مسخ ہو کر بندر اور خنزیر بن چکے ہوں گے۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، ج۲۱، ص۲۶۳)

غناء اور سماع کے بارے میں حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ:

مسئلہ: راگ یا مزامیر کرانا یا سننا گناہ کبیرہ ہے یا صغیرہ؟ اس فعل کا مرتکب فاسق ہے یا نہیں؟

جواب: مزامیر یعنی آلات لہو ولعب بروجہ لہو ولعب بلاشبہ حرام ہیں جن کی حرمت اولیاء وعلماء دونوں فریق مقتدا کے کلمات عالیہ میں مصرح اون کے سننے سنانے کے گناہ ہونے میں شک نہیں کہ بعد اصرار کبیرہ ہے اور حضرات علیہ سادات بہشت کبرائے سلسلہ عالیہ چشت رضی اللہ عنہم وعنا کی طرف اس کی نسبت محض باطل وافترا ہے۔ حضرت سیدی فخر الدین رازی قدس سرہ کہ حضور سیدنا محبوب الٰہی سلطان الاولیاء نظام الحق والدنیا والدین محمد احمد رضی اللہ عنہ کے اجلۂ خلفاء سے ہیں جنہوں نے خاص عہد کرامت مہد حضور ممدوح میں بلکہ خود بحکم حضور والا مسئلہ سماع میں رسالہ کشف القناع عن اصول السماع تالیف فرمایا۔ اپنے اسی رسالہ میں فرماتے ہیں: سمع بعض المغلوبين السماع مع المزامير في غلبات الشوق واما سماع مشائخنا رضی الله عنهم فبرئ عن هذا التهمة وهو مجرد صوت القوال مع الاشعار المشعرة من كمال صنعة الله تعالیٰ یعنی بعض مغلوب الحال لوگوں نے اپنے غلبہ حال وشوق میں سماع مع مزامیر سنا اور ہمارے پیران طریقت رضی اللہ عنہم کا سننا اس تہمت سے بری ہے۔ وہ تو صرف قوال کی آواز ہے ان اشعار کے ساتھ جو کمال صنعت الٰہی جل وعلاء سے خبر دیتے ہیں انتہی۔ بلکہ خود حضور ممدوح رضی اللہ عنہ نے اپنے ملفوظات شریفہ فوائد الفواد وغیرہا میں جابجا حرمت مزامیر کی تصریح فرمائی بلکہ حضور والا صرف تالی کو بھی منع فرماتے کہ مشابہ لہو ہے بلکہ ایسے افعال میں عذر غلبہ حال کو بھی پسند نہ فرماتے کہ مدعیان باطل کو راہ نہ ملے۔ والله يعلم المفسد من المصلح فرضی الله عن الائمة ما انصحهم للامة۔ یہ سب امور ملفوظات اقدس میں مذکور وماثور، فوائد الفواد شریف میں صاف تصریح فرمائی کہ مزامیر حرام است کما نقل احمد عنه رضی الله عنه سیدی الشیخ المحقق مولانا عبدالحق المحدث الدهلوی رحمة الله عليهم وعلينا بهم آمين۔ حضور ممدوح کے یہ ارشادات عالیہ ہمارے لیے سند کافی اور ان اہل ہوا وہوس مدعیان چشتیت پر حجت وافی ہاں جہاد کا طبل سحری کے نقارہ حمام کا بوق اعلان نکاح کا بے جلاجل دف جائز ہیں کہ یہ آلات لہو ولعب نہیں، یوں ہی یہ بھی ممکن کہ بعض بندگان خدا جو ظلمات نفس وکدورت شہوت سے یک لخت بری ومنزہ ہو کر فانی فی اللہ وباقی باللہ ہو گئے کہ لا يقولون الا الله ولا يسمعون الا الله بل لا يعلمون الا الله بل ليس هناك الا الله ان میں کسی نے بحالت غلبہ حال خواہ عین الشریعۃ الکبریٰ تک پہنچ کر از انجا کہ اون کی حرمت بعینہا نہیں وانما الاعمال بالنيات وانما لكل امری مانوی بعد وثوق تام واطمینان کامل کہ حالاً ومآلاً فتنہ منعدم احیاناً اس

پر اقدام فرمایا ہو اور لہذا فاضل محقق آفندی شامی قدس اللہ تعالیٰ سرہ السامی رد المختار میں زیر قول در مختار (ومن ذلك رای من الملاهی) ضرب النوبة للتفاخر فلو للتنبه فلاباس به كما اذا ضرب في ثلثة اوقات لتذكير ثلاث نفخات الصور الخ فرماتے ہیں ھذا ايفيد ان الة اللهو ليست بحرمة بعينها بل لقصد اللهو منها اما من سامعها او من المشتغل بها وبه تشعر الاضافة الاترى ان ضرب تلك الا لة بعينها حل تارة وحرم اخرى باختلاف النية والامور بمقاصدها وفيه دليل لساد اتنا الصوفية الذين يقصدون بسماعها امورا هم اعلم بها فلا يبادر المعترض بالانكار کے لا يحرم بركتهم فانهم السادة الاخيار امدنا الله تعالىٰ بامداد اتهم واعاد علينا من صالح دعواتهم وبركاتهم ۔

اقوال بلکہ یہاں ایک اور وجہ ادق واعق ہے صحیح بخاری شریف میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حضور پر نور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں رب العزۃ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: لا يزال عبدی يتقرب الى بالنوافل حتّٰی احبه فاذا احببته كنت سمعه الذی يسمع به وبصره الذی يبصر به ويده التی يبطش بها ورجله التي يمشی بها یعنی میرا بندہ بذریعہ نوافل میری نزدیکی چاہتا رہتا ہے یہاں تک کہ میرا محبوب ہو جاتا ہے پھر جب میں اسے دوست رکھتا ہوں تو میں خود اس کا وہ کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی وہ آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا وہ ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا وہ پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے انتہیٰ۔ اب کہئے کون کہتا اور کون سنتا ہے آواز تو شجرہ طور سے آتی ہے مگر لا واللہ پیڑ نے نہ کہا انی انا الله رب العالمين گفتہ او گفتۂ اللہ بود۔ گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود۔ یہی حال سننے کا ہے و لله الحجة البالغة مگر اللہ اللہ یہ عباد اللہ کبریت احمر وکوہ یاقوت ہیں اور نا در احکام شرعیہ کی بنا نہیں تو اون کا حال مفید جواز یا حکم تحریم میں قید نہیں ہو سکتا كما افاده المولى المحقق حيث اطلق سيدى كمال الدين محمد بن الهمام رحمة الله تعالىٰ عليه فی اخر الحج من فتح القدير فی مسئلة الجواز به مدعیان خامکار اون کے مثل ہیں نہ بے بلوغ مرتبہ محفوظیت نفس پر اعتماد جائز۔ فانها الكذب مايكون اذا حلفت فكيف اذا وعدت رجما بالغيب کسی کو ایسا ٹھہرا لینا صحیح۔ ہاں یہ احتمال صرف اتنا کام دے گا کہ جہاں اس کا انتفا معلوم نہ ہو تحسین ظن کو ہاتھ سے نہ دیجئے اور بے ضرورت شرعی ذات فاعل سے بحث نہ کریں۔ هذا هو الانصاف في امثال الباب والله الهادی الی سبيل الصواب ۔ سماع مجرد بے مزامیر اس کی چند صورتیں ہیں۔ اول رنڈیوں ڈومنیوں محل فتنہ امردوں کا گانا۔ دوم جو چیز گائی جائے معصیت پر مشتمل ہو مثلاً فحش یا کذب یا کسی مسلمان یا ذمی کی ہجو یا شراب وزنا وغیرہ فسقیات کی ترغیب یا کسی زندہ عورت خواہ امرد کی بالتعیین تعریف حسن یا کسی معین عورت کا اگر چہ مردہ ہو ایسا ذکر جس سے اس کے اقارب احباء کو حیاء و عار آئے۔ سوم بطور لہو ولعب سنا جائے اگر چہ اس میں کوئی ذکر مذموم نہ ہو۔ تینوں صورتیں ممنوع ہیں۔ الاخيرتان ذاتا والاولى ذريعة حقيقة ایسا ہی گانا لہو الحدیث ہے۔ اس کی تحریم میں اور کچھ نہ ہو تو صرف حدیث: كل لعاب ابن ادم حرام الاثلثة کافی ہے۔ ان کے علاوہ وہ گانا جس میں نہ مزامیر ہوں نہ گانے والے محل فتنہ نہ لہو ولعب مقصود نہ کوئی ناجائز کلام گائیں بلکہ سادے عاشقانہ گیت غزلیں ذکر باغ و بہار وخط وخال ورخ وزلف وحسن وعشق

وہجر ووصل ووفائے عشاق وجفائے معشوق وغیرہا امور عشق وتغزل پر مشتمل سنے جائیں تو فساق وفجار واہل شہوات دنیہ کو اس سے بھی روکا جائے گا۔ وذلك من باب الاحتياط القاطع والنصح الناصح وسد الذرائع المخصوص به هذا الشرع البارع والدين الفارع ۔ اسی طرح حدیث الغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء البقل ناظر ۔ رواه ابن ابي الدنيا ذم الملاهي عن ابن مسعود والبيهقي في شعب الايمان عن جابر رضي الله عنهم عن النبي صلى الله عليه وسلم اور اہل اللہ کے حق میں یقیناً جائز بلکہ مستحب کہیے تو دور نہیں۔ گانا کوئی نئی چیز پیدا نہیں کرتا بلکہ دلی بات کو ابھارتا ہے جب دل میں میری خواہش بے ہودہ آلائشیں ہوں تو انہیں کو ترقی دے گا اور جو پاک مبارک ستھرے دل شہوات سے خالی اور محبت خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مملو ہیں ان کے اس شوق محمود اور عشق مسعود کو افزائش دے گا: وحكم المقدمة حكم ماهي مقدمة له انصافا ۔ ان بندگان خدا کے حق میں ایک عظیم دینی کام ٹھہرانا کچھ بے جا نہیں۔ فتاویٰ خیریہ میں ہے: ليس في القدر المذكور من السماع ما يحرم بنص ولا اجماع وانما الخلاف في غير ماعين والنزاع في مابين وقد قال بجواز السماع من الصحابة والتابعين جم غفير (الى ان قال) اما سماع السادة الصوفية رضي الله عنهم فعمزل عن هذا الخلاف بل ومرتفع عن درجة الاباحة الى رتبة المستحب كما صرح به غير واحد من المحققين ۔ یہ اس چیز کا بیان تھا جسے عرف میں گانا کہتے ہیں اور اگر اشعار حمد ونعت ومنقبت ووعظ وپند وذکر آخرت بوڑھے یا جوان مرد خوش الحانی ہیں تو اس کے منع پر تو شرح سے اصلاً دلیل نہیں۔ حضور پرنور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے لیے خاص مسجد اقدس میں منبر رکھنا اور ان کا اس پر کھڑے ہو کر نعت اقدس سنانا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کا استماع فرمانا خود حدیث صحیح بخاری شریف سے واضح اور عرب کے رسم حدی زمانہ صحابہ وتابعین بلکہ عہد اقدس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں رائج رہنا خوش الحال رجال کے جواز پر دلیل لائح انجشہ رضی اللہ عنہ کے حدی پر حضور والاصلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ نے انکار نہ فرمایا بلکہ عورات رويدك يا انجشه لا تكسر القوارير ارشاد ہوا کہ ان کی دلکش ودل نواز تھی عورتیں نرم ونازک شیشاں ہیں جنہیں تھوڑی ٹھیس بہت ہوتی ہے۔ فرض مدار کار تحقق وتوقع فتنہ ہے جہاں فتنہ ثابت وہاں حکم حرمت' جہاں توقع واندیشہ وہاں بنظر سد ذریعہ حکم ممانعت' جہاں نہ یہ نہ وہ بلکہ بہ نیت محمود استحباب موجود۔ بحمد اللہ چند سطروں میں تحقیق نفیس ہے کہ ان شاء اللہ العزیز حق اس سے متجاوز نہیں۔ نسال الله سوى الصراط من دون تفريط ولا افرط الله اعلم بالصواب ۔ (فتاویٰ رضویہ، ج۱۰، ص۵۶-۵۴، مطبوعہ دار العلوم امجدیہ، کراچی)

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ السَّجْدَةِ

باب 33: سورہ سجدہ سے متعلق روایات

3120 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِىْ زِيَادٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاُوَيْسِيُّ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

متن حدیث: اَنَّ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ) نَزَلَتْ فِيْ انْتِظَارِ الصَّلٰوةِ الَّتِيْ تُدْعَى الْعَتَمَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یہ آیت

''ان کے پہلو بستروں سے جدا رہتے ہیں۔''

یہ آیت اس نماز کے بارے میں نازل ہوئی جسے شام کی نماز کہا جاتا ہے (یعنی عشاء کی نماز)۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح غریب'' ہے ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

سورۂ سجدہ مکی ہے جو تین (۳) رکوع، تیس (۳۰) آیات، تین سو اسی (۳۸۰) کلمات اور ایک ہزار پانچ سو اٹھارہ (۱۵۱۸) حروف پر مشتمل ہے۔

نیک لوگوں کی علامات:

ارشادِ خداوندی ہے:

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۫ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝

(السجدۃ:۱۶)

اوران کے پہلو اپنے بستروں سے الگ رہتے ہیں، وہ خوف و امید سے اپنے رب کو پکارتے ہیں اور وہ ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے بعض کو خرچ کرتے ہیں۔

اس آیت کی تفسیر دو احادیث میں بیان کی گئی ہے اور دونوں کا مصداق الگ ہے۔

(۱) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ اس آیت کا مصداق نمازِ تہجد ہے۔

(۲) حدیث باب میں اس کا مصداق نماز مغرب کے بعد مسجد میں بیٹھ کر نماز عشاء کا انتظار کرنا ہے۔ دونوں روایات میں تعارض نہیں ہے' کیونکہ نماز تہجد آیت کا اعلیٰ وارفع مصداق ہے اور نماز عشاء کا انتظار کرنا کم درجہ کا مصداق ہے۔ دونوں صورتوں میں قدر مشترک بستروں سے الگ تھلگ ہونا ہے۔

اس آیت اور حدیث باب میں عابدین کاملین کی تین علامات بیان کی گئی ہیں:

(i) ان لوگوں کو راحت وآرام اور بستروں سے محبت نہیں ہے بلکہ عبادت وریاضت سے محبت ہے۔

(ii) ہمہ وقت ان کی حالت بیم وخوف میں ہوتی ہے۔

(iii) وہ لوگ بخل وکنجوسی سے کام نہیں لیتے بلکہ صدقہ وخیرات کے علاوہ ان کا دسترخوان ہمہ وقت بچھا رہتا ہے۔

تتجافى اور مضاجع کا معنی ومفہوم:

اس آیت میں استعمال ہونے والے دوالفاظ وضاحت طلب ہیں:

(i) تتجافی: یہ لفظ باب تفاعل سے فعل مضارع معروف کا صیغہ واحد مؤنث غائب ہے۔اس کا معنی ہے ارتفاع، بلند ہونا یعنی اعضاء کا بستروں کو نہ چھونا اوران سے الگ رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء، ذکر وفکر، تلاوت قرآن، درس وتدریس اور قیام صلوٰۃ میں مصروف رہنا۔(ii) مضاجع: یہ لفظ ''مضجع'' کی جمع ہے، جس کا معنی ہے خواب گاہ، بستر۔لفظ ''جنوب'' جب کی جمع ہے، جس کا معنی ہے پہلو، کروٹ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور امام ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق نماز یا غیر نماز میں ذکر الٰہی کرنے کے لیے اپنے بستروں سے الگ رہنے کا نام ہے۔

جمہور فقہاء محدثین کے مطابق رات کے نوافل (تہجد) پڑھنے کے لیے اپنی خواب گاہ اور بستروں سے الگ ہونے کا نام ہے۔

نمازِ تہجد کی تعداد رکعات:

نمازِ تہجد امت کے لیے مسنون ہے اور اس کی اہمیت وفضیلت احادیث میں بیان کی گئی ہے۔نمازِ تہجد کم از کم چار رکعات اور زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعات ہیں۔نماز تہجد کا عادی نماز عشاء کے وتروں کو نماز تہجد کے بعد ادا کرے گا۔اس سلسلہ میں چند ایک احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں:

۱۔حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رمضان المبارک میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں سوال کرنے پر جواب میں فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان وغیرہ رمضان میں گیارہ رکعت سے زائد نماز نہیں پڑھتے تھے۔آپ چار رکعات ادا کرتے، ان کے حسن وطول کا نہ پوچھو، پھر چار رکعات پڑھتے ان کے حسن وطول کا نہ پوچھو اور بعد میں تین رکعت (وتر) ادا کرتے تھے۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ وتر ادا کرنے کے بعد آرام فرما ہو جاتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: اے عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے۔(صحیح مسلم، رقم الحدیث ۷۳۸)

۲۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص رات کے وقت نماز کے لیے بیدار ہو تو وہ دو مختصر رکعات ادا کرے پھر وہ جتنی چاہے طویل نماز ادا کرے۔(سنن ابی داود، رقم الحدیث ۱۳۱۴)

۳۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت تیرہ رکعات ادا کرتے تھے جن میں وتر اور صبح کی دو سنتیں بھی شامل تھیں۔

۴۔حضرت مسروق رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ تہجد کی تعداد رکعات کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر کی دو رکعات کے علاوہ

سات رکعات، نو رکعات اور گیارہ رکعات ادا فرماتے تھے۔

نمازِ تہجد اور رات کے دیگر نوافل کی فضیلت:

نمازِ تہجد اور رات کے دیگر نوافل کے فضائل احادیث میں بیان کیے گئے ہیں جن میں سے چند ایک روایات ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آیت: تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ (السجدہ:۱۶) نمازِ عشاء کے انتظار کے بارے میں نازل ہوئی۔

۲- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رفیق سفر تھا، میں صبح کے وقت آپ کے قریب ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے کسی ایسے عمل کی تعلیم دیجیے جو مجھے جنت میں لے جائے اور دوزخ سے محفوظ رکھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: آپ نے مجھ سے ایسی عظیم چیز کے بارے میں سوال کیا ہے جو اس پر آسان ہے جس پر اللہ تعالیٰ آسان کرے۔ تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں نیکی کی بابت نہ بتاؤں؟ روزہ ڈھال ہے اور صدقہ گناہوں کو اس طرح مٹا دیتا ہے، جس طرح آگ پانی کو بجھا دیتی ہے اور انسان کا نصف شب کے وقت نماز ادا کرنا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ الخ۔

۳- حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں سنا: جس شخص نے نمازِ عشاء باجماعت ادا کی گویا اس نے نصف رات تک نماز پڑھی اور جس نے فجر کی نماز باجماعت ادا کی گویا اس نے تمام رات قیام میں گزاری۔

۴- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رمضان کے بعد سب سے افضل محرم کے روزے ہیں کیونکہ یہ اللہ کا مہینہ ہے اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز رات کی نماز ہے۔ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۲۴۲۹)

۵- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہر رات کو آسمان دنیا پر جلوہ گر ہوتا ہے، جب رات کا تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے تو اعلان کرتا ہے: کوئی شخص ہے جو مجھ سے دعا کرے تو میں اس کی دعا قبول کروں، کوئی شخص ہے جو مجھ سے سوال کرے تو میں اسے عنایت کروں اور کوئی شخص ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے تو میں اس کی مغفرت کر دوں۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۱۱۴۵)

۶- حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! تم سلام پھیلاؤ، تم کھانا کھلاؤ، تم رشتہ داروں سے مل کر رہو اور رات کو اٹھ کر نماز ادا کرو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں۔ پھر تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ (سنن نسائی، رقم الحدیث ۱۶۰۷)

3121 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِى الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهِ

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

متن حدیث: قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَعْدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِيْنَ مَا لَا عَيْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ وَّتَصْدِيْقُ ذٰلِكَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا اُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مجھے نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کے بارے میں پتہ چلا ہے، اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے:

''میں نے اپنے بندوں کے لیے وہ چیز تیار کی ہے جسے کسی آنکھ نے دیکھا نہیں کسی کان نے اس کے بارے میں سنا نہیں اور کسی انسان کے ذہن میں اس کا خیال بھی نہیں آیا'' اس کی تصدیق اللہ کی کتاب میں (ان الفاظ میں موجود ہے)۔

''کوئی شخص یہ نہیں جانتا' اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے کیا چیز پوشیدہ رکھی گئی ہے؟ جو اس چیز کی جزا ہوگی' جو وہ عمل کرتے تھے۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3122 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ طَرِيْفٍ وَّعَبْدِ الْمَلِكِ وَهُوَ ابْنُ اَبْجَرَ سَمِعَا الشَّعْبِيَّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَرْفَعُهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

متن حدیث: اِنَّ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَام سَاَلَ رَبَّهُ فَقَالَ اَيْ رَبِّ اَيُّ اَهْلِ الْجَنَّةِ اَدْنٰى مَنْزِلَةً قَالَ رَجُلٌ يَّاْتِيْ بَعْدَمَا يَدْخُلُ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ فَيُقَالُ لَهُ ادْخُلِ الْجَنَّةَ فَيَقُوْلُ كَيْفَ اَدْخُلُ وَقَدْ نَزَلُوْا مَنَازِلَهُمْ وَاَخَذُوْا اَخَذَاتِهِمْ قَالَ فَيُقَالُ لَهُ اَتَرْضٰى اَنْ يَّكُوْنَ لَكَ مَا كَانَ لِمَلِكٍ مِّنْ مُّلُوْكِ الدُّنْيَا فَيَقُوْلُ نَعَمْ اَيْ رَبِّ قَدْ رَضِيْتُ فَيُقَالُ لَهُ فَاِنَّ لَكَ هٰذَا وَمِثْلَهُ وَمِثْلَهُ وَمِثْلَهُ فَيَقُوْلُ رَضِيْتُ اَيْ رَبِّ فَيُقَالُ لَهُ فَاِنَّ لَكَ هٰذَا وَعَشَرَةَ اَمْثَالِهِ فَيَقُوْلُ رَضِيْتُ اَيْ رَبِّ فَيُقَالُ لَهُ فَاِنَّ لَكَ مَعَ هٰذَا مَا اشْتَهَتْ نَفْسُكَ وَلَذَّتْ عَيْنُكَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اختلاف سند: وَرَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ الْمُغِيْرَةِ وَلَمْ يَرْفَعْهُ وَالْمَرْفُوْعُ اَصَحُّ

◆◆ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے برسرِ منبر ''مرفوع'' حدیث کے طور پر یہ بات نقل کی ہے (نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے سوال کیا۔ انہوں نے سوال کیا: اے میرے پروردگار! جنت میں سب

3121۔ اخرجه البخاری (٣٦٦/٦): كتاب بدء الخلق: باب: ما جاء في صفة الجنة و انها مخلوقة، حديث (٣٢٤٤) و اطرافه في (٤٧٧٩، ٤٧٨٠، ٧٤٩٨)، و مسلم (٢١٤٧/٤): كتاب الجنة و صفة نعيمها و اهلها: باب: ۰۰۰۰، حديث (٢٨٢٤/٢)، و الحميدی (٤٨٠/٢)، حديث (١١٣٣) من طريق الاعرج عن ابي هريرة به ٣١٩٨۔ اخرجه مسلم (٥٨١/١ - ابی): كتاب الايمان: باب: ادنى اهل الجنة منزلة فيها، حديث (٣١٢، ١٨٩/٣١٣)، و الحميدی ٣٣٥/٢٠، حديث (٧٦١) من طريق الشعبي عن المغيرة بن شعبة به۔

سے کم مرتبہ کس کا ہوگا؟ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اس شخص کا ہوگا' جو تمام جنتیوں کے جنت میں داخل ہونے کے بعد آئے گا' اور اسے کہا جائے گا: اب تم اندر داخل ہو جاؤ! تو وہ یہ کہے گا: میں اس کے اندر کیسے داخل ہو سکتا ہوں؟ جبکہ سب لوگوں نے اپنا گھر اور اپنے حصے کی جگہ کو حاصل کر لیا ہے' تو اسے کہا جائے گا: کیا تم اس بات سے راضی ہو کہ تمہیں وہ کچھ دیا جائے' جو دنیا کے کسی بھی بادشاہ کے پاس ہوتا تھا' تو وہ کہے گا: جی ہاں! میں راضی ہوں۔ اس سے کہا جائے گا: تمہیں یہ ملا اور اس کی مانند مزید ملا' تو وہ کہے گا: میں راضی ہو گیا میرے پروردگار! تو اسے کہا جائے گا: تمہیں یہ ملا اور اس کا دس گنا مزید ملا' تو وہ عرض کرے گا: اے میرے پروردگار! میں راضی ہو گیا۔ تو اسے کہا جائے گا: اس کے ساتھ جو تمہارے نفس کی خواہش ہو' اور جو تمہاری آنکھوں کو اچھا لگے وہ (بھی تمہارا ہوا)۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

بعض حضرات نے اس حدیث کو شعبی کے حوالے سے' حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ انہوں نے اسے ''مرفوع'' حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا' تاہم اس کا ''مرفوع'' ہونا درست ہے۔

شرح

اعلیٰ درجہ کے جنتیوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک:

ارشادِ ربانی ہے:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ○ (السجدہ: ۱۷)

پس کوئی نہیں جانتا اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کو، اس کے اعمال کی جزا میں کس نعمت کو چھپا کر رکھا گیا ہے۔

اس آیت کی تفسیر ایک حدیث قدسی میں یوں بیان کی گئی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے اعلیٰ درجہ کے لوگوں کے لیے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھیں، نہ کسی کان نے سنیں اور نہ کسی کے دل میں ان کا کھٹکا پیدا ہوا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ مضمون قرآن کی اس آیت میں بیان ہوا ہے۔

حدیث باب کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا: اہل جنت میں سے سب سے کم درجہ والا شخص کون ہوگا؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے یوں جواب دیا گیا: وہ شخص ہوگا جو جنت میں سب سے آخر میں داخل ہوگا۔ وہ عرض کرے گا: اے الٰہ العالمین! اب تمام لوگ اپنے اپنے مقام میں پہنچ چکے ہیں، تو میں کہاں جاؤں؟ اسے جواب دیا جائے گا: کیا تو اس بات پر خوش نہیں ہے کہ میں تمہیں پانچ سلطنتوں کے برابر جنت میں جگہ دیتا ہوں؟ وہ خوش ہو کر عرض کرے گا: اے الٰہ العالمین! میں اس بات پر خوش ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ بھی سوال کیا تھا: اے الٰہ العالمین! جنت میں جانے والے لوگوں میں سب سے اعلیٰ مرتبہ کس شخص کا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ جواب دیا گیا: وہ شخص ہوگا جس کے لیے میں نے جنت تیار کی ہو گی، اس کے لیے اس میں کرامت کا پودا میں نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہوگا، اسے کسی آنکھ نے نہ دیکھا ہوگا، نہ کسی کان نے سنا ہوگا اور

نہ کسی انسان کے دل میں اس کا کھٹکا پیدا ہوگا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا مضمون قرآن کریم کی اس آیت میں بیان ہوا ہے۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الْاَحْزَابِ

باب 34: سورہ احزاب سے متعلق روایات

3123 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا صَاعِدٌ الْحَرَّانِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ اَخْبَرَنَا قَابُوسُ بْنُ اَبِي ظَبْيَانَ اَنَّ اَبَاهُ حَدَّثَهُ

متنِ حدیث: قَالَ قُلْنَا لِابْنِ عَبَّاسٍ اَرَاَيْتَ قَوْلَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِي جَوْفِهٖ) مَا عَنٰى بِذٰلِكَ قَالَ قَامَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا يُّصَلِّيْ فَخَطَرَ خَطْرَةً فَقَالَ الْمُنَافِقُوْنَ الَّذِيْنَ يُصَلُّوْنَ مَعَهٗ اَلَا تَرٰى اَنَّ لَهٗ قَلْبَيْنِ قَلْبًا مَعَكُمْ وَقَلْبًا مَعَهُمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ (مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ)

اسنادِ دیگر: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنِيْ اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ نَحْوَهٗ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ

◆◆ قابوس بن ابوظبیان اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں: ہم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ اس سے کیا مراد ہے؟

''اللہ تعالیٰ نے کسی بھی شخص کے سینے میں دو دل نہیں بنائے۔''

تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نماز پڑھا رہے تھے، آپ ﷺ کو کوئی خیال آیا (اس کی طرف توجہ کی وجہ سے آپ ﷺ نماز بھول گئے) تو منافقین جو آپ ﷺ کے ساتھ نماز ادا کر رہے تھے انہوں نے یہ کہا: کیا تم لوگوں نے غور کیا؟ ان صاحب کے دو دل ہیں' ایک دل تمہارے ساتھ ہے' اور ایک دل ان لوگوں کے ساتھ ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

''اللہ تعالیٰ نے کسی بھی شخص کے سینے میں دو دل نہیں بنائے۔''

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے۔

شرح

سورۂ احزاب مدنی ہے جو نو (۹) رکوع، تہتر (۷۳) آیات، ایک ہزار دو سواسی (۱۲۸۰) کلمات اور پانچ ہزار سات سو نوے (۵۷۹۰) حروف پر مشتمل ہے۔

3123- اخرجه احمد (۱/۲٦۷)، و ابن خزيمة (۲/۳۹)، حديث (۸٦۵) من طريق ابي ظبيان عن ابن عباس به.

زمانہ جاہلیت کی تین غلط باتیں:

ارشادِ خداوندی ہے:

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِي جَوْفِهِ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ۝

(الاحزاب:۴)

اللہ تعالیٰ نے کسی شخص میں دو دل نہیں بنائے اور تم اپنی جن بیویوں سے ظہار کرتے ہو ان کو اس نے تمہاری مائیں نہیں بنایا۔ اور نہ تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا بیٹا قرار دیا ہے، یہ محض تمہاری زبان کی باتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ حق بات کہتا ہے اور وہ سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔

اس آیت کا شان نزول حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے۔ حضرت حصین بن جندب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس آیت کی تفسیر کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا: ایک دن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کی تو آپ کے دل میں کوئی کھٹکا پیدا ہوا، تو آپ کی اقتداء میں نماز پڑھنے والے منافقوں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو دل ہیں، ایک دل صحابہ کے ساتھ ہے اور ایک دل ہمارے ساتھ ہے۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اس آیت اور حدیث میں تین باتوں کو زمانہ جاہلیت کی باتیں قرار دے کر ان سے احتراز کرنے کا درس دیا گیا ہے۔ وہ تین باتیں درج ذیل ہیں:

(i) شجاع و بہادر آدمی کو "دو دلا" کہنا درست نہیں ہے جبکہ رب کائنات نے کسی شخص کے دل میں دو دل نہیں بنائے۔

(ii) بیوی سے ظہار کرنے کی صورت میں بیوی ماں نہیں بن جاتی بلکہ ماں تو وہی ہے، جس کا کسی نے دودھ پیا ہو۔

(iii) کسی کو منہ بولا بیٹا قرار دینے سے وہ لڑکا حقیقی بیٹا ہرگز نہیں بن جاتا بلکہ باپ وہی ہوتا ہے، جس کا وہ نطفہ ہوتا ہے۔

کسی شخص کے سینہ میں دو دل نہ بنانے کے محامل:

قابوس بن ابی الظبیان کے والد گرامی بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ارشاد خداوندی، اللہ نے کسی شخص کے اندر دو دل نہیں بنائے۔ (الاحزاب:۴) کا مفہوم دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا ایک دن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرما رہے تھے کہ یکا یک آپ کے دل میں یہ خیال آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے والے منافقین نے کہا آپ میں دو دل ہیں جن میں سے ایک ہمارے ساتھ ہے اور دوسرا دل اپنے صحابہ کے ساتھ ہے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس میں بتایا گیا ہے کہ منافقین کا یہ بات کہنا کہ آپ کے سینہ میں دو قلب ہیں، یہ غلط بات ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے اندر دو دل پیدا نہیں کیے۔

حدیث باب کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر میں ایک خیال آیا جو بلا قصد آپ کی زبان ترجمان حق پر بھی جاری ہو گیا تو منافقین نے یہ بات کہنا شروع کر دی کہ آپ کے سینہ میں دو دل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل کر کے ان کی

بات کو غلط قرار دیا۔

اس آیت کی تفسیر میں مشہور چار اقوال ہیں:

(i) اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال بیان کر کے بتایا گیا ہے کہ جو ایک شخص کا لڑکا ہو وہ دوسرے کا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

(ii) حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب ایک شخص کوئی بات سنتا ہے تو وہ اسے یاد بھی رکھ سکتا ہے اور اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کے دو دل ہیں، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کر کے اس تصور کو باطل قرار دیا کہ کسی شخص کے اندر دو دل ہوتے ہیں۔

(iii) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس بات کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک آپ کے قلب اطہر میں کوئی خیال آیا تو ساتھ نماز پڑھنے والے منافقین نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو دل ہیں، ایک ہمارے ساتھ ہے اور دوسرا صحابہ کے ساتھ ہے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

(iv) حضرت امام مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق بنو فہر میں ایک ایسا شخص موجود تھا جو کہتا تھا کہ میرے اندر دو دل ہیں اور میں ان دونوں کے ذریعے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے افضل عمل کرتا ہوں، اس کے رد میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

قلب کے مصداق کے بارے میں مفسرین کے اقوال:

قلب کی وضاحت کے بارے میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں جن میں سے چند ایک ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

☆- دل دو لمتوں کے درمیان میں ہے ایک لمۃ شیطان کا ہے اور دوسرا لمۃ فرشتہ کا ہے۔ وہ خیالات کا مرکز ہے، کفر و ایمان کا مکان ہے، گناہوں سے توبہ اور گناہوں پر اصرار کی جگہ ہے اور اطمینان وخوف کا محور ہے۔

☆- قلب صنوبری شکل میں گوشت کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر پیدا کیا ہے۔ یہ روح وعلم کا محور ہے اور انسان اس میں اتنے علوم وفنون محفوظ کر سکتا ہے جو کئی مجلدات پر مشتمل کتاب میں بھی نہیں آ سکتے۔

☆- ایک قلب میں ایمان وکفر، ہدایت وگمراہی اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور انحراف جمع نہیں ہو سکتے یعنی متضاد اشیاء دل میں جمع نہیں ہو سکتیں۔

☆- انسانی جسم کا جو عضو سب سے قبل تخلیق کیا گیا تھا وہ دل ہے اور یہ روح کا مکان ہے۔ سب سے پہلے روح کا تعلق دل کے ساتھ ہوا پھر جگر کے ساتھ اور اس کے بعد باقی اعضاء کے ساتھ۔

ظہار کی تعریف، اس کا حکم اور کفارہ:

ظہار کا لغوی معنی ہے بیوی کو کسی کے ساتھ مشابہت دینا۔ ظہار کی فقہی واصطلاحی تعریف ہے بیوی یا اس کے کسی عضو کو اپنی ماں یا کسی محرم کی پشت یا عضو سے تشبیہ دینا۔ جب کوئی شوہر اپنی بیوی سے کہتا ہے تو مجھ پر میری ماں کے پیٹ کی طرح یا اس کی ران کی

طرح ہے' تو یہ ظہار ہوگا۔ اسی طرح شوہر اپنی بیوی سے یوں کہے کہ تو مجھ پر میری بہن یا پھوپھی یا رضاعی ماں یا کسی دوسری محرم کی پشت سے اپنی زوجہ کو تشبیہ دی تو یہ بھی ظہار کی شکل ہوگی۔

ظہار کا شرعی حکم یہ ہے کہ جب تک شوہر کفارہ ظہار ادا نہ کرے وہ اپنی بیوی سے جماع کرنے کا مجاز نہیں ہوگا۔ کفارۂ ظہار یہ ہے کہ کوئی غلام آزاد کیا جائے، جو شخص غلام آزاد نہ کرسکتا ہو وہ مسلسل دو مہینوں کے روزے رکھے گا۔ جو شخص دو ماہ کے روزے نہ رکھ سکتا ہو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

شوہر کا طلاق کی نیت کے بغیر اپنی بیوی کو ماں، بہن کہنے کا شرعی مسئلہ:

شوہر کا طلاق کی نیت کے بغیر اپنی بیوی کو ماں، بہن اور بیٹی کہنے سے طلاق واقع نہیں ہوگی مگر ایسا کہنا ناپسندیدہ و مکروہ ہے۔ اس مسئلہ کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱- حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی زوجہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو اپنی بہن کہا تھا۔ (جامع ترمذی، رقم الحدیث ۳۱۶۲)

۲- حضرت ابوتمیم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے سنا کہ وہ اپنی بیوی سے کہہ رہا تھا یہ میری بہن ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بات کو مکروہ قرار دیتے ہوئے آئندہ ایسی بات کہنے سے منع کیا۔

(سنن ابی داؤد، رقم الحدیث، ۲۲۱۱)

علامہ قاضی خاں رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

اگر شوہر نے اپنی بیوی سے کہا اگر تو نے فلاں کام کیا تو تو میری ماں ہے اور اس کی مراد یہ تھی کہ اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی تو اس کا یہ قول باطل ہے، اس پر کچھ بھی لازم نہیں آئے گا یعنی اس کی بیوی حرام نہیں ہوگی۔

(فتاویٰ قاضی خاں علی هامش الهندیہ، ج، ص ۵۱۹)

علامہ حصکفی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

جب کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے یا کہا تو میری ماں کی مثل ہے اور اس سے بیوی کے معزز ہونے کی نیت کی یا ظہار کی نیت کی یا طلاق کی نیت کی تو اس کی نیت صحیح ہے اور جس نے جو بھی نیت کی وہی حکم نافذ ہوگا۔ اگر اس نے کوئی نیت نہ کی یا تشبیہ کا ذکر نہ کیا تو اس کا یہ کلام لغو ہوگا۔ (الدر المختار مع ردالمختار، ج ۵، ص ۱۰۳)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کیا گیا کہ شوہر نے حالت غصہ میں اپنی بیوی کو ماں، بہن کہہ دیا لیکن وہ نان و نفقہ اسے دیتا رہا' بیوی اس کے نکاح میں رہے گی یا بحکم شرع خارج ہو جائے گی؟

آپ نے اس کے جواب میں فرمایا:

زوجہ کو ماں، بہن کہنا خواہ یوں کہ اسے ماں، بہن کہہ کر پکارے یا یوں کہا: تو میری ماں، بہن ہے، سخت گناہ و ناجائز ہے مگر اس سے نکاح میں خلل آئے نہ توبہ کے سوا کچھ اور لازم ہو۔ درمختار میں ہے:

اور اگر اس نے کوئی نیت نہیں کی یا تشبیہ کا ذکر نہیں کیا تو ادنیٰ درجہ کا حکم متعین ہوگا یعنی عزت اور کرامت کا، اور اس کا اپنی بیوی

کو یہ کہنا مکروہ ہے کہ تو میری ماں ہے یا یہ کہنا اے میری بیٹی اور اے میری بہن اور اس کی مثل۔

ہاں اگر یوں کہا ہو کہ تو مثل یا مانند یا ماں بہن کی جگہ ہے، تو اگر بہ نیت طلاق کہا تو ایک طلاق بائن ہوگئی اور عورت نکاح سے نکل گئی اور بہ نیت ظہار یا تحریم کہا یعنی یہ مراد ہے کہ مثل ماں بہن کے مجھ پر حرام ہے' تو ظہار ہوگیا۔ اب جب تک کفارہ نہیں دے گا، عورت سے جماع کرنا یا شہوت کے ساتھ اس کا بوسہ لینا بہ نظر شہوت اس کے کسی بدن کو چھونا یا بہ نگاہ شہوت اس کی شرمگاہ دیکھنا سب حرام ہوگیا۔ اس کا کفارہ یہ ہے کہ جماع سے پہلے ایک غلام آزاد کرے، اس کی طاقت نہ ہو تو لگاتار دو مہینے کے روزے رکھے، اس کی بھی قوت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو صدقہ فطر کی طرح اناج یا کھانا دے جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے، اور ان میں کوئی نیت نہ تھی، تو یہ لفظ لغو و مہمل ہوگا جس سے طلاق یا کفارہ وغیرہ کچھ لازم نہ آئے گا۔ (امام احمد رضا خاں، فتاوی رضویہ، ج۵، ص۶۳۱)

منہ بولے بیٹے کو اصل باپ کے نام سے پکارنا:

جب کوئی شخص کسی بچے کو از راہ شفقت اپنا بیٹا کہہ کر پکارے تو وہ اس کا حقیقی بیٹا نہیں بن سکتا بلکہ اسے اصل باپ کے ساتھ پکارا جائے گا۔ اسی حقیقت کو مذکورہ آیت میں بیان کیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے اور ان کو ''زید بن محمد'' کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اس بارے میں یہ ارشاد ربانی نازل ہوا:

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ج (الاحزاب: ۵)

تم اپنے منہ بولے بیٹوں کو ان کے حقیقی باپ کی طرف منسوب کر کے بلاؤ، یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ انصاف پر مبنی بات ہے۔

زمانہ جاہلیت میں ایک رسم یہ بھی تھی کہ جو شخص کسی کو اپنا منہ بولا بیٹا بنالیتا تھا تو لوگ بھی اسے اس کے نام سے منسوب کر کے پکارتے تھے، اسلام نے اس رسم کو بھی ختم کر دیا اور حقیقت پر مبنی حکم نافذ کر دیا کہ ہر بچے کو اس کے اصل باپ کی طرف منسوب کر کے پکارا جائے اور کہا جائے۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا تعارف:

مؤرخین اور تذکرہ نگاروں کے مطابق حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے والد گرامی کا تعلق یمن کے مشہور قبیلہ بنو قضاعہ اور ان کی والدہ سعدیٰ بنت ثعلبہ قبیلہ بنی طے کے خاندان بنو معن سے متعلق تھیں۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ابھی کم عمر تھے کہ والدہ ماجدہ انہیں لے کر میکہ گئیں، اس موقع پر بنو قین کے نوجوان لوٹ مار کر کے واپس آ رہے تھے، انہوں نے خیمہ کے سامنے سے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اغوا کر لیا پھر مکہ کے مشہور عکاظ بازار میں فروخت کرنے کی نیت سے پیش کر دیا۔ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے انہیں چار سو درہم میں خرید کر اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پیش کر دیا۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بطور ہبہ (تحفہ) پیش کر دیا۔ اس کے برعکس ان کے والد گرامی حارثہ بن شراحیل ان کے اغواء ہونے پر بہت پریشان تھے

اور بکثرت گریہ وزاری کرتے تھے۔

حج کے موقع پر قبیلہ کلب کے لوگ حج کی غرض سے مکہ مکرمہ گئے، انہوں نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو پہچان لیا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں پہچان لیا۔ حج سے واپسی پر قبیلہ کے لوگوں نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے دستیاب ہونے، رہائش گاہ اور زیر پرستی رہنے والی ذات کے بارے میں تفصیلاً بتایا۔ والد گرامی حارثہ اور چچا کعب دونوں انہیں آزاد کرانے کے لیے فدیہ کی رقم لے کر مکہ معظمہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رہائش گاہ پر پہنچے۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما ہیں، دونوں بھائی مسجد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے پسر عبدالمطلب! اے قوم کے سردار کے بیٹے! آپ لوگ حرم محترم کے باسی ہیں، غلاموں کو آزاد کرتے ہیں، قیدیوں کو آزاد کراتے ہیں۔ ہم بھی اپنے بیٹے کی آزادی کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ آپ ہم پر احسان فرمائیں اور فدیہ وصول کر کے ہمارے بچے کو آزاد فرما دیں۔ آپ نے استفسار کیا: تمہارا بچہ کون ہے اور اس کا نام کیا ہے؟ انہوں نے جواباً عرض کیا: اس کا نام زید بن حارثہ ہے۔ فرمایا: اسے بلا لو اور اسے اختیار دو کہ وہ تمہارے ساتھ جانا پسند کرتا ہے' تو اسے فدیہ ادا کیے بغیر اپنے ساتھ لے جاؤ اور اگر وہ میرے ساتھ رہنا پسند کرتا ہے' تو میں اسے تمہارے ساتھ جانے کے لیے مجبور نہیں کر سکتا اور نہ اس کے عوض فدیہ وصول کر سکتا ہوں۔ آپ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو طلب کیا اور دریافت کیا: کیا تم انہیں جانتے ہو؟ اس نے جواب دیا: ہاں! یہ میرے والد ہیں اور یہ چچا ہیں۔ فرمایا: تمہیں علم ہے کہ میں کون ہوں؟ تم میرے حسن سلوک کو بھی جانتے ہو، اب تم مجھے اختیار کر لو یا ان کے ساتھ جانا پسند کر لو۔

اس موقع پر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! میرے والد اور چچا تو آپ ہیں' لہٰذا کسی دوسرے کو آپ پر ترجیح نہیں دے سکتا۔ آپ کے باپ اور چچا نے کہا: اے زید! تم پر افسوس! تم آزادی پر غلامی کو ترجیح دے رہے ہو اور اپنے گھر والوں پر غیر کو ترجیح دے رہے ہو؟ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی سیرت دیکھی ہے' جس پر غیر کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت زید رضی اللہ عنہ کی یہ محبت دیکھی تو انہیں اپنی گود میں بٹھا کر فرمایا: اے لوگو! تم اس بات پر گواہ ہو جاؤ کہ زید میرا بیٹا ہے، یہ میرا وارث ہوگا اور میں اس کا وارث ہوں گا۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت زید رضی اللہ عنہ کے والد اور چچا کعب دونوں بخوشی واپس چلے گئے۔ اس کے بعد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو زید بن محمد کہا جانے لگا حتیٰ کہ اسلام کو غلبہ حاصل ہو گیا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ الخ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اپنا بیٹا قرار دیا تو اپنی پھوپھی زاد ہمشیرہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے شادی کر دی۔ اس سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح اپنی کنیز حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سے کیا تھا جن کے بطن سے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تھے۔ جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب بن جحش رضی اللہ عنہا کو طلاق دے کر علیحدگی اختیار کر لی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شادی حضرت ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا سے کر دی جن کے بطن سے زید بن زید اور رقیہ پیدا ہوئیں۔ حضرت

زید بن زید رضی اللہ عنہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو طلاق دے کر درّۃ بنت ابی لہب بن عبدالمطلب سے شادی کر لی۔ بعدازاں انہیں طلاق دے کر ہند بنت العوام سے شادی کر لی۔

غزوۂ بدر کے علاوہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تمام غزوات میں شامل ہوئے اور غزوۂ موتہ میں جام شہادت نوش کیا۔ غزوۂ موتہ کے موقع پر آپ امیر لشکر تھے۔ اس کے علاوہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنا خلیفہ و جانشین مقرر فرمایا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جس لشکر میں بھی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو شامل ہونے کا حکم دیا تو انہیں ہمیشہ امیر لشکر بنا کر روانہ کیا۔ اگر وہ بقید حیات ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے جانشین ہوتے۔

حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ وہ (حضرت زید رضی اللہ عنہ) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات غزوات میں شریک ہوئے تھے اور آپ نے انہیں ہمارا امیر تعینات کیا تھا۔ حضرت امام واقدی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق حضرت زید رضی اللہ عنہ کا پہلا لشکر القردہ کی طرف روانہ ہوا، دوسرا لشکر الجموم کی طرف گیا، تیسرا لشکر العیص کی جانب، چوتھا لشکر الطرف کی جانب، پانچواں لشکر الحسمیٰ کی طرف، چھٹا لشکر ام قرفہ کی طرف اور ساتواں لشکر غزوۂ موت کی طرف روانہ ہوا۔ پچیس (۲۵) سال کی عمر میں غزوۂ موتہ میں آپ نے جام شہادت نوش کیا۔ قرآن کریم میں صراحتاً حضرت زید رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی مذکور ہے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے یوں فرمایا: اے زید! تم میرے آزاد کردہ غلام ہو، تمہاری ابتداء مجھ سے ہے اور تم میرے نزدیک تمام لوگوں سے زیادہ عزیز ہو۔

(تاریخ دمشق، رقم الحدیث ۴۵۸۳)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم بخدا! بے شک زید بن حارثہ امارت کے لائق ہیں اور بے شک وہ میرے ہاں تمام لوگوں سے محبوب تر ہیں۔ (ایضاً، رقم الحدیث ۴۵۸۶)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضرت زید بن حارثہ مدینہ میں آئے، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے حجرہ میں تشریف فرما تھے، انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا، آپ دروازے کی طرف بڑھے، ان کے گلے سے اپنا گلا ملایا اور ان کو بوسہ دیا۔

(جامع ترمذی، رقم الحدیث ۲۷۳۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا وظیفہ مجھ سے زیادہ مقرر فرمایا، میں نے اس زیادتی کی وجہ دریافت کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں تم سے زیادہ محبوب ہیں اور تمہارے باپ سے حضرت اسامہ کا والد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں زیادہ محبوب ہے۔ (الاصابہ فی تمیز الصحابہ، ج ۴، ص ۴۹۴)

3124 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ عَمِّيْ اَنَسُ بْنُ النَّضْرِ سُمِّيْتُ بِهٖ لَمْ يَشْهَدْ بَدْرًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَكَبُرَ عَلَيَّ فَقَالَ اَوَّلُ مَشْهَدٍ شَهِدَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غِبْتُ عَنْهُ اَمَا وَاللّٰهِ لَئِنْ اَرَانِي اللّٰهُ مَشْهَدًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا بَعْدُ لَيَرَيَنَّ اللّٰهُ مَا اَصْنَعُ قَالَ فَهَابَ اَنْ يَّقُوْلَ غَيْرَهَا فَشَهِدَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ اُحُدٍ مِّنَ الْعَامِ الْقَابِلِ فَاسْتَقْبَلَهُ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فَقَالَ يَا اَبَا عَمْرٍو اَيْنَ قَالَ وَاهًا لِرِيْحِ الْجَنَّةِ اَجِدُهَا دُوْنَ اُحُدٍ فَقَاتَلَ حَتّٰى قُتِلَ فَوُجِدَ فِيْ جَسَدِهٖ بِضْعٌ وَّثَمَانُوْنَ مِنْ بَيْنِ ضَرْبَةٍ وَّطَعْنَةٍ وَّرَمْيَةٍ فَقَالَتْ عَمَّتِي الرُّبَيِّعُ بِنْتُ النَّضْرِ فَمَا عَرَفْتُ اَخِي اِلَّا بِبَنَانِهٖ وَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میرے چچا حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ' جن کے نام پر میرا نام رکھا گیا' وہ غزوۂ بدر میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ شریک نہیں ہوئے تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں: میرے لیے یہ بات بڑی قابل افسوس تھی۔ یہ وہ پہلی جنگ تھی جس میں نبی اکرم ﷺ شریک ہوئے' اور میں اس میں شریک نہیں ہوا۔ اللہ کی قسم! اب اگر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کسی جنگ میں شرکت کا موقع دیا تو اللہ تعالیٰ اس چیز کو ظاہر کردے گا' جو میں کروں گا۔ انہوں نے اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا۔ پھر وہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ اگلے سال غزوۂ احد میں شریک ہوئے۔ ان کی ملاقات حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے ہوئی' تو وہ بولے' اے ابوعمرو! کہاں کا ارادہ ہے؟ تو حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: یہ اس طرف اُحد کے دوسری جانب سے مجھے جنت کی خوشبو محسوس ہو رہی ہے (حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) پھر انہوں نے جنگ میں شرکت کی اور شہید ہوگئے۔ ان کے جسم میں اَسّی سے زیادہ زخموں کے نشان تھے۔ میری پھوپھی ربیع بنت نضر نے کہا: میں نے اپنے بھائی کو صرف ان کی انگلیوں کے پوروں سے پہچانا ہے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی:

''وہ لوگ' جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے ہوئے عہد کو سچ ثابت کیا' ان میں سے بعض اپنی نذر کو پورا کر چکے ہیں' کچھ انتظار کر رہے ہیں انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3125 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيْلُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

متنِ حدیث: اَنَّ عَمَّهٗ غَابَ عَنْ قِتَالِ بَدْرٍ فَقَالَ غِبْتُ عَنْ اَوَّلِ قِتَالٍ قَاتَلَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُشْرِكِيْنَ لَئِنِ اللّٰهُ اَشْهَدَنِيْ قِتَالًا لِّلْمُشْرِكِيْنَ لَيَرَيَنَّ اللّٰهُ كَيْفَ اَصْنَعُ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ اُحُدٍ انْكَشَفَ الْمُسْلِمُوْنَ فَقَالَ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَبْرَاُ اِلَيْكَ مِمَّا جَآءَ بِهٖ هٰؤُلَآءِ يَعْنِي الْمُشْرِكِيْنَ وَاَعْتَذِرُ اِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَآءِ يَعْنِيْ اَصْحَابَهٗ ثُمَّ تَقَدَّمَ فَلَقِيَهٗ سَعْدٌ فَقَالَ يَا اَخِي مَا فَعَلْتَ اَنَا مَعَكَ فَلَمْ اَسْتَطِعْ اَنْ اَصْنَعَ مَا صَنَعَ فَوُجِدَ فِيْهِ بِضْعٌ وَّثَمَانُوْنَ مِنْ ضَرْبَةٍ بِسَيْفٍ وَّطَعْنَةٍ بِرُمْحٍ وَّرَمْيَةٍ بِسَهْمٍ فَكُنَّا نَقُوْلُ فِيْهِ وَفِيْ اَصْحَابِهٖ نَزَلَتْ (فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى

3124۔ اخرجه احمد (۳/ ۱۹٤)، ومسلم (٦/ ۱٤٢، ٦٤٣ - ابی) کتاب الامارة: باب: ثبوت الجنة للشهيد، حديث (۱٤۸ - ۱۹۰۳) من طريق سليمان بن المغيرة عن ثابت عن انس بن مالك به

نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ) قَالَ يَزِيْدُ يَعْنِيْ هٰذِهِ الْاٰيَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَاسْمُ عَمِّهٖ اَنَسُ بْنُ النَّضْرِ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ان کے چچا غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے۔ انہوں نے کہا یہ سب سے پہلی جنگ تھی جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے ساتھ مقابلہ کیا تھا اور میں اس میں شامل نہیں ہوا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے مشرکین کے ساتھ کسی جنگ میں دوبارہ شرکت کا موقع دیا تو اللہ تعالیٰ اس چیز کو ظاہر کر دے گا' جو میں کروں گا (حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) جب غزوۂ احد کا موقع آیا اور مسلمان اِدھر اُدھر بکھر گئے' تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ! ان لوگوں نے جو کیا' یعنی مشرکین نے جو کیا' میں اس سے تیری بارگاہ میں برأت پیش کرتا ہوں اور ان لوگوں نے جو کیا' یعنی ان کے ساتھیوں نے جو کیا' اس بارے میں' میں تیری بارگاہ میں معذرت پیش کرتا ہوں۔ پھر وہ آگے بڑھے تو ان کی ملاقات حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ انہوں نے کہا: اے میرے بھائی تم نے کیا کہا؟ میں آپ کے ساتھ ہوں (حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) لیکن میں وہ جوہر نہیں دکھا سکا جو انہوں نے دکھائے (حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) ان کے جسم پر اَسّی سے زیادہ تلوار اور نیزوں وغیرہ کے زخم تھے۔

ہم یہ سمجھتے تھے' ان کے اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

''ان میں سے بعض لوگوں نے اپنی نذر کو پورا کر لیا اور کچھ لوگ منتظر ہیں۔''

یزید نے یہ بات بیان کی ہے: اس سے مراد یہ آیت ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے چچا کا نام حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ تھا۔

3126 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقُدُّوْسِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَطَّارُ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ يَحْيٰى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ مُّوسٰى بْنِ طَلْحَةَ قَالَ

متنِ حدیث: دَخَلْتُ عَلٰى مُعَاوِيَةَ فَقَالَ اَلَا اُبَشِّرُكَ فَقُلْتُ بَلٰى قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: طَلْحَةُ مِمَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ مِنْ حَدِيْثِ مُعَاوِيَةَ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

اسنادِ دیگر: وَاِنَّمَا رُوِيَ هٰذَا عَنْ مُّوسٰى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ اَبِيْهِ

◆◆ موسیٰ بن طلحہ بیان کرتے ہیں، میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، انہوں نے فرمایا: کیا میں تمہیں خوشخبری سناؤں؟ میں نے جواب دیا: جی ہاں۔ تو انہوں نے فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے' طلحہ ان لوگوں میں شامل ہے' جنہوں نے اپنی نذر کو پورا کر دیا۔

3126- اخرجه ابن ماجه (١/٤٦): المقدمة: باب: فضل طلحة بن عبيد الله رضي الله عنه، حديث (١٢٦)، من طريق موسى بن طلحة عن معاوية بن ابي سفيان به.

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "غریب" ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی نقل کردہ اس حدیث کو ہم صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

یہی روایت موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ان کے والد (حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے۔

3127 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيٰى عَنْ مُوْسَى وَعِيْسٰى ابْنَىْ طَلْحَةَ عَنْ اَبِيْهِمَا طَلْحَةَ

متنِ حدیث: اَنَّ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا لِاَعْرَابِيٍّ جَاهِلٍ سَلْهُ عَمَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ مَنْ هُوَ وَكَانُوْا لَا يَجْتَرِئُوْنَ عَلٰى مَسْاَلَتِهٖ يُوَقِّرُوْنَهٗ وَيَهَابُوْنَهٗ فَسَاَلَهُ الْاَعْرَابِيُّ فَاَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ سَاَلَهٗ فَاَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ سَاَلَهٗ فَاَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ اِنِّيْ اطَّلَعْتُ مِنْ بَابِ الْمَسْجِدِ وَعَلَىَّ ثِيَابٌ خُضْرٌ فَلَمَّا رَاٰنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَيْنَ السَّائِلُ عَمَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ قَالَ اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ هٰذَا مِمَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ يُوْنُسَ بْنِ بُكَيْرٍ

◆◆ موسیٰ بن طلحہ اور عیسیٰ بن طلحہ اپنے والد حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں ایک دیہاتی جو ناواقف تھا' اس سے یہ کہا گیا: تم نبی اکرم ﷺ سے یہ سوال کرو، وہ کون سے لوگ ہیں' جنہوں نے اپنی نذر کو پورا کیا (حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خود تو نبی اکرم ﷺ سے یہ سوال کرنے کی جرأت نہیں رکھتے تھے' کیونکہ وہ نبی اکرم ﷺ کی تعظیم و توقیر کرتے تھے' اور (احترام کے طور پر) آپ ﷺ سے ڈرتے تھے۔ دیہاتی نے نبی اکرم ﷺ سے یہ سوال کیا' تو آپ ﷺ نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے پھر سوال کیا' تو آپ ﷺ نے پھر اسے کوئی جواب نہیں دیا (حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) اسی دوران میں مسجد کے دروازے سے اندر آیا، میں نے اس وقت بہتر لباس پہنا ہوا تھا۔ جب نبی اکرم ﷺ نے مجھے دیکھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ سوال کرنے والا شخص کہاں ہے؟ جس نے ان لوگوں کے بارے میں دریافت کیا تھا' جنہوں نے اپنی نذر کو پورا کرلیا؟ اس شخص نے عرض کی: میں ہوں! یارسول اللہ ﷺ! نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ (طلحہ) ان لوگوں میں شامل ہے' جنہوں نے اپنی نذر کو پورا کیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن غریب" ہے ہم اسے صرف یونس بن بکیر کے حوالے سے' منقول ہونے کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

صحابہ کرام کا اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے وعدہ کو پورا کرنا:

ارشادِ ربانی ہے:

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۝ (الاحزاب: ۲۳)

مومنوں میں کچھ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اپنے وعدہ کو سچا کر دکھایا جو انہوں نے اللہ سے کیا تھا۔ سو کچھ نے اپنی نذر

یوں پوری کردی اور ان میں سے بعض منتظر ہیں۔ اور انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی۔

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ اس آیت میں جس وعدۂ خداوندی کا تذکرہ ہے وہ یہ ہے:

وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ۗ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْـُٔوْلًا ○ (الاحزاب:۱۵)

اور بے شک انہوں نے اللہ سے پہلے وعدہ کیا تھا کہ وہ پیٹھ نہیں پھیریں گے، کیونکہ اللہ سے کیے ہوئے وعدہ کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

غزوۂ بدر میں عدم شرکت پر حسب معمول منافقین نے نفاق کی بنیاد پر زبانی کلامی اظہار افسوس کیا تھا کہ اگر ہم لڑائی میں شریک ہوتے تو ایسا کر دیتے ویسا کر دیتے لیکن غزوۂ احزاب کا موقع آیا تو انہوں نے پھر شرکت نہ کی۔ اس کے برعکس مسلمانوں نے غزوۂ بدر میں عدم شرکت کی وجہ سے واقعی دلی طور پر اظہار افسوس کیا اور آئندہ کسی غزوہ میں اس کوتاہی کے ازالہ کرنے کا پختہ وعدہ کیا تھا۔ بعض مسلمانوں میں غزوہ میں شریک نہ ہونے والے لوگوں میں حضرت انس بن نضر اور ان کے رفقاء تھے جنہیں بے حد افسوس ہوا تھا۔ آئندہ سال غزوہ احد میں یہ لوگ شریک ہوئے جن میں سے بعض نے جامِ شہادت نوش کیا لیکن بعض اس منصب پر فائز ہونے کے متمنی تھے۔ غزوۂ احد میں حضرت انس بن نضر اور حضرت سعد بن معاذ (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) کا مقابلہ ہوا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور ان کے جسم پر اسی (۸۰) سے زائد تلوار کے زخم آئے تھے جبکہ نیزوں کے زخم ان کے علاوہ تھے۔ ان کے ہاتھوں کے پوروں کے ذریعے ان کی نعش پہچانی گئی تھی۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں مسلمانوں کے عہد وپیمان کی تعریف کی گئی ہے۔

غزوۂ احزاب کے حوالے سے اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیے گئے وعدوں کے محامل:

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ دیکھا کہ دشمن کے مختلف گروہ کفار، مشرکین مکہ اور منافقین اجتماعی طور پر مدینہ پہنچ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر حملہ آور ہونے والے ہیں۔ غزوۂ احزاب (غزوۂ خندق) کے موقع پر ان کے لیے آزمائش ہے اور اس آزمائش کے بارے میں اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی اشارہ کر دیا تھا جس کا ذکر اس آیت میں ہے: اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ۗ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا ۔ (البقرہ:۲۱۴)

کیا تم نے یہ گمان کر لیا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو گے حالانکہ تم پر ایسی آزمائشوں کا نزول نہیں ہوا جو تم سے پہلے لوگوں پر ہوا تھا، ان پر مصائب آئیں اور وہ جھنجھوڑ دیے گئے۔

علامہ ابوحیان اندلسی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق مسلمانوں کو اپنی کامیابی (فتح) اور دخول جنت کا یقین تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے بطور پیشین گوئی فرمایا: نویں یا دسویں تاریخ کو کفار کی مختلف جماعتیں تم پر حملہ آور ہوں گی۔ انہوں نے دیکھا کہ مقررہ تاریخ میں حملہ آور ہونے کے لیے جماعتیں جمع ہو چکی ہیں تو انہوں نے خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو ہم سے وعدہ کیا گیا تھا وہ حق تھا۔ ایک

روایت کے مطابق خندق کھودنے کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کدال کی پہلی ضرب لگائی شام کا علاقہ دیکھ لیا، دوسری ضرب لگانے پر فارس کے علاقہ جات اور تیسری ضرب پر یمن کے علاقہ جات ملاحظہ کر لیے۔ زیر بحث آیت کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو اپنے اپنے خطوں میں دشمن کے مقابل فتح ونصرت ضرور حاصل ہوگی، یہ اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پختہ وعدہ ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو یقین دہانی کراتے ہوئے فرمایا تھا کہ ان کی مدد کی جائے گی اور وہ علاقوں کو ضرور فتح کریں گے۔ (البحر المحیط، ج۸، ص۴۶۸)

مجاہدین کو مردوں سے تعبیر کرنے کی وجہ:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں سے یہ عہد لیا گیا تھا کہ آئندہ جب بھی دشمن سے مقابلہ کا موقع آیا اور کفار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ آور ہوئے تو وہ استقامت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ثابت قدم رہیں گے۔ یہ وعدہ ان نفوس قدسیہ سے کیا گیا تھا: حضرت عثمان غنی، حضرت طلحہ، حضرت سعید بن زید، حضرت حمزہ، حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت انس بن نضر وغیرہ رضی اللہ عنہم۔ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ نذر مانی تھی جب بھی دشمن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ آور ہوں گے تو وہ ضرور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تحفظ ودفاع کرتے ہوئے نہایت ثابت قدم ہو کر قتال کریں گے حتیٰ کہ وہ جام شہادت نوش کر لیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب ان لوگوں سے وعدہ لیا گیا' تو انہیں (مسلمانوں کو) مردوں سے تعبیر کیا گیا تھا، اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کثیر ہے مثلاً جمادات اور نباتات وغیرہ۔ ان میں سے پہلا درجہ حیوانات کا ہے، دوسرا درجہ انسانوں کا ہے پھر انسانوں میں بھی اعلیٰ درجہ مردوں کا ہے، اور مردوں میں سے زیادہ بلند مرتبہ ایسے مردوں کا ہے جو ہمت وطاقت کا مظاہرہ کرنے والے ہوں۔

نذر ماننا مکروہ ہونے کے باوجود نذر ماننے کی تحسین کرنے کی وجہ:

زیر بحث آیت میں لفظ "نحب" استعمال ہوا ہے' جس سے مراد ایسی نذر ہے' جس کا پورا کرنا واجب ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے: **قضی فلان لحبہ** یعنی فلاں شخص نے اپنی نذر پوری کر دی۔ اور معصیت کے بارے میں نذر ماننا درست نہیں ہے' کیونکہ نذر اس کام کی مانی جا سکتی ہے جو عبادت مقصودہ کی جنس سے ہو اور اس کی تکمیل واجب ہوتی ہے۔ اس بارے میں ارشادِ خداوندی ہے:

وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ (الحج:۲۹) اور انہیں چاہیے کہ وہ اپنی نذریں پوری کریں۔

اس مقام پر سوال یہ ہے کہ جہاد کے بارے میں نذر ماننے والے مومنوں کی تحسین کی گئی ہے جبکہ ایسی نذر ماننے کو مکروہ قرار دیا گیا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نذر ماننے سے منع کرتے ہوئے فرمایا: نذر کسی چیز کو ٹال نہیں سکتی، محض بخیل شخص نذر مان کر عبادت کرتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۲۱۲۴)

اس سوال کا جواب یہ ہے:

(۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو عبادت کی نذر ماننے سے منع فرمایا ہے' جس کا دل عبادت کے لیے خوش نہ ہو مگر وہ جبراً اور تکلفاً عبادت کرتا ہو۔

(۲) اللہ تعالیٰ اس کا کوئی کام کر دے تو وہ اس کے عوض اس کی عبادت کرے گا حالانکہ عبادت محض اللہ تعالیٰ کی ہوتی ہے۔

(۳) اس روایت میں ایسے شخص کو نذر ماننے سے منع کیا گیا ہے کہ جس کا یہ نظریہ ہو کہ نذر کے ذریعے تقدیر ٹل جاتی ہے۔ تاہم جو محض رضاءِ الٰہی کے لیے نذر مانی گئی ہو، اس کی ممانعت نہیں ہے۔

(۴) اس آیت میں ان مومنوں کی نذر کا بیان ہے جنہوں نے محض رضاء الٰہی کے لیے نذر مانی تھی۔

جہاد کی نذر پوری کرنے والے صحابہ کے مصادیق ومحامل:

جہاد کی نذر ماننے اور اسے پورا کرنے والے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حوالے سے کثیر روایات ہیں جن میں سے چند ایک ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ احد سے واپس پلٹے تو راستہ میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ مقتول حالت میں پڑے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس کھڑے ہو کر دعا کی اور یہ آیت تلاوت فرمائی:

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا۝ (الاحزاب: ۲۳)

مومنوں میں کچھ ایسے ہمت والے لوگ ہیں جنہوں نے اس وعدہ کو سچا کر دکھایا جو انہوں نے اللہ سے کیا تھا، ان میں سے بعض نے اپنی نذر پوری کر دی اور ان میں سے بعض ایسے ہیں جو اس کے منتظر ہیں اور انہوں نے (اس میں) کوئی تبدیلی نہیں کی۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ یہ لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں شہداء ہیں، تم ان کے پاس جاؤ اور ان کی زیارت کرنے کی سعادت حاصل کرو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تا قیامت جو شخص بھی ان کو سلام کرے گا یہ اسے جواب دیں گے۔ (کنز العمال، ج ۱۰، ص ۳۸۱)

۲- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی کو اس سے خوشی ہو کہ وہ زمین پر اس آدمی کو چلتے ہوئے دیکھے جس نے اپنی نذر پوری کر دی ہے تو وہ طلحہ کو دیکھ لے۔ (مسند ابو یعلیٰ، رقم الحدیث ۴۸۹۸)

۳- حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جانب سے لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا، انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپاہیوں نے شہید کیا تھا، ان کی نعش کو دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ بہت پریشان ہوئے اور فرمایا: کاش اس لڑائی سے بیس سال قبل میں دنیا سے رخصت ہو گیا ہوتا۔ آپ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دی جن کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر نے شہید کر دیا تھا۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی بھی اطلاع دی جن کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے شکر نے شہید کیا تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ جنگوں سے کام آنے والے سب لوگ شہید تھے اور ان کا اجتہاد برحق تھا مگر جمہور علماء اسلام کا موقف ہے کہ اس مسئلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اجتہاد برحق تھا۔ (مسند ابو یعلیٰ، رقم الحدیث ۴۸۹۸)

۴- حضرت ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں فرماتے ہوئے سنا، جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ وہ زمین پر کسی شہید کو دیکھے وہ طلحہ بن عبید اللہ کو دیکھ لے۔ (الکشف مع البیان، ج ۸، ص ۴۴)

3128 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا

متنِ حدیث: قَالَتْ لَمَّا اُمِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَخْيِيْرِ اَزْوَاجِهِ بَدَاَ بِيْ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ اِنِّيْ ذَاكِرٌ لَكِ اَمْرًا فَلَا عَلَيْكِ اَنْ لَّا تَسْتَعْجِلِيْ حَتّٰى تَسْتَاْمِرِيْ اَبَوَيْكِ قَالَتْ وَقَدْ عَلِمَ اَنَّ اَبَوَایَ لَمْ يَكُوْنَا لِيَاْمُرَانِيْ بِفِرَاقِهٖ قَالَتْ ثُمَّ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ (يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ) حَتّٰى بَلَغَ (لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا) فَقُلْتُ فِيْ اَيِّ هٰذَا اَسْتَاْمِرُ اَبَوَيَّ فَاِنِّيْ اُرِيْدُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَفَعَلَ اَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ مَا فَعَلْتُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا اَيْضًا عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب نبی اکرم ﷺ کو یہ ہدایت کی گئی کہ وہ اپنی ازواج کو اختیار دیں تو نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے پہل کی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! میں تمہارے سامنے ایک معاملہ رکھنے لگا ہوں تم نے جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کرنا، بلکہ اپنے والدین سے مشورہ کرنا ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ یہ بات جانتے تھے کہ میرے والدین مجھے نبی اکرم ﷺ سے علیحدگی اختیار کرنے کی ہدایت نہیں کریں گے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں' پھر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

''اے نبی! تم اپنی ازواج سے یہ کہہ دو! اگر تم لوگ دنیاوی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو' تو آگے آؤ۔''

آپ ﷺ نے یہ آیت یہاں تک پڑھی:

''تم میں سے جو نیکی کرنے والی ہیں۔ ان کے لیے عظیم اجر ہے۔''

(سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں) میں نے عرض کی: کیا میں اس بارے میں اپنے والدین سے مشورہ کروں گی؟ میں اللہ' اس کے رسول ﷺ اور آخرت کو حاصل کرنا چاہتی ہوں۔

(سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں) نبی اکرم ﷺ کی دیگر ازواج نے بھی ویسا ہی کیا جو میں نے کیا تھا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت زہری کے حوالے سے' عروہ کے حوالے سے' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔

3128۔ اخرجه البخاري (۸/ ۳۸۰): كتاب التفسير: باب: (وان كنتن تردن الله و رسوله اجرا عظيما)، حديث (۴۷۸۶)، ومسلم (۵/ ۳۳۵ ۔ نووي) كتاب الطلاق: باب: بيان ان تخيير امراته لا يكون طلاقاً الا بالنية، حديث (۲۲/ ۱۴۷۵)، و النسائي (۶/ ۵۵): كتاب النكاح: باب: ما افترض الله عزوجل على رسوله صلى الله عليه وسلم وحرمه على خلقه ليزيده ان شاء الله قربة اليه، حديث (۳۲۰۱)، و اخرجه احمد (۶/ ۷۷، ۱۰۳، ۱۵۲، ۲۱۱، ۲۴۸)، من طريق الزهري عن ابي سلمة عن عائشة به.

شرح

زبانِ نبوی سے ازواجِ مطہرات کو طلاق کا اختیار دینا اور ازواج کا آپ کو اختیار کرنا:

ارشادِ ربانی ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا۝ (الاحزاب:۲۸)

''اے نبی! آپ اپنی ازواج کو فرمادیں اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کو پسند کرتی ہو تو تم آؤ میں تمہیں دنیا کی دولت دیتا ہوں اور میں تمہیں بہتر طریقہ سے رخصت (فراغت) کرتا ہوں''۔

اس آیت اور اس کے مابعد کی دو آیات کا شانِ نزول یہ بیان کیا گیا ہے کہ بنوقریظہ اور بنونضیر کی فتوحات کے نتیجہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمدنی میں اضافہ ہوا، ازواجِ مطہرات نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آمدن کے مطابق اخراجات بھی زیادہ فراہم کرنے کا مطالبہ کیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی طرف سے سادگی اپنانے کا حکم دیا گیا تھا اور آمدنی کے اضافہ کے ساتھ مسلمانوں کے مصارف میں بھی اضافہ ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا تھا کہ آپ اپنی ازواج میں اعلان فرادیں کہ وہ طلاق یا آپ دونوں امور میں سے ایک کو اختیار کرلیں۔ ساتھ ہی ایک ماہ تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواجِ مطہرات سے علیحدگی اختیار کرلی۔ دو امور میں سے ایک اختیار کرنے کے بارے میں سب سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اور ساتھ ہی حکم دیا کہ وہ اس بارے میں اپنے والدین سے بھی مشورہ کرسکتی ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے والدین سے مشورہ کیے بغیر علیحدگی اختیار کرنے کی بجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کیا اور بعدازاں دیگر ازواج النبی رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے آپ کی اقتداء میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور دیگر ازواج کی طرف سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نان ونفقہ میں اضافہ کرنے کا مطالبہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواجِ مطہرات سے ایک ماہ کے لیے علیحدگی اختیار کرلی تو یہ آیات نازل ہوئیں، جن میں ازواجِ مطہرات کو اختیار دیا کہ وہ قناعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے آپ کو یا علیحدگی اختیار کریں۔ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے عطا کردہ نفقہ پر قناعت کرتے ہوئے بخوشی آپ کو اختیار کرکے اللہ تعالیٰ کو خوش کرلیا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ لوگ حضور اقدس کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کررہے تھے اور انہیں داخل ہونے کی اجازت نہ دی گئی، ایسے ماحول میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آئے تو انہیں اندر جانے کی اجازت دے دی گئی، پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے داخل ہونے کی اجازت طلب کی جو انہیں بھی دے دی گئی۔ آپ داخل ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ پریشانی کی حالت میں تشریف فرما ہیں اور ازواجِ مطہرات آپ کے اردگرد بیٹھی ہوئی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دل میں خیال کیا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی بات کروں گا کہ آپ ہنس پڑیں گے اور آپ کی

پریشانی زائل ہو جائے گی۔ چنانچہ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کاش آپ ملاحظہ فرماتے کہ بنت خارجہ مجھ سے نان ونفقہ کا مطالبہ کرتیں تو میں ان کی گردن مروڑ دیتا، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے اور فرمایا: آپ لوگ جو ازواج کو میرے اردگرد بیٹھی ہوئی دیکھ رہے ہو یہ مجھ سے نان ونفقہ میں اضافہ کا مطالبہ کر رہی ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی گردن مروڑنے لگے اور کہہ رہے تھے کہ آپ لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی چیز کا مطالبہ کرتی ہیں جو آپ کے پاس نہیں ہے؟ انہوں نے جواباً عرض کیا: قسم بخدا! آئندہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس چیز کا مطالبہ نہیں کریں گی جو آپ کے پاس موجود نہ ہو۔ ایک ماہ تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ازواجِ مطہرات سے علیحدگی اختیار کر کے بالاخانہ میں رہائش پذیر رہے۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ازواجِ مطہرات کو طلاق کا اختیار دینے کی کیفیت اور وجہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ازواجِ مطہرات کو جو طلاق کا اختیار دیا گیا تھا، اس کی کیفیت مختلف تھی۔ حضرت قتادہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہما کے مطابق آپ کی جانب سے انہیں اختیار یہ دیا گیا تھا کہ وہ دنیا کو اختیار کر لیں یا آخرت کو اختیار کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں داخل رہیں مگر انہیں اپنے آپ پر طلاق واقع کر لینے کا اختیار حاصل نہیں تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت شعبی وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا گیا تھا کہ وہ اپنے آپ پر طلاق واقع کر کے علیحدگی اختیار کر لیں یا قناعت کرتے ہوئے آپ کی رفاقت و آخرت کو پسند کر لیں یعنی انہیں اپنے آپ پر طلاق واقع کر لینے کا اختیار دیا گیا تھا۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں نو ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن موجود تھیں:

(۱) حضرت عائشہ بنت صدیق اکبر (۲) حضرت حفصہ بنت عمر (۳) حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان (۴) حضرت سودہ بنت زمعہ (۵) حضرت ام سلمہ بنت ابی امیہ (۶) حضرت صفیہ بنت حی بن اخطب (۷) حضرت میمونہ بنت الحارث (۸) حضرت زینب بنت جحش الاسدیہ (۹) حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ازواجِ مطہرات کو طلاق کا اختیار دینے کی مشہور چار وجوہات تھیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیوی ملک اور آخرت کی نعمتوں میں انتخاب کا اختیار دیا گیا تو آپ نے آخرت کو اختیار کیا۔ پھر آپ کی طرف سے ازواجِ مطہرات کو بھی طلاق یا قناعت کی بنا پر رفاقت نبوی کا اختیار دیا گیا تاکہ ازواج کا حال بھی آپ کے حال کے مطابق ہو جائے۔

(۲) ازواجِ مطہرات ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس غرض سے حاضر ہوئیں کہ آپ سے اچھے کپڑوں، اچھے زیورات اور پرتکلف نان ونفقہ کا مطالبہ کریں۔

(۳) ازواجِ مطہرات نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر غیرت کھائی تو آپ نے ایک مہینہ ان سے الگ رہنے کا حلف اٹھا لیا۔

(۴) ازواجِ مطہرات نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی اشیاء کا مطالبہ کیا جو آپ کے پاس موجود نہیں تھیں۔ مثلاً حضرت

میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یمن کے حلوں کا مطالبہ کیا، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے سحولی کپڑوں کا مطالبہ کیا' حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دھاری دار چادروں کا مطالبہ کیا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مصری کپڑوں کا مطالبہ کیا، حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے خیبر کی چادر کا مطالبہ کیا، حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے سر پر استعمال ہونے والے کپڑوں کا مطالبہ کیا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کسی بھی چیز کا مطالبہ نہیں کیا تھا۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج۱۹ص۱۶۶)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی تفصیل:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے: (۱) وہ ازواجِ مطہرات جن کا آپ سے نکاح ہوا اور باقاعدہ ان کی رخصتی ہوئی۔ (۲) وہ ازواجِ مطہرات جن سے آپ کا نکاح ہوا اور رخصتی کے بعد ان کو طلاق دے دی گئی۔ (۳) وہ ازواجِ مطہرات جن سے آپ کا نکاح ہوا لیکن ان کی رخصتی نہیں ہوئی تھی۔

پہلی قسم کی ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت خدیجہ بنت خویلد (سب سے پہلی زوجہ) (۲) حضرت سودہ بنت زمعہ (۳) حضرت عائشہ بنت ابی بکر صدیق (۴) حضرت حفصہ بنت عمر (۵) حضرت ام سلمہ ہند بنت ابی امیہ (۶) حضرت جویریہ بنت الحارث (غزوہ مریسیع کے موقع پر قیدی بن کر آئیں (۷) حضرت زینب بنت جحش (۸) حضرت زینب بنت خزیمہ (۹) حضرت ریحانہ بنت زید (آپ بنوقریظہ یا بنونضیر سے متعلق تھیں، وہ قیدی بنائی گئیں اور انہیں آزاد کیا گیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں آئیں) (۱۰) حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان (۱۱) حضرت صفیہ بنت حی بن اخطب (حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد سے تھیں، قیدی بنا کر لائی گئیں اور انہیں آزاد کر کے نکاح کیا گیا) (۱۲) حضرت میمونہ بنت الحارث (۱۳) حضرت فاطمہ بنت ضحاک (۱۴) حضرت اسماء بنت النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

دوسری قسم کی ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعداد ستائیس (۲۷) تک پہنچتی ہے جن کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت ریحانہ بنت زید (۲) حضرت الکلابیہ (۳) حضرت اسماء بنت النعمان (۴) حضرت ملیکہ بنت کعب (۵) حضرت اسماء بنت الصلت السلمیہ (۶) حضرت ام شریک ازدیہ (۷) حضرت خولہ بنت ہذیل (۸) حضرت شراف بنت خالد (۹) حضرت لیلیٰ بنت الخطیم (۱۰) حضرت عمرہ بنت المعاویہ الکندیہ (۱۱) حضرت الجندعیہ بنت جندب (۱۲) حضرت الغفاریہ (۱۳) حضرت ہند بنت یزید (۱۴) حضرت صفیہ بنت بشامہ (۱۵) حضرت اُم ہانی (فاختہ بنت ابی طالب) (۱۶) حضرت ضباعہ بنت عامر (۱۷) حضرت حمزہ بنت عون المزنی (۱۸) حضرت سودہ قریشہ (۱۹) حضرت امامہ بنت حمزہ بن عبدالمطلب (۲۰) حضرت عزہ بنت ابی سفیان بن حرب (۲۱) حضرت کلبیہ (۲۲) المرأۃ العربیہ (ایک عربی النسل خاتون) (۲۳) حضرت ورہ بنت ابی سلمہ (۲۴) حضرت امیہ بنت شراحیل (۲۵) حضرت حبیبہ بنت سہیل (۲۶) حضرت فاطمہ بنت شریح (۲۷) حضرت عالیہ بنت ظبیان رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج۳ص۳۲۰)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت نو ازواجِ مطہرات اور دو کنیزیں آپ کے گھر موجود تھیں۔

3129 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ الْاَصْبَهَانِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِيْ سَلَمَةَ رَبِيبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا) فِيْ بَيْتِ اُمِّ سَلَمَةَ فَدَعَا فَاطِمَةَ وَحَسَنًا وَّحُسَيْنًا فَجَلَّلَهُمْ بِكِسَاءٍ وَّعَلِيٌّ خَلْفَ ظَهْرِهٖ فَجَلَّلَهٗ بِكِسَاءٍ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِيْ فَاَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا قَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ وَاَنَا مَعَهُمْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ قَالَ اَنْتِ عَلٰى مَكَانِكِ وَاَنْتِ عَلٰى خَيْرٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ عَطَاءٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِيْ سَلَمَةَ

حضرت عمر بن ابوسلمہ رضی اللہ عنہ جو نبی اکرم ﷺ کے سوتیلے صاحبزادے ہیں' وہ بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت نبی اکرم ﷺ پر نازل ہوئی:

''اے اہل بیت! بے شک' اللہ تعالیٰ تم سے گندگی کو دور کرنے کا ارادہ کرتا ہے' اور تمہیں اچھی طرح پاک کرنا چاہتا ہے۔''

نبی اکرم ﷺ اس وقت سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں موجود تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انہیں اپنی چادر میں لے لیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی پشت کے پیچھے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے انہیں بھی چادر میں لیا۔ پھر ارشاد فرمایا:

''اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں' تو ان سے گندگی کو دور کردے اور انہیں اچھی طرح پاک کردے۔''

تو سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: اے اللہ کے نبی ﷺ! کیا میں بھی ان کے ساتھ ہوں؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا اپنا مقام ہے، تم بھلائی کی جگہ پر ہو۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت عطاء کے حوالے سے' حضرت عمر بن ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہونے کے طور پر ''غریب'' ہے۔

3130 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ اَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

متنِ حدیث: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمُرُّ بِبَابِ فَاطِمَةَ سِتَّةَ اَشْهُرٍ اِذَا خَرَجَ اِلٰى صَلَاةِ الْفَجْرِ يَقُوْلُ الصَّلٰوةَ يَا اَهْلَ الْبَيْتِ (اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ اِنَّمَا نَعْرِفُهٗ مِنْ حَدِيْثِ حَمَّادٍ

3130- اخرجه احمد (۲۵۹/۳، ۲۸۵)، و عبد بن حميد (۳۶۷، ۳۶۸)، حديث (۱۲۲۳)، من طريق علي بن زيد عن انس بن مالك به

بْنِ سَلَمَةَ

فی الباب: قَالَ : وَفِي الْبَاب عَنْ اَبِي الْحَمْرَاءِ وَمَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ وَّاُمِّ سَلَمَةَ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کا چھ ماہ تک یہ معمول رہا' آپ ﷺ فجر کی نماز ادا کرنے کے لیے جاتے ہوئے' جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے کے پاس سے گزرتے تو یہ ارشاد فرماتے تھے:

''اے اہل بیت! نماز کا (وقت) ہو گیا ہے۔''

(ارشاد باری تعالیٰ ہے)

''اہل بیت! بے شک اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ تم سے گندگی کو دور کر دے اور تمہیں اچھی طرح پاک کر دے۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن'' ہے' اور اس سند کے حوالے سے ''غریب'' ہے۔ ہم اسے صرف حماد بن سلمہ سے منقول ہونے کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

اس بارے میں حضرت ابوحمراء رضی اللہ عنہ، حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ اور سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے احادیث منقول ہیں۔

شرح

دعا نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے چارتن کا اہل بیت میں شامل ہونا:

ارشاد ربانی ہے: اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا○ (الاحزاب:۳۳)

''اے رسول کے گھر والو! بیشک اللہ پسند کرتا ہے کہ تم سے نجاست کو دور کر دے اور وہ تمہیں خوب صاف ستھرا کرے''۔

اس آیت کا شان نزول حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے۔ اس آیت میں ''اہل البیت'' کے الفاظ استعمال ہوئے جن سے مراد ''ازواجِ مطہرات'' ہیں اور ان میں چہارتن یعنی حضرت امام حسن، حضرت امام حسین، حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو شامل کرنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رب العزت کے حضور دعا کی جو قبول کر لی گئی۔

اس کے علاوہ دعا کرنے کی وجوہات حسب ذیل ہیں:

(۱) اس آیت کا اولین مصداق ''ازواجِ مطہرات'' تھیں جن میں چہارتن شامل نہیں تھے اور چہارتن کو ان کے ساتھ ملانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصی دعا کی جس کے نتیجہ میں یہ افراد بھی آیت کے مصداق میں شامل کر لیے گئے۔

(۲) جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے چہارتن کو اپنی چادر میں چھپایا تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی چادر میں داخل ہونا چاہتی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی جگہ پر رہو جو خیر پر مبنی ہے۔ اس موقع پر اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں یہ آیت نازل ہوئی۔

آیت تطہیر سے امہات المومنین مراد ہونا:

آیت تطہیر کا اولین مصداق ازواجِ مطہرات ہیں۔ ان کی عظمت یوں بیان کی گئی ہے:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ (الاحزاب:۳۲)
''اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں جیسی نہیں ہو''۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے دو حصے کیے تو مجھے بہترین حصہ میں رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: و اصحاب الیمین و اصحاب الشمال (دائیں ہاتھ والے اور بائیں ہاتھ والے) میں دائیں ہاتھ والے لوگوں میں سے ہوں اور دائیں ہاتھ والوں میں سب سے بہتر ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہی کی تین اقسام فرمائیں: فاصحاب المیمنة و السابقون الاولون، میں سابقوں میں سے ہوں اور سابقون میں سے بھی سب سے افضل۔ پھر ثالث سے قبائل بنائے تو مجھے بہترین قبیلہ میں رکھا اور اس بارے میں یہ ارشاد ربانی نازل ہوا: وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ (الحجرات:۱۳) اور ہم نے تمہیں گروہوں اور قبائل میں تقسیم کر دیا تاکہ تمہاری پہچان ہو۔ بیشک اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ معزز وہ شخص ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔

آیت تطہیر سے مراد اہل بیت اطہار ہونا:

آیت تطہیر کا ایک مصداق اہل بیت اطہار ہیں۔ اس سلسلہ میں چند ایک دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حج کے موقع پر اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور اعلان کیا: میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں جب تک تم انہیں تھامے رہو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ (المعجم الکبیر، رقم الحدیث ۲۶۸۰)

(۲) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! میں محض ایک بشر ہوں، میرے پاس جلد اللہ کا سفر آئے گا اور میں اس کی دعوت کو قبول کروں گا۔ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں: (۱) کتاب اللہ جو ہدایت و نور ہے، اسے مضبوطی کے ساتھ تھامو، پھر آپ نے قرآن کریم کی ترغیب دلائی۔ (۲) وہ میری اولاد و اہل بیت ہیں، میں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں۔ حضرت حصین رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: آپ کے اہل بیت اطہار کون لوگ ہیں؟ کیا ازواجِ مطہرات اہل بیت نہیں ہیں؟ انہوں نے جواب میں کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات اہل بیت میں شامل ہیں مگر اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ پھر سوال کیا گیا: وہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: وہ آل علی، آل جعفر اور آل عباس ہیں۔ (سنن نسائی، رقم الحدیث:۸۱۷۵)

آیت تطہیر سے مراد ازواجِ مطہرات اور اولاد رسول ہونے پر احادیث مبارکہ:

آیت تطہیر کا مصداق ازواجِ مطہرات اور اولاد رسول ہونا احادیث سے ثابت ہے جن میں سے چند ایک ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

(۱) غزوہ بنوالمصطلق کے موقع پر بعض منافقین کی طرف سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت عائد کی گئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی برأت اور پاک دامن ہونے کے بارے میں فرمایا:

اے مسلمانو! تم میں سے میری مدد کون کرے گا جس کی اذیت میری بیوی تک پہنچی ہے؟ قسم بخدا! مجھے اپنی بیوی کے بارے

میں سوا خیر کے کسی چیز کا علم نہیں ہے۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۷۷۰)

(۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنی بیوی سے جماع کرتے وقت یہ دعا کرے: بسم اللہ! اے اللہ تو شیطان کو ہم سے دور رکھ، جو چیز (بچہ) تو ہمیں جو عنایت کرے اس کو بھی شیطان سے محفوظ رکھ' پھر جوان کے ہاں بچہ پیدا ہوگا شیطان اسے نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۱۹۱۹)

ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن بھی اہل بیت ہیں مگر ایسی اہل بیت نہیں ہیں جن پر زکوٰۃ و خیرات حرام ہے' کیونکہ وہ اہل بیت آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔

حضرت فاطمہ اور ازواجِ مطہرات کی افضلیت کے بارے میں محاکمہ:

قرآن کریم نے صراحتاً ازواجِ مطہرات کو بے مثل خواتین قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا: اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی مثل نہیں ہو۔ (الاحزاب: ۳۲) دوسری جگہ ان کی عظمت و فضیلت بیان کرتے ہوئے انہیں مسلمانوں کی مائیں قرار دیا ہے: وازواجہ امهاتکم یعنی نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں تمہاری مائیں ہیں''۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چہیتی بیٹی اور جنتی خواتین کی سردار قرار دیا ہے۔

سوال یہ ہے کہ ازواجِ مطہرات کی فضیلت زیادہ ہے یا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عظمت زیادہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ازواجِ مطہرات امہات المومنین اور عام عورتوں کی مثل نہ ہونے کی وجہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے افضل ہیں لیکن بعض حیثیات سے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ازواجِ مطہرات سے افضل ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے جسم کا ٹکڑا قرار دیا اس لحاظ سے وہ خلفاء اربعہ سے بھی افضل ہیں۔ (تفسیر روح المعانی ج ۲۲ ص ۶)

3131 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا دَاوُدُ بْنُ الزِّبْرِقَانِ عَنْ دَاوُدَ بْنِ اَبِي هِنْدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا

متنِ حدیث: قَالَتْ لَوْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاتِمًا شَيْئًا مِّنَ الْوَحْيِ لَكَتَمَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ) يَعْنِيْ بِالْاِسْلَامِ (وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ) يَعْنِيْ بِالْعِتْقِ فَاَعْتَقْتَهُ (اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَاهُ) اِلٰى قَوْلِهٖ (وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا) وَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا تَزَوَّجَهَا قَالُوْا تَزَوَّجَ حَلِيْلَةَ ابْنِهٖ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى (مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ) وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبَنَّاهُ وَهُوَ صَغِيْرٌ فَلَبِثَ حَتّٰى صَارَ رَجُلًا يُّقَالُ لَهٗ زَيْدُ بْنُ مُحَمَّدٍ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ (اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَائِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْا اٰبَاءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ) فُلَانٌ مَوْلٰى فُلَانٍ وَّفُلَانٌ اَخُوْ فُلَانٍ (هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ) يَعْنِيْ اَعْدَلُ

3131ـ اخرجه احمد (٦/ ٢٤١، ٢٦٦) من طريق داؤد بن ابى هند عن الشعبى عن عائشة به.

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰی: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

اسنادِ دیگر: قَدْ رُوِیَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ اَبِیْ هِنْدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ لَوْ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاتِمًا شَيْئًا مِّنَ الْوَحْيِ لَكَتَمَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ) هٰذَا الْحَرْفُ لَمْ يُرْوَ بِطُوْلِهٖ حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَضَّاحٍ الْكُوْفِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ اَبِیْ هِنْدٍ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اگر نبی اکرم ﷺ نے وحی میں سے کوئی چیز چھپانا ہوتی، تو آپ ﷺ اس آیت کو چھپاتے۔

"اور جب تم نے اس شخص سے یہ کہا: جس پر اللہ تعالیٰ نے احسان کیا تھا اور تم نے بھی احسان کیا تھا۔"

(نبی اکرم ﷺ کا احسان یہ تھا) کہ آپ ﷺ نے اسے آزاد کر دیا تھا۔

"تم اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور تم اپنے دل میں اس چیز کو پوشیدہ رکھتے تھے، جسے اللہ تعالیٰ نے ظاہر کر دینا تھا اور تم لوگوں سے ڈر رہے تھے، حالانکہ اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔"

یہ آیت یہاں تک ہے:

"اللہ تعالیٰ کا حکم پورا ہوتا ہے۔"

نبی اکرم ﷺ نے جب اس خاتون کے ساتھ شادی کی، تو لوگوں نے کہا: انہوں نے اپنے بیٹے کی بیوی کے ساتھ شادی کر لی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

"محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے، کسی شخص کے والد نہیں ہیں، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور انبیاء کے سلسلے کو ختم کرنے والے ہیں۔"

نبی اکرم ﷺ نے ان صاحب کو "اپنا منہ بولا بیٹا" بنایا تھا، جب وہ چھوٹے تھے، اس کے بعد یہی صورتحال رہی، یہاں تک کہ وہ بڑے ہو گئے اور انہیں زید بن محمد کہا جانے لگا تو اللہ تعالیٰ نے (اس مسئلے کے بارے میں) یہ حکم نازل کیا:

"تم ایسے لوگوں کو ان کے حقیقی باپ کے حوالے سے، بلاؤ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ انصاف کے زیادہ قریب ہے، اگر تمہیں ان لوگوں کے حقیقی باپ کے بارے میں علم نہ ہو، تو وہ تمہارے دینی بھائی اور تمہارے آزاد کردہ غلام ہیں"

(یہ کہنا) فلاں، فلاں کا آزاد کردہ غلام ہے، فلاں، فلاں کا (دینی بھائی) ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انصاف کے زیادہ قریب ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ "حدیث غریب" ہے۔ یہی روایت داؤد کے حوالے سے، شعبی کے حوالے سے، مسروق کے حوالے سے، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔ وہ فرماتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے وحی میں سے اگر کسی چیز کو چھپانا ہوتا تو آپ ﷺ اس آیت کو چھپاتے۔

"جب تم نے اس شخص سے یہ کہا جس پر اللہ نے انعام کیا تھا اور تم نے بھی اس پر انعام کیا تھا"

یہ قصہ پوری طوالت کے ساتھ روایت نہیں کیا گیا۔

یہی روایت عبداللہ کے حوالے سے عبداللہ بن ادریس کے حوالے سے داؤد سے منقول ہے۔

3132 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبَانَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ عَنْ دَاوُدَ بْنِ اَبِیْ هِنْدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ

متنِ حدیث: لَوْ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاتِمًا شَيْئًا مِّنَ الْوَحْيِ لَكَتَمَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ) الْاٰيَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اگر کسی چیز کو چھپانا ہوتا' تو آپ ﷺ اس آیت کو چھپاتے۔

"اور جب تم نے اس شخص سے یہ کہا تھا جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا تھا اور تم نے بھی اس پر انعام کیا تھا"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3133 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

متنِ حدیث: قَالَ مَا كُنَّا نَدْعُو زَيْدَ ابْنَ حَارِثَةَ اِلَّا زَيْدَ ابْنَ مُحَمَّدٍ حَتّٰى نَزَلَ الْقُرْاٰنُ (اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ)

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: پہلے ہم حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو زید بن محمد کہا کرتے تھے، یہاں تک کہ قرآن کا یہ حکم نازل ہوا۔

"تم ایسے لوگوں کو ان کے حقیقی باپ کے حوالے سے بلاؤ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک انصاف کے زیادہ قریب ہے"۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3134 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ قَزَعَةَ الْبَصْرِیُّ حَدَّثَنَا مَسْلَمَةُ بْنُ عَلْقَمَةَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ اَبِیْ هِنْدٍ عَنْ عَامِرٍ الشَّعْبِيِّ فِیْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِجَالِكُمْ) قَالَ مَا كَانَ لِيَعِيْشَ لَهٗ فِيكُمْ وَلَدٌ ذَكَرٌ

3133۔ اخرجه البخاری (۳۷۷/۸): كتاب التفسير: باب: (ادعوهم لا بائهم هو اقسط عند لله) حديث (۴۷۸۲)، و مسلم (۲۷۹/۸ - ابی): كتاب فضائل الصحابة۔ رضی الله عنهم باب: فضل زيد بن حارثة، و اسامة بن زيد رضی الله عنهما، حديث (۲۴۲۵،۶۲)، و اخرجه احمد (۷۷/۲)، من طريق موسى بن عقبة عن سالم بن عبد الله عن عبد الله بن عمر به۔

◆◆ عامر شعبی اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔
''محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی شخص کے والد نہیں ہیں۔''
شعبی کہتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے: ان کا کوئی بھی بیٹا تمہارے درمیان زندہ نہیں رہا۔

شرح

متبنّیٰ کی بیوی سے نکاح کرنے کے بارے میں آیات کا شانِ نزول:

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ قبیلہ کعب کے فرد تھے، جب وہ قریب البلوغ ہوئے تو والدہ محترمہ انہیں لے کر میکے گئیں، دشمن نے قبیلہ پر حملہ کر دیا۔ جہاں انہوں نے مال و دولت لوٹا وہاں حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بھی لوٹ کر لے گئے اور انہیں مکہ معظمہ کے عکاظ بازار میں فروخت کر دیا۔

حکیم بن حرام نے انہیں چار سو درہم میں خرید کر اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کو بطور ہدیہ (تحفہ) پیش کر دیا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا تو انہوں نے آپ کے حضور انہیں بطور خادم پیش کر دیا۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے والد آپ کی تلاش میں سرگرداں اور پریشان تھے، قبیلہ کے لوگوں نے حج کے موقع پر انہیں پہچان لیا اور واپسی پر حارثہ کو اس سے مطلع کر دیا۔ حارثہ اپنے بھائی کعب کو ساتھ لے کر مکہ مکرمہ میں آئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کر کے اپنے بیٹے زید کو اپنے ساتھ لے جانے اور معاوضہ پیش کرنے کے بارے میں کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ زید کو بلا کر اس سے پوچھ لو کہ وہ تمہارے ساتھ جانا پسند کرتا ہے یا نہیں؟ بصورت اوّل بغیر معاوضہ کے انہیں تم اپنے ساتھ لے جا سکتے ہو۔ بصورت دیگر میں انہیں تمہارے ساتھ جانے کے لیے مجبور نہیں کر سکتا۔ پھر زید کو طلب کیا گیا، ان سے دریافت کیا گیا کہ تم انہیں جانتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں! یہ ایک میرے والد ہیں اور دوسرے میرے چچا ہیں۔ پھر انہیں ان کے ساتھ جانے کا اختیار دیا گیا لیکن انہوں نے یہ بات کہتے ہوئے ساتھ جانے سے انکار کر دیا: میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے والد اور چچا دونوں محروم ہو کر واپس پلٹ گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حطیم کعبہ میں لے جا کر اعلان کیا: آج کے بعد زید میرا بیٹا ہے۔

بعد ازاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے کرنے کی کوشش کی، چونکہ حضرت زید رضی اللہ عنہ پر غلامی کا داغ تھا تو حضرت زینب اور ان کے بھائیوں نے اس کو پسند نہ کیا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝ (الاحزاب: ۳۶)

''کسی مومن مرد اور مومن عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ جب کسی معاملہ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فیصلہ کردیں تو پھر اس میں اختیار رہو، پس جس شخص نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی بیشک وہ کھلی گمراہی میں ہے''۔

اس آیت کے مطابق حضرت زینب اور ان کے بھائی حضرت زید رضی اللہ عنہ سے نکاح کے لیے رضامند ہو گئے تو یہ نکاح ہو گیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوشش سے حضرت زینب اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے درمیان نکاح ہو گیا مگر دونوں کی طبیعت میں اتحاد کی بجائے تفاوت تھا اور دونوں میں نبھا دشوار ہونے لگا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کرتے تو آپ انہیں سمجھاتے کہ تم اس نکاح کو نبھانے کی کوشش کرو' کیونکہ طلاق کی صورت میں مخالفین کو طعنہ زنی کا موقع میسر آجائے گا۔ ارشاد خداوندی: امسك علیك زوجك واتق الله کا بھی یہی مفہوم ہے۔

وقت کے تقاضا کے مطابق حضرت زید رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دے دی۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ فارغ ہو گئے اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا عدت گزارنے لگیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے دلجوئی کرنے اور ان کی پریشانی دور کرنے کے لیے سوچنے لگے اور بالآخر یہ فیصلہ کیا کہ عدت پوری ہونے پر ان سے نکاح کرلیا جائے، کیونکہ متبنّیٰ کی مطلقہ سے نکاح کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہونے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کرلیا۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کرتے ہی مخالفین کی طرف سے طوفان بدتمیزی برپا ہو گیا اور لوگوں نے کہنا شروع کردیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرلیا ہے جو درست نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مخالفین کے منہ بند کرنے اور مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝ (الاحزاب: ۴۰) ''(حضرت) محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن آپ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے''۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی بالغ بیٹا نہیں اور آپ کسی مرد کے باپ نہیں ہیں لیکن آپ رسول خدا اور آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم حقیقی باپ نہیں ہیں کہ ان کی بیوی آپ کی حقیقی بہو ہونے کی وجہ سے آپ کا اس سے نکاح منع ہو' لہٰذا حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح درست ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اس میں کیا مضائقہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی صاحبزادہ حد بلوغ کو نہیں پہنچا مگر پوری امت آپ کی روحانی اولاد ہے اور سابقہ امتوں کے مومن آپ کے روحانی پوتے ہیں جبکہ تمام انبیاء و رسل کی نبوت کا فیضان آپ صلی اللہ علیہ

وسلم سے جاری ہوا کہ اول و آخر اور خاتم النبیین بھی آپ ہیں۔ تمام انبیاء علیہم السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض یافتہ اور مقتدی ہیں' کیونکہ امام الانبیاء کے منصب پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات فائز ہے۔

3135 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيْرٍ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ اُمِّ عُمَارَةَ الْاَنْصَارِيَّةِ

متنِ حدیث: اَنَّهَا اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ مَا اَرٰى كُلَّ شَيْءٍ اِلَّا لِلرِّجَالِ وَمَا اَرٰى النِّسَاءَ يُذْكَرْنَ بِشَيْءٍ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ) الْاٰيَةَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَّاِنَّمَا نَعْرِفُ هٰذَا الْحَدِيْثَ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ سیدہ اُمّ عمارہ انصاریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں' انہوں نے عرض کی: کیا وجہ ہے کہ میں یہ دیکھتی ہوں' ہر چیز مردوں کے لیے ہے' مجھے عورتوں کے بارے میں نظر نہیں آیا کہ ان کا کسی حوالے سے ذکر کیا گیا ہو؟ تو اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

''بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں' مومن مرد اور مومن عورتیں''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

قرآن کریم میں مردوں کے ساتھ خواتین کا ذکر دوش بدوش ہونا:

ارشادِ خداوندی ہے:

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَ الْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَ الصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ○ (الاحزاب: ۳۵)

''بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مومن مرد اور مومن عورتیں، اطاعت شعار مرد اور اطاعت شعار عورتیں، سچے مرد اور سچی عورتیں، صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، عاجزی پسند مرد اور عاجزی پسند عورتیں، صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں، روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والی عورتیں، اللہ کا بکثرت ذکر کرنے والے مرد اور اللہ کو بکثرت یاد کرنے والی عورتیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے''۔

اس کا شان نزول حدیث باب میں بیان کیا گیا ہے۔ بعض ازواجِ مطہرات نے ذکر کیا کہ قرآن کریم میں مردوں کا تذکرہ بکثرت موجود ہے اوران کے مقابل خواتین کا ذکر نہیں ہے یا بعض صالح خواتین نے خیال کیا کہ سورہ احزاب کے چوتھے رکوع میں محض ازواجِ مطہرات کا تذکرہ تو موجود ہے لیکن عام خواتین کا تذکرہ نہیں ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں مختلف اوصاف کے اعتبار سے مردوں کا تذکرہ ہے اوران کے دوش بدوش عام خواتین کا تذکرہ بھی ہوا۔ علاوہ ازیں احکام خداوندی کے لیے خواہ تذکیر کے صیغے استعمال ہوئے ہیں مگر عمل کے اعتبار سے ان میں خواتین بھی شامل ہیں۔ مذکر کے صیغے محض مردوں کی فضیلت کے لیے استعمال کیے گئے ہیں۔ مثلاً نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، روزے رکھنا اور بیت اللہ کا حج کرنا وغیرہ۔

3136 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّیُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ

متنِ حدیث: قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةَ (وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ) فِيْ شَاْنِ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ جَآءَ زَيْدٌ يَّشْكُو فَهَمَّ بِطَلَاقِهَا فَاسْتَاْمَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی۔

''تم اپنے من میں اس چیز کو چھپا رکھتے تھے جسے اللہ تعالیٰ ظاہر کرنا چاہتا تھا اور تم لوگوں سے ڈر گئے تھے۔''

یہ آیت سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ آئے اورانہوں نے ان کی شکایت کرتے ہوئے انہیں طلاق دینے کا ارادہ ظاہر کیا اور نبی اکرم ﷺ سے مشورہ مانگا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اس کے الفاظ قرآن میں یوں استعمال ہوئے ہیں:

''تم اپنی بیوی کو روکے رکھو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

3137 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ

متنِ حدیث: نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِيْ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ (فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا) قَالَ فَكَانَتْ تَفْخَرُ عَلٰى اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُوْلُ زَوَّجَكُنَّ اَهْلُوكُنَّ وَزَوَّجَنِي اللّٰهُ مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمَاوَاتٍ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب سیّدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

3136- اخرجه البخاری (۳۸۳/۸): كتاب التفسير: باب: (وتخفي في نفسك ما الله مبديه، و تخشى الناس، و الله احق ان تخشاه)، حديث (۴۷۸۷)، من طريق ثابت عن انس بن مالك به.

"جب زید نے اس عورت سے اپنی غرض کو پورا کرلیا تو ہم نے اس عورت کی شادی تمہارے ساتھ کردی۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وہ خاتون اس بارے میں نبی اکرم ﷺ کی دیگر ازواج کے سامنے فخر کرتے ہوئے کہا کرتی تھیں: تم لوگوں کی شادی تمہارے گھر والوں نے کی ہے اور میری شادی اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں پر سے کی ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3138 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسٰى عَنْ اِسْرَآئِيلَ عَنِ السُّدِّيِّ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ اَبِىْ طَالِبٍ

متنِ حدیث: قَالَتْ خَطَبَنِىْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاعْتَذَرْتُ اِلَيْهِ فَعَذَرَنِىْ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى (اِنَّا اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ اللَّاتِىْ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنَاتِ عَمِّكَ وَبَنَاتِ عَمَّاتِكَ وَبَنَاتِ خَالِكَ وَبَنَاتِ خَالَاتِكَ اللَّاتِىْ هَاجَرْنَ مَعَكَ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِىِّ) الْاٰيَةَ قَالَتْ فَلَمْ اَكُنْ اَحِلُّ لَهٗ لِاَنِّىْ لَمْ اُهَاجِرْ كُنْتُ مِنَ الطُّلَقَاءِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ السُّدِّيِّ

◆◆ سیدہ اُمِ ہانی بنت ابوطالب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجھے نکاح کا پیغام بھیجا تو میں نے آپ ﷺ کی خدمت میں عذر پیش کیا۔ آپ ﷺ نے میرے عذر کو قبول کیا پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

"اے نبی! ہم نے تمہارے لیے ان بیویوں کو حلال قرار دیا ہے جن کے مہر تم ادا کر دیتے ہو اور ان عورتوں کو بھی (حلال) قرار دیا ہے جو تمہاری ملکیت میں ہیں اور جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں مال فے کے طور پر عطا کیں اور (اللہ نے تمہارے لیے حلال کیا ہے) تمہارے چچا کی بیٹیوں کو تمہاری پھوپھی کی بیٹیوں کو تمہارے ماموں کی بیٹیوں کو اور تمہاری خالہ کی بیٹیوں کو جنہوں نے تمہارے ساتھ ہجرت کی اور ہر مومن عورت کو (تمہارے لیے حلال قرار دیا ہے) اگر وہ اپنے آپ کو نبی کے لیے ہبہ کردے۔"

سیدہ اُمِ ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: یوں میں نبی اکرم ﷺ کے لیے حلال نہیں ہوتی تھی کیونکہ میں نے ہجرت نہیں کی تھی میں ان لوگوں میں سے تھی جنہوں نے فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔ ہم اس روایت کو صرف سدی کی نقل کردہ روایت کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا تعارف:

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی طلاق کے بعد ۵ھ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ

عنہا سے نکاح کیا اور نکاح کے وقت ان کی عمر پینتیس (۳۵) سال تھی۔

آپ وہ خاتون ہیں جنہوں نے سب سے پہلے ہجرت کی تھی۔ آپ کا شمار ان خواتین میں ہوتا ہے جو بکثرت صدقہ وخیرات اور اعمال صالحہ کرنے والی تھیں۔ اصل نام ''برہ'' تھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نام تبدیل کر کے ''زینب'' رکھا اور ان کی کنیت ''ام الحکم'' تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سب خواتین سے زیادہ صادقہ، نیکوکارہ، اللہ سے ڈرنے والی، امانتدار اور صدقہ وخیرات کرنے والی تھیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب منافقین کی طرف سے مجھ پر تہمت عائد کی گئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے میرے چال چلن کے بارے میں دریافت کیا' کیونکہ تمام ازواجِ مطہرات میں میرے مقابل یہی تھیں۔ انہوں نے جواباً عرض کیا: یارسول اللہ! ان کے تقویٰ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں محفوظ رکھا ہے۔ میں اپنے کانوں اور اپنی آنکھوں کی حفاظت کرتی ہوں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وصال سے قبل فرمایا تھا کہ تم میں سے جس کے ہاتھ سب سے لمبے ہیں وہ سب سے پہلے مجھے ملے گی، ہم ایک دوسرے کے ہاتھ ناپنے شروع کر دیئے اور سب سے طویل ہاتھ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے تھے، کیونکہ آپ سب سے زیادہ صدقہ وخیرات کرنے والی اور سخی تھیں۔
(صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۴۵۲)

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ۲۰ ہجری میں وصال ہوا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ وصال کے وقت آپ کی عمر پچاس یا ترپن سال تھی۔

سوال: جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں متعدد ازواجِ مطہرات موجود تھیں تو پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کیوں کیا؟

جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قضا وقدر اور اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے مطابق حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے عقد فرمایا تھا۔ سابقہ انبیاء اور رسل کی سیرت سے بھی اس کا جواز ثابت ہوتا ہے، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض درست نہیں ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے حرم میں تین سو ازواج اور تین سو کنیزیں تھیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے حرم میں تین سو ازواج اور سات سو کنیزیں تھیں۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ص ۱۸۷)

دنیا کی عبادات میں سے نکاح ایسی عبادت ہے جو جنت میں بھی مسلمان کو حاصل ہوگی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا میں صرف تین چیزوں کی محبت میرے دل میں ڈالی گئی ہے: (۱) خوشبو (۲) عورتیں (۳) نماز۔

بکثرت ذکر الٰہی کرنے کی فضیلت واہمیت احادیث کی روشنی میں:

ہمہ وقت ذکر اللہ کرنا اور بکثرت اللہ کو یاد کرنے کی فضیلت واہمیت قرآن وحدیث میں بیان کی گئی ہے۔ اس بارے میں چند ایک احادیث مبارکہ حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا گیا کہ قیامت کے دن سب سے افضل درجہ کس کا ہوگا؟

آپ نے جواب میں فرمایا: بکثرت ذکر اللہ کرنے والے مردوں اور عورتوں کا۔ میں نے پھر دریافت کیا: یارسول اللہ! ان کا درجہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والوں سے بھی بلند ہوگا؟ آپ نے جواب میں فرمایا: جو شخص کفار و مشرکین سے جہاد کرتا ہوا زخمی ہوکر خون میں نہا جائے، بکثرت ذکر کرنے والے کا درجہ اس سے بھی اونچا ہوگا۔ (مسند امام احمد، رقم الحدیث: ۱۴۰۱)

(۲) حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھ پر بہت سے احکام لازم ہوتے ہیں، آپ مجھے ایک کے انتخاب کا حکم دیں جسے میں مضبوطی سے تھام لوں اور اس کا التزام کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ہمیشہ ذکر اللہ میں رطب اللسان رہو۔

(۳) حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں تمہارے ان اعمال کی خبر نہ دوں جو اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے افضل، سب سے پاکیزہ، درجات کو بلند کرنے والے، تمہارے ہاں سونا چاندی صدقہ کرنے سے بہتر اور جہاد فی سبیل اللہ میں گردنیں کاٹ دینے یا گردنیں کٹوا دینے سے بہتر ہوں؟ صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہاں! ضرور ارشاد فرمائیں! آپ نے فرمایا: وہ اللہ کا بکثرت ذکر ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کے ذکر سے بڑھ کر کوئی چیز عذاب خداوندی کو روکنے والی نہیں ہے۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۳۷۹)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی مرد کے باپ نہ ہونے کا مفہوم:

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنّی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی اور عدت پوری ہونے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کر لیا تھا جس کے جواز میں کوئی قباحت نہیں تھی لیکن مخالفین کی طرف سے اس مسئلہ پر طوفان بدتمیزی برپا کیا گیا تھا جس کا جواب اس آیت میں دیا گیا ہے۔ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی بیٹے نہیں ہیں بلکہ متبنّی ہیں جن پر ممانعت نکاح والا قانون جاری نہیں ہوتا۔ ظاہری زمانہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بالغ صاحبزادہ موجود نہیں تھا۔ آپ کے نسبی صاحبزادے چار تھے جو عالم شیرخوارگی میں وصال کر گئے تھے۔ جن کے اسماء گرامی یہ ہیں:

(۱) حضرت قاسم (۲) حضرت ابراہیم (۳) حضرت طیب (۴) حضرت مطہر (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

آیت قرآنی کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مردوں میں سے کسی کے حقیقی باپ نہیں تھے۔ تاہم چار صاحبزادیاں تھیں جو سن شباب کو پہنچیں اور ان کے اسماء گرامی یہ ہیں: (۱) حضرت فاطمہ (۲) حضرت رقیہ (۳) حضرت ام کلثوم (۴) حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنھن۔ بعض محققین کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور دو بیٹے تھے: (۱) حضرت قاسم رضی اللہ عنہ: یہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ''ابوالقاسم'' بھی ان کی وجہ سے تھی۔ (۲) حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ: آپ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ دونوں

صاحبزادے زمانہ اسلام یعنی اعلان نبوت کے بعد پیدا ہوئے اور باقی اولاد اعلان نبوت سے قبل پیدا ہوئی۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کرنے کی تفصیل:

جب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عدت طلاق پوری کر لی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ پیغام نکاح لے کر ان کے پاس پہنچے اور کہا: اے زینب! آپ کو مبارک ہو، مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے۔ پیغام نکاح کا جواب دیتے ہوئے کہا: میرے بارے میں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیصلہ ہوگا وہ مجھے منظور ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم واجازت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کر لیا، آپ نے ان کے ولیمہ میں حاضرین کی گوشت اور روٹی سے تواضع کی۔

نکاح کے سلسلہ میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا بہت خوش ہوئیں اور عموماً فخر سے دوسری ازواج مطہرات سے کہا کرتی تھیں: آپ لوگوں کا نکاح آپ کے گھر والوں نے زمین پر کیا ہے، مگر میرا نکاح رب کائنات نے آسمانوں پر کیا ہے۔ نکاح کے حوالے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چند ایک خصوصیات حسب ذیل ہیں:

(۱) مہر واجب نہ ہونا (۲) ولی کی اجازت لازم نہ ہونا (۳) گواہوں سے مستغنی ہونا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح آسمانوں میں اللہ تعالیٰ نے کیا جس میں ان امور ثلاثہ کا التزام نہیں کیا گیا تھا' کیونکہ یہ امور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہیں۔

مسئلہ ختم نبوت قرآن کی روشنی میں:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات اور منفرد کمالات سے ایک ''خاتم النبیین'' ہونا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد نیا نبی پیدا نہیں ہوسکتا۔ یہ مسئلہ قرآن کریم کی کثیر آیات سے ثابت ہے اور اس بارے میں چند ایک آیات ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

(۱) زیر بحث آیت ہے جس میں صراحت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی قرار دیا گیا ہے۔

(۲) وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا (سبا:۲۸)

''(اے محبوب!) اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے''۔

(۳) اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدہ:۳)

''آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا تم پر اپنی نعمت مکمل کر دی اور تمہارے لیے دین اسلام کا انتخاب کیا ہے''۔

(۴) وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ (الانبیاء:۱۰۷)

''اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے''۔

(۵) قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (الاعراف:۱۵۸)

''(اے محبوب!) آپ فرما دیں! اے لوگو! بیشک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں''۔

مسئلہ ختم نبوت احادیث کی روشنی میں:

قرآن کریم کی طرح احادیث مبارکہ میں بھی "مسئلہ ختم نبوت" کی تفصیل بیان کی گئی ہے اور اس سلسلہ میں چند ایک احادیث مبارکہ حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اور مجھ سے پہلے انبیاء (علیہم السلام) کی مثال اس شخص کی ہے جس نے اپنا گھر بنا کر مکمل کیا اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، پس میں آیا تو اس اینٹ کو لگا کر گھر کو مکمل کر دیا۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۹)

(۲) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ تمام روئے زمین کو میرے لیے لپیٹ دیا اور میں نے اس کے مشارق و مغارب کو دیکھ لیا۔ (پھر آپ نے فرمایا:) میری امت میں تیس (۳۰) کذاب پیدا ہوں گے ان میں سے ہر ایک اپنے آپ کو نبی خیال کرے گا۔ میں آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔

(سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۳۹۵۲)

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال اس آدمی کی ہے جس نے خوبصورت محل تعمیر کروایا مگر اس کے ایک حصہ میں ایک اینٹ کی جگہ باقی رہ گئی، لوگ اس گھر میں داخل ہو کر اسے دیکھتے ہیں لیکن ایک اینٹ کی جگہ چھوڑنے پر اظہار تعجب کرتے ہیں کہ اس نے یہ اینٹ کیوں نہیں لگائی؟ آپ نے فرمایا: قصر نبوت کی آخری اینٹ میں ہوں اور میں آخری نبی ہوں۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۲۸۶)

(۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے چھ وجوہات کی بنا پر دوسرے انبیاء پر فضیلت حاصل ہے:

(۱) مجھے جوامع الکلم عنایت کیے گئے (۲) رعب سے میری مدد کی گئی (۳) میرے لیے اموالِ غنیمت حلال کیا گیا (۴) تمام روئے زمین کو میرے لیے جائے نماز بنایا گیا (۵) مجھے تمام مخلوق کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا (۶) مجھ پر سلسلہ نبوت ختم کیا گیا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ (جامع ترمذی، رقم الحدیث ۱۵۵۳)

(۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک نبوت اور رسالت کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے، پس میرے بعد کوئی نبی آسکتا ہے اور نہ رسول۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۲۶۷)

(۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنی اسرائیل میں سلطنت چلانے کا اہتمام انبیاء علیہم السلام کرتے تھے، جب ایک نبی کا انتقال ہو جاتا تو اس کی جگہ دوسرا نبی آ جاتا تھا، بیشک میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور میرے بعد کثیر خلفاء ہوں گے۔

(۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں فرماتے ہوئے سنا: ہم آخر ہیں اور قیامت کے دن سابق قرار پائیں گے۔

(۸) حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک میں اللہ کے حضور اس وقت بھی آخری نبی تھا جبکہ (حضرت) آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔ (المعجم الکبیر ج ۱۸، رقم الحدیث ۲۵۳)

(۹) حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں پیدائش کے اعتبار سے سب انبیاء سے اول ہوں اور بعثت کے لحاظ سے سب سے آخری ہوں۔ (مسند البزار، رقم الحدیث ۲۳۶۵)

(۱۰) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمام رسولوں کا قائد ہوں، اس پر فخر نہیں اور میں آخری نبی ہوں اس پر فخر نہیں ہے۔

(۱۱) حضرت ابوقتیلہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں فرمایا: میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں ہے۔ تم اپنے پروردگار کی عبادت کرو، پانچ نمازیں ادا کرو، ایک مہینہ کے روزے رکھو، احکام کی اطاعت کرو اور اپنے پروردگار کی جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (المعجم الکبیر، ج ۲۲، رقم الحدیث ۲۹۷)

(۱۲) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج بیت المقدس میں پہنچے تو اپنی سواری اس پتھر کے حلقہ سے باندھ دی جس کے ساتھ دوسرے انبیاء باندھا کرتے تھے۔ فرشتوں کے ساتھ مسجد میں نماز ادا کی، نماز کے بعد انبیاء علیہم السلام نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے سوال کیا کہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: یہ محمد رسول اللہ ہیں جو آخری نبی ہیں۔

3139 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدٌ حَدَّثَنَا رَوْحٌ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ بَهْرَامَ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا نُهِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَصْنَافِ النِّسَاءِ اِلَّا مَا كَانَ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ الْمُهَاجِرَاتِ قَالَ (لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ وَلَا اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ) وَاَحَلَّ اللّٰهُ فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ (وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ) وَحَرَّمَ كُلَّ ذَاتِ دِيْنٍ غَيْرَ الْاِسْلَامِ ثُمَّ قَالَ (وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ) وَقَالَ (يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّا اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ اللَّاتِيْ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ) اِلٰى قَوْلِهِ (خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ) وَحَرَّمَ مَا سِوٰى ذٰلِكَ مِنْ اَصْنَافِ النِّسَاءِ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ اِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ بَهْرَامَ قَالَ سَمِعْتُ اَحْمَدَ بْنَ الْحَسَنِ يَذْكُرُ عَنْ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ قَالَ لَا بَاْسَ بِحَدِيْثِ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ بَهْرَامَ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ہجرت کرنے والی مومن عورتوں کے علاوہ دیگر تمام اقسام کی خواتین کے ساتھ نکاح کرنے سے نبی اکرم ﷺ کو منع کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اس کے بعد تمہارے لیے خواتین (کے ساتھ شادی کرنا) حلال نہیں ہے اور نہ ہی یہ کہ اپنی ازواج کی جگہ دوسری

ازواج لے آؤ' خواہ ان (دوسری عورتوں) کی خوبصورتی تمہیں پسند آئے' البتہ تمہاری ملکیت میں جو (خواتین آتی ہیں) ان کا حکم مختلف ہے۔"

تو اللہ تعالیٰ نے مومن عورتیں نبی اکرم ﷺ کے لیے حلال قرار دیتے ہوئے (ارشاد فرمایا)

"اور مومن عورت کو (بھی تمہارے لیے حلال کیا گیا ہے) اگر وہ اپنے آپ کو نبی کے لیے ہبہ کر دیتی ہے۔"

اسلام کے علاوہ اور کسی بھی دین کی پیروکار عورت کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا اور ارشاد فرمایا:

"جو شخص ایمان کا انکار کرے' تو اس کا عمل برباد ہو گیا اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والا ہوگا۔"

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

"اے نبی! ہم نے تمہارے لیے تمہاری وہ بیویاں حلال قرار دی ہیں' جن کے مہر تم ادا کر دیتے ہو' اور وہ (کنیزیں حلال قرار دی گئی ہیں) جو تمہاری ملکیت میں آتی ہیں' جو اللہ تعالیٰ نے مالِ غنیمت کے طور پر تمہیں عطا کی ہیں۔"

یہ آیت یہاں تک ہے:

"یہ حکم صرف تمہارے لیے ہے' عام مومنین کے لیے نہیں ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے اس کے علاوہ تمام اقسام کی خواتین کو حرام قرار دیا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔ ہم اسے صرف عبدالحمید سے منقول ہونے کے حوالے سے' جانتے ہیں۔

میں نے احمد بن حسن کو یہ کہتے ہوئے سنا، امام احمد بن حنبل نے یہ بات بیان کی ہے' عبدالحمید بن بہرام کی نقل کردہ روایت میں کوئی حرج نہیں ہے وہ روایت جو انہوں نے شہر بن حوشب سے نقل کی ہے۔

3140 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عَمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عَطَاءٍ قَالَ

متنِ حدیث: قَالَتْ عَائِشَةُ مَا مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اُحِلَّ لَهُ النِّسَاءُ

حکمِ حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ عطاء بیان کرتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات بیان کی، نبی اکرم ﷺ کا اس وقت تک وصال نہیں ہوا جب تک آپ ﷺ کے لیے تمام خواتین کو حلال قرار نہیں دے دیا گیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3140۔ اخرجه احمد (۶/۴۱، ۲۰۱)، والحمیدی (۱/۱۱۵)، حدیث (۲۳۵)، و النسائی (۶/۵۶): کتاب النکاح: باب: ما افترض اللہ عزوجل علی رسوله صلی اللہ علیه وسلم و حرمه علی خلقه لیزیده ان شاء اللہ قرب به، حدیث (۳۲۰۴)، من طریق عمرو و عن عطاء عن عائشة به.

شرح

ارشادربانی: لایحل لك النساء من بعد کے منسوخ ہونے یا نہ ہونے کی تفصیل:

سورہ الاحزاب تین آیات (از ۵۰ تا ۵۲) میں ان عورتوں کی تفصیل بیان ہوئی ہے جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح جائز ہے یا ممنوع ہے۔ سوال یہ ہے کہ آیت: لا یحل لك النساء من بعد آپ کے حق میں منسوخ ہے یا نہیں؟ اس بارے میں اختلاف ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس بارے میں دو قول ہیں: (۱) منسوخ ہے (۲) منسوخ نہیں ہے۔ ایک قول کے مطابق جس طرح سورہ البقرہ کی آیت ۲۳۴ ناسخ تلاوت میں مقدم ہے جبکہ منسوخ آیت (سورہ البقرہ: ۲۴۰) تلاوت میں مؤخر ہے بالکل اسی طرح یہاں بھی ناسخ آیت تلاوت میں مقدم ہے جبکہ منسوخ آیت تلاوت میں مؤخر ہے۔ اس مقام پر یہ مضمون بیان کیا جا رہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چار قسم کی عورتیں حلال ہیں اور ان کے علاوہ حلال نہیں ہیں۔ اس بحث کے ضمن میں کسی آیت کو ناسخ و منسوخ قرار دینے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔

ان آیات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کے حوالے سے چار احکام بیان کیے گئے ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

حکم اول: ارشاد خداوندی ہے:

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِیْٓ اٰتَیْتَ اُجُوْرَهُنَّ

"اے نبی! بے شک ہم نے آپ کے لیے وہ بیویاں حلال قرار دے دی ہیں جن کو آپ نے مہر ادا کر دیا ہے"۔

یہ ارشاد ربانی اس زمانہ میں نازل ہوا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں چار سے زائد بیویاں موجود تھیں اور یہ تعداد ازواج آپ کی خصوصیات سے ہے کیونکہ عام مسلمان کے لیے بیک وقت چار بیویوں سے زائد بیویاں رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔

حکم ثانی: ارشاد خداوندی ہے:

وَمَا مَلَكَتْ یَمِیْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَیْكَ

"اور وہ عورتیں جو آپ کی مملوکہ ہیں اور جن کو اللہ نے آپ پر لوٹا دیا ہے"۔

مطلب یہ ہے کہ کنیزیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حلال قرار دی گئی ہیں مثلاً حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کہ غزوہ خیبر کے موقع پر بطور کنیز مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں اور انہیں آزاد کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کر لیا۔

حکم ثالث: ارشاد رب العالمین ہے:

وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِیْ هَاجَرْنَ مَعَكَ

"آپ کے لیے آپ کے چچا کی بیٹیاں، پھوپھیوں، ماموں اور خالاؤں کی بیٹیاں حلال قرار دی گئی ہیں جنہوں نے آپ کی رفاقت میں ہجرت کی ہو"۔

مطلب یہ ہے کہ ددھیالی اور ننھیالی عورتیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں آسکتی ہیں بشرطیکہ انہوں نے آپ کی رفاقت میں مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی جانب ہجرت کرنے کی سعادت حاصل کی ہو۔

حکم رابع: فرمان ربانی ہے:

وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا

''اور کوئی بھی مسلمان عورت اپنا نفس آپ کو ہبہ کردے اور اگر نبی بھی اس کے ساتھ نکاح کی تمنا رکھتے ہوں تو وہ بھی حلال ہے''۔

یعنی مہر کے بغیر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نکاح کرنے کے مجاز ہیں۔ اس کے بعد قرآن کریم نے اعلان کیا کہ یہ خصوصیات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں۔ تاہم عام مسلمانوں کے احکام ان سے مختلف ہیں جو شریعت مطہرہ نے بالتفصیل بیان کردیئے ہیں۔

3141 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا اَشْهَلُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ ابْنُ عَوْنٍ حَدَّثَنَاهُ عَنْ عَمْرِو بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ

متنِ حدیث: قَالَ كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتٰى بَابَ امْرَاَةٍ عَرَّسَ بِهَا فَاِذَا عِنْدَهَا قَوْمٌ فَانْطَلَقَ فَقَضٰى حَاجَتَهٗ فَاحْتُبِسَ ثُمَّ رَجَعَ وَعِنْدَهَا قَوْمٌ فَانْطَلَقَ فَقَضٰى حَاجَتَهٗ فَرَجَعَ وَقَدْ خَرَجُوا قَالَ فَدَخَلَ وَاَرْخٰى بَيْنِيْ وَبَيْنَهٗ سِتْرًا قَالَ فَذَكَرْتُهٗ لِاَبِيْ طَلْحَةَ قَالَ فَقَالَ لَئِنْ كَانَ كَمَا تَقُوْلُ لَيَنْزِلَنَّ فِيْ هٰذَا شَيْءٌ فَنَزَلَتْ اٰيَةُ الْحِجَابِ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ

توضیح راوی: وَعَمْرُو بْنُ سَعِيْدٍ يُقَالُ لَهُ الْاَصْلَعُ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کے پاس موجود تھا، آپ ﷺ اپنی اس اہلیہ کے دروازے کے پاس تشریف لائے جن کے ساتھ آپ ﷺ کی نئی نئی شادی ہوئی تھی وہاں کچھ لوگ موجود تھے۔ نبی اکرم ﷺ تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے اپنا کوئی کام کیا آپ ﷺ اس کی وجہ سے کچھ دیر وہاں ٹھہرے رہے پھر آپ ﷺ واپس تشریف لائے تو وہ لوگ جا چکے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ اپنے گھر کے اندر چلے گئے۔ آپ ﷺ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ گرادیا۔ راوی بیان کرتے ہیں: میں نے اس بات کا تذکرہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے کیا' تو انہوں نے فرمایا: جو تم کہہ رہے ہو' اگر ایسا ہی ہوا ہے تو اس بارے میں ضرور کوئی حکم نازل ہو جائے گا (حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) تو حجاب کے حکم سے متعلق آیت نازل ہوگئی۔

یہ روایت اس سند کے حوالے سے ''حسن غریب'' ہے۔ عمرو بن سعید کو ''اصلع'' بھی کہا جاتا ہے۔

3142 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الضُّبَعِيُّ عَنِ الْجَعْدِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

متن حدیث: قَالَ تَزَوَّجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ بِاَهْلِهٖ قَالَ فَصَنَعَتْ اُمِّيْ اُمُّ سُلَيْمٍ حَيْسًا فَجَعَلَتْهُ فِيْ تَوْرٍ فَقَالَتْ يَا اَنَسُ اذْهَبْ بِهٰذَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْ لَهٗ بَعَثَتْ بِهٰذَا اِلَيْكَ اُمِّيْ وَهِيَ تُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَتَقُوْلُ اِنَّ هٰذَا لَكَ مِنَّا قَلِيْلٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَذَهَبْتُ بِهٖ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اِنَّ اُمِّيْ تُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَتَقُوْلُ اِنَّ هٰذَا مِنَّا لَكَ قَلِيْلٌ فَقَالَ ضَعْهُ ثُمَّ قَالَ اذْهَبْ فَادْعُ لِيْ فُلَانًا وَّفُلَانًا وَّفُلَانًا وَّمَنْ لَقِيْتَ فَسَمّٰى رِجَالًا قَالَ فَدَعَوْتُ مَنْ سَمّٰى وَمَنْ لَقِيْتُ قَالَ قُلْتُ لِاَنَسٍ عَدَدُ كَمْ كَانُوْا قَالَ زُهَاءَ ثَلَاثِ مِائَةٍ قَالَ وَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَنَسُ هَاتِ التَّوْرَ قَالَ فَدَخَلُوْا حَتّٰى امْتَلَاَتِ الصُّفَّةُ وَالْحُجْرَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَتَحَلَّقْ عَشَرَةٌ عَشَرَةٌ وَّلْيَاْكُلْ كُلُّ اِنْسَانٍ مِّمَّا يَلِيْهِ قَالَ فَاَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا قَالَ فَخَرَجَتْ طَائِفَةٌ وَّدَخَلَتْ طَائِفَةٌ حَتّٰى اَكَلُوْا كُلُّهُمْ قَالَ فَقَالَ لِيْ يَا اَنَسُ ارْفَعْ قَالَ فَرَفَعْتُ فَمَا اَدْرِيْ حِيْنَ وَضَعْتُ كَانَ اَكْثَرَ اَمْ حِيْنَ رَفَعْتُ قَالَ وَجَلَسَ مِنْهُمْ طَوَائِفُ يَتَحَدَّثُوْنَ فِيْ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ وَّزَوْجَتُهٗ مُوَلِّيَةٌ وَّجْهَهَا اِلَى الْحَائِطِ فَثَقُلُوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ عَلٰى نِسَائِهٖ ثُمَّ رَجَعَ فَلَمَّا رَاَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ رَجَعَ ظَنُّوا اَنَّهُمْ قَدْ ثَقُلُوْا عَلَيْهِ قَالَ فَابْتَدَرُوا الْبَابَ فَخَرَجُوا كُلُّهُمْ وَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَرْخَى السِّتْرَ وَدَخَلَ وَاَنَا جَالِسٌ فِي الْحُجْرَةِ فَلَمْ يَلْبَثْ اِلَّا يَسِيْرًا حَتّٰى خَرَجَ عَلَيَّ وَاُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَاتُ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَاَهُنَّ عَلَى النَّاسِ (يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّا اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِيْنَ اِنَاهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ) اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ قَالَ الْجَعْدُ قَالَ اَنَسٌ اَنَا اَحْدَثُ النَّاسِ عَهْدًا بِهٰذِهِ الْاٰيَاتِ وَحُجِبْنَ نِسَاءُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

توضیح راوی: وَالْجَعْدُ هُوَ ابْنُ عُثْمَانَ وَيُقَالُ هُوَ ابْنُ دِيْنَارٍ وَّيُكْنٰى اَبَا عُثْمَانَ بَصْرِيٌّ وَّهُوَ ثِقَةٌ عِنْدَ اَهْلِ الْحَدِيْثِ رَوٰى عَنْهُ يُوْنُسُ بْنُ عُبَيْدٍ وَّشُعْبَةُ وَحَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ نے (سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا) کے ساتھ شادی کی اور آپ ﷺ اپنی اہلیہ کو رخصت کروا کے لے آئے تو میری والدہ سیدہ اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے حیس تیار کیا اور اسے ایک برتن میں ڈال کر فرمایا: اے انس! اسے لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں جاؤ اور آپ ﷺ سے عرض کرنا: یہ میری والدہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا ہے، انہوں نے آپ کو سلام بھی کہا ہے اور یہ عرض کی ہے: یارسول اللہ ﷺ! یہ ہماری طرف سے

3142۔ اخرجه مسلم (۱۰۵۱/۳): کتاب النکاح: باب: زواج زینب بنت جحش و نزول الحجاب و اثبات و لیمة العرس، حدیث (۱٤۲۸/۹٤)، و النسائی (۱۳٦/٦): کتاب النکاح: باب: الهدیة لمن عرس، حدیث (۳۳۸۷)، و احمد (۱٦۳/۳)، من طریق ابی عثمان عن انس به.

حقیر سا تحفہ آپ ﷺ کے لیے ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اسے لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' اور میں نے عرض کی: میری والدہ نے آپ ﷺ کو سلام کہا ہے' اور انہوں نے یہ عرض کی ہے: یہ ہماری طرف سے آپ ﷺ کے لیے حقیر سا تحفہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسے رکھ دو۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم جاؤ اور فلاں شخص کو فلاں شخص کو' اور فلاں شخص کو اور جو بھی تمہیں ملے اسے میرے پاس بلا کر لے آؤ۔ نبی اکرم ﷺ نے کچھ افراد کے نام بھی لیے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے جن لوگوں کے نام لیے تھے' اور جو شخص مجھے ملا میں ان سب کو بلا کے لے آیا۔

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: اس وقت آپ لوگوں کی تعداد کتنی تھی؟ تو انہوں نے جواب دیا: تین سو کے قریب افراد تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: پھر نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے یہ فرمایا: اے انس! وہ پیالہ لے آؤ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وہ سارے لوگ اندر آ گئے، یہاں تک کہ وہ چبوترہ اور کمرہ بھر گئے۔ ان لوگوں کا بیٹھنا نبی اکرم ﷺ کو گراں محسوس ہو رہا تھا۔ نبی اکرم ﷺ باہر تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے اپنی تمام ازواج کے ہاں جا کر انہیں سلام کیا پھر آپ ﷺ واپس تشریف لائے۔ جب انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ واپس تشریف لے آئے ہیں' تو انہوں نے یہ اندازہ لگا لیا کہ ان کا بیٹھنا نبی اکرم ﷺ پر گراں گزر رہا ہے' تو وہ تیزی سے دروازے کی طرف گئے اور سب لوگ وہاں سے باہر نکل گئے۔ نبی اکرم ﷺ تشریف لائے اور آپ ﷺ نے پردہ گرا دیا۔ نبی اکرم ﷺ گھر کے اندر تشریف لے گئے۔ میں حجرے میں بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد نبی اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو آپ ﷺ پر یہ آیات نازل ہو چکی تھیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ان آیات کو لوگوں کے سامنے تلاوت کیا۔

"اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں داخل نہ ہو' البتہ اگر کھانے کے لیے تمہیں اندر آنے کی اجازت دی جائے' تو داخل ہو سکتے ہو۔"

"لیکن اس طرح نہیں کہ کھانے کی جلد آمد کے منتظر ہو"۔

یہ آیت آخر تک ہے۔

جعد نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ان آیات کے بارے میں سب سے پہلے مجھے پتہ چلا تھا اور پھر نبی اکرم ﷺ کی ازواج نے پردہ کرنا شروع کر دیا۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

جعد نامی راوی جعد بن عثمان ہیں۔ ایک قول کے مطابق یہ جعد بن دینار ہیں، ان کی کنیت ابوعثمان بصری ہے۔ محدثین کے نزدیک یہ ثقہ ہیں۔ ان سے یونس بن عبید' شعبہ اور حماد بن زید نے احادیث روایت کی ہیں۔

3143 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ مُجَالِدٍ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ بَيَانٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

متن حدیث: قَالَ بَنٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِامْرَاَةٍ مِّنْ نِسَائِهٖ فَاَرْسَلَنِىْ فَدَعَوْتُ قَوْمًا اِلَى الطَّعَامِ فَلَمَّا اَكَلُوْا وَخَرَجُوا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْطَلِقًا قِبَلَ بَيْتِ عَآئِشَةَ فَرَاٰى رَجُلَيْنِ جَالِسَيْنِ فَانْصَرَفَ رَاجِعًا فَقَامَ الرَّجُلَانِ فَخَرَجَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ (يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّا اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِيْنَ اِنَاهُ) وَفِى الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِّنْ حَدِيْثِ بَيَانٍ

وَرَوٰى ثَابِتٌ عَنْ اَنَسٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهٖ

◆◆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ایک خاتون کے ساتھ شادی کی (وہ رخصت ہو کر آ گئیں) تو نبی اکرم ﷺ نے مجھے بھیجا۔ میں لوگوں کو دعوت کے لیے بلا لایا جب ان لوگوں نے کھانا کھا لیا تو وہ لوگ چلے گئے۔ جب نبی اکرم ﷺ نے دیکھا تو ان میں سے دو لوگ ابھی تک بیٹھے ہوئے ہیں' تو نبی اکرم ﷺ اُٹھے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی طرف چل دیئے۔ پھر وہاں سے آپ ﷺ واپس تشریف لائے تو وہ دونوں آدمی بھی اُٹھ کر باہر نکل گئے' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

"اے ایمان والو! نبی (اکرم ﷺ) کے گھروں میں صرف اسی وقت داخل ہو' جب تمہیں کھانے کے لیے اجازت دی جائے اور اس میں بھی کھانے کی طلب ظاہر نہ کرو۔"

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے' اور بیان سے منقول ہونے کے حوالے سے "غریب" ہے۔

ثابت نے اسے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے طویل حدیث کے طور پر نقل کیا ہے۔

شرح

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ولیمہ کی تقریب اور آیت حجاب کا نزول:

ارشادِ ربانی ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّاۤ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِى النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ؕ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ۝ (الاحزاب:۵۳)

"اے ایمان والو! تم نبی کے گھروں میں داخل نہ ہو سوائے اس کے کہ تمہیں کھانے کی دعوت دی جائے' کھانا تیار ہونے کا انتظار نہ کرو بلکہ جب تمہیں بلایا جائے تم اسی وقت جاؤ۔ پھر جب کھانے سے فراغت حاصل کر لو تو جلدی چلے جاؤ اور باتوں میں دل نہ لگاؤ' بیشک تمہارے عمل سے نبی کو اذیت پہنچتی ہے' پس آپ تم سے حیا کرتے ہیں اور اللہ حق

بات بیان کرنے سے حیا نہیں کرتا، پس تم نبی کی ازواج سے کوئی چیز طلب کرو تو پس پردہ سے مانگو، یہ انداز تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے لیے نہایت پاکیزگی کا باعث ہے۔ تمہارے لیے جائز نہیں ہے کہ تم رسول اللہ کو اذیت دو اور تم ان کی ازواج سے ان کے بعد کبھی نکاح نہ کرو۔ بیشک اللہ کے نزدیک یہ بہت اہم بات ہے''۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ولیمہ کا واقعہ اور آیت حجاب کے نزول کا مضمون قرآن وسنت میں بیان کیا گیا ہے۔

اس سلسلہ میں چند احادیث مبارکہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کی خدمت میں نیک و بد ہر قسم کے لوگ آتے ہیں، کاش آپ ازواجِ مطہرات کو پردہ کرنے کا حکم دیں، تو اس موقع پر آیت حجاب نازل ہوئی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث ۴۷۹۰)

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل سے شادی فرمائی اور میری والدہ نے حیس (ایسا کھانا ہے جو گھی، کھجور اور ستو ملا کر بنایا جاتا ہے اور اہل عرب کے ہاں معروف ہے) تیار کیا پھر اسے ایک تھال میں ڈالا اور حکم دیا: اے انس! یہ کھانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جاؤ اور عرض کرو کہ یہ کھانا میری والدہ ام سلیم نے آپ کے لیے بھیجا ہے اور وہ سلام بھی پیش کرتی ہیں اور عرض کرتی ہیں: یارسول اللہ! یہ ہماری طرف سے تھوڑا سا کھانا ہے قبول فرمائیں۔ راوی کا بیان ہے کہ میں کھانا لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! میری والدہ آپ کی خدمت میں سلام پیش کرتی ہیں اور عرض گزار ہیں کہ یہ ہماری طرف سے تھوڑا سا کھانا ہے۔ آپ نے حکم دیا: اے انس! کھانا رکھ دو اور فلاں فلاں لوگوں کو بلا لاؤ، آپ نے کئی لوگوں کے نام گنوا دیئے، میں حسب حکم مذکورہ لوگوں میں سے جو ملے ان کو بلا لایا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کتنے لوگ تھے؟ جواب دیا: ایک اندازے کے مطابق تین سو لوگ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے انس وہ تھال لاؤ، پھر مسلمان آئے حتیٰ کہ مسجد کا چبوترہ اور حجرہ بھر گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دس دس افراد پر مشتمل گروہ آتا جائے اور ہر شخص اپنے سامنے سے کھانا کھائے۔ لوگ گروہ در گروہ آتے گئے اور کھانا کھاتے رہے حتیٰ کہ سب لوگوں نے خوب سیر ہو کر کھانا کھالیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انس! تم کھانا اٹھالو۔ مجھے علم نہیں ہے کہ پہلے لایا گیا کھانا زیادہ تھا یا اب اٹھایا جانے والا کھانا زیادہ تھا۔ کھانا کھانے کے بعد کچھ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں بیٹھ کر باتیں کرنے لگے' آپ بھی تشریف فرما تھے اور ان کی گفتگو کرنا آپ کی طبیعت پر گراں گزری جب کہ ازواجِ مطہرات دیوار کی طرف اپنے چہرے کر کے تشریف فرما تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے، اپنی ازواجِ مطہرات کو سلام کیا پھر اندر تشریف لے آئے۔ ان لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کو دیکھ کر اندازہ لگایا کہ ہمارا بیٹھنا آپ کی طبیعت پر بار گراں بنا ہوا ہے۔ وہ لوگ دروازوں کی طرف لپکے اور گھر سے نکل گئے۔ آپ گھر میں تشریف فرما ہوئے تو پردہ ڈال دیا۔ آپ کے گھر میں آتے وقت میں گھر میں موجود تھا، آپ تھوڑی دیر رکے پھر میرے پاس آئے اور اسی موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ آپ نے باہر لوگوں کے پاس جا کر یہ آیات سنائیں۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ الخ۔

ان آیات کے نزول کے بعد ازواجِ مطہرات نے پردے کا التزام کرلیا۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۱۴۲۸)

حضرت زینب بنت جحش کا ولیمہ، ولیمہ کی شرعی حیثیت اور تاریخ وجوب حجاب:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ازواجِ مطہرات سے نکاح کے موقع پر ولیمہ کیا لیکن مختصر۔ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے پر آپ نے وسیع ترین دعوت ولیمہ کا اہتمام فرمایا تھا جس میں تین سو سے زائد لوگ شامل ہوئے اور بطور کھانا حیس اور گوشت وروٹی سے تواضع کی گئی۔

سوال یہ ہے کہ ایک روایت میں ہے اس موقع پر حیس یعنی کھجور، گھی اور ستو پر مشتمل کھانے سے حاضرین کی تواضع کی گئی تھی۔ دوسری روایت میں ہے کہ شرکاءِ تقریب کی گوشت اور روٹی سے تواضع کی گئی تھی۔ اس طرح دونوں روایات میں تعارض ہوا؟ دونوں روایات میں تطبیق کی یہ صورت ہے کہ دونوں کھانوں سے حاضرین کی خدمت کی گئی تھی۔

دعوت ولیمہ واجب ہے یا سنت ومستحب؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کے مختلف اقوال ہیں۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے ولیمہ واجب ہے۔ انہوں نے اس روایت سے استدلال کیا ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ ولیمہ مسنون ومستحب ہے۔

دوسری ازواجِ مطہرات کے مقابلے میں حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ولیمہ کا زیادہ اہتمام کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ نکاح بذریعہ وحی ہوا تھا جس کے لیے مجلس، گواہ، ولی اور مہر وغیرہ مقرر نہیں ہوا تھا۔

دعوت ولیمہ کا انعقاد جماع کے بعد اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا کرنے کے باعث کیا جاتا ہے۔ دعوت ولیمہ میں حسب طاقت لوگوں کو بلایا جاسکتا ہے اور مسنون یہ ہے کہ تقریب ولیمہ نکاح کے دوسرے دن منعقد کی جائے۔

غزوہ بنوقریظہ کے بعد ذوالقعدہ ۵ھ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔

تقریب ولیمہ کے موقع پر حجاب کا حکم نازل ہوا اور اس کے بعد ازواجِ مطہرات نے حجاب کا التزام کرلیا۔

ازواجِ مطہرات کا حسب ضرورت گھروں سے خروج جائز ہونا:

کسی دینی یا دنیوی ضرورت کے لیے ازواجِ مطہرات کا گھروں سے خروج جائز تھا۔ ایک مقام پر ارشاد ربانی ہے: وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ (الاحزاب: ۳۳) اور عورتیں اپنے گھروں میں ٹھہری رہیں۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ خواتین اپنے گھروں میں بند رہیں اور باہر بالکل نہیں نکل سکتیں۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حجاب کا التزام اور اس کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے عورتیں اپنی دینی یا دنیوی ضرورت کے لیے گھروں سے باہر نکلیں تو یہ جائز ہے مثلاً حج وعمرہ اور بیمار کی عیادت وغیرہ کے لیے خروج جائز ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ احکام حجاب نازل ہونے کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کسی کام کے عزم سے گھر سے باہر آئیں، وہ ایک باوقار وجسیم خاتون تھیں، جو شخص انہیں دیکھتا تو پہچان لیتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھ کر فرمایا: اے سودہ! قسم بخدا! آپ ہم سے پوشیدہ نہیں رہ سکتیں، آپ دیکھنے کے بعد گھر سے نکلا کریں، وہ فوراً واپس آگئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت میرے گھر میں تشریف فرما تھے، آپ رات کا کھانا تناول کررہے تھے اور آپ کے دست اقدس میں ایک ہڈی

تھی۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں کسی اپنی ضرورت کے تحت گھر سے باہر آئی تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے یوں کہا ہے۔ راویہ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں اس وقت اللہ نے آپ پر وحی نازل کی پھر وحی کی کیفیت باقی نہ رہی اور آپ نے اپنے ہاتھ سے ہڈی رکھ دی اور فرمایا: تم (عورتوں) کو اپنی ضرورتوں کے مطابق گھر سے نکلنے کی اجازت دی گئی ہے۔ (صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۱۴۰۹)

پردہ کی اوٹ میں ازواجِ مطہرات سے سوال کا جواز دیگر عورتوں کو بھی شامل ہونا:

زیر بحث آیات میں جہاں ازواجِ مطہرات سے پردہ کی اوٹ میں کوئی چیز لینے دینے کی اجازت ہے وہاں دینی احکام و مسائل دریافت کرنے کی بھی اجازت ہے۔ یہ حکم تمام اسلامی خواتین کے لیے یکساں ہے۔ عصر حاضر میں بینکوں، دفاتر، ہوائی جہازوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں خواتین و حضرات مشترکہ طور پر کام کرتے ہیں بلکہ عموماً گپ شپ بھی ہوتی رہتی ہے۔ بعض لوگ اس عمل کو اسلامی تعلیمات کے منافی نہیں سمجھتے مگر یہ طرزِ عمل اس آیت سے متصادم ضرور ہے۔ ارشاد ربانی سے متضاد ہونے کی وجہ سے یقیناً یہ صرف معیوب ہی نہیں بلکہ حرام ہے، جس سے احتراز از بس ضروری ہے۔

وہ چیز جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچنے کا سبب بنی:

مذکورہ آیت میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت نہ دو اور نہ آپ کے وصال کے بعد ازواجِ مطہرات سے تم نکاح کر سکتے ہو۔ سوال یہ ہے کہ وہ کون سی چیز ہے جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچی تھی؟ مسلمانوں کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچنے کے دو اسباب تھے۔

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک شخص کی طرف سے یہ اطلاع ملی کہ اس نے یوں کہا ہے: اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو جاتا ہے تو میں ازواجِ مطہرات میں سے ایک زوجہ کے ساتھ نکاح کروں گا۔ اس شخص کی اس بات نے آپ کو ذہنی وقلبی اذیت پہنچائی تھی۔

(۲) حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی دعوت ولیمہ کے موقع پر بعض لوگوں کی طویل نشست، طویل گفتگو اور بیہودہ اسلوب گفتار سے بھی آپ کو اذیت پہنچی تھی۔ ایک روایت کے مطابق آپ کو اذیت دینا، اللہ تعالیٰ کو اذیت دینے کے مترادف ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دیتا ہے وہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔

امہات المؤمنین کو آخرت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج ہونے کا اعزاز حاصل ہونا:

کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ازواجِ مطہرات آپ کے نکاح میں باقی رہتی ہیں یا نکاح زائل ہو جاتا ہے؟ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ جمہور فقہاء کا مؤقف ہے کہ آپ کے وصال کے بعد ازواجِ مطہرات آپ کے نکاح میں باقی رہتی ہیں اور کوئی امتی ان سے نکاح کرنے کا مجاز نہیں ہے۔ بر قول ثانی یعنی وصال نبوی سے ازواجِ مطہرات کا نکاح باطل ہونے کی صورت میں ان پر عدت گزارنا واجب ہے یا نہیں؟ اس میں بھی دو قول ہیں: (۱) ان پر عدت گزارنا واجب ہے۔ (۲) ان پر عدت گزارنا واجب نہیں ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ازواجِ مطہرات بدستور آپ کے نکاح میں باقی

رہتی ہیں۔ ازواجِ مطہرات میں سے کسی کا غیر سے نکاح کا انتظار کرنا حرام ہے اور امتی کا ان میں کسی سے نکاح کرنے کی کوشش کرنا حرام اور قابلِ مؤاخذہ جرم ہے۔

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے ورثاء درہم و دینار تقسیم نہیں کریں گے، کیونکہ اپنی ازواج کو خرچہ اور عامل کو معاوضہ دینے کے بعد جو وراثت ہوگی وہ صدقہ ہے۔ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۲۹۷۴)

(۲) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں سنا ہے: قیامت کے دن ہر سبب اور نسب منقطع ہو جائے گا سوائے میرے سبب اور نسب کے۔ (المعجم الکبیر، رقم الحدیث: ۲۶۳۴)

عورتوں پر محارم اور باندیوں سے پردہ واجب نہ ہونا:

عورتوں پر ان کے محارم اور کنیزوں سے پردہ واجب نہیں ہے۔ تاہم ازواجِ مطہرات اور اجنبی خواتین سے پردہ کی اوٹ میں کسی چیز کا لینا یا دینا یا گفتگو کرنا جائز ہے۔ امہات المؤمنین کے والدین، ان کی اولاد، بھتیجے، چچا اور ماموں سب محارم میں شامل ہیں جن سے پردہ ضروری نہیں ہے۔

کسی شخص کے چچا کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے:

یا عمر! اما شعرت ان عم الرجل صنو ابیہ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۹۸۳)

اے عمر! کیا تمہیں علم ہے کہ شخص کا چچا اس کے باپ کے قائم مقام ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ محارم عورت کا چہرہ، اس کا سر، اس کی پنڈلیوں اور اس کے بازوؤں کو دیکھنا جائز ہے مگر اس کا پیٹ، اس کی پشت اور رانوں کو نہیں دیکھ سکتے۔ محارم کے دیکھنے کے جواز کی وجہ بکثرت گھروں میں ان کی آمد ورفت ہے۔

عورتوں کے لیے اپنی کنیزوں اور غلاموں سے پردہ واجب نہیں ہے یعنی دوسرے محارم کی طرح انہیں بھی دیکھنا جائز ہے۔ روایات سے ثابت ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے غلاموں کو دیکھنا جائز قرار دیتی تھیں۔

3144 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَى الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُجْمِرِ اَنَّ مُحَمَّدَ ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ الْاَنْصَارِيَّ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ زَيْدٍ الَّذِىْ كَانَ اُرِىَ النِّدَاءَ بِالصَّلٰوةِ اَخْبَرَهُ عَنْ اَبِىْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيِّ اَنَّهٗ قَالَ اَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ فِىْ مَجْلِسِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فَقَالَ لَهٗ بَشِيْرُ بْنُ سَعْدٍ اَمَرَنَا اللّٰهُ اَنْ نُصَلِّيَ عَلَيْكَ فَكَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ قَالَ فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

3144۔ اخرجه مالك (١/١٦٥، ١٦٦): كتاب قصر الصلاة من السفر: باب: ما جاء من الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم ، حديث (٦٧)، و مسلم (٢/٢٦٧الابی): كتاب الصلاة: باب: الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم بعد التشهد، حديث (٦٥/٤٠٥)، و ابوداؤد (١/٣٢٢): كتاب الصلاة: باب: الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم بعد التشهد، حديث (٩٨٠)، حديث (٩٨١)، والنسائى (٣/٤٥): كتاب السهو: باب: الامر بالصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم ، حديث (١٢٨٥)، و احمد (٤/١١٨، ١١٩)، (٥/٢٧٣)، و الدارمى (١/٣١٠): كتاب الصلاة: باب: الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم ، وعبد بن حميد ص (١٠٦)، حديث (٢٣٤)، و ابن خزيمة (١/٣٥١، ٣٥٢)، حديث (٧١١)۔

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى تَمَنَّيْنَا اَنَّهُ لَمْ يَسْاَلْهُ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُوْلُوا اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ فِى الْعَالَمِيْنَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ وَّالسَّلَامُ كَمَا قَدْ عُلِّمْتُمْ

فی الباب: وَفِى الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَّاَبِىْ حُمَيْدٍ وَّكَعْب بْنِ عُجْرَةَ وَطَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَاَبِىْ سَعِيْدٍ وَّزَيْدِ بْنِ خَارِجَةَ وَيُقَالُ ابْنُ جَارِيَةَ وَبُرَيْدَةَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ جنہیں نماز کے لیے اذان دینے کا طریقہ خواب میں سکھایا گیا تھا' انہوں نے حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' یہ بات نقل کی ہے۔

حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ اس وقت ہم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی محفل میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی: اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم آپ ﷺ پر درود بھیجیں تو ہم آپ ﷺ پر کیسے درود بھیجیں؟ نبی اکرم ﷺ کچھ دیر خاموش رہے، یہاں تک کہ ہم نے یہ آرزو کی کہ بشیر نے آپ ﷺ سے یہ سوال نہ کیا ہوتا پھر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم یہ پڑھو!

''اے اللہ تو حضرت محمد ﷺ اور حضرت محمد ﷺ کی آل پر درود نازل کر! جیسے تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر درود نازل کیا اور تو حضرت محمد ﷺ اور حضرت محمد ﷺ کی آل پر برکت نازل کر! جیسے تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر تمام جہانوں میں برکت نازل کی' بے شک تو لائق حمد اور بزرگی کا مالک ہے۔''

(نبی اکرم ﷺ نے فرمایا) سلام پڑھنے کا طریقہ تمہیں سکھایا جاچکا ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ' حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ' حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ اور ایک قول کے مطابق' حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے احادیث منقول ہیں۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

شرح

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کے درود بھیجنے اور فرشتوں کے درود پیش کرنے کا مفہوم:

ارشاد ربانی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○ (الاحزاب:۵۶)

''بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی آپ پر درود بھیجو اور بکثرت سلام پیش

کرو"۔

اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمد و ثنا بیان کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں پر درود بھیجنے سے مراد ہے ان کا تزکیہ نفوس وقلوب کرتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے امتیوں (مسلمانوں) پر صلوٰۃ فرمانے سے مراد ہے خیر و برکت کی دعا کرنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فرشتوں کے صلوٰۃ پیش کرنے سے مراد بلندی درجات کی دعا کرنا ہے۔ مسلمانوں پر فرشتوں کے صلوٰۃ بھیجنے سے مراد ہے: مسلمانوں کے لیے مغفرت اور بخشش کی دعا کرنا۔

(المفردات ج۲ص ۳۷۴)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے جو یہ فرمایا گیا ہے کہ بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ آپ پر رحمت نازل کرتے ہیں۔ امام مبرد کے مطابق لفظ "صلوٰۃ" کا اصل معنی ہے: رحمت نازل کرنا۔ فرشتوں کے صلوٰۃ پیش کرنے سے مراد ہے: وہ مسلمانوں کے لیے اللہ سے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں مشہور روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص نماز سے فراغت پر اپنی جگہ بیٹھا رہے، وہ جب تک بے وضو نہ ہو جائے فرشتے اس کے لیے یہ دعا کرتے رہتے ہیں: اے پروردگار! تو اس کی مغفرت کر، اے پروردگار! تو اس پر رحم کر! (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۶۵۹)

صلوٰۃ کی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پیش کرنے کے بھی تین مفاہیم ہیں:

(۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رحمت و سلامتی کی دعا کرنا۔

(۲) اللہ تعالیٰ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رحمت و حفاظت کی دعا کرنا۔

(۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ماننا، آپ کی اطاعت کرنا اور آپ کے حضور سر تسلیم خم کرنا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام پیش کرنے کے فضائل:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام پیش کرنے کے فضائل پر مشتمل بکثرت روایات موجود ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو لوگ کوئی مجلس منعقد کریں جس میں نہ اللہ کا ذکر کریں اور نہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجیں تو یہ مجلس قیامت کے دن سبب ندامت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ چاہے گا تو انہیں معاف کر دے اور چاہے تو مؤاخذہ کرے۔ (جامع ترمذی، رقم الحدث: ۳۳۸۰)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۴۰۸)

(۳) حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ کوئی شخص درود شریف پیش کیے بغیر دعا کر رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص نے عجلت سے کام لیا ہے، پھر آپ نے اسے یا دوسرے شخص کو طلب کیا

اورفرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز سے فراغت حاصل کرے تو وہ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے پھر جو چاہے دعا کرے۔ (سنن نسائی، رقم الحدیث ۱۲۸۴)

(۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان مجھ پر سلام بھیجتا ہے، میری روح مجھے اس کی جانب متوجہ کرتی ہے حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ (مسند احمد، ج ۲ ص ۵۲۷)

(۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی نے میری قبر پر درود بھیجا وہاں اللہ ایک فرشتہ مقرر کر دیتا ہے جو اس کا درود میرے سامنے پیش کرتا ہے، وہ درود اس کے لیے دنیا اور آخرت میں کافی ہوتا ہے، قیامت کے دن میں اس کے لیے گواہ اور شفاعت کرنے والا ہوں گا۔ (تاریخ بغداد ج ۳ ص ۲۹۱)

(۶) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے کچھ فرشتے زمین میں چکر کاٹتے رہتے ہیں اور وہ میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے رہتے ہیں۔ (المستدرک للحاکم ج ۲ ص ۴۲۱)

(۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی کتاب میں مجھ پر درود تحریر کیا جب تک کتاب میں میرا نام موجود رہے گا اس کے لیے فرشتے مغفرت کرتے رہیں گے۔ (المعجم الاوسط، رقم الحدیث: ۱۸۵۶)

(۸) حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے سامنے میرا ذکر ہو تو اسے چاہیے کہ وہ مجھ پر درود پڑھے۔ (ایضاً رقم الحدیث: ۴۹۴۵)

(۹) حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے افضل دن جمعۃ المبارک کا دن ہے، اس میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کی، اسی میں ان کا وصال ہوا، اسی دن صور پھونکا جائے گا، اسی روز بے ہوشی ہوگی۔ اس دن تم بکثرت مجھ پر درود شریف پڑھو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ پر ہمارا درود کیسے پیش کیا جائے گا جبکہ آپ قبر انور میں متاثر ہو چکے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: اللہ نے مٹی پر حرام قرار دے دیا ہے کہ وہ انبیاء کے اجسام کو کھائے۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۱۰۸۵)

(۱۰) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ کے حضور بکثرت درود شریف پیش کرتا ہوں اور میں اپنی دعاؤں میں کتنا درود شریف پڑھوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: جتنا تم پسند کرو، میں نے پھر عرض کیا: میں اپنی دعاؤں کا چوتھائی حصہ درود شریف پڑھ سکتا ہوں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: جتنا تم پسند کرو اور زیادہ کرو تو تمہارے لیے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: نصف حصہ درود شریف پیش کروں گا۔ آپ نے فرمایا: جتنا تم پسند کرو، اگر زیادہ کرو تو اس میں تمہارے لیے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: میں دو تہائی درود شریف پیش کروں گا، آپ نے فرمایا: اگر اس سے زیادہ پڑھو تو تمہارے لیے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا: میں اپنی جملہ دعاؤں کی جگہ درود شریف پیش کروں گا۔ آپ نے فرمایا: تب تو تمہارے تمام کام درست ہو جائیں گے اور تمہارے گناہ بخش دیے جائیں گے۔ (مجمع الزوائد، ج ۱ ص ۱۶۰)

(۱۱) حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ہر جمعۃ المبارک میں مجھ پر بکثرت درود

شریف پڑھا کرو، اس لیے کہ میری امت کی طرف سے درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے، جو شخص بکثرت مجھ پر درود شریف پڑھنے والا ہوگا وہ قیامت کے دن میرے زیادہ قریب ہوگا۔ (سنن کبریٰ للبیہقی، ج ۳ ص ۲۴۹)

(۱۲) حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے زیادہ بخیل وہ شخص ہے جس کے سامنے میرا نام لیا جائے اور وہ مجھ پر درود شریف پیش نہ کرے۔ (جامع الترمذی، رقم الحدیث: ۳۶۱۴)

(۱۳) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جمعۃ المبارک میں بکثرت مجھ پر درود شریف پڑھا کرو کیونکہ اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ جو شخص مجھ پر درود شریف پیش کرتا ہے اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے خواہ بندہ جہاں بھی ہو۔ میں نے دریافت کیا: کیا آپ کے وصال کے بعد بھی؟ جواب دیا: ہاں میری وفات کے بعد بھی، کیونکہ اللہ نے مٹی پر حرام قرار دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے اجساد کو کھائے۔ (جلاء الافہام، رقم الحدیث: ۱۱۰)

(۱۴) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مجھ پر درود پیش کرتا ہے تو فرشتہ اسے لے کر اللہ کے حضور پہنچا دیتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ تم اس بندے کی قبر پر جا کر اس قدر استغفار کرو جس سے بندے کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں۔ (زہر الفردوس ج ۴ ص ۳)

دعا کے اول و آخر میں درود شریف پڑھنے کی فضیلت:

دعا سے قبل اور بعد میں درود شریف پڑھنے سے وہ فوراً درجہ قبولیت حاصل کر لیتی ہے، اس بارے میں بکثرت روایات ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ دعا زمین و آسمان کے درمیان معلق رہتی ہے، اس کا کوئی حصہ بھی اوپر نہیں جاتا حتیٰ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر تم درود شریف پڑھ لو۔ (جامع ترمذی، رقم الحدیث: ۴۸۶)

(۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر دعا زمین و آسمان کے مابین حجاب میں ہوتی ہے حتیٰ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ لیا جائے، پھر وہ حجاب پھٹ جاتا ہے اور دعا درجہ قبولیت کو پہنچ جاتی ہے۔ جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھا جائے دعا قبول نہیں ہوتی۔ (المعجم الاوسط، رقم الحدیث ۷۲۵)

(۳) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور میں نماز میں مصروف تھے، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی شریک تھے۔ جب میں بیٹھا تو اللہ کی حمد و ثنا کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پیش کیا۔ میں نے اپنے لیے دعا کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سوال کرو، تمہیں دیا جائے گا۔ (شرح السنۃ، رقم الحدیث ۱۴۰۱)

(۴) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: جب تم دعا کرو تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیج کر دعا کرو، کیونکہ درود قبول کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے بہت مہربان ہے کہ اس کا کچھ حصہ قبول کیا جائے اور کچھ حصہ رد کر دیا جائے۔

بعض مواقع اور مقامات پر درود شریف پڑھنے کی فضیلت

بعض مواقع اور مقامات پر درود شریف پڑھنے کی فضیلت بھی روایات میں بیان ہوئی ہے اور اس سلسلہ میں چند ایک احادیث

حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو شخص مسجد میں داخل ہو تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پیش کرے اور یہ دعا کرے: اللهم افتح لی ابواب رحمتك (اے اللہ! تو میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے) جب وہ مسجد سے نکلے تو یہ دعا پڑھے: اللهم اجرنی من الشیطان (اے اللہ! تو مجھے شیطان سے محفوظ رکھ) (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۷۷۳)

(۳) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے صبح کے وقت مجھ پر دس بار درود پڑھا پھر شام کے وقت دس بار مجھ پر درود شریف پڑھا، قیامت کے دن اس کی شفاعت مجھ پر واجب ہوگی۔
(المعجم الاوسط، رقم الحدیث ۵۲۷)

(۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کام کی ابتدا اللہ کے نام سے نہ ہو اور مجھ پر درود شریف نہ پڑھا گیا ہو، وہ نا تمام رہتا ہے اور ہر قسم کی برکت سے خالی رہتا ہے۔

(۵) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: جب تم مسجد سے گزرو تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پیش کرو۔

(۶) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جس شخص کے پاس صدقہ کرنے کے لیے کوئی چیز موجود نہ ہو تو وہ یہ دعا پڑھے: اللهم صل علی محمد عبدك و رسولك وصل علی المؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات یہ دعا اس کے لیے صدقہ بن جائے گی۔

(۷) حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی شخص کا کان بجنے لگے تو وہ مجھ پر درود شریف پیش کرے پھر یوں دعا کرے: اللہ اسے خیر کے ساتھ یاد کرے جو مجھے یاد کرتا ہے۔ (المعجم الکبیر، رقم الحدیث ۹۵۸)

(۸) حضرت عثمان بن ابی حرب الباہلی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کوئی حدیث بیان کرنے کا قصد رکھتا ہو پھر وہ اسے بھول جائے تو اسے چاہیے کہ وہ مجھ پر درود شریف پیش کرے، کیونکہ درود شریف کی برکت سے اسے وہ حدیث یاد آ جائے گی۔ (کنز العمال، رقم الحدیث ۴۱۶۶۴)

(۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چاندنی رات اور روشن دن میں مجھ پر بکثرت درود شریف پڑھو، کیونکہ وہ درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

(۱۰) حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی شخص کو کوئی چیز بھول جائے تو وہ مجھ پر درود پڑھے اسے وہ چیز یاد آ جائے گی۔ (الامام سخاوی، القول البدیع ص: ۳۲۶)

درود شریف پڑھنے کے مستحب مواقع اور مقامات:

بعض مواقع اور مقامات پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا مستحب و محمود ہے، ان میں سے مشہور مواقع اور مقامات حسب ذیل ہیں:

(۱) جمعہ کے دن (۲) جمعہ کی رات میں (۳) ہفتہ کے دن (۴) اتوار کے دن (۵) جمعرات کے دن (۶) صبح کے وقت (۷) شام کے وقت (۸) دخول مسجد کے وقت (۹) خروج مسجد کے وقت (۱۰) روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے وقت (۱۱) صفا پہاڑی پر چڑھتے وقت (۱۲) مروہ پہاڑی پر چڑھتے وقت (۱۳) خطبہ جمعہ کے دوران (۱۴) مؤذن کے کلمات اذان کا جواب دینے کے بعد (۱۵) اقامت کے وقت (۱۶) دعا کے آغاز، وسط اور اختتام پر (۱۷) دعاء قنوت کے بعد (۱۸) حج وعمرہ کے دوران، تلبیہ کے بعد (۱۹) لوگوں سے ملاقات کے وقت (۲۰) لوگوں کو الوداع کرتے وقت (۲۱) آغاز وضو کے وقت (۲۲) کان میں بھنبھناہٹ کے وقت (۲۳) کوئی چیز بھول جانے کے وقت (۲۴) وعظ وتبلیغ کے وقت (۲۵) تدریس علوم اسلامیہ کے وقت (۲۶) تدریس الحدیث کے آغاز اور اختتام کے وقت (۲۷) استفتا یا فتوئی لکھتے وقت (۲۸) تصنیف وتالیف کے وقت (۲۹) منگنی کے وقت (۳۰) نکاح پڑھاتے وقت (۳۱) کوئی رسالہ یا مقالہ ترتیب دیتے وقت (۳۲) ہر نیک کام سے قبل (۳۳) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی لیتے وقت (۳۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر سنتے وقت (۳۵) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لکھتے وقت۔

اذان سے قبل اور اذان کے بعد درود شریف پڑھنے کا مسئلہ:

درود وسلام بر نبی خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے جواز واستحباب میں کسی کو کلام نہیں ہے۔اذان جمعہ کے علاوہ ہر اذان کے آغاز میں تھوڑی سی فصل کے ساتھ اور اذان کے اختتام پر درود وسلام پڑھنا مستحب ومحمود ہے۔دور حاضر میں عالم اسلام بالخصوص پاک و ہند کے مؤذنین اذان سے قبل اور اذان کے بعد مختلف جملوں اور الفاظ سے بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں درود وسلام پیش کرتے ہیں۔دوسرے امور کی طرح خواہ دور رسالت میں اذان سے قبل اور بعد میں مروجہ درود وسلام نہیں پڑھا جاتا تھا جس وجہ سے بعض فقہاء نے اسے بدعت حسنہ قرار دیا ہے۔تاہم اذان کے بعد باقاعدہ درود شریف کا آغاز سلطان ناصر الدین یوسف بن ایوب کے زمانہ سے ہوا۔علامہ محمد بن علی الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ اس بارے میں رقم طراز ہیں:

اذان کے بعد سلام پڑھنے کا آغاز ۷۸۱ھ ربیع الآخر بروز پیر بعد از اذان عشاء ہوا، پھر جمعۃ المبارک کی اذان کے بعد سلام پڑھا گیا۔اس کے دس سال بعد نماز مغرب کے علاوہ باقی تمام نمازوں میں دوبار سلام پڑھا جانے لگا۔(الدر المختار مع رد المختار ج۲ ص۵۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پیش کرنے کے حکم میں مذاہب فقہاء:

زیر بحث آیت کے حوالے سے سوال یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کا حکم کیا ہے؟ اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ زندگی بھر ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پیش کرنا فرض ہے۔انہوں نے زیر بحث آیت سے استدلال کیا ہے اور درود شریف کا امر تسلسل درود شریف پیش کرنے کا تقاضا نہیں کرتا۔

(۲) حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ نماز کے آخری تشہد میں درود شریف پڑھنا واجب ہے۔

(۳) حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے دو اقوال ہیں: (۱) درود شریف فرض ہے۔(۲) درود شریف واجب ہے۔

(۴) حضرت امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ درود شریف پڑھنا واجب ہے یعنی اگر ایک محفل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر ایک بار سے زیادہ ہو تو ایک بار درود شریف پڑھنا واجب اور ہر بار ذکر کرنا مستحب و مستحسن ہے۔

درود ابراہیمی کی فضیلت اور اس میں تشبیہ کی وضاحت:

مختلف فقرات اور مختلف الفاظ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پیش کیا جاتا ہے۔ یعنی کثیر تعداد میں درود شریف ہیں جن میں سے ہر ایک کی منفرد شان وفضیلت ہے۔ ان کے جواز اور پڑھنے میں کسی کو بھی اعتراض نہیں ہے لیکن افضل درود، درود ابراہیمی ہے جو زبان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکلا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اسے نماز میں رکھا گیا ہے۔

سوال: اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر میں اور میرے فرشتے درود پڑھتے ہیں لہٰذا تم بھی آپ پر درود پڑھو مگر ہم جواباً عرض کرتے ہیں: **اللھم صل علیٰ محمد** (اے اللہ! تو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج) تو یہ ہماری طرف سے درود تو نہ ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا؟

جواب: امت مقام مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم سے کما حقہ واقف نہیں ہے اور مرتبہ و مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف واقف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اس بنا پر شایان شان درود پیش کرنے کے لیے اس کی بارگاہ میں عرض کر دیا جاتا ہے۔

اعتراض: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی اصلاح وتربیت کے لیے ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم وبیش انبیاء دنیا میں بھیجے۔ سوال یہ ہے کہ اس کی کیا وجہ ہے درود ابراہیمی کو صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جبکہ دیگر اولوالعزم انبیاء علیہم السلام بھی موجود ہیں؟

جواب: (۱) انبیاء کرام علیہم السلام میں سے خلت خداوندی کے منصب پر جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام فائز ہیں جنہوں نے امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو امت مسلمہ کے معزز لقب سے یاد کیا ہے۔ اس پر درج ذیل آیات شاہد ہیں:

(i) هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ (الحج:۷۸)

''اس سے پہلے ابراہیم نے تمہارا نام ''مسلمین'' رکھا۔

(ii) رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ (البقرہ:۱۲۸)

''اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں مسلمین (اطاعت شعار) اور ہماری اولاد کو بھی اپنا اطاعت شعار بنا''۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا اور ہم نے بھی اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ منصب عطا کر دے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہماری دعا کو شرف قبولیت عطا کیا اور انہیں منصب خلت پر فائز کر دیا۔ ایک روایت میں ہے اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر صدیق کو اپنا خلیل بناتا مگر تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے خلیل ہیں۔

(صحیح بخاری، رقم الحدیث ۳۶۵۴)

سوال: تشبیہ کے بارے میں قاعدہ یہ ہے کہ مشبہ بہ مشبہ سے اقویٰ وافضل ہو لیکن یہاں معاملہ برعکس ہے، مشبہ، مشبہ بہ سے افضل واقویٰ نہیں ہے یعنی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وفضیلت حضرت ابراہیم علیہ السلام سے زیادہ ہے؟

جواب: (۱) یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے بلکہ اکثریہ ہے یعنی بعض اوقات مشبہ، مشبہ بہ سے اقویٰ وافضل ہوسکتا ہے۔
(۲) اس روایت میں کاف تعلیل کے لیے نہیں ہے بلکہ تشبیہ کے لیے ہے یعنی اے اللہ! تو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ نازل کر، کیونکہ تو نے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر صلوٰۃ نازل کی تھی۔
(۳) اس روایت میں محض ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صلوٰۃ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صلوٰۃ سے تشبیہ نہیں دی گئی بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم کی صلوٰۃ سے تشبیہ دی گئی ہے۔

3145 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ عَنْ عَوْفٍ عَنِ الْحَسَنِ وَمُحَمَّدٍ وَّخِلَاسٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متنِ حدیث: اَنَّ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَام كَانَ رَجُلًا حَيِيًّا سَتِيرًا مَا يُرٰى مِنْ جِلْدِهٖ شَيْءٌ اسْتِحْيَاءً مِّنْهُ فَآذَاهُ مَنْ اٰذَاهُ مِنْ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ فَقَالُوْا مَا يَسْتَتِرُ هٰذَا التَّسَتُّرَ اِلَّا مِنْ عَيْبٍ بِجِلْدِهٖ اِمَّا بَرَصٌ وَّاِمَّا اُدْرَةٌ وَّاِمَّا اٰفَةٌ وَّاِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اَرَادَ اَنْ يُّبَرِّئَهٗ مِمَّا قَالُوْا وَاِنَّ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَام خَلَا يَوْمًا وَّحْدَهٗ فَوَضَعَ ثِيَابَهٗ عَلٰى حَجَرٍ ثُمَّ اغْتَسَلَ فَلَمَّا فَرَغَ اَقْبَلَ اِلٰى ثِيَابِهٖ لِيَاْخُذَهَا وَاِنَّ الْحَجَرَ عَدَا بِثَوْبِهٖ فَاَخَذَ مُوْسٰى عَصَاهُ فَطَلَبَ الْحَجَرَ فَجَعَلَ يَقُوْلُ ثَوْبِيْ حَجَرُ ثَوْبِيْ حَجَرُ حَتّٰى انْتَهٰى اِلٰى مَلَاٍ مِّنْ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ فَرَاَوْهُ عُرْيَانًا اَحْسَنَ النَّاسِ خَلْقًا وَّاَبْرَاَهٗ مِمَّا كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ قَالَ وَقَامَ الْحَجَرُ فَاَخَذَ ثَوْبَهٗ وَلَبِسَهٗ وَطَفِقَ بِالْحَجَرِ ضَرْبًا بِعَصَاهُ فَوَاللّٰهِ اِنَّ بِالْحَجَرِ لَنَدَبًا مِّنْ اَثَرِ عَصَاهُ ثَلَاثًا اَوْ اَرْبَعًا اَوْ خَمْسًا فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى (يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيهًا)

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْهِ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک شرمیلے اور باپردہ آدمی تھے۔ ان کے اس شرمیلے پن کی وجہ سے ان کے جسم کا کوئی حصہ ظاہر نہیں ہوتا تھا' تو بنی اسرائیل کے کچھ لوگوں نے اس حوالے سے انہیں اذیت پہنچائی۔ وہ لوگ یہ کہنے لگے: یہ اپنے بدن کو اس لیے اہتمام کے ساتھ ڈھانپ کے رکھتے ہیں' کیونکہ ان کی جلد میں کوئی عیب ہے' یا انہیں برص ہے' یا ان کے خصیے بڑھے ہوئے ہیں' یا کوئی اور عیب ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس چیز سے بری ظاہر کرے' جو ان لوگوں نے بیان کی تھی۔ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تنہا نہا رہے تھے، انہوں نے اپنے کپڑے اتار کر پتھر پر رکھ دیئے اور غسل کرنا شروع کر دیا۔ جب وہ فارغ ہوئے اور اپنے کپڑوں کی طرف آئے تاکہ ان کپڑوں کو حاصل کریں تو وہ پتھر ان کے کپڑوں کو لے کر چل پڑا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی پکڑی اور پتھر کے پیچھے بھاگے۔ وہ یہ کہہ رہے

3145- اخرجه البخاري (۵۰۲/۶): كتاب احاديث الانبياء: باب (۲۸)، حديث (۳۴۰۴)، و طرفه في حديث (۴۷۹۹)، و احمد (۳۹۲/۲، ۵۱۴، ۵۳۵).

تھے: اے پتھر! میرے کپڑے! اے پتھر میرے کپڑے!، یہاں تک کہ وہ بنی اسرائیل کے کچھ افراد کے پاس پہنچ گئے۔ انہوں نے انہیں برہنہ دیکھا تو انہوں نے دیکھا کہ وہ سب سے خوبصورت جسم کے مالک ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس چیز سے بری ظاہر کر دیا جو ان لوگوں نے کہا تھا۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: پھر وہ پتھر ٹھہر گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے کپڑے لے کر انہیں پہنا اور اپنے عصا کے ذریعے پتھر کو مارنا شروع کیا۔ اللہ کی قسم! حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کے تین (راوی کو شک ہے) چار یا شاید پانچ نشانات اس پتھر پر موجود تھے (اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے یہی مراد ہے)۔

''اے ایمان والو! ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے موسیٰ کو اذیت پہنچائی' تو اللہ تعالیٰ نے اسے' اس چیز سے بری ظاہر کر دیا' جو ان لوگوں نے کہا تھا' تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل احترام تھا۔''

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے' اور ایک سند میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

شرح

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایذا رسانی کے اسباب:

ارشاد خداوندی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ؕ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ۝

(الاحزاب:۶۹)

''اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ جنہوں نے موسیٰ کو اذیت دی تو اللہ نے موسیٰ کو ان کی تہمت سے محفوظ رکھا اور وہ (موسیٰ) اللہ کے ہاں معزز تھے۔''

اس آیت کی تفسیر حدیث باب میں بیان کی گئی ہے۔ بنی اسرائیل کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کئی دفعہ اذیت دی گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نہایت درجہ کے شرمیلے تھے اور آپ ہمہ وقت کپڑوں میں ملبوس رہتے تھے۔ قوم نے خیال کیا کہ ہمہ وقت کپڑے میں ملبوس رہنے کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں۔ برص کے مرض میں مبتلا ہیں یا آپ کے خصیوں میں پانی بھر گیا ہے یعنی آپ میں مردانہ کمزوری ہے۔ ایک دفعہ آپ نے تنہائی میں کپڑے اتار کر پتھر پر رکھ دیئے اور غسل فرمانے لگے، جب غسل سے فراغت پر کپڑے پکڑنے لگے تو پتھر آپ کے کپڑے لے کر آبادی کی طرف دوڑنے لگا آپ بھی اس کے پیچھے دوڑتے ہوئے آبادی کے پاس پہنچ گئے، لوگوں نے آپ کے تمام جسم کو دیکھ لیا اور آپ کی ذات کے بارے میں جن خدشات کا اظہار کرتے تھے آپ ان سے مکمل طور پر بری و محفوظ تھے۔

(۲) جب بنی اسرائیل کو قوم عمالقہ سے لڑنے کی دعوت دی گئی تو انہوں نے لڑنے سے صاف انکار کر دیا اور کہا: آپ اور آپ کا

رب جائیں اور عمالقہ سے لڑیں۔ اس طرح قوم کی طرف سے آپ کو اذیت پہنچی۔

(۳) منافقین نے بعض ازواجِ مطہرات کے بارے میں مختلف قسم کی افواہیں اور باتیں پھیلا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دی تھی۔ اس آیت میں مسلمانوں کو ہدایت کی جا رہی ہے کہ منافقین کا طرزِ عمل اختیار کر کے نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت نہ دیں، کیونکہ نبی کو اذیت دینے والوں کا انجام برا ہوتا ہے۔

منافقوں کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچنا اور آپ کا ان سے بدلہ نہ لینا:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو اس بات کی خصوصیت سے ہدایت کی جا رہی ہے کہ تمہاری گفتار اور کردار قابلِ تحسین ہونا چاہیے۔ ایسا طرزِ عمل ہرگز اختیار نہ کیا جائے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وشان کے منافی ہو یا اس سے آپ کو اذیت پہنچتی ہو۔

مسلمانوں کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اذیت پہنچی تھی، اس بارے میں دو قول ہیں:

(۱) بعض مسلمانوں نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو زید بن محمد کہنا شروع کر دیا تھا۔

(۲) بعض مسلمانوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم کاری پر اعتراض کرتے ہوئے کہا: یہ تقسیم اللہ تعالیٰ کی رضا کی نہیں ہو سکتی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم کاری پر اعتراض کا ذکر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ غزوۂ حنین کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مالِ غنیمت کی تقسیم کے دوران بعض مجاہدین کو ترجیح دیتے ہوئے زیادہ مال عطا فرمایا مثلاً اقرع بن حابس اور عیینہ کو سو سو اونٹ عنایت فرمائے اور بعض عرب سرداروں کو بھی قدرے زیادہ نوازا۔ اس موقع پر ایک شخص نے اعتراض کرتے ہوئے کہا: قسم بخدا! اس تقسیم میں عدل نہیں ہے اور نہ اس تقسیم میں رضائے الٰہی کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔ میں نے دل میں قصد کیا کہ قسم بخدا! میں اس ردِ عمل کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ضرور عرض کروں گا۔ اس بارے میں میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا: جب اللہ اور اس کا رسول عدل نہیں کرے گا تو کون عدل کرے گا؟ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے کہ انہیں اس سے بھی زیادہ اذیت دی گئی تھی، تو انہوں نے صبر سے کام لیا تھا۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث ۳۱۵۰)

غزوۂ حنین کے موقع پر اموالِ غنیمت کی تقسیم کے وقت جس شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم پر اعتراض کیا تھا اس کا نام المعتب بن قشیر تھا جو قبیلہ بنو عمرو بن عوف سے متعلق اور منافق تھا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۳۷۹)

سوال: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم پر معترض شخص منافق تھا تو اس گستاخی کی پاداش میں اسے قتل کیوں نہیں کیا گیا تھا؟

جواب: (۱) اس کا طعن واعتراض ثابت نہیں ہوا تھا۔

(۲) اس کے طعن واعتراض پر شہادتِ شرعی قائم نہیں ہوئی تھی۔

(۳) حضرت عمر اور حضرت خالد رضی اللہ عنہما نے اس منافق کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: معاذ اللہ! بعد میں آنے والے لوگ کہیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو بھی معاف نہ کیا اور انہیں قتل کروا دیا تھا۔

حضرات انبیاء علیہم السلام کے اجسام کا ظاہری و باطنی عیوب سے پاک ہونا:

نبی اپنے زمانہ کے لوگوں سے ہر اعتبار سے افضل و اعلیٰ ہوتا ہے۔ وہاں جہاں ظاہری عیوب سے پاک ہوتا ہے وہاں باطنی امراض سے بھی منزہ ہوتا ہے۔ اس بارے میں کثیر روایات موجود ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قوم بنی اسرائیل عریانی حالت میں نہانے اور ایک دوسرے کی طرف عمداً دیکھتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام الگ اور تنہائی میں غسل کرتے تھے۔ بنی اسرائیل نے کہنا شروع کر دیا کہ حضرت موسیٰ ہمارے ساتھ مل کر غسل نہیں کرتے جس کا مطلب یہی ہوسکتا ہے کہ ان میں کوئی جسمانی عیب موجود ہے اور وہ عیب خصیوں کا غیر معمولی لمبا ہونا بھی ہوسکتا ہے۔ ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے کپڑے اتار کر پتھر پر رکھ دیئے اور خود تنہائی میں نہانا شروع کر دیا، کپڑے پکڑنے لگے تو پتھر نے دوڑنا شروع کر دیا، پتھر آگے آگے اور آپ پیچھے دوڑ رہے تھے، زبان پر یہ الفاظ تھے: میرے کپڑے میرے کپڑے حتیٰ کہ پتھر لوگوں کے پاس پہنچ گیا اور انہوں نے آپ کے جسم کو ملاحظہ کیا اور کہا: آپ میں کوئی جسمانی عیب موجود نہیں ہے۔ آپ نے پتھر سے اپنے کپڑے لیے اور اس پر اپنی لاٹھی سے ضرب لگائی۔

(صحیح مسلم، رقم الحدیث ۳۳۹)

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ تنہائی میں کپڑے اتار کر غسل کرنا جائز ہے مگر حیا کا تقاضا ہے کہ تنہائی میں بھی کپڑا باندھ کر غسل کرنا چاہیے۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ میدان میں عریانی حالت میں غسل کر رہا ہے۔ آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرنے کے بعد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ حیا دار ہے، وہ پردہ کرنے والا ہے، وہ حیا اور پردے کو پسند کرتا ہے۔ جب تم میں سے کوئی شخص غسل کرنا چاہے وہ پردے میں کرے۔ (سنن نسائی، رقم الحدیث ۴۰۴)

ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب تم عجمی ممالک کو فتح کرو گے، وہاں تم حمام دیکھو گے اور جب تم ان میں داخل ہونے کا قصد کرو گے تو کپڑا باندھ کر داخل ہونا۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۳۷۴۸)

ہر نبی ظاہری و باطنی اور روحانی اعتبار سے کامل ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ سے مقصد آپ کے کامل ہونے اور معجزہ کا اظہار ہے۔ اس سے آپ کا بے عیب ہونا بھی ثابت کرنا مقصود تھا۔ بنی اسرائیل نے جب پتھر کی مدد اور اللہ تعالیٰ کی مشیت سے آپ کا بے عیب ہونا دیکھ لیا تو ان کی زبانیں بند ہوگئیں۔ اس واقعہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقار، بنی اسرائیل کی ذلت اور قدرت خداوندی کا اظہار بھی ہوتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے ایک دفعہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام دونوں ایک پہاڑ پر چڑھے، وہاں حضرت ہارون علیہ السلام کا وصال ہوگیا۔ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر الزام عائد کر دیا کہ انہوں نے حضرت ہارون کو قتل کر دیا ہے جو ہم سے زیادہ شفقت و محبت کرتے تھے اور ان باتوں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اذیت پہنچی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ہارون علیہ السلام کا جسم اٹھا کر لانے اور ان کے انتقال کی اطلاع بنی اسرائیل کو دینے کا حکم فرمایا۔ بنی اسرائیل نے حضرت

ہارون علیہ السلام کا جسم مبارک دیکھ کر اندازہ لگا لیا کہ آپ طبعی موت سے فوت ہوئے ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قوم بنی اسرائیل کے الزام قتل سے محفوظ و بری قرار دیا۔ (جامع البیان، رقم الحدیث:۲۱۸۸۸)

وجیہا کا معنی و مفہوم:

زیر بحث آیت میں فرمایا گیا ہے: وہ (حضرت موسیٰ علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کے ہاں وجیہ تھے"۔

لفظ "وجیہ" سے مراد ایسا شخص ہے جس کا چہرہ کسی کے ہاں قدر و منزلت کا حامل ہو کہ اس کے اکرام و احترام کی وجہ سے اس کی بات ردنہ کی جاتی ہو۔

اس کے معنی و مفہوم میں کثیر اقوال ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

☆ مقبول شخصیت، مستجاب الدعوات، جس کا ہر مطالبہ پورا کر دیا گیا ہو اور جس کا جسم سب سے بلند ہو۔

☆ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ شخص ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے جو بھی سوال کیا ہو، اسے پورا کر دیا ہو۔

☆ جو شخص قدر و منزلت کا حامل ہو، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بلند مرتبہ ہو اور تعریف و تحسین کے لائق ہو۔

☆ وہ شخص ہے جو نیکی میں معروف، سیرت و کردار میں بے مثل اور اخلاق میں قابل تحسین ہو۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ سَبَاٍ

باب 35: سورہ سبا سے متعلق روایات

3146 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ وَّعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا اَخْبَرَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ الْحَكَمِ النَّخَعِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ سَبْرَةَ النَّخَعِيُّ عَنْ فَرْوَةَ بْنِ مُسَيْكٍ الْمُرَادِيِّ قَالَ

متنِ حدیث: اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا اُقَاتِلُ مَنْ اَدْبَرَ مِنْ قَوْمِيْ بِمَنْ اَقْبَلَ مِنْهُمْ فَاَذِنَ لِيْ فِيْ قِتَالِهِمْ وَاَمَّرَنِيْ فَلَمَّا خَرَجْتُ مِنْ عِنْدِهٖ سَاَلَ عَنِّيْ مَا فَعَلَ الْغُطَيْفِيُّ فَاُخْبِرَ اَنِّيْ قَدْ سِرْتُ قَالَ فَاَرْسَلَ فِيْ اَثَرِيْ فَرَدَّنِيْ فَاَتَيْتُهٗ وَهُوَ فِيْ نَفَرٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ فَقَالَ ادْعُ الْقَوْمَ فَمَنْ اَسْلَمَ مِنْهُمْ فَاقْبَلْ مِنْهُ وَمَنْ لَّمْ يُسْلِمْ فَلَا تَعْجَلْ حَتّٰى اُحْدِثَ اِلَيْكَ قَالَ وَاُنْزِلَ فِيْ سَبَاٍ مَا اُنْزِلَ فَقَالَ رَجُلٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا سَبَاٌ اَرْضٌ اَوِ امْرَاَةٌ قَالَ لَيْسَ بِاَرْضٍ وَّلَا امْرَاَةٍ وَّلٰكِنَّهٗ رَجُلٌ وَّلَدَ عَشْرَةً مِّنَ الْعَرَبِ فَتَيَامَنَ مِنْهُمْ سِتَّةٌ وَّتَشَاءَمَ مِنْهُمْ اَرْبَعَةٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ تَشَاءَمُوْا فَلَخْمٌ وَّجُذَامُ وَغَسَّانُ وَعَامِلَةُ وَاَمَّا الَّذِيْنَ تَيَامَنُوْا فَالْاَزْدُ وَالْاَشْعَرِيُّوْنَ وَحِمْيَرٌ وَّكِنْدَةُ وَمَذْحِجٌ وَّاَنْمَارٌ فَقَالَ رَجُلٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا اَنْمَارٌ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْهُمْ خَثْعَمُ وَبَجِيْلَةُ

اسنادِ دیگر: وَرُوِيَ هٰذَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ

3146۔ اخرجه ابوداؤد (٤٣٠/٢): كتاب الحروف والقرأت: باب: (١) حديث (٣٩٨٨)۔

◄► حضرت فروہ بن مسیک مرادی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میری قوم کے جن افراد نے اسلام قبول کرلیا ہے میں ان لوگوں کے ساتھ مل کر ان سے جنگ نہ کروں جنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ان لوگوں کے ساتھ جنگ کرنے کی مجھے اجازت دی اور مجھے ان کا امیر مقرر کیا۔ جب میں آپ ﷺ کے پاس سے اُٹھ کر آ گیا' تو آپ ﷺ نے میرے بارے میں دریافت کیا: غطیفی کہاں ہے؟ تو آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ میں روانہ ہو چکا ہوں۔ حضرت فروہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجھے بلوایا۔ جب میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' تو آپ ﷺ اپنے چند اصحاب کے درمیان موجود تھے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اپنی قوم کو دعوت دو! ان میں سے جو اسلام قبول کر لے اس کے اسلام کو قبول کرو اور جو اسلام قبول نہ کرے اس کے بارے میں جلد بازی کا مظاہرہ نہ کرو' جب تک میں تمہیں دوسرا حکم نہ دوں۔

راوی بیان کرتے ہیں: سورہ سبا کا کچھ حصہ اس وقت نازل ہو چکا تھا۔ ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! سبا سے مراد کیا ہے؟ یہ کوئی علاقہ ہے' یا کوئی خاتون ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ کوئی علاقہ یا کوئی خاتون نہیں ہے' یہ ایک مرد تھا جو عرب تھا اور اس کے ہاں دس بچے ہوئے ان میں سے چھ کو اس نے مبارک سمجھا اور چار کو منحوس سمجھا۔ جن لوگوں کو اس نے منحوس قرار دیا وہ یہ ہیں: لخم' جذام' غسان اور عاملہ۔ جن لوگوں کو اس نے مبارک سمجھا وہ یہ ہیں: ازد' اشعری' حمیر' کندہ' مذحج' انمار۔ ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! انمار کون ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ جن کی شاخیں خثعم اور بجیلہ ہیں۔

یہی روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے' نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے۔

شرح

سورہ سبا مکی ہے جو چھ (۶) رکوع، پچپن (۵۵) آیات، آٹھ سو تینتیس (۸۳۳) کلمات اور ایک ہزار پانچ سو بارہ (۱۵۱۲) حروف پر مشتمل ہے۔

''سبا'' کا تعارف:

سبا ایک شخص کا لقب ہے جو قحطانی قبائل کا جد امجد تھا۔ اس کا اصل نام عبدالشمس تھا، نام کی بجائے لقب سے مشہور ہوا، یہ لوگوں سے جنگیں کرتا اور انہیں قیدی بنا تا تھا۔ سبا سے دس عرب قبائل وجود میں آئے جن میں سے چھ یمن میں آباد ہوئے:

(۱) ازد (۲) اشعرون (۳) حمیر (۴) کندہ (۵) مذحج (۶) انمار۔ ان میں سے چار شام میں آباد ہوئے: (۱) فلحم (۲) خذام (۳) غسان (۴) عاملہ۔

3147 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِیْنَارٍ عَنْ عِکْرِمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

متن حدیث: قَالَ إِذَا قَضَى اللّٰهُ فِي السَّمَآءِ اَمْرًا ضَرَبَتِ الْمَلَائِكَةُ بِاَجْنِحَتِهَا خُضْعَانًا لِقَوْلِهٖ كَاَنَّهَا سِلْسِلَةٌ عَلٰى صَفْوَانٍ فَاِذَا (فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ) قَالَ وَالشَّيَاطِيْنُ بَعْضُهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

◆◆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں، جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی معاملے میں فیصلہ ظاہر کرتا ہے تو فرشتے اپنے پر مارتے ہیں اس کے اس فرمان کے سامنے سر کو جھکاتے ہوئے یوں جیسے کسی پتھر پر زنجیر ماری جاتی ہے۔ پھر جب ان کے دلوں سے یہ خوف ختم ہوتا ہے تو وہ یہ کہتے ہیں: تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا ہے؟ پھر وہ جواب دیتے ہیں: حق فرمایا ہے، وہ بلند مرتبے کا مالک عظیم ہے۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: شیاطین اوپر نیچے اکٹھے ہوتے ہیں (تاکہ فرشتوں سے اس بات کو سن سکیں)۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث "حسن صحیح" ہے۔

3148 سند حدیث: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

متن حدیث: قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فِيْ نَفَرٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ اِذْ رُمِيَ بِنَجْمٍ فَاسْتَنَارَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ لِمِثْلِ هٰذَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ اِذَا رَاَيْتُمُوْهُ قَالُوْا كُنَّا نَقُوْلُ يَمُوْتُ عَظِيْمٌ اَوْ يُوْلَدُ عَظِيْمٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّهٗ لَا يُرْمٰى بِهٖ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ وَلٰكِنَّ رَبَّنَا عَزَّ وَجَلَّ اِذَا قَضٰى اَمْرًا سَبَّحَ لَهٗ حَمَلَةُ الْعَرْشِ ثُمَّ سَبَّحَ اَهْلُ السَّمَآءِ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ التَّسْبِيْحُ اِلٰى هٰذِهِ السَّمَآءِ ثُمَّ سَاَلَ اَهْلُ السَّمَآءِ السَّادِسَةِ اَهْلَ السَّمَآءِ السَّابِعَةِ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالَ فَيُخْبِرُوْنَهُمْ ثُمَّ يَسْتَخْبِرُ اَهْلُ كُلِّ سَمَاءٍ حَتّٰى يَبْلُغَ الْخَبَرُ اَهْلَ السَّمَآءِ الدُّنْيَا وَتَخْتَطِفُ الشَّيَاطِيْنُ السَّمْعَ فَيَرْمُوْنَ فَيَقْذِفُوْنَهٗ اِلٰى اَوْلِيَائِهِمْ فَمَا جَاءُوْا بِهٖ عَلٰى وَجْهِهٖ فَهُوَ حَقٌّ وَّلٰكِنَّهُمْ يُحَرِّفُوْنَهٗ وَيَزِيْدُوْنَ

حکم حدیث: قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

اسنادِ دیگر: وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ رِجَالٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالُوْا كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ نَحْوَهٗ بِمَعْنَاهُ حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ

◆◆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ اپنے کچھ اصحاب کے درمیان تشریف فرما

3147- اخرجه البخاری (۳۹۸/۸): كتاب التفسير: باب: (حتى اذا فزع عن قلوبهم قالوا: ماذا قال ربكم قالوا الحق-) حديث (۴۸۰۰) و طرفه في (۴۷۰۱، ۷۴۸۱)، وابو داؤد (۴۳۰/۲): كتاب الحروف و القرأت، باب (۱)، حديث (۳۹۸۹)، و ابن ماجه (۶۹/۱، ۷۰) كتاب المقدمة: باب فيما انكرته الجهمية، حديث (۱۹۴)

تھے اس دوران کوئی تارا ٹوٹا جس سے روشنی پھیل گئی۔ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: زمانۂ جاہلیت میں تم ایسی صورتحال کے بارے میں کیا کہا کرتے تھے جب تم اسے دیکھتے تھے۔ انہوں نے عرض کی: ہم یہ کہتے تھے کہ کسی بڑے آدمی کا انتقال ہو گیا ہے یا کوئی بڑا آدمی پیدا ہوا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ ستارہ کسی کے مرنے یا کسی کے پیدا ہونے کی وجہ سے نہیں ٹوٹتا، بلکہ ہمارا پروردگار جب کسی معاملے کا فیصلہ ظاہر کرتا ہے تو عرش کو اٹھانے والے فرشتے اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ پھر آسمان والے فرشتے اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ پھر درجہ بدرجہ مختلف آسمانوں والے فرشتہ اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں، یہاں تک کہ وہ تسبیح اس آسمان تک پہنچ جاتی ہے۔ پھر چھٹے آسمان والے ساتویں آسمان والوں سے دریافت کرتے ہیں تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر وہ لوگ انہیں بتاتے ہیں۔ پھر ہر آسمان والے دوسرے آسمان والوں سے اس خبر کے بارے میں جانتے ہیں، یہاں تک کہ یہ خبر آسمانِ دنیا والے فرشتوں تک پہنچ جاتی ہے۔ پھر شیاطین چوری چھپے اسے سننے کی کوشش کرتے ہیں تو انہیں یہ ستارا مارا جاتا ہے پھر وہ اپنے ساتھیوں (یعنی کاہنوں) تک وہ بات پہنچاتے ہیں تو ان کی جو بات پوری ہوتی ہے وہ دراصل حق ہوتی ہے لیکن یہ لوگ درمیان میں کچھ تبدیلی کر دیتے ہیں۔ اس میں کچھ اضافہ کر دیتے ہیں (اس لیے ان کی بعض باتیں ثابت نہیں بھی ہوتیں)۔

(امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ''حسن صحیح'' ہے۔

یہی روایت زہری کے حوالے سے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے انصار کے کچھ افراد سے منقول ہیں۔ وہ یہ بیان کرتے ہیں، ایک مرتبہ ہم نبی اکرم ﷺ کے پاس موجود تھے اس کے بعد انہوں نے سابقہ روایت کی مانند روایت نقل کی ہے جس کا مفہوم اس جیسا ہے۔

اس روایت کو حسین بن حریث نے ولید بن مسلم کے حوالے سے امام اوزاعی سے نقل کیا ہے۔

شرح

حکم الٰہی کے نزول کے وقت فرشتوں کی کیفیت:

ارشادِ ربانی ہے:

وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ؕ حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ؕ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ (سبا:۲۳)

''اور اس کے ہاں اس کی شفاعت نافع ثابت ہوگی جسے شفاعت کرنے کی اجازت دی جائے گی حتیٰ کہ جب شفاعت کرنے والوں کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جائے گی تو وہ دریافت کریں گے کہ آپ کے پروردگار نے کیا کہا تھا؟ وہ جواب دیں گے کہ اس نے حق فرمایا تھا اور وہ نہایت بلند و بالا ہے''۔

اس آیت کے دوسرے حصہ میں نزول وحی کے وقت فرشتوں کی کیفیت واضح کی گئی ہے۔ فرشتے نزول وحی کے وقت اپنے آپ میں عجز و انکسار کی وجہ سے خوف خداوندی محسوس کرتے ہیں اور جس طرح پتھر پر لوہے کی زنجیر کھینچنے سے آواز پیدا ہوتی ہے وہ

بھی ایسی آواز سنتے ہیں۔ پھر اوپر نیچے کے ملائکہ باہم گفتگو کرتے ہیں، نیچے والے فرشتے اوپر والے فرشتوں سے دریافت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے؟ وہ جواب میں کہتے ہیں کہ اس نے حق بات کہی ہے۔ اس طرح اوپر والے فرشتے نیچے والے فرشتوں کو حکم خداوندی سے مطلع کرتے ہیں۔

سوال: قیامت کے دن بعض مقبولان بارگاہ خداوندی اپنے عقیدت مندوں کے حق میں سفارش کریں گے اور مشرکین کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ بت ان کے حق میں سفارش کریں گے تو پھر فرق کیا ہوا؟

جواب: قیامت کے دن ازخود کوئی سفارش نہیں کر سکے گا، اللہ تعالیٰ کی اجازت سے انبیاء علیہم السلام اپنے امتیوں اور صالحین اپنے عقیدت مندوں کے حق میں سفارش کریں گے، یہ سفارش حق ہے۔ بتوں کو نہ سفارش کی اجازت ملے گی اور نہ وہ سفارش کر سکیں گے۔ اس طرح انبیاء علیہم السلام کی سفارش اور بتوں کی سفارش کے مابین زمین وآسمان کا فرق ہے۔ الغرض بت اپنے پرستگان کے حق میں ہرگز ہرگز سفارش نہیں کر سکیں گے۔ انبیاء کی سفارش حق اور بتوں کی باطل ہے۔

سوال: پہلی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حکم خداوندی نازل ہوتے وقت فرشتے بے ہوش ہو جاتے ہیں اور دوسری حدیث باب سے ان کا باہوش ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس طرح دونوں روایات میں تعارض ہوا؟

جواب: دونوں روایات میں تعارض نہیں ہے، کیونکہ فرشتے تسبیح وتحلیل میں اس قدر منہمک اور مصروف ہوتے ہیں کہ انہیں وحی کے نزول کا ادراک تک نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ نیچے والے فرشتے اوپر والے فرشتوں سے وحی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے استفسار کرتے ہیں۔

بَاب وَمِنْ سُوْرَةِ الْمَلَائِكَةِ

باب 36: سورہ ملائکہ سے متعلق روایات

3149 سندِ حدیث: حَدَّثَنَا اَبُوْ مُوْسٰى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ الْعَيْزَارِ

متنِ حدیث: اَنَّهٗ سَمِعَ رَجُلًا مِّنْ ثَقِيْفٍ يُحَدِّثُ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ كِنَانَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ فِيْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ (ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَّمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ) قَالَ هٰؤُلَاۤءِ كُلُّهُمْ بِمَنْزِلَةٍ وَّاحِدَةٍ وَّكُلُّهُمْ فِي الْجَنَّةِ

حکمِ حدیث: قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ حَسَنٌ لَّا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

◆◆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: آپ ﷺ نے اس آیت کے بارے میں یہ فرمایا ہے:

”پھر ہم نے کتاب کا وارث ان لوگوں کو بنا دیا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا تھا پھر ان میں سے کچھ لوگ

3149- اخرجہ احمد (۷۸/۳)۔

اپنے اوپر ظلم کرنے والے تھے اور کچھ میانہ روی اختیار کرنے والے تھے اور کچھ بھلائی کی طرف سبقت لے جانے والے تھے۔"

نبی اکرم ﷺ نے یہ فرمایا: یہ سب لوگ ایک ہی مرتبے کے حامل ہیں اور یہ سب جنت میں ہوں گے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ "حدیث غریب حسن" ہے ہم اسے صرف اسی سند کے حوالے سے جانتے ہیں۔

شرح

سورۃ الفاطر کو سورہ ملائکہ بھی کہا جاتا ہے جو پانچ (۵) رکوع، چھیالیس (۴۶) آیات، نوسوستر (۹۷۰) الفاظ اور تین ہزار ایک سوتیس (۳۱۳۰) حروف پر مشتمل ہے۔

امت محمدیہ کی اقسام ثلاثہ اور ان کا جنتی ہونا:

ارشاد خداوندی ہے:

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ۝ (الفاطر:۳۲)

"پھر ہم نے قرآن مجید کا وارث بنایا ان لوگوں کو جن کا ہم نے اپنے بندوں کے لیے انتخاب کیا، پس بعض ان میں سے اپنے آپ پر ظلم کرنے والے ہیں اور ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو اللہ کی اجازت سے امور خیر میں سبقت لے جاتے ہیں۔ یہی زیادہ فضیلت والے لوگ ہیں"۔

اللہ تعالیٰ نے آخری آسمانی کتاب قرآن کریم اپنے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری، یہ کتب سماوی کی تصدیق کرنے والی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے یہ کتاب امت محمدیہ کو ملی۔ مسرور زمانہ کے ساتھ امت محمدیہ کی تین اقسام ہو گئیں۔

(۱) غافل: یعنی اپنے فرائض وواجبات کے تارک اور محرمات کے مرتکب لوگ۔

(۲) خیر الامور اوسطھا کو اختیار کرنے والے یعنی جو فرائض وواجبات کو بروقت ادا کرنے اور محرمات سے احتراز کرنے والے لوگ۔

(۳) اعمال صالحہ میں سبک رو یعنی وہ لوگ جو فرائض کے ساتھ واجبات کو بھی ادا کرتے ہیں اور محرمات سے احتراز کے ساتھ مکروہات سے بھی اجتناب کرنے والے ہوں گے۔

یہ تین قسم کے لوگ جنت میں جائیں گے لیکن ان کے دخول جنت کی کیفیت مختلف ہوگی اور جنت میں ان کے درجات بھی مختلف ہوں گے۔ سابق بالخیرات بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے، میانہ روی اختیار کرنے والے معمولی حساب دینے کے بعد جنت میں داخل ہوں گے اور حق تلفی کرنے والے لوگ آخرت میں پریشان ہوں گے آخر وہ بھی جنت میں داخل ہوں گے۔